مصر کی قدیم تاریخ سے دلچسپی رکھنے والوں کیلئے ایک دلچسپ اور حیرتناک داستان
فرعون
ایم اے راحت
1

پیش لفظ

زمانہء قدیم کی پُراسرار تہذیبوں میں سرزمین مصر کی داستانوں کو ہمیشہ اولیت حاصل رہی ہے۔ فراعنہ کے دیس میں زمین کے پرت اب بھی ہزاروں داستانوں کو چھپائے ہوئے ہیں اور علم و تحقیق کے رسیاؤں کے دلوں میں شوق و تجسس موجزن کئے ہوئے ہیں۔ یہ غالباً واحد ملک ہے جس کا نام زبان پر آتے ہی سریت کے دروازے کھل جاتے ہیں۔ دریائے نیل کے پانی کو چھو کر چلنے والی ہواؤں میں قلوپطرہ کے بجرے کے چپوؤں کی سرسراہٹ سنائی دیتی ہے اور صحراؤں میں ریت کے نیچے ہزاروں فٹ کی گہرائی میں دفن مقبروں سے فرعونوں کے جسموں کی ہڈیاں چٹخنے کی آوازیں بلند ہوتی ہیں۔ عظیم الشان تکون، پیرامڈ یا اہرام، بدشکل ابولہول، آتش بدن رقاصاؤں کے جسموں کی تھرکن، کالے قیدیوں کی کٹی ہوئی گردنوں کے انبار، بس ایک چشم تصور ہو، سب کچھ حاضر............

اسی مصر کی سرزمین سے کشید داستان ''فرعون'' کی شکل میں حاضر ہے۔ مصری تہذیب کا علم زیادہ سے زیادہ چھ ہزار سال قبل تک ملتا ہے لیکن زیرِ نگاہ ناول میں آپ ان چھ ہزار سالوں کے عقب میں جھانک سکیں گے۔ وقت کی سب سے سنسنی خیز اور دلکش داستان کے صفحات آپ کے منتظر ہیں۔ آیئے، آپ کو مصر لے چلیں۔

ایم اے راحت

ہوش کی عمر کا کوئی تعین نہیں کیا جاسکتا۔ کون کب سوچ کی منزل میں آجاتا ہے یہ فیصلہ کرنا مشکل ہے۔ میں اپنی بات کر رہی ہوں۔ غور کرتی ہوں تو لگتا ہے کہ احساس جاگے صدیاں بیت گئی ہیں۔ ان صدیوں کا ہر لمحہ ایک کہانی ہے یاد کرو اور کرتے چلے جاؤ۔ ماضی کی شاہراہ پیچھے اور پیچھے جاتی ہے۔ آخر کتنا سفر کیا جائے۔ سمجھ میں نہیں آتا۔

وہ عظیم الشان کوٹھی جس میں بے شمار کمرے تھے، جس کے باہر ایک خوبصورت لان تھا، جس کے عقب میں سوئمنگ پول بنا ہوا تھا، جس میں کوئی ڈیڑھ درجن آیائیں، خادمائیں اور ملازم تھے۔ میری اپنی کوٹھی تھی۔ اس کوٹھی میں میرے لئے زندگی کی ہر خوشی مہیا کردی گئی تھی۔ معاوضہ لے کر جان چھڑکنے والوں کی اس بڑی تعداد نے نہ جانے کب تک مجھے کسی محرومی کا احساس نہ ہونے دیا۔ بچپن معصوم ہوتا ہے، سوچیں محدود ہوتی ہیں۔ مجھے اس تصویر سے کوئی لگاؤ نہیں تھا جسے میرے باپ کی تصویر بتایا جاتا تھا۔ ماں کا تو کبھی نام بھی نہیں لیا گیا تھا۔ وہ عورت جو ماں کی حیثیت سے میری دیکھ بھال کرتی تھی، بظاہر خود کو ایک مکمل ماں ظاہر کرتی تھی لیکن ایک دن مجھے پتہ چل گیا کہ وہ میری ماں نہیں ہے۔ وہ ان دو بچوں کی ماں ہے جو اس کے بازوؤں میں دبے ہوئے ہیں۔ غالباً اسی رات میرے تمام احساسات جاگ کر میرے ارد گرد آکھڑے ہوئے تھے۔ اس رات میں نے صحیح معنوں میں خود پر غور کیا تھا اور چونک پڑی تھی، ویسے یہ عمر بھی چونک پڑنے کی عمر ہوتی ہے۔ شاید سولھویں سال میں لگی تھی میں۔ یہ سولہ سال کیسے گزر گئے، کیا کیا ہوا ہے ان سولہ سالوں میں، پہلی بار غور کیا تھا اور جب غور کیا تو ہر بات اجنبی، ہر شے غیر فطری لگی۔

صمد بابا مجھے پیار کرتے تھے۔ میری ہر خواہش پوری کرتے تھے۔ رمضان اور اکمل بھی مجھے گھوڑے کی سواری کراتے تھے۔ رؤفہ اور شاہدہ میرے لباس اور بناؤ

سنوار کا کام کرتی تھیں اور ان سب پر حکمراں زینت جہاں تھیں جنہیں جہانی بیگم کہا جاتا تھا۔ جہانی بیگم اس کوٹھی میں سب سے بڑی حیثیت رکھتی تھیں۔ کوٹھی کے ملازمین کے علاوہ کچھ اور بھی لوگ میرے نزدیک تھے۔ مثلاً میری ٹیچر ناظمہ خانم' دوسری ٹیچر زہرہ طفیل' سر احتشام' سر فیاض علی' سر گھنشیام لعل۔ مجھے ورزش کرانے والی گوہر سلطانہ۔ یہ سب وہ تھے جو میرے لئے تھے جو میری آنکھوں کے اشارے کے منتظر رہتے تھے۔ جو مجھے تعلیم سے آشنا کر رہے تھے۔ ایک دن میں نے جہانی بیگم سے کہا۔

"یہ سب بچے اسکول کیوں جاتے ہیں' یہ گھروں پر کیوں نہیں پڑھتے میری طرح؟"

"اس لئے کہ یہ تم جیسے نہیں ہیں۔ تم شہزادی ہو اور یہ غلام زادے' ان کا اور تمہارا بھلا کیا مقابلہ؟"

"مگر یہ مجھے اچھے لگتے ہیں میں بھی ان کی طرح اسکول جاؤں گی۔"

"نہیں روشنی' اسکول شہزادیوں کے لئے نہیں ہوتے وہ تو غریب بچوں کے لئے ہوتے ہیں اور پھر اسکول تو خود تمہارے پاس چل کر آتے ہیں۔ تم ان گندے بچوں میں جا کر کیا کرو گی۔" پھر اس گندگی کا کچھ ایسا نقشہ کھینچتیں جہانی بیگم کہ میں خود ناک سکوڑ کر ناک پر رومال رکھ لیتی۔

اسی طرح زندگی گزاری تھی میں نے۔ سب میرا احترام کرتے تھے۔ سب مجھے پیار کرتے تھے ایک بھی ایسا نہیں تھا جو مجھے جھڑکتا' ڈانٹتا' مارتا یا میری بات نہ مانتا۔ جب کہ خود جہانی بیگم کو کئی بار میں نے اپنے بچوں کو جھڑکتے اور مارتے دیکھا تھا۔ مگر وہ گندے اور غریب بچے تھے۔ میرے جیسے نہیں تھے۔ جہانی بیگم کے دونوں بچے اپنے باپ کے ساتھ برابر کے کمرے میں رہتے تھے اور جہانی بیگم میرے ساتھ میرے کمرے میں۔

میرے بعد اگر اس کوٹھی میں کسی کا احترام کیا جاتا تھا تو وہ میرے باپ کی تصویر تھی جو سونے کے قیمتی فریم میں جڑی ایک دیوار پر آویزاں تھی۔ بارہا میں نے جہانی بیگم سے اس کے بارے میں پوچھا۔

"یہ صرف اسی تصویر میں رہتے ہیں جہانی بیگم یا کبھی اس سے باہر بھی آتے ہیں؟"

"نہیں روشنی۔ یہ تو محض ان کی تصویر ہے۔ سعدی صاحب تو کاروباری

دوروں پر رہتے ہیں۔ بے چارے کو کبھی فرصت ہی نہیں ملتی کہ تمہارے پاس آئیں۔"

یہ جواب میں نے ہمیشہ سنا تھا لیکن کبھی محسوس نہیں کیا تھا کیونکہ احمد کمال سعدی کا تصور میرے ذہن میں اس تصویر کے سوا کچھ نہیں تھا۔

ایک بار جہانی بیگم کسی بات پر اپنے شوہر سے بولیں۔ "ماں ہوں میں ان بچوں کی یہ لاوارث نہیں ہیں سمجھے؟"

تنہائی میں' میں نے جہانی بیگم سے پوچھا۔ "آپ سیفی اور نہال کی ماں ہیں جہانی بیگم؟"

"ہاں بیٹی۔"

"میری ماں نہیں ہے؟ کیا میں لاوارث ہوں؟" میرے اس سوال پر جہانی بیگم بھونچکی رہ گئیں پھر سنبھل کر بولیں۔ "میں تمہاری ماں نہیں ہوں کیا؟"

"اوہ اچھا آپ میری بھی ماں ہیں؟"

"کیوں۔ میں تمہیں پیار نہیں کرتی کیا۔ میں تمہاری بھی ماں ہوں میری بچی۔"

"تب ٹھیک ہے۔" میں مطمئن ہو گئی لیکن اس رات گڑبڑ ہو گئی۔ دن بھر تیز بارش ہوتی رہی تھی' رات کو بارش جاری رہی بلکہ شدید ہو گئی۔ بادل گرج رہے تھے بجلی چمک رہی تھی۔ نہ جانے رات کا کون سا وقت تھا میری آنکھ کھل گئی۔ گرج چمک اس قدر تھی کہ کھڑکی بند ہونے کے باوجود روشنی اور آواز آرہی تھی۔ میں نے جہانی بیگم کو بستر سے غائب پایا۔ انہیں تلاش کرتی ہوئی ان کے کمرے تک پہنچ گئی۔ اسی وقت لائٹ چلی گئی اور گھور تاریکی چھا گئی۔ مگر میں جہانی بیگم کے کمرے میں داخل ہو چکی تھی اور روشنی جانے سے پہلے میں نے جہانی بیگم کو اپنے دونوں بچوں کو سینے سے لگائے دیکھ لیا تھا جب کہ انہوں نے مجھے نہیں دیکھا تھا۔ اس منظر نے مجھ پر عجیب سا اثر کیا تھا۔ میں ساکت رہ گئی۔ اسی وقت جہانی بیگم کے بچوں کے باپ نے کہا۔

"روشن جمال کو تنہا چھوڑ آئی ہو؟"

"وہ سو رہی ہے۔" جہانی بیگم نے کہا۔

"جاگ نہ جائے۔"

"اونہہ' جاگتی ہے تو جاگ جائے کون سی بچی ہے۔ کہاں تک اپنے بچوں سے دور رہوں۔ کتنا کلیجہ پھٹتا ہے انہیں سینے سے لگا کر سونے کے لئے۔ مجبوری نے پاؤں

پکڑے ہوئے ہیں۔ سچی بات ہے کئی بار میں یہ نوکری چھوڑنے کے بارے میں سوچ چکی ہوں' اس نوکری نے کبھی میری ماتا ٹھنڈی نہ ہونے دی۔ ساری زندگی غیر کو سینے سے لگا کر گزار دی ہے میں نے۔"

"روشن جمال تمہیں اپنی ماں سمجھتی ہے۔"

"مگر میں اس کی ماں تو نہیں ہوں۔"

"بے وقوف ہو' جس عیش سے گزر رہی ہے وہ کہیں اور نصیب ہو سکتی ہے۔ تمہارے بچے تم سے کون چھین سکتا ہے؟"

خاموشی چھا گئی مگر سناٹے چیخ رہے تھے۔ جہانی بیگم نوکر ہیں۔ وہ میری ماں نہیں ہیں۔ آہ۔ پھر میری ماں کہاں ہے۔ میرا باپ کہاں ہے۔ کہاں ہیں یہ دونوں۔ آخر میرا خیال ہی سچ نکلا تھا۔ اس کوٹھی میں صرف میرے نوکر رہتے ہیں۔ شروع سے ایسا ہی ہے نہ ماں ہے میری اور نہ باپ یہ سب غیر فطری ہے یہ سب کچھ غیر حقیقی ہے!

ایک ایک چیز پر غور شروع کر دیا میں نے۔ اس پوری کوٹھی کا گہری نگاہوں سے جائزہ لیا۔ ہر چیز قیمتی نفیس۔ جس کمرے میں میرے باپ کی تصویر آویزاں تھی وہ مصریات کی عکاسی کرتا تھا۔ دیواروں پر فراعنہ کے دور کو نقش کیا گیا تھا۔ اہرام مصر کے ماڈل جابجا سجائے گئے تھے ایک طرف ابوالہول کا بہت بڑا مجسمہ رکھا ہوا تھا۔ قبل از مسیح کے بہت سے باب یہاں درج تھے۔ تابوتوں میں فرعونوں کی ممیاں رکھی ہوئی تھیں جو ماہرین نے پلاسٹر آف پیرس سے بنائی تھیں۔ ہر شے سے پُراسراریت ٹپکتی تھی اور اس پُراسرار ماحول میں میرے سرخ و سفید چہرے اور تیز سیاہ آنکھوں والے باپ کی مسکراتی تصویر سونے کے فریم میں آویزاں تھی۔ یوں لگتا تھا جیسے احمد کمال سعدی اس پورے ماحول کی نگرانی کر رہے ہوں۔ پلک جھپکائے بغیر۔ یہ شخص کون ہے؟ اگر زندہ ہے تو کہاں ہے؟ اس نے میرے لئے یہ سب کیوں کیا ہے؟ اگر یہ واقعی میرا باپ ہے تو پوری زندگی میں کبھی میرے سامنے کیوں نہیں آیا؟ میری ماں کون تھی اور کہاں ہے؟ سوالات کا انبار تھا مگر جواب کہیں نہیں تھا۔

میں نے کسی کو ان سوالات سے پریشان نہیں کیا۔ جانتی تھی سب غیر ہیں۔ نوکر ہیں کوئی تسلی بخش جواب نہیں دے گا لیکن اس دن سے میری ذات خود میرے لئے ایک گرہ بن گئی۔ میری شوخیاں رخصت ہو گئیں میری شرارتیں ختم ہو گئیں۔ میں نے سب سے سنجیدہ برتاؤ شروع کر دیا کافی دن کے بعد جہانی بیگم نے کہا۔

"یہ کیا حلیہ بنا رکھا ہے تم نے۔ شام ہو گئی لباس تک نہیں بدلا' کیا بات ہے؟"

"کچھ نہیں ٹھیک ہوں۔"

"بالکل ٹھیک نہیں ہو۔ لباس بدلو۔"

"ٹھیک ہوں جہانی بیگم۔"

"کہنا سنو میرا۔ جاؤ لباس بدل لو۔"

"آپ نے سنا نہیں ٹھیک ہوں۔ آپ باہر جائیے۔"

"روشنی!"

"شٹ اپ' اینڈ گیٹ آؤٹ!" میں نے دانت بھینچ کر کہا اور جہانی بیگم کا منہ ت سے کھل گیا۔ ایک لمحے وہ مجھے تعجب سے دیکھتی رہیں پھر جلدی سے باہر نکل ئیں۔ ان کی بوکھلاہٹ اور ان کے ساتھ اس طرح پیش آنے سے مجھے ایک عجیب ے سکون کا احساس ہوا تھا۔ ایک انوکھی طمانیت حاصل ہوئی تھی اور اس دن کے بعد ے میرا رویہ سب ہی کے ساتھ بدل گیا۔ اب مجھے علم ہو گیا تھا کہ یہ سب کرائے کے م خوار ہیں۔ ان میں میرا اپنا کوئی نہیں ہے۔ وہ سب حیران تھے۔ صمد بابا سے لے کر ہانی بیگم تک۔ پہلے میں ان سے لاڈ کر کے اپنی فرمائشیں پوری کراتی تھی اب احکامات یتی تھی۔

اس شام میں نے فیاض سے کہا۔ "گاڑی تیار کرو' مجھے باہر جانا ہے۔"

"جی!" اس کا منہ حیرت سے کھل گیا۔

"بہرے ہو گئے ہو۔ گاڑی نکالو گیراج سے مجھے باہر جانا ہے۔"

"جی اچھا۔" فیاض بولا لیکن کچھ دیر کے بعد وہ صمد بابا کے ساتھ واپس آ گیا۔

"اس وقت کہاں جاؤ گی روشنی بٹیا۔ دونوں وقت ملنے والے ہیں۔"

"تو یہ آپ کے پاس پہنچ گیا۔ صمد بابا یہ کل سے کوٹھی میں نہ نظر آئے۔ اگر یہ وبارہ کوٹھی میں نظر آیا تو........ تو........" میں نے دانت بھینچ کر کہا اور صمد بابا جب سے مجھے دیکھنے لگے۔

"یہ کہاں جائے گا بیٹیا۔ نوکری کرتا ہے یہاں۔"

"اور تم؟" میں نے صمد بابا کو گھورتے ہوئے کہا۔

"ایں۔" صمد بابا بوکھلائے۔

"تم یہاں کیا کرتے ہو؟"

"ہم بھی نوکر ہی ہیں۔"

"کس کے؟"

"تمہارے بٹیا۔ احمد کمال سعدی کے۔"

"تو پھر سوالات کیوں کر رہے ہو' نوکری کرو۔ اس نے میرا حکم ماننے کے بجا تم سے میری شکایت کی اور تم اپنی اوقات بھول کر مجھ سے باز پرس کرنے آگ تمہاری یہ ہمت کیوں ہوئی۔"

"میں نے شکایت نہیں کی روشنی بٹیا۔ بس شام ہو گئی تھی اس لئے۔ مجھے معا کردو۔" فیاض ہاتھ جوڑ کر بولا۔

"اس کے بعد تم میں سے کوئی۔ تم میں ایک بھی اپنی حد سے آگے بڑھا تو ا کوٹھی میں اس کے لئے جگہ نہ ہوگی' چلو۔" میں نے غرا کر کہا اور فیاض سرپٹ د گیا۔ اس نے گاڑی نکالی اور میں دروازہ کھول کر اندر بیٹھ گئی کار باہر نکل گئی تھی۔

"کہاں چلوں روشنی بٹیا؟"

"پورے شہر کے چکر لگاؤ مجھے یہ شہر دکھاؤ۔ چپہ چپہ دکھاؤ۔"

"جی بٹیا!"

رات کو ایک بجے واپس آئی تھی۔ پورا گھر بقعۂ نور بنا ہوا تھا اور سارے نو جاگ رہے تھے۔ میں انہیں نظرانداز کر کے اپنے کمرے میں آ گئی۔ کچھ دیر کے ب جہانی بیگم اندر داخل ہو گئیں۔

"فیاض نے بتایا ہے کہ تم نے کہیں کھانا بھی نہیں کھایا۔ اب اس وقت کھ تو............"

"بھوک نہیں ہے۔ آپ آرام کیجئے جہانی بیگم۔"

"کچھ پوچھنا چاہتی ہوں بٹیا۔"

"جہانی بیگم۔ میں نے صمد بابا سے کچھ کہا ہے۔ آپ کو نہیں بتایا انہو نے............"

"بتایا ہے بٹیا۔ مگر............ میں نے تمہیں ماں............"

"تم میری ماں ہو جہانی بیگم۔" میں صمد بابا کی طرح آپ سے تم پر آ گئی۔

"وہ بٹیا............"

"نہیں ہو نا۔ تو بننے کی کوشش کیوں کر رہی ہو۔ جو سچ ہے وہی رہنے دو۔"

"ٹھیک ہے روشنی مگر میں کچھ پوچھنا چاہتی ہوں۔"

"میں بھی کچھ پوچھنا چاہتی ہوں اگر تم نے میرے سوالات کے ٹھیک جواب دے دیئے تو میں بھی تمہارے سوالات کے جواب دے دوں گی۔"

"بیٹھ سکتی ہوں؟" جہانی بیگم نے کہا۔

"ہوں بیٹھو!"

"پوچھو کیا پوچھنا چاہتی ہو؟"

"میری ماں کہاں ہے؟"

"میں نہیں جانتی۔"

"باپ کہاں ہے؟"

"مجھے ان کے بارے میں بھی نہیں معلوم۔ آخری بار وہ کوئی دس ماہ پہلے آئے تھے۔"

"کون میرے ابو؟" میں اچھل پڑی۔

"ہاں!"

"کتنے ماہ پہلے؟"

"دس مہینے ہو گئے۔"

"جھوٹ بول رہی ہو۔ بکواس کر رہی ہو۔ میں کہاں تھی اس وقت' بولو میں کہاں تھی؟" میں نے کرب سے کہا۔

"تم سو رہی تھیں۔"

"مجھے جگایا کیوں نہیں گیا۔ تم جانتی ہو میں نے کبھی اپنے ابو کو نہیں دیکھا۔ میں نے اپنی ماں کو بھی نہیں دیکھا۔" میری آواز بھرا گئی۔

"سعدی صاحب جب بھی آئے اچانک آئے۔ چوروں کی طرح چھپ کر آئے۔ میں چونکہ تمہارے کمرے میں ہی سوتی ہوں وہ صرف مجھے جگاتے ہیں۔ تمہاری خیریت پوچھتے ہیں۔ گھنٹوں بیٹھے تمہیں دیکھتے ہیں اور پھر رات کی تاریکی میں چوروں کی طرح نکل جاتے ہیں۔ دس ماہ پہلے بھی ایسا ہی ہوا تھا۔ انہوں نے ہمیشہ تمہیں جگانے سے منع کیا۔"

"آخر کیوں؟"

"یہ میں نہیں جانتی۔"

"جہانی بیگم۔ میں کون ہوں؟ میرے ماں باپ کون ہیں؟ مجھے اس کا جواب ا سکتا ہے؟"

"شاید کوئی یہ جواب نہیں دے سکتا۔ صمد بابا بھی نہیں۔ حالانکہ وہ اس کوٹھ کے سب سے پرانے ملازم ہیں۔"

میرے بدن میں شدید سنسنی ہو رہی تھی۔ میرے ابو میرے پاس آتے ہیں مجھ دیکھتے ہیں میری مظلوم آنکھوں نے انہیں کبھی نہیں دیکھا۔ کس قدر بدنصیب ہوا میں۔ مگر ایسا کیوں ہے۔ دل اندر سے تڑپ رہا تھا مگر میں نے خود کو سنبھالے رکھا۔

"آپ کو اس کوٹھی میں کتنا عرصہ ہو گیا جہانی بیگم؟"

"اب تو یوں لگتا ہے جیسے پیدا بھی یہیں ہوئی تھی۔ تم دو سال کی ہوگی جب م بابا مجھے یہاں نوکری کے لئے لائے تھے میری شادی کو پانچ ماہ ہوئے تھے۔ ہم غریب لوگ تھے اور صمد بابا ہمارے پرانے شناسا تھے۔ انہوں نے بتایا کہ ایک دولت مند شخ کو آیا کی ضرورت ہے مجھے یہاں جگہ مل گئی۔ احمد کمال صاحب تمہیں پاگلوں کی طر چاہتے ہیں ہر وقت ہر لحہ تمہیں سینے میں چھپائے رہتے تھے دن ہو یا رات ایک لمحے کو خود سے جدا نہیں کرتے تھے۔ بڑی مشکل سے تم میری گود میں آئیں۔ وہ مسلسل میرے ساتھ رہتے تھے۔ پھر جب تم مجھ سے ہل گئیں تب انہیں اطمینان ہو گیا۔ انہوں نے مجھ سے کہا زینت جہاں تمہیں اس بچی کی پرورش ماں بن کر کرنی ہے اس کام کا معاوضہ جو تمہارے تصور میں آئے اس سے دگنا میری طرف سے کرلینا۔ تمہاری اور مستقبل میں تمہارے ہونے والے بچوں کی زندگی سنور جائے گی میں تمہیں اتنا دوں گا لیکن اسے کوئی تکلیف نہ ہونے پائے۔ میں نے انہیں یقین دلایا کہ ایسا ہی ہوگا اور اس کے بعد میں نے ہمیشہ یہی کوشش کی۔ اپنی طرف سے تو کبھی کوتاہی نہیں کی انجانے میں کچھ ہو گیا ہو تو اللہ جانتا ہے۔"

"میری ماں کے بارے میں انہوں نے کبھی کچھ نہیں بتایا؟"

"کبھی نہیں۔"

"تم نے بھی نہیں پوچھا؟"

"جو بات مالک نہ بتائے نوکر اسے کیسے پوچھ سکتا ہے۔"

"وہ خود کہاں رہتے ہیں؟"

"کوئی نہیں جانتا۔"

"عجیب بات ہے جہانی بیگم۔ اتنے ملازم ہیں اس گھر میں کبھی اتفاقیہ طور پر بھی کسی کو اس کے بارے میں کچھ نہیں معلوم ہو سکا۔"

"ملازم یہاں مالکوں کی طرح رہتے ہیں نہ کوئی کام نہ کاج فوج کی فوج پل رہی ہے۔ یہ احمد کمال جانتے ہیں کہ انہوں نے بعد میں اتنے ملازم کیوں جمع کرلئے۔ بینکوں میں سرمایہ محفوظ ہے۔ صمد بابا ضرورت کے مطابق رقمیں نکال لیتے ہیں آج تک ان سے کوئی حساب نہیں مانگا گیا۔ ایسے مالکوں کی مرضی کے خلاف کوئی کام کیسے کیا جاسکتا ہے روشنی بیٹی!"

"عموماً وہ کتنے عرصے کے بعد آتے ہیں؟"

"کوئی تعین نہیں۔"

"تنہا آتے ہیں یا کبھی کوئی اور بھی ان کے ساتھ آیا؟"

"کبھی نہیں' کسی اور کے آنے کی بات کر رہی ہو تم۔ وہ کبھی کوٹھی کے دروازے سے اندر نہیں آئے۔ بس اچانک کسی کمرے میں نمودار ہوتے ہیں صرف مجھ سے یا صمد بابا سے رجوع کرتے ہیں۔ تمہاری خیریت پوچھتے ہیں تمہیں دیکھتے ہیں۔ تمہاری دیکھ بھال کے لئے ہدایات دیتے ہیں اور پھر ہم لوگوں کو ہٹا دیتے ہیں۔ اس کے بعد وہ کب اور کس طرح چلے جاتے ہیں کسی کو معلوم نہیں ہوتا۔"

"ان کے کسی دوست کو بھی نہیں جانتے تم لوگ............؟"

"بالکل نہیں۔"

"کوئی کبھی انہیں پوچھتا ہوا یہاں آیا............؟"

"آج تک نہیں۔"

"ہوں۔" میں نے گہری سانس لی۔ "ٹھیک ہے جہانی بیگم............ آرام کیجئے۔"

"تم نے میرے سوالات کا جواب دینے کا وعدہ کیا تھا۔"

"کہئے............"

"یہ اچانک تمہیں کیا ہو گیا ہے؟"

"فضول سوال ہے۔"

"فضول نہیں ہے۔ اس کا ہماری وفاداریوں سے گہرا تعلق ہے۔ اگر تم جواب نہیں دو گی روشنی تو میں یہاں سے چلی جاؤں گی۔" جہانی بیگم نے سنجیدگی سے کہا اور

میں بے اختیار مسکرا پڑی۔

"یہی آپ کے سوال کا جواب ہے جہانی بیگم۔ آپ وہ ہیں جو یہاں سے چ
جائیں گی۔ بس پتہ چل گیا ہے مجھے۔ نا سمجھی کی عمر ختم ہو گئی ہے میری۔ یہ جان چکی ہو
میں کہ آپ کا میرا رشتہ کیا ہے۔ کوئی خاص بات نہیں۔ چند روز پہلے بارش کی ایک
رات جب بادل گرج رہے تھے۔ بجلی کڑک رہی تھی۔ آپ میرے پاس موجود نہیں
تھیں۔ آپ کو تلاش کرتی ہوئی میں دوسرے کمرے میں جا پہنچی جہاں آپ سیفی او
نہال کو سینے سے لپٹائے ہوئے اپنے شوہر کو اس مجبوری کی شکایت کر رہی تھیں جو میر
وجہ سے ہے۔ آپ کہہ رہی تھیں کہ آپ نے ساری زندگی غیر کو سینے سے لگا کر گزا
دی ہے۔ آپ نے کہا تھا کہ آپ میری ماں نہیں ہیں۔ اس رات میں نے سوچا کہ ات
بڑی ہو گئی ہیں، مگر کبھی حقیقتوں پر غور ہی نہیں کیا۔ بس جہانی بیگم اس کے بعد میں۔
غور کیا..........!"

جہانی بیگم کا چہرہ پیلا پڑ گیا۔ ان کی آنکھوں سے خوف جھانکنے لگا۔ دیر تک ان کے
منہ سے آواز نہ نکل سکی..........! میں نے کلائی پر بندھی گھڑی میں وقت دیکھ کر کہا۔

"رات بہت ہو گئی ہے جہانی بیگم..........!"

"صرف ایک بات اور کہنا چاہتی ہوں روشنی۔"

"جی..........!"

"مجھے معاف کر دو۔"

"اگر معاف کرنے کی کوئی بات ہوتی تو اسے موضوع بنایا جا سکتا تھا لیکن حقیقتیں
نظر انداز نہیں کی جا سکتیں۔ اسے میرا جواب تصور کیجئے!" میں نے کھردرے لہجے میں
کہا۔

"کھانا نہیں کھائیں گی..........؟"

"نہیں، اور سنئے جہانی بیگم۔ آج جبکہ یہ ساری باتیں بالمشافہ ہو گئی ہیں تو براہ کرم
آپ اپنے کمرے میں اپنے بچوں کے پاس سوئیں۔ جائیے۔ آرام کیجئے۔"

"کیسی باتیں کر رہی ہو روشنی۔"

"دیر ہو گئی ہے۔ میں سونا چاہتی ہوں۔ آپ جائیے۔"

"روشنی..........!" انہوں نے کچھ کہنا چاہا۔

"جائیے.......... جائیے۔ جاؤ۔" میں نے وحشیانہ انداز میں چیخ کر کہا اور جہانی

بیگم مڑ کر باہر نکل گئیں۔ میں نے دروازہ بند کر دیا تھا۔ کمرے کے وسط میں آ کر میں دیر
تک کھڑی رہی۔ پھر لباس تبدیل کر کے مدھم روشنی والا بلب جلایا اور بستر پر لیٹ گئی۔
کیسی انوکھی کہانی ہے میری۔ کوئی سرپیر ہی نہیں ہے۔ ماں کے بارے میں تو کوئی اشارہ
ہی نہیں ملا تھا لیکن یہ باپ کیسا انوکھا ہے۔ کتنا انتہا پسند ہے آج تک اپنی صورت بھی
نہیں دکھائی۔ کبھی سامنے آ جائے تو سمجھ میں نہیں آئے گا کہ اسے کیا کہوں گی۔ اس
سے زیادہ تو اس کی تصویر قابلِ اعتماد ہے۔

نہ جانے کیا کیا سوچتی رہی پھر سو گئی۔

☆------☆------☆

دوسری صبح ہمیشہ جیسی تھی۔ ہاں جو تبدیلیاں چند روز سے پیدا ہو گئی تھیں وہ
برقرار تھیں۔ پہلے ملازم ہنگامے کرتے رہتے تھے۔ ہنسی مذاق کرتے تھے دھماچوکڑی
مچائے رہتے تھے اب سب سنجیدہ ہو گئے تھے۔

ناشتہ جہانی بیگم نے ہی کرایا۔ بس اس کے بعد معمولات کا آغاز ہو گیا۔ دوپہر کو
ایک کتاب لئے بیٹھی تھی کہ ایک خیال دل میں آیا۔ اس کوٹھی کا جائزہ لینا چاہئے۔
خصوصاً ابو کے کمرے کا۔ بے شمار بار اسے دیکھا تھا لیکن سرسری نگاہوں سے۔ وہاں
بہت کچھ تھا۔ کبھی غور ہی نہیں کیا تھا۔ غور سے دیکھوں شاید ان کی شخصیت کے کچھ پہلو
نمایاں ہو جائیں شاید ان کی ذات کے نشان مل جائیں۔ یہ خیال دل میں جڑ پکڑ گیا۔
ابھی کوئی عملی قدم نہیں اٹھا سکی تھی کہ جہانی بیگم پھر آ گئیں۔

"جی جہانی بیگم.......... کوئی حکم ہے۔"

"ایک التجا ہے روشنی۔" وہ آہستہ سے بولیں۔

"فرمائیے۔"

"مجھے معاف کر سکتی ہو..........!"

"جی.......... کر سکتی ہوں لیکن اس کے لئے ایک شرط ہو گی۔"

"بتاؤ..........؟"

"ابو اب جب بھی آئیں۔ جس وقت بھی آئیں آپ مجھے جگا دیں گی۔ اگر میں
اس گھر کے مالک کی بیٹی ہوں تو آپ اسے میرا حکم سمجھیں۔ بولئے آپ ایسا کریں
گی..........؟"

"مشکل ہے۔"

"اوکے جہانی بیگم۔ اطمینان رکھیں۔ ابھی آپ کو بہت سی مشکلات سے گزرنا ہو گا.........." میں کمرے سے باہر نکل آئی پھر میں ابو کے کمرے میں داخل ہوگئی۔ دروازہ اندر سے بند کرلیا۔ کمرے کے درمیان کھڑے ہو کر چاروں طرف دیکھنے لگی۔ تابوت' مجسمے' اہرام' شیلف' دیواریں۔ میں ان دیواروں پر کندہ کہانیاں پڑھنے لگی۔ عجیب وغریب نقوش تھے۔ نہ غور کرو تو کچھ بھی نہیں غور کرو تو بولتے ہوئے۔ میں آج پہلی بار ان پر غور کر رہی تھی۔ پتہ نہیں میرا وہم تھا یا کچھ اور......... دیواروں پر اچانک کچھ نقش غیر معمولی طور پر چمکنے لگے تھے۔ جیسے مجھے اپنی جانب متوجہ کر رہے ہوں۔ جیسے وہ مجھے اپنے بارے میں بتا رہے ہوں۔ جیسے وہ کسی انوکھی نہ سمجھ میں آنے والی کہانی کا آغاز کر رہے ہوں۔ میرے قدم ان کی جانب بڑھ گئے۔ جہاں سے ابتدا ہوئی تھی وہ چند تصاویر تھیں۔ تین مرد' دو عورتیں۔ ان کی آنکھیں مجھے دیکھ رہی تھیں۔ مجھ سے کچھ کہہ رہی تھیں نہ جانے کیا......... میں انہیں بغور دیکھتی رہی۔ چمکدار نقوش آہستہ آہستہ مدہم پڑ گئے۔ وہ مجھے کچھ بتا کر خاموش ہو گئے تھے۔ میری نگاہیں احمد کمال کی تصویر کی طرف اٹھ گئیں۔ دل میں ہوک سی اٹھی۔ آنکھوں میں شکایت بیدار ہوگئی۔ کیسے اپنے ہیں یہ۔ اتنے بے گانے۔ آخر میں شیلف کے پاس پہنچی۔ درجنوں بار ان کتابوں کو دیکھ چکی تھی۔ کبھی کسی کو چھوا نہیں تھا۔ آج چھونے کو جی چاہا۔ انتہائی خوبصورت جلدیں تھیں۔

تہذیب مصر کا ارتقا۔ طوطخ آمن' فراعنہ کا عروج وزوال' درجنوں کتابیں تھیں۔ قدیم و جدید۔ ایک ضخیم کتاب کھول کر بیٹھ گئی۔ تصویریں بنی ہوئی تھیں۔ عبرانی زبان کی کتاب تھی۔ تحریر تو سمجھ میں نہیں آسکی لیکن تصویریں دلکش تھیں۔ عمارات' اہرام' فرعون۔ یہ سب بہت اچھے لگ رہے تھے۔ دیر تک ان تصویروں میں کھوئی رہی۔ وقت گزرنے کا اندازہ ہی نہیں ہو سکا۔ کتاب کے آخری صفحات میں ایک تصویر نظر آئی۔ تابوت میں لیٹی ہوئی ایک لاش تھی۔ مصری طریق کار کے مطابق حنوط شدہ۔ میری نگاہیں اس پر جم گئیں۔ اس کے خدوخال واضح ہوتے گئے کسی عورت کی لاش تھی۔ ابھی اسے دیکھ ہی رہی تھی کہ ایک ملازم نے دروازے پر دستک دی اور میں چونک پڑی۔ کھوئی کھوئی نظروں سے دروازے کو دیکھا۔ آنکھوں اور ذہن پر شدید بوجھ تھا۔ دستک دوبارہ سنائی دی تو سنبھل گئی۔

"کون ہے؟"

"رمضان۔"

"آؤ.........!" میں نے اٹھ کر دروازہ کھول دیا اور وہ اندر آگیا۔ "کیا مصیبت نازل ہوئی ہے تم پر۔"

"چائے یہیں پئیں گی روشنی بی بی.........یا باہر........."

"چائے.........؟"

"چھ بج گئے ہیں۔"

"چھ.........؟" میں حیرت سے اچھل پڑی۔ دیوار پر آویزاں گھڑی کو دیکھا۔ پھر کتاب میز پر رکھ دی......... "تم جاؤ......... میں آرہی ہوں........." رمضان چلا گیا۔ اب وقت معلوم ہونے کے بعد پتہ چل رہا تھا۔ بدن بری طرح درد کرنے لگا تھا۔

کتاب واپس اس کی جگہ رکھی۔ باہر آگئی۔ لان پر چائے لگوائی اور کرسی پر نیم دراز ہو کر ان تمام باتوں پر غور کرنے لگی۔ کوئی خاص بات نہیں معلوم ہوئی تھی سوائے اس کے کہ میرے والد احمد کمال سعدی کو مصر سے کافی دلچسپی ہے۔ بہت عجیب حالات تھے۔ سمجھ میں آنے والی کوئی بات نہیں تھی مگر اتنا اندازہ ضرور تھا کہ یہ سب کچھ نارمل نہیں ہے۔ مجھے ساری دنیا سے دور رکھا گیا ہے۔ نہ کوئی دوست نہ غمگسار۔ احمد کمال کا کوئی ایسا شناسا بھی نہیں تھا جو مجھے ان کے بارے میں کچھ بتا دے ہر طرف خلاء تھا۔ میں ان چند ملازموں میں محدود رہوں۔ ایسا ہونا نہیں چاہئے۔ گھر سے باہر جو کچھ نظر آتا ہے وہ ایسا نہیں ہے۔ اب میں کیا کروں۔ اس طرح تو میں پاگل ہو جاؤں گی۔ کوئی میرے لئے کچھ نہیں کرے گا۔ مجھے خود ہی کچھ کرنا ہو گا۔ خود ہی......... مگر کوئی مجھے گائیڈ کرنے والا بھی تو نہیں۔

دوسرے دن سے میں نے باقاعدہ باہر جانا شروع کر دیا۔ مجھے دوستوں کی تلاش تھی۔ جس علاقے میں ہماری کوٹھی تھی وہاں عجیب لوگ رہتے تھے۔ کاروں میں آتے جاتے تھے۔ گھروں میں دروازے بند کرکے بیٹھ جاتے تھے۔ کوئی نظر ہی نہیں آتا تھا جسے دوست بنایا جاسکے۔ ٹیلیفون کا سہارا لیا۔ ایک شخص سے بات ہوئی۔

"کیا نام ہے تمہارا؟"

"جواد۔"

"مجھ سے دوستی کرو گے.........؟"

"جی.........!"

"مجھے ایک دوست درکار ہے۔"

"صرف ٹیلیفون پر۔" اس نے پوچھا۔

"نہیں۔ مجھ سے ملو..........!"

"حکم دیجئے کہاں۔" آواز میں شوخی تھی۔

"میں نہیں جانتی۔ تم بتاؤ۔"

"حسین لوگوں کے لئے یہاں ایک خوبصورت ہوٹل ہے۔ ہوٹل پیرا ماؤنٹ۔ کس وقت آئیں گی؟"

"جب تم کہو۔"

"شام سات بجے۔"

"ہوٹل کا پورا پتہ بتاؤ۔" میں نے کہا اور اس نے پتہ دہرا دیا۔ پھر بولا۔ "مگر ہم دونوں ایک دوسرے کو کیسے پہچانیں گے؟"

"اوہ! ہاں یہ تو ہے۔"

"میں گرے رنگ کے سوٹ میں ہوں گا۔ میرے سوٹ میں گلاب کی تین کلیاں لگی ہوں گی۔"

"یہ ٹھیک ہے۔ میں تمہیں پہچان لوں گی۔" میں نے مسرت سے کہا۔ اس سے باتیں کرنے کے بعد میں خوش ہوگئی۔ یہ تنہائی تو دور ہوگی کوئی غم خوار تو ملے گا۔ ہوسکتا ہے مجھے کوئی ایسا دوست ہی مل جائے جو اس اسرار کے پردے چاک کرنے میں میری مدد کرے۔ کسی کا ساتھ تو حاصل ہو مجھے۔

ہوٹلوں کے بارے میں رسالوں وغیرہ میں پڑھا تھا میں نے۔ آج تک کوئی ہوٹل اندر سے نہیں دیکھا تھا۔ فیاض مطلوبہ پتے پر لے گیا۔ میں جھجکتی ہوئی اندر داخل ہوگئی۔ ہوش اُڑے جارہے تھے اتنے لوگوں کو دیکھ کر۔ مگر خود کو سنبھالے رکھا۔ نگاہیں گلاب کی تین کلیوں کی تلاش میں بھٹکنے لگیں۔ پھر وہ مجھے نظر آگیا۔ اوباش سی شکل کا چھوٹی آنکھوں والا نوجوان تھا۔ دیکھنے میں اچھا نہیں لگا تھا۔ میں اس کی طرف بڑھ گئی۔ وہ مجھے دیکھ رہا تھا اور اس کے چہرے پر کسی قدر بوکھلاہٹ کے آثار نظر آرہے تھے۔ میں قریب پہنچی تو وہ کھڑا ہوگیا۔

"ہیلو۔" میں نے خوش اخلاقی سے کہا۔ مگر وہ احمقوں کی طرح منہ پھاڑے کھڑا

رہا۔ "تم جواد ہو؟"

"جی۔ جی ہاں۔"

"میرا نام روشن جمال ہے۔" میں نے مسکرا کر کہا۔

"جی ہاں۔ جی۔" وہ جلدی سے بیٹھ گیا۔ میں بھی کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گئی۔

"میں نے تم سے فون پر بات کی تھی۔"

"جی ہاں۔ جی ہاں۔"

"تم اس کے علاوہ اور کچھ بولنا نہیں جانتے۔" میں نے کسی قدر جھنجلا کر کہا۔

"جی ہاں۔ جی نہیں۔"

"کیا ہوگیا ہے تمہیں۔ کیا خبط الحواس ہو۔"

"بالکل نہیں۔ ابھی حاضر ہوا۔" وہ کرسی سے اٹھ گیا۔ مجھ سے اور کوئی بات کئے بغیر ایک طرف مڑ گیا اور پھر ایک دروازے سے اندر داخل ہوگیا۔ مجھے عجیب سا احساس ہو رہا تھا۔ میرے آس پاس بیٹھے لوگ مدھم آوازوں میں باتیں کر رہے تھے نہ جانے کیوں مجھے محسوس ہوا کہ یہ میرے بارے میں ہی کچھ کہہ رہے ہیں۔ مگر کیا۔ یہ سمجھ میں نہیں آیا۔ میں احمقوں کی طرح بیٹھی جواد کا انتظار کرتی رہی۔ مگر وہ واپس نہیں آیا۔ دس منٹ پندرہ منٹ بیس منٹ تب میں بوکھلا گئی۔ یہ کیا ہوا۔ کیا وہ ہوٹل سے چلا گیا۔ اس خیال نے مجھے نروس کردیا۔ میں کھڑی ہوگئی۔ اس کے بعد مجھ سے وہاں نہ رکا گیا۔ کار میں بیٹھ کر گھر واپس آگئی۔ یہ کیا ہوا۔ وہ اس طرح کیوں بھاگ گیا۔

بہت دیر کے بعد میں نے پھر وہی نمبر ڈائل کیا لیکن گھنٹی بجتی رہی کسی نے فون نہیں ریسیو کیا۔ رات کو گیارہ بجے البتہ جواد نے فون ریسیو کیا تھا۔

"ہیلو۔ جواد بول رہے ہو؟"

"ہاں۔"

"تم انتہائی احمق انسان ہو۔"

"ہاں۔ اعتراف کرتا ہوں۔"

"کیا ہوگیا تھا۔"

"میری سمجھ میں خود ابھی تک نہیں آیا۔ تم سے تمہارے بارے میں پوچھ سکتا ہوں؟"

"پہلے میری بات کا جواب دو۔"

"خدا کی قسم سچ کہوں گا۔ سچ کے سوا کچھ نہ کہوں گا۔ تم بے حد خوبصورت ہو۔ اتنی خوبصورت کہ انسان تمہیں دیکھ کر پاگل ہوجائے اور میں پاگل ہی ہوگیا تھا.......... میرے تصور میں بھی نہیں تھا کہ تم اتنی حسین ہوگی۔ میں تمہیں کوئی فلرٹ لڑکی سمجھا تھا۔ مگر تمہیں دیکھ کر مجھ پر ایک عجیب سا خوف طاری ہوگیا۔ میں زندگی بھر کسی سے خوف زدہ نہیں ہوا۔ آج اعتراف کرتا ہوں کہ میں تمہارا سامنا نہیں کرسکتا۔ بس میں اپنے احساس کو کوئی نام نہیں دے سکتا۔ مجھے یوں لگا جیسے تم پر بھرپور نگاہ ڈالنا جرم ہے اور اگر میں نے یہ جرم کیا تو مجھے اس کی بدترین سزا ملے گی۔ مجھ سے وہاں نہ بیٹھا گیا کیونکہ تمہارے لئے میرے دل میں دوسرے خیالات تھے۔"

"تم واقعی پاگل معلوم ہوتے ہو۔" میں نے چڑ کر کہا۔

"مجھے اپنا فون نمبر بتاؤ گی؟"

"تم جیسے گدھوں سے دوستی بے معنی ہوگی؟" میں نے فون بند کردیا لیکن اس کے بعد بھی میری تقدیر میں گدھے ہی لکھے ہوئے تھے۔ یہ میری کالی تقدیر کا دوسرا روپ تھا۔ دوستی کے لئے جنس کا کوئی تعین نہیں تھا۔ میں نے کئی کوششیں کیں اپنی کوٹھی کی سب سے قریبی کوٹھی میں دو لڑکیاں رہتی تھیں۔ سخت محنت کرکے ان سے رابطہ کیا۔ خوبصورت تھیں میری ہم عمر تھیں۔ خوش اخلاق تھیں لیکن مجھ سے بے تکلف نہیں ہوسکیں۔ میں دو تین بار ان سے ملنے گئی۔ ملتی تھیں لیکن ایک دوسرے کی صورت دیکھتی رہتی تھیں۔ مجھ سے بات کرتے ہوئے ہکلاتی تھیں۔ میں نے کئی بار انہیں اپنے گھر بلایا لیکن بہانے کردیئے۔ صاف ظاہر ہوگیا کہ وہ مجھ سے کتراتی ہیں۔ انا بھی ایک چیز ہوتی ہے یہ محسوس کرکے میں خود ان سے کٹ گئی۔ کئی اور کوششیں کیں لیکن کسی کو قریب لانے میں ہمیشہ ناکام رہی۔ دل ٹوٹ گیا۔ اب واقعی اپنی زندگی بوجھ محسوس ہونے لگی۔ میں دوسروں سے مختلف ہوں۔ کسی طور اس کائنات میں بسنے والوں سے میل نہیں کھاتی۔ ایک بددلی سی پیدا ہوگئی تھی۔

فیاض کے ساتھ باہر نکل جاتی تھی۔ کبھی کسی پارک میں کبھی ساحل پر۔ سمندر کی چمکتی موجیں مجھے بہت بھاتی تھیں۔ اکثر ساحل پر دور تک چہل قدمی کرنے نکل جاتی تھی۔

ایک دن ساحل پر دیر تک چہل قدمی کرتے ہوئے تھک گئی تو ایک ساحلی کھلے ریستوران میں آبیٹھی۔ چائے طلب کی اور چسکیاں لینے لگیں۔ اچانک میری نظر دو

افراد کی طرف اٹھ گئی جو عمر رسیدہ تھے۔ قیمتی لباس پہنے ہوئے تھے اور متجسس نظروں سے مجھے دیکھ رہے تھے۔ میری نظر ان سے ملی تو دونوں اپنی جگہ سے اٹھ کر میرے پاس آگئے۔ میں کچھ نروس ہوگئی۔

"تم سے کچھ پوچھنا چاہتے ہیں ہم۔"

"جی۔"

"تم کون ہو..........؟"

"انسان ہوں۔"

"کیا نام ہے تمہارا۔"

"روشن جمال۔"

"کس کی بیٹی ہو؟"

"میرے والد کا نام احمد کمال سعدی ہے!" میرے اس جواب پر انہوں نے عجیب سے انداز میں ایک دوسرے کی صورت دیکھی پھر ان میں سے ایک نے کہا۔

"کیا تم انطاریہ کو جانتی ہو؟"

"نہیں۔ کون ہے یہ.........."

"اور آمناس کو بھی نہیں۔"

"نہیں دونوں نام میرے لئے اجنبی ہیں۔"

"دیکھو لڑکی' عمر کے لحاظ سے ہم تمہارے باپ کا درجہ رکھتے ہیں۔ تمہیں بیٹی کہنے میں ہمیں کوئی عار نہیں ہے۔ دراصل تمہارے ذریعے ہم ایک دلچسپ تجربہ کرنا چاہتے ہیں۔ تمہیں ذرہ برابر نقصان نہیں پہنچے گا۔ یہ ہماری ذمہ داری ہے۔ وہ تجربہ خود تمہارے لئے بہت دلچسپ ہوگا۔"

میں عجیب مخمصے میں پھنس گئی۔ پھر میں نے کہا۔ "مجھے کیا کرنا ہوگا۔"

"ہم تمہیں ایک مکان تک لے جائیں گے۔ تمہیں اہلِ خانہ سے ملاقات کرنی ہوگی بس اتنی سی بات ہے۔"

"یہ کیا تجربہ ہوا۔"

"یہ تجربہ تمہارے لئے بے حد دلچسپ ہوگا۔ یہ ہمارا دعویٰ ہے۔"

"اہلِ خانہ سے مجھے کیا بات کرنی ہوگی۔"

"کچھ نہیں۔ بس اس ملاقات کا ردعمل دیکھنا ہوگا۔ تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچے

گا اس کا وعدہ ہے۔"

"آپ لوگ کون ہیں؟"

"لوگ مجھے پروفیسر زاغ کہتے ہیں۔ یہ میرے دوست منوچہر خلازی ہیں۔ روشن کمال' اگر اس تجربے میں تم ہماری مدد کرو تو ہم تمہارے بے حد احسان مند ہوں گے۔ ہو سکتا ہے ہم بھی تمہاری کسی ضرورت پر کام آجائیں۔"

یہ الفاظ میرے لئے بے حد دلکش تھے۔ مجھے اپنے سر پر ایک ہاتھ چاہئے تھا۔ میں تو خود اپنے لئے ایک حادثہ چاہتی تھی۔ زندگی کا رنگ تو بدلے حیات کا ڈھنگ تو بدلے۔ کچھ تو ہو جو مجھے متحرک کرے۔ چاہے یہ تحریک جان لیوا ہی کیوں نہ ثابت ہو' سب مجھ سے کتراتے ہیں۔ کوٹھی میں کرائے کے ملازموں کے سوا میری کسی سے شناسائی نہ تھی۔ یہ دونوں خود میری طرف متوجہ ہوئے ہیں۔ اس لئے فائدہ اٹھانا چاہئے۔

"کیا فیصلہ کیا۔"

"ٹھیک ہے۔ میں تیار ہوں۔"

"آہ۔ تو پھر اٹھو۔ دیر کرنا مناسب نہ ہو گا!"

"میرے ساتھ گاڑی ہے۔ ڈرائیور ہے۔"

"کوئی حرج نہیں ہے۔ ہمارے پاس وہ سرخ رنگ کی کار ہے ہم تمہاری رہنمائی کریں گے۔"

فیاض میری ہدایت کے مطابق سرخ کار کا تعاقب کرتا رہا پھر سرخ کار رک گئی۔ پروفیسر زاغ نیچے اتر آیا اور سامنے نظر آنے والی ایک عمارت کی طرف اشارہ کر کے بولا۔ "اس دروازے سے اندر چلی جاؤ۔ ہمت کرو۔ ہم پر بھروسہ کرو۔"

"آپ لوگ باہر رہیں گے؟"

"ہاں۔ ہم تمہاری واپسی کا انتظار کریں گے.......... جاؤ۔ دیر نہ کرو۔" میں آگے بڑھ گئی۔ عمارت کا دروازہ بند نہیں تھا۔ پوری عمارت سنسان محسوس ہوتی تھی۔ میں اندر پہنچ گئی۔ بڑے دروازے کو کھولا۔ بڑے سے ہال میں پہنچی اور یہ دیکھ کر حیران رہ گئی کہ یہاں بھی قدیم مصری نوادرات کی سجاوٹ تھی۔ منقش دیواریں' ظروف' اہرام' ایک دروازے میں سرخ پردہ لٹک رہا تھا۔ ایک پُراسرار سکوت چھایا ہوا تھا۔ میں انتظار کرتی رہی۔ پھر کسی کو نہ پا کر میں نے زور سے آواز لگائی۔

"کوئی ہے۔ یہاں کوئی ہے۔" ابھی میری آواز کی بازگشت ختم بھی نہ ہوئی تھی کہ سرخ پردے میں جنبش ہوئی۔ پھر دو سفید ہاتھ نمودار ہوئے۔ پھر ایک چہرہ.......... اور.......... میرے دل کی دھڑکنیں بند ہونے لگیں۔ میری آنکھیں ساکت ہو گئیں۔

وہ چہرہ' میں نے بہت کم انسانوں کو دیکھا تھا بہت کم لوگوں سے میرا واسطہ رہا تھا لیکن جو کچھ دیکھا تھا اس سے بہت سے اندازے قائم کئے تھے۔ عمر' فطرت سب کچھ سکھا دیتی ہے یہ چہرہ عام انسانی چہروں سے الگ تھا۔ اس پر برف جیسی سفیدی تھی نقوش اس قدر جاذب نگاہ تھے کہ دیکھنے والے پر سحر طاری کر دیں۔ ان پر سے نگاہ ہٹانے کو جی نہ چاہے لیکن چہرے میں زندگی نہیں تھی۔ بس یوں جیسے پتھر سے تراش دیا گیا ہو۔ بے تاثر' بے رنگ آنکھیں حسین نیلاہٹیں لئے ہوئے تھیں لیکن بے نور۔ ان میں زندگی کے ستارے نہیں تھے۔ اونچی سفید گردن' لمبے لمبے سیاہ بال' ہاتھ سیدھے لٹکے ہوئے بدن پر سرخ اور بھدے سبز رنگ کا ایک عجیب تراش کا لبادہ۔ آنکھیں بے شک مجھ پر ٹکی ہوئی تھیں لیکن یوں لگتا تھا جیسے مجھے دیکھ نہ رہی ہوں۔

پھر وہ آگے بڑھی اور یہاں بھی مجھے حیرت کا سامنا کرنا پڑا اس کے پاؤں بے شک لمبے لبادے میں ڈھکے ہوئے تھے لیکن لبادہ کتنا ہی ڈھیلا کیوں نہ ہو چلتے ہوئے گھٹنے کچھ مڑتے ہیں۔ پاؤں اٹھتے ہوئے محسوس تو ہوتے ہیں مجھے یہ پاؤں اٹھتے ہوئے نہیں لگے تھے وہ جیسے پھسلتی ہوئی میرے سامنے رکی تھی ایک اور خاص بات مجھے محسوس ہوئی وہ یہ کہ جوں جوں وہ قریب آتی گئی مجھے ایک پُراسرار سی ٹھنڈک کا احساس ہوتا گیا یہ خوف نہیں تھا۔ میں پورے اعتماد سے کہہ سکتی ہوں اس پُراسرار ماحول نے اس پُراسرار وجود نے مجھے ذرہ برابر خوفزدہ نہیں کیا تھا میں خوف سے نہیں کپکپائی تھی بس اس ٹھنڈک نے مجھے کپکپا دیا تھا جو مجھے اپنے بدن میں اترتی محسوس ہوئی تھی۔ میری آنکھیں اس کی آنکھوں سے مل رہی تھیں۔ میں نے پلک جھپکائی تھی۔ تبھی اس کے ہونٹ ہلے اس کے منہ سے ایک کھرکھراتی سی آواز نکلی۔ مگر جو کچھ اس نے کہا وہ میری سمجھ میں نہیں آیا۔ نہ جانے کون سی زبان بول رہی تھی۔ اس نے دوبارہ کچھ کہا اور اس بار آواز بلند تھی۔

"میں تمہاری زبان نہیں سمجھتی میں.........." میں نے کہا۔

اچانک اس کی آنکھوں کی نیلاہٹیں سرخیوں میں بدل گئیں۔ اس نے اپنا برفانی

ہاتھ اٹھایا اور دروازے کی طرف انگلی اٹھا کر شرربار آنکھوں سے مجھے دیکھا اور اسی زبان میں غرا کر کچھ بولی۔ ایک لمحے میں اندازہ ہوگیا کہ وہ مجھے باہر نکل جانے کو کہہ رہی ہے۔

"ظاہر ہے میں چلی جاؤں گی لیکن تم کون ہو؟ مجھے اپنے بارے میں کچھ بتاؤ کون ہو تم؟"

اس بار اس کی آواز چیخوں میں بدل گئی۔ اس نے شدید غصے کے عالم میں مجھے باہر نکل جانے کو کہا۔ مجھے احساس ہوا کہ میرا یہاں رکنا حماقت ہے اہلِ خانہ میں اگر صرف یہی عجیب عورت ہے تو خوب ملاقات ہے یہ اور واقعی انوکھا تجربہ ہے مگر اس سے ان دونوں احمق بوڑھوں کو کیا حاصل ہوا۔

عورت مسلسل مجھ سے باہر جانے کے لئے کہہ رہی تھی چنانچہ میں نے باہر جانے والے راستے پر قدم اٹھا دیئے۔ وہ دروازے تک میرے پیچھے آئی تھی اور میرے باہر نکلنے کے بعد اس نے بڑی زور سے دروازہ بند کیا تھا۔ اب کچھ اور جائزہ لینا بے کار تھا۔ چنانچہ میں عمارت سے باہر نکل آئی فیاض کار میں بیٹھا میرا انتظار کر رہا تھا۔ میں نے بوڑھوں کی کار تلاش کی مگر وہ نظر نہیں آئی۔ فیاض مجھے دیکھ کر جلدی سے نیچے اتر آیا تھا اس نے عقبی دروازہ کھول دیا تھا۔

"سرخ کار کہاں گئی؟"

"ابھی ابھی تو گئی ہے وہ دیکھئے روشنی بی بی وہ سرخ روشنیاں نظر آ رہی ہیں۔" فیاض نے سڑک کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

"چلے گئے وہ؟"

"ہاں۔"

"کچھ کہہ کر گئے ہیں تم سے؟"

"نہیں روشنی بی بی۔"

"کمال ہے میرا انتظار بھی نہیں کیا انہوں نے کیا وہ یہیں باہر کار میں بیٹھے رہے تھے۔"

"نہیں آپ کے اندر جانے کے بعد وہ خود بھی اسی عمارت میں چلے گئے تھے وہاں سے دوڑتے ہوئے نکلے اور کار میں بیٹھ کر چلے گئے۔"

"تعجب ہے۔" میں نے کہا اور خود بھی کار میں بیٹھ گئی۔ "چلو۔" میں نے فیاض

کو حکم دیا اور اس نے گاڑی اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی۔

☆------☆------☆

راستے بھر ذہن پر جھنجلاہٹ طاری رہی عجیب احمق بوڑھے تھے آخر یہ کیسا تجربہ تھا اس میں دلچسپی کا تو کوئی عنصر نہیں تھا اور پھر اگر ان کے لئے ایسی کوئی بات تھی تو مجھے کچھ تو بتاتے۔ انہوں نے مجھے اپنے کسی مقصد کے لئے استعمال کیا تھا مجھ سے کچھ تعاون کرتے لیکن دونوں فرار ہوگئے تھے اگر کبھی دوبارہ نظر آگئے تو..........

تو.......... اس بارے میں کوئی فیصلہ نہیں کر سکی کہ وہ دوبارہ مل گئے تو کیا کروں گی اس کے بعد وہ عمارت یاد آئی۔ پرانی عمارت لگتی تھی اتنی بڑی عمارت میں اس عورت کے سوا کوئی نہیں تھا۔ انوکھی بات نہیں ہے اور پھر وہ عورت' وہ عورت کیسی تھی' بالکل غیر انسانی شخصیت لگتی تھی عجیب سا چہرہ تھا بے حد دلکش' انتہائی پُرکشش' لیکن اس پر عجیب سی سفیدی کھنڈی ہوئی تھی۔ جیسے اس میں خون کا ایک قطرہ بھی نہ ہو۔ اچانک ہی ذہن میں ایک الجھن سی پیدا ہوگئی اس عورت کو کہیں اور بھی دیکھا ہے اس کے نقوش کچھ جانے پہچانے سے تھے۔ مگر یہ احساس اس وقت تو بیدار نہیں ہوا تھا جب وہ سامنے تھی۔ ہاں اس وقت نہیں ہوا تھا اور وہ زبان کون سی بول رہی تھی۔

کوٹھی آگئی میں کار سے اتر کر اندر چل پڑی کچھ عرصے سے یہاں کا ماحول بدل گیا تھا۔ اس وقت سے جب سے میں نے ان ملازموں کو ملازم سمجھنا شروع کر دیا تھا تب سے میں نے باہر جانا شروع کر دیا تھا ورنہ پہلے یہ لوگ خوب ہنگامے کرتے تھے مجھے خوش رکھنے کے لئے طرح طرح کے سوانگ رچاتے تھے میں بھی ان کی حرکات سے خوش ہوتی تھی لیکن اب صورتِ حال بدل گئی تھی اب وہ لوگ مجھے صرف دور دور سے دیکھتے تھے خاموشی سے دیکھتے رہتے تھے۔

میں سیدھی کمرے میں داخل ہوگئی اور پھر لباس وغیرہ تبدیل کر کے سونے لیٹ گئی۔ وہی دن وہی رات وہی سناٹا ویرانی۔ کئی دن کے بعد ایک صبح صمد بابا ہاتھ ملتے ہوئے آئے۔

"ہماری کچھ بات سنو گی روشنی بٹیا۔"

"کہئے صمد بابا۔"

"بٹیا اللہ نے انسان کا دل محبت کے لئے بنایا ہے اس بات کو مانتی ہو۔"

"صمد بابا کتنی تعلیم ہے تمہاری؟"

"تعلیم؟ ہماری؟ کیوں بٹیا؟ یہ کیوں پوچھا۔"

"تم فلسفہ بول رہے ہو کچھ کہنا ہے تو سیدھی سیدھی زبان میں کہو۔"

"ہم یہ کہہ رہے تھے روشنی بٹیا کہ ہم بے شک تمہارے نوکر ہیں مگر بچپن سے پال رہے ہیں تمہیں۔ اولاد جیسی محبت ہے ہمیں تم سے۔"

"ٹھیک ہے آگے کہو۔"

"مالک کو جواب دہ بھی ہیں ہم' اللہ نہ کرے تمہیں کچھ ہو گیا تو مالک ہمیں معاف نہیں کریں گے۔"

"کیا ہو سکتا ہے مجھے؟" میں نے پوچھا۔

"وہ بٹیا اس نے برائی نہیں کی تھی تمہاری' بس بتا رہا تھا کہ ایک دن دو بوڑھے آدمی تمہیں بہکا کر کہیں لے گئے تھے بڑی سنسان کوٹھی تھی اس میں۔ بٹیا تم لڑکی ہو۔ اللہ رکھے جوان ہو گئی ہو کسی کے بہکائے میں آ کر نقصان اٹھا سکتی ہو اس لئے بٹیا۔"

مجھے ہنسی آ گئی میں نے شرارت سے صمد بابا کو دیکھتے ہوئے کہا۔ "کاش صمد بابا کاش مجھے کوئی نقصان پہنچ جائے۔"

"اللہ نہ کرے بٹیا اللہ نہ کرے۔"

"اور کچھ صمد بابا؟" میں نے پوچھا۔

"بس یہی کہنا تھا۔"

"ٹھیک ہے جاؤ۔" صمد بابا کچھ دیر کھڑے رہے پھر ٹھنڈی سانس لے کر چلے گئے میں خاموشی سے ان کی باتوں پر غور کرنے لگی صبح کا اخبار میرے سامنے پڑا تھا عوامی اشتہارات کا صفحہ کھلا ہوا تھا میری نگاہ ایک عنوان پر پڑ گئی۔

ڈرائیونگ سیکھئے۔

پورا اشتہار پڑھ کر میں فون کے قریب پہنچ گئی میں نے انسٹی ٹیوٹ کے نمبر ڈائل کر کے ان سے کوائف طلب کئے اور ان کی شرائط منظور کر کے اسی دوپہر لیڈی انسٹرکٹر کو طلب کر لیا ایک عمر رسیدہ تجربہ کار خاتون تھیں پہلے مجھے اپنے دفتر لے گئیں وہاں فارم بھرتے ہوئے میں نے کہا۔ "آپ عام لوگوں کو ایک گھنٹے سکھاتی ہیں۔"

"ہاں بی بی۔"

"مجھے اس وقت سے شام تک کا ٹائم دے دیجئے اور رات گزرنے کے بعد

س وقت تک کا جب تک میں پوری طرح ڈرائیونگ نہ سیکھ جاؤں۔"

"نہیں بی بی ایسا کیسے ہو سکتا ہے۔"

"ایسے۔" میں نے نوٹوں کی بڑی گڈی نکال کر ان کے سامنے رکھ دی۔ "میں ر گھنٹوں کی فیس دینے کے لئے تیار ہوں۔"

انسٹی ٹیوٹ کے منیجر نے فوراً کہا۔ "ٹھیک ہے میڈم سلیمان ہمیں کیا اعتراض و سکتا ہے آپ کے دوسرے اسٹوڈنٹس کو ہم ایڈجسٹ کر لیں گے۔"

ادائیگی کر کے میڈم سلیمان مجھے سڑک پر لے آئیں اور ابتدائی اصول بتا کر سٹیئرنگ مجھے دے دیا۔ بہت آسان کام تھا کوئی مشکل نہیں تھی اور پھر مجھ جیسی سر ھری لڑکی کے لئے۔ میڈم سلیمان رات آٹھ بجے تک میرے ساتھ لگی رہی تھیں۔ یسرے دن میں نے اپنی گاڑی پر "ایل" کا نشان لگایا اور اسے اسٹارٹ کر کے سڑک پر لے آئی۔ میڈم سلیمان کو انسٹی ٹیوٹ سے اٹھایا اور سنگل کنٹرول پر گاڑی کو بھری پڑی ڑکوں پر دوڑاتی رہی مسز سلیمان نے کہا۔

"بہترین ڈرائیونگ کر رہی ہیں آپ مس روشن لیکن بہتر ہو گا دو چار دن میرے اتھ پریکٹس کر لیں۔"

"ضرور میڈم۔"

کسی کے بولنے کی مجال نہیں تھی صمد بابا سمجھ گئے تھے کہ کیا ہوا ہے میں نے رف فیاض کو راستے سے ہٹایا ہے جو گھر آ کر بتا دیتا تھا کہ میں کہاں گئی ہوں۔ اب میں ں کی محتاج نہیں تھی اور جب دل چاہتا تھا کار لے کر نکل جاتی تھی۔

اس شام بھی میں لباس تبدیل کر کے باہر نکلی میں نے ایک شخص کو دیکھا جو ازموں سے بات کر رہا تھا۔ صمد بابا دو دوسرے نوکروں کے ساتھ اس سے کچھ بحث ر رہے تھے نہ جانے کون تھا۔ میں دو قدم آگے بڑھی تو سب پیچھے ہٹ گئے اور اچانک انے اس شخص کو پہچان لیا۔ یہ انہی دونوں بوڑھوں میں سے ایک تھا جو اس دن ے چکمہ دے کر نکل گئے تھے۔ وہ مجھے دیکھ کر تیزی سے آگے بڑھا اور بولا۔ "مس وشن جمال میں آپ سے ملنے آیا تھا مگر یہ لوگ تو مجھ سے میرا پورا شجرہ پوچھنے لگے۔"

"وہ روشنی بٹیا یہ آپ سے کیوں ملنا چاہتے ہیں میرا جاننا ضروری ہے۔" صمد بابا ے کہا۔

دونوں بوڑھوں پر مجھے آج تک غصہ تھا لیکن صمد بابا کی بات نے اس غصے کا رخ

بدل دیا۔ میں نے سرد لہجے میں کہا۔ "آیئے۔"

"روشن صاحبہ اگر آپ باہر نکل رہی ہیں تو براہ کرم چلیں میں آپ سے بہت اہم گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔" بوڑھے شخص نے کہا۔

"آپ آخر ہیں کون اپنا نام تو بتا دیں اور روشنی کہیں باہر نہیں جائے گی جو کچھ کہنا ہے.........." صمد بابا نے پھر مداخلت کی۔

"آیئے۔" میں نے بھنا کر اپنی گاڑی کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔

"وہ میری کار باہر موجود ہے میں اس میں چل رہا ہوں آپ میرے ساتھ ساتھ آ جایئے۔" یہ کہہ کر وہ واپسی کے لئے مڑ گیا صمد بابا میرے قریب آ گئے۔

"روشنی بٹیا' ہمیں ان تمام باتوں کے لئے منع کیا گیا ہے ہمیں یہی ذمہ داری سونپی گئی ہے۔"

"صمد بابا مجھ سے کوئی بدتمیزی کرانا چاہتے ہیں' جایئے اپنا کام کیجئے۔" میں نے سرد لہجے میں جواب دیا اور کار میں بیٹھ کر اسے اسٹارٹ کر دیا پھر تیز رفتاری سے اسے گیٹ تک لائی' چوکیدار نے بوکھلا کر گیٹ کھول دیا تھا میں کار باہر نکال لائی۔ اسی دن والی سرخ کار کو میں نے پہچان لیا تھا لیکن اس وقت دوسرا بوڑھا اس میں نہیں نظر آ رہا تھا ڈرائیونگ وہی کر رہا تھا جو کوٹھی میں آیا تھا۔ میں نے سرخ کار کے پیچھے اپنی گاڑی لگا دی۔

کچھ دور نکلنے کے بعد دماغ کی گرمی کسی قدر کم ہوئی تو میں نے اس بوڑھے کے بارے میں سوچا دونوں بوڑھے جعلساز تھے نہ جانے اس دن وہ کیا چاہتے تھے اور آج بھی کوئی اسی دن جیسی بات نہ ہو لیکن اس دن بھی مجھے کوئی نقصان نہیں پہنچا تھا حالانکہ میں چاہتی تھی کہ مجھے کوئی نقصان پہنچے میری زندگی کو کوئی بدترین حادثہ پیش آئے اس دن یقین ہو کہ میری اوقات کیا ہے۔ کون میرا چاہنے والا۔ کون میرا محافظ ہے' کسے میری زندگی سے دلچسپی ہے کہاں ہے میرا وہ باپ جس نے مجھے ایک سنہری محل میں قید کر کے اپنے تمام فرائض سے جان چھڑالی ہے کسی بھی طرح سہی کوئی سامنے تو آئے۔

سرخ کار ایک خوبصورت ہوٹل کے پارکنگ میں داخل ہو گئی میں نے بھی اپنی کار اس کے قریب پارک کر دی تھی۔ بوڑھا اپنی کار لاک کر کے مسکراتا ہوا میرے پاس آ گیا اس نے کہا۔ "تمہیں میرا نام یاد ہے بے بی۔"

"پروفیسر زاغ!"

"نہیں۔ منوچہر خلازی۔"

"ہوں اب کیا کرنا ہے؟"

"نائنتھ فلور پر کمرہ نمبر نو سو سات میرے پاس ہے وہیں بیٹھ کر باتیں کریں گے۔"

"کیا تم قابلِ اعتماد ہو؟" میں نے کرخت لہجے میں کہا۔

"بہت دیر کے بعد تم نے یہ سوال کیا ہے۔"

"مطلب؟"

"جو واقعات گذر چکے ہیں انہیں مدِ نگاہ رکھتے ہوئے تو میں واقعی قابلِ اعتماد نہیں ہوں لیکن دوسری بار اعتماد کر کے یہاں تک آ گئی ہو تو تھوڑا سا اعتماد کر لو۔"

میں نے گردن ہلا دی تھی لفٹ نے ہمیں نویں منزل پر اتار دیا اس نے نو سو سات کا دروازہ کھولا اور اندر داخل ہو گیا بے حد خوبصورت کمرہ تھا۔ منوچہر خلازی نے کہا۔

"کیا پیو گی بے بی' بے دھڑک روم سروس کو فون کر کے طلب کر لو میں لباس تبدیل کر لوں۔" وہ واش روم کی طرف بڑھ گیا میں ایک صوفے پر بیٹھ کر کمرے کا جائزہ لینے لگی کوئی اہم اور قابلِ غور بات نہیں تھی کچھ دیر کے بعد وہ واش روم سے آ گیا۔ "کچھ منگایا؟" اس نے میرے سامنے بیٹھ کر پوچھا۔

"صرف کام کی بات کریں مسٹر خلازی کیا میں اسی نام سے آپ کو پکاروں۔"

"اوہ تمہاری برہمی بجا ہے اصل میں اپنے شوق کے ہاتھوں مجبور ہو کر میں غلط ہاتھوں میں جا پھنسا تھا۔ اصولی طور پر ہمیں وہاں رکنا چاہئے تھا تمہارے ساتھ واپس آنا چاہئے تھا لیکن.......... لیکن شاید تم یقین نہ کرو۔"

"اگر یقین نہ کروں تو پھر مجھے کیا کرنا چاہئے۔" میں نے بھنویں اٹھا کر کہا اور وہ بے اختیار مسکرا پڑا۔

"بہت آتش مزاج ہو بالکل میری بیٹی نریما کی طرح۔ یقین کرو روشن جمال اس وقت میں صرف پروفیسر زاغ کا آلہ کار تھا جو کچھ کر رہا تھا اس کے اشاروں پر کر رہا تھا میری ہر جنبش اس کی مرہونِ منت تھی۔ وہاں اس عمارت میں جو کچھ ہوا اس کی توقع کے خلاف ہوا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ وہاں کچھ دلگداز مناظر ظہور میں آئیں گے مگر بدلے ہوئے حالات کی بنا پر اسے خدشات لاحق ہو گئے شاید اس نے کوئی خطرہ محسوس کیا اور میرا ہاتھ پکڑ کر دیوانہ وار بھاگ نکلا۔ مجھے بھی مجبوراً یہی کرنا پڑا جو اس نے کیا تھا مگر میرے دل میں بڑی خلش تھی میں نے سوچا تھا کہ تمہیں مجرمانہ طور پر ان لمحات

میں چھوڑ دیا گیا ہے یہ بہتر نہیں کیا گیا لیکن اس وقت میں کچھ نہیں کرسکا۔ کچھ نہیں کرسکتا تھا۔"

"شکر ہے آج تمہیں خیال آگیا۔"

"نہیں روشن جمال اس دن بھی مجھے یقین تھا کہ تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچے گا ہاں زاغ کے خیال کے مطابق ہمیں نقصان پہنچ سکتا تھا ہمارا وہاں سے نکل آنا ضروری تھا۔"

"کون ہو تم؟" میں نے پوچھا اور منوچہر ہنس پڑا پھر بولا۔

"خدا کی قسم بار بار نریما کو یاد دلا رہی ہو بالکل تمہارے مزاج کی ہے جارحانہ انداز میں گفتگو کرنے کی عادی ہے۔ تمہارا دوسرا روپ ہے بالکل تم جیسی۔"

"کیوں بد دعائیں دے رہے ہو اسے 'میری دعا ہے کہ مجھ جیسا کوئی نہ ہو۔"

"ایں؟" منوچہر سنجیدہ ہوگیا کچھ دیر خاموش رہا پھر اس نے ہاتھ بڑھا کر انٹرکام ریسیور اٹھایا اور ایک مشروب طلب کرلیا اس کے بعد بولا۔ "میرا تعلق ایران سے ہے۔"

"نام اور شکل سے اندازہ ہوتا ہے۔" میں نے کہا۔

"اصفہان میں رہتا ہوں تانبے کی تجارت کرتا ہوں یہ تجارت مجھے ورثے میں منتقل ہوئی ہے ورنہ مزاجاً تاجر نہیں ہوں۔ ایڈونچر پسند رہ کر زندگی گزاری ہے چار بیٹیاں اور پانچ بیٹے ہیں میرے ہر ایک اپنے طور پر مصروف ہے مصر میرا دلچسپ ترین موضوع رہا ہے۔"

"مصر!" میں نے چونک کر کہا۔

"ہاں مصر کائنات کی سب سے پُراسرار سرزمین 'لاکھوں سربستہ رازوں کا مسکن جو آج بھی اپنے سینے کی گہرائیوں میں اتنے راز مدفون کئے ہوئے ہے کہ شاید صدیوں آگے تک انسانی ذہن انہیں نہ کھول پائے۔ تاریخ مصر میری زندگی کے لئے سب سے دلکش تاریخ رہی ہے۔ چودہ بار اس سرزمین کا طواف کرچکا ہوں لیکن ایک تشنگی ایک پیاس آج تک باقی ہے۔ یوں لگتا ہے کہ زمانہ قدیم کی مدفون تاریخ کا کوئی سربستہ راز میرے ذریعے منکشف ہونا چاہتا ہو' مجھے بار بار پکارا جاتا ہو لیکن ابھی تک میں اس راز کے سرے کو نہیں پاسکا۔ رات کی تاریکی میں وہ نامعلوم سرگوشیاں مجھے آج بھی نیند سے چونکا دیتی ہیں کوئی آواز دیتا ہے مجھے' کچھ کہتا ہے مجھ سے لیکن اس کا مفہوم میری

سمجھ میں نہیں آتا۔ آہ۔ میں ان الفاظ کو نہیں سمجھ پاتا۔"

منوچہر خلازی کی آنکھیں خوابناک ہوگئیں جیسے وہ کچھ لمحات کے لئے اپنے آپ کو بھول گیا ہو ماحول کو بھول گیا ہو۔ ویٹر نے دروازے پر دستک دی تو اس نے چونک کر کھوئی کھوئی آنکھوں سے چاروں طرف دیکھا اور پھر اس کی نظر مجھ پر آٹکی میں نے ویٹر کو اندر آنے کی اجازت دے دی۔

ویٹر نے مشروبات کی ٹرے میرے سامنے لاکر رکھ دی اور گردن خم کرکے چلا گیا منوچہر خلازی سوچ کے بھنور سے واپس آگیا تھا جلدی سے اپنی جگہ سے اٹھتا ہوا بولا۔

"میں تمہیں مشروب پیش کرتا ہوں" میں نے اعتراض نہیں کیا اس نے بڑی نفاست سے ایک گلاس ٹشو سے ریپ کرکے میرے سامنے رکھا دوسرا خود لے کر بیٹھ گیا پھر مجھ سے بولا۔

"مجھے بالکل حق نہیں ہے کہ میں تم سے تمہارے بارے میں کوئی سوال کروں ہاں اگر تم اس کی اجازت دے دو تو میں تمہارا احسان مند ہوں گا۔"

"پروفیسر زاغ کہاں ہیں؟" میں نے سوال کیا۔

"اوہ ہاں' مجھ سے واقعات کا یہ ٹکڑا باقی رہ گیا پروفیسر زاغ ایک پُراسرار آدمی ہے پتہ نہیں کہاں کا باشندہ ہے یوں لگتا ہے جیسے دنیا کی ہر زبان اہلِ زبان کی طرح بول سکتا ہو اس کا چہرہ' اس کے خدوخال تم نے خود بھی دیکھے ہیں بھلا بتا سکتی ہو کہ کون سے ملک کا باشندہ ہے؟"

میرے ہونٹوں پر تلخ مسکراہٹ پھیل گئی میں نے زہریلے لہجے میں کہا۔

"میں ساحل سمندر پر چہل قدمی کررہی تھی تھکی تو ایک ریستوران میں آبیٹھی دو شریف صورت انسانوں نے نرمی اور محبت سے مجھے بیٹی کہتے ہوئے ایک چھوٹے سے کام پر آمادہ کیا اور کسی دلچسپ تجربے کا تذکرہ کیا۔ ان کی میٹھی باتوں میں آکر میں نے دوسرے تمام احساسات ترک کردیئے اور ان کی خواہش کے مطابق تیار ہوگئی ایسے حالات میں مجھے کیسے کسی کے خدوخال یا اس کی قومیت کا اندازہ ہوسکتا ہے یا مجھے یہ اندازہ لگانا چاہئے تھا۔"

"ہاں تم ٹھیک کہتی ہو وہ شخص کبھی خود کو یمن کا باشندہ بتاتا ہے کبھی کہتا ہے کہ باپ ترکی تھا اور ماں لبنان سے تھی غالباً وہ اپنی قومیت چھپانا چاہتا ہے۔ مجھے چار بار مصر میں ملا اور کچھ ایسے حالات میں ملا کہ میری اس سے دوستی ہوگئی۔ ہم نے کئی بار مل کر

کام کیا اس نے ہمیشہ میرے ساتھ دیانتداری کا ثبوت دیا لیکن اس بار اس کی کیفیت کچھ عجیب سی تھی۔ میرے پاس ایران پہنچا اور مجھ سے کہا کہ اس بار وہ ایک اہم مشن پر کام کرنا چاہتا ہے تفصیلات چونکہ خود اس کے اپنے ذہن میں واضح نہیں ہیں اس لئے مجھے نہیں بتا سکے گا میں کوئی تفصیل معلوم کئے بغیر اس کا ساتھ دوں۔ پرانے تعلقات کی بنا پر میں تیار ہو گیا لیکن اس بار ابتدا ہی سے مجھے احساس ہو گیا تھا کہ وہ بہت کچھ جاننے کے باوجود مجھ سے کچھ چھپا رہا ہے اس کے کچھ پُراسرار ساتھی بھی ہیں جو اس کے ہمراہ نہیں ہوتے لیکن اس کا ان سے رابطہ رہتا ہے۔ میں نے اس سے اس بارے میں سوالات کئے تو وہ جھنجلا گیا۔ بہرحال ہم دونوں یہاں آ گئے تھے۔ ہاں' ایک بات میں تمہیں بتانا بھول گیا اس بار اس نے مجھ سے ایک کتاب کے بارے میں پوچھا تھا جو قلمی کتاب تھی اور زمانہ قدیم کے کسی مؤرخ نے لکھی تھی تاریخ مصر پر تھی ایک اہرام سے بوسیدہ حالت میں دستیاب ہوئی تھی اور اس نے اس پر توجہ نہیں دی تھی بلکہ جب میں نے اسے اپنے نوادرات میں شامل کرنا چاہا تو اس نے فراخ دلی سے اجازت دے دی تھی۔ میرے نوادر خانے میں ایسی بہت سی چیزیں محفوظ ہیں اور میں ان کی بہترین نگہداشت کرتا ہوں۔ اس کتاب کو بھی جو کاغذ پر نہیں بلکہ ایک خاص قسم کے چمڑے کی جھلی پر لکھی ہوئی تھی میں نے بہترین طریقے سے مومی غلاف چڑھوا لیا تھا جس سے وہ محفوظ ہو گئی تھی۔ اس نے بڑے مضطرب لہجے میں مجھ سے کتاب کے بارے میں پوچھا اور جب میں نے اسے بتایا کہ کتاب موجود ہے اور محفوظ ہے تو اسے اطمینان ہو گیا کتاب اس نے مجھ سے لے لی اور کئی رات اس کا مطالعہ کرتا رہا۔

"تم نے بھی وہ کتاب پڑھی تھی؟"

"نہیں۔"

"کیا تھا اس میں؟"

"بالکل نہیں جانتا۔"

"کیوں؟"

"اس لئے کہ اس کی زبان میرے لئے نامعلوم تھی۔"

"کیا پروفیسر زاغ قدیم زبانیں جانتا ہے؟"

"ہاں۔"

"اس کے باوجود اس نے اس کتاب میں دلچسپی نہیں لی؟"

"ہاں مصر میں اس نے اسے نظرانداز کر دیا تھا شاید وہ اس وقت اس کے لئے قابلِ توجہ نہیں تھی۔"

"ہوں پھر؟"

"کتاب کے مطالعے سے فارغ ہو کر اس نے مجھ سے کہا کہ میں ایک دلچسپ مہم جوئی کے لئے تیار ہو جاؤں جس کا تعلق مصر سے ہی ہے۔ اسے کچھ ایسے قدیم مقبروں کا علم ہوا ہے جو ایک عظیم تاریخ رکھتے ہیں اور ابھی تک انسانی ذہن ان سے لاعلم ہے۔ مصر میرے لئے ایک ایسی سرزمین ہے جس کا نام لے کر مجھ سے دنیا کا ہر کام کرایا جا سکتا ہے۔ خدا جانے کیوں ایسا ہے۔ میں آنکھیں بند کر کے تیار ہو گیا پہلے مرحلے کے طور پر ہم یہاں آ گئے اس مختصر سفر کے درمیان میں مجھے یہ اندازہ ہوا تھا کہ اس بار پروفیسر زاغ کچھ بدلا بدلا سا ہے اس نے کچھ پوشیدہ لوگوں سے بھی رابطہ قائم کیا ہوا ہے جو اس کے لئے کام کر رہے ہیں۔"

"تم نے ان کے بارے میں اس سے پوچھا؟" نہ جانے کیوں مجھے یہ کہانی دلچسپ محسوس ہوئی تھی۔

"ہاں مگر اس نے انکار کر دیا۔"

"کیا کہا؟"

"یہی کہ یہ میرا وہم ہے ایسی کوئی بات نہیں ہے پھر اس نے مجھ سے کہا کہ اسے ایک شخص کی تلاش ہے اور اسی کی تلاش میں وہ یہاں آ گیا ہے اس کا نام احمد کمال سعدی ہے۔"

میرے بدن میں اچانک سنسنی دوڑ گئی میں خاموشی سے اسے دیکھتی رہی وہ میری طرف توجہ دیئے بغیر بولا۔ "تلاش بسیار کے باوجود احمد کمال سعدی کا کوئی سراغ نہیں مل سکا پھر وہ تمہاری کوٹھی تک پہنچا تین دن اور تین راتیں وہ کوٹھی کی نگرانی کرتا رہا شاید اس نے ملازموں سے بھی کچھ پوچھ گچھ کی تھی۔ ہم نے کئی بار تمہیں وہاں دیکھا بعد میں علم ہو گیا کہ تم احمد کمال سعدی کی بیٹی ہو اور اس دن ہم تمہارا تعاقب کرتے ہوئے ساحل تک پہنچے تھے۔"

"پھر؟" میں نے پوچھا۔

"میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ مجھے اس کا ارادہ معلوم نہیں تھا میرا خیال تھا کہ وہ تم سے تمہارے باپ کے بارے میں معلومات حاصل کرے گا لیکن اس نے تمہیں ایک

انوکھی پیشکش کردی۔ مجھے اس کے بارے میں بالکل نہیں معلوم تھا وہ مکان بھی میرے لئے اجنبی تھا بعد میں جو کچھ ہوا اس سے میں بھی ناواقف تھا تمہارے اندر داخل ہونے کے بعد ہم بھی اندر داخل ہوئے زاغ نے مجھے ایک جگہ کھڑا کر کے ہوشیار رہنے کے لئے کہا اور خود تمہاری تلاش میں آگے بڑھ گیا۔ پھر وہ بے تحاشا بھاگتا ہوا آیا اور کار میں بیٹھ کر اس نے مجھے کار دوڑانے کے لئے کہا اس وقت میں نے بدحواسی کے عالم میں اس کی ہدایت پر عمل کیا تھا۔ ہم لوگ واپس ہوٹل پہنچ گئے۔"

"کیا وہ بھی تمہارے ساتھ اسی ہوٹل کے کمرے میں تھا؟"

"نہیں سامنے کی رو کا کمرہ نمبر نو سو اسی اس کے پاس تھا۔"

"اب وہ وہاں پہنچا ہے؟"

"نہیں۔" بوڑھے منوچہر نے جواب دیا پھر بولا۔ "میں تمہیں اس کے بارے میں پوری تفصیل بتا رہا ہوں ہم لوگ ہوٹل واپس آگئے وہ اپنے کمرے میں چلا گیا میں نے بھی لباس وغیرہ تبدیل کیا پھر صورتِ حال معلوم کرنے کے لئے اس کے دروازے پر پہنچا مگر اس نے دروازہ نہیں کھولا تو میں واپس آگیا۔ مجھے تشویش بھی ہوئی تھی چنانچہ میں نے فون پر اس سے رابطہ کیا اس نے جھنجلائے ہوئے لہجے میں کہا کہ وہ مصروف ہے اس پر جنون طاری ہے لہٰذا وہ صبح کو بات کرے گا۔ اس کے لہجے اور انداز نے مجھے چونکا دیا۔ میں نے اسے صرف دوست سمجھا تھا اب تک جو کچھ ہوا تھا دوستی میں ہوا تھا لیکن وہ خود کو برتر سمجھ رہا تھا میرا آقا سمجھ رہا تھا کوئی نمایاں خوبی نہیں تھی اس میں نہ اسے کوئی زیادہ اہمیت دیتا تھا رات کو دیر تک میں کھولتا رہا۔ دوسری صبح وہ خود ہی میرے کمرے میں آگیا اس کے چہرے پر غور و فکر کے آثار تھے۔

"ساری ڈور بری طرح الجھی ہوئی ہے کہیں سے کوئی سرا نہیں مل رہا۔" اس نے کہا۔

"وہ کتاب کہاں ہے؟" میں نے نارمل لہجے میں کہا۔

"کون سی؟"

"وہی قلمی کتاب۔"

"اوہ اس سے کوئی نتیجہ اخذ نہیں ہو رہا؟"

"میں تمہیں کچھ اہم باتیں بتانا چاہتا ہوں۔"

"کیا؟" وہ تجسس سے بولا۔

"کتاب لے کر آؤ۔"

"تم۔ تم؟ تم تو اسے پڑھ بھی نہیں سکتے آخر کیا کرو گے تم اس کا؟"

"پروفیسر زاغ مجھے حیرت ہے نہ جانے تم کیوں مجھ پر اپنی برتری ثابت کرنے پر تلے ہوئے ہو میں یہ سمجھنے سے قاصر ہوں۔" میں نے کہا وہ مجھے عجیب سی نظروں سے دیکھتا رہا پھر بیزاری سے اٹھ گیا دروازے سے باہر نکل کر اپنے کمرے میں گیا اور کتاب لے کر واپس آگیا اس نے کتاب میرے حوالے کرتے ہوئے کہا۔ "کیا انکشاف کرنا چاہتے ہو۔"

"صرف یہ کہ میں تم سے رابطے منقطع کر رہا ہوں۔" میں نے کتاب اپنی تحویل میں لے کر کہا۔

"کیا مطلب؟"

"میں کسی مہم میں شرکت کے لئے تیار نہیں ہوں اسی وجہ سے یہ کتاب میں نے تم سے واپس لے لی ہے کیونکہ یہ میری ملکیت ہے۔"

"کیا کہہ رہے ہو تم؟"

"صرف سچ! یہی اہم بات تھی جو میں تمہیں بتانا چاہتا تھا۔" میں نے سرد لہجے میں کہا اور وہ مجھے گھورتا رہا پھر بولا۔ "اس فیصلے کی وجہ جان سکتا ہوں؟"

"ہاں پہلی بات یہ ہے کہ میں کسی طور تم سے کمتر نہیں ہوں۔ اگر تم مہماتی زندگی میں کچھ وسائل رکھتے ہو تو یہ آسانیاں مجھے بھی حاصل ہیں۔ تم نے ابھی تک مجھے اس مہم کے بارے میں کچھ نہیں بتایا اس لڑکی کے ساتھ تم نے جو سلوک کیا وہ بھی اصولی طور پر مجھے پسند نہیں۔ ہم اسے تحفظ کا وعدہ دے کر وہاں لے گئے تھے تم نے مجھے وہاں کے حالات سے لاعلم رکھ کر صرف چوکیداری مجھے سونپ دی۔ واپسی پر میں نے تمہارے کمرے کا دروازہ بجایا تو تم نے مجھے جواب نہیں دیا اور پھر فون پر تم نے مجھ سے جھنجلائے ہوئے لہجے میں بات کی نتیجے میں مجھے تمہارے بارے میں فیصلہ کرنا پڑا۔"

"کیا؟" وہ حیرت سے بولا۔

"یہی کہ میں تمہیں ماسٹر نہیں تسلیم کرتا اور اب میں تمہارے ساتھ اس مہم میں شریک نہیں ہوں۔"

"کیسی احمقانہ باتیں کر رہے ہو منوچہر!"

"الفاظ کے استعمال میں احتیاط رکھو۔"

"یہ کتاب تم نے اسی لئے واپس منگوائی تھی۔"

"ہاں پروفیسر زاغ میرے کچھ اصول ہیں اور میں اپنے اصولوں میں ردوبدل نہیں کرتا۔"

"رات کو جو کچھ ہوا میری توقع کے برعکس تھا اس سے نہ صرف ہم دونوں کو خطرہ لاحق ہو گیا تھا بلکہ آئندہ کے پروگرام بھی خطرے میں پڑ جانے کا خدشہ تھا ویسے مجھے یقین تھا کہ اس لڑکی کو کوئی خطرہ نہیں ہے۔ مجھ پر اس ناکامی کی جھنجلاہٹ سوار تھی میری رائے ہے کوئی جذباتی فیصلہ نہ کرو۔" پروفیسر نے کہا۔

"میں نے اصولی فیصلہ کیا ہے زاغ' اگر تمہاری یہ کیفیت کچھ اور آگے جاکر منکشف ہوتی تو شاید مجھے بہت پریشان ہونا پڑتا اپنا فیصلہ نہ بدلنے کی معافی چاہتا ہوں۔"

"کیا حماقت ہے یار؟"

سوری زاغ۔"

وہ دیر تک خاموش رہ کر مجھے گھورتا رہا پھر اس نے کہا۔ "اب تمہارا کیا ارادہ ہے؟"

"تمہیں بتانا ضروری ہے؟"

"ہاں۔"

"کیوں؟"

"کیونکہ تم میرے مقصد کی بنیاد سے واقف ہو چکے ہو میں نہیں چاہتا کہ کوئی اور اس مہم کو سرانجام دینے کی کوشش کرے اور تم یہ بھی جانتے ہو کہ میں کوئی شریف آدمی نہیں ہوں۔"

"دھمکی دے رہے ہو؟"

"سمجھا رہا ہوں بہتر ہے سمجھ لو۔"

"کوشش کروں گا۔"

"مجھے یہ کتاب چاہئے اب اس کا تمہارے پاس رہنا مناسب نہیں ہے۔"

"یہ میری ملکیت ہے۔"

"تم مجھ سے اس کی بھاری قیمت لے سکتے ہو۔"

"میں اسے فروخت نہیں کرنا چاہتا۔"

"میرے لئے مشکلات پیدا کر رہے ہو۔"

"تمہارا راستہ کہیں نہیں روکوں گا وعدہ ہے اپنے طور پر جو کچھ کر سکتا ہوں اس سے گریز کروں گا۔"

"کتاب مجھے دے دو۔"

"ناممکن ہے۔"

"ٹھیک ہے لیکن اس کا خیال رکھنا کہ اس مہم کے بارے میں تمہیں میں نے بتایا ہے تم اگر میرے راستے میں آئے تو شاید میں پرانی دوستی کو یاد نہ رکھ پاؤں؟"

"بہتر۔" میں نے جواب دیا وہ چلا گیا اور اس کے بعد اس نے یہ ہوٹل بھی چھوڑ دیا۔ روشن بے بی میں نے اپنا قول نبھایا' تمہیں اندازہ ہے کتنا وقت گزر گیا میں نے یہ وقت بالکل خاموشی سے گزارا ہے اس سلسلے میں کوئی تگ و دو نہیں کی ہے اسے جو کچھ کرنا ہے کر چکا ہو گا لیکن اب مجھے حق حاصل ہے کہ میں بھی اپنے شوق کی تکمیل کروں۔ اس کا کوئی پتہ نہیں ہے یا تو وہ جا چکا ہے۔ بہرحال وہ اس کا معاملہ ہے میں اس سے کسی طور کم تر نہیں ہوں۔"

میں خاموشی سے منوچہر کا چہرہ دیکھتی رہی وہ اپنی کہانی کے تاثر میں ڈوبا ہوا تھا پھر اسے مشروب کا خیال آیا اور اس نے شدید پیاس سے متاثر ہو کر اپنا گلاس اٹھا لیا سارے مشروب کو وہ ایک سانس میں خالی کر گیا تھا کچھ دیر کے بعد اس نے کہا۔

"روشن جمال میری کچھ مدد کرنا پسند کرو گی میں نے تمہیں اپنے بارے میں پوری تفصیل بتا دی اب میں تم سے مدد کا خواستگار ہوں۔"

"میں تمہاری کیا مدد کر سکتی ہوں مسٹر خلازی؟"

"تم مجھے مسٹر احمد کمال سے ملا سکتی ہو۔"

"میرے والد کا اس سلسلے سے کیا تعلق ہے؟"

"کیا تم یہ بات نہیں جانتیں کہ احمد کمال سعدی مصر پر اتھارٹی سمجھا جاتا ہے اس نے مصریات پر نو کتابیں لکھی ہیں جو تہذیب مصر پر مستند کتابیں ہیں۔ تمہیں یقیناً یہ علم ہو گا کہ ان کتابوں کو بین الاقوامی شہرت حاصل ہے۔ ہاورڈ اور آکسفورڈ میں شعبۂ مصریات میں یہ کتابیں سب سے اولیت رکھتی ہیں اور ان کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ کتابیں ایک پُراسرار زبان رکھتی ہیں جو بعض مصریات کے شائقین کے لئے انوکھے اور ناقابلِ یقین مشاہدات کی حامل بنی ہیں۔"

"مثلاً؟" میں نے سوال کیا۔

"بعض طالب علم جنہیں مصریات کا جنون رہا ہے اور انہوں نے شدید محنت کر کے تہذیب مصر اور فراعنہ کے مقبروں پر خاصی معلومات حاصل کر لی ہیں۔ ان کتابوں سے استفادہ حاصل کرتے ہوئے عجیب عجیب مشاہدات کا شکار ہوئے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ بعض اوقات جب ان کتابوں کی تحریریں الجھ کر ناقابلِ فہم ہو جاتی ہیں تو ان کی رہنمائی کے لئے ان کتابوں کے حروف چمکنے لگتے ہیں اور اس وقت ان چمکتے ہوئے حروف کو ترتیب دے دی جائے تو الجھنوں کا حل ان کتابوں سے مل جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ احمد کمال سعدی کے بارے میں اگر کوئی مقالہ لکھا جائے تو اس میں اسے ایک پُراسرار محقق کہا جاتا ہے۔"

میرے ذہن میں ایک چھناکا سا ہوا مجھے وہ چمکتے ہوئے نقوش یاد آ گئے جنہیں دیکھ کر میں نے محسوس کیا تھا کہ کوئی مجھے انجانی کہانیاں سنا رہا ہے کسی اجنبی ماحول سے آشنا کر رہا ہے لیکن منوچہر خلازی پر اس بات کا اظہار میرے لئے مناسب نہیں تھا خاموشی سے اسے دیکھتی رہی پھر میں نے کہا۔

"جو کچھ میں پوچھ رہی ہوں مسٹر خلازی آپ براہ کرم سچ سچ مجھے بتا دیجئے۔"

"ہاں بے بی' کیوں نہیں۔ پوچھو کیا پوچھنا چاہتی ہو۔"

"کیا آپ احمد کمال سعدی کے بارے میں اس سے زیادہ بھی کچھ جانتے ہیں؟"

"نہیں۔"

"انہوں نے یہ کتابیں کتنے عرصے قبل لکھی ہیں اور یہ کہاں کہاں سے شائع ہوئی ہیں۔"

"کچھ پیرس سے' چند واشنگٹن کے ایک پبلشنگ ہاؤس نے شائع کی ہیں۔ آکسفورڈ یونیورسٹی کے شعبۂ طباعت نے تین کتابیں شائع کی ہیں ایک کتاب لندن کے ایک پرائیویٹ پبلشنگ ہاؤس نے شائع کی ہے اور اس کے بعد ان کی آخری کتاب جاپان سے پبلش ہوئی ہے۔"

"کتنے عرصے قبل؟"

"آخری کتاب کو کوئی آٹھ سال ہو گئے۔"

"کیا دوسری کتابوں کی طباعت کا درمیانی وقفہ بھی اتنا ہی رہا ہے؟" میں نے سوال کیا۔

"اس پر غور نہیں کیا میں نے' شاید ایسا نہیں ہے مگر تمہارے ان سوالات کا

مطلب میری سمجھ میں بالکل نہیں آیا۔"

میری آنکھوں میں آنسوؤں کی نمی آ گئی میں نے ایک سرد آہ بھر کر کہا۔ "کیا آپ مجھ پر یقین کریں گے مسٹر خلازی' کیا آپ کو اندازہ ہے کہ میری عمر کتنی ہے؟ میری عمر جتنی بھی ہے مسٹر خلازی میں نے اس عمر میں نہ اپنی ماں کو دیکھا ہے نہ اپنے باپ کو' مجھے تو اس بات کا علم بھی نہیں تھا کہ میرے باپ نے تاریخ مصر پر کچھ کتابیں لکھی ہیں مجھے تو یہ بھی نہیں معلوم تھا کہ ان کا طریقۂ زندگی کیا ہے اس کے مشاغل اس کی دلچسپیاں کیا ہیں۔ آپ مجھ سے احمد کمال سعدی کے بارے میں سوال کر رہے ہیں اس شخص کے بارے میں جسے میں نے آج تک ایک تصویر کی شکل میں دیکھا ہے اور وہی بے جان تصویر میرے لئے باپ کا درجہ رکھتی ہے۔"

"کیا؟" منوچہر خلازی نے حیرت سے منہ پھاڑ کر کہا۔

"ہاں مسٹر خلازی یہ ایک سچائی ہے میں صرف نوکروں کے ساتھ پلی بڑھی ہوں جو ملازم میری اس کوٹھی میں رہتے ہیں وہ میری ماں کا نام تک نہیں جانتے اور انہیں اس بات کا علم ہے کہ میں نے کبھی اپنے باپ کو نہیں دیکھا۔ میرے باپ کو آج تک صرف ایک تصویر کی شکل میں مجھ سے روشناس کرایا گیا ہے۔"

منوچہر خلازی مجھے بدستور حیرت سے دیکھتا رہا پھر گردن ہلا کر بولا۔ "ایک پُراسرار محقق ایسا کر سکتا ہے لیکن ایسا کیوں ہے؟"

"میں نہیں جانتی مجھے علم نہیں ہے۔"

"واقعی حیرانی کی بات ہے ایک اور وجہ ہو سکتی ہے اس کی ایک اور بات ہو سکتی ہے۔"

"کیا؟"

"شاید وہ نہیں چاہتا کہ.......... کہ لوگ اس کے بارے میں تم سے رجوع کریں تمہیں پریشان کریں۔"

"ہرگز نہیں اگر ایسی بات ہوتی تو صرف ایک بار وہ مجھے اپنا چہرہ تو دکھا دیتے مجھے اپنے آپ سے روشناس تو کرا دیتے۔ مجھے' مجھے میری ماں کے بارے میں تو بتا دیتے گمنام چھوڑ دیا ہے مجھے' بے نام چھوڑ دیا ہے مجھے صرف نوکروں کے رحم و کرم پر۔ پوری دنیا سے کٹی ہوئی ہوں میں۔ کسی سے میری کوئی شناسائی نہیں ہے نہ کوئی رشتہ نہ کوئی ناتا تنہا کسی صحرا میں لگے اکیلے درخت کی مانند۔" میری آواز میں بھراہٹ آ گئی۔

منوچہر عجیب نگاہوں سے دیر تک خاموشی مجھے دیکھتا رہا پھر اس نے کہا۔ ”کیا تم مستقبل میں مجھ سے تعاون کر سکتی ہو بے بی!“

”کیسا تعاون؟“

”کیا تم اپنے باپ سے ملنا چاہتی ہو؟“

”ہاں میں ایک بار ان سے ملنا چاہتی ہوں۔“

”یہ کام میں کروں گا‘ ٹھہرو میں تمہیں تمہارے باپ کی لکھی ہوئی ایک کتاب دکھاتا ہوں ایران سے آتے ہوئے میں اتفاق سے اسے اپنے ساتھ رکھ لایا تھا۔“ منوچہر خلازی اپنی جگہ سے اٹھ کر ہوٹل کے کمرے میں بنی ہوئی ڈریسنگ الماری کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے الماری کا پٹ کھولا اور ایک بھیانک غیر انسانی چیخ کمرے کی فضا میں لہرا گئی۔ اس کے ساتھ ہی منوچہر خلازی کی چیخ ابھری۔ وہ بری طرح اچھل کر پیچھے ہٹا اور اس کے پاؤں اس تپائی میں الجھ گئے جس پر پیتل کا گلدان سجا ہوا تھا۔ وہ بری طرح فرش پر قلابازی کھا گیا تھا اور میں دہشت زدہ انداز میں اچھل کر کھڑی ہو گئی میں خود بھی اپنے حلق سے نکلنے والی بے اختیار چیخ کو نہ روک سکی تھی۔

☆------☆------☆

کچھ سمجھ میں ہی نہیں آیا تھا۔ الماری کھلی ایک کریہہ چیخ ابھری اور منوچہر خلازی چیختا ہوا فرش پر ڈھیر ہو گیا۔ میرے حلق سے چیخ نکل جانا فطری عمل تھا لیکن ماحول کی دہشت ناکی میں اس وقت کچھ اور اضافہ ہو گیا‘ جب کھلی الماری سے کوئی شے ‘کوئی جاندار شے باہر نکلی اور میری طرف لپکی۔ اس کا حجم زیادہ نہیں تھا‘ لیکن یہ ماحول منوچہر کی دہشت بھری چیخ اور پھر یہ سیاہ وجود جو نہ جانے کیا تھا۔ اس بار میں واقعی دہشت سے چیخی تھی اور اس سیاہ شے سے خود کو بچانے کے لئے دیوانہ وار پیچھے ہٹی تھی اور نہایت اطمینان سے منوچہر خلازی کے پیروں میں الجھ کر خود بھی قالین پر لمبی ہو گئی تھی۔ مگر اس سے یہ فائدہ ہوا کہ میں اس سیاہ وجود کی زد میں آنے سے بچ گئی اور وہ مجھے اپنے نشانے پر نہ پا کر فضا میں بلند ہوا‘ چند لمحات کمرے کی بند فضا میں چکرایا اور پھر ایک سنہری فریم پر جا بیٹھا۔

میں نے سہمی ہوئی نظروں سے اسے دیکھا۔ ایک لمحہ تو شناخت نہ کر سکی پھر اندازہ ہو گیا کہ وہ باز ہے۔ کالے رنگ کا مکروہ شکل باز جو اپنی زرد ہولناک آنکھوں سے ہمیں دیکھ رہا تھا۔

”خدا کی لعنت ہو اس پر۔“ منوچہر خلازی کے منہ سے نکلا اور وہ دونوں ہاتھوں کا بارا لے کر اٹھ کھڑا ہوا۔ باز نے فوراً پر پھیلا دیئے۔ وہ عام بازوں کے سائز سے کافی ا تھا اور رنگ بھی ان سے مختلف تھا۔ غالباً وہ خلازی کی طرف سے حملے کا منتظر تھا اور ں نے چوکنے انداز میں تصویر پر پنجے جمائے ہوئے تھے۔ میں نے بھی اٹھنے کی کوشش ں تو خلازی چیخا۔

”نہیں بے بی............ اسی طرح لیٹی رہو............ اپنا چہرہ بچائے رکھو‘ میں روازہ کھولنے کی کوشش کرتا ہوں۔“ میں ساکت ہو گئی اور میں نے منوچہر کی ہدایت ے مطابق چہرہ دونوں ہاتھوں سے چھپا لیا لیکن انگلیوں کی درزوں سے میں منوچہر اور س بھیانک پرندے کو دیکھ رہی تھی۔ میں نے منوچہر کو بھی خوفزدہ محسوس کیا تھا۔ غالباً بھی دروازے کی طرف قدم بڑھاتے ہوئے ہچکچا رہا تھا۔

لیکن پھر یہ مشکل یوں حل ہوئی کہ اچانک دروازہ کھل گیا۔ غالباً ہماری چیخیں باہر ک الی گئیں اور ہوٹل کے منتظمین صورتِ حال معلوم کرنے آ گئے تھے۔

باز نے برق جیسی تیزی سے اپنی جگہ چھوڑ دی اور ایک ماہرانہ پرواز کر کے کھلے روازے سے باہر نکل گیا۔ باہر موجود لوگ اس کی زد میں آنے سے بال بال بچے ے۔ پھر تین چار افراد بے اختیار اندر گھس آئے۔ منوچہر خلازی نے ایک دم خود کو بھال لیا تھا۔ اس نے سہارا دے کر مجھے اٹھایا اور دلسوزی سے پوچھا۔ ”چوٹ تو ں لگی بے بی؟“

میرے کچھ بولنے سے قبل ہوٹل کے عملے کے ایک شخص نے کسی قدر درشت ے میں پوچھا۔ ”یہ کیا ہو رہا ہے یہاں؟“

”اس کا جواب تو میں پولیس اسٹیشن پہنچ کر دوں گا۔ مجھے پولیس اسٹیشن کا نمبر ۔ بے بی تم میرے ملک کے سفارت خانے کو فون کرو اور وہاں بتاؤ کہ اس ہوٹل میں ے خلاف سازش کی گئی ہے۔ میں پوچھتا ہوں یہ ہوٹل ہے یا چڑیا گھر؟“

”کچھ بتائیے تو سہی ہو کیا گیا؟“ ہوٹل کے عملے کے ایک بھاری بھرکم شخص نے ہا۔

”کیا عہدہ ہے تمہارا یہاں اس ہوٹل میں؟“ منوچہر نے غصیلے لہجے میں پوچھا۔

”فلور سپروائزر ہوں۔“

”ایک نمبر کے گدھے ہو۔ اپنے عہدے کے لئے بالکل ناموزوں۔ میں تمہیں

نہیں چھوڑوں گا۔ میں کہتا ہوں یہ ہوٹل ہے؟ یہاں اعلیٰ درجے کے مسافروں
کمروں میں خطرناک پرندے بسیرا کرتے ہیں۔"

"وہ.......... وہ شاہین تھا..........! انتہائی قیمتی پرندہ۔ ایسے پرندے
مشرق وسطیٰ کے رئیسوں کے پاس ہوتے ہیں۔ کیا وہ پرندہ آپ کا نہیں تھا
سپروائزر نے حیرت سے پوچھا۔

"پولیس کو بلاؤ.......... صرف پولیس کو بلاؤ.......... سارے جوابات
پولیس کو دوں گا۔" خلازی ہتھیلی پر گھونسہ مار کر بولا۔

"سنیئے تو سہی.......... آپ تو یہاں کافی عرصہ سے قیام پذیر ہیں۔ اس سے
آپ کے کمرے سے کوئی شکایت موصول نہیں ہوئی۔ وہ تو بہت قیمتی پرندہ تھا نہ جا
کہاں سے آگیا۔ آپ خود ملاحظہ فرمالیجئے کوئی ایسی جگہ نہیں ہے جہاں سے وہ گھ
آئے۔ میں تحقیقات کرتا ہوں۔ ان دنوں میں تو ہمارے ہوٹل میں کوئی عرب ر
بھی مقیم نہیں ہے۔ آپ براہ کرم مجھے کچھ وقت دیجئے۔ میں معلومات حاصل
ہوں۔ مجھے سخت شرمندگی ہے کہ آپ کو تکلیف ہوئی۔ ہو سکتا ہے وہ کہیں سے اُ
آیا ہو.......... اور.......... سر آپ مجھے موقع دیجئے۔ میں معذرت خواہ ہوں۔

ہوٹل کے عملے کے لوگ چلے گئے تو منوچہر خلازی نے دروازہ اندر سے
کردیا۔ پھر وہ تیزی سے دوبارہ اسی الماری کی طرف بڑھا اور اس میں کچھ تلاش کر
لگا۔ چند لمحات کے بعد اس کی آواز سنائی دی۔

"کتاب گم ہوگئی ہے۔ بے بی روشن جمال..........!"

"میرے والد کی لکھی ہوئی کتاب!"

"نہیں.......... وہ قدیم کتاب جو پروفیسر زاغ کے لئے ضروری تھی۔ تمہار
والد کی لکھی کتاب موجود ہے۔" منوچہر خلازی ایک خوبصورت جلد والی کتاب لے
واپس پلٹ پڑا۔

"مگر وہ بھیانک پرندہ..........؟" میں نے کہا۔

"پروفیسر زاغ کا تھا۔" منوچہر نے جواب دیا۔

"کیا..........؟" میں نے حیرت بھری آواز میں پوچھا۔

"ہاں وہ اسی کی ملکیت ہے۔ اتنا تربیت یافتہ کہ یقین نہ آئے۔ وہ انتہائی پُرا
پرندہ ہے۔ عام حالات میں وہ اس کے ساتھ نہیں رہتا یہاں اس ہوٹل میں قیام

وران بھی وہ اس کے ساتھ نہیں تھا لیکن.......... میں نے اسے ایران میں دیکھا تھا
ں لگتا ہے جیسے پروفیسر زاغ کا اس سے ذہنی رابطہ ہو۔" منوچہر نے پُرخیال لہجے میں
کہا۔

"لیکن آپ نے ہوٹل کے عملے سے تو کچھ اور کہا تھا۔"

"اوہ.......... تو پھر کیا کرتا۔ کیا تفصیل بتاتا ان لوگوں کو.......... لیکن زاغ
نے بالآخر وہ کتاب بھی حاصل کرلی۔"

"کیا اس باز کے ذریعے..........؟" مجھے یہ ساری باتیں جادوئی کہانی جیسی لگ
رہی تھیں۔

"کیا کہا جاسکتا ہے۔"

"یہ تو ہندوستانی فلموں جیسا باز ہوگیا۔ آپ نے کبھی پروفیسر سے اس پرندے کے
رے میں کچھ نہیں پوچھا۔"

اس بار منوچہر خلازی نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ الجھ گیا تھا۔ پھر اس نے مجھے
یکھتے ہوئے کہا۔ "تمہیں بہت دیر نہیں ہوگئی بے بی..........؟"

"مجھے جانا چاہئے!" میں نے مسکرا کر کہا۔

"ہاں.......... اس واقعہ کے بعد میں بہت پریشان ہوگیا ہوں۔ مجھے..........
کچھ کرنا ہوگا۔ میں بھی آسانی سے.........." اس نے جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔

"احمد کمال سعدی کی لکھی ہوئی کتابوں کے بارے میں مجھے تفصیل مل سکے
گی.........."

"یہ ایک کتاب میرے پاس ہے۔ تم لے جاؤ۔ مگر قرض ہے واپس کرنی ہوگی۔"

"ٹھیک ہے کب ملاقات ہوگی؟" میں نے خوبصورت جلد والی کتاب اس سے
لے کر پوچھا۔

"اگر کوئی ضرورت پیش آئے تو مجھے فون کرلینا۔ آپریٹر سے میرے کمرے کا نمبر
لے لینا۔ ورنہ میں خود تم سے ملوں گا!"

"ٹھیک ہے مسٹر خلازی..........!" میں نے دروازے کی طرف قدم بڑھا دیئے
وئی رسمی الفاظ ادا نہیں ہوئے تھے۔ نہ میں نے کچھ کہا نہ خلازی نے۔ ہوٹل سے باہر
کر میں نے کار اسٹارٹ کی اور چل پڑی۔ ذہن کو انوکھے واقعات میں نہیں سمونا
ہی تھی ورنہ ڈرائیونگ مشکل ہوجاتی ابھی بہت ایکسپرٹ نہیں ہوئی تھی۔ کچھ دیر

کے بعد کوٹھی میں داخل ہو گئی۔ یہاں کچھ احمق میرا انتظار کر رہے تھے۔ جہانی بیگم ا
صمد بابا کے علاوہ اور کون ہو سکتا تھا۔

"تم سے بات کرنی ہے روشنی بیٹی.........." جہانی بیگم نے کہا۔

"کس موضوع پر؟" میں نے خشک لہجے میں پوچھا۔

"جو وتیرہ تم نے اختیار کیا ہے وہ درست نہیں ہے۔"

"تم لوگوں کو اپنی اوقات معلوم ہے۔" میں نے تلخی سے کہا۔

"یہ تم آج کہہ رہی ہو۔ کل تم انتظار کرتی تھیں کہ ہم تمہارا منہ دھلائیں
تمہیں ناشتہ کرائیں' کھانا کھلائیں' لباس بدلوائیں۔"

"ہاں کل تک تم لوگ مجھ سے فریب کرتے رہے تھے اور میں معصومیت م
فریب کھاتی رہی تھی۔ تم لوگوں نے مجھ پر تسلط جما رکھا تھا اور میں ناواقفیت کی بنا
تمہیں سب کچھ کرنے دے رہی تھی' لیکن اب وقت بدل گیا ہے' یہ بھی ہو سکتا ہے ک
میں گزری ہوئی کل کے فریب کے جرم میں تم کو گرفتار کرا دوں۔ کیونکہ تم نے میر
باپ کی غیر موجودگی سے فائدہ اٹھا کر میرے ساتھ سختیاں کی ہیں۔ مجھے حقیقت
لاعلم رکھا ہے اور میرے باپ کی غیر موجودگی کی وجہ سے اپنے اختیارات سے تجا
کر کے اس کوٹھی پر اپنے مالکانہ حقوق جتائے ہیں' سمجھ رہے ہو تم لوگ' صرف اپ
کام سے کام رکھو' حد سے آگے بڑھنے کی کوشش مت کرو' جو کچھ میں کر رہی ہوں ا
پر خاموشی سے سر جھکا کر تمہیں صرف دیکھنا ہے اس سے آگے بولنے کی کوشش نہ ک
جائے۔"

"روشنی بٹیا جو ذمہ داری ہم پر عائد کی گئی ہے اسے پورا کرنے کے لئے ہم ت
سختی بھی کر سکتے ہیں۔" صمد بابا نے کہا۔

"اول تو تم ایسا نہیں کر سکتے صمد بابا۔ میں اس کے لئے پولیس کی مدد لے سک
ہوں۔ دوم اگر مجھے پولیس کی مدد نہ بھی حاصل ہوئی تو میں یہ کوٹھی چھوڑ کر غائب
ہو سکتی ہوں اور اس طرح کہ تم لوگ مجھے تلاش نہیں کر سکو گے لیکن یہ سوچ لینا کہ
میرے باپ کی کوٹھی ہے اور میرے باپ کے پیسے پر تم لوگ عیش نہ کر سکو گے د
ہو جاؤ میرے سامنے سے۔" میں نے کہا اور تیز قدموں سے اندر داخل ہو گئی۔ جہا
بیگم اور صمد بابا حیرت سے منہ پھاڑے مجھے دیکھتے رہ گئے تھے۔ اب میں نے ان کے
کوئی بات نہیں چھوڑی تھی اب بھی اگر وہ اپنی وفاداریوں کا سہارا لے کر مجھ پ

چلانے کی کوشش کرتے تو درحقیقت اس کے بدلے میں' میں کوئی بھی قدم اٹھا سکتی
تھی۔ اپنے کمرے میں داخل ہو کر میں نے دروازہ بند کر لیا۔ لباس تبدیل کیا اور غسل
خانے میں گھس گئی۔ ٹھنڈے پانی کو سر سے پاؤں تک بہاتے ہوئے میں منوچہر خلازی کی
طویل ترین کہانی پر غور کرتی رہی اور اس کے بعد وہ کالا باز' کتاب کا گم ہو جانا' اور
میرے باپ کی لکھی ہوئی کتاب.......... میں نے جلدی سے شاور بند کر دیا' کتاب کا
تصور ذہن میں آتے ہی اس کا جائزہ لینے کی جستجو دل میں بیدار ہو گئی تھی۔ گاؤن وغیرہ
پہن کر بال خشک کرتی ہوئی باہر آ گئی اور پھر کتاب اٹھا کر ٹیبل لیمپ کے قریب پہنچ گئی۔
میں نے لرزتے ہاتھوں سے کتاب کھولی انگریزی زبان میں تھی اور اس پر پہلے ہی ورق
پر احمد کمال سعدی کا نام لکھا ہوا تھا' دل میں ایک عجیب سی ہوک اٹھی نہ جانے کیوں
ایسا محسوس ہوا جیسے کتاب میں درج ایک ایک حرف سے احمد کمال سعدی کی خوشبو آتی
ہو' یہ الفاظ میرے باپ نے سوچے ہوں گے اور پھر انہیں تحریر کیا ہو گا' تب انہیں
کتابی شکل ملی۔ یہ احمد کمال سعدی کے ذہن کا عکس ہے' آنکھوں میں ایک نمی سی آ گئی
اور میں سوچنے لگی کہ احمد کمال سعدی آخر عام قسم کے باپ کیوں نہ نکلے' میرے
قریب ہوتے میرے ساتھ ہوتے تو نہ جانے یہ سب کچھ کیسا لگتا۔ بڑی گھٹن سی پیدا
ہو گئی تھی دل میں اور میری دھندلائی ہوئی نگاہیں کتاب کے اوراق میں گڈمڈ ہو گئی
تھیں۔ پھر میں نے اپنے آپ کو سنبھالا اور کتاب کے اوراق کا جائزہ لینے لگی۔
انگریزی تحریر میں لکھا ہوا تھا۔

مصر کی تاریخ نیل کی تنگ وادی پر مشتمل ہے اس وادی کی لمبائی دوسرے آبشار
اور ڈیلٹا کے درمیان آٹھ سو میل ہے' خود ڈیلٹا کی شکل خانے کی جیسی ہے اور یہ بھی
ایک سو میل لمبا ہے۔ قبل از تاریخ میں مصر کے اطراف کی معاون وادیاں جو اب
خشک ہو چکی ہیں' یقیناً بہتی ہوں گی اور ان کی وجہ سے کھیتی باڑی کو خاصی مدد ملتی
ہو گی۔ جب لوگوں نے نیل اور ڈیلٹا کے اس میدانی علاقے میں آبادیاں قائم کر لیں۔
ہم اس کا تجزیہ پانچ ہزار سال قبل مسیح اور چار ہزار سال قبل مسیح تک کر سکتے ہیں اسی
وقت سے مصر کی تاریخ کا حیرت انگیز اور پائیدار دور شروع ہو گیا۔ نیل میں ہر سال
مقررہ وقت پر طغیانی آتی تھی اور اس کے لئے کھیت پہلے سے تیار کر دیئے جاتے تھے
اہل مصر کی زراعت ایک شاندار روایت کی حیثیت رکھتی تھی۔ حالانکہ دنیا کے
دوسرے حصوں میں طغیانیاں زراعت کے لئے ایک زبردست رکاوٹ سمجھی جاتی رہی

ہیں۔ مصر میں بھی ہر سال دریائے نیل سے بہنے والی کیچڑ آس پاس کے میدانوں میں پھیل جاتی تھی لیکن اس سے زمین کی زرخیزی کو مدد ملتی تھی' دریا کے مشرقی اور مغربی جانب دور دور تک صحرائی علاقے پھیلے ہوئے تھے اور حقیقتاً یہ زرعی زمین کی حفاظت کا سامان تھے' جنوبی حصے میں نیل ان علاقوں کے اندر سے گزرتا ہے جہاں زمانہ قدیم کے لوگوں کی چھوٹی چھوٹی آبادیاں بکھری ہوئی تھیں' خود ڈیلٹا کی حفاظت کے لئے بھی دونوں جانب صحرائی علاقہ تھا اور سامنے سمندر۔ یہ سرزمین جو ایک انوکھی سرزمین تسلیم کی گئی ایک پائیدار معاشرے کے لئے ہر لحاظ سے موزوں تھی۔ مصریوں نے صحرائی علاقے سے بحیرہ قلزم تک راستہ پیدا کرلیا تھا اور ان ملکوں سے تجارت شروع کردی تھی جو بحیرہ ہند کے کناروں پر واقع تھے' یوں مصری شہنشاہیت الگ تھلگ نہ رہی' بلکہ مشرق قریب کے بین الاقوامی نظام میں مصر بھی پورا پورا حصہ دار بن گیا۔ مصر مخلوط آبادی کا حامل تھا۔ یہودی اور عرب سام کی اولاد کہلاتے تھے' ہندی' یورپی' آریائی لوگ یافث کی اولاد ہونے کا دعویٰ کرتے تھے' حام' سام اور یافث تینوں حضرت نوح کے فرزند ہیں اور نسلی طور پر ہمیشہ یہ تنازعہ چلا آتا رہا ہے' حامی' سامی اور یافثی یا آریائی نسلیں کبھی واضح نہیں ہوئیں' لیکن یہ درست ہے کہ مصری زبان یہودیوں' عربوں' فنیقیوں' بابلیوں اور مشرق قریب کی دوسری سامی قوموں کی زبان سے ملتی جلتی نہیں ہے' ہندی' یورپی زبان میں سنسکرت' مشرق اوسط کی فارسی پھر یونانی اور لاطینی زبانیں شامل ہیں جن کی شناخت بآسانی کی جاسکتی ہے۔ چار ہزار تین سو قبل مسیح کے آس پاس مصر میں دو حکومتیں قائم تھیں............ ایک بالائی مصر کی حکومت جو خاص وادی نیل میں تھی دوسری زیریں مصر کی حکومت جو نیل کے زیریں حصے اور ڈیلٹا پر مشتمل تھی۔ پھر یہ دونوں حصے ایک ہوگئے لیکن ان کے اتحاد اور لامرکزیت کا سلسلہ مختلف اوقات میں جاری رہا۔ مصر کی تاریخ میں فیصلے شاہی خاندانوں کی بنیاد پر ہوا کرتے تھے اور ان شاہی خاندانوں کے سربراہ فرعون یا بادشاہ کہلاتے تھے۔ چین کی طرح یہاں کے ابتدائی حکمران خاندانوں کی حیثیت بھی ثانوی رہی اور ان کے سنین نہیں ملتے۔ البتہ تیسرے شاہی خاندان سے جو دو ہزار سات سو قبل مسیح کے قریب قائم ہوا' مصر کی مستند تاریخ کا آغاز ہوگیا۔ اس وقت کا دارالحکومت ممفس تھا۔ دریائے نیل کے کنارے قاہرہ سے چودہ میل دور تھا اور اب وہ قاہرہ کا ہی ایک حصہ بن چکا ہے' یہیں سے مصر بالا اور مصر زیریں کی متحدہ سلطنت پر حکمرانی کا سلسلہ جاری

رہا اسے قدیم بادشاہی کہا جاتا ہے۔ چوتھا خاندان دو ہزار چھ سو قبل مسیح کے درمیان برسراقتدار آیا اور مصر کے مشہور ترین اہرام اس خاندان کے عہد میں تعمیر ہوئے اصل میں یہ ان بادشاہوں کے مقبرے تھے اور پھر خاندانوں کا سلسلہ اسی طرح جاری رہا۔ یہاں تک کہ تیسویں خاندان کا دور آگیا۔ یہ چوتھی صدی قبل مسیح کا واقعہ ہے پھر مصر پر سکندر قابض ہوگیا اور بطلیموسیوں کا یونانی شاہی خاندان مصر پر حکمران رہا یہاں تک کہ اینٹونی اور قلوپطرہ نے شکست کھائی تو تیس قبل مسیح میں مصر رومیوں کے زیر اقتدار آگیا۔

تاریخ مصر بڑی فصاحت اور تفصیل کے ساتھ درج کی گئی تھی اور میں ان الفاظ میں بری طرح الجھ کر رہ گئی تھی۔ ذہن اس انداز میں سفر کررہا تھا جیسے مصر کی تاریخ سے میرا گزر بھی ہوا کے جھونکے کی مانند ہو۔ کتاب میں جو کچھ درج تھا اس طرح میرے دماغ میں اتر رہا تھا جیسے میرا خود اس تاریخ سے واسطہ ہو۔ جو کچھ کتاب میں درج تھا میرے والد کی تحقیق تھی لیکن میں خود اس سے متاثر تھی اور اس میں صحیح اور غلط تلاش کررہی تھی۔ جبکہ اس سے قبل کبھی مصر کی تاریخ کے بارے میں کچھ نہیں پڑھا تھا۔ آخر ایسا کیوں ہو رہا تھا۔

میری آنکھیں کتاب کے صفحات پر جمی رہیں اور میں تحریر کی منزلوں سے گزرتی رہی۔ بے حد لطف آرہا تھا ایک عجیب سا سرور' یہاں تک کہ میری آنکھیں بند ہوگئیں۔ دل و دماغ ایک عجیب سی لطیف کیفیت کا شکار ہوگئے اور نتیجہ نیند کی شکل میں نکلا۔ پھر صبح ہوگئی۔ میں جاگ گئی لیمپ جل رہا تھا۔ کتاب نیچے گری پڑی تھی۔ حالانکہ کرسی پر سوگئی تھی لیکن نہ تو بدن میں دکھن تھی نہ ذہن پر بوجھ۔

میں نے بند دروازے کی طرف دیکھا۔ بدستور اندر سے بند تھا۔ سب سے پہلے کتاب اٹھا کر رکھی۔ پھر لیمپ بند کیا اور اس کے بعد غسل خانے چل پڑی۔ غسل خانے میں داخل ہونے سے قبل میں نے دروازہ کھول دیا تھا۔ باہر آئی تو صفائی کرنے والی ملازمہ جلدی جلدی صفائی کررہی تھی۔ ناشتے کے کمرے میں جہانی بیگم موجود تھیں۔ عادت کے مطابق میں نے انہیں سلام کیا اور ناشتے میں مصروف ہوگئی۔ رات کو ان لوگوں کو اچھی طرح درست کردیا تھا۔ کوئی افسوس نہیں تھا اس بات کا۔ میری مٹی پلید کردی تھی انہوں نے انہیں اندازہ تھا کہ میں کیسی حسرتوں کا شکار ہوں۔

تمام امور سے فارغ ہو کر پھر اپنے کمرے میں آگئی اور کتاب کھول لی۔ ترتیب

سے پڑھنا مشکل تھا کیونکہ بڑی الجھی ہوئی تحریر تھی۔ جگہ جگہ سے پڑھتی رہی تاریخ مہ
بیان کی گئی تھی۔

قدیم بادشاہی سلسلہ تیسرے سے چھٹے شاہی خاندان تک رہا۔ پھر ایک سو سال تک افراتفری رہی۔ نویں خاندان نے دو ہزار سال قبل مسیح فرعونی اقتدار بحال کیا۔ سترہواں خاندان مصری تھا جس نے ہکوس کو باہر نکالا اور اٹھارویں خاندان کا بادشاہ تھوتمس ثالث تھا جس نے فنیقیہ فلسطین اور شام فتح کئے۔ ہم یہاں رک کر قدیم مصری عقائد کا تجزیہ کرتے ہیں۔

حیات بعد الموت۔ قدیم مصری عقیدے کا ایک اہم پہلو۔ اسی پہلو کو مدِ نگاہ رکھ جائے تو عالی شان مقبرے، حنوط شدہ اجسام اور عظیم الشان اہرام نگاہ میں آتے ہیں۔
وہ کہتے ہیں۔

جسم ایک شئی ہے جسے "کا" کہنا مناسب ہے اور یہ دنیاوی زندگی گزار کر مرجانے کے بعد بھی زندہ رہتا ہے۔ چنانچہ اجسام کا حنوط کرلینا بہتر ہے کہ وہ ہیئت برقرار رکھیں۔ "کا" کی اصلیت قائم رہنی چاہئے اور آغوسرے (سورج دیوتا) سب سے پہلا بادشاہ۔ ازل کا دیوتا۔ غریب کا وزیر جو ناپاک نذر قبول نہیں کرتا اور جو زمین کے فیصلے کرتا ہے اصل میں۔ فے۔ تنکیری علامت ہے اور "رع" سورج کو کہتے ہیں اس طرح بادشاہ کا لقب "فارع" ہوتا ہے یہی لفظ عبرانی زبان میں فاراعو، اور عربی میں "فرعون" بنا۔

ذہن کے لاتعداد خلیئے کھلتے جارہے تھے۔ اتنی دلچسپ اور انوکھی تفصیلات تھیں کہ دماغ چکرا کر رہ جائے۔ کتاب کا آخری صفحہ بھی ختم ہوگیا لیکن یہ مکمل نہیں تھی۔ غالباً اس کی دوسری جلد بھی تھی۔ میں یہاں بھی تشنہ رہ گئی۔ کم بخت منوچہر اگر جانتا تھا کہ اس کتاب کا دوسرا حصہ بھی ہے تو اسے یہ مکمل حالت میں دینی چاہئے تھی مجھے۔ بے چین ہو کر فون کی طرف بڑھ گئی۔ ہوٹل کا نمبر ڈائل کیا اور آپریٹر سے منوچہر خلازی کے کمرے کا نمبر مانگا۔

"ہولڈ آن پلیز۔" دوسری طرف سے کہا گیا پھر چند لمحات کے بعد آپریٹر کی آواز سنائی دی۔ "وہ موجود نہیں میڈم۔"

"کہاں گئے؟" میں نے پوچھا۔

"یہ بتانا مشکل ہے۔ شاید وہ رات سے ہی موجود نہیں ہیں۔"

"اوہ ٹھیک ہے۔ آپ ایک کام کریں۔"

"جی!"

"رہنے دیں۔" میں نے ریسیور رکھ دیا۔ اصل میں کہنا چاہتی تھی کہ وہ واپس آئے تو مجھے فون کرلے مگر بے کار تھا۔ نہ جانے کب تک آئے۔ رات سے موجود نہیں ہے۔ کیا میرے آنے کے بعد وہ بھی کہیں نکل گیا۔ کیا کہا جاسکتا ہے۔ کیا کیا جاسکتا ہے۔ کتاب ہاتھ میں لئے اٹھ گئی۔ رخ اس کمرے کی طرف تھا جہاں احمد کمال سعدی کا کتب خانہ تھا۔ ممکن ہے وہاں یہ کتاب مکمل مل جائے۔

احمد کمال سعدی مجھے غور سے دیکھ رہے تھے۔ میں دیر تک ان سے نگاہیں ملائے کھڑی رہی۔ لاکھوں شکایتیں تھیں میرے دل میں مگر تصویر بول نہیں سکتی۔ وہ مجھے ایک ہی انداز میں دیکھتے رہے اور میں مایوسی سے آگے بڑھ گئی۔ اس کے بعد مجھ پر جنون طاری ہوگیا۔ نہ جانے کب تک ان کتابوں کو کھنگالتی رہی۔ سب کی سب اجنبی۔ مختلف زبانوں میں لکھی ہوئی۔

سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ کون سی زبانیں ہیں کچھ کتابوں پر، ہیروڈوٹس کا نام تھا تو چند پر "تھیوسی ڈڈا" کا۔ اے ارمین کی کتاب (قدیم مصریوں کا ادب) موجود تھی تو یبیڈ کی کتاب بھی سجی ہوئی تھی لیکن احمد کمال سعدی کی کوئی کتاب وہاں نہیں نظر آئی، ان تمام کتابوں کو الٹتی پلٹتی رہی۔ اچانک عبرانی زبان کی ایک کتاب درمیان سے کھل گئی۔ یہ شناسا کتاب تھی۔ پہلے بھی اسے دیکھا تھا۔ اس دن جب احمد کمال شدت سے احساس میں جاگے تھے۔ اس دن اس کتاب میں وہ تابوت دیکھا تھا جس میں ایک حنوط شدہ جسم لیٹا ہوا تھا۔ اس وقت وہی حصہ کھلا تھا اور مجھے تابوت نظر آیا تھا لیکن آج میں نے اس میں لیٹی لاش کو بغور دیکھا اور بری طرح اچھل پڑی۔ تصویر صاف ستھری چھپی ہوئی تھی اور لاش کے خدوخال واضح تھے۔ حیران ہونے کی وجہ یہ نقوش ہی تھے کیونکہ میں نے اس لاش کو زندہ دیکھا تھا۔ پورے ہوش وحواس اور پورے اعتماد سے کہہ سکتی تھی کہ یہ وہی عورت ہے جو اس دن اس مکان میں نظر آئی تھی جس میں پروفیسر زاغ نے مجھے بھیجا تھا۔ اسی عورت نے تند اشاروں میں مجھے باہر نکل جانے کے لئے کہا تھا۔ سو فیصد وہی۔ میں کتاب چہرے کے قریب کرکے اسے دیکھنے لگی۔ آہ کاش میں اس عبارت کو پڑھ سکتی۔ آہ کاش۔ مگر یہ عورت تصویر میں ایک حنوط شدہ ممی اور اس مکان میں ایک پراسرار وجود۔ یہ کیا اسرار ہے۔ یہ دونوں شکلیں اس قدر ملتی

کیوں ہیں؟ شدید حیرت میں مبتلا رہی ایک بار پھر منوچہر خلازی یاد آیا۔ ہو سکتا ہے وہی اس بارے میں کوئی انکشاف کر سکے۔ کتاب کو احتیاط سے ایک طرف رکھ دیا۔ منوچہر مجھ سے رابطہ ضرور کرے گا اس وقت اس سے اس بارے میں بات کروں گی۔

☆======☆======☆

میں اس کا انتظار کرتی رہی۔ دن گزر گیا۔ اس نے مجھ سے رابطہ نہیں کیا۔ رات کو میں نے پھر اسے فون کیا لیکن وہی جواب ملا۔ وہ ہوٹل واپس نہیں آیا تھا۔ پھر کئی دن اسی طرح گزر گئے۔ میں نے صبر کرلیا اور اپنے معمولات کے مطابق وقت گزارنے لگی۔ طبیعت پر بیزاری طاری رہتی تھی۔ ایک شام اپنی کوٹھی کے لان پر ٹہل رہی تھی کہ بڑے گیٹ کی طرف نگاہ اٹھ گئی۔ کوئی چوکیدار سے بات کر رہا تھا۔ چوکیدار اس سے بات کرکے اندر پلٹا۔ اس کی نظر مجھ پر پڑی تو وہ ٹھٹک گیا۔

"کیا بات ہے؟" میں نے آگے بڑھ کر پوچھا۔

"وہ کوئی خاص بات نہیں روشنی بی بی۔ ایک صاحب کی گاڑی بگڑ گئی ہے پانی مانگ رہے ہیں جگ میں۔"

"اور تم گیٹ خالی چھوڑ کر پانی لینے جا رہے ہو۔" میں نے اسے گھور کر کہا۔

"نہیں جی کسی کو دیکھ رہا تھا کہ پانی لادے۔"

"چند لمحات کے لئے گیٹ خالی رہ گیا محترمہ تو کوئی حرج نہیں ہو گا۔ دیکھ لیجئے ہم دونوں میں سے کوئی ڈاکو نہیں ہے جو کھلے ہوئے گیٹ سے اندر داخل ہو جائیں۔" باہر سے آواز آئی اور میں نے اس نوجوان کو دیکھا جو بہت خوبصورت سفاری سوٹ میں ملبوس آنکھوں پر سیاہ چشمہ لگائے ہوئے گیٹ کی دوسری طرف کھڑا تھا۔ میں گیٹ کے بالکل قریب پہنچ گئی۔

"ریڈی ایٹر نے اچانک احتجاج شروع کر دیا ہے۔ نہ جانے کب سے پیاسا تھا۔ ہم نے غور ہی نہیں کیا تھا۔ اچانک ڈائل پر لائٹ جل اٹھی اور ہیٹ بتانے والی سوئی آسمان پر جا پہنچی لیکن میں نے آج تک ایک جگ پانی کے لئے اس تفتیش کا تصور بھی نہیں کیا۔" نوجوان نے مسکرا کر کہا۔

"جاؤ پانی لے آؤ!" میں نے چوکیدار سے کہا اور چوکیدار گردن ہلا کر چلا گیا۔ میں نے ایک نگاہ کار میں بیٹھی لڑکی کو دیکھا وہ میری طرف دیکھ کر مسکرا رہی تھی۔

"آپ کی مسز ہیں؟" میں نے نوجوان سے پوچھا۔ نوجوان نے جواب دینے کے

بجائے گاڑی کی طرف رخ کر کے کہا۔ "نینا' یہ خاتون پوچھ رہی ہیں کہ کیا تم میری مسز ہو؟" لڑکی دروازہ کھول کر مسکراتی ہوئی نیچے اتر آئی۔ اس نے میرے قریب آکر کہا۔

"نہیں میڈم۔ یہ میرے بڑے بھائی ہیں۔ مجھ سے چار سال بڑے ہیں۔ میرا نام نینا شیخ ہے اور یہ خالد شیخ ہیں۔"

"سوری ایسے ہی پوچھ لیا تھا۔" میرا موڈ بھی بدل گیا۔ میں تو خود انسانوں کو' شناساؤں کو ترسی ہوئی تھی لیکن اب یوں چلتے پھرتے تو شناسائیاں نہیں پیدا کی جاسکتی تھیں۔ البتہ میں نے پسندیدگی کی نظروں سے ان دونوں کو دیکھا تھا۔ اتنی دیر میں چوکیدار پانی لے آیا تھا۔ نوجوان نے جگ لینے کے لئے ہاتھ بڑھایا تو میں نے چوکیدار سے کہا۔ "جاؤ گاڑی میں پانی ڈلوا دو!" نوجوان گاڑی کی طرف بڑھ گیا۔

"آپ کیا کرتی ہیں نینا؟"

"بور ہوتی ہوں۔" اس نے پیارا سا منہ بنا کر کہا۔

"کیا مطلب؟"

"کرنے کے لئے کوئی کام ہی نہیں ہے۔ بی۔ اے کے بعد پڑھنا چھوڑ دیا۔ ایم اے اس لئے نہیں کر رہی کہ چہرہ خراب ہو جائے گا۔"

"کیا مطلب؟" اس کا جملہ میری سمجھ میں نہیں آیا۔

"میں نے محسوس کیا ہے' ممکن ہے لوگوں کا خیال نہ ہو۔"

"کیا؟ میں سمجھی نہیں۔"

"لڑکی کسی بھی عمر کی ہو اگر اس کے بارے میں بتایا جائے کہ میٹرک پاس ہے تو دو چوٹیوں والی' ناپختہ بچی کا تصور ذہن میں ابھرتا ہے۔ انٹر پاس سنا جائے تو آتی جوانی کے خوف سے سنجیدہ اور محتاط چہرہ سامنے آتا ہے۔ بی اے جوانی کی تکمیل کا تصور پیش کرتا ہے۔ وہ عمر جس میں لڑکی اعتماد سے مسکرا سکتی ہے۔ سکون سے ہر شخص سے گفتگو کر سکتی ہے اپنے آپ سے مطمئن نظر آتی ہے اور اگر وہ ایم اے کر لے تو سننے والے اگر غیر محتاط ہوں تو۔ "اے۔ ہے" بھی کہہ سکتے ہیں۔ ایسی "اے ہے" جس میں تاسف بھی شامل ہو۔ بیس سالہ لڑکا چوبیس سالہ لڑکی کو آنٹی کہنے میں عار محسوس نہ کرے۔ بڑی بوڑھیاں صاف کہہ دیں کہ بچی کی عمر نکل گئی۔ اس لئے میرے خیال میں لڑکیوں کو ایم۔ اے کرنے سے گریز کرنا چاہئے۔" نینا نے اس دلچسپ انداز میں تشریح کی کہ مجھے بے اختیار ہنسی آ گئی۔ ادھر نوجوان خالد کار میں مسلسل سیلف لگا۔۔۔

جارہا تھا۔ ریڈی ایٹر میں پانی بھرلیا گیا تھا۔ مگر کار اسٹارٹ نہیں ہو رہی تھی۔

"آپ بہت دلچسپ ہیں نینا۔"

"اور آپ کیا ہیں۔ کاش معلوم ہو سکتا۔" نینا نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔

"آپ کو معلوم کرنے سے دلچسپی ہوتی تو معلوم کرتیں۔ بھلا ایسے کسی کے بارے میں کیسے معلوم ہو سکتا ہے اب دیکھئے نا ہمیں آپ کے بارے میں معلوم ہو گیا۔"

"تو پھر بتا دو نا جلدی سے!"

"جی نہیں، ہم جلدی سے سمجھ میں آنے والی مخلوق نہیں ہیں۔" میں نے مطلب کی بات کی اس وقت خالد دروازہ کھول کر جھلایا ہوا سا باہر نکل آیا اور بولا۔ "گیس کٹ جل گئی ہے، گاڑی اسٹارٹ نہیں ہو گی۔"

"اوہو اب کیا کیا جائے۔" نینا نے پوچھا اور خالد نے میری جانب دیکھا پھر کہنے لگا۔ "آپ یہ نہ سمجھئے گا کہ ہم انگلی پکڑتے پکڑتے پہنچا پکڑنے لگے ہیں۔ بس آپ کے اس ملازم کو ذرا سی مدد کرنا ہو گی۔ میں گاڑی سائیڈ میں لگائے دیتا ہوں۔ ہم دونوں ٹیکسی سے چلے جائیں گے، بعد میں، میں مکینک کو لا کر گاڑی ٹھیک کرالوں گا، واقعی میں معذرت خواہ ہوں۔"

"آپ کی گاڑی اس لئے نہیں اسٹارٹ ہو رہی کہ آپ نے اسے تو پانی پلا دیا ہے لیکن خود اسی طرح بداخلاقی سے واپس جا رہے ہیں۔ کسی کے دروازے تک پہنچتے ہیں تو پھر کچھ لمحات بیٹھتے ہیں، چائے وغیرہ بھی پیتے ہیں، کم از کم شناسائی اتنی تو ہونی چاہئے۔"

خالد نے چونک کر مجھے دیکھا۔ پھر نینا کو دیکھا اور پھر مدہم سی مسکراہٹ کے ساتھ بولا۔ "یہ میری بہن جو ہے نا، اس میں بڑی ساحرانہ قوت ہے دوستیاں کرنے میں بے مثال ہے، میں جانتا ہوں خاتون کہ اس نے فوراً ہی آپ کو شیشے میں اتار لیا ہو گا اور چائے کی فرمائش کر ڈالی ہو گی لیکن کوئی حرج نہیں ہے بعض اوقات ایسے دلچسپ واقعات اور حادثے صرف فلمی اور ڈرامائی حد تک ہی نہیں حقیقی زندگی میں بھی بڑی دلکشی کے حامل بن جاتے ہیں اور پھر انسان سے انسان کی شناسائی تو ہونی ہی چاہئے۔ اگر آپ واقعی اس کی باتوں میں آ کر چائے پلانے کے لئے تیار ہو گئی ہیں تو ہم بھی آخر ہیں تو اسی کے بھائی۔ بھلا کب انکار کریں گے۔"

"تو پھر آیئے۔" میں نے مسرور لہجے میں کہا۔

"کار ذرا سائیڈ میں کر دوں..........." خالد بولا۔

"چابی چوکیدار کو دے دیجئے۔ ملازم کر دیں گے۔ آپ لوگ آیئے۔" میں نے کہا۔ سامنے سے فیاض نظر آیا تو میں نے اسے آواز دی پھر کہا۔ "فیاض یہ چابی لو۔ باہر کار کھڑی ہے۔ اسٹارٹ نہیں ہو رہی اسے ایک طرف لگا دو۔"

"جی روشنی بی بی۔" فیاض خالد سے چابی لے کر آگے بڑھ گیا۔

"نینا۔ تم نے ان کا نام سنا۔ بعض والدین کیسے جہاندیدہ اور ذہین ہوتے ہیں۔ ایسا نام رکھ دیتے ہیں جو اسم بامسمیٰ ہوتا ہے۔ کیا تم اس وقت فضا ہمیشہ سے زیادہ چمکدار نہیں محسوس کر رہی ہو۔ میرا مطلب ہے روشنی میں روشنی کا اضافہ۔"

"آپ میرا مذاق اڑا رہے ہیں خالد۔" میں نے جلدی سے کہا۔ میں ان دونوں کو ڈرائنگ روم میں لے گئی۔ جہانی بیگم سے چائے کے لئے کہا اور پھر ان سے باتیں کرنے لگی۔

"آپ کا نام صرف روشنی ہے؟" نینا نے پوچھا۔

"روشن جمال ہے میرا نام۔"

"اللہ اکبر.......... گویا ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں۔" خالد نے کہا۔

"روشنی، آپ پڑھتی ہیں..........؟"

"نہیں!"

"آپ کے والد کیا کرتے ہیں۔" خالد نے پوچھا اور میں ایک لمحہ کے لئے سوچ میں گم ہو گئی۔ ان لوگوں کا اس طرح مل جانا میرے لئے تو ایک نعمت غیر مترقبہ ہی تھا۔ کوئی کم بخت دوستی ہی نہیں کرتا تھا۔ سب اس طرح میرے سامنے سے فرار ہو جاتے تھے، جیسے میں کوئی بدروح ہوں، کتنی ہی کوششیں کی تھیں اور ناکام رہی تھی۔ یہ دونوں ہی بہن بھائی اگر اس طرح بے تکلف ہو رہے تھے تو میرے لئے یہ اچنبھے کی بات ہی تھی اور مسرت افزا بھی۔ میں نے ایک لمحے میں جھوٹ بولنے کا فیصلہ کر لیا صحیح صورتِ حال بتانا مناسب نہیں تھا، چنانچہ میں نے کہا..........

"میرے والدین ملک سے باہر ہیں، کینیڈا میں کاروبار کرتے ہیں۔ میں یہاں اس کوٹھی میں ملازموں کے ساتھ تنہا رہتی ہوں۔"

"آئیڈیل.........." خالد نے حسبِ عادت بے تکلفی سے کہا اور میری نگاہیں اس کی جانب اٹھ گئیں۔

سیاہ چشمہ بدستور آنکھوں پر چڑھا ہوا تھا۔ خدوخال پہلی ہی نگاہ میں دلکش محسوس ہوئے تھے' مسکرانے کا انداز بھی حسین تھا سب سے بڑی بات یہ کہ بے تکلفی اور شوخی سے گفتگو کرلیتا تھا' یہی کیفیت نینا کی بھی تھی.......... میں مسکراتی رہی' بہت سی باتیں کیں ان لوگوں نے اپنے بارے میں.......... میرے بارے میں.......... میری کوٹھی کے بارے میں.......... خالد نے بتایا کہ وہ ایک بحری جہاز پر سیکنڈ آفیسر ہے اور ان دنوں کیپٹن شپ کے امتحان کی تیاریاں کر رہا ہے۔ نینا نے بڑی محبت سے کہا۔ "اس قسم کے واقعات انسانی زندگی کا ایک حصہ ہی ہیں اور بعض اوقات ایسے حادثے گہری دوستیاں پیدا کردیتے ہیں۔ اگر اس حادثے کے تحت ہم دوست بن جائیں تو کوئی حرج ہے..........؟"

میں نے خوش دلی سے کہا.......... "نینا میں آپ کی دوستی کو دل میں جگہ دوں گی۔ ویسے بھی چونکہ تنہا رہتی ہوں' بور ہوتی ہوں۔ دل چاہتا ہے کہ دوستیاں ہوں' شناسائیاں ہوں لیکن اس سلسلے میں بڑی کند ہوں' اپنی کوششوں میں کامیاب نہیں ہوپاتی۔ اگر آپ میری اس مشکل کا حل بن جائیں تو میں آپ کی بے حد شکر گزار ہوں گی.........."

نینا نے مجھے اپنا ٹیلیفون نمبر بتایا' گھر کا پتہ دیا اور کہا کہ بہت جلد وہ مجھ سے دوبارہ ملاقات کرے گی اور اس کے بعد مجھے بھی اس کے گھر آنا ہوگا۔ غرض یہ کہ اس قسم کی رسمی باتیں' جو اس طرح کی شناسائیوں میں ہوتی ہیں' ہمارے درمیان ہوئیں اور میں بے حد مسرور ہوگئی۔ جہانی بیگم دل ہی دل میں میرے لئے کوئی بھی احساس رکھتی ہوں لیکن میرے معاملات میں محتاط رہا کرتی تھیں۔ چائے کے ساتھ انہوں نے بہت کچھ پیش کیا اور اس طرح چائے کا ایک پُر تکلف دور چلا۔ پھر خالد شیخ نے کلائی پر بندھی خوبصورت گھڑی میں وقت دیکھا اور کہا.......... "ہم نے آپ کا کافی وقت لے لیا مس روشنی اب اجازت دیجئے۔ ویسے مجھے یقین ہے کہ اب اس قدر دوستی ہوجانے کے بعد آپ ہمیں ٹیکسی سے کہاں جانے دیں گی۔ یقیناً اپنی کار آفر کریں گی اور ہم شکریہ کے ساتھ ڈراپ قبول کرلیں گے۔"

"توبہ ہے خالد بھائی۔ آپ بھی بس۔" نینا نے ہنستے ہوئے کہا۔

"نہیں۔ خالد صاحب حقیقت شناس ہیں۔" میں مسکرا کر بولی۔ ہم باہر نکل آئے۔ فیاض سامنے نظر آیا تھا۔ ہمارے قریب آگیا اور چابی خالد کی طرف بڑھا کر

بولا۔ "گاڑی اسٹارٹ ہوگئی ہے صاحب..........!"

"ایں۔ ارے۔ کیسے..........؟" خالد اچھل پڑا۔

"گیس کٹ نہیں جلی۔ فیول پمپ گرم ہو کر چوک ہوگیا تھا۔ ٹھنڈا ہوا تو کام کرنے لگا۔" فیاض نے جواب دیا۔

"مزید شکریہ مس روشنی۔" خالد بولا۔ میں انہیں ان کی کار تک چھوڑنے آئی تھی پھر جب وہ چلے گئے تو میں اداس ہوگئی۔ کیسے اچھے لوگ تھے کیسا پُرلطف وقت گزرا۔ کاش وہ مجھ سے دوستی قائم رکھیں۔ بعد کا وقت ان کے بارے میں سوچتے ہوئے گزرا تھا۔

☆======☆======☆

دوسرے دن معمولات سے فراغت حاصل کرنے کے بعد فون کے قریب پہنچ گئی۔ نینا کو فون کرنے کا ارادہ تھا۔ ریسیور کی طرف ہاتھ بڑھایا ہی تھا کہ فون کی گھنٹی بج اٹھی۔ ریسیور اٹھا کر کان سے لگایا۔

"روشن جمال سے بات کرنا چاہتا ہوں۔" دوسری طرف سے آواز آئی اور میں نے منوچہر خلازی کی آواز پہچان لی۔

"میں بول رہی ہوں مسٹر خلازی۔"

"اوہو کیسی ہو روشن جمال..........!"

"ٹھیک ہوں۔ آپ بتایئے۔ آپ تو ہوٹل سے غائب ہی رہے۔"

"تم سے ملنا چاہتا ہوں۔ فرصت ہے..........؟"

"آجایئے.......... کتنی دیر میں پہنچیں گے؟"

"بس پندرہ منٹ میں۔"

انتظار کررہی ہوں۔" میں نے کہا اور دوسری طرف سے فون بند کردیا گیا۔ نینا کو اب اس لئے فون کرنا مناسب نہیں سمجھا کہ مسٹر خلازی آرہے تھے۔ نہ جانے کتنی دیر تک یہاں آئیں' نہ جانے کیا گفتگو ہو' نہ جانے کیا پروگرام بنے میں ان سے کتاب کی اس تصویر کے بارے میں بھی ڈسکس کرنا چاہتی تھی انہیں صورتِ حال بتانا چاہتی تھی۔ اگر نینا نے فوراً ہی کوئی پروگرام بنالیا تو پھر مشکل پیش آجائے گی' کیونکہ یہ مسئلہ بھی نظر انداز نہیں کیا جاسکتا تھا۔ ہاں اگر اس دوران خود ہی اس کا فون آگیا تو کچھ کہہ سن کر کوئی بات بنالوں گی۔ شام کی ملاقات کا وقت طے کرلوں گی۔

منوچہر خلازی نے پہنچنے میں دیر نہیں لگائی اور پندرہ منٹ کے اندر اندر ہی آگئے۔ ایک ملازم کے ساتھ چوکیدار کو پیغام بھجوادیا کہ سرخ گاڑی میں جو صاحب بھی آئیں انہیں میرے پاس ڈرائنگ روم میں پہنچا دیا جائے۔ چنانچہ ملازم منوچہر خلازی کو لئے ہوئے ڈرائنگ روم میں ہی آگیا۔ میں نے کھڑے ہو کران کا استقبال کیا تھا۔

"اس سے پہلے کہ تم مجھ سے میری خاطر مدارت کے بارے میں پوچھو میں خود ہی کافی کی فرمائش کئے دیتا ہوں۔" وہ بولے۔

"شکریہ مسٹر خلازی۔" میں نے ملازم سے عمدہ قسم کی کافی بنانے کے لئے کہا۔ مسٹر خلازی پاؤں پھیلا کر صوفے پر بیٹھ گئے تھے انہوں نے کہا۔ "دماغ کی چولیں ہل کر رہ گئی ہیں روشنی' بد دل تو نہیں ہو رہیں حالات سے...........؟"

"مجھے حالات کے بارے میں کچھ علم ہے کیا...........؟"

"اوہو میرا مطلب ہے' وہی مسٹر احمد کمال سعدی اور پروفیسر زاغ کا معاملہ۔ یہ بات تو پایۂ تکمیل کو پہنچ چکی ہے کہ زاغ یہیں چھپا ہوا ہے اور اس قیمتی کتاب کا چور ہے کسی انتہائی پُراسرار ذریعے سے اس نے وہ کتاب مجھ سے حاصل کرلی ہے اور اب مکمل بددیانتی پر آمادہ ہے........... لیکن میرا ایک اور بھی نظریہ ہے۔"

"کیا...........؟" میں نے سوال کیا۔

"وہ اس وقت تک یہاں سے نہیں جائے گا۔ جب تک اسے تمہارے والد احمد کمال سعدی کے بارے میں نہیں معلوم ہو جاتا۔ وہ یقینی طور پر یہاں ان کی تلاش کے لئے رکا ہوا ہے۔" میں چونک پڑی اور سنسنی خیز نگاہوں سے منوچہر خلازی کو دیکھنے لگی۔ معاً میرے دماغ میں خیال آیا کہ کیا زاغ میرے والد کی تلاش میں کامیاب ہو جائے گا۔ کیا اس کے ذریعہ میں بھی اپنے باپ کو دیکھ سکوں گی۔ منوچہر نے میرے احساسات سے بے نیاز کہا۔

"اگر تم میرا ساتھ دو بے بی۔ اگر تم میرے ساتھ مکمل تعاون کرو تو میں اسے شکست دے سکتا ہوں۔ تمہاری مدد سے میں اس کا مقابلہ کر سکتا ہوں۔ صرف یہی ایک شکل ہے ورنہ........... ورنہ میرے وسائل کچھ نہیں۔"

"ایک چیز میں آپ کو دکھانا چاہتی ہوں مسٹر منوچہر۔"

"کیا...........؟"

"آپ مجھے چند لمحات کی اجازت دیں۔ ابھی آتی ہوں۔" میں نے کہا اور

ڈرائنگ روم سے باہر نکل آئی۔ احمد کمال سعدی کے کتب خانے میں داخل ہو کر میں نے وہ کتاب اٹھائی جو میرے لئے ناقابلِ فہم تھی اور پھر اسے تصویر کی جگہ سے کھول لیا۔ تصویر کا ایک بار پھر جائزہ لے کر میں کتاب ہاتھ میں لئے ڈرائنگ روم میں داخل ہوئی۔ ملازم کافی لے آیا تھا اور اسے بنا کر منوچہر کے سامنے رکھ رہا تھا۔ وہ باہر نکلا تو میں مسٹر منوچہر کے پاس صوفے پر جا بیٹھی مسٹر خلازی میری طرف متوجہ ہو گئے۔

"یہ تصویر دیکھئے مسٹر خلازی...........؟" میں نے تصویر والا صفحہ ان کے سامنے کردیا اور مسٹر خلازی تصویر بغور دیکھنے لگے۔ پھر ان کے منہ سے سرسراتی ہوئی سی آواز نکلی........... "انطاریہ...........!"

میرے ذہن میں پھر سنسنی دوڑ گئی۔ یہ نام بھی ساعت آشنا تھا۔ ساحل پر جب زاغ اور خلازی ملے تھے تو زاغ نے مجھ سے پوچھا تھا کہ کیا میں انطاریہ کو یا "آمناس" کو جانتی ہوں۔ یقیناً زاغ نے یہی نام لیا تھا........... میں منوچہر سے اس بارے میں پوچھنے کا ارادہ ہی کر رہی تھی کہ اچانک باہر سے ایک دردناک چیخ سنائی دی۔ اتنی بھیانک اتنی دلدوز کہ منوچہر کے ہاتھ سے کتاب چھوٹ کر کافی کے برتن پر گر پڑی۔ برتن الٹ گئے۔ میں اچھل کر کھڑی ہو گئی۔ باہر ملازموں کا شور ابھرا اور اس شور میں وہ چیخیں مسلسل ابھر رہی تھیں۔ ایسا ہی لگ رہا تھا جیسے کسی بھیانک درندے نے کسی انسان کا نرخرہ دانتوں میں دبا لیا ہو اور اس کے حلق سے موت کی آخری چیخیں نکل رہی ہوں۔ میرے اعصاب بُری طرح متاثر ہو گئے تھے........... کون چیخ رہا ہے۔ کیا ہوا ہے۔

منوچہر خلازی بھی کھڑے ہو گئے تھے۔ گری ہوئی کافی کے چھینٹے مسٹر خلازی کے لباس پر بھی پڑے تھے اور شاید کھلے ہوئے ہاتھوں پر بھی۔ کیونکہ وہ دونوں ہاتھ مسل رہے تھے لیکن ان کے اعصاب میری طرح کشیدہ نہیں ہوئے تھے۔ انہوں نے گردن گھما کر مجھے دیکھا' پھر بولے۔

"دیکھو!" یہ لفظ ادا کرکے انہوں نے گری ہوئی کتاب اٹھائی اسے سنبھال کر رکھا اور دروازے کی طرف بڑھ گئے۔ میں نے بھی ہمت کرلی۔ وہ بھیانک چیخیں تو اب نہیں سنائی دے رہی تھیں لیکن ملازموں کا شور اب بھی ابھر رہا تھا۔ منوچہر خلازی نے دروازہ کھول دیا۔ ملازم زیادہ فاصلے پر نہیں تھے۔ چھوٹی راہداری کے آخری سرے پر وہ جمع تھے اور کسی ملازم کو سنبھالے ہوئے تھے۔ مجھے وہ ملازم خون سے رنگا

ہوا نظر آیا تھا۔

"بچ گئیں۔ خدا کا شکر ہے آنکھیں بچ گئیں۔" کسی ملازم کی آواز ابھری۔

میرے منہ سے اب بھی آواز نہیں نکل سکی تھی۔ مسٹر خلازی نے میرا بازو پکڑا اور مجھے سنبھال کر آگے لے گئے۔

"کیا بات ہے۔ کیا ہو گیا؟" مسٹر خلازی نے پوچھا۔

"بلا تھی صاحب۔ کوئی منحوس بلا تھی۔ خدا کی قسم چیل برابر تھا میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔ تھن کالا..........!" فیاض نے کہا۔

"کیا تھا؟" مسٹر خلازی نے پوچھا۔

"شکرا۔ چیل برابر شکرا تھا۔" فیاض نے کہا۔

"گلے پر بھی زخم ہے۔" صمد بابا نے کہا۔ پھر بولے۔ "ارے پہلے اس کی مرہم پٹی کرو۔ زیادہ خون بہہ گیا تو جان کے لالے پڑ جائیں گے۔"

"اسپتال لے چلیں۔" ایک اور ملازم اصغر نے کہا۔

"مر جائے گا وہاں جاتے جاتے۔ یہیں کچھ کرو..........!"

جو ملازم زخمی ہوا تھا اس کا نام زاہد تھا۔ مالی کا کام کرتا تھا۔ اس کے ہاتھ شدید زخمی ہوئے تھے۔ شانے اور گردن پر زخم تھے۔ پوری تفصیل یہ تھی کہ وہ کیاریاں درست کر رہا تھا کہ کالے رنگ کا باز پہلے سامنے کے درخت پر آکر بیٹھا۔ اس نے حلق سے ایک تیز چیخ نکالی پھر غوطہ لگا کر کوٹھی کے گیٹ کی طرف گیا۔ زاہد لکڑی اٹھا کر اسے اندر جانے سے روکنے کے لئے بھاگا۔ شکرا کھلے گیٹ کے اندر گھس چکا تھا لیکن یہاں وہ گھبرا گیا تھا کیونکہ پرواز کی جگہ مختصر تھی۔ زاہد نے لکڑی سے اسے باہر ہانکنا چاہا تو شکرے نے اس پر حملہ کر دیا اور اس کے سر پر زوردار پنجے مارے مگر زاہد کے سر کے گھنے بال تھے اس لئے بچ گیا۔ پھر بھی اس کے سر پر گہری خراشیں آئی تھیں۔ پرندے نے دوبارہ اس پر حملہ آور ہو کر اس کے شانے کو زخمی کر گیا۔ اس کے سینے پر پنجے جما کر اس کی آنکھوں پر حملہ کیا۔ زاہد نے چہرہ ہاتھوں میں چھپا لیا اور بری طرح چیخا۔ اس کی چیخیں سن کر دوسرے ملازم آ گئے' اس کے باوجود پرندے نے چونچ مار کر زاہد کے ہاتھ زخمی کر دیئے دو چار ضربیں گردن پر بھی لگیں۔ پھر ملازموں کے شور سے وہ پرواز کرتا ہوا باہر نکل گیا۔

ملازم کی تسلی بخش مرہم پٹی ہو گئی تو میں منوچہر خلازی کے ساتھ ڈرائنگ روم میں

واپس آ گئی۔

"کیا سمجھیں؟" منوچہر خلازی نے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

"زاغ؟" میں نے رائے ظاہر کی۔

"ہاں' اور یہ صورتِ حال تشویش ناک ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ اس نے مجھے نگاہوں میں رکھا ہوا ہے۔"

"یہ پرندہ آخر کیا بلا ہے؟"

"اس کا کہنا ہے کہ اس نے اسے وسطی امیزون سے پکڑا تھا۔ وہاں کے باشندے اسے شلاشلائی کہتے ہیں اور اسے دیوتاؤں کی علامت سمجھا جاتا ہے۔ اتنے گہرے رنگ کے اور اس سائز کے باز کہیں اور نہیں پائے جاتے۔ اس میں کچھ پُراسرار خوبیاں ہیں ان کے بارے میں اس نے تفصیل نہیں بتائی لیکن وہ اس سے بہت کام لیتا ہے۔ سب سے زیادہ حیران کن بات یہ ہے کہ یہ پرندہ کئی کئی ماہ تک پرواز کر سکتا ہے اور اسے کہیں پاؤں ٹکانے یا آرام کرنے کی ضرورت نہیں پیش آتی۔ یہ دوران پرواز بھی نیند لیتا ہے۔"

"ناممکن!" میں نے بے اختیار کہا۔

"خدا جانے!"

"لیکن اس وقت۔ اس وقت یہ یہاں کیوں آیا تھا؟"

"بھیجا گیا تھا۔"

"کیوں؟" میں نے سوال لیکن اس سوال کا مسٹر خلازی نے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ پھر انہوں نے چونک کر کتاب اٹھائی اور اسے اسی جگہ سے کھول لیا جہاں وہ تصویر تھی۔

"یہ انطاریہ ہے۔"

"کون ہے یہ؟"

"میں نہیں جانتا۔"

"پھر آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ یہ انطاریہ ہے۔"

"یہ بھی اس نے بتایا تھا۔"

"کب۔ کہاں؟"

"ایران میں۔ اس کے پاس ایک اور کتاب بھی تھی جس میں یہ تصویر موجود تھی

مگر دوسری شکل میں۔ اس کے ساتھ قدیم فرعون کی ایک تصویر بھی تھی جس کے بارے میں اس نے بتایا کہ یہ آمناس ہے۔"

"یہ دونوں نام اس نے اس وقت لئے تھے جب آپ لوگ مجھے ساحل پر ملے تھے۔"

"ہاں مجھے یاد ہے۔"

"خلازی صاحب آپ کو یاد ہے اس نے مجھ سے پوچھا تھا کہ کیا میں انطاریہ اور آمناس کو جانتی ہوں۔"

"ہاں۔ پوچھا تھا۔"

"کیوں؟"

"خدا کی قسم میں نہیں جانتا۔ اس کم بخت نے کبھی مجھے زیادہ تفصیلات نہیں بتائیں بس مجھے اپنا آلۂ کار بنائے رکھا۔"

"آپ اس کتاب کو نہیں پڑھ سکتے؟"

"افسوس نہیں، لیکن............ لیکن............"

"جی............ لیکن کیا؟"

"میں ایک ایسی شخصیت سے دوستی رکھتا ہوں جو زاغ سے کسی طرح کم نہیں ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ زاغ مجرمانہ ذہنیت کا حامل ایک چالباز اور شیطان صفت آدمی ہے جبکہ پروفیسر نادر ہاشمی ایک شریف النفس انسان ہیں۔"

"یہ کون ہیں؟"

"ایک عظیم محقق............ انڈونیشیا میں رہتا ہے۔ وہاں اس نے ایک درسگاہ بنائی ہے اور اب اسی میں مصروف ہے۔ کچھ عرصہ پہلے وہ بھی تحقیقی مہمات میں حصہ لیتا تھا لیکن ایک حادثے میں اس کی ایک ٹانگ ضائع ہوگئی۔ اس کے بعد اس نے اپنا یہ مشغلہ ترک کردیا۔ اسے بھی کئی زبانوں پر عبور حاصل ہے۔"

"تو پھر............؟" میں نے سوال کیا اور منوچہر کسی سوچ میں گم ہوگیا۔ پھر اس نے کہا۔

"میں تم سے کچھ کہنا چاہتا ہوں روشن جمال۔"

"جی............ فرمایئے؟"

"اگر تم پسند کرو تو ان الجھے ہوئے رازوں کی عقدہ کشائی کے لئے میرے ساتھ

بھرپور تعاون کرو۔ میں اور تم مل کر زاغ کو شکست دے سکتے ہیں۔ ہم اپنے ساتھ ایسے لوگوں کو شامل کرسکتے ہیں جو ہمارے بہترین مددگار ثابت ہوں گے۔ نادر ہاشمی مجھ سے پورا تعاون کرے گا۔ یوں بھی میں اتنا بے بس نہیں ہوں۔ میرے اپنے ذرائع بھی ہیں۔"

"لیکن نادر ہاشمی تو............"

"جکارتا میں ہے۔"

"پھر؟"

"یہ سب مجھ پر چھوڑ دو۔"

"آپ جو کچھ کرنا چاہتے ہیں مجھے اس کی تفصیل بتایئے۔ میں غور کروں گی۔"

"یقیناً۔" منوچہر نے پُرجوش لہجے میں کہا' پھر بولا۔ "اور تمہیں معلوم ہے کہ زاغ تمہارے باپ کی تلاش میں ہے۔"

"ہاں' یہ علم آپ سے ہوا ہے مجھے۔"

"بے بی............ وہ جو کچھ بھی کررہا ہے۔ اگر مجھے تمہارے تعاون کی امید ہوجائے تو یقین کرو ہم اس پر سبقت حاصل کرلیں گے۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ وہ احمد کمال کو تلاش کرلے اور ہم ان تک پہنچ جائیں۔ تم نے اپنے والد کے سلسلے میں جو پُراسرار داستان سنائی ہے اس کی وجوہات بھی میں تمہیں پیش کرسکوں!"

میرا دل دھڑک اٹھا۔ مسٹر خلازی کے یہ الفاظ میرے لئے بڑے پُرسحر تھے' ان کا مطلب تھا کہ اگر میں ان سے تعاون کروں تو اپنے باپ کو پاسکتی ہوں۔ کچھ عجیب سے احساسات میرے دل میں جاگزیں ہوگئے' کیسی بدنصیب شخصیت ہے میری' کچھ لوگ میرے باپ تک پہنچ جانے کا دعویٰ رکھتے ہیں' لیکن یہ دعویٰ میں خود نہیں کرسکتی اگر وہ یہاں موجود ہیں اور اتنی آزادی رکھتے ہیں کہ دوسرے لوگ ان کی تلاش میں سرگرداں ہوں تو مجھ سے کیوں نہیں ملتے وہ............ آخر کیا وجوہات ہیں جن کی بناء پر انہوں نے مجھے اپنی شفقتوں سے محروم رکھا ہے' مل کر بچھڑ جاتے تو یہ سوچتی کہ کوئی ایسی مجبوری ہوگی جس کی بناء پر وہ مجھ سے دور ہیں لیکن ملازموں کی سنائی ہوئی کہانیاں یہ بتاتی تھیں کہ انہیں کوئی مجبوری نہیں ہے بلکہ نہ جانے کس چکر میں الجھے ہوئے ہیں' ہر چیز کا تعلق اپنی ذات سے ہوتا ہے مسئلہ کچھ بھی ہو دوسروں کو محبتوں سے محروم کردینا کہاں کی انسانیت ہے' ان احساسات نے میری آنکھوں میں نمی پیدا کردی تھی'

لیکن مسٹر خلازی خود کسی خیال میں کھوئے ہوئے تھے اور ان کی توجہ میری جانب نہیں تھی' البتہ ان احساسات نے میرے اندر ہلکی سی چڑ پیدا کر دی۔

مسٹر خلازی نے بدستور پُرجوش لہجے میں کہا۔ "وہ سمجھتا ہے ذہانت اور چالاکی اس پر ختم ہے میں اسے بتانا چاہتا ہوں کہ دوسرے بھی ذہین ہو سکتے ہیں' میں نے بھی اپنی زندگی ویرانوں میں نہیں گزاری' مجھے بھی کچھ کرنا آتا ہے۔"

"مسٹر خلازی آپ نے کہا کہ آپ سے تعاون کر کے میں احمد کمال سعدی تک پہنچ سکتی ہوں؟"

"میں خلوص دل سے تم سے یہ وعدہ کرتا ہوں کہ ہر ممکن ذریعے سے تمہارے والد کی تلاش کروں گا اور اگر میری ان سے ملاقات ہو گئی تو اس مہم کی تکمیل کے لئے میں ان کے ساتھ کو ترجیح دوں گا لیکن اس کے لئے تمہیں مجھ سے پورا پورا تعاون کرنا ہو گا۔"

"میں آپ کو ایک اور خاص بات بتانا چاہتی ہوں مسٹر خلازی' ہو سکتا ہے اس سے آپ کے ذہن کو کوئی اور نشانی مل سکے میں نے یہ کتاب آپ کو اس لئے دکھائی ہے کہ وہ تصویر جس کا نام آپ نے انطاریہ لیا ایک ایسی عورت ہے جسے میں زندہ سلامت دیکھ چکی ہوں۔"

"کیا.........؟" مسٹر خلازی کا منہ حیرت سے کھل گیا۔ وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے مجھے دیکھنے لگے۔

میں نے کہا۔ "جی مسٹر خلازی۔ جس عمارت میں زاغ نے مجھے بھیجا تھا' وہاں داخل ہو کر میں ایک کمرے میں پہنچ گئی۔ عمارت تقریباً خالی تھی میرا راستہ کسی نے نہیں روکا تھا' میں خود ہی وہاں کے مکینوں کو آواز دیتی ہوئی جب ایک سجے سجائے کمرے میں پہنچی تو وہاں پڑے ہوئے پردے کے عقب سے ایک عورت باہر نکل آئی' عجیب وغریب شکل کی عورت تھی وہ اور اس نے جو الفاظ اپنے منہ سے ادا کئے وہ ناقابلِ فہم تھے' وہ نہ اردو تھی نہ انگریزی ایک عجیب سی زبان تھی۔ پہلے اس نے مجھے حیران نگاہوں سے دیکھا اور اس کے بعد طیش میں آ گئی۔ پھر اس نے نہایت شدومد سے مجھ سے باہر نکل جانے کے لئے کہا اور مجھے باہر نکلتے ہی بن پڑی' جانتے ہیں وہ عورت کون تھی.........؟ میں بالکل صحیح الدماغ ہوں مسٹر خلازی' وہ عورت بالکل اس تصویر سے ملتی جلتی تھی جو ایک مصری اہراموں میں دفن ممی کی تصویر ہے' مجھے اپنی

یادداشت پر پورا بھروسہ ہے اور میں ایسی کوئی بات کسی مفروضے کی بناء پر نہیں کہہ سکتی........."

خلازی کا چہرہ بدستور حیرتوں کا مسکن بنا رہا تھا' دیر تک وہ کچھ نہ بول سکا البتہ اس دوران اس نے اپنے خشک ہونٹوں پر کئی بار زبان پھیری تھی۔ پھر اس کی پھنسی پھنسی آواز ابھری۔

"انتہائی دلکش' بے حد دلچسپ۔ میرے خدا' میرے خدا' میں اپنے آپ کو اس سحر سے کیسے آزاد کر سکتا ہوں' نہیں بے بی بالکل نہیں کسی بھی قیمت پر ان حالات کو نظر انداز کر دینا اب میرے بس کی بات نہیں ہے جو کچھ بھی ہو گا دیکھا جائے گا' اب کچھ کرنا ہے' ایک بار پھر میں تم سے عاجزانہ درخواست کرتا ہوں کہ بغیر کسی وسوسے کے مجھ سے تعاون کرو' میرا ساتھ دو' تم اس سلسلے میں ایک اہم کردار رکھتی ہو اور میں سمجھتا ہوں کہ' میں سمجھتا ہوں' میں سمجھتا ہوں........." خلازی جیسے کسی خیال میں ڈوب گیا۔ میں خود بھی خیالات کے سحر سے آزاد نہیں تھی۔ اس پُراسرار زندگی کا کوئی حل تو سامنے آئے' نادانیوں کی عمر تو گزر چکی تھی اور اب سوچنے سمجھنے کا وقت تھا۔ ملازموں کے درمیان زندگی گزارنے والی' ایک محبتوں سے محروم لڑکی کب تک اسی طرح زندگی گزارتی رہے گی۔ دو ہی صورتیں ہیں یا تو اپنے آپ کو اتنا بے حس کر لوں کہ کوئی احساس ہی دل میں باقی نہ رہے' جیسی گزرتی ہے گزر جائے۔ یا پھر حقیقتوں کی کھوج کروں لیکن اس عمر نے یہ احساس بھی دیا کہ جب خلازی زاغ کے ساتھ تھا تو اس نے ایسا ہی اظہار کیا تھا جیسے وہ میری ذات کے لئے سب کچھ کر رہا ہو اور بعد میں اس نے مجھے اس تنہا مکان میں جھونک دیا تھا۔ کیا کہا جا سکتا ہے کہ کون کس ذہنیت کا مالک ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ جو واقعات نگاہوں کے سامنے آ چکے تھے وہ اس بات کی نشاندہی کرتے تھے کہ خلازی اور زاغ کا کردار الگ الگ ہے لیکن خود مسٹر خلازی کیا ارادے رکھتے تھے' یہ ابھی واضح نہیں ہو سکا تھا۔ آنکھیں بند کر کے بھروسہ کر لینا دانشمندی نہیں ہے' تھوڑا سا احتیاط کا دامن ہاتھ میں رکھنا چاہئے......... جذباتی ہونے کی بجائے میں نے سوچ سمجھ کر کام کرنے کا فیصلہ کیا اور مسٹر خلازی سے کہا۔

"مسٹر خلازی میں نے جس انداز میں بھی سہی اپنی زندگی کی صحیح تصویر آپ کے سامنے پیش کر دی ہے' اس بات سے انکار نہیں کروں گی کہ اپنے ماں باپ کے بارے

میں جاننے کا تجسّس اور دلی گہرائیوں میں اترنے والے جذبات مجھے اس بات کے لئے مجبور کرتے ہیں کہ میں آنکھیں بند کر کے ہر اس شے کی جانب دوڑ پڑوں جو ان کی نشاندہی کرتی ہو لیکن اس کے باوجود میں یہ جاننا چاہتی ہوں کہ میں آپ سے کیا تعاون کر سکتی ہوں' میری شخصیت تو بڑی غیر اہم ہے نہ میں کوئی دلیر لڑکی ہوں اور نہ ہی ذہین.......... پھر بھی آپ کے کس کام آ سکتی ہوں؟"

"سب سے اہم بات یہ ہے بے بی کہ تم احمد کمال سعدی کی بیٹی ہو.......... اور زاغ اگر احمد کمال سعدی کے بغیر اپنی اس مہم کا آغاز کر سکتا تو یقیناً وہ کسی کو کوئی اہمیت نہیں دیتا۔ اگر وہ احمد کمال سعدی کی تلاش میں سرگرداں ہے اور یہ جانتا ہے کہ احمد کمال کسی کی قید میں نہیں بلکہ اپنے طور پر کہیں پوشیدہ ہیں تو ان تک پہنچنے کا ذریعہ صرف تم ہو۔ میں نہیں سمجھتا کہ زاغ نے تمہیں یہ آزادی کیوں دے رکھی ہے۔ وہ کون سی وجوہات ہیں جن کی بناء پر وہ اپنی کمینہ صفت شخصیت کو بروئے کار نہیں لا رہا اور تم سے دور ہے۔ بے بی میری اس بات کو خوفزدہ کرنے والے الفاظ نہ تصور کرنا' میں زاغ سے اچھی طرح واقف ہوں اور اب تو مزید واقف ہو گیا ہوں کہ وہ اپنے مقصد کی تکمیل کے لئے ہر کام کر سکتا ہے بالکل اسی طرح جیسے اس نے تمہیں اس پُراسرار مکان میں بھیج کر ایک ایسا تجربہ کر ڈالا تھا جس کے نتائج خود اسے نہیں معلوم تھے اور اس کا ثبوت اس کا وہ بدحواسی سے فرار ہونا ہے جو تمہارے علم میں بھی ہے' ایک ایسا شخص کسی بھی لمحے تمہیں عذاب میں مبتلا کر سکتا ہے تم یقینی طور پر اس پُراسرار راز کی کلید بن سکتی ہو جو ابھی نہ میرے علم میں ہے اور نہ مکمل طور پر زاغ کے علم میں.......... میں بس یہ چاہتا ہوں کہ تم میرے ساتھ ہو جاؤ اور میں تمہارے تحفظ کا ہر وہ بندوبست کر دوں' جو ممکن ہو سکے' اور اگر احمد کمال سعدی تک پہنچنے کی سعادت حاصل ہو جائے ہمیں تو تم اپنے باپ سے یہ کہہ سکو کہ وہ منوچہر خلازی سے تعاون کریں' بس یہ چند چھوٹی موٹی باتیں ہیں جن کا خیال میرے ذہن میں آیا ہے اور میں نے تم سے تعاون کی درخواست کی ہے۔"

"فرض کیجئے اگر میں یہ اقرار کر لوں کہ میں آپ سے ہر ممکن تعاون کروں گی تو فوری طور پر مجھے کیا کرنا ہو گا۔"

"سب سے پہلے مجھ پر مکمل اعتماد اور اس کا اظہار الفاظ میں' اور جب تم اس اعتماد کا اظہار کر دو گی تو پھر ہر وہ عمل کرنا ہو گا تمہیں جو میں تم سے کہوں' کچھ سوچے

سمجھے بغیر' صرف میری خواہش کے مطابق..........؟"

"اوہ۔" میں نے آہستہ سے کہا' یہ الفاظ گہری معنویت رکھتے تھے' اس لحاظ سے فوری فیصلہ واقعی مشکل تھا۔ "میں سوچنے کے لئے وقت چاہتی تھی۔"

"کتنا بے بی..........؟" منوچہر نے بے چینی سے کہا۔

"اس کی اطلاع میں آپ کو فون پر دوں گی۔"

"ٹھیک ہے' میں انتظار کروں گا۔ مگر اس انتباہ کے ساتھ کہ اپنے تحفظ کا خیال رکھنا۔ میں تمہیں تمام نشیب و فراز سے آگاہ کر چکا ہوں۔ اگر تمہیں کوئی نقصان پہنچ گیا تو یوں سمجھ لو کہ وہ میرے لئے بدترین لمحات ہوں گے۔ میں اس حقیقت سے بھی انکار نہیں کرتا کہ صرف تمہارے لئے ہی نہیں میں اپنے طور پر بھی ان تمام حالات سے دلچسپی رکھتا ہوں۔ اچھا اب مجھے اجازت دو۔"

"بہتر ہے مسٹر خلازی.........." میں نے کہا اور مسٹر خلازی اٹھ کھڑے ہوئے۔ انہوں نے کئی بار ایسی نگاہوں سے مجھے دیکھا تھا جیسے میں اپنے اس فیصلے میں کوئی ردوبدل بھی کر سکتی ہوں لیکن میں اپنے ارادے میں ٹھوس تھی۔

سرخ کار میں بیٹھتے ہوئے وہ بولے.......... "خصوصاً شلاشلائی کا خیال رکھنا' ویسے اس کے پنجے زہریلے نہیں ہوتے لیکن تیز اور نقصان پہنچانے والے ضرور ہوتے ہیں۔" مسٹر خلازی نے کار اسٹارٹ کی اور آگے بڑھ گئے۔ میں اپنی جگہ جامد ان کی کار کو نگاہوں سے اوجھل ہوتے ہوئے دیکھتی رہی۔ پھر گہری سانس لے کر واپس پلٹی تو جہانی بیگم اور صمد بابا کو منتظر پایا۔ میری آنکھوں میں سختی ابھر آئی' اب میں ان احمقانہ جذبات کے بھنور سے نکل آئی تھی کہ کون کیا ہے' ذہنی پہنچ اب کافی آگے بڑھ گئی تھی۔ صمد بابا ہاتھ اٹھا کر بولے۔

"تمہیں جو کچھ ہم کہنا چاہتے ہیں وہ تمہیں سننا ہے روشنی بٹیا.........."

"آئیے..........!" میں نے سرد لہجے میں کہا اور پھرتیلے قدموں سے آگے بڑھ کر اپنے کمرے میں پہنچ گئی۔ صمد بابا اور جہانی بیگم میرے پیچھے کمرے میں داخل ہو گئے۔ میں نے بدستور سرد لہجے میں کہا۔ "جی فرمائیے کیا بات ہے؟"

"اصل میں روشنی بٹیا' اب یہاں جو کچھ شروع ہو گیا ہے وہ ہمارے لئے ناقابلِ برداشت ہے' آج جو کچھ ہوا ہے وہ ایک بدترین حادثہ بن سکتا تھا اگر اس بے چارے کی آنکھیں اس پرندے کی زد میں آ جاتیں.......... تم خود بتاؤ ایسے حالات میں یہاں

نوکری کرنے والے کس طرح گزارہ کرسکتے ہیں؟"

"ہوں' تو آپ یہ نوکری چھوڑ رہے ہیں.........."

"ہاں- جب ہمیں یہ احساس دلایا گیا کہ یہ صرف نوکری ہے تو ہم یہ نوکری نہیں کرسکتے........."

"مجھے اس سلسلے میں کیا کرنا چاہئے صد بابا! جہانی بیگم آپ بھی صد بابا کی ہم آوا ہیں؟"

"ہاں-" جہانی بیگم نے کسی قدر خشک لہجے میں کہا۔

"ٹھیک ہے آپ لوگ جو بھی فیصلہ کریں' مجھے اس کی اطلاع دے دیجئے۔ کب جارہے ہیں آپ لوگ اور کون کون جارہا ہے یہاں سے..........؟" میں نے اس قدر سرد لہجے میں کہا کہ وہ دونوں بھونچکے رہ گئے۔ چند لمحات خاموشی رہی پھر جہانی بیگم نے کہا۔ "تم نے جس طرح آنکھیں بدل لی ہیں روشنی بٹیا' ہم خواب وخیال میں بھی اس کی توقع نہیں کرسکتے تھے۔"

"دیکھئے جہانی بیگم جو احمقانہ باتیں اس سے پہلے ہوچکی ہیں میں انہیں دہرانا نہیں چاہتی' مجھے آپ سے' صد بابا یا یہاں موجود کسی بھی شخص سے کوئی شکایت نہیں ہے۔ اصل شکایت مجھے صرف اپنے والدین سے ہے۔ آپ لوگ ہمارے قدیم ملازم ہیں۔ صرف ملازم' اور اگر کوئی ملازم نوکری چھوڑ کر جانا چاہے تو اسے زبردستی نہیں روکا جاسکتا' آپ نے آج تک جو کچھ کیا ہے یقینی طور پر میرے ڈیڈی سے اس کا معاوضہ وصول کیا ہوگا.......... اور اگر ایسا کوئی مسئلہ ہے تو مجھے بتایئے میں آپ کو وہ تمام ادائیگیاں کرنے کے لئے تیار ہوں جو نہیں ہوسکی ہیں' جہاں تک رہا ان معاملات کا تعلق تو اب یہ صرف میری ذات سے متعلق ہے اور میں آپ لوگوں کو اس میں شریک نہیں کرسکتی۔ میں نے جو کچھ شروع کیا ہے وہ اپنی زندگی کا راز جاننے کے لئے بے حد ضروری ہے' آپ نے جو کچھ کہا ہے اس پر کسی بھی لمحے آپ عمل کرسکتے ہیں مجھے یہ بتایئے میں اس سلسلے میں آپ کی کیا مدد کروں؟"

"اصل میں سعدی صاحب کی غیر موجودگی میں یہ گھر چھوڑتے ہوئے ہمیں دلی افسوس ہوگا' کیونکہ ان کے ہم پر احسانات بہت ہیں' بے شک وہ ہمارے مالک رہے ہیں' لیکن انہوں نے کبھی ہمیں ملازم ہونے کا احساس نہیں دلایا۔"

"یہ ان کا فعل ہے۔ میں کوئی کہانی نہیں سننا چاہتی۔"

"ہم یہی چاہتے ہیں کہ اب کی بار جب وہ آجائیں تو ہم اس ملازمت کے لئے ان سے معذرت کرلیں۔"

"تو اس وقت مجھ سے یہ بات کہنا کیا معنی رکھتا ہے؟"

"ہم یہ بھی نہیں پسند کریں گے روشنی بٹیا کہ ہمارے فرائض میں کوئی کوتاہی ہو اور تمہیں کوئی نقصان پہنچ جائے۔" صد بابا بولے۔

"آپ کی پسند یا ناپسند میرے اوپر کس انداز میں مسلط ہوسکتی ہے صد بابا......؟"

"تمہیں اپنے ان معمولات سے گریز کرنا ہوگا؟"

"تو پھر آپ ایک بات سن لیجئے جہانی بیگم آپ بھی اور باقی تمام لوگوں کو بھی اس بارے میں اطلاع دے دیجئے کہ اگر کسی نے کسی بھی وقت میرے سامنے کھڑے ہوکر میرے معمولات میں دخل انداز ہونے کی کوشش کی یا اس پر نکتہ چینی کی تو اسے میرے ہاتھوں جسمانی نقصان بھی پہنچ سکتا ہے' میں اس سلسلے میں اب کسی کو کوئی رعایت دینے کے لئے تیار نہیں ہوں۔ آپ دونوں میری بات کو اچھی طرح سمجھ گئے ہوں گے.........." جہانی بیگم نے تو منہ ٹیڑھا کرکے رخ تبدیل کرلیا تھا' لیکن صد بابا حیران نگاہوں سے مجھے دیکھتے رہے تھے۔ پھر انہوں نے جہانی بیگم سے کہا۔

"ٹھیک ہے جہانی بیگم۔ بعض اوقات حق نمک اس طرح بھی ادا کرنا پڑتا ہے۔ اب ہمیں جو وقت گزارنا ہے صرف ڈیوٹی سمجھ کر گزارنا ہے۔" یہ کہہ کر وہ دونوں باہر نکل گئے۔ مجھے ان کے ساتھ یہ سلوک کرکے کوئی افسوس نہیں ہوا تھا۔ بظاہر پرسکون تھی۔ کھاتی پیتی تھی۔ پہنتی اوڑھتی تھی۔ خوش وخرم بھی نظر آتی تھی لیکن رشتوں سے محرومی اور ماں باپ کی بے اعتنائی کا جو گھاؤ اندر سڑ رہا تھا اس کی تکلیف نے دیوانہ کررکھا تھا۔ اتنا حقیر سمجھتی تھی خود کو کہ ساری دنیا سے انتقام لینے کو جی چاہتا تھا۔ دنیا کے دوسرے رشتے دھوکا دے جاتے ہیں لیکن ماں باپ اولاد کو اس طرح نظرانداز کردیں.......... ایسا شاید ہی ہوتا ہو۔

☆------☆------☆

پتہ نہیں آج دن کا آغاز کس کی شکل دیکھ کر ہوا تھا۔ زبردست ہنگامے رہے تھے۔ نینا سے رابطہ بھی نہیں کرسکی تھی۔ اس نے بھی فون نہیں کیا تھا۔ ایک لمحے کے لئے سوچا کہ نینا کو فون کروں لیکن مسٹر خلازی ذہن میں آگئے۔ میرے لئے وہ جو نکر

چھوڑ گئے تھے اس پر غور کر کے فیصلہ کرنا تھا۔ انطاریہ کون ہے۔ آمتاس کون ہے۔ مجھے ان باتوں سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ اگر کچھ تھوڑا بہت احساس تھا تو اپنے والد کے حوالے سے کیونکہ انہیں مصریات سے دلچسپی تھی بلکہ مسٹر خلازی کے انکشاف کے مطابق اور ان کی کتاب کا جائزہ لے کر یہ پتہ چلا تھا کہ وہ اپنی زندگی کا بیشتر حصہ تحقیق مصر پر گزار چکے تھے۔ کیا کرنا چاہئے مجھے۔ مسٹر خلازی مجھ سے تعاون کچھ اس شکل میں کرنا چاہتے تھے کہ میں ان کی محکوم ہو جاؤں۔ جو حکم وہ دیں اس پر بلا چوں چرا عمل کروں۔ ناممکن ہے۔ یہ تو قطعی ناممکن ہے بھلا کیوں کروں ایسا۔ البتہ ایک کشش ضرور تھی اس بات میں کہ اس طرح میرے والد شاید مجھے نظر آجائیں لیکن یہ صرف ایک امکان تھا۔ یقینی بات تو نہیں تھی۔

زاہد کو دیکھنے اس کے کوارٹر چلی گئی۔ بے چارے کا خون کافی بہہ گیا تھا۔ چہرہ سفید ہو رہا تھا۔ میں نے اس سے ہمدردی کا اظہار کیا اور اسے کافی رقم علاج اور کھانے پینے کے لئے دی۔ اس کے علاوہ اور کیا کر سکتی تھی..........!

رات کو آٹھ بجے نینا کا فون آگیا۔ "ہیلو.......... مس روشنی سے بات کرنا چاہتی ہوں۔"

"ہیلو نینا۔"

"نام سے پکار کر دل کو تسلی دی ہے ورنہ یقین کرو دل ٹوٹ گیا تھا.......... پورا دن انتظار کرتے گزر گیا کہ شاید فون کرلو..........!"

"میں نے ٹوٹا ہوا دل آج تک نہیں دیکھا نینا۔ دل کے دوسرے امراض تو بے شک حقیقت ہوتے ہیں لیکن یہ ٹوٹ کیسے جاتا ہے؟"

"آکر دیکھ لو میں نے سارے ٹکڑے ایک پلیٹ میں چن کر رکھ لئے ہیں تمہیں دکھانے کے لئے۔" نینا نے جواب دیا اور میں ہنس پڑی۔

"اس وقت بلا رہی ہو۔ رات کے آٹھ بج رہے ہیں۔"

"کیا کر رہی ہو؟"

"کچھ نہیں۔"

"اچھا کل کا کیا پروگرام ہے؟"

"کچھ نہیں۔"

"ویری گڈ.......... میں کل گیارہ بجے آؤں گی۔"

"وعدہ؟"

"بالکل!"

"میں انتظار کروں گی.........."

"خدا حافظ..........!" نینا نے کہا اور میں نے فون بند کر دیا۔ دن کے واقعات، ملازم کا زخمی ہونا۔ خلازی کے انکشافات نے طبیعت بوجھل کر دی تھی۔ ادھر میرے ملازموں کے پھولے ہوئے منہ.......... کچھ ایسا تکدر طاری تھا طبیعت پر کہ کھانا بھی نہیں کھایا گیا۔ میں نے ہلکا پھلکا کھانا کھا کر تھوڑی سی چہل قدمی کی اور پھر بیڈ روم میں آگئی۔ پورا وجود تھکا تھکا سا لگ رہا تھا۔ مسٹر خلازی نے کچھ خدشات کا اظہار بھی کیا تھا کہ ہو سکتا ہے زاغ مجھ سے کچھ مفادات حاصل کرنے کے لئے مجھ پر قابو پانے کی کوشش کرے لیکن میری نگاہ میں ان خدشات کی کوئی اہمیت نہیں تھی۔ گزرے واقعات، ان واقعات سے متعلق شخصیات، وہ کالا باز جو ایک عجوبہ تھا، انہی چیزوں کے بارے میں سوچتی رہی اسی وقت فون کی گھنٹی بجی اور میں اچھل پڑی۔ ہلکی سی ناگواری کا احساس ہوا تھا لیکن ریسیور اٹھا لیا۔

"ہیلو.........."

"یقیناً تم سوئی نہیں ہو گی بے بی!" آواز مسٹر خلازی کی تھی۔

"جی۔ فرمائیے۔"

"ایک دلچسپ اطلاع تھی، تمہیں دینے سے باز نہ رہ سکا۔"

"جی!"

"وہ مکان جہاں تمہیں بھیجا گیا تھا طویل عرصہ سے خالی پڑا ہے۔ ایک اسٹیٹ بروکر کی تحویل میں ہے اور اس کا کہنا ہے کہ اس کے مالکان اسے بیچنا چاہتے ہیں۔ اس کی فروخت کے لئے اشتہارات بھی دیئے جا چکے ہیں۔ ایک بات بتاؤں بے بی۔" منوچہر خلازی نے کہا۔ مگر میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ مکان نگاہوں میں گھومنے لگا تھا.......... "ہیلو.........." مسٹر خلازی کی آواز ابھری۔

"جی.......... جی مسٹر خلازی۔"

"کیا اس میں کوئی ڈیکوریشن تھی۔"

"جی ہاں.......... مکمل!"

"لیکن میں نے خود اندر داخل ہو کر اسے دیکھا ہے۔ اس میں موٹی موٹی گرد کی

تمہیں جمی ہوئی ہیں اور وہ بالکل ویران پڑا ہوا ہے۔"

"آپ یقیناً کسی اور مکان میں جا گھسے ہوں گے۔" میں نے بے یقینی سے کہا۔

"بالکل نہیں۔ تمہارے انکشاف نے مجھے شدید حیران کر دیا تھا۔ اس کے بعد سے شام تک میں اس مکان کی کھوج میں مصروف رہا ہوں۔"

"تعجب ہے۔"

"ہاں ہے تو تعجب کی بات' لیکن.......... خیر چھوڑو.......... یہ بتاؤ کہ تمہارے پاس تمہارے والد کی کوئی تصویر ہے۔"

"ہاں ہے۔"

"مجھے دکھانا پسند کرو گی؟"

"یہ تصویر ایک بڑے سے فریم میں' ان کی خواب گاہ اور اسی میں بنے ہوئے کتب خانے میں آویزاں ہے۔ الگ سے میرے پاس کوئی تصویر نہیں ہے.........."

"اوہ۔ اور والدہ کی تصویر..........؟"

"نہیں مسٹر خلازی.........."

"بے بی' میں تمہارے والد کی تصویر دیکھنا چاہتا ہوں۔ کیا تم مجھے ان کے کتب خانے میں لے جانا پسند کرو گی۔"

"اس کا جواب میں آپ کو اس وقت دوں گی مسٹر خلازی جب میں آپ کے ساتھ تعاون کا فیصلہ کروں گی۔"

"تم اس سلسلے میں بے جا پس و پیش کر رہی ہو۔ حالانکہ ان حالات میں ہمیں ایک لمحہ ضائع کئے بغیر کام شروع کر دینا چاہئے۔ تمہیں دشمن کے بارے میں اندازہ ہے کہ وہ.........."

"مسٹر خلازی.......... اپنے بارے میں فیصلہ کرنے کا حق مجھے ہے یا آپ کو؟" میں نے درشتگی سے کہا۔

"سو فیصد تمہیں ہے لیکن..........!"

"اس کے بعد لیکن کی کیا گنجائش ہے۔"

"تو پھر سیدھی سی بات کہو۔"

"کیا؟"

"یہی کہ تم مجھ سے تعاون نہیں کرنا چاہتیں۔"

"شاید ایسا بھی ہو۔" میں نے کہا اور دوسری طرف خاموشی چھا گئی۔ نہ جانے مسٹر خلازی کیا سوچنے لگے تھے۔ پھر انہوں نے کہا۔

"اس کی وجہ جان سکتا ہوں۔"

"کوئی وجہ نہیں ہے۔"

"کمال ہے۔ تم.......... تم.......... خیر.......... کوئی بات نہیں۔ میں اتنا ضرور کہوں گا کہ تم.......... تم بھی نارمل نہیں ہو۔ ورنہ.......... میری خدمات بے لوث تھیں۔ کم از کم تمہارے تحفظ کی حد تک۔ اپنی دلچسپیوں سے میں انکار نہیں کروں گا لیکن.......... لیکن اس میں تمہارا مفاد مجھ سے زیادہ ہے' ہو سکتا ہے تم اس وقت غور نہ کر پا رہی ہو' لیکن آنے والا وقت تمہیں بتائے گا کہ درحقیقت تمہیں مجھ جیسے ایک ہمدرد کی ضرورت تھی.........."

"مسٹر خلازی' میں نے آپ سے تعاون کا انکار یا اقرار نہیں کیا اور ابھی میری آپ کی ملاقات کو چند گھنٹے سے زیادہ کا وقت نہیں گزرا۔ میں تو فیصلہ بھی نہیں کر پائی کہ آخر یہ سب ہو کیا رہا ہے۔ آپ نے مجھ سے درشت لہجہ اختیار کر لیا' میں اس کی متحمل نہیں ہو سکتی میں ابھی انتظار کرنا چاہتی ہوں اپنے طور پر حالات سے واقف ہونا چاہتی ہوں' آپ اگر انتظار کر سکتے ہیں تو ٹھیک ہے ورنہ مجھے اس تعاون سے منکر سمجھئے۔"

"اوہ نہیں۔ یوں لگتا ہے جیسے تم ایک تیز مزاج لڑکی ہو۔ نریما بھی بہت درشت مزاج کی مالک ہے' اچھا ٹھیک ہے میرا تم سے رابطہ رہے گا خدا حافظ۔"

دوسری طرف سے فون رکھے جانے کے بعد میں نے بھی ریسیور رکھ دیا طبیعت میں جھلاہٹ سی پیدا ہو گئی تھی۔ بے آسرا' بے سہارا ہونے کی وجہ سے ہر شخص اپنی برتری قائم کرنا چاہتا ہے' انہیں دیکھو جو صرف چند پیسوں کے ملازم ہیں اور اپنی ضروریات پوری کرنے کے لئے جھوٹی محبتوں کے دعوے کرتے رہے ہیں۔ اب اوقات کا اعلان کر دیا تو تلملا رہے ہیں۔ جہانی بیگم کڑکتی بجلیوں کے دوران اپنے بچوں کو بازوؤں میں سمیٹے اظہار کر رہی ہیں کہ چند نوٹوں کے عوض انہوں نے اپنی ممتا نیلام کر دی ہے۔ صمد بابا الگ گردن پر پاؤں رکھے رہنا چاہتے ہیں اور اب یہ منوچہر خلازی۔ قصور کس کا ہے' انہی کا نا جو مجھے اس دنیا میں لا کر اپنے مفادات میں گم ہو گئے۔ اینٹوں اور مٹی کا یہ پنجرہ بنوا کر' اسے دنیاوی ضرورتوں سے سجا کر' انہوں نے اپنی شفقت اور

ماتا کی تکمیل کردی اور بس..........

غم وغصے کے عالم میں ہی نیند آ گئی۔ دوسری صبح جاگی تو طبیعت پر سخت تکدر چھایا ہوا تھا۔ ہر چیز بری لگ رہی تھی چائے کی ایک پیالی نے ناشتہ مکمل کردیا البتہ نینا یاد آئی تو تھوڑی سی طبیعت میں فرحت پیدا ہوگئی۔ ٹیلیفون پر اس سے جو گفتگو ہوئی تھی وہ دلچسپ تھی‘ گیارہ بجنے میں ایک منٹ باقی تھا تو کوٹھی کے گیٹ پر جا کھڑی ہوئی۔ نینا نے بھی بہت زیادہ اصول پسندی کا ثبوت دیا تھا کیونکہ میں نے سامنے سے آنے والی سڑک پر ان لوگوں کی کار رینگتے دیکھ لی تھی۔ کچھ دیر کے بعد وہ قریب آ کھڑی ہوئی۔ نینا دروازہ کھول کر نیچے آ گئی۔ اسٹیئرنگ پر خالد شیخ موجود تھا.......... میں نے آگے بڑھ کر اس کا استقبال کیا اور پھر خالد سے بھی اندر آنے کے لئے کہا تو بولا۔ "جی نہیں طفیلی بن کر تو ہم اس دنیا سے بھی نہیں جائیں گے۔ براہ راست ہمیں بلایا جائے گا تب آئیں گے.........."

"ارے نہیں آپ غیر تو نہیں ہیں‘ آیئے نا.........."

"نہیں واقعی میں اس سلسلے میں سخت جذباتی ہوں اس وقت تو کبھی نہیں آؤں گا.........."

"کہیں جا رہے ہیں..........؟"

"جی ہاں.........."

"تو پھر دوپہر کا کھانا آپ میرے ساتھ کھایئے ورنہ نینا واپس نہیں ملیں گی۔"

خالد شیخ نے کالا چشمہ ناک تک سرکا کر مجھے دیکھا پھر تشویش سے بولا۔

"یہ تو مشکل ہوگئی آنا پڑے گا۔ ایک بجے تک پہنچ جاؤں گا۔" اس نے کار آگے بڑھا دی اور میں نینا کو لے کر کوٹھی کے اندر آ گئی۔ اس کے آجانے سے طبیعت کچھ اور بشاش ہوگئی۔ پوری کوٹھی گھمائی اسے بس ڈیڈی کی خواب گاہ رہنے دی تھی کیونکہ وہاں جانے کے بعد جذباتیت طاری ہوجاتی اور مجھے اپنے جھوٹ میں نہ جانے کیا کیا اضافے کرنے پڑتے..........

نینا سے دنیا جہاں کی باتیں ہوئیں۔ ممی اور ڈیڈی کی وہی مفروضہ کہانی سامنے رکھی گئی۔ نینا نے اپنے بارے میں مختصراً بتایا اور اتنا دل خوش ہوا اس کے آنے سے کہ بس بیان سے باہر تھا۔ یہ پہلے بہن بھائی تھے جو صحیح معنوں میں میرے دوست بنے تھے۔ دوپہر کو خالد آ گئے فطرت میں شوخی‘ گفتگو میں مزاح۔ دل کھول کر قہقہے لگائے

شام کی چائے کے بعد خالد شیخ نے اجازت مانگی تو میں ایک دم بجھ گئی۔

"ابھی تو دل ہی نہیں بھرا‘ جلدی ہے کچھ۔"

"جانا ضروری ہے‘ کل آپ آجایئے گا؟"

"ٹھیک ہے‘ ضرور آؤں گی اور پھر دیکھ لیجئے واپس نہیں آؤں گی۔"

"خدا کرے ایسا ہو۔" خالد نے عجیب سے لہجے میں کہا اور نینا شرارت سے ہنس پڑی۔ میں نے بھی اس ہنسی کا ساتھ دیا تھا۔ مجھے اس کی وجہ کا اندازہ نہیں ہو سکا تھا۔ میں ان دونوں کو چھوڑ کر اندر آ گئی۔ واقعی جی اداس ہوگیا تھا۔ کیسا اچھا دن گزرا ہے پتہ ہی نہیں چل سکا۔ نینا بھی خوش مزاج ہے اور خالد تو قیامت ہے۔ بات سے بات نکالنے والا۔ اس کی ہنسی کتنی خوبصورت ہے ہر لحاظ سے آئیڈیل۔

بعد کے لمحات بڑے افسردہ گزرے۔ رات ہوگئی۔ دوپہر کے کھانے میں بڑا اہتمام تھا اور پھر ان لوگوں کے ساتھ کھایا بھی خوب گیا تھا اس لئے رات کو صرف دودھ کا ایک گلاس پی کر سو گئی۔

نہ جانے رات کا کون سا پہر تھا۔ گہری نیند سو رہی تھی کہ کسی نے بری طرح جھنجھوڑ دیا۔ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھا جہانی بیگم تھیں‘ ان کے پیچھے صمد بابا تھے۔ پھر فیاض اور دوسرے کچھ اور نوکر بھی اندر گھس آئے۔ انہوں نے دروازہ بند کرلیا۔ جہانی بیگم نے مجھے اپنے بازوؤں میں دبوچ لیا۔ ان کا بدن پسینے سے تر ہو رہا تھا۔ بیدِ لرزاں بنی ہوئی تھیں وہ.......... میں متوحش ہوگئی کیا ہوگیا ان سب کو.......... آخر کیا ہوگیا۔

"کیا ہے۔ کیا بات ہے..........؟ چھوڑیئے مجھے جہانی بیگم۔ آخر کیا ہوگیا ہے آپ سب کو.......... میں پوچھتی ہوں.......... کیا بات ہے..........؟"

"ہو.......... آ.......... ہو ہو.........." جہانی بیگم خوف کے مارے بولنے میں ناکام رہیں۔ ان سے زیادہ حیران کن عمل صمد بابا نے ظاہر کیا۔ انہوں نے لپک کر جہانی بیگم کا منہ بھینچ لیا اور آواز دبا کر فیاض سے بولے۔

"نائٹ بلب‘ نائٹ بلب بجھا دو.........." فیاض نے ان کی ہدایت پر عمل کیا اور مدہم روشنی والا بلب بھی بجھا دیا۔ کمرے میں گھپ اندھیرا پھیل گیا تھا۔

میں نے دھکے دے کر انہیں اپنے قریب سے ہٹایا۔ گھپ اندھیرے میں کچھ نظر نہیں آ رہا تھا۔ "روشنی کرو.......... میں کہتی ہوں روشنی کرو..........!" میں نے

غرا کر کہا۔

"خدا کے لئے روشنی بٹیا' خدا کے لئے............!" صمد بابا گڑگڑائے۔

"پاگل ہوگئے ہو تم سب دیوانے ہوگئے ہو کیا۔" میں بستر سے نیچے اتر آئی۔ سوئچ بورڈ کی طرف بڑھنا چاہتی تھی کہ صمد بابا نے میرا بازو مضبوطی سے پکڑ لیا۔

"نہیں روشنی بٹیا' لائٹ جلانا خطرناک ہوگا۔"

"میرا بازو چھوڑیئے صمد بابا۔" میں نے غصے سے کہا۔

"اس وقت وہ زیادہ مناسب ہے جو ہم سوچ رہے ہیں۔ ضد نہ کرو۔" صمد بابا سرد لہجے میں بولے۔

"آپ میرا بازو چھوڑ دیجئے............ ورنہ............ ورنہ............!"

"اگر خاموش نہ ہوئیں تو منہ بھی بند کردوں گا۔ اس لئے خاموش ہوجاؤ۔"

صمد بابا نے اسی انداز میں کہا اور میں جنون کے عالم میں بازو کو زور زور سے جھٹکے دینے لگی مگر بازو صمد بابا نے ہاتھ سے نہیں چھوڑا تھا۔ وہ آہستہ سے بولے۔ "اتنا کمزور ہوتا تو کمال صاحب مجھے تمہارا محافظ مقرر نہ کرتے۔" مجھے بھی حیرت ہوئی تھی۔ صمد بابا بوڑھے اور مجہول سے آدمی تھے مگر اس وقت ان کی گرفت بہت مضبوط تھی۔

"کوٹھی میں چور گھس آئے ہیں بٹیا۔ باہر خطرہ ہے۔" جہانی بیگم نے اس دوران خود کو سنبھال لیا تھا۔

"چور............!" میں خوفزدہ ہوگئی اور میری جدوجہد سرد پڑ گئی مگر صمد بابا پر شدید غصہ آرہا تھا۔ میں نے کہا۔ "چور گھس آئے ہیں اور آپ لوگ کوٹھی ان کے حوالے کرکے میرے کمرے میں آچھپے ہیں۔"

"وہ آتشیں ہتھیاروں سے مسلح ہوسکتے ہیں۔ بھلا ہتھیاروں کے سامنے کوئی کیا کرسکتا ہے۔"

"پولیس کو اطلاع دیجئے!"

"یہ بھی ابھی ممکن نہیں ہے۔ براہ کرم خاموش رہو۔"

"سوچ لیجئے صمد بابا۔ آپ نے۔ آپ نے اچھا نہیں کیا ہے۔" میں لرزتی آواز میں بولی۔

"صبح کو جتنے جوتے مارنا چاہو مار لینا بیٹی۔ سر جھکا کر بیٹھ جاؤں گا مگر اس وقت وہی کرو جو میں کہہ رہا ہوں۔ ہمیں تمہاری حفاظت کی ذمے داری سونپی گئی ہے کوٹھی کی

نہیں' تم ہمارے لئے کوٹھی کی ہر شے سے زیادہ قیمتی ہو اس لئے ہم سب کچھ چھوڑ کر تمہاری حفاظت کے لئے یہاں گھسے ہوئے ہیں۔"

"میری حفاظت کے لئے۔" میں نے تلخ لہجے میں کہا۔

"میرے بچے اس وقت میرے پاس نہیں ہیں روشنی بٹیا۔ میں نے انہیں بے یارومددگار چھوڑ دیا ہے۔" جہانی بیگم رندھی ہوئی آواز میں بولیں۔

"جہانی بیگم۔ ساری کہانیاں اسی وقت دہراؤ گی۔ خدا کے لئے خاموش ہوجاؤ۔ آواز پر وہ لوگ اس طرف متوجہ ہوسکتے ہیں۔" صمد بابا نے سرگوشی میں کہا اور کمرے میں ہولناک سناٹا چھا گیا۔ میں نے باہر کی آواز پر کان لگا دیئے۔ پھر ایک کراہ سنائی دی۔ دروازہ زور سے بند ہونے کی آواز۔ پھر کچھ عجیب سی دھڑ دھڑاہٹیں۔ میرا دل دھک دھک کرتا رہا۔ پھر باہر سناٹا چھا گیا۔ کمرے میں سب کی تیز تیز سانسیں سنائی دے رہی تھیں۔

"شاید وہ چلے گئے۔" ایک ملازم بولا۔

"ہوسکتا ہے کوٹھی کے دوسرے کمروں کی تلاشی لے رہے ہوں۔"

"باہر نکلیں؟" فیاض نے پوچھا۔

"موجود ہوئے تو؟"

"گولی ماردیں گے۔" جہانی بیگم نے کہا۔ ایک بار پھر خاموشی طاری ہوگئی۔ مجھے یہ سب کچھ بے حد عجیب لگ رہا تھا۔ گھر میں ڈاکہ پڑ رہا تھا اور ہم سب اطمینان سے کمرے میں بند تھے۔ کوئی مدافعت نہیں کی جارہی تھی ڈاکوؤں کو کھلی آزادی دے دی گئی تھی۔

"اب کب تک میرے کمرے کو پناہ گاہ بنائے رکھا جائے گا۔"

"ابھی باہر نکلنے کا خطرہ مول نہیں لیا جاسکتا۔" صمد بابا بولے۔ مجھے پھر غصہ آنے لگا لیکن اب میں خاموش ہی رہی۔ اس کے بعد میں بستر پر دراز ہوگئی۔ باہر مکمل سناٹا تھا۔ دماغ دُکھ رہا تھا کچی نیند سے جاگی تھی سر میں شدید درد ہورہا تھا۔ ان سب کی موجودگی میں نیند کی بھلا کیا گنجائش تھی۔ آنکھیں بند کئے رہی۔ یہاں تک کہ صبح ہوگئی۔ پھر انہوں نے ہمت کی۔ صمد بابا ہی دروازہ کھول کر باہر نکلے تھے۔ ان کے پیچھے ایک ایک کرکے سب باہر نکل گئے۔ میں متجسس تھی اس لئے ان لوگوں کے ساتھ خود بھی باہر نکل آئی۔ دیکھنا چاہتی تھی کہ ڈاکوؤں نے کوٹھی کا کس طرح صفایا کیا ہے۔

صمد بابا سیدھے میرے والد کے کمرے کی طرف بڑھے تھے۔ باقی لوگ بھی ان کے پیچھے تھے۔ دروازے پر رک کر انہوں نے جہانی بیگم سے کہا۔

"آپ میرے ساتھ آجائیے جہانی بیگم۔ دوسرے لوگ یہاں رکیں۔" جہانی بیگم ہچکچاتی ہوئی اندر داخل ہوگئیں۔ صمد بابا شاید دروازہ بند کرنا چاہتے تھے لیکن میں دوسروں کو دھکیلتی ہوئی خود بھی اندر داخل ہوگئی۔

"دروازہ کیوں بند کررہے تھے آپ۔ آپ جانتے تھے کہ میں بھی پیچھے آرہی ہوں۔" میں نے غرا کر کہا۔

"وہ.......... روشنی بٹیا۔ میں نے آپ کے لئے تو دروازہ بند نہیں کیا تھا۔" صمد بابا بولے۔

"باہر نکل جائیے۔ آپ دونوں باہر نکل جائیے۔ گیٹ آؤٹ۔ میں کہتی ہوں.........."

"آؤ جہانی بیگم..........!" صمد بابا نے گردن جھکا کر کہا اور جہانی بیگم کا ہاتھ پکڑ کر باہر نکل گئے۔ میں نے زوردار آواز کے ساتھ دروازہ بند کردیا تھا۔ پھر میں نے کمرے کا جائزہ لیا۔ پورے کمرے میں ابتری پھیلی ہوئی تھی۔ کتابیں الماریوں سے نیچے گری پڑی تھیں ڈیکوریشن پیس الٹے پڑے ہوئے تھے۔ میزوں کی درازیں باہر نکلی ہوئی تھیں۔ یہ سب کچھ جو بھی تھا اپنی جگہ لیکن جس چیز نے مجھے شدید ذہنی جھٹکا پہنچایا وہ میرے والد کی تصویر کی گمشدگی تھی۔ وہ تصویر وہاں موجود نہیں تھی جو میرے لئے بہت بڑا سہارا تھی۔ جسے دیکھ کر میں شکوے کرلیتی تھی۔ روتی تھی۔ جو درحقیقت میرے لئے باپ کا درجہ رکھتی تھی۔ کیونکہ اس سے زیادہ میں نے کچھ نہیں دیکھا تھا۔ میری آنکھیں ڈبڈبا گئیں۔ دیر تک سکتے کے عالم میں کھڑی رہی۔ شدید رنج ہوا تھا۔ پھر میں نے آنکھیں خشک کیں اور پورے کمرے کا جائزہ لیا۔ نہ جانے یہاں سے کیا چرایا تھا تصویر کے علاوہ۔ اچانک میری نگاہ فرش پر پڑی۔ عین اس جگہ جہاں تصویر لگی ہوئی تھی قالین پر خون کے بڑے بڑے دھبے نظر آرہے تھے۔ میں نے جھک کر انہیں دیکھا اور میرے حلق سے چیخ نکل گئی۔ باہر سے دروازہ پیٹا جانے لگا۔ غالباً چیخ باہر سن لی گئی تھی۔ میں نے خود کو سنبھالا اور پھر دروازہ کھول دیا۔

"کیا بات ہے.......... کیا بات ہے روشنی بٹیا۔" صمد بابا نے بے قراری سے پوچھا۔ میں نے خود کو سنبھالا اور دروازہ باہر سے بند کردیا۔ پھر سرد لہجے میں بولی۔

"اندر کوئی نہ جائے!"

"تم چیخی تھیں روشنی بٹیا؟" جہانی بیگم بولیں۔

"پولیس کو فون کیا؟" میں نے غرا کر کہا۔

"فون لائن کاٹ دی گئی ہے۔" صمد بابا بولے۔

"کمرے میں کوئی بھی قدم نہ رکھے جب تک پولیس نہ آجائے..........!" میں نے کہا اور آگے بڑھ گئی۔ سب پیچھے کھڑے رہ گئے تھے میں کمرے میں داخل ہوگئی اور سیدھی فون کے قریب پہنچ گئی۔ ریسیور اٹھا کر دیکھا۔ فون واقعی ڈیڈ تھا۔ میں نے ریسیور کریڈل پر پٹخ دیا۔ کوئی بات سمجھ میں نہیں آرہی تھی۔ کچھ دیر کمرے میں گزار کر پھر باہر نکلی۔ ایک ملازم ناشتے کی ٹرے لے کر آرہا تھا۔

"پولیس کو اطلاع دی..........؟"

"فیاض تھانے گیا ہے۔" ملازم نے جواب دیا۔

"لاؤ.......... ٹرے اندر لے آؤ..........!" میں واپس کمرے میں آگئی' ناشتہ کیا اور پھر چائے کا دوسرا کپ پیتے ہوئے اچانک ایک عجیب سا احساس ہوا۔ ان سارے واقعات میں کچھ انوکھی کیفیات تھیں۔ کچھ شکوک و شبہات والی باتیں ذہن میں آنے لگیں۔ میں نے چائے کے چھوٹے چھوٹے گھونٹ لیتے ہوئے سوچا کہ صمد بابا کا رویہ بہت عجیب ہے' غور کرنے سے اندازہ ہوتا تھا کہ ابتدا ہی سے گڑبڑ چل رہی ہے۔ گزری ہوئی رات بڑے عجیب و غریب احساسات کی حامل تھی' اگر کوٹھی میں چور گھسے تھے تو بجائے اس کے کہ پولیس کو اطلاع دی جاتی یا چوروں کا مقابلہ کیا جاتا وہ سب میرے کمرے میں آگھسے تھے' کمرے کا دروازہ اندر سے بند کرکے روشنی گل کردی گئی تھی۔ کہنا یہ تھا ان کا کہ یہ سب میرے تحفظ کے لئے کیا جارہا ہے۔ چور گھر کا سامان لوٹنے آئے تھے' مجھے اغوا کرنے تو نہیں۔ پھر میرا تحفظ کیا معنی رکھتا ہے اور اس کے بعد چوروں نے اِدھر کا رخ بھی نہیں کیا تھا یعنی اس کمرے کا جہاں میں تھی اس طرح یہ بات تو غلط ثابت ہوجاتی ہے کہ گھر کے مال و اسباب سے زیادہ میرے تحفظ کی ضرورت تھی۔ صمد بابا نے جان بوجھ کر یہ رویہ اختیار کیا.......... کیوں آخر کیوں اور پھر یہ بھی پتہ نہیں چل سکا کہ گھر کا کیا کیا سامان چوری ہوا.......... میرے والد کے کمرے میں جو افراتفری پھیلی اور وہاں جو پُراسرار مشاہدات ہوئے' وہ الگ نوعیت کے حامل تھے۔ چوروں کو سب سے زیادہ قیمتی شے میرے والد کی تصویر ہی محسوس

ہوئی جو وہ لے گئے۔ باقی گھر سے کیا سازو سامان چوری ہوا ہے کوئی اطلاع نہیں مل سکی۔ پھر خصوصی بات یہ کہ صمد بابا نے ٹیلی فون چیک بھی نہیں کیا اور کہہ دیا کہ لائن کٹی ہوئی ہے.......... انہیں اس بات کا علم کیسے ہوا' یقیناً اس کے پس پردہ کچھ اسرار بھی ہیں۔ بچپن سے ان لوگوں کے ساتھ تھی' یہ تو نہیں کہہ سکتی تھی کہ یہ یہاں کوئی سازش کریں گے لیکن بس یہ خیال ذہن میں بار بار آتا تھا کہ میرے روپے کے بعد ان لوگوں نے اپنے طور پر کچھ فیصلے کئے ہیں نہ جانے کیا فیصلے' کچھ سمجھ میں نہیں آرہا تھا' صمد بابا بند کمرے سے نکلنے کے بعد والد صاحب کے کمرے کی جانب ہی بھاگے تھے اور کوئی جگہ ان کے لئے قابلِ توجہ نہیں تھی۔ بہت دیر تک دونوں ہاتھوں سے سر پکڑے بیٹھی رہی' ایک بار پھر چونک پڑی۔ پولیس نہیں آئی تھی ابھی تک حالانکہ کافی وقت ہوگیا تھا باہر نکل آئی' سامنے ہی سے جہانی بیگم گزرتی نظر آئیں۔ میں نے سرد لہجے میں انہیں آواز دی۔ "جہانی بیگم.........." اور جہانی بیگم بالکل میرے قریب پہنچ گئیں۔

"پولیس نہیں آئی ابھی تک.........."

"نہیں بٹیا' پولیس اتنی جلدی کہاں آتی ہے۔" جہانی بیگم نے کہا۔

"ٹیلی فون بھی ٹھیک نہیں ہوا؟"

"ٹیلیفون والوں کو اطلاع تو دے دی ہے۔ اب وہ اطمینان سے آئیں گے۔ تم تو ایسے کہہ رہی ہو بٹیا جیسے ان لوگوں کے حالات تمہیں معلوم ہی نہیں ہیں' محکمہ ٹیلیفون والے آسمان کے باشندے ہیں زمین والوں پر ذرا مشکل ہی سے توجہ دیتے ہیں کہاں آتے ہیں وہ ایک دو شکایتیں کرنے پر اور کہاں ٹھیک ہوتے ہیں اس طرح ٹیلیفون۔"

"کیا فیاض واپس آگیا..........؟"

"ابھی نہیں.........." جہانی بیگم نے جواب دیا اور میں پاؤں پٹختی ہوئی وہاں سے آگے بڑھ گئی' ایک بار پھر اپنے والد کے کمرے کا رخ کیا تھا۔ کمرے کا دروازہ کھلا دیکھ کر دنگ رہ گئی۔ آنکھوں میں خون اتر آیا اور میں نے غراتی ہوئی آواز میں ایک بار پھر جہانی بیگم کو پکارا۔ جہانی بیگم دوڑی دوڑی میرے قریب پہنچی تھی' لیکن اس سے پہلے ہی احمد صاحب کے کمرے کے دروازے میں صمد بابا نظر آئے' میں ان کی جانب متوجہ ہوگئی۔ "آپ وہاں کیا کر رہے ہیں؟"

"اندر آجاؤ روشنی بٹیا اندر آجاؤ۔" صمد بابا نے پُرسکون لہجے میں کہا۔

"میں پوچھتی ہوں آپ اندر کیسے گئے۔ میں نے دروازہ بند کردیا تھا باہر سے اور

نع کردیا تھا کہ کوئی اندر نہ جائے.........."

"میں اندر گیا تھا روشنی' اور مجھے تمہارے احکامات ماننے کی ہدایت نہیں ہے۔ آؤ اندر آجاؤ۔ بہتر یہ ہے کہ دوسرے ملازموں کے سامنے باتیں نہ ہوں۔"

"صمد بابا صمد بابا۔" میں نے پھولے ہوئے سانسوں کے ساتھ کہا۔

"نہیں روشنی بٹیا۔ میں تم سے کہہ چکا ہوں کہ مجھے تمہارے احکامات ماننے کی ہدایت نہیں کی گئی ہے۔ ویسے میری تمام تر وفاداریاں تمہارے ساتھ ہیں لیکن ایسی جگہوں پر جہاں مالک کی ہدایت مجروح ہوتی ہو میں کسی اور کی بات نہیں مان سکتا' آؤ اندر آجاؤ۔"

صمد بابا پر شدید غصے کے باوجود میں اندر داخل ہوگئی' اور ایک بار پھر میرا پارہ چڑھ گیا۔ تمام کتابیں درست کرکے رکھ دی گئی تھیں' حیران کن بات یہ تھی کہ قالین اور فرش سے خون کے دھبے بھی صاف کردیئے گئے تھے اور ایک خاص قسم کا محلول جو ہر قسم کے داغ دھبوں کو دور کرنے میں استعمال ہوتا ہے وہاں رکھا ہوا نظر آرہا تھا اور ان دھبوں پر مزید محلول اسپرے کردیا گیا تھا تاکہ باقی نشانات بھی مٹ جائیں۔ ہر چیز اپنی جگہ نظر آرہی تھی' صمد بابا نے اپنے اختیارات سے تجاوز کیا تھا۔ میں تلملا کر رہ گئی۔ میں نے کہا۔

"صمد بابا آپ سمجھتے ہیں کہ میں تنہا ہوں اور آپ جو چاہے کرسکتے ہیں' لیکن آپ کان کھول کر یہ بات سن لیں میں پولیس سے رابطہ قائم کروں گی۔ رات کے واقعات پولیس کے علم میں لاؤں گی اور اس سلسلے میں آپ پر شبہ ظاہر کروں گی۔"

"اس میں سے کچھ بھی نہیں کرپاؤ گی تم' سمجھیں' مجھے سختی پر مجبور نہیں کرو۔ میں تم پر سختی کا حق نہیں رکھتا۔ جوتا اتارو پاؤں سے اور دس مارو میرے سر پر' لیکن میرے مالک نے مجھے جو حکم دیا ہے اس کی تعمیل کے لئے میں ہر قدم اٹھا سکتا ہوں روشنی بٹیا آج تک تم جو کچھ کرتی رہی ہو' میں نے اسے اس لئے نظر انداز کیا ہے کہ اس میں کوئی ایسی اہم بات نہیں تھی لیکن اگر تمہارے اقدامات احمد کمال سعدی صاحب کے احکامات سے مختلف ہوئے تو پھر میں وہ سب کچھ کروں گا جس کے لئے تم مجھے مجبور کروگی۔"

"کیا کروگے میرا.......... بولو کیا کروگے میرا..........؟"

"مت ضد کرو' دیکھو روشنی مت ضد کرو۔ خواہ مخواہ نقصانات سے دوچار

ہو جاؤ گی..........."

"ٹھیک ہے۔ میں دیکھوں گی کہ میرے اختیارات کہاں تک ہیں۔ یہ پولیس ابھی تک کیوں نہیں آئی؟"

"اس لئے کہ اسے بلایا نہیں گیا؟"

"کیا مطلب.......... پھر فیاض گاڑی لے کر کہاں مر گیا ہے؟" میں نے غرا کر کہا۔

"اسے صرف تمہاری تسلی کے لئے گھر سے باہر بھیج دیا گیا تھا لیکن اسے پولیس سے رابطہ قائم کرنے سے منع کر دیا گیا تھا۔"

"ٹیلی فون لائن کیوں درست نہیں ہوئی..........؟"

"ٹیلیفون لائن ٹھیک ہے' بس یہیں سے اس کے کنکشن نکال دیئے گئے تھے.........."

"کیوں..........؟" میں نے غصیلی آواز میں پوچھا۔

"اس لئے کہ تم کوئی حماقت نہ کر سکو.........."

"ٹھیک ہے ٹھیک ہے' بالکل ٹھیک ہے میں سب کچھ سمجھ گئی ہوں' بہت کچھ سمجھ گئی ہوں۔ خیر کوئی بات نہیں ہے جانتی ہوں کہ تمہارے چنگل میں ہوں' مجھے قیدی بنا لیا گیا ہے اس لئے کہ میرے ماں اور باپ نہیں ہیں۔ مجھ پر کسی کی توجہ نہیں ہے۔ ٹھیک ہے صمد بابا ٹھیک ہے' غلط فہمیوں کا شکار تھی اب تک۔ اب احساس ہو گیا ہے کہ میں اس گھر کے مالک کی بیٹی نہیں' بلکہ تم لوگوں کی قیدی ہوں میرے باپ کی دولت سے تم لوگ عیش و عشرت کی زندگی گزار رہے ہو' بظاہر تم لوگوں نے ملازموں کا انداز اختیار کر رکھا ہے لیکن تم اچھی طرح جانتے ہو کہ ایک ایسے گھر پر کس طرح قبضہ قائم رکھا جا سکتا ہے جس کا مالک گھر سے مفرور ہو اور اس نے اپنی اکلوتی بیٹی کو سونے کے پنجرے میں قید کر رکھا ہو۔ اس سونے کے پنجرے میں سب کچھ تمہارا ہے صمد بابا.......... لیکن تم یہ بھی جانتے ہو کہ اگر میں تمہارے ساتھ نہ رہی تو پھر اس سے کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکو گے.......... لیکن لیکن ٹھیک ہے۔" میں کمرے سے باہر نکل آئی' اپنے کمرے میں پہنچی اور بستر پر لیٹ گئی رونے کی عادت نہیں تھی لیکن دل خون کے آنسو رو رہا تھا۔ نہ جانے کب تک اسی طرح پڑی رہی۔ اپنے حالات پر' اپنے آپ پر غور کرتی رہی اور یہ احساس بھی ہو رہا تھا کہ اتنی بے دست و پا ہوں کہ کوئی حل ملنا

ممکن نہیں ہے۔ بدن میں اینٹھن ہو رہی تھی۔ دماغ عجیب سی سنسنی کا شکار تھا۔ سب دشمن نظر آ رہے تھے۔ کوئی دوست نہیں تھا۔ غم و غصے کے عالم میں پڑی رہی اور اسی عالم میں نیند آ گئی۔

☆======☆======☆

نہ جانے کتنی دیر سوئی تھی پھر کسی نے جگا دیا آنکھیں کھول کر دیکھا تو نینا تھی۔

"کیا بات ہے روشنی خیریت تو ہے۔ یہ کیا حلیہ بنا رکھا ہے۔" نینا نے کہا۔

"بس کچھ طبیعت خراب تھی۔" میں نینا کو دیکھ کر خوش ہو گئی۔

"خیریت؟"

"رات کو نیند نہیں آئی تھی۔"

"ویسے تو نیند نہ آنے کی مختلف وجوہات ہوتی ہیں لیکن شعرائے کرام نے اس مرض کی تشخیص کچھ محبت وغیرہ کی شکل میں کی ہے۔ کوئی ایسی بات تو نہیں ہے؟"

"چھوڑو نینا۔ ہماری ایسی تقدیر کہاں۔" میں نے دکھ بھرے لہجے میں کہا۔ ماضی یاد آ گیا تھا۔ تنہائی کے کرب نے نہ جانے کیا کیا خواہشیں کی تھیں لیکن کوئی کامیابی نہیں ہوئی تھی۔

"نینا ایک بات بتاؤ؟" میں نے پوچھا۔

"حکم عالی۔" نینا سر جھکا کر کہا۔

"میں تمہیں کیسی لگی؟"

"جواب نثر میں دوں یا نظم میں۔" نینا نے بدستور مسکراتے ہوئے کہا۔

"سنجیدگی سے۔"

"اتنی پیاری کہ کلیجے میں رکھ لینے کو جی چاہے۔ ایک لمحے کی جدائی شاق گزرے۔"

"اپنی زندگی کے بارے میں صحیح طور پر بتانے کے لئے میرے پاس الفاظ نہیں ہیں۔ بس یوں سمجھ لو کہ لوگ مجھ سے اجتناب کرتے رہے ہیں۔ یوں لگتا ہے جیسے وہ میرے قریب آنا چاہتے ہوں پھر کچھ سوچ کر مجھ سے دور ہو جاتے ہیں۔ حالانکہ میری تنہائیوں نے ہمیشہ دوستوں کی طلب کی ہے۔ میں بداخلاق بھی نہیں ہوں۔ سب سے خلوص سے ملتی ہوں لیکن وہ اچانک مجھ سے دور ہو جاتے ہیں۔ بغیر کسی وجہ کے.........."

"تعجب ہے۔ حالانکہ تمہاری شخصیت میں سحر ہے۔ تم راتوں کو یاد آنے والی ہستی ہو۔"

"نینا۔ تمہارے دل میں اگر مجھ سے علیحدگی کا' مجھے نظرانداز کرنے کا تصور ابھرے تو مجھ پر ایک احسان ضرور کردینا۔ صرف ایک احسان' مجھے اس کی وجہ بتا دینا۔"

"کیسی باتیں کرتی ہو روشنی' میں کبھی تم سے جدا نہیں ہوں گی۔ وعدہ کرتی ہوں۔ اٹھو کہیں چلیں۔ جاؤ' غسل کرو' لباس تبدیل کرو! چلو اٹھو۔ تم پر اداسی طاری ہے۔"

غسل خانے کے دروازے پر رک کر میں نے پوچھا۔ "کسی نے تمہیں یہاں آنے سے روکا تو نہیں؟"

"بالکل نہیں۔ جہانی بیگم خود مجھے چھوڑ کر گئی ہیں۔" نینا نے جواب دیا اور میں غسل خانے میں داخل ہوگئی۔ ٹھنڈے پانی کے نیچے میں نے سوچا کہ کہیں مجھے باہر جانے سے نہ روکا جائے۔ اگر ایسا ہوا تو سخت مدافعت کروں گی۔ نینا کے ذریعہ پولیس کی مدد حاصل کروں گی.......... پھر میں تیار ہوگئی اور نینا کے ساتھ باہر نکل آئی۔ باہر فیاض بھی موجود تھا اور کار بھی۔ مجھے دیکھ کر وہ نگاہیں چرانے لگا۔

"چابی!" میں نے سرد لہجے میں کہا اور اس نے خاموشی سے کار کی چابی مجھے دے دی۔ نینا میرے ساتھ بیٹھ گئی اور میں نے کار اسٹارٹ کرکے آگے بڑھا دی۔ نینا نے کہا۔ "بھوک لگ رہی ہے۔ کہیں کھانا کھلاؤ۔"

"جہاں تم کہو..........!"

"ہوٹل گرانڈ بہت عمدہ ہے۔"

"راستہ بتاؤ۔ میں آزادی کی ان نعمتوں سے محروم رہی ہوں۔" میں نے کہا۔

خوبصورت ہوٹل میں لذیذ کھانے کی لذتوں سے لطف اٹھاتے ہوئے میں ذہنی کشمکش کا شکار بھی تھی۔ سوچ رہی تھی کہ نینا کو اپنے بارے میں سب کچھ بتادوں۔ ہوسکتا ہے وہ میری مشکلات کا کوئی حل بتا سکے۔ ویسے بھی جب اسے معلوم ہوگا کہ میں نے اس دوستی کے باوجود اپنے ذاتی معاملات میں اس سے جھوٹ بولا تھا تو اسے دکھ ہوگا۔ میں بولنے کا ارادہ کر ہی رہی تھی کہ نینا نے کہا۔

"ہماری ملاقاتیں زیادہ نہیں ہوئی ہیں روشنی' لیکن ان چند ملاقاتوں میں ہی ہمیں

تمہارے بارے میں کچھ عجیب سے احساسات ہوئے ہیں۔"

"کیا؟" میں نے پوچھا۔

"میں نے اور خالد بھائی نے اس سلسلے میں کافی باتیں کی ہیں لیکن جانتی ہو خالد بھائی نے مجھے کیا ہدایت کی تھی۔ انہوں نے کہا تھا کہ روشنی سے اس بارے میں کچھ نہ کہنا' سوچے گی کہ خواہ مخواہ ہم اس کے ذاتی معاملات کرید رہے ہیں۔"

"نہیں نینا۔ میں خود بھی کشمکش کا شکار تھی۔ پہلی بات تو یہ ہے نینا کہ میں بالکل سادہ دل ہوں۔ میرے ذہن میں کسی کے لئے فریب نہیں جاگتا میں خود کسی سے جھوٹ نہیں بولنا چاہتی لیکن کسی سے اتنی قربت بھی نہیں ہوئی جتنی تم سے ہوئی ہے۔ لوگ مجھ سے نہ جانے کیوں دور چلے جاتے ہیں اب صرف چند لمحوں کی دوستی میں' میں کسی کو سب کچھ بتانے بیٹھ جاؤں..........!"

"ہمیں تمہارے والدین پر تعجب ہوتا ہے۔ تم جیسی معصوم لڑکی کو انہوں نے یوں ملازموں کے رحم وکرم پر چھوڑ دیا ہے۔"

"یہ آج کی بات نہیں ہے۔" میری آواز سسکی کی طرح ابھری۔

"کیا مطلب؟"

"میں نے نینا۔ میں نے کبھی اپنے ماں باپ کو نہیں دیکھا۔ کبھی بھی نہیں دیکھا!"

نینا کی آنکھیں حیرت سے کھلی رہ گئیں۔ میرے دل کے آبلے پھوٹ پڑے۔ میں نے اسے مختصراً اپنے بارے میں سب کچھ بتا دیا اور وہ تصویر حیرت بن گئی۔ میرے خاموش ہونے پر بھی کچھ نہ بولی اور دیر تک اسی عالم میں بیٹھی رہی۔ کافی دیر کے بعد اس نے پانی کا گلاس اٹھایا اور اسے ہونٹوں سے لگا کر خالی کردیا۔

"ناقابل یقین سی بات ہے۔ بھلا کون یقین کرے گا مگر ایسا کیوں ہے؟"

"کاش مجھے معلوم ہوتا!"

"تمہارے ملازموں کو ضرور معلوم ہوگا۔ مجھے تو یہ کوئی بہت بڑی سازش معلوم ہوتی ہے۔ معاف کرنا روشنی بہت سے خیالات دل میں آتے ہیں۔ تمہاری کوٹھی اور تمہارے رہن سہن کو دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ تم ایک دولت مند باپ کی بیٹی ہو۔ ایسی بہت سی داستانیں سنی گئی ہیں کہ دولت کی خاطر بڑے بڑے ڈرامے کئے گئے ہیں ہوسکتا ہے تمہارے خاندان کا کوئی فرد تمہاری دولت پر قبضہ کرنا چاہتا ہو۔"

"میں اپنے خاندان کے کسی بھی فرد سے واقف نہیں ہوں۔ اگر کوئی ہوتا تو کبھی

تو نظر آتا۔"

"تمہارے والد کا کوئی بزنس پارٹنر۔ کوئی بھی ایسا شخص جو تمہاری دولت پر نگاہ رکھتا ہو۔"

"مگر وہ دونوں کہاں گئے۔ آخر وہ دونوں کہاں گئے جنھوں نے یہ عذاب مجھ پر نازل کیا ہے۔"

"تمہارے والدین؟"

"ہاں۔ اگر وہ مر چکے ہوتے تو صبر آجاتا۔ جہانی بیگم بتاتی ہیں کہ میرے والد چوروں کی طرح کوٹھی میں آتے ہیں مجھے دیکھتے ہیں اور واپس چلے جاتے ہیں' ماں کا کوئی نشان نہیں ملتا۔"

"اتنی حیرت انگیز بات ہے کہ دماغ چکرا جاتا ہے.......... لیکن.......... میں ایک بات دعوے سے کہہ سکتی ہوں۔ تمہارے ان دونوں ملازموں کو ساری حقیقت معلوم ہے۔ ضرور وہ سب کچھ جانتے ہیں۔"

"نینا۔ میں پولیس کی مدد حاصل کرنا چاہتی ہوں۔"

"میرا مشورہ قبول کرو گی۔"

"بتاؤ۔ خدا کے لئے مجھے بتاؤ۔ میں شدید ذہنی عذاب کا شکار ہوں!" میں نے کہا اور نینا سوچ میں ڈوب گئی۔ کچھ دیر کے بعد اس نے کہا..........

"بالکل خاموشی اختیار کرلو' اپنے رویے سے سختی نکال دو' وہی انداز اختیار کرلو جو پہلے تھا ملازموں کے دل سے یہ احساس نکال دو کہ تم ان کی جانب سے مشکوک ہو یا ان سے عدم تعاون کر رہی ہو' میں یہ سارے معاملات تمہاری اجازت سے خالد بھائی کو بتاؤں گی شاید تمہیں اس بات کا اندازہ نہ ہو کہ وہ بے حد ذہین انسان ہیں' اور پھر سب سے بڑی بات یہ ہے روشنی کہ بہرحال مرد' مرد ہوتا ہے۔ تمہیں خالد بھائی کا مخلصانہ سہارا حاصل ہو جائے گا۔ یہ ساری تفصیلات سننے کے بعد وہ بہتر فیصلہ کر سکیں گے کہ تمہارے لئے کیا کیا جاسکتا ہے۔" میں خاموشی سے نینا کی بات سنتی رہی درحقیقت دل پر چھایا سا رکھا گیا تھا' جلتے ہوئے سینے کو ایک سکون کا احساس ہوا تھا کوئی تو ہے اس کائنات میں جو میرے بارے میں دل میں دکھ رکھتا ہے اور بے لوث محبت اور دوستی کے نام پر میرے لئے کچھ کرنے پر آمادہ ہے۔

آنکھیں آنسو بہانے کی عادی نہیں تھیں' دل کے احساسات دل کے اندر ہی

گھلتے رہتے تھے اور شاید اندر ہی اندر بہنے والے آنسو ان آتشیں جذبات کو ٹھنڈا کرتے رہتے تھے' جو وجود کو خاکستر کردیں۔ میں نے آہستہ سے کہا۔ "صرف دوستی کے نام پر نینا تمہیں اور خالد کو میری وجہ سے اتنی تکلیف اٹھانی پڑے گی۔"

"دوستی کے ساتھ صرف کا لفظ نہیں آتا روشنی' دوستی تو اتنی وسیع چیز ہے کہ اس کے لئے ہزاروں کہانیاں ترتیب پاتی ہیں' بس اب جذباتی گفتگو ختم' یوں سمجھو کہ احساس کے جس جہنم میں تم تنہا سلگ رہی تھیں اب میں بھی تمہاری ساتھی ہوں' لیکن مایوسیوں کے ساتھ نہیں عزم و امید کے ساتھ۔ تم تھوڑا سا انتظار کرلو۔ خالد بھائی یقینی طور پر پوری طرح تمہارے ساتھ کام کریں گے۔ ویسے بھی وہ تمہیں بتا چکے ہیں کہ وہ امتحان دے رہے ہیں' ابھی بہت وقت ہے ان کے پاس' وہ یقیناً اس سارے مسئلے کو حل کرلیں گے اور اب ہم جو کچھ بھی کریں گے انہی کے مشورے سے کریں گے.........."

"نینا یہ بہت بڑا احسان ہوگا مجھ پر۔ یہی تو بدقسمتی رہی ہے میری کہ اب تک میری پشت خالی رہی ہے' کوئی ایسا نہیں تھا جس نے میرے لئے اس انداز میں سوچا ہو۔"

"اب تو مل گیا ہے۔" نینا نے مسکرا کر اپنا ہاتھ میرے بازو پر رکھ دیا اور میں گردن ہلانے لگی۔ خالد کا چہرہ میری نگاہوں میں گھوم گیا تھا اور میں ایک عجیب سے احساس کا شکار ہوگئی تھی۔

پھر شام تک نینا میرے ساتھ رہی' میں نے اس سے کہا کہ وہ مجھے اپنے گھر لے چلے.......... تو اس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا کہ کل وہ مجھے اپنے ساتھ لے چلے گی۔ کوئی خاص بات نہیں ہے لیکن بہتر یہ ہے کہ اس سلسلے میں پہلے خالد سے گفتگو کرلے چونکہ کچھ پُراسرار لوگوں کا معاملہ درمیان میں ہے اس لئے یہ نہیں کہا جاسکتا کہ کون کیا کررہا ہے۔ ہوسکتا ہے مجھ پر نظر رکھی جارہی ہو۔ چنانچہ خالد کا گھر کسی اور کے علم میں نہیں آنا چاہئے۔

بات سمجھ میں آگئی تھی' بعد میں' میں نے نینا کو ایک ایسی جگہ اتار دیا جہاں سے اسے ٹیکسی مل سکتی تھی اور اس کے بعد میں اپنے گھر روانہ ہوگئی۔

نینا کی ہدایت کے مطابق میں نے دل میں فیصلہ کرلیا تھا کہ اب صمد بابا اور جہانی بیگم کے ساتھ رویہ سخت نہیں رکھوں گی' کوٹھی میں وہی سناٹا چھایا ہوا تھا۔ جو اس کی

تقدیر کا ایک حصہ تھا۔ ایک بار پھر باپ کے کمرے میں گئی تصویر وہاں موجود نہ پا کر میرا دل غم کے آنسو رونے لگا تھا' وہی تو ایک سہارا تھا وہ بھی چھن گیا تھا۔ بہرحال دل پر تکدر طاری نہ ہونے دیا' رات کا کھانا بھی اسی انداز میں کھایا جس طرح عام دنوں میں کھاتی تھی۔ جہانی بیگم دبی دبی سی نظر آ رہی تھیں' صمد بابا تو سامنے ہی نہیں آئے تھے۔

بہرحال اپنی سوچوں میں وقت گزرا۔ دوسرے دن کا بے چینی سے انتظار کر رہی تھی۔ ٹیلیفون بحال ہو گیا تھا لیکن جب سے ذہن میں یہ بات آئی تھی کہ ہو سکتا ہے جہانی بیگم اور صمد بابا میرے خلاف کسی سازش میں ملوث ہوں' بہت سے معاملات میں محتاط ہو گئی تھی۔

کوئی ساڑھے دس بجے کا وقت ہو گا کہ ٹیلی فون کی گھنٹی بجی اور میں نے ریسیور اٹھا لیا دوسری طرف سے ایک دلکش مردانہ آواز سنائی دی۔

"مس روشنی سے بات کرنی ہے۔"

"کون صاحب ہیں' میں روشنی بول رہی ہوں۔"

"تعجب ہے روشنی بھی بولنے لگی ہے' میں خالد ہوں.........."

"اوہ' کمال ہے ٹیلی فون پر آپ کی آواز نہیں پہچان سکی۔"

"یہ کمال ادھر بھی ہوا ہے۔ ورنہ آپ کے ہیلو کہنے پر میں فوراً ہی آپ کو آپ کے نام سے مخاطب کرتا۔ اچھا خیر یہ بتایئے کوئی مصروفیت تو نہیں ہے؟"

"نہیں.........."

"کچھ ضروری کام ہے آپ سے' میں آ رہا ہوں.........."

"نینا بھی آئے گی۔" میں نے سوال کیا۔

"نہیں.........." دوسری طرف سے جھٹکے دار آواز سنائی دی اور ساتھ ہی ٹیلیفون بند ہو گیا۔ میں حیرت سے ریسیور کو تکتی رہ گئی تھی۔ پھر مجھے فوراً ہی اپنے سوال کا احساس ہوا۔ میں نے تو یونہی نینا کے بارے میں پوچھ لیا تھا.......... لیکن شاید خالد نے اسے محسوس کیا تھا۔ مطلب میرا وہ بالکل نہیں تھا جو اس نے سوچا تھا' آئے گا تو سمجھا دوں گی۔ مجھے اس پر تنہا بھی اعتماد ہے۔

لباس کے معاملے میں' میں نے خالد کو ہمیشہ بہترین پایا تھا۔ سیاہ چشمہ تو اس کے چہرے کا ایک حصہ ہی بن کر رہ گیا تھا' ویسے بہت خوبصورت لگتا تھا اس کے سرخ و سفید رنگ پر۔ اپنی قیمتی کار میں آیا تھا۔ میں منتظر تھی اس کی.......... اور میری

نگاہیں دروازے پر لگی ہوئی تھیں اسے کار سے اترتے دیکھ کر میں خود ہی اس کی جانب بڑھ گئی اور آگے بڑھ کر اس کا استقبال کیا۔

"آئیے خالد صاحب.........."

"نہیں بلکہ آپ یوں کہئے.......... کہ چلئے خالد صاحب.........."

"اوہ' اندر تو آئیے نا.........."

"آپ کا لباس بہت خوبصورت ہے اور آپ اس میں بہت دلکش لگ رہی ہیں میرے خیال میں آپ کو میرے ساتھ چلنے پر کوئی اعتراض نہیں ہونا چاہئے۔"

میں ہنسنے لگی اور میں نے کہا۔ "آپ میرے ساتھ چائے بھی نہیں پئیں گے..........؟"

"پیوں گا.......... لیکن اپنے گھر پر.........."

"تو پھر ٹھیک ہے آپ کی مرضی' چلئے۔" میں نے آمادگی کا اظہار کر دیا بھلا تھا ہی کون جس سے اجازت لیتی۔ خالد نے بے تکلفی سے ڈرائیونگ سیٹ کے برابر کا دروازہ کھول دیا اور میں اندر بیٹھ گئی۔ ایک سرسری نگاہ میں نے اپنے عقب میں ڈالی تھی جہانی بیگم چبھتی ہوئی آنکھوں سے مجھے دیکھ رہی تھی' مجھے خوشی ہوئی کہ کم از کم ان لوگوں کو میری وجہ سے کوئی ذہنی کوفت تو ہو رہی ہے۔ کار کوٹھی کے گیٹ سے باہر نکل گئی اور سڑک پر فراٹے بھرنے لگی خالد نے تھوڑی دیر کے بعد کہا۔ "آپ نے نینا کے بارے میں پوچھا تھا..........؟"

"اور آپ نے غصے سے فون بند کر دیا تھا۔ پوچھ سکتی ہوں کیوں..........؟" میں نے ترکی بہ ترکی کہا اور خالد نے ونڈ اسکرین سے نگاہیں اٹھا کر ایک لمحے کے لئے میری طرف دیکھا اور پھر بولا۔

"ہاں' مجھے اچھا نہیں لگا تھا۔ کیا میں قابل اعتماد نہیں ہوں..........؟"

"یہی میں بتانا چاہتی تھی کہ میرا مقصد یہ بالکل نہیں تھا۔ بس یوں سمجھئے دوستوں کے لئے دل میں جو چاہت ہوتی ہے اسی جذبے سے یہ سوال کر ڈالا تھا میں نے' آپ پر عدم اعتماد کا کوئی تصور ذہن میں نہیں تھا۔"

"خدا کا شکر ہے ورنہ آپ نے میرے دل پر بوجھ ڈال دیا تھا۔" خالد نے گہری سانس لے کر کہا۔

"الفاظ اور انداز کا قصور ہے اس کے لئے معافی چاہتی ہوں۔"

"میں شرمندہ ہو گیا۔" اس نے کہا اور ہنس دیا۔

"شکریہ خالد صاحب!"

"میرے شرمندہ ہونے کا؟"

"نہیں۔ فراخدلی سے معاف کر دینے کا۔" اس نے شرارت سے چشمہ اتار کر تیکھی نگاہوں سے مجھے دیکھا اور میں نے پہلی بار اس کی آنکھیں غور سے دیکھیں۔ بہت خوبصورت ہنستی مسکراتی آنکھیں تھیں۔ میں نے شوخی سے کہا۔ "آپ بہت محتاط انسان ہیں خالد صاحب۔"

"کیوں؟"

"آپ کو اپنی آنکھوں کے حسن کا احساس ہے۔ نظرِ بد سے بچانے کے لئے آپ نے انہیں سیاہ شیشوں سے ڈھک لیا ہے۔"

"اوہ مس روشنی۔ ایسی باتیں نہ کریں کہ میں بھٹک جاؤں۔"

"گھر کا راستہ؟"

"نہیں۔ زندگی کا راستہ۔"

"کیا مطلب؟"

"ناراض ہو جائیں گی۔"

"نہیں.......... آپ سے ناراض ہو سکوں گی؟" میں نے اپنائیت سے کہا۔

"سوچیں گی ضرور کہ.......... کہ۔"

"کچھ نہیں سوچوں گی خالد صاحب۔ بالکل نہیں سوچوں گی۔ کاش نینا نے آپ کو میرے بارے میں بتا دیا ہو' کاش آپ جان سکیں کہ میں کتنی تنہا ہوں۔ میرا سینہ ایک ویران کھنڈر کی شکل رکھتا ہے۔ اس ویرانے میں آپ دونوں نے داخل ہو کر مجھے نئی زندگی سے روشناس کیا ہے۔ اتنے قیمتی ہیں آپ میرے لئے کہ شاید.......... شاید اور کوئی شے نہ ہو..........!"

خالد نے ایک چوراہے سے کار ایک سمت موڑ دی پھر مسکرا کر بولا۔ "دیکھئے راستہ بھٹک گیا۔"

"کیسے؟"

"گاڑی سیدھی گھر کی طرف جا رہی تھی جہاں نینا ہماری منتظر ہو گی لیکن اب یہ ایک خوبصورت ریستوران کی طرف جا رہی ہے۔ میرے پسندیدہ ریستوران بلیو مون

طرف جہاں میں آپ کو بہترین کافی پلواؤں گا۔ کولڈ کافی جو بلیو مون سے اچھی کہیں یں ملتی۔ اس کے بعد ہم گھر جائیں گے' آپ اس جرأت کا برا تو نہیں مانیں گی۔"

"نہیں.........." میں نے ہنس کر کہا۔

کولڈ کافی بہترین تھی۔ خالد نے بڑے چمچے سے آئس کریم کھاتے ہوئے کہا۔ الفاظ اور انداز.......... آپ نے انہی دونوں کے بارے میں کہا تھا نا؟ ایک بار پھر نے قصور سرزد ہو رہا ہے۔"

"سمجھی نہیں۔"

"اگر آپ کی اپنائیت کے اس انداز نے میرے دل میں آپ کی محبت پیدا کر دی یا ہو گا۔" اس نے بے باکی سے کہا اور میں سکتے میں رہ گئی۔ وہ مجھے اچھا لگا تھا۔ بہت چھا لگا تھا لیکن ایسا کوئی تصور میرے دل میں اب تک نہیں جاگا تھا۔ اس کا ہاتھ رک یا۔ چند لمحات وہ خاموش رہا پھر عاجزی سے بولا۔ "مس روشنی۔ میں بہت جلد باز سان ہوں۔ دل میں جو آتا ہے منہ سے نکل جاتا ہے۔ آپ برا مان گئیں نا.........."

"نہیں۔" میں نے بمشکل کہا۔

"تو پھر میری بات کا جواب دیجئے۔"

"اس میں بھی جلد بازی کریں گے۔" میں نے کہا اور بے اختیار مسکرا پڑی۔

"نہیں کروں گا۔ ریستوران نہ ہوتا تو کان پکڑ لیتا۔"

"کافی بہت عمدہ ہے لیکن ہمیں یہاں سے جلدی اٹھ جانا چاہئے نینا انتظار کر رہی گی۔ وہ اس بات کا ضرور برا مانے گی کہ اتنی عمدہ کافی ہم نے اس کے بغیر ...."

"خدا کے لئے۔ بھول کر بھی اسے نہ بتائیں کہ ہم ریستوران میں بیٹھ کر باتیں رتے رہے ہیں۔ ایسی روٹھے گی کہ منانا مشکل ہو جائے گا!" خالد نے ویٹر کو اشارہ رکے بل طلب کیا اور پھر ہم باہر نکل کر کار میں آ بیٹھے۔ کچھ دیر کے بعد کار ایک وٹے لیکن خوبصورت بنگلے کے پورچ میں داخل ہو گئی۔ سامنے بڑے دروازے پر نا نظر آ رہی تھی۔ نہایت پُرتپاک اور مسرور انداز میں میرے رخسار کو بوسہ دیا تھا نے۔

کچھ دیر رسمی باتیں ہوتی رہیں۔ پھر اس نے کہا۔ "میں نے خالد بھائی کو تمہاری ری کہانی سنا دی ہے۔"

"حیران کن اور ناقابلِ یقین کہانی.........." خالد نے کہا۔

"میرے والدین کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے۔"

"وقت سے پہلے کچھ نہیں کہنا چاہئے۔ خدا انہیں زندہ سلامت رکھے لیکن کچھ حالات الجھنیں پیدا کرتے ہیں۔ کیسے ماں باپ ہیں وہ۔ بیٹی جوان ہوگئی اور وہ کبھی اس کے سامنے نہیں آئے..........! اس سے کچھ شبہات پیدا ہوتے ہیں۔ مس روشنی ابھی کوئی فیصلہ نہیں کیا جاسکتا۔ ہوسکتا ہے آپ کو ابتدا ہی سے غلط راستے پر ڈالا گیا ہو۔ ہوسکتا ہے وہ تصویر سرے سے آپ کے والد کی نہ ہو۔ ہوسکتا ہے مسٹر خلازی ہی ا(یسے) آدمی ہو جو آپ کے ملازموں کی مدد سے آپ کو غلط راستوں پر ڈال رہے ہوں۔ مم(ی) کے بارے میں ایک پُراسرار ماحول پیدا کرکے آپ کی ذہنی رو ہی تبدیل کی جارہی ہو۔ سب کچھ ہوسکتا ہے مس روشنی سب کچھ ہوسکتا ہے۔ بعض اوقات جلسازی کے لئے طویل تر منصوبہ بندیاں کی جاتی ہیں.......... لیکن.........." خالد خاموش ہوگیا۔

لیکن میرا سر چکرا گیا تھا۔ بڑے زور کا چکر آیا تھا مجھے۔ کیا واقعی.......... کیا واقعی یہ ایسی پُراسرار جلسازی بھی ہوسکتی ہے..........

خالد کا سرخ و سفید چہرہ تمتما رہا تھا وہ خود بھی ان واقعات میں کھو گیا تھا۔ نینا باری باری ہم دونوں کی صورت دیکھ رہی تھی دیر تک ماحول پر سکوت طاری رہا پھر نینا نے اپنی جگہ سے اٹھ کر کہا۔

"میں کچھ لاتی ہوں روشنی ڈیئر کیا پیو گی کوئی مشروب یا.........."

"پانی..........!" میں نے آہستہ سے کہا میرے لہجے پر خالد نے چونک کر مجھے دیکھا۔ نینا باہر نکل گئی تھی۔

"میں.......... میں بس یہ سوچ رہی ہوں خالد صاحب کہ.......... کہ میرے ساتھ کتنا بڑا فریب کیا جارہا ہے جو تصویر میرے تصور کا محور بنا دی گئی ہے وہ جعلی ہے میں تو اس تصویر کو بہت بڑا مقام دیتی رہی ہوں' ہزاروں شکوے کئے ہیں میں نے اس تصویر سے اور اس نے مجھے جواب دیئے ہیں وہ جھوٹ تھی۔" میری آواز بھرا گئی۔

"میں نے صرف خیال آرائی کی ہے روشنی' اندازے لگائے ہیں وہ غلط بھی ہوسکتے ہیں میں تم سے صرف ایک بات کہنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ اب میں تمہارے ساتھ ہوں ساری حقیقتیں منظرِ عام پر آجائیں گی ایک ایک کو دیکھ لوں گا میری زندگی میں کوئی تمہیں نقصان پہنچانے کا تصور بھی نہیں کرسکتا۔"

"مجھے آپ کا سہارا چاہئے خالد.......... مجھے آپ کی مدد درکار ہے میں خوف زدہ ہوں میں اب ہر شے سے ڈرتی ہوں۔"

"میں تمہیں کس طرح اعتماد دلا سکتا ہوں روشنی! بتاؤ مجھے میں کیا کروں تم پر اعتماد قائم کرنے کے لئے.........."

نینا آگئی مشروب کا جگ اور گلاس لے کر آئی تھی اس نے مجھے مشروب دیا پھر خالد کو' تیسرا گلاس وہ خود لے کر بیٹھ گئی۔ "نینا روشنی کو سمجھاؤ اسے بتاؤ کہ اب وہ تنہا نہیں ہے۔"

"ہم دل و جان سے تمہارے ساتھ ہیں روشنی۔"

"مجھے یقین ہے نینا بہت اعتماد ہوگیا ہے تم پر۔" مشروب کے دو گلاس پینے کے بعد کافی سکون ہوا تھا کچھ دیر کے بعد خالد نے کہا۔ "تمہارا اپنا کوئی بینک بیلنس ہے؟"

"لاکھوں روپے پڑے ہوئے ہیں۔"

"کتنے عرصہ سے؟"

"بچپن سے' مجھے کبھی ان کی ضرورت نہیں پیش آئی پہلے وہ صمد بابا کے حوالے سے تھے بعد میں انہیں میرے اکاؤنٹ میں ڈلوا دیا گیا۔"

"صمد بابا اخراجات کہاں سے پورے کرتے ہیں؟"

"کبھی نہیں پوچھا۔"

"کیا تم مجھے ان لوگوں سے پوچھ گچھ کی اجازت دو گی روشنی۔"

"یقیناً مجھے اب ان پر اعتماد نہیں ہے۔"

"ہوسکتا ہے کوئی تلخ مقام آجائے۔"

"آپ کو اختیار ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"بس پھر ٹھیک ہے ذرا غور کرو کس طرح انہوں نے تمہیں دنیا سے الگ تھلگ کر رکھا ہے کسی سے تمہارا رابطہ نہیں ہونے دیا آخر کیوں آخر کس کے اشارے پر؟ خیر اب میں سب ٹھیک کرلوں گا تم بے فکر ہو جاؤ۔"

پورا دن نینا اور خالد کے ساتھ گزرا اتنی خوش رہی تھی اس دن کہ اس سے پہلے اتنی خوشی کا تصور بھی نہیں کیا تھا۔ نینا نے بہت عمدہ کھانا پکایا تھا کوئی سات بجے وہ دونوں مجھے کوٹھی چھوڑنے آئے میری پورے دن کی گمشدگی پر سب بے چین تھے مگر کسی نے کچھ نہیں کہا رات کو نو بجے کے قریب دونوں گئے تھے میں اپنے کمرے میں

آگئی میں نے دروازہ بند کرلیا تھا شبہ تھا کہ اب کوئی آئے گا ممکن ہے صمد بابا یا جہانی بیگم........... مجھ سے سوالات کئے جائیں گے کوئی بھی آئے دروازہ ہی نہیں کھولوں گی مگر کوئی نہیں آیا۔ میرے خیالوں میں تصور آرائی ہونے لگی ایک ہی تصویر نگاہوں میں گھوم رہی تھی وہ تصویر تھی خالد کی........... ایسی باتیں نہ کریں کہ میں بھٹک جاؤں اگر آپ کی اپنائیت کے انداز نے میرے دل میں آپ کی محبت پیدا کردی تو کیا ہوگا آہ........... مجھے اس صحرا میں کسی بھی آجانے والے سے پیار ہوسکتا ہے آجاؤ خالد میں تمہیں اس صحرا میں پکارتی ہوں۔ وہ تصویر جھوٹی تھی وہ میرے باپ کی تصویر نہیں تھی وہ ماحول مجھے بھٹکانے کے لئے تھا لیکن وہ کتب خانہ احمد کمال سعدی کی لکھی ہوئی کتابیں آمناس' انطاریہ وہ پُراسرار مکان اور اس میں ملنے والی عورت کیسی عجیب تھی وہ اور اس کی انوکھی تصویر کتاب میں موجود تھی مجھے اس طرح بھٹکانے کی کیا ضرورت تھی میں تو خود ساری کائنات سے ناواقف تھی۔

نہ جانے کتنی رات گزر گئی نیند پلکوں کو نہ چھونے کی قسم کھائے ہوئے تھی دل زیادہ گھبرایا تو اٹھ کھڑی ہوئی باہر نکلی قدم بے اختیار سعدی صاحب کے کمرے کی طرف اٹھ گئے۔ اب یہ سب فریب معلوم ہورہا تھا وہ کمرہ کس کا تھا کون جانے اسے صرف میرے لئے ایک بہلاوا بنایا گیا تھا جو کچھ وہاں موجود تھا' فریب تھا' مکمل فریب دروازہ کھولا اندر داخل ہوگئی میں نے روشنی کئے بغیر چاروں طرف دیکھا اس وقت یہ احساس ہوا کہ کمرے میں روشنی ہے ہر شے نظر آرہی تھی کتابوں کی شیلف' میز اور تصویر کی خالی جگہ یہ روشنی ان تصویروں سے پھوٹ رہی تھی جو دیواروں پر کندہ تھیں ان نقوش میں فراعین مصر کے دربار دکھائے گئے تھے ان درباروں میں مشعلیں بھی تھیں یہی مشعلیں سفید نقطوں کی شکل میں چمک رہی تھیں۔ ایک طرف بخور دان جل رہے ہوئے تھے جن سے دھوئیں کی سفید لہریں اٹھ رہی تھیں کمرے میں پھیلی ہوئی خوشبو کا منبع یہی بخوردان تھے۔ دربار فرعون میں مجھے ایک نقاب پوش عورت نظر آئی اس کا چہرہ نقاب میں پوشیدہ تھا بس آنکھیں کھلی ہوئی تھیں اور........... اور یہ آنکھیں مجھے گھور رہی تھیں آہ........... یہ سچ تھا میں نے ان آنکھوں کو متحرک دیکھا تھا مجھے یوں محسوس ہوا تھا جیسے میرے آنے سے قبل اس دربار عام میں کوئی کارروائی جاری ہو میری بے جا مداخلت سے سب خاموش ہوگئے ہوں' میری واپسی چاہتے ہوں' منتظر ہوں کہ میں چلی جاؤں تو ان کی کارروائی کا آغاز ہوجائے۔

میں وہاں نہ رک سکی الٹے قدموں باہر نکل آئی حالانکہ ایسا نہیں چاہتی تھی مجھے احساس ہوا کہ یہ سب کچھ غلط نہیں ہے' ہاں یہ سب کچھ غلط نہیں ہے فریب نہیں حقیقت ہے یہ آہ........... یہ حقیقت ہے خالد یہ سب کچھ مجھے دھوکہ دینے کے لئے نہیں ہے۔ کمرے میں واپس آگئی ہونٹ خشک ہورہے تھے گلے میں پیاس سے پھانسیں پڑ رہی تھیں بیڈ روم فریج سے یخ پانی نکالا اور اس سے سینہ ٹھنڈا کرنے لگی۔ جانے کتنا پانی پی گئی تھی۔

☆======☆======☆

دوسرے دن سخت اضمحلال کا شکار تھی نہ جانے کیا ہوگیا تھا جہانی بیگم ناشتے کے بارے میں پوچھنے آئیں۔ "یہیں لے آؤ جہانی بیگم میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔"

"کیا بات ہے روشنی بیٹا؟"

"بس نڈھال ہوں ہلکا سا ناشتہ لے آؤ۔" جہانی بیگم میری خواہش کے مطابق ناشتہ لے آئیں وہ واپس نہیں گئی تھیں میں نے ناشتہ کرتے ہوئے انہیں دیکھا۔ "کیا بات ہے؟"

"مجھے معاف کرسکتی ہو؟"

"کس بات پر...........؟"

"بارش کی اس رات جب میں مامتا کا شکار ہوگئی تھی۔" جہانی بیگم سسکی لے کر بولیں۔

"ناراض میں اس بات پر نہیں ہوں جہانی بیگم........... دکھ مجھے یہ ہے کہ مجھ سے یہ رشتے کیوں چھین لئے گئے۔ تمہارے بچے تمہیں پیار کرتے ہیں نا میں بھی اس نامعلوم تصویر سے پیار کرتی ہوں جہانی بیگم جس کے نقوش تک نہیں پہچانتی میں۔ بقول تمہارے تم نے میری ماں کو نہیں دیکھا میرے باپ کو تو جانتی ہو تم' کیوں نہ کہا تم نے ان سے ایک بار کہ صاحب بچی کو یوں خود سے محروم نہ رکھو ایک بار عالم ہوش میں اسے سینے سے لگالو ایک بار اس کی پیشانی پر بوسۂ شفقت ثبت کردو یہ اس کا حق ہے کون سی شے اولاد سے عزیز ہوتی ہے کون سی شے؟"

"کہا تھا روشنی بیٹا' کہا تھا اپنی اوقات سے بڑھ کر..........." جملہ ادھورا رہ گیا ایک ملازم اندر آیا تھا میں اس طرف متوجہ ہوگئی۔

"وہ خالد صاحب آئے ہیں آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔"

"ارے کہاں ہیں یہاں کیوں نہیں آئے۔" میں جلدی سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

"آپ سے اجازت لینی تھی روشنی بی بی اس کے بغیر میں انہیں یہاں کیسے لاسکتا تھا ویسے انہیں ڈرائنگ روم میں بٹھادیا ہے میں نے۔"

ملازم نے کہا میں تیزی سے ڈرائنگ روم کی طرف چل پڑی اندر خالد کے ساتھ نینا بھی موجود تھی۔

"سوری نینا' سوری خالد یہ گدھے تمہارے بارے میں نہیں جانتے ورنہ تمہیں میرے پاس آنے سے نہ روکتے آئندہ ایسا نہیں ہوگا۔"

"ڈرائنگ روم بے حد خوبصورت ہے اور ہمیں یہاں کوئی تکلیف بھی نہیں ہوئی۔" خالد نے کہا۔

"ناشتہ تیار ہے۔" میں نے پیش کش کی۔

"خوب ڈٹ کر آئے ہیں چائے کی بھی گنجائش نہیں ہے ویسے کیا تمہیں ناشتے میں دیر نہیں ہوگئی۔"

"ہاں دیر تک سوتی رہی۔"

"یہی وجہ ہے ویسے تمہیں ہمارے اتنی جلدی آجانے کی توقع نہ ہوگی۔"

"بالکل.........!"

"دراصل میں اور نینا رات کو دیر تک تمہارے مسئلے کے بارے میں سوچتے رہے ہمیں احساس ہوا روشنی کہ تم بہت زیادہ خطرات میں گھری ہوئی ہو نہ جانے تمہارے گرد جال بننے والوں کا منصوبہ کیا ہے نہ جانے کب تمہیں کوئی مشکل پیش آجائے بس دل پریشان ہوگیا اور صبح ہی صبح نکل پڑے۔"

میں نے ممنون نگاہوں سے انہیں دیکھا نہ جانے کیوں نینا کا چہرہ کچھ پھیکا پھیکا محسوس ہوا تھا۔ میں نے ممنونیت سے کہا۔ "اس اپنائیت کے صلے میں کچھ بھی نہیں دے سکتی آپ کو یہ احساس کس قدر قیمتی ہے میرے لئے کاش میں بتاسکتی۔"

"جذباتی نہ بنو روشنی صاحبہ......... آج ذرا ان لوگوں سے بات کرنی ہے مجھے تمہاری اجازت ہے۔"

"یقیناً کیوں نہیں آپ کو مکمل اختیار ہے۔" میں نے خلوص سے کہا پھر نینا سے بولی۔ "نینا کچھ مضمحل نظر آرہی ہو کیا بات ہے؟"

"رات کو دیر تک جاگتے رہے' نینا کی یہ کمزوری ہے کہ نیند نہ پوری ہو تو

دوسرے دن اونگھتی رہتی ہیں۔" نینا کے بجائے خالد نے جواب دیا نینا پھیکے سے انداز میں مسکرادی۔ میں نے کہا۔

"تب تو تمہارے لئے ایک گرم کافی ضروری ہے۔"

"ہاں......... منگوا دو میں ضرورت محسوس کر رہی ہوں۔" نینا نے پاؤں پھیلاتے ہوئے کہا اور میں نے ملازم کو آواز دے دی۔ خالد نے کہا۔

"اب میں کوٹھی کے تمام ملازموں کی پیشی چاہتا ہوں ان سے سوالات کئے جائیں گے اور ان کے تاثرات کا جائزہ لیا جائے گا۔ ویسے میرے خیال میں صرف دو افراد اہمیت رکھتے ہیں صمد بابا اور جہانی بیگم........."

"ہاں باقی سب غیر اہم ہیں۔"

"پھر بھی یہ اندازہ لگانا ضروری ہے کہ ان اہم لوگوں کے آلۂ کار کون کون ہیں دوسرے بھی ان حالات سے بالکل ناواقف نہیں ہوں گے۔" میں خاموش رہی ایک ہلکا سا احساس دل میں جاگا تھا کہ وہ لوگ عمر بھر میری غلامی کرتے رہے ہیں کبھی کسی نے سرکشی کا تصور بھی نہیں کیا تھا میری سخت روی پر بھی سر نہیں اٹھایا تھا آج ایک باہر کا شخص ان سے میرے موضوع پر بات کرے گا لیکن خالد......... اب خالد میرے لئے کوئی معمولی شخصیت نہیں تھی۔ میں نے محبت بھری نظروں سے اسے دیکھا اس وقت بھی بہت دلکش لگ رہا تھا سیاہ چشمہ اب بھی آنکھوں پر لگا ہوا تھا میں نے ہنس کر کہا۔

"یہ چشمہ آپ رات کو بھی لگائے رکھتے ہیں خالد.........؟"

"یہ جادو کا چشمہ ہے اس کے عقب سے ہر تصویر اندر سے نظر آتی ہے مس روشنی' ابھی آپ نے اس کے کمالات کہاں دیکھے ہیں۔"

کافی سب نے پی تھی خالد کی ہدایت پر میں نے تمام ملازموں کو بیرونی کمرے میں جمع ہونے کی ہدایت بھجوا دی پھر جب ہم بڑے ہال نما کمرے میں پہنچے تو سب حیران کھڑے ہوئے تھے جہانی بیگم ہمارے وہاں پہنچنے کے بعد اندر داخل ہوئی تھیں۔ "ان سب سے میرا تعارف کرا دیجئے مس روشنی........." میں اسے ایک ایک کے بارے میں بتانے لگی۔ خالد نے سرد لہجے میں چند ملازموں سے سوالات کئے پھر جہانی بیگم کی باری آئی۔

"آپ کب سے یہاں ہیں؟"

"عمر گزر گئی جوان آئی تھی بوڑھی ہوگئی۔"

"آپ کے شوہر اور بچے بھی یہیں ہیں؟"

"جی ہاں..........!"

"شوہر کہیں اور نوکری کرتے ہیں؟"

"نہیں۔"

"گویا آپ کا سارا کنبہ یہیں پلتا ہے۔"

"خدا میرے مالک کو سلامت رکھے۔" جہانی بیگم نے کہا۔

"آپ صمد بابا ہیں۔" خالد کسی ماہر پولیس افسر کے سے انداز میں صمد بابا کی طرف گھوم گیا۔

"جی ہاں۔"

"آپ کو یہاں کتنا عرصہ گزر گیا؟"

"اس سے پہلے میں آپ سے کچھ پوچھنا چاہتا ہوں۔" صمد بابا کا لہجہ طنزیہ تھا۔

"آپ کون ہیں میاں اپنا تعارف تو کرائیے؟"

"آپ صرف جواب دیں کوئی سوال نہ کریں کیا اتنا کافی نہیں ہے کہ مس روشنی میرے ساتھ ہیں۔"

"جی ہاں میاں اتنا کافی ہے۔" صمد بابا اسی انداز میں بولے۔

"کافی شاطر معلوم ہوتے ہو بڑے میاں تمہیں پولیس اسٹیشن بلا کر بھی یہ سوالات کئے جا سکتے ہیں۔"

"وہیں جواب دے دوں گا صاحب یہاں کچھ نہ پوچھیں تو اچھا ہے۔"

"صمد بابا!" میں نے سخت لہجے میں کہا۔

"وکیل صاحب کے پاس سعدی صاحب کا وصیت نامہ موجود ہے اس کی رو سے مجھے مکمل اختیارات حاصل ہیں میں زیادہ سے زیادہ یہ رعایت دے سکتا ہوں کہ اپنے ان افسرِ تفتیش کو اپنے تک رکھیں اس عمارت کی حفاظت کے لئے بہت کچھ کیا جا سکتا ہے۔" صمد بابا کا لہجہ خطرناک ہو گیا۔

"آپ خالد صاحب سے بدتمیزی کر رہے ہیں صمد بابا۔" میں نے کہا۔

"ہاں.......... جانتا ہوں ایسا ہی کر رہا ہوں۔"

"وصیت نامہ.......... یہ وصیت نامہ کب ترتیب دیا گیا اور وکیل کون ہے نام بتاؤ۔" خالد بولا۔

"میری بات پر غور نہیں کیا آپ نے میاں شاید۔" صمد بابا بولے۔

"غور کر کے ہی یہ بات کہہ رہا ہوں تم نے پورا جال بُن رکھا ہے بڑے میاں اور یہ وصیت نامہ کیسا ہے جبکہ سعدی صاحب حیات ہیں یوں کیوں نہیں کہتے کہ تم سعدی صاحب کی دولت سے عیش کر رہے ہو اور ان سب کو بھی عیش کرا رہے ہو۔ تم ایک سازشی انسان معلوم ہوتے ہو مجھے شبہ ہے کہ تم نے احمد کمال سعدی کو یا تو ہلاک کر دیا ہے یا کہیں قید کر رکھا ہے تاکہ ان کی دولت اپنے تصرف میں لا سکو۔"

میں نے کہا۔ "جو کچھ بھی ہے آپ اس کے خلاف ہر کارروائی کر سکتے ہیں۔"

"میں انتظار کروں گا۔ آؤ جہانی۔" صمد بابا نے کہا اور جہانی بیگم کا ہاتھ پکڑ کر دروازے کی طرف بڑھ گئے پھر دروازے پر رک کر دوسرے ملازموں سے بولے۔

"تم لوگ جاؤ اور اپنا اپنا کام کرو۔"

تمام ملازم ان کے پیچھے ایک ایک کر کے باہر نکل گئے میں خود بھی سکتے میں رہ گئی تھی صمد بابا کو دوسری بار اس روپ میں دیکھا تھا پہلی بار اس رات کو جب ڈاکہ پڑا تھا اور انہوں نے میرا ہاتھ پکڑا تھا دوسری بار اب.......... انہوں نے اپنے رویے سے خالد کا چہرہ اتار دیا تھا۔ اس نے گہری سانس لے کر گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ "بوڑھے نے میرے خیال کی تصدیق کر دی ہے۔"

"صمد بابا نے آپ کی توہین کی ہے خالد میں انہیں معاف نہیں کروں گی۔"

"یہ سب کچھ مجھ پر چھوڑ دو روشنی اب میرا اس سے براہ راست ٹکراؤ ہے میں دیکھوں گا کہ یہ کس کے بل پر اکڑ رہا ہے۔ بہت چالاک انسان ہے بوڑھا سانپ بظاہر کینچلی میں لپٹا ہوا لیکن سخت زہریلا.........."

ہم سب اس کمرے سے نکل آئے میں ان لوگوں کو لے کر اپنے کمرے کی طرف بڑھی تو سامنے سعدی صاحب کا کمرہ نظر آیا۔ "وہ تمہارے والد صاحب کا کمرہ ہے؟"

"ہاں.........."

"میں اسے دیکھ سکتا ہوں؟"

"ضرور.........." میں خالد کو منع نہ کر سکی صمد بابا نے اس کی جو توہین کی تھی اس کا مجھے احساس تھا۔ ہم تینوں کمرے میں داخل ہو گئے کمرے کا پُراسرار ماحول جوں کا توں تھا وہی خاموشی، وہی سناٹا.......... خالد کمرے میں داخل ہو کر رک گیا اس نے چاروں طرف نظریں دوڑائیں جہاں رکا تھا وہیں ساکت کھڑا رہ گیا البتہ نینا نے گھٹی

گھٹی آواز میں کہا۔ ”یہاں سے باہر چلو‘ خدا کے لئے یہاں سے باہر چلو............ چلو
جلدی‘ میں‘ میں جا رہی ہوں۔“ ان الفاظ کے ساتھ ہی وہ جلدی سے باہر نکل گئی
مجبوراً مجھے اور خالد کو بھی باہر نکلنا پڑا۔

”نینا کیا بچپن ہے۔“ خالد نے باہر آ کر کہا۔

”دم گھٹ رہا تھا میرا وہاں خدا کی پناہ بہت خوف محسوس ہوا تھا اندر قدم رکھتے
ہی۔“ نینا نے کہا اور خالد خواہ مخواہ ہنسنے لگا پھر میں ان دونوں کو اپنے کمرے میں لے
آئی ایک لمحہ کے لئے مجھے محسوس ہوا کہ خالد خود بھی کمرے میں جا کر خوف زدہ ہو گیا
تھا اور شاید خود بھی باہر نکل آنا چاہتا تھا۔ نینا کے باہر نکلتے ہی اس نے جس انداز میں
واپسی میں جلدی کی تھی‘ اس سے مجھے یہ اندازہ ہوا تھا تاہم میں نے اس کا اظہار نہیں
کیا۔

”اب بتاؤ روشنی کیا کیا جائے؟“

”آپ نے کیا اندازہ لگایا خالد............؟“

”بوڑھے صمد کے بارے میں اپنے خیالات کا اظہار کر چکا ہوں اگر یہاں کوئی
سازش ہو رہی ہے تو اس کا سرغنہ یہ شخص ہے مجھے غور کرنے دو‘ بہت سے خیالات
دل میں آتے ہیں روشنی‘ خدانخواستہ یہ امکانات بھی ہو سکتے ہیں کہ اس شخص نے
تمہارے والد کو قتل کر دیا ہو ان سے وصیت نامہ مرتب کرا کے کہیں محفوظ کر لیا ہو
وصیت نامہ ظاہر ہے تمہارے لئے ہی ہو سکتا ہے اس نے یہ سارا جال پھیلا کر تمہیں
ذہنی طور پر معطل کر دیا ہے اور اب مزے سے تمہاری دولت پر عیش کر رہا ہے۔ یہ
تمہیں بھی قتل کر دیتا لیکن اس کے بعد تمہاری دولت پر قبضہ کرنے کا کیا ذریعہ ہو گا۔“

”صمد بابا!“ میرے منہ سے آہستہ سے نکلا۔

”یہ بھی ہو سکتا ہے کہ بظاہر ملازم دکھائی دے رہا ہے لیکن اندر سے کچھ اور
ہو۔“ خالد نے کہا۔

”میرا ذہن کام نہیں کر رہا خالد............“ میں نے چکراتے ہوئے کہا۔

”میں نے تم سے کہا ہے نا روشنی اپنی ساری پریشانیوں کا ٹھیکہ مجھے دے دو خود
مطمئن ہو جاؤ میری زندگی میں کوئی تمہارا بال بیکا نہ کر سکے گا میں ابھی پولیس کو اس
معاملے میں ملوث نہیں کرنا چاہتا پہلے خود دیکھوں گا کہ کیا کر سکتا ہوں۔“

بہت دیر تک ہم باتیں کرتے رہے پھر میں نے جہانی بیگم کو بلا کر مہمانوں کے لئے

کھانے کا اہتمام کرنے کی ہدایت کی۔ دوپہر کو بہترین کھانا پیش کیا گیا تھا ڈائننگ ٹیبل پر
خالد نے کہا۔

”اس میں کوئی شک نہیں کہ بوڑھا بہت چالاک ہے اس نے اپنے رویئے میں
کوئی تبدیلی پیدا نہیں کی ہے۔“

”میں سوچ رہی ہوں کہ اس واقعہ کے بعد ان لوگوں کا ردِ عمل کیا ہو گا۔“

”کوئی تبدیلی ہونا ہوتی تو فوراً ہو چکی ہوتی میں دعوے سے کہتا ہوں کہ وہ اسی
طرح کینچلی میں لپٹا رہے گا اصل میں اس نے سارا کھیل بڑے اعتماد سے کھیلا ہے۔“

وہ دونوں کوئی ساڑھے تین بجے کے قریب چلے گئے میں نے انہیں شام تک
رکنے کے لئے کہا تھا مگر خالد کو کچھ اور کام بھی کرنے تھے اس نے کہا کہ وہ رات کو مجھے
فون کرے گا۔ ان کے جانے کے بعد میں بہت اداس ہو گئی پتہ نہیں یہ جو کچھ ہوا تھا
درست تھا یا نہیں ان لوگوں کے ساتھ تو میرا بچپن گزرا تھا۔ صمد بابا کو میں نے ہمیشہ
سادہ سی زندگی گزارتے دیکھا تھا وہ دنیا میں تنہا تھے ان کا کوئی عزیز کبھی ان سے ملنے
نہیں آیا تھا۔ کبھی تو کوئی نظر آتا‘ ہو سکتا ہے وہ ان کے پاس چلے جاتے ہوں جن کے
لئے انہوں نے میری دولت پر قبضہ جمایا ہوا تھا مگر اتنے سالوں میں کبھی ایک رات
انہوں نے گھر سے باہر نہیں گزاری تھی۔ یہ بھی سچ تھا کہ اس وقت خالد نے سوالات
کر کے دوسرے تمام ملازموں کو بوکھلا دیا تھا مگر صمد بابا کے سامنے اس کی شخصیت پھیکی
پڑ گئی تھی۔

کوٹھی کے ماحول میں ذرہ بھر تبدیلی نہ ہوئی میرے احکامات کی تعمیل معمول کے
مطابق ہو رہی تھی سب کے چہرے بے شکن تھے رات کو وعدے کے مطابق خالد کا فون
آیا۔ ”کیا ہو رہا ہے روشنی............؟“

”بور ہو رہی ہوں بری طرح............ آپ لوگ اتنی جلدی چلے گئے اس کے
بعد میرے پاس کرنے کے لئے کچھ نہیں تھا۔“

”مجھے احساس ہے روشنی یقین کرو میرا دل بالکل نہیں لگ رہا لیکن............“

”لیکن کیا............؟“

”یہ خیال بھی ہے کہ تم نہ جانے میرے بارے میں کیا سوچنے لگو۔“

”کیا سوچ سکتی ہوں خالد صاحب۔“

”شاید یہ کہ میں حد سے آگے بڑھ رہا ہوں۔“

"آپ کی حد کس نے مقرر کی ہے خالد؟"

"روشنی یہ الفاظ بہت گہرے ہیں............ یہ............ یہ میری دنیا تہہ و بالا کرسکتے ہیں۔"

"اگر آپ چاہتے ہیں خالد کہ میں بار بار اپنی تنہائی‘ اپنے بے یارومددگار ہونے کا اظہار کرکے گڑگڑاتی رہوں تو میں اس کے لئے تیار ہوں اور کون سی زبان میں کہوں آپ سے کہ............ کہ............"

"اور اب جو کچھ ہوگا روشنی ان الفاظ کی روشنی میں ہوگا سمجھیں محترمہ آپ مجھے الزام نہیں دیں گی۔"

"نہیں دوں گی۔"

"کل بارہ بجے آپ کے پاس آؤں گا۔"

"اتنی دیر میں کیوں............؟"

یہ وہیں آکر بتاؤں گا خدا حافظ۔"

دوسرے دن ٹھیک بارہ بجے وہ آگیا۔ اندر گھستا چلا آیا تھا مجھے ناقدانہ نظروں سے دیکھتا ہوا بولا۔ "لباس تبدیل کرلیجئے۔"

"نینا کو نہیں لائے آپ۔"

"نہیں۔" وہ بولا۔

"کیوں............؟"

"باہر چل کر بتاؤں گا۔" اس نے کہا اور میں لباس تبدیل کرنے چلی گئی پھر ہم کوٹھی سے باہر نکل آئے۔ "نینا کے بارے میں پوچھا تھا نا............"

"ہاں!" میں نے کہا۔

"یہ انسان کی خود غرضی کی داستان ہے بس اب جی چاہتا ہے کہ جہاں ہم ہوں وہاں کوئی نہ ہو۔"

"نینا بھی نہیں............؟"

"نہیں۔" خالد نے جواب دیا۔

"وہ برا مانے گی۔"

"کبھی کبھی اسے بھی ساتھ رکھا کریں گے۔"

"آج کے بارے میں اس سے کیا کہا ہے؟"

"آج تو میں ایک بہت ضروری کام سے باہر نکلا ہوں تمہاری طرف آنے کا شبہ بھی نہیں ہے کیونکہ کام بہت ضروری ہے۔" خالد نے شوخ لہجے میں کہا اور میں نے ہونٹ دانتوں میں دبالیا یہ بہتر نہیں تھا نینا کا محور بھی تو ہم ہی تھے۔ کچھ دیر کے بعد میں نے کہا۔ "کہاں چل رہے ہو؟"

"ساحل پر۔"

"خالد اگر نینا نے مجھے فون کیا تو ملازم سے بتادیں گے کہ میں آپ کے ساتھ نکلی ہوں۔"

"او............ ہاں یہ تو ہے واقعی‘ یہ نہیں سوچا تھا۔"

"اسے ساتھ رکھنے میں کوئی حرج تو نہیں ہے۔"

"ہے نا............ ہر رشتہ الگ الگ ہوتا ہے خیر آج کے بارے میں کچھ طے کرلیں گے فی الحال موڈ نہ خراب کرو۔" ہم ساحل پر پہنچ گئے خالد مجھے ایک دور دراز گوشے میں لے گیا جہاں دور دور تک انسانی زندگی کا وجود نہیں تھا۔

"تم نے میرے اوپر کچھ زیادہ اعتماد نہیں کرلیا روشنی۔"

"کیوں............؟"

"انسان ہوں‘ جوان ہوں‘ بھٹک سکتا ہوں‘ بہک سکتا ہوں‘ تمہیں نقصان پہنچ سکتا ہے میرے ہاتھوں۔"

"بعض فیصلے نفع اور نقصان کے تصور کی قید سے آزاد ہوتے ہیں۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔

"سنسان ساحل کتنے رومان انگیز ہوتے ہیں۔"

"ہاں مجھے بھی پسند ہے۔"

آج خالد کی قربت نے ایک نئے احساس سے روشناس کیا تھا دل و دماغ پر سحر طاری تھا ایک میٹھی میٹھی لذت آمیز کیفیت اعصاب پر طاری رہی۔ نہ جانے کب تک ساحل پر اور پھر لہروں سے اٹکھیلیاں کرتے رہے سخت بھوک لگی تو ایک ساحلی ریستوران میں آبیٹھے شام کو سات بجے خالد نے واپسی کا فیصلہ کیا۔

"نینا پھر ذہن میں آرہی ہے۔"

"تمہارا کیا ارادہ ہے............؟"

"میرا خیال ہے اسے بتادیا جائے۔"

"جو لطف آج کی ملاقات نے دیا ہے' وہ ساتھ ہوگی تو اس سے محروم رہیں گے
خیر تم سے بات ہو تو بتا دینا اسے میں کوئی بات بنا دوں گا۔" وہ مجھے کوٹھی کے گیٹ پر
چھوڑ کر چلا گیا جہانی بیگم نے نینا کے فون کے بارے میں بتایا انہوں نے نینا کو خالد کے
بارے میں بتا دیا تھا میں نے فوراً اسے فون کیا۔

"نینا میں بول رہی ہوں۔"

"ہیلو روشنی۔"

"خالد پہنچ گئے.........؟"

"نہیں......... کیوں۔"

"نینا صبح آئے تھے کچھ بتائے بغیر مجھے لے گئے ہم نے ساحل پر دن گزارا ہے خالد
چاہتے تھے کہ میں تمہیں نہ بتاؤں لیکن......... میرا دل نہیں مانا۔"

"اوہ........." نینا نے آہستہ سے کہا پھر فوراً ہنسنے لگی۔ "تو یہ مسئلہ ہے جناب
نمٹ لیا جائے گا آپ دونوں سے........."

"نینا برا مت ماننا آئندہ تمہیں بھی........."

"نہیں بھئی ہم کوئی جلنے والوں میں سے نہیں ویسے ایک بات پوچھ سکتے ہیں۔"

"ضرور نینا۔"

"جواب سچ ملے گا........."

"تم سے کبھی جھوٹ نہیں بولوں گی۔"

"روشنی......... تم خالد کو پسند کرنے لگی ہو کیا تم اس سے محبت کرنے لگی
ہو.........؟" نینا نے کہا اور میں سوچ میں ڈوب گئی پھر میں نے کہا۔

"ہاں نینا ایسا ہے خدا کی قسم......... بس یہ سمجھ لو خالد بہت اچھے ہیں' بہت
اپنائیت دی ہے انہوں نے تمہیں علم ہے میں تو محبتوں کے لئے ترسی ہوئی ہوں لیکن نینا
تم بھی اس محبت کا ایک جزو ہو میں تم سے بھی دور نہیں رہ سکتی۔"

"آ گئے ہیں حضرت فون بند کر رہی ہوں پھر بات کروں گی او کے.........؟"

"ٹھیک ہے۔" میں نے بھی ریسیور رکھ دیا۔

پھر کوئی ایسا واقعہ نہیں پیش آیا جو قابل ذکر ہو ہاں رات خالد کے تصور سے سجی
ہوئی تھی اور پھر آنکھیں بند ہوئیں تو اس کے خوابوں میں کھو گئی دوسری صبح بھی
خوشگوار تھی وہ تنہائی دور ہو گئی تھی جس سے رات کے بعد دن اور دن کے بعد ہونے

والی رات نے بیزار کر دیا تھا دوسرے دن بھی خالد ہی آیا تھا۔

"وہ بہترین لڑکی ہے نہایت تعاون کرنے والی اسے راز دار بنانا ہی پڑا۔"

"راز دار؟"

"ہاں میں نے اس سے کہا کہ نینا دو محبت کرنے والے اس محبت کے بعد جس چیز
کے سب سے زیادہ طالب ہوتے ہیں جانتی ہو وہ کیا ہوتی ہے؟ اس کے استفسار پر میں
نے اسے بتایا کہ تنہائی......... ہنسنے لگی مان گئی اور آج اس نے ساتھ رہنے پر ضد
نہیں کی بلکہ خود پیش کش کی کہ وہ کہکشاں کے پاس چلی جاتی ہے۔"

"کہکشاں.........؟"

"کبھی تذکرہ نہیں کیا اس نے؟"

"نہیں۔"

"بچپن کی دوست ہے نینا کی ابھی پچھلے سال شادی ہوئی ہے اور اب وہ ایک بچے
کی ماں ہے شہر سے کوئی ایک سو دس میل کے فاصلے پر ایک دیہی علاقے میں اپنے شوہر
کے ساتھ رہتی ہے۔ زمیندار ہے اس کا شوہر......... نینا اس کی بچی کو دیکھنے بھی
نہیں گئی تھی اس شرط پر مجھے آزادی دی ہے کہ اسے وہاں پہنچا دوں۔"

"چلی گئی.........؟" میں نے تعجب سے پوچھا۔

"میرا حلیہ نہیں دیکھ رہیں۔" خالد نے کہا تب میں نے محسوس کیا کہ اس کے بال
گرد آلود ہیں' لباس بھی ملگجا ہو رہا ہے۔

"سمجھی نہیں۔"

"ایک سو دس میل جانا اور پھر وہاں سے آنا پڑا سیدھا چلا آ رہا ہوں اس خیال
کے تحت کہ تم انتظار کر رہی ہو گی۔ راہِ عشق کی منزل کو ایسے ہی کٹھن نہیں کہا گیا
ہے۔"

"بڑی برق رفتاری سے سفر ہو رہا ہے اس منزل کا......... لیکن نینا مجھ سے مل
کر بھی نہیں گئی۔"

"اس کی درخواست بھی میں نے ہی کی تھی اس سے خوامخواہ تمہیں شرمندہ ہونا
پڑتا۔"

"آپ بہت چالاک انسان ہیں خالد مجھے میری دوست سے دور کر دیا۔"

"ایک ڈیڑھ ہفتے کی بات ہے دل کو اس وقت تک قرار آ جائے گا ہماری محبت

بھی پائیدار ہو جائے گی بس اچھا اب اٹھئے لباس تو آپ کا عمدہ ہے چلیں صحرا نوردی کو..........!"

"آپ اپنا حلیہ درست نہیں کریں گے..........؟"

"غسل خانے کے بجائے سمندر بہتر رہے گا آیئے دیر ہو جائے گی۔" خالد کی کار بھی بری طرح گرد آلود ہو رہی تھی۔ ہم ساحل کی طرف چل پڑے آج خالد نے ایک ہٹ کے سامنے گاڑی روکی تھی۔

"یہاں..........؟"

"ہاں.......... یہ ہٹ میرے دوست کی ملکیت ہے اندر سے بھی بہت خوبصورت ہے آؤ۔" تھوڑی سی جھجک ضرور ہوئی تھی لیکن اندر چلی گئی خالد کا تجزیہ کرنا تھا مجھے لیکن اعتراف کرنا پڑا کہ نفیس انسان ہے زبان سے ہر طرح کی بے حجابی کرلیتا تھا لیکن نگاہ تک میں لغزش نہ پیدا ہوئی خود پانی میں خوب نہایا مجھے کنارے تک محدود رکھا بلکہ تھوڑی سی آگے بڑھی تو اس نے مجھے روک دیا۔

"جی نہیں کپڑے بھیگ جائیں گے اچھے نہیں لگیں گے اور پھر سمندر کو میں اپنا رقیب نہیں بنا سکتا۔" میں ہنس کر خاموش ہو گئی تھی واپسی میں بری طرح تھک گئے تھے۔

اس کے بعد خالد کے ساتھ روز میں کہیں نہ کہیں نکل جاتی سچ بات تو یہ ہے کہ میں نے یہ شہر جہاں میں پیدا ہو کر جوان ہو گئی تھی' اسی کے ہمراہ دیکھا۔ کبھی اس کے نواحات میں قدیم عمارتوں اور کھنڈرات میں' کیا نہیں تھا یہاں لیکن کون تھا جو مجھے میرے شہر سے روشناس کراتا' میرا تھا ہی کون.......... اس دوران حالات بھی بالکل پرسکون رہے تھے کوئی ایسی بات نہیں ہوئی تھی جس سے کسی الجھن یا خوف کا شکار ہونا پڑتا۔ صمد بابا اور جہانی بیگم بھی نارمل تھے صمد بابا نے اس دن خالد کے ساتھ سخت گفتگو کی تھی لیکن اس کے بعد وہ کسی کام میں اس کے آڑے نہیں آئے تھے مجھے اندازہ تھا کہ وہ لوگ میرے لئے مضطرب رہتے ہیں میں گھر پہنچ جاتی ہوں تو سکون کا سانس لیتے ہیں لیکن کوئی بازپرس کسی نے نہیں کی تھی۔

ایک دن شہر سے دور مشہور کھنڈرات کی سیر کو گئے تھے بڑا سکون' بڑا سناٹا تھا وہاں پہلے بھی ایک بار جا چکے تھے دن گزارا شام کو ساڑھے سات بجے گھر پہنچی تھی خالد مجھ سے اجازت لے کر چلا گیا لباس تبدیل کر کے باتھ روم سے باہر نکلی تھی کہ فیاض

نے کسی مہمان کے آنے کی اطلاع دی۔

"کون ہے..........؟"

"ایک بوڑھے سے آدمی ہیں۔ بیساکھی سے چل کر آئے ہیں روشن جمال سے ملنا ہے۔"

"کہاں ہیں؟"

"ڈرائنگ روم میں بٹھا دیا ہے۔" ڈرائنگ روم میں داخل ہوئی بزرگ اچھی شخصیت کے مالک تھے میرے سلام کا جواب دے کر میرا جائزہ لینے لگے۔ پھر بولے۔

"مس روشن جمال؟"

"جی ہاں.......... آپ سے ناواقف ہوں۔"

"منوچہر خلازی کہتا ہے کہ اس نے تمہیں میرے بارے میں بتایا تھا کیا تمہارے ذہن میں کسی نادر ہاشمی کا نام محفوظ ہے۔"

"پروفیسر نادر ہاشمی.......... انڈونیشیا سے..........؟"

"بالکل درست تصدیق میری ٹوٹی ہوئی ٹانگ کرتی ہے۔"

"آپ کب تشریف لائے.......... مسٹر خلازی کہاں ہیں؟"

"مجھے آئے ہوئے پانچواں دن ہے تین دن سے تم سے ملنے کی کوشش کر رہا ہوں لیکن تمہاری بے پناہ مصروفیات کی وجہ سے کامیاب نہیں ہو سکا۔ اس وقت بھی مسٹر شیخ کے جانے کے بعد یہاں آنے کی جرأت کی ہے کوئی دو گھنٹے سے تمہاری واپسی اور پھر مسٹر شیخ کے چلے جانے کا انتظار کر رہا تھا اپنی کار میں بیٹھا ہوا۔"

"مسٹر شیخ..........؟"

"غالباً ان کا پورا نام خالد شیخ ہے..........؟"

"آپ انہیں جانتے ہیں..........؟"

"ہاں دوسرا سوال تم نے مسٹر خلازی کے بارے میں پوچھا تھا.......... خلازی زخمی ہے اور اسپتال میں داخل ہے۔" نادر ہاشمی نے کہا۔

"اوہ.......... خیریت وہ زخمی کیسے ہو گئے؟" میں نے چونک کر پوچھا۔

"سر میں اور بازو میں شدید زخم آئے ہیں سر پر کوئی وزنی شے ماری گئی تھی اور بازو میں خنجر گھونپ دیا گیا تھا۔"

"میرے خدا' ایسا کس نے کیا.......... یہ حادثہ کہاں پیش آیا۔"

"تمہاری کوٹھی میں بے بی.......... اس کمرے میں جہاں تمہارے والد کا نوادر خانہ ہے اس وقت جب یہاں سے تمہارے والد کی تصویر غائب ہوئی تھی۔" نادر ہاشمی نے کہا اور میرے حلق سے چیخ نکل گئی۔ میں پھٹی پھٹی آنکھوں سے نادر ہاشمی کو دیکھنے لگی میرا ذہن ماضی میں چلا گیا تھا مسٹر خلازی اس واقعہ سے تھوڑے عرصہ قبل مجھے ملے تھے اس کے بعد سے ان کا پتہ نہیں تھا اس کے علاوہ مجھے خون کے وہ دھبے یاد آئے جو بعد میں صمد بابا نے صاف کر دیئے تھے تو کیا وہ خون مسٹر خلازی کا تھا بمشکل تمام میں نے کہا۔

"لیکن مسٹر نادر ہاشمی مسٹر خلازی میری کوٹھی میں' میرے والد کے نوادر خانے میں کیوں داخل ہوئے تھے اور وہ کون لوگ تھے جو.......... میرا مطلب ہے یہ سب کیوں ہوا.......... مسٹر خلازی کو کس نے زخمی کیا..........؟"

"خالد شیخ نے۔" نادر ہاشمی نے سکون سے جواب دیا اور میرا دماغ بھک سے اڑ گیا ایک لمحے تک تو میں اپنی اس سماعت کو یقین دلاتی رہی کہ مسٹر ہاشمی نے یہی نام لیا ہے پھر مجھے ایک دم غصہ آگیا۔

"کیا بکواس ہے..........؟ کیا کہہ رہے ہیں آپ..........؟"

بالکل وہی بے بی جو تم نے سنا ہے۔ منوچہران لوگوں کے تعاقب میں یہاں تک آیا تھا اور جب وہ تمہاری کوٹھی میں داخل ہوئے تو وہ بھی متجسس ہو کر ان کے پیچھے تمہارے والد کے کمرے میں آگیا لیکن وہ احمق تنہا تھا انہوں نے اسے زخمی کر دیا اور پھر اسے بے ہوشی کے عالم میں ایک سڑک پر ڈال کر چلے گئے لوگوں نے اسے ٹریفک کا حادثہ سمجھ کر اسے ہسپتال پہنچا دیا بہتر حالت میں آ کر اس نے مجھ سے انڈونیشیا سے رابطہ قائم کیا اور اس کی روداد سن کر مجھے آنا پڑا کیونکہ.......... وہ میرا بہترین دوست ہے۔"

"آپ نے اس سلسلے میں خالد کا نام کیوں لیا ہے۔"

"اس کے جواب میں کچھ تصویریں دیکھنا ہوں گی تمہیں پیش کرتا ہوں۔" نادر ہاشمی نے بغلی جیب سے ایک لفافہ نکال لیا اس میں تین تصویریں تھیں اس نے یہ تصویریں سینٹر ٹیبل پر پھیلا دیں مختلف زاویے سے ایک ہی وقت میں بنائی گئی تصویریں تھیں۔ تینوں تصویریں دو افراد کی تھیں جن میں ایک خالد شیخ اور دوسرا.......... میں نے اسے بھی پہچان لیا حالانکہ صرف ایک بار دیکھا تھا لیکن اس کی شخصیت بھلائی نہیں

جا سکتی تھی.......... وہ پروفیسر زاغ تھا۔

میری حالت خراب سے خراب تر ہوتی جا رہی تھی' دماغ میں دھماکے ہو رہے تھے لگتا تھا جیسے سر پھٹ جائے گا تصویریں میرے سامنے تھیں اور کسی بھی قسم کی کیمرہ ٹرک سے پاک تھیں تصویروں میں خالد زاغ سے باتیں کرنے میں مصروف تھا خالد کا اس شخص سے کیا تعلق ہے اور پروفیسر زاغ کو وہ کیسے جانتا ہے۔

"خلازی کا کہنا ہے کہ اس نے تمہیں پروفیسر زاغ کے بارے میں سب کچھ بتا دیا ہے کیا تم نے اس شخص کو پہچان لیا بے بی۔" نادر ہاشمی نے پوچھا۔

"مگر خالد شیخ.........."

"تمہارے والد کی تصویر.......... اور تین نایاب کتابیں اسی نے یہاں سے حاصل کر کے زاغ کو فراہم کی ہیں یہ اس کا آلۂ کار ہے۔" نادر ہاشمی نے انکشاف کیا۔

"میرے خدا.......... میرے خدا.......... یہ جھوٹ ہے.......... یہ.........." میں نے دونوں ہاتھوں سے سر پکڑ لیا۔ "خالد.......... کیا خالد.........."

نادر ہاشمی میرا چہرہ دیکھتے رہے۔ پھر انہوں نے کہا۔ "میں تمہیں کچھ اور تفصیلات بتانا چاہتا ہوں بے بی۔ براہ کرم نادانی سے کام نہ لینا۔ مجھ سے تعاون کرو تمہارے حق میں بہتر ہوگا۔"

نہ جانے کیوں میرے ذہن میں جھنجھلاہٹ سی پیدا ہوگئی۔ میں نے تلخی سے انہیں دیکھا پھر بولی۔ "آپ لوگ۔ آخر آپ لوگ مجھ سے یہ فضول باتیں کرنے کیوں چلے آتے ہیں۔ آپ سب نے مجھے لاوارث کیوں سمجھ لیا ہے۔ میری اپنی کوئی مرضی ہی نہیں۔ جسے دیکھو نصیحتوں کا پلندہ اٹھائے آجاتا ہے۔ کیا تعاون کروں میں آپ سے بتائیے آپ کیا چاہتے ہیں۔"

نادر ہاشمی سرد نگاہوں سے مجھے دیکھتے رہے پھر بولے۔ "خلازی نے مجھے تمہارے بارے میں بڑی تفصیل سے بتایا ہے۔ تم خود سوچو بے بی آخر احمد کمال سعدی کہاں روپوش ہیں۔ وہ تمہارے سامنے کیوں نہیں آتے۔"

"آپ بتا سکتے ہیں؟"

"ہاں..........!" نادر ہاشمی نے کہا۔

"بتائیے۔" میں نے غرا کر کہا۔

"وہ اپنی تحقیق کے جال میں الجھ گئے ہیں۔ فراعنہ کی پُراسرار سرزمین کا کوئی ا
راز جس میں کسی خزانے کا قصہ بھی ہو سکتا ہے۔ کوئی ایسی انوکھی تحقیق بھی ہو سکتی
جو دنیا کو چونکا دے۔ حتمی بات نہیں کہی جا سکتی۔ ہو سکتا ہے یہ مافوق الفطرت قوتوں
کوئی کھیل ہو۔ ایک بار احمد کمال مل جائیں تو پتہ لگ جائے کہ کیا قصہ ہے۔ یوں لگ
ہے جیسے وہ خوفزدہ ہوں۔ سخت خوفزدہ۔ کسی پر بھروسہ نہ کرتے ہوں۔ حالانکہ با
اپنے بس سے باہر ہو جائے تو کسی کا سہارا حاصل کر لینا اچھا ہوتا ہے۔"

"میں کیا کروں؟ مجھے بتایئے میں کیا کروں؟"

"میں تمہارے والد کا نوادر خانہ دیکھنا چاہتا ہوں۔"

"ہرگز نہیں۔ بالکل نہیں۔ میری آپ سے کوئی شناسائی نہیں ہے۔ آپ لوگ
منوچہر خلازی۔ ان کے ساتھ جو کچھ بھی ہوا وہ میرے گھر میں ہی ہوا تا۔ کس
اجازت لی تھی انہوں نے۔ کیوں گھسے تھے وہ میرے باپ کے نوادر خانے میں۔
تعلق تھا ان کا۔ کیا یہ مجرمانہ کارروائی نہیں تھی۔"

"ہو سکتا ہے اس میں تمہاری کوئی بہتری نکل آئے۔" نادر ہاشمی نے کہا۔

"آپ سب لوگ میری بہتری کے خواہاں کیوں ہیں آخر' کیا میں نے آپ سے
مانگی ہے؟"

"ٹھیک ہے۔ تمہاری مرضی۔ جو کچھ کرتا تمہارے تعاون سے ہی کر سکتا تھا۔ ا
سے زیادہ کیا حق پہنچتا ہے۔ اچھا اجازت دو..........!"

"جا سکتے ہیں۔" میں نے کہا اور نادر ہاشمی اٹھ گئے۔ میں خاموشی سے اپنی
بیٹھی رہی۔ وہ بیساکھی ٹکاتے ہوئے دروازے تک گئے۔ پھر رک کر بولے۔
تمہیں ان تصویروں کی ضرورت ہے۔"

"لے سکتی ہوں انہیں؟"

"ہاں رکھ لو۔ میں سمجھتا ہوں تم بچی ہو' جذباتی ہو گئی ہو اور سنو اگر ا
ارادے میں کچھ لچک پیدا کر سکو تو ہوٹل شیراز میں روم نمبر تین سو آٹھ میں
کر لینا۔ خلازی اور میں وہیں ملیں گے۔" وہ کمرے سے باہر نکل گئے۔

☆======☆======☆

ساری دنیا بری لگ رہی تھی اس وقت' ہر شے سے نفرت کا احساس ہو رہا تھا بس
وہ تصویریں سامنے تھیں۔ خالد۔ وہ بھی فریب ہے۔ اتنا بڑا فریب.......... آہ! یہ کیا
ہو گیا۔ وہ تو سب سے بڑا سہارا بن گیا تھا میرے لئے۔ اس سے مل کر تو زندگی مسکرا
اٹھی تھی۔ وہ دونوں بہن بھائی دھوکے باز نکلے تھے۔ مگر یہ تصویریں۔ یہ جھوٹ نہیں
ہیں۔ اس رات کے ہنگامے میں خالد بھی شریک تھا۔ خلازی کو اس نے زخمی کیا تھا۔ وہ
ایسا انسان ہے۔

دماغ درد سے پھٹا جا رہا تھا۔ دل پر ایک گھبراہٹ سی طاری تھی۔ سکون نہیں ملے
گا۔ ساری رات دیوانگی کا شکار رہوں گی۔ ابھی بات کروں خالد سے۔ نینا کو فون
کروں۔ نہیں فون نہ کروں۔ جا کر ملتی ہوں ان سے۔ فون پر تو کوئی بھی کہانی سنائی
جا سکتی ہے۔ چہرہ سامنے ہو گا تو سچ اور جھوٹ پتہ لگے گا۔ ڈرائنگ روم سے سیدھی باہر
نکل آئی۔ کار کی چابی فیاض کے پاس تھی۔ اس سے چابی مانگی کار میں بیٹھ کر کار
اسٹارٹ کی۔ صمد بابا گیٹ کے پاس تھے۔ کار کے سامنے آ گئے اور دونوں ہاتھ سیدھے
کر کے بولے۔ "کیا وقت ہو رہا ہے۔ اس کا اندازہ ہے۔"

"چوکیدار گیٹ کھولو۔" میں نے غرا کر کہا اور چوکیدار نے جلدی سے گیٹ کھول
دیا۔ "مجھے جانا ہے صمد بابا' سامنے سے ہٹ جائیں۔"

"نہیں جاؤ گی تم۔ سمجھا کیا ہے آخر..........!" صمد بابا نے گرج کر کہا۔ میں نے
کلچ چھوڑ دیا۔ گاڑی گیئر میں تھی۔ تیر کی طرح آگے بڑھی۔ صمد بابا پھرتی سے اپنی جگہ
سے ہٹ نہ جاتے تو یقیناً کار کی لپیٹ میں آ جاتے۔ پھر بھی میں نے انہیں عقب نما آئینے
میں زمین پر گرتے ہوئے دیکھا تھا۔ گاڑی سڑک پر آ کر فراٹے بھرنے لگی۔ بہت
سنبھل کر گاڑی چلائی دماغ کی وہی حالت تھی۔ بار بار تصویریں ذہن میں ابھر آتیں۔ کیا
یہ سچ ہے۔ خدا کرے جھوٹ ہو۔ خالد کا ان تصویروں سے کوئی تعلق نہ ہو۔

بالآخر خالد کی رہائش گاہ پر پہنچ گئی۔ گاڑی لاک کر کے اندر داخل ہوئی تھی کہ

نینا نظر آ گئی۔ ہر چند کہ ناکافی روشنی میں اس کے چہرے کے تاثرات کا اندازہ نہیں ہو سکا تھا لیکن اتنا ضرور محسوس کر لیا کہ اس کے انداز میں تپاک نہیں تھا۔ وہ خاموش کھڑی مجھے دیکھ رہی تھی۔

"خیریت۔ کیا بات ہے، خالد نہیں ہیں؟"

"نہیں.......... آؤ!" میں اس کے ساتھ اندر داخل ہو گئی۔ وہ مجھے ڈرائنگ روم میں لے گئی اور بیٹھنے کا اشارہ کر کے خود بھی بیٹھ گئی۔ وہاں تیز روشنی میں اس کا چہرہ صاف نظر آ رہا تھا۔ اجڑا اجڑا۔ بے رونق۔

"کہاں گئے خالد؟"

"مجھے بتا کر نہیں گئے۔"

"کیا بات ہے نینا۔ کیسی لگ رہی ہو آج۔" میں نے سوال کیا مگر وہ کچھ نہیں بولی۔ میں انتظار کرتی رہی۔ پھر میں نے کہا۔ "نینا کیا میں چلی جاؤں؟"

"نہیں، بیٹھو۔ روشنی میں تم سے کچھ کہنا چاہتی ہوں۔"

"کہو۔" میں نے سرد لہجے میں کہا۔

"قصور تمہارا نہیں ہے۔ میں جانتی ہوں۔ تم نے.......... دراصل، غلطی سراسر میری ہے۔" وہ الجھے ہوئے لہجے میں بولی۔

"تم لوگ بہترین اداکار ہو۔ میں تسلیم کرتی ہوں۔ اب نئے ڈائیلاگ کیا ہیں تمہارے.........." میرے لہجے اور الفاظ پر وہ سخت حیران ہوئی۔ پھر متعجب لہجے میں بولی۔ "کیا تمہیں کچھ معلوم ہو گیا ہے..........؟"

"کیا معلوم ہو گیا ہے؟" میں نے پوچھا۔

"خالد مجھے واپس دے دو روشنی.......... وہ.......... وہ میرا منگیتر ہے۔ میں اس سے محبت کرتی ہوں۔ میں.......... میرا اس کے سوا اس دنیا میں کوئی نہیں ہے۔ وہ بس روشنی.......... بس غلطی ہو گئی تھی۔ مجھے معاف کر دو!"

میرے سر پر ایک اور بم پھٹا تھا۔ لرز کر رہ گئی۔ بڑے زور کا چکر آیا اور میں نے دونوں ہاتھوں سے سر پکڑ لیا۔ دیر تک اس کیفیت کا شکار رہی پھر میرے منہ سے آواز نکلی۔ "منگیتر..........؟ وہ.......... وہ تمہارا بھائی نہیں ہے۔"

"ہے.......... مگر تایا زاد بھائی۔ ہماری بچپن میں منگنی ہو گئی تھی۔ میرے تایا خالد کے بچپن میں انتقال کر گئے۔ خالد کو میرے والدین نے پرورش کیا تھا۔ پھر میری

والدہ کا انتقال ہو گیا۔ ہم دونوں ایک دوسرے کے سہارے جی رہے تھے۔ خالد تعلیم مکمل کر رہا تھا کہ اس کی والدہ کا بھی انتقال ہو گیا اور اس کے بعد میرے والد کا۔ خالد روشن ذہن کا مالک ہے۔ وہ زندگی کو کسی اونچے مقام پر دیکھنا چاہتا ہے۔ اس نے پرانا مکان بیچ کر یہ مکان خریدا اور کسی اعلیٰ ملازمت کی تلاش میں سرگرداں ہو گیا لیکن ملازمت آسانی سے کہاں ملتی ہے۔ اس کی امیدیں ٹوٹتی رہیں اس کے بعد وہ بُرے انداز میں سوچنے لگا۔ وہ ہر قیمت پر دولت کمانا چاہتا تھا چاہے راستے غلط کیوں نہ ہوں اور وہ اس کے لئے سرگرداں رہا۔ پھر اس کے مطلب کے لوگ مل گئے۔ ایسے لوگ جن کے ذریعے وہ دولت حاصل کر سکتا تھا۔ پرانا مکان فروخت کر کے نئے مکان کی خریداری اور اس پر ہونے والے دوسرے اخراجات کے بعد ہم لوگ اتنے پریشان ہو گئے تھے کہ بسا اوقات ہمارے پاس کھانے کے بھی پیسے نہ ہوتے وہ قرض ادھار لے کر کام چلا رہا تھا لیکن ان لوگوں نے اسے کار خرید کر دی۔ سارے اخراجات پورے کر دیئے۔ اس کے بعد اس نے مجھے اپنے منصوبے میں شریک کیا۔ اس نے کہا کہ ایک شاندار مستقبل کے حصول کے لئے ہمیں مل کر کام کرنا ہو گا۔ وہ یہ کام تنہا نہیں کر سکتا تھا۔ تمہیں اندازہ ہو گیا ہو گا روشنی کہ میری کیا مجبوریاں تھیں۔ اس کی منگیتر ہوں میں۔ اس سے میری زندگی وابستہ ہے اور پھر اس کے سوا دنیا میں میرا کوئی نہیں ہے۔ تاہم میں بہت مشکل سے راضی ہوئی تھی۔ اس نے مجھے کبھی پورا منصوبہ نہیں بتایا لیکن اس منصوبے کا مرکز تم تھیں۔ اس دن ہم نے تمہاری کوٹھی کے سامنے گاڑی خراب کر کے اس منصوبے کا آغاز کیا۔ مقصد تم سے شناسائی حاصل کرنا تھا۔ ہمیں تمہارے مزاج سے واقفیت نہیں تھی اس لئے اس نے مجھے بھی اپنے ساتھ رکھا تاکہ ایک لڑکی کی حیثیت سے میں تمہیں دوست بنا لوں۔ تمہیں اپنی محبت کے جال میں گرفتار کرنا اس کا اصل کام تھا لیکن.........." اس کے حلق سے سسکی نکل گئی۔ میں سرد نگاہوں سے اسے دیکھتی رہی۔ اس نے خود کو سنبھال کر کہا۔ "لیکن وہ خود تمہاری محبت میں گرفتار ہو گیا۔"

"خوب..........!" میں نے طنزیہ کہا۔

"یہ سچ ہے۔ اس نے مجھ سے گریز کرنا شروع کر دیا۔ مجھ سے زیادہ اسے اور کون جانتا ہے۔ بچپن سے آج تک ساتھ رہی ہوں۔ اب وہ مجھ سے نہیں تم سے محبت کرتا ہے۔"

"میرے خیال میں یہ الفاظ بھی تمہارے منصوبے ہی کا حصہ ہیں نینا!"

"جو دل چاہے کہہ لو.......... کم از کم تمہاری حد تک میں بھی اس جرم میں شریک ہوں' لیکن اب میں نے تمہارے سامنے حقیقت بیان کردی ہے۔ آئندہ کے طرزِ عمل کا اختیار اب تمہیں حاصل ہے۔ میں چاہتی ہوں تم اس کے بارے میں تحقیق کرلو۔ میری بات سچ ثابت ہو تو اسے دھتکار دو.......... روشنی' وہ بے شک چالاک ہے۔ اب بُرے راستوں پر چل پڑا ہے لیکن اگر تم اسے دھتکار دو تو وہ کھیل ختم ہو جائے گا۔"

"میں ایسا کیوں کروں نینا..........؟" میں نے زہریلی ہنسی ہنس کر کہا۔

"اس انکشاف کے باوجود تم اسے چاہو گی۔"

"ہو سکتا ہے جوشِ رقابت میں تم جھوٹ بول رہی ہو۔"

"تمہیں تحقیقات کا حق حاصل ہے۔"

"ہوں۔ وہ لوگ کون ہیں جن کے لئے وہ کام کر رہا ہے؟"

"میں نہیں جانتی۔"

"دلچسپ بات ہے۔ کوئی اور ایسا انکشاف جو ان لوگوں پر روشنی ڈال سکے۔"

"وہ ٹیلی فون پر اس سے رابطہ رکھتے ہیں۔"

"اس وقت وہ کہاں ہے؟"

"میں نہیں جانتی۔"

"اوکے نینا۔ چلتی ہوں۔ دیکھوں گی' سوچوں گی۔ اوکے۔"

"بیٹھو روشنی۔ میں تم سے شرمندہ ہوں۔ بیٹھو کچھ دیر۔" نینا نے لجاجت سے کہا اور میں حقارت سے منہ بنا کر ڈرائنگ روم سے باہر نکل آئی۔ پھر کار میں بیٹھ کر واپس کوٹھی آ گئی۔ ملازم پُرسکون تھے۔ کسی نے میرے کمرے کا رخ نہیں کیا۔ تنہائی.......... سوچ.......... سناٹا۔ یہ سناٹا میرے پورے وجود پر طاری تھا۔ پھر بے سہارا ہو گئی تھی۔ ایک بار پھر دل خالی ہو گیا تھا۔ نینا نے تصدیق کردی تھی اس سے زیادہ مؤثر تصدیق اور کیا ہو سکتی تھی۔ وہ فریبی ہے' مکار ہے' میرے دل میں اس کے لئے گنجائش نہیں ہونی چاہئے اور پھر.......... نینا.......... وہ بھی میری طرح بے سہارا ہو جائے گی۔ نہیں اسے دل سے کھرچ پھینکنا ہو گا۔ آدھی رات گزر گئی۔ سوچتی رہی بہت سے پہلو دماغ میں آئے تھے۔

دوسری صبح میں نے صمد بابا کو طلب کیا۔ وہ میرے سامنے آ گئے۔ میں نے سخت لہجے میں کہا۔ "صمد بابا۔ میرا وکیل کون ہے؟"

"میں نہیں بتا سکتا!"

"کیوں؟"

"اجازت نہیں ہے۔" صمد بابا سرد لہجے میں بولے۔

"سنئے صمد بابا۔ آپ کو میری ذہنی کیفیت کا ابھی تک اندازہ نہیں ہو سکا میری جگہ کوئی بھی ہوتا۔ اس پر یہ جنون ضرور طاری ہوتا۔ میں امتحان کی ہر منزل سے گزرنے کو تیار ہوں۔ میں اپنے بارے میں جاننا چاہتی ہوں۔ اگر میں خود نہ جان سکی تو میرے دماغ کی شریانیں پھٹ جائیں گی۔ آپ مجھ سے تعان کیجئے صمد بابا۔"

"تم نے تو مجھے ہلاک کر ہی دیا تھا کل' اب بھی مجھ سے تعاون چاہتی ہو!"

"ابھی کچھ نہیں کیا میں نے۔ ابھی بہت کچھ کرنا باقی ہے۔ آپ سب لوگوں کو ایک کمرے میں بند کروں گی۔ پیٹرول چھڑکوں گی اس پوری کوٹھی میں اور اسے آگ لگادوں گی۔ خود بھی اس سے باہر نہیں جاؤں گی صمد بابا۔ غور کرلیں۔ غور کرلیں اس بات پر.........."

"دیوانی تو تم ہو چکی ہو۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے لیکن بہتر ہو گا تھوڑا انتظار کرلو!"

"کیسا انتظار؟"

"کاش۔ بس چند لمحات کے لئے احمد کمال سعدی آجائیں تو ہم لعنت بھیج دیں اس پوری زندگی کی وفاداری پر۔ ہو سکے تو بس اتنا انتظار کرلو۔"

"نہیں کرسکتی۔ یقین نہیں ہے تمہارے الفاظ پر۔ یہ بھی ایک بہلاوا ہے۔ کون جانے احمد کمال اس دنیا میں ہیں بھی یا نہیں۔ تم نے خالد کے سامنے میرے وکیل کا حوالہ دیا تھا۔ جس کے پاس میرے باپ کا وصیت نامہ موجود ہے۔ وہ سچ تھا یا جھوٹ..........؟"

"سچ تھا.........."

"تو مجھے اس وکیل سے کیوں نہیں ملا دیتے تم..........!"

"کہا نا اس کی اجازت نہیں ہے۔"

"میں تمہیں اس مالک کی بیٹی کی حیثیت سے حکم دے رہی ہوں کہ ایسا کرو۔"

"یہ ممکن نہیں ہے۔"

"تب صمد بابا، مجبوری ہے۔ میں نے فیصلہ کرلیا ہے کہ پولیس اسٹیشن جاؤں آپ لوگوں کے خلاف رپورٹ کروں۔ اس میں اپنے خدشات کا اظہار کروں اور آپ کے طرزِ عمل کے خلاف پولیس کا تحفظ مانگوں۔ آپ کو مجھے اندھیرے میں رکھنے کا کوئی حق نہیں ہے۔"

صمد بابا مجھے دیکھتے رہے۔ کچھ دیر کے بعد انہوں نے کہا۔ "ٹھیک ہے لیکن اس کے لئے تم مجھے آج کا دن دے دو۔ اس کے بعد وہی کرنا جو تم مناسب سمجھو، بلکہ مجھے تو خوشی ہوگی کہ تم ایسا کرو، ہم گرفتار ہوجائیں اس طرح ہماری وفاداری کا بھرم تو رہ جائے۔ ممکن ہوسکے تو انتظار کرلو.......... ورنہ تم جاسکتی ہو۔" صمد بابا باہر نکل گئے۔

☆------☆------☆

دن کو گیارہ بجے خالد آگیا۔ میری خواب گاہ کے دروازے پر دستک دی اور پھر اندر آنے کی اجازت مانگی۔ میں نے اس کی آواز پہچان کے سخت لہجے میں کہا۔ "ملازم سے کہو ڈرائنگ روم کھولے۔ وہاں جاکر بیٹھو۔ میں آرہی ہوں۔" وہ فوراً واپس چلا گیا تھا۔ میں نے حلیہ درست کیا۔ اس کے ساتھ آئندہ رویے کا تعین کرچکی تھی چنانچہ پُرسکون انداز میں ڈرائنگ روم میں داخل ہوگئی۔

"روشنی میں.........." وہ بے اختیار کھڑا ہوکر بولا۔

"مسٹر خالد۔ مجھے آپ کے فریب کا علم ہوگیا ہے اور اس طرح میرے اور آپ کے درمیان بے تکلفی کے وہ رابطے خودبخود ختم ہوگئے ہیں چنانچہ گفتگو میں احتیاط رکھیے۔"

وہ جھاگ کی طرح آہستہ آہستہ بیٹھ گیا۔ اس نے گردن جھکالی تھی۔ میں اس کے سامنے صوفے پر جابیٹھی۔ "جی مسٹر خالد..........!"

"وہ سب کچھ سچ ہے جو نینا نے آپ کو بتایا ہے لیکن اب۔ اب میں آپ کو چاہتا ہوں۔ آپ یقین کیجئے روشنی اب میں.........."

"گڈ.......... میرے بعد کسے چاہیں گے آپ؟"

"میں خود کو مجرم تسلیم کرتا ہوں لیکن روشنی۔ میرے دل میں اب صرف تمہارا پیار ہے۔ میں ہر چیز پر لعنت بھیجتا ہوں۔ کچھ نہیں چاہئے مجھے تمہارے پیار کے سوا.......... اور روشنی یقین کرو تمہیں میری ضرورت ہے۔ تم بہت سے دشمنوں

میں گھری ہوئی ہو۔ میں تمہیں۔ میں تمہیں اس طرح نہیں چھوڑ سکتا۔"

"اور کوئی خاص بات؟"

"روشنی.......... غلطی انسان ہی سے ہوتی ہے۔ مجھ سے بھی ہوگئی بس ایک بار معاف کردو۔"

"کس کے لئے کام کررہے ہیں آپ۔ کون لوگ ہیں وہ اور کیا چاہتے ہیں؟" میں نے پوچھا۔

"ان کا سرغنہ ایک شخص پروفیسر زاغ ہے۔ وہ تمہارے والد کی تلاش میں ہے۔"

"کیا کہتا ہے وہ میرے والد کے بارے میں۔"

"اسے کسی اہم کام کے لئے ان کی تلاش ہے۔ وہ یہ بات تسلیم کرتا ہے کہ تمہیں یا تمہارے نوکروں کو ان کے بارے میں معلوم نہیں ہے لیکن تمہارے والد تم سے رابطہ نہیں توڑ سکتے۔ وہ تمہارے اردگرد کہیں موجود ہیں۔ وہ تم پر نگاہ رکھتے ہیں۔ مجھ سے اس نے یہی کہا تھا کہ میں تمہارے قریب ہونے کی کوشش کروں تمہیں اپنی محبت کے جال میں پھانس کر ایسے ذرائع تلاش کروں جن سے اسے تمہارے والد کی تلاش میں آسانی ہو۔"

"اس کے خیال میں میرے والد زندہ ہیں؟"

"وہ دعوے سے یہ بات کہتا ہے۔"

"لیکن آپ تو ان کی موت کا خدشہ ظاہر کرتے رہے ہیں۔ صمد بابا پر شبہ کررہے تھے آپ..........!"

"وہ سب ڈرامہ تھا۔ میرا مطلب ہے پروفیسر زاغ کے لئے، وہ چاہتا تھا کہ اس طرح ایسا کوئی کردار سامنے آجائے جو تمہارے والد کے بارے میں جانتا ہو۔"

"آپ اس کی وفاداری سے منحرف کیسے ہوگئے مسٹر خالد..........؟"

"اس لئے کہ اس مختصر رفاقت میں میرے دل کی دنیا بدل گئی۔ میں پورے خلوص سے تمہیں چاہنے لگا..........!"

"نینا کے بارے میں کیا سوچا آپ نے۔"

"وہ، وہ ظاہر ہے۔ وہ تمہیں سب کچھ بتا چکی ہے۔ ہم اس کا خیال رکھیں گے روشنی۔ اسے بے سہارا نہیں چھوڑیں گے۔ اس کا مستقبل بنائیں گے ہم.........."

لیکن کسی کو زبردستی چاہا نہیں جا سکتا۔"

"اس سے پہلے آپ اسے چاہتے رہے ہیں۔"

"نہیں میں نے اسے بس اپنی ایک ذمے داری سمجھا ہے کیونکہ اس کے باپ نے میری پرورش کی ہے اور یہ ذمے داری میں اب بھی پوری کروں گا۔"

"میرے والد کے کمرے سے آپ کیا کیا چرا کر لے جا چکے ہیں؟" میں نے سب سے کاری وار کیا اور خالد کی کیفیت تبدیل ہوگئی۔ وہ سکتے میں رہ گیا۔ وہ جانتا تھا کہ یہ بات نینا مجھے نہیں بتا سکتی کیونکہ اسے معلوم ہی نہیں تھا۔

"میں.......... سمجھا نہیں۔" وہ پھنسی پھنسی آواز میں بولا اور میں ہنس پڑی۔

"یہ پہلا سوال ہے خالد صاحب جس کے جواب میں آپ کو سچ بولنا پڑے گا۔"

"اوہ سمجھ گیا۔ اس چور نے تم سے رابطہ کیا ہے۔ بات سمجھ میں آگئی مگر تم نے اس سے یہ نہیں پوچھا روشنی کہ وہ یہاں کیا کر رہا تھا۔"

"آپ کی اصلی شکل سامنے آگئی۔ صرف ایک سوال بس مسٹر خالد۔ وہ چور یہاں جو کچھ بھی کر رہا تھا لیکن مجھ سے محبت کا دعویٰ رکھنے والے خالد صاحب یہاں کیا کر رہے تھے؟"

"میں نادانیوں کا شکار تھا اس وقت۔"

"کیا کیا لے گئے' آپ نے بتایا نہیں۔"

"تمہارے والد کی تصویر اور چند کتابیں۔" اس نے مجرمانہ انداز میں گردن جھکا کر کہا۔

"کوئی قیمتی چیز تو ہاتھ لگی نہیں ہوگی۔ آپ بہت چالاک ہیں خالد صاحب۔ میرے قریب آکر آپ نے اندازہ لگالیا ہوگا کہ زاغ آپ کو جو کچھ بھی دے گا' میری رفاقت اس سے لاکھ گنا زیادہ قیمتی ہے۔ چنانچہ مجھے اپنی محبت کے جال میں پھانس کر آپ زاغ سے معاوضہ وصول کرنے کے بجائے براہ راست میری دولت پر قبضہ کیوں نہ کریں لیکن ناکام ہوگئے ہیں آپ اپنی اسکیم میں۔"

"خدا کی قسم یہ بات نہیں ہے روشنی۔ مجھے تمہاری محبت کے سوا کچھ نہیں چاہئے۔ میں نے سوچ کا انداز بدل دیا ہے۔ میں اب ان لوگوں سے تمہارا تحفظ چاہتا ہوں۔"

"خالد صاحب۔ مجھے کسی باڈی گارڈ کی ضرورت نہیں ہے۔ ہوتی بھی تو آپ جیسے

مکار آدمی سے یہ خدمت کبھی نہ لیتی۔ جا سکتے ہیں آپ اور ہاں۔ یہ ایک تحفہ بھی ساتھ لیتے جائیے۔" میں نے تصویروں والا لفافہ نکال کر اس کے سامنے ڈال دیا۔ تصویریں دیکھ کر اس کی حالت اور خراب ہوگئی تھی۔

"یہ.......... یہ تمہارے پاس کہاں سے آگئیں۔"

"بہت ڈھیٹ انسان ہیں آپ۔ آپ کا کیا خیال ہے کہ میں آپ کو یہ بتاؤں گی کہ یہ تصویریں مجھے کہاں سے حاصل ہوئیں آپ جیسے انسان کو.......... آخر کیوں؟ کیا اب آپ جانا پسند کریں گے۔"

"روشنی۔ خدا کے لئے روشنی۔"

"اس کے بعد میں ملازموں کو بلاؤں گی اور وہ آپ کو باہر لے جائیں گے۔ اس کا موقع نہ آنے دیں اور یہ سنتے جائیں آپ کے جانے کے بعد میں ان سے کہہ دوں گی کہ آئندہ آپ کو اندر نہ آنے دیا جائے۔ اس کا خیال رکھئے گا۔"

"ٹھیک ہے روشنی۔ آخری بات کہہ کر جا رہا ہوں۔ تم مجھے تسلیم نہ کرو لیکن اب میں تمہارا سایہ ہوں۔ ایک ایک لمحہ تمہاری حفاظت کروں گا۔ تنہا نہیں چھوڑوں گا تمہیں۔ کبھی دل میں گداز پیدا ہو جائے تو مجھے دور نہ پاؤ گی۔"

"میں آپ کو خدا حافظ کہنا چاہتی ہوں خالد صاحب۔" میں نے نفرت سے کہا۔ وہ چلا گیا۔ تصویریں وہ اسی طرح چھوڑ گیا تھا۔ بڑا سکون ملا تھا اس کے ساتھ یہ سلوک کرکے۔ ویرانیاں میرا مقدر ہیں۔ میں تنہا جینے کے لئے پیدا ہوئی ہوں۔ مجھے یہ تنہائیاں قبول کرلینی چاہئیں۔ آخری سوچ یہی تھی۔

دو دن گزر گئے۔ وہی پہلے جیسا ماحول ہوگیا تھا۔ خالد یا نینا نے فون بھی نہیں کیا۔ میں اب نینا سے بھی کوئی رابطہ رکھنا نہیں چاہتی تھی۔ اپنے ہی غم کون سے کم تھے کہ دوسروں کے دکھ بانٹتی پھروں۔ صمد بابا اچانک میرے پاس پہنچے تھے۔

"سالک جلال تم سے ملنا چاہتے ہیں روشنی بٹیا۔"

"کون ہیں یہ؟"

"سعدی صاحب کے وکیل۔"

"اس.........؟" میں اچھل پڑی۔ ڈرائنگ روم میں ایک پینسٹھ سالہ پُروقار شخصیت بیٹھی ہوئی تھی۔ میرے سلام کا جواب سرد مہری سے دیا گیا تھا۔

"صمد بابا نے مجھے بتایا ہے کہ تم ان دنوں بہت سرگرم ہو اور اپنے باپ کا راز

جاننے کے لئے سرگرداں ہو............"

"آپ اس بات پر مجھے سرزنش کرنے آئے ہیں۔" میں نے مرعوب ہوئے بغیر کہا۔

"نہیں........... بلکہ تمہیں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ تم جلد بازی کا شکار ہوگئی ہو۔ اس کے عوامل کیا ہیں یہ مجھے نہیں معلوم لیکن یہ جلد بازی بہت سے کام بگاڑ سکتی ہے۔ تمہیں تمہاری اصلیت ضرور بتائی جائے گی لیکن اس کے لئے کچھ وقت درکار ہے۔"

"میری سوچ کیا ہے۔ میں آپ کو نہیں بتا سکتی۔ اس کے برعکس آپ مجھے بتائیے آپ کیا کہنا چاہتے ہیں؟"

"جرأت مند بچے میری کمزوری ہیں۔ تمہاری اس فطرت کو میں نے دل سے پسند کیا ہے۔ میں احمد کمال سعدی کا وکیل ہوں اور سعدی سے میرے ستائیس سال پرانے تعلقات ہیں۔ وہ جس الجھن کا شکار ہوئے اس کے بارے میں مجھے کچھ نہیں معلوم لیکن بعد میں انہوں نے جو قانونی ذمے داریاں مجھے سونپیں ان میں وہ وصیت نامہ بھی ہے جو تمہارے لئے ہے۔"

"اس کی تصدیق کیسے ہو کہ جو کچھ آپ کہہ رہے ہیں وہ سچ ہے؟"

"بہت آسان طریقہ ہے۔ اپنی پسند کا کوئی وکیل کرلو اس کے ذریعہ کورٹ کو درخواست دے کر مجھے عدالت میں تصدیق کے لئے طلب کرو۔ میں پہلے تمہیں تحریری طور پر بتاؤں گا کہ میں تمہارے والد کا وکیل ہوں اور تم مجھ سے رجوع کرو۔ اس تحریر کی روشنی میں تم یہ درخواست دینے کی مجاز ہو۔ قانون کی نگہبانی میں تم سے غلط بیانی نہیں کی جاسکے گی۔" سالک جلال نے پُروقار لہجے میں کہا۔ ان کے ان الفاظ اور لہجے نے مجھے متاثر کیا تھا۔ میری کیفیت میں کچھ تبدیلی رُونما ہوئی۔ میں نے آواز پر قابو پاکر کہا۔ "کیا اس حیثیت میں آپ پر یہ فرض نہیں عائد ہوتا تھا کہ آپ میری خبرگیری رکھیں۔"

"تمہارے والد نے صمد اور جہاں آراء پر مکمل اعتماد کا اظہار کیا تھا اور یہ دونوں اطمینان بخش طریقے سے تمہاری نگہداشت کررہے تھے۔ اب اگر تم ان سے غیر مطمئن ہو تو مجھے بتاؤ............"

"آپ اس بارے میں میرے ابو سے بات کریں گے؟" میری آواز گلوگیر ہوگئی۔

"اس کا جواب اس وقت دوں گا جب تم قانون کے حوالے سے میری طرف سے مطمئن ہوجاؤ گی۔"

"مجھے ایک بار............ بس ایک بار............" میری آواز سسکی میں بدل گئی۔

"گویا تم نے مجھے اپنے باپ کا وکیل تسلیم کرلیا۔ آخر کیوں روشن جمال آخر کیوں؟"

"خدا کے لئے۔ خدا کے لئے۔ میں آپ کے ہاتھ جوڑتی ہوں۔"

"ایک مخصوص وقت گزرنے کے بعد وہ خود تم سے ملاقات کرتے لیکن تم نے خودسری کا مظاہرہ کرکے ان کے اور اپنے لئے مشکلات پیدا کرلیں۔ مجھ پر یقین کرتی ہو۔"

"ہاں انکل............ ہاں۔"

"تو پھر ایک سال اور گزار لو۔ دنیا بھر سے دور رہ کر بس ایک سال گزار لو۔ اس کے بعد سب کچھ روشنی میں آجائے گا............ اور سنو اب بحالت مجبوری تم پر پہرہ لگایا جائے گا اس لئے نہیں کہ تم کوئی غلط حرکت کروگی بلکہ اس لئے کہ تم خود کو روشنی میں لے آئی ہو۔"

"خدا کے لئے انکل' خدا کے لئے مجھے بس اتنا بتادیں کہ میرے ابو زندہ ہیں؟"

"ہاں بیٹی زندہ ہیں۔"

"اور میری ماں؟"

"ان کے بارے میں مجھے کچھ معلوم نہیں۔"

"مجھے ایک بار ملادیں ان سے بس ایک بار۔"

"شاید اتنا آسان نہ ہو۔"

"میں ہر مشکل سے گزرنے کے لئے تیار ہوں۔"

"بات تمہاری مشکل کی نہیں ہے۔"

"پھر............؟"

"ان کے بارے میں کسی کو نہیں معلوم کہ وہ کہاں ہیں؟"

"آپ کو بھی نہیں۔"

"ہاں بیٹی۔ میں بھی نہیں جانتا۔"

"پھر آپ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ وہ زندہ ہیں۔"
"آج غالباً اٹھارہ تاریخ ہے۔ اسی ماہ کی گیارہ تاریخ کو میری ان سے بات ہوئی ہے۔"
"ابو سے............!" میری آنکھوں میں حیرانی سمٹ آئی۔
"ہاں۔"
"آہ! کیا وہ مجھ سے فون پر بھی بات نہیں کر سکتے۔ دوسروں کو فون کر سکتے ہیں وہ۔ انہیں یہ بھی نہیں معلوم کہ مجھ پر کیا بیت رہی ہے۔ حالانکہ وہ آپ سے فون پر بات کر سکتے ہیں۔"
"تم ابھی کم عمر ہو' معصوم ہو' سیدھی سادی ہو۔ ابھی تم وہ پختگی نہیں حاصل کر سکی ہو جو ضروری ہے۔ کچھ وقت اور گزر جانے دو سب ٹھیک ہو جائے گا۔"
"میں اس تنہائی سے سخت بیزار ہوں انکل۔"
"جہانی اور صمد نے تمہاری بہت خدمت کی ہے۔ انہیں غیر نہ سمجھو اب تو پلکوں کی سوئیاں رہ گئی ہیں۔"
"ایک سال تو بہت ہوتا ہے انکل۔"
"ان کے ساتھ گزارو۔ اچھا میں ایک کام کرتا ہوں۔ حالانکہ وہ بہت خطرناک ہوگا۔ صمد سنو' ایک خاتون بھیجوں گا میں۔ زمرد ہوگا اس کا نام۔ نوکری کے لئے آئیں گی انہیں رکھ لینا۔ بھروسے کی خاتون ہیں روشن جمال کا دل بہلائیں گی۔ روشن بہت اچھی ہے وہ لڑکی۔ تمہاری تنہائی دور ہو جائے گی۔ اس کے علاوہ بیٹے میں تمہیں فون کرتا رہوں گا۔" میں خاموش ہو گئی۔
"اجازت.........؟" سالک جلال اٹھ کھڑے ہوئے۔
"انکل آپ نے کچھ پیا بھی نہیں۔"
"تمہاری ڈانٹ پی لی ہے۔ کافی ہے۔" سالک جلال اٹھ کھڑے ہوئے۔ میں انہیں چھوڑنے باہر تک آئی تھی۔ سالک جلال کی خوبصورت کار کھڑی ہوئی تھی۔ ڈرائیور بھی تھا جس نے ادب سے دروازہ کھولا تھا۔ سالک جلال کار میں بیٹھے اور میری طرف الوداعی ہاتھ ہلا کر دروازہ بند کر لیا۔ پھر ان کی کار کوٹھی سے باہر نکلی ہی تھی کہ میں نے لان کے درخت سے کسی سیاہ پرندے کو فضا میں بلند ہوتے ہوئے دیکھا۔ درختوں پر چیل کوے بیٹھے ہی رہتے تھے لیکن وہ چیل یا کوا نہیں تھا۔ یہ وہی

منحوس شکرا تھا جس کے بارے میں خلازی نے بتایا تھا کہ وہ پروفیسر زاغ کا پروردہ ہے۔ دوسری بار یہاں نظر آیا تھا۔
"صمد بابا.........." میرے منہ سے بے اختیار آواز نکل گئی۔ صمد بابا میرے پیچھے پیچھے ہی باہر آئے تھے۔ جلدی سے میرے پاس آ گئے۔ "وہ' صمد بابا وہ۔" میں نے فضا میں پرواز کرتے ہوئے شکرے کی طرف اشارہ کیا۔
"میں نے اسے دیکھ لیا ہے۔ وہی تھا' بالکل وہی تھا..........!"
پھر ہر ایک سے اس کے بارے میں پوچھا گیا مگر کوئی ملازم نہ بتا سکا کہ وہ کب آ کر وہاں درخت پر بیٹھ گیا تھا۔ یہ پرندہ بے حد منحوس بے حد پُراسرار تھا۔ آہ یہ دوسری بار یہاں کیوں آیا......... کیوں.........؟

☆======☆======☆

رات کو حسبِ معمول سوچوں میں گم تھی۔ کیسی انوکھی بات تھی۔ سالک صاحب نے واقعات کو اور پُراسرار بنا دیا تھا۔ ایسے لوگ بھی کہاں ہوتے ہوں گے اس دنیا میں۔ میں خود اپنے لئے پُراسرار تھی۔ آخر کیوں۔ میری ذات اس قدر معمہ کیوں ہے جسے میں خود بھی نہیں سلجھا سکتی۔ جب کوئی دلی بحران طاری ہوتا تھا مجھ پر تو ابو کے کمرے میں جا کر پُرسکون ہو جاتی تھی۔ یہ جان کر کہ صرف ایک ہفتے قبل ابو نے سالک صاحب سے فون پر بات کی ہے دل میں اور بھی خلش ہو گئی تھی۔ کیسے ہیں میرے ابو۔ کتنے انوکھے ہیں وہ۔ اٹھ کر ان کے کمرے میں آ گئی۔ وہی پُراسرار ماحول وہی گمبھیر خاموشی۔ خیالی نگاہوں سے ابو کی تصویر کو دیکھا۔ اب تو وہ بھی یہاں نہیں تھی' وہ بدکار شخص اسے لے گیا تھا۔ خدا اسے غارت کرے۔ ظاہر ہے اب تو اس کے پاس بھی نہیں ہوگی۔ دے دی ہوگی زاغ کو.......... چند پیسوں کے عوض۔ کتابیں بھی لے گیا تھا۔ معاً میں کتابوں کی طرف متوجہ ہو گئی۔ کون کون سی کتابیں لے گیا ہے۔ دیکھوں تو سہی......... میں الماریاں دیکھنے لگی اور کتابوں کے بارے میں تو مجھے کوئی اندازہ نہیں ہوا لیکن وہ کتاب بھی موجود نہیں تھی جس میں انطاریہ کی تصویر تھی۔ اس عورت کی جسے میں زندہ دیکھ چکی تھی۔
دیوار کے نقش خاموش تھے۔ آج کوئی تصویر نہیں چمک رہی تھی۔ آج کوئی کہانی نہیں تھی ان کے پاس۔ بد دلی سے واپس اپنے کمرے میں آ گئی سونے کو جی چاہ رہا تھا۔ ایک نیند ہی تو دوست ہے جو ساتھ دیتی ہے چنانچہ سارے دکھوں سے آزاد

ہو گئی لیکن بیزار صبح کا آغاز تو ہونا تھا۔ ایسی صبح اور اس کے بعد ایسا دن جس کا کوئی مصرف نہیں تھا۔ دل میں طرح طرح کے خیالات آتے رہے۔ نینا اور خالد کا خیال بھی ان میں شامل تھا لیکن نفرت کے احساس کے ساتھ۔ دونوں میں سے کسی نے مجھ سے رابطہ نہیں کیا تھا۔ اچھا ہی ہے مجھے اب ان سے کیا لینا۔ پورا دن گزر گیا، پھر دوسرا دن بھی۔ کہیں باہر بھی نہیں گئی تھی۔ رات کو میں نے صمد بابا سے کہا۔

"سالک صاحب کسی زمرد کی بات کر گئے تھے۔"

"ہاں۔ تعجب ہے کسی کو نہیں بھیجا انہوں نے۔"

"آپ ان سے بات کریں۔"

"ٹھیک ہے۔" صمد بابا نے کہا اور پھر کچھ دیر کے بعد وہ بدحواسی سے دوڑے دوڑے میرے کمرے میں آئے۔ میں ان کی صورت دیکھ کر چونک پڑی تھی۔

"کیا بات ہے؟"

"بہت بری خبر ہے روشنی۔"

"کیا؟"

"سالک جلال نیو سرکل اسپتال میں ہیں۔ زمرد ہی سے میری بات ہوئی ہے۔ انہیں اس رات اغوا کرلیا گیا تھا۔ جس دن وہ یہاں آئے تھے۔ زمرد سے انہوں نے یہاں آنے کی بات کی تھی مگر خود اغوا ہو گئے۔ دوسرے دن وہ شدید زخمی حالت میں ایک ویران سے علاقے میں کسی کو ملے اور اس نے انہیں زندہ پا کر اسپتال پہنچا دیا۔"

"اوہ میرے خدا............!" میں نے سر پکڑتے ہوئے کہا۔ "اب کیا ہو گا صمد بابا۔"

"اللہ جانے۔ سالک صاحب کے پاس چلو گی؟"

"ہاں!"

"زمرد نے بھی یہی کہا ہے۔ وہ خود بھی وہاں پہنچ رہی ہے۔ تم سے رابطے کے لئے بے چین ہے مگر ہمارا پتہ نہیں تھا اس کے پاس۔"

"آپ تیار ہو جائیے۔ میں آ رہی ہوں۔"

فیاض گاڑی چلا رہا تھا۔ صمد بابا اس کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے اور میرا دماغ خیالات کا مسکن بنا ہوا تھا۔ رہ رہ کر وہ منحوس پرندہ میرے ذہن میں آ رہا تھا جس کے بارے میں منوچہر خلازی نے بتایا تھا۔ آخر وہ پرندہ دوبارہ وہاں کیسے پہنچا تھا اور

........ہاں یقیناً وہ سالک جلال کی کار کے اوپر اڑتا نظر آیا تھا۔

یو سرکل اعلیٰ پائے کے اسپتالوں میں سے تھا۔ ہمیں سالک جلال کے بارے میں ہو گیا۔ وسیع و عریض کمرے میں کئی افراد موجود تھے۔ یہ یقیناً سالک صاحب کے اہلِ دان ہوں گے۔ شرابی آنکھوں والی ایک تیس سالہ خاتون نے ہمارا استقبال کیا۔

"آپ روشن جمال ہیں؟"

"جی۔"

"میرا نام زمرد ہے۔ سالک صاحب نے مجھے حکم دیا تھا کہ مجھے آپ کے ساتھ ہنا ہے۔ انہوں نے کہا تھا کہ وہ مجھے تفصیل سے میرا کام بتائیں گے۔ مگر اسی رات یں اغوا کرلیا گیا۔ آپ کو تفصیل معلوم ہو گئی ہو گی۔ ان پر بدترین تشدد کیا گیا ہے۔"

"تشدد؟"

"جی ہاں۔ آئیے، دیکھئے!" زمرد مجھے بستر کے پاس لے گئی۔ سالک صاحب کے پر بڑا سا ٹیپ چپکا ہوا تھا جس کے نیچے روئی کا انبار تھا۔ ہاتھوں پر پٹیاں کسی ہوئی یں۔ چہرہ بری طرح جلا ہوا تھا۔ اوپری بدن برہنہ تھا اس پر لاتعداد زخموں کے انات تھے۔ "ان کی زبان کاٹ لی گئی ہے۔ دونوں ہاتھوں کی انگلیاں کاٹ دی گئی ں۔ پورا بدن آگ سے داغا گیا ہے اور پھر شاید مردہ سمجھ کر پھنکوا دیا گیا تھا!"

"میرے خدا............! کچھ اور معلوم ہو سکا؟"

"نہیں۔ پولیس تفتیش کر رہی ہے۔"

سالک صاحب ہوش میں تھے۔ مجھے دیکھ کر ان کی آنکھوں میں بے چینی نمودار گئی۔ انہوں نے جسم کو جنبش بھی دی تھی۔ میں پتھرائے ہوئے انداز میں انہیں یکھتی رہی۔ صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ سالک جلال کچھ کہنا چاہتے ہیں۔ اچانک انہوں نے ر کو جنبش دی اور قریب کھڑے ہوئے ایک نوجوان کو ٹھوکر ماری۔ نوجوان جلدی ے ان پر جھک گیا۔

"کیا بات ہے تایا ابو۔ کیا بات ہے؟" سالک صاحب نوجوان کو دیکھنے لگے۔ ان ی نظریں اس کے سینے پر تھیں اور وہ آنکھوں آنکھوں میں اس سے کچھ کہہ رہے تے۔ "کوئی تکلیف ہے تایا ابو۔" نوجوان نے پھر پوچھا۔ سالک صاحب نے پاؤں کو پھر بنش دی مگر اسے زیادہ اونچا نہ اٹھا سکے۔

"تم ہٹو ندیم.......... ہٹو.........." زمرد نے کہا اور خود سالک صاحب کے پاس پہنچ گئی۔ "کچھ کہنا چاہتے ہیں سر' مجھے آنکھوں سے بتائیے۔" وہ جھک کر بولی ا سالک کی نظریں پھر اسی نوجوان کی طرف اٹھ گئیں۔ زمرد نے ان کی نگاہوں کا زاو دیکھا اور پھر سیدھی ہو کر ندیم سے بولی۔ "ندیم یہ قلم دو ذرا..........!" ندیم جیب میں ایک بال پوائنٹ لگا ہوا تھا۔ اس نے جلدی سے بال پوائنٹ نکال کر زمرد دے دیا۔ سالک صاحب نے آنکھوں کو جنبش دی اور پاؤں پھر ہلایا۔ زمرد نے ا پاؤں کی طرف کیا تو سالک صاحب نے انگوٹھے اور انگلی کی مدد سے قلم پکڑ لیا۔

"اوہ۔ وہ کچھ لکھنا چاہتے ہیں........... مگر........... پاؤں سے۔ ندیم کوئی کا دو..........! کاغذ ہے کسی کے پاس؟" دواؤں کا ایک پرچہ مل گیا جسے چارٹ پیڈ رکھ کر سالک صاحب کے پاؤں کے قریب کردیا اور وہ شدید مشکل سے اس پر چلانے لگے۔ سب ان کی مدد کر رہے تھے۔ بمشکل تمام انہوں نے آڑے ترچھے لفظو میں لکھا۔

"روشنی.......... ڈچ کاٹیجز.......... نمبر تیرہ..........!" بہت مشکل الفا تھے۔ بس ٹیڑھی لکیریں سی بنی تھیں لیکن نہایت محنت سے ان کی ترتیب کرلی گئی تھی۔

"یہ کیا ہے مس زمرد..........؟" ندیم نے تعجب سے کہا۔

"یہ ان کے لئے ہے مسٹر ندیم۔ مس روشن جمال۔ آپ براہ کرم یہ پرچہ ر لیجئے!" زمرد نے پرچہ تہہ کر کے میرے حوالے کردیا۔ خود میری سمجھ میں کچھ نہیں آ تھا۔ ڈچ کاٹیجز۔ نمبر تیرہ۔ کیا ہے یہ نمبر تیرہ..........! لیکن جو کچھ بھی ہے اس م کوئی خاص راز پوشیدہ ہے۔

اس دوران بہت سے لوگ مجھ تک پہنچے تھے ان میں سے کچھ نے میرا ہمدرد بن کی کوشش کی تھی لیکن میرا کسی پر اعتماد نہیں قائم نہیں ہو سکا تھا۔ سالک جلال سے بھ ابتدا اسی انداز میں ہوئی تھی لیکن وہ پہلے انسان تھے جن سے میں مرعوب ہوئی تھ اور پھر ان پر اعتبار بھی آگیا تھا۔ شاید اس کی وجہ ان کی میرے والد سے قربت احساس ہو لیکن چند گھنٹوں کے بعد ہی ان کی یہ حالت ہوگئی تھی مجھے ان کی یہ حال زار دیکھ کر شدید دکھ ہو رہا تھا انہوں نے اس عمل کے بعد آنکھیں بند کرلی تھیں۔

"روشنی۔" زمرد نے آہستہ سے کہا۔ میں اس کی طرف متوجہ ہوگئی۔ "اب واپس جاؤ۔"

"کیا سالک انکل ٹھیک ہو جائیں گے؟" میں نے پوچھا۔

"ہم اللہ سے یہی دعا کرتے ہیں۔"

"میں اب کیا کروں زمرد سسٹر؟"

"گھر واپس جاؤ کل رات کو فون کروں گی فون پر میری آواز تو پہچان لو گی نا..........؟"

"ہاں کیوں نہیں۔" میں نے کہا۔

"بس ٹھیک ہے گھر پر ہی وقت گزارنا سنو خاص طور سے ہدایت کرتی ہوں کہ یہ پرچہ کسی کے ہاتھ نہ لگنے پائے بہت احتیاط سے اپنے پاس محفوظ رکھنا ویسے تمہاری یادداشت کیسی ہے؟"

"سمجھی نہیں سسٹر..........؟"

"اس پرچے پر جو الفاظ لکھے ہیں وہ یہی ہیں نا.......... روشنی.......... ڈچ کاٹیجز.......... نمبر تیرہ۔"

"جی.......... بالکل.........."

"مجھے یاد ہیں تم بھی ذہن نشین کرلو تاکہ اس تحریر سے چھٹکارا حاصل کرلیا جائے اور کوئی خطرہ باقی نہ رہے۔"

"مجھے یاد رہیں گے۔"

"تو وہ سامنے واش روم ہے وہاں جاؤ اسے پرزے پرزے کر کے فلش میں بہا دو جاؤ شاباش یہ ضروری ہے۔" میں نے زمرد کی بات پر عمل کیا باہر آکر معلوم ہوا کہ سالک جلال پر بے ہوشی طاری ہوگئی ہے ڈاکٹر انہیں آئی سی یو میں لے جانے کا فیصلہ کر رہے ہیں۔ میرا وہاں رکنا اب مناسب نہیں تھا اس لئے میں باہر نکل آئی پھر کار میں بیٹھ کر واپس چل پڑی۔ صمد بابا مجھ سے کچھ پوچھنا چاہتے تھے مگر پچھلے دنوں کے رویے کی بناء پر پوچھ نہیں پا رہے تھے میں نے خود ہی انہیں تفصیل بتادی۔

"تم مانو یا نہ مانو بٹیا وہ خونی پرندہ ان واقعات میں بڑی حیثیت رکھتا ہے مجھے تو وہ کوئی خبیث روح معلوم ہوتی ہے جو پرندے کی شکل میں منڈلاتی رہتی ہے۔"

میں نے صمد بابا کو جواب نہیں دیا پرندے کے بارے میں مجھے تفصیل معلوم تھی لیکن میں زاغ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتی تھی رات کو تین بجے تک نیند نہیں آئی سوئی تو بُرے بُرے خواب دیکھتی رہی صبح طبیعت بری طرح الجھی ہوئی تھی ناشتے میں بس

چاہئے پی اب تو کوئی بھی ایسا نہیں تھا جس سے بات کرتی دل پر بوجھ ہی بوجھ تھا اس الجھن کے دوران سوچا کہ کیوں نہ واقعی پولیس سے رجوع کروں زاغ کی نشاندہی کردوں یہ تشدد بھی زاغ ہی نے کیا ہے خلازی کو بھی اسی کے ایماء پر زخمی کیا گیا تھا وہ مسلسل میرے خلاف کارروائیوں میں مصروف ہے اس کا نام آئے گا تو مسٹر خلازی اور خالد شیخ کا نام بھی لینا پڑے گا اور وہ بھی پھنسے گا۔ دل میں ایک ہوک سی اٹھی چند ہی روز تو گزرے ہیں کیسی اچھی رفاقت تھی زندگی خوبصورت لگنے لگی تھی ایک دم تنہائیاں دور ہوگئی تھیں جینے کو جی چاہنے لگا تھا اور اب..........

فون کی گھنٹی نے خیالات کا سلسلہ توڑ دیا زمرد کا خیال دل میں آیا تھا میں نے ریسیور اٹھا کر کہا۔ "ہیلو۔"

"روشنی.......... میں نینا بول رہی ہوں۔"

"بولو۔" میں نے سرد لہجے میں کہا۔

"تم سے ملنا چاہتی ہوں۔ تمہارے پاس آنا چاہتی ہوں۔"

"سوری نینا.......... میں تم سے نہیں ملنا چاہتی۔"

"ضروری بات کرنا ہے تم سے۔"

"نینا.......... سوری۔" میں نے اسی انداز سے کہا۔

"میں تو تمہاری احسان مند ہوں روشنی میرے لئے تو تم نے ایثار کیا ہے۔ میرے دل میں تو تمہارے لئے.........."

"فون بند کردوں.........؟"

"خدارا نہیں، سن تو لو جو کچھ تم نے کیا وہ بیکار رہا کچھ بھی نہیں ہوسکا اس سے" مجھ سے دور ہٹ گیا ہے اب تو دو دو دن نہیں آتا بات بگڑ گئی ہے روشنی.........." سچ مچ تم سے پیار کرنے لگا ہے اس طرح تو وہی بات ہوگئی کہ بلی نے کھایا نہیں لڑھکا دیا کاش وہ تمہارا رہتا۔"

"بہت گھٹیا لوگ معلوم ہوتے ہو تم.......... کبھی اچھے لوگوں سے واسطہ نہیں پڑا افسوس ناتجربے کاری کا شکار ہوگئی ورنہ تم تو عزت سے گھر میں بلانے کے قابل بھی نہیں تھے اپنی اوقات پر نگاہ رکھو کوٹھیوں میں گھسنے کے خواب دیکھنا چھوڑ دو۔ میں رحم دل ہوں ورنہ اب تک وہ مجرم شخص پولیس کی تحویل میں ہوتا تمہاری لاوارثی پر ترس کھا رہی ہوں لیکن.......... یہ بات اس سے کہہ دینا۔"

"روشنی.......... میں.........."

"شٹ اپ۔" میں نے فون بند کردیا۔ شدید غصہ آگیا تھا فون کے پاس سے ہٹی ہی نہیں تھی کہ گھنٹی پھر بج اٹھی میں نے غصیلے انداز میں ریسیور اٹھا لیا۔ "جو کچھ میں نے کہا ہے اس کے بعد بھی تمہیں غیرت نہیں آئی۔"

"ہیلو میں مس روشن جمال سے بات کرنا چاہتی ہوں۔" اس بار آواز بدلی ہوئی تھی۔ میں چونک اٹھی۔

"سوری میں روشن جمال بول رہی ہوں۔"

"زمرد..........!"

"سوری سسٹر.......... ویری سوری.......... ایک احمق لڑکی مجھے فون پر پریشان کر رہی تھی اور پھر اس وقت آپ کے فون کی توقع بھی نہیں تھی۔"

"کوئی بات نہیں کچھ ہدایات دینی ہیں تمہیں۔"

"جی سسٹر.......... ویسے انکل سا.........."

"نو بے بی.......... ساری باتیں بعد میں پہلے میں تمہیں وہ باتیں بتادوں جو ضروری ہیں۔"

"جی.......... فرمائیے..........؟"

"دوپہر کو دو بجے تک تمہارے پاس آنا چاہتی ہوں وہ وقت سنسان ہوتا ہے تمہیں اس کے لئے کچھ تیاریاں کرنی ہوں گی۔"

"کیا سسٹر..........؟"

"باہر کے لوگ گھر کے بارے میں زیادہ نہیں جانتے اور تمہارے ملازم یقیناً تمہارے وفادار ہیں وہاں میرا اضافہ خاموشی سے کردو کسی بیرونی شخص کو یہ نہیں پتا چلے گا کہ کوئی نیا ملازم آگیا ہے میں قدیم ملازماؤں کی طرح وہاں ایڈجسٹ ہوجاؤں گی۔"

"میں سمجھ گئی اگر آپ اس طرح پسند کرتی ہیں تو ٹھیک ہے۔"

"میری رہائش ملازموں کی رہائش کے ساتھ ہونی چاہئے۔"

"ہوجائے گی۔" میں نے کہا۔

"خداحافظ۔" دوسری طرف سے فون بند کردیا گیا میں ہیلو ہیلو کرتی رہ گئی لیکن لائن بے جان ہوگئی تھی۔ ریسیور رکھ کر سوچ میں ڈوب گئی پھر زمرد کے آجانے کے

تصور سے خوش ہوگئی۔ ایک نگاہ میں پسند آجانے والی خاتون تھیں مگر نہ جانے ا
سالک کس حال میں تھے ہماری وجہ سے ان کا یہ حال ہوا تھا۔ جہانی بیگم کو بلا کر صور
حال سمجھائی۔

"کون آنے والا ہے؟" جہانی بیگم نے پوچھا اس سوال پر غصہ آیا تھا مگر پی گئی ا
کہا۔

"سالک جلال نے ایک خاتون کو بھیجنے کے لئے کہا تھا اگر حادثہ نہ ہوتا تو اب ت
وہ آچکی ہوتیں۔"

"اوہ......... وکیل صاحب کا معاملہ ہے ٹھیک ہے انتظام کرتی ہوں۔" و
خود بھی اس انتظام میں شریک ہوگئی۔ ملازموں کو جو بیوی بچوں کے بغیر رہتے تھے ای
کوارٹر میں یکجا کیا اور دوسرا کوارٹر زمرد کے لئے آراستہ کرادیا اس مصروفیت میں
کے فون کا تکدر بھول گئی تھی ٹھیک دو بجے سفید کناری دار ساڑھی میں ملبوس سر
زمرد چشمہ لگائے' ہاتھ میں کپڑے کا تھیلا لئے لاپروائی سے چلتی ہوئی اندر آگئیں با
کھایا ہوا تھا اور انداز میں پھوہڑپن تھا فیاض ہی سامنے کھڑا تھا کڑک کر بولیں۔

"کھڑے کھڑے دیکھ رہے ہو ہاتھ دکھ گیا تھیلا پکڑے پکڑے' ذرا سنبھال لو ا
اور آگے آگے چلو میرے۔" سبھی کو صورت حال معلوم تھی مسز زمرد کی چالاکی
میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی اس طرح انہیں ان کا کوارٹر بھی معلوم ہوگیا
شام تک میں نے ان کا انتظار کیا کوئی ساڑھے پانچ بجے پھولوں کا گلدستہ ہاتھ میں لئے
پھٹر پھٹر کرتی ہوئی اندر آگئیں۔ "کمرہ کباڑ خانہ بنا رکھا ہے کہاں لگاؤ
پھول.........؟"

"ہیلو.........!" میں نے مسکرا کر کہا اور وہ بھی مسکرادیں۔

"میرا خیال ہے سب ٹھیک ہے کیوں.........؟"

"یقیناً ویسے آپ نے بڑا دلچسپ روپ دھارا ہے آپ بے حد ذہین خاتون معلو
ہوتی ہیں۔" مسز زمرد مسکراتی ہوئی بیٹھ گئیں۔ "میں سالک انکل کے لئے بہت بے
چین ہوں ان کے بارے میں بتایئے۔"

"اب تک وہ ملک چھوڑ چکے ہوں گے۔"

"اوہ......... کہاں.........؟"

"لندن روانہ کردیا گیا ہے انہیں خدا کرے زندگی بچ جائے زبان اور ہاتھوں

سے تو محروم ہوگئے۔"

"خدا ان لوگوں کو غارت کرے بڑی درندگی کی گئی ہے ان کے ساتھ کاش وہ
ٹھیک ہوجائیں پولیس ان درندوں کو تلاش تو کررہی ہے نا.........؟"

"ہاں کررہی ہوگی۔"

"میں پولیس کو کچھ اطلاع دینا چاہتی ہوں یہ بتا سکتی ہوں کہ یہ وحشت خیزی
کرنے والا کون ہے۔"

"اوہ........." مسز زمرد نے مجھے سنسنی خیز نظروں سے دیکھا۔

"میرا دعویٰ ہے کہ وہ زاغ کے سوا کوئی نہیں ہوسکتا۔"

"زاغ.........!" زمرد نے آہستہ سے کہا۔

"سو فیصد وہی مردود سب کچھ کررہا ہے اس کے سوا اور کوئی نہیں ہوسکتا۔"

"دروازہ بند کردوں تو کوئی حرج تو نہیں ہے۔" مسز زمرد نے کہا اور میرے
اشارے پر دروازہ بند کردیا پھر میرے سامنے بیٹھ کر بولیں۔ "کون ہے
زاغ.........؟"

"ہوسکتا ہے مسز آپ کو میرے بارے میں کچھ معلوم نہ ہو اس لئے تفصیل سے
اپنے بارے میں بتادوں۔"

"ضرور بتاؤ......... یہ ضروری ہے۔" زمرد نے کہا اور میں نے انہیں ابتدا
سے اب تک کی پوری کہانی سنادی کوئی پہلو پوشیدہ نہیں رکھا تھا ان سے اپنی محرومیوں
کی داستان سے لے کر خلازی' نادر ہاشمی اور خالد کے بارے میں بھی بتادیا تھا یہ تفصیل
بتا کر میں خاموش ہوگئی۔ زمرد گہری سوچ میں ڈوبی ہوئی تھیں پھر انہوں نے آہستہ سے
کہا۔

"شلاشلائی کے بارے میں کچھ پڑھا ہے میں نے یاد نہیں آرہا۔"

"امیزون کے قبائلی باشندوں کا مقدس پرندہ ہے۔"

"تمہیں یقین ہے کہ وہ سالک جلال کی کار کے پیچھے گیا تھا۔"

"ہزار فیصد' سب ہی نے دیکھا تھا۔"

"پروفیسر زاغ.........!" زمرد کے لہجے میں عجیب سی غراہٹ تھی۔

"کیوں نہ ہم پولیس کو یہ معلومات' فراہم کردیں۔"

"نہیں روشن......... پولیس کہاں تکلیف کرے گی خواہ مخواہ اس گھر میں ان کا

ٹھکانہ بن جائے گا اور ہم بھی کچھ نہیں کر سکیں گے۔ فون کرلوں یہاں سے.......؟"

"ہاں کیوں نہیں.........." میں نے جواب دیا اور سسٹر زمرد نے فون اٹھا کر سامنے رکھ لیا پھر وہ کسی کے نمبر ڈائل کرنے لگیں رابطہ ہو جانے پر انہوں نے کہا۔

"زمرد.........! منصور بول رہے ہو.......... ثاقب کہاں ہیں ہاں دو.......... بعد میں تم سے بھی بات کرتی ہوں ہاں۔ ثاقب.......... کیا رپورٹ ہے.......... پہنچ گئے.......... خیریت سے.......... خدا کا شکر ہے میں پوائنٹ پر آگئی ہوں بالکل خیریت ہے خصوصی رپورٹ موصول کرو..........! اس کارروائی کے پس پشت پروفیسر زاغ نامی ایک شخص ہے ہاں زاغ.......... کوا.......... اس کے بارے میں تھوڑی سی تفصیل سنو۔" سسٹر زمرد نے مختصراً زاغ کے بارے میں بتایا خاص طور سے کالے باز کی پوری تفصیل بتائی پھر کہا۔ "اس کے امکانات ہیں کہ اور بھی کچھ ہو تمہارے لئے یہ معلومات بہت کارآمد ہوں گی ٹھیک ہے ہاں ہوشیار رہو.......... بالکل.......... اور کوئی سوال..........؟ نہیں زاغ کے بارے میں اور کچھ نہیں معلوم.......... ہاں اگر خلازی اور نادر ہاشمی کے بارے میں معلومات کرنا چاہو تو.......... ہاں.........." زمرد نے ماؤتھ پیس پر ہاتھ رکھ کر مجھ سے پوچھا۔ "نادر ہاشمی نے کون سے ہوٹل کا نام بتایا تھا۔"

ہوٹل شیراز.......... روم نمبر تین سو آٹھ۔" میں نے جواب دیا اور میرا یہ جواب انہوں نے فون پر دہرا دیا پھر بولیں۔ "اب منصور کو دو.......... ہاں منصور ایک کام کرنا ہے تمہیں ڈچ کاٹیجز نمبر تیرہ' یقیناً کاٹیج تیرہ اس کے بارے میں پوری تفصیل درکار ہے مکمل.......... ہاں یہیں لیکن ہوشیاری سے.......... خدا حافظ.........." سسٹر زمرد نے فون بند کر دیا پھر جلدی سے بولیں۔ "خدا کا شکر ہے استاد محترم خیریت سے لندن پہنچ گئے۔"

"انکل سالک جلال..........؟"

"ہاں! اب ہم ان کی بہتری کی امید کر سکتے ہیں انہیں بہت خفیہ طریقے سے نکالا گیا ہے یہ خطرہ تھا کہ ان کی زندگی کی خبر ان کے دشمنوں کو نہ ہو جائے کیونکہ اپنی دانست میں وہ انہیں مردہ سمجھ کر پھینک گئے تھے لیکن خدا کا شکر ہے۔"

"وہ آپ کے استاد ہیں..........؟"

"وہ میرے سب کچھ ہیں اپنے بارے میں بتاؤں۔"

"ضرور سسٹر۔"

"ماں' باپ اور میں.......... ہمارا گھر بس اتنے ہی افراد پر مشتمل تھا چار سال کی تھی والد صاحب ٹریفک کے حادثے میں جان بحق ہو گئے اسی حادثے میں والدہ نابینا ہو گئیں سر کی چوٹ سے۔ والد صاحب بیرسٹر سالک جلال کے پاس کلرکی کرتے تھے سالک جلال نے ہماری زندگی سنبھال لی۔ میری تعلیم و تربیت اور ہم ماں بیٹیوں کی پرورش کی پہلے سے بہت اچھے انداز میں جئے ہم لوگ' یہاں تک کہ میں وکیل بن گئی اور ان کے ساتھ کام کرنے لگی جو اب تک جاری تھا۔ مجھے تمہارے ساتھ رہنے کی ہدایت کی گئی تھی۔ بس ان الفاظ کے ساتھ کہ تم انتہائی پُراسرار حالات کا شکار ہو اور مجھے تمہاری حفاظت کرنی ہے۔ مجھے صرف تعلیم ہی نہیں دلائی گئی بلکہ اور بھی بہت سی صفات پیدا کی گئیں مجھ میں مثلاً میں بلیک بیلٹ ہوں۔ کئی زبانیں جانتی ہوں وغیرہ.......... یہ حادثہ غیر متوقع تھا ورنہ میں پہلے ہی تمہارے پاس پہنچ گئی ہوتی۔"

"یہ دوسرے لوگ کون ہیں جن سے آپ نے بات کی۔"

"استاد محترم کے تربیت یافتہ.......... اعلیٰ ترین صفات کے مالک' ہم لوگ صرف حالات کے سہارے کورٹ میں نہیں جا کھڑے ہوتے بلکہ خود بھی اصل حالات کی چھان بین کر کے کسی بھی مقدمے کو پوری طرح جاننے کے بعد کام کرتے ہیں۔"

"ایک سوال اور ہے میرے ذہن میں۔"

"ضرور پوچھو۔"

"انکل سالک نے کہا تھا کہ اگر میں خاموشی سے ایک سال اور گزار لیتی تو مجھے سب کچھ معلوم ہو جاتا۔"

"اوہ.......... یہ کہا تھا انہوں نے..........؟"

"ہاں.......... اس کی وجہ کیا تھی..........؟"

"میں نہیں جانتی میری جان لیکن فکر نہ کرو بہت کچھ معلوم ہو جائے گا کچھ وقت لگے گا۔"

"سسٹر آپ میرے پاس نہیں رہ سکتیں آپ نے ملازموں کا کوارٹر کیوں پسند کیا ہے۔"

"تمہارے ساتھ ہی رہوں گی جانی.......... مگر مجھے ملازم ہی رہنے دینا یہ ضروری ہے۔"

"ٹھیک ہے لیکن آپ میرے پاس رہیں‘ زندہ درگور ہوگئی ہوں اس تنہائی سے دل اکتا گیا ہے اس خالی دنیا سے۔"

"میں ہوں تمہارے پاس بے فکر رہو۔" مسٹر زمرد نے کہا پھر وہ میرے ساتھ ہی رہیں۔ صمد بابا اور جہانی بیگم کو بھی اس سے اختلاف نہیں تھا اور ماحول کچھ پُرسکون سا ہوگیا تھا دوسرے دن منصور نے فون کیا اس نے بتایا۔ "ڈچ کاٹیجز کے بارے میں معلومات حاصل ہوگئی ہیں شہر کے نواحی علاقے میں ایک اعلیٰ پائے کی کنسٹرکشن کمپنی نے یہ کاٹیج بنائے ہیں لیکن یہ ابھی غیر آباد ہیں بالکل ابتدائی حصے میں بنے کچھ کاٹیج آباد ہیں ورنہ باقی میں تالے پڑے ہوئے ہیں۔"

"تیرہ نمبر کاٹیج تلاش کیا..........؟"

"ہاں‘ وہاں ایک مالی پودوں وغیرہ کی دیکھ بھال کر رہا تھا اس نے بتایا کہ عمارت کے مالکان ابھی یہاں نہیں آئے البتہ اندر سے سجاوٹ کردی گئی ہے۔"

"اس سے مالکوں کے بارے میں کچھ معلوم کیا..........؟"

"وہاں کئی کاٹیجز میں کام کرتا ہے بس اسے اکٹھی ایک سال کی تنخواہ مل گئی ہے اور بیرونی گیٹ کی چابی‘ اس کے بعد اسے مالکان سے کیا دلچسپی رہ جاتی ہے۔"

"ذرا لوکیشن بتاؤ۔" زمرد نے کہا اور منصور نے انہیں تفصیل بتادی اس سے سلسلہ منقطع کرنے کے بعد مسٹر زمرد کچھ سوچنے لگی تھیں پھر انہوں نے کہا۔ "کیا خیال ہے روشنی..........؟"

"کس سلسلے میں مسٹر..........؟"

"کاٹیج نمبر تیرہ میں جانا پسند کروگی..........؟"

"میں بزدل نہیں ہوں بس تنہائی سے خوف آتا تھا۔"

"اب تو میں تمہارے ساتھ ہوں میں نے غور کیا ہے اس بات پر‘ استاد محترم نے تمہیں یہ پتہ لکھ کر دیا تھا اگر وہ کسی اور کو اس طرف متوجہ کرنا چاہتے تو کرسکتے تھے لیکن انہوں نے ہزار دقت کے بعد یہ پتہ تمہیں لکھ کر دیا آخر اس کا کوئی مقصد ہوگا وہ تمہیں وہاں بھیجنا چاہتے تھے اگر ایسا نہ ہوتا تو میں تنہا وہاں چلی جاتی لیکن میرے خیال میں تمہارا ابھی وہاں جانا ضروری ہے۔"

"میں جاؤں گی مسٹر.......... آپ یقین کریں میں بزدل نہیں ہوں۔" مسٹر زمرد میرا گال تھپتھپا کر خاموش ہوگئیں پھر ان کے دوسرے نمائندے ثاقب کا فون

وصول ہوا جس نے اطلاع دی کہ شیراز ہوٹل کا وہ کمرہ تین دن قبل خالی ہوچکا ہے جہاں زخمی مسٹر خلازی اور معذور شخص نادر ہاشمی رہتے تھے اس سے زیادہ ان کے بارے میں کچھ نہیں معلوم ہوسکا۔

مسٹر زمرد نے سارے انتظامات کئے تھے اور ایک نہایت محتاط طریق کار اختیار کیا تھا۔ انہوں نے مجھے تیار کرلیا دن کو ساڑھے بارہ بجے ایک وین کچھ فرنیچر لے کر آئی اس سے نیا فرنیچر اتارا گیا اور پرانا فرنیچر اس میں چڑھا دیا گیا ہم دونوں بالکل خاموشی سے اسی وین میں سوار ہوگئیں اور وین چل پڑی۔

"میں نہیں چاہتی تھی کہ کوئی ہماری سرگرمیوں پر نگاہ رکھے۔"

"آپ نے بڑا سنسنی خیز طریق کار اختیار کیا ہے مسٹر.......... بالکل جاسوسی فلموں والا۔"

"حالات بھی تو کسی طرح ان فلموں سے کم نہیں ہیں کیا کیا جائے۔" وین ایک غیر آباد اور سنسان سے علاقے میں آکر رکی اور فوراً ہی ایک شاندار کار اس کے قریب آکر رک گئی مسٹر زمرد نے وین کا دروازہ کھولا اور دوسرے لمحے ہم کار کی پچھلی سیٹوں پر منتقل ہوگئے۔ وین کے پچھلے حصے سے دو بار میں نے اس کار کو پیچھے آگے ہوتے دیکھا تھا مگر غور نہیں کیا تھا کیونکہ دوسری گاڑیاں بھی آجا رہی تھیں کار کے شیشے سیاہ تھے اور اس میں ڈرائیور کے سوا اور کوئی نہیں تھا۔

"مطمئن ہو منصور..........؟" کچھ دیر کے بعد زمرد نے ڈرائیور سے پوچھا۔

"بالکل میڈم..........!" ڈرائیونگ کرنے والے نے جواب دیا اس کے بعد کوئی گفتگو نہیں ہوئی تھی میں نے سمجھ لیا کہ یہ وہی شخص ہے جس نے ڈچ کاٹیجز کا پتہ بتایا تھا۔ مسٹر زمرد ہر لحاظ سے شاندار معلوم ہورہی تھیں مجھے ان کی ذہانت سے بڑی ڈھارس ہوئی تھی پھر کچھ دیر کے بعد کار جس علاقے میں داخل ہوئی اسے دیکھ کر میں نے اندازہ لگا لیا کہ یہی ڈچ کاٹیجز ہوسکتے ہیں۔ حسین طرز تعمیر کے بنگلے تھے مجھے بہت اچھے لگے لیکن علاقہ بے حد ویران تھا کار ایک بنگلے کے سامنے رک گئی گول دائرے میں نمبر تیرہ صاف نظر آرہا تھا۔ منصور نے نیچے اتر کر بڑے ادب سے کار کا دروازہ کھولا سامنے ہی مالی نظر آرہا تھا جو اس کار کو یہاں رکتے دیکھ رہا تھا جب ہم کھلے ہوئے گیٹ کی طرف بڑھے تو وہ جلدی سے آگے بڑھ آیا اس نے بے اختیار پیشانی پر ہاتھ رکھ کر سلام کیا۔

"یہ مالی ہے بیگم صاحبہ۔" منصور نے اسی طرح ادب سے جھک کر کہا۔

"ہوں۔" سسٹر زمرد نے پرس کھول کر سو روپے کا نوٹ نکالا اور مالی کو دے کر کہا۔ "کیاریوں کی اچھی طرح دیکھ بھال کیا کرو مالی ہم بہت جلد اپنے بنگلے میں آنے والے ہیں۔"

"نوکر ہوں بیگم صاحبہ.......... آپ دیکھ لو ایک بھی فالتو پتا نہیں رہنے دیتا..........! ساری کیاریاں صاف ستھری پڑی ہیں۔"

"اندر کی چابی ہے تمہارے پاس۔"

چابی تو نہیں ہے مگر یہ تیرہ نمبر کے دروازے کی چابی ہے اس میں یہ دو ادو چابیاں پڑی ہیں۔" مالی نے شلوکے کی جیب سے ایک چابی نکال کر زمرد کو دے دی۔ سسٹر زمرد پُراعتماد قدموں سے اندر چل پڑیں۔ میں ساتھ تھی نہ جانے کیوں میرے ذہن میں سناٹا سا پھیل گیا تھا کیا ہے یہاں.......... سالک جلال نے یہاں کی نشاندہی کیوں کی ہے۔ سسٹر زمرد نے تالے میں چابی لگائی تو وہ کھل گیا وہ درحقیقت ایک نڈر خاتون تھیں میری طرف دیکھ کر بولیں۔ "آؤ..........!"

ہم لوگ اندر داخل ہوگئے چونکہ دن کا وقت تھا اس لئے اندر روشنی تھی وسیع کمرہ تھا فرش پر موزائیک چمک رہا تھا ہر شے صاف ستھری تھی۔ سسٹر زمرد نے کہا۔

"اگر کوئی اندر نہیں آتا تو یہ سب اتنا صاف ستھرا کیسے ہے۔"

میں نے ان کی بات کو غور سے سنا بھی نہیں تھا میری نگاہیں چاروں طرف بھٹک رہی تھیں۔ کمرے میں کل تین دروازے تھے ایک یہ جس سے ہم اندر داخل ہوئے تھے دوسرا بغلی سمت اور تیسرا سامنے.......... سامنے والا دروازہ تھوڑا سا کھلا ہوا تھا سسٹر زمرد نے اس بڑے کمرے میں لگے ہوئے سوئچ بورڈ کے بٹن آن کر کے دیکھے روشنیاں جل اٹھیں گو دن کے اجالے میں وہ بے نور لگ رہی تھیں۔ پھر ہمارے قدم سامنے والے کمرے کی طرف اٹھ گئے ایک بار پھر میرے دل پر کپکپاہٹ طاری ہوگئی پیروں میں لغزش بھی ہوئی تھی لیکن خود کو سنبھال لیا۔ سسٹر زمرد کے سامنے خود کو نڈر کہہ چکی تھی اس لئے بزدلی نہیں دکھا سکتی تھی ہم اس کھلے دروازے سے اندر داخل ہوگئے یہ بھی کمرہ تھا لیکن اس میں تاریکی تھی سسٹر زمرد نے الیکٹرک کا نظام اسی لئے چیک کیا تھا کہ ممکن ہے کوئی کمرہ تاریک ہو انہوں نے دروازے کے قریب سوئچ بورڈ تلاش کیا اور چٹ کی آواز کے ساتھ ایک بلب روشن ہوگیا۔ یہ بھی ایک وسیع کمرہ تھا

اور اس میں بھی بالکل ویسے ہی تین دروازے تھے لیکن بائیں سمت کی دیوار کے پاس جو کچھ رکھا ہوا تھا اسے دیکھ کر دل لرز گیا۔ یہ دو صندلی تابوت تھے صندل کی لکڑی کی خوشبو اندر داخل ہوتے ہی نتھنوں سے ٹکرائی تھی لیکن اس پر غور نہیں کیا تھا۔ سسٹر زمرد بھی اب کسی قدر متاثر ہوگئی تھیں وہ دور سے ان تابوتوں کو دیکھتی رہیں دونوں میں بڑے بڑے تالے لٹکے ہوئے تھے یہ تالے بند تھے انہوں نے خشک ہونٹوں پر زبان پھیر کر مجھے دیکھا اور بولیں۔

"انہیں کھولیں..........؟"

"نہیں۔" میری بھنچی ہوئی آواز ابھری۔

سسٹر زمرد نے مجھے عجیب سی نظروں سے دیکھا پھر بولیں۔ "آؤ.......... اس کا فیصلہ بعد میں کریں گے پہلے اس جگہ کو مکمل طور سے دیکھ لیں.......... آؤ..........!"

انہوں نے پہلے اس بغلی دروازے کو کھولا دوسری طرف ایک بالکل خالی کمرہ نظر آیا اس کا روشنی میں جائزہ لے کر سسٹر نے روشنی بند کی اور پھر اس کمرے کے بھی اندرونی دروازے سے اندر داخل ہوگئیں یہ شاید کاٹیج کا آخری کمرہ تھا کیونکہ بند دروازے کی جھریوں سے سورج کی روشنی جھانک رہی تھی اس میں کوئی شے نہیں تھی۔

"روشنی!" زمرد نے آہستہ سے کہا۔

"ہاں.......... ہاں۔" میں نے پھولے ہوئے سانس کے ساتھ کہا۔

"تم نے خوف زدہ نہ ہونے کا وعدہ کیا تھا۔"

"سسٹر میں خوف زدہ نہیں ہوں میں ماحول سے متاثر ہوگئی ہوں۔"

"خود کو سنبھالو روشنی.......... میں بھی پتھر کی انسان نہیں ہوں لیکن سالک صاحب نے جس مشکل سے اس جگہ کی نشاندہی کی ہے اس کی کوئی وجہ ضرور ہوگی وہ وجہ جانے بغیر یہاں سے واپس چلے جانا اچھا نہ ہوگا۔ یہاں ان تابوتوں کے سوا ہمیں ابھی تک اور کچھ نظر نہیں آیا' کیا ان تابوتوں کو کھول کر دیکھ لینا مناسب نہیں ہوگا۔"

میں نے خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے سسٹر زمرد کو دیکھا اور بولی۔ "مگر ان میں تالے لگے ہوئے ہیں اور ہمارے پاس انہیں کھولنے کا کوئی ذریعہ نہیں ہے۔"

"آؤ ہمت کریں۔ کوشش کریں شاید کام بن جائے۔" سسٹر زمرد کی ہمت قابلِ داد تھی میرے حوصلے تو پست ہوگئے تھے اور اگر میں یہاں تنہا آتی تو کسی طور ایسی

جرأت نہیں کر سکتی تھی۔ سسٹر زمرد بڑے دل گُردے کی مالک تھیں میں ان کے ساتھ واپس اس کمرے میں آ گئی جہاں دونوں تابوت رکھے ہوئے تھے اور اچانک ہی میرے منہ سے چیخ نکل گئی سسٹر زمرد نے بھی اپنا ہاتھ ہونٹوں پر رکھ لیا تھا ان میں سے ایک تابوت کا ڈھکن کھلا ہوا تھا اور وہ بڑا سا تالا جسے ابھی چند لمحات قبل ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ کر گئے تھے' تابوت سے تھوڑے فاصلے پر پڑا ہوا تھا ہمارے جسموں نے پسینہ چھوڑ دیا۔ سسٹر زمرد کی کیفیت بھی مجھ سے مختلف نہیں تھی بدن کے رونگٹے کھڑے ہو گئے تھے پورے جسم میں ٹھنڈی لہریں دوڑ رہی تھیں تابوت میں کون تھا' تالا کس نے کھولا' ڈھکن کس نے کھولا؟ بدن جیسے منجمد ہو کر رہ گئے تھے اور شدید سردی لگنے لگی تھی۔ سسٹر زمرد بھی پھٹی پھٹی آنکھوں سے اس منظر کو دیکھتی رہیں پھر انہوں نے آہستہ سے کہا۔ "دوسرے تابوت کا تالا بند ہے۔"

"چلئے سسٹر یہاں سے چلئے۔" میں نے پھنسی پھنسی آواز میں کہا۔

"ہرگز نہیں.......... آخر استاد محترم نے ہمیں یہاں موت کے حوالے کرنے کے لئے یہاں کی نشاندہی نہیں کی ہوگی' آؤ دیکھیں تابوت میں کیا ہے.......... آؤ روشنی' بس خوف کو ترک کر دو' زیادہ سے زیادہ کیا ہو سکتا ہے۔" زمرد نے میرا ہاتھ پکڑا اور میں تقریباً گھسٹتی ہوئی ان کے ساتھ آگے بڑھ گئی صندل کے تابوت سے صندل کی خوشبو اٹھ رہی تھی اس کے اندر ایک عجیب سی چیز بچھی ہوئی تھی جسے میں تو کم از کم کوئی نام نہیں دے سکتی تھی باقی اس میں اور کچھ نہیں تھا۔ صاف ظاہر ہوتا تھا کہ تابوت میں جو کوئی لیٹا ہوا تھا' چند لمحات قبل جب ہم دوسرے کمرے میں گئے تھے اور وہاں رکے تھے باہر نکل گیا ہے لیکن کہاں کوئی اندازہ نہیں تھا سسٹر زمرد نے دوسرے تابوت کی طرف دیکھا اور پھر اس کے قریب بیٹھ گئیں۔ انہوں نے اس مضبوط تالے کو ٹٹولا زور زور سے کھینچا اس پر گھونسے مارے لیکن گھونسے مارنے سے تالے کھلتے نہیں ہیں۔ وہ ٹس سے مس نہیں ہوا میں حیرت سے ان کی یہ جرأت دیکھ رہی تھی ایک عجیب سا جنونی جذبہ ان کے اندر ابھر آیا تھا جس نے ان کے خوف کو زائل کر دیا تھا میں البتہ اسی کیفیت کا شکار تھی۔ تابوت کے اتنے قریب کھڑے ہوتے ہوئے نہ جانے کیسے کیسے ڈراؤنے خیالات میرے دل میں آ رہے تھے اگر میں اس تابوت میں لیٹ جاؤں اور کوئی یہ ڈھکن بند کر دے.......... تو.......... تو کیا ہوگا؟ میں نے ایک جھرجھری سی لی اسی وقت سسٹر زمرد کھڑی ہو گئیں۔

"آؤ ہم اسے نہیں کھول سکتے مشکل ہے آؤ واپس چلیں۔" میں اس کے لئے فوراً ہی آمادہ ہو گئی اور ہم نے باہر جانے والے راستے کی جانب قدم بڑھا دیئے۔ سسٹر زمرد اس قدر ہوش و حواس میں تھیں کہ اس کمرے سے باہر قدم رکھتے ہوئے انہوں نے اندر ہاتھ ڈال کر دیوار کا سوئچ آف کر دیا اور پھر دروازے کو بھی اسی انداز میں بھیڑ دیا جس طرح وہ پہلے سے تھا اب ہم اس پہلے کمرے میں تھے جو داخلی کمرہ تھا دوسرے کمرے کا بغلی دروازہ بھی ہم نے کھول کر اندر جھانکا تھا اور وہاں کچھ نہیں پایا تھا اس کمرے میں بھی ایک ایسا ہی دروازہ تھا۔ سسٹر زمرد نے باہر نکلنے کی بجائے اس دروازے کی جانب قدم بڑھا دیئے میں نے سوالیہ نگاہوں سے انہیں دیکھا تو وہ بولیں۔

"بس یہی ایک جگہ باقی رہ گئی ہے اسے کیوں چھوڑا جائے' آؤ بھئی اب میرے دل میں خوف کا کوئی عنصر نہیں ہے تم بھی ہمت کر لو۔" میں ٹھنڈی سانس لے کر ان کے ساتھ آگے بڑھ گئی۔

اس کمرے کا دروازہ بھی بند نہیں تھا لیکن اس میں تاریکی چھائی ہوئی تھی زمرد نے ہاتھ بڑھا کر سوئچ تلاش کیا اور یہاں بھی روشنی ہو گئی لیکن اس کمرے کا ماحول مختلف نظر آیا یہاں فرش پر موٹا قالین بچھا ہوا تھا صوفے پڑے ہوئے تھے کمرہ بھی تمام کمروں سے بڑا تھا جس چیز نے ہمارا لہو خشک کر دیا وہ ایک انسانی وجود تھا سفید براق لباس میں ملبوس.......... سر سے پاؤں تک چھپا ہوا آنکھوں کی جگہ تک سوراخ نہیں تھے۔ ایک کرسی پر تنا ہوا بیٹھا تھا بظاہر مجسمہ ہی نظر آتا تھا شاید ہمارا خوف اس تصور سے ختم ہو جاتا کہ وہ صرف ایک مجسمہ ہے لیکن دو عمل ایک ساتھ ہوئے تھے اور ہم لرز گئے تھے۔ اول تو ہمارے عقب میں دروازہ خود بخود بند ہو گیا تھا دوم اچانک اس مجسمے میں تحریک ہوئی تھی یوں لگتا تھا جیسے کوئی نادیدہ وجود دروازہ بند کر کے اس سفید کفن میں داخل ہو گیا ہو پھر ہمیں ایک بھاری آواز سنائی دی۔

"بیٹھ جاؤ.......... تمہیں خوف زدہ نہیں ہونا چاہئے۔" ساری جان کھنچ کر آنکھوں میں یکجا ہو گئی تھی' دانت دہشت سے بھنچ گئے تھے' بدن پر کپکپی طاری ہو گئی کہ آواز دوبارہ سنائی دی۔ "روشنی.......... میری روح.......... میری جگر گوشے مجھ سے ڈر رہی ہو اپنے باپ سے' اپنے باپ سے خوف زدہ ہو رہی ہو۔"

☆------☆------☆

ہزار ایٹم بم پھٹ گئے تھے۔ ہزاروں آتش فشاں پھٹ گئے تھے' سرخ دہکتا ہوا

لاوا آسمان تک اچھل گیا تھا' زلزلہ آگیا تھا' میں ہچکولے کھانے لگی۔ میرا بدن ڈولنے
سسٹر زمرد نے مجھے سنبھالا ورنہ میں گر پڑی ہوتی۔ آگ' چاروں طرف آگ' میر
قدم بہک رہے تھے سسٹر زمرد نے کسی نہ کسی طرح مجھے گھسیٹ کر صوفے پر بٹھادیا
ان کی حالت بہتر نہیں تھی میری آنکھیں کفن میں ڈھکے وجود پر جمی ہوئی تھیں اس
نیچے چھپے ہوئے چہرے کو دیکھنے کی حسرت میں کھلی ہوئی تھیں۔ میرے کانوں نے ا
باپ کی آواز سنی تھی ابو میرے سامنے موجود تھے دل نے فوراً مان لیا تھا کہ وہ ابو ہ
کوئی شبہ نہیں ہوا تھا اس سچائی پر.......... لیکن.......... وہ اب بھی چھپے ہو
ہیں.......... اب بھی.......... قوت گویائی جیسے ختم ہوگئی تھی آنکھوں سے آنسو
نہیں نکل رہے تھے کہ زبان بن جائیں بس بدن کپکپا رہا تھا گمبھیر آواز نے پھر کہا۔
"مجھے اس لی اس کیفیت کا اندازہ تھا مس زمرد.......... کاش یہ مشکل لمحا
ابھی نہ آتے اسے سنبھالو.......... روشنی میری زندگی خود کو سنبھالو میری بچی
وجوہات ہی تو تھیں جنہوں نے مجھے یہ فاصلے اختیار کرنے پر مجبور کردیا ور
ورنہ.........." آواز بھرا گئی کچھ لمحات خاموشی رہی پھر ابو کی آواز ابھری۔ "یق
میں نہیں چاہتا تھا اس سے تو گریز کر رہا تھا لیکن.......... زمرد اسے سنبھالو
کرم..........!"
"روشنی.......... روشنی جان..........!" سسٹر زمرد کی آواز مشکل
نکلی۔
"ابو.......... سسٹر میرے ابو..........!" میری حسرت بھری آواز ابھری۔
"خود کو سنبھالو روشنی خدا کے لئے خود کو سنبھالو.......... آپ سعدی صاد
آپ.......... آپ کچھ نہیں کرسکتے..........!" زمرد نے کہا لیکن دوسری طر
خاموشی طاری رہی میں اس سفید وجود کو دیکھتی رہی پھر کچھ قرار سا آنے لگا کچھ دیر
بعد سفید وجود سے آواز ابھری۔
"سالک نے یہ بہتر نہیں کیا اسے کسی طور یہ نہیں کرنا چاہئے تھا۔"
"آپ کو.......... سر.......... آپ کو سالک جلال کے بارے میں معل
ہے۔"
"ہاں وہ مجبوریوں کا شکار ہوگیا کاش روشنی ہم سے تعاون کرلیتی لیکن..........
بھول مجھ سے بھی ہوئی' صحیح فیصلے میں بھی نہیں کرسکا۔ خدا سالک کو زندگی دے ا

نے اس احساس کے تحت یہ نشاندہی کی کہ شاید وہ زندہ نہ رہ سکے بہت برا ہوا ہے بہت
ہی برا ہوا ہے۔"
"جو کچھ ہوگیا ہے سر.......... وہ ناگزیر ہے آپ روشنی کو سہارا دیجئے ورنہ
اسے نقصان پہنچ سکتا ہے۔"
"تمہارا کیا خیال ہے زمرد میرے دل میں یہ آرزو نہیں ہے۔" رندھی ہوئی
آواز سنائی دی۔
"پھر؟" زمرد نے خود پر قابو پالیا تھا اس پھر کا کوئی جواب نہیں ملا دیر تک خاموشی
طاری رہی پھر ابو نے کہا۔
"روشنی مجھے تمہاری اس کیفیت کا احساس ہے بیٹی مجھ سے کچھ اور تعاون کرسکتی
ہو.......... کچھ اور وقت دے سکتی ہو مجھے.......... وہ وقت جو تمہاری نادانی سے
تمہاری جلد بازی سے مشکل ہوگیا ہے بس تھوڑے سے دن رہ گئے ہیں اگر یہ
گزر جاتے تو شاید ہمیں ان مشکلات کا شکار نہ ہونا پڑتا۔"
میں کیا جواب دیتی بس پھٹی پھٹی آنکھوں سے اس کفن پوش کو دیکھتی رہی جس
کے دل میں اب بھی میرے لئے گداز نہیں پیدا ہوا تھا جس نے میرے سامنے آکر بھی
مجھے اپنے سینے کے لمس سے محروم رکھا تھا نہ جانے کیوں' نہ جانے کیوں میرے باپ
نے میرے ساتھ یہ رویہ اختیار کیا تھا۔ معاً ایک خیال میرے ذہن سے گزرا اس بات کا
کیا ثبوت ہے کہ یہ پُراسرار وجود میرا باپ ہی ہے میں جن انوکھے حالات سے گزر رہی
تھی ان کا سرپاؤں ہی سمجھ میں نہیں آتا تھا دھوکے بازوں کی ایک منڈلی تھی جس نے
طرح طرح مجھے دھوکے دیئے تھے اس پُراسرار وجود کے منہ سے میرے لئے جو الفاظ
نکلے تھے انہوں نے میری عمر بھر کی حسرت کو ہوا دی تھی اور باپ کے نام سے ہوا کا
ایک جھونکا بھی میری زندگی سے گزرتا تو میں اسے تسلیم کرنے پر آمادہ ہوجاتی میرے
شدید جذباتی ہیجان نے اس پُراسرار وجود کے منہ سے نکلے ہوئے الفاظ کو اس کی
خواہش کے مطابق قبول کرلیا تھا ورنہ کیا ثبوت تھا اس بات کا کہ وہ میرا باپ ہی ہے
باقی جو کچھ تھا پایا نہیں تھا لیکن اس تصور نے میری کیفیت میں بحالی پیدا کردی تھی' سسٹر
زمرد نے کہا۔
"سر میں تمام حالات سے ناواقف ہوں' مجھے تو اس بات پر ہی حیرت ہے کہ آپ
مجھے میرے نام سے کیسے جانتے ہیں لیکن اس کے باوجود میں آپ سے یہ ضرور کہوں گی

کہ روشنی بچپن سے آپ کی آرزو کا شکار ہے اسے نہ ماں ملی نہ باپ اور اب آ
اس سے اتنا فاصلہ اختیار کئے ہوئے ہیں اگر اسے کسی مقصد کے لئے آمادہ ہی کرنا چا
ہیں تو پہلے اپنی شفقت کی ادائیگی کر دیجئے گا میرے خیال میں روشنی کے لئے اس وا
آپ کی محبت سے قیمتی اور کوئی شے نہیں ہے اس کے بعد آپ اسے ہر مقصد کے
آمادہ کرسکتے ہیں۔"

"زمرد.......... پہلی بات تو یہ ہے کہ میں تمہیں اچھی طرح جانتا ہوں سا
میرا وکیل ہے' میں اس بارے میں جانتا ہوں دوسری بات کے لئے میں کسی کو قصو
وار نہیں ٹھہرا سکتا جو کچھ ہے۔ وہ انسانی عقل سے بعید ہے چنانچہ اسے الفاظ میں ب
کرکے کسی کے ذہن کو مطمئن کرنا ممکن نہیں ہے۔ روشنی سے میں صرف اتنا کہہ
ہوں کہ مجھے صرف چند ماہ کی مہلت دے دے اس کے بعد بہت سے معمے خود
ہو جائیں گے اس سے پہلے کچھ ممکن نہیں ہے۔ سالک اگر درمیان میں ہوتا تو بہت
مشکلات کا حل اس کے پاس تھا اور اگر روشنی' صمد اور جہانی بیگم سے تعاون کرتے
میرا منصوبہ اسی طرح عمل پذیر ہوتا جس طرح میں چاہتا تھا یہ ساری مشکلات اس
گھر سے باہر قدم رکھنے سے پیدا ہوئیں کیونکہ کچھ لوگ میری تاک میں تھے جو ہو
وہ ہو چکا ہے اب بہت سی مزید مشکلات سے گزرنا پڑے گا میں کچھ ہدایات دینا چ
ہوں' کچھ خواہشیں کرنا چاہتا ہوں کیا میری بیٹی انہیں مان لے گی..........؟"

تھوڑی دیر کی خاموشی اختیار کی گئی غالباً میرے جواب کا انتظار کیا جارہا تھا
میں کچھ کہنے پر آمادہ نہیں تھی عجیب سی ملی جلی کیفیت کا شکار تھی غصہ' بے چینی اور
یقینی ان چیزوں نے میری زبان بند کر رکھی تھی پُراسرار وجود کی آواز پھر ابھری۔

"زمرد اگر تم خود میں ہمت پاتی ہو اور اس ناقابلِ یقین داستان میں شامل
چاہتی ہو تو بنیاد کچھ بھی ہو' تمہیں روشنی کا ساتھ دینا ہوگا اگر تمہیں سالک کی ہدا
ہے تو یوں سمجھ لو جو کچھ تم کرو گی وہ اس کی خواہش سے الگ نہ ہوگا۔"

"آپ فرمایئے کیا کرنا ہوگا مجھے..........؟"

"تمہیں پُرتگال تک کا سفر کرنا ہوگا لزبن پہنچنے کے بعد تمہیں اوپورٹو جانا
جہاں تمہاری ملاقات پروفیسر ڈان ایرن سے ہوگی اور میرا ایک پیغام تمہیں اس
حوالے کرنا ہوگا صرف یہی ایک شخص ہے جو سالک کا نعم البدل اور تمہارا رہنما ثا
ہوگا۔"

"پرتگال؟" زمرد نے پریشانی سے کہا۔

"ہاں زمرد.......... اب وہی میری مشکل کا حل ہے۔"

"روشنی میرے ساتھ جائے گی۔" زمرد نے پوچھا۔

"یقیناً.......... پروفیسر ڈان ایرن سالک کی جگہ لے لے گا۔"

"لیکن سر.......... ہم ان سے متعارف کیسے ہوں گے' انہیں تلاش کیسے کریں
گے؟" زمرد نے کہا۔

"میں اس کا مکمل انتظام کروں گا۔"

"کچھ نہیں کرنا مجھے' کہیں نہیں جاؤں گی میں' جھوٹ ہے یہ' سب فراڈ ہے' میں
کچھ تسلیم نہیں کرتی' میری ماں کہاں ہے' تم کون ہو.......... کیا ثبوت ہے تمہارے
پاس کہ تم میرے باپ ہو' کونسی مصلحت تمہیں اب بھی مجھ سے چھپائے ہوئے ہے بتاؤ
ساری زندگی روپوش رہے تم.......... اور اب.......... جب میں نے تمہیں تلاش
کیا ہے' میں ہزار دقتوں کے بعد یہاں پہنچی ہوں تو.......... تمہاری مصلحت کوشی اب
بھی جاری ہے تم میرے باپ نہیں ہو.......... تم اس لئے اس کپڑے میں چھپے ہوئے
ہو کہ میں اپنے باپ کا تصور پہچانتی ہوں یقیناً اس پردے سے وہ چہرہ برآمد نہیں ہوگا جو
میرے باپ کا چہرہ ہے۔" میں پھٹ پڑی یہ ہیجان انگیز الفاظ چیخوں اور سسکیوں کے
انداز میں میرے منہ سے نکلے تھے۔

دیر تک میرے یہ الفاظ کمرے میں گونجتے رہے ان کی بازگشت ختم ہوئی تو سفید
لباس میں ملبوس وجود آہستہ آہستہ کرسی سے اٹھ گیا بلند وبالا قدو قامت' چوڑا چکلا بدن
نمایاں ہوگیا تھا' ڈھیلی ڈھالی آستینوں میں ہاتھ تک نمایاں نہیں تھے مگر ان کی جنبش
محسوس ہو رہی تھی اچانک سفید کفن نما لبادہ اس جسم سے علیحدہ ہوگیا میری سلگتی
آنکھیں وہ چہرہ دیکھنا چاہتی تھیں جو کفن کے پیچھے تھا لیکن لبادے سے کوئی چہرہ برآمد
نہیں ہوا سفید چمکدار کپڑے کی پٹیوں سے بنا ہوا ایک انسانی پتلا آنکھوں کے سامنے
تھا بالکل ان مصری ممیوں کی مانند جو میں نے تصویروں میں دیکھی تھیں میرا سانس بند
ہوگیا سپاٹ پتلے کے ہاتھ اٹھے اس نے سر کے پاس کوئی شے ٹٹولی اور کپڑے کی پٹی کا
سرا اسے مل گیا اس نے یہ پٹیاں کھولنا شروع کر دیں کچھ دیر کے بعد زمین پر پٹیوں کے
ڈھیر کے سوا اور کچھ نہ رہا اور پٹیوں کے اندر سے کچھ نہیں برآمد ہوا تھا بس ان کا ڈھیر
قالین پر پڑا ہوا تھا۔ میرے حلق سے دہشت بھری چیخ نکلی اور میں زمرد سے لپٹ گئی

سسٹر زمرد کے بدن کی کپکپاہٹ مجھے صاف محسوس ہو رہی تھی۔

کمرے کی فضا میں وحشت ناک سناٹا پھیلا ہوا تھا۔ سسٹر زمرد بھی ہمت کھو بیٹھی تھیں۔ انہوں نے مجھے بھینچ لیا تھا۔ کچھ دیر یونہی گزر گئی پھر اچانک پٹیوں کے ڈھیر میں کچھ تحریک نمودار ہوئی اور وہ مخصوص انداز میں رول ہونے لگیں نادیدہ ہاتھ دوبارہ انہیں انسانی پتلے کی شکل میں ترتیب دے رہے تھے دیکھتے ہی دیکھتے پتلا تیار ہو گیا اور پھر سفید لبادہ پہلے کی طرح اس پر منڈھ گیا اس کے بعد وہی مانوس آواز ابھری۔

"روشنی.......... میں خود اپنی ذہانت کا شکار ہو گیا ہوں جو کچھ ہوا ہے' اسے بتانے کے لئے دنیا کی کسی زبان میں الفاظ نہیں ہیں وقت ہی ان حقیقتوں کا انکشاف کرے گا اور گو ابھی وقت نہیں آیا ہے لیکن تم نے اپنی منزل کی جانب قدم اٹھا دیئے ہیں تم کچھ عرصے میں اپنا راز پا لو گی یہ ایک یقینی امر ہے خواہ تم اس سے کتنا ہی گریز کرو میں تمہارا باپ ہوں حالانکہ یہ کہتے ہوئے میں خود بھی شرمندہ ہوں لیکن کیا کروں تقدیر کے فیصلے اٹل ہوتے ہیں مجھ سے خوف زدہ نہ ہو اور تم بھی ہمدرد لڑکی.......... میری بیٹی سے تعاون کرنے والے کسی طور گھاٹے میں نہیں رہیں گے میں ان کے احسانات کبھی نہیں بھولوں گا۔ روشنی میرے دل کے ٹکڑے اپنے باپ کو خود سے منحرف نہ سمجھنا اس ناکارہ شکل میں تمہارے سامنے کیا آنا یہ تو بہتر وقت ہے کہ تم نے یہ سب کچھ برداشت کر لیا اگر بالکل بچی ہوتیں تو تمہارا کیا حال ہوتا جاؤ تقدیر بدلے گی ضرور بدلے گی اور وہ دن ضرور آئے گا۔" آواز سسکی میں ڈھل گئی۔

سسٹر زمرد نے سنبھالا لیا اور ان کی آواز بمشکل نکلی۔ "ہمیں کیا کرنا ہو گا سر..........؟"

"ڈان ایرن میرا گہرا دوست ہے میں تمہیں اس کے نام تفصیلی خط دوں گا تم میری بتائی ہوئی تفصیل کے مطابق پرتگال کے شہر اوپورٹو میں اس سے ملنا اور وہ خط اسے دے دینا اس کے بعد تمہاری باگ ڈور اس کے ہاتھ میں ہو گی اس پر نہ تو کوئی شک کرنا نہ اس سے انحراف۔"

"آپ کو یقین ہے سر کہ مسٹر ڈان ایرن ہماری پذیرائی کریں گے۔" زمرد نے کہا۔

"ہاں بیٹی بالکل یقین ہے۔"

"ان سے ہمیں کیا معلومات حاصل ہوں گی..........؟"

"یہ سوال مجھ سے نہ کرنا.......... جاؤ بس اب جاؤ.......... ہمارا یکجا ہونا خطرناک بھی ہو سکتا ہے یہ ذمہ داری سالک پر تھی لیکن.......... لیکن.......... جاؤ بس اب چلی.......... جاؤ.......... جاؤ بیٹی خدا تمہارا نگہبان ہو۔"

"آؤ روشنی.......... آؤ۔" سسٹر زمرد نے میرا ہاتھ پکڑ کر کہا میں نیم مدہوشی کی سی کیفیت کا شکار تھی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا چاہتی ہوں بالآخر ہم گھر آ گئے اپنے بستر پر گر کر میں بلک بلک کر روئی تھی۔

"کیا وہ واقعی میرے ابو تھے سسٹر.......... کیا وہ واقعی میرے ابو تھے۔"

"حوصلہ کرو روشنی تقدیر نے تمہیں ایک انوکھی آزمائش میں ڈالا ہے اللہ پر بھروسہ رکھو سب ٹھیک ہو جائے گا۔"

"مگر سسٹر.......... کیا وہ واقعی.......... مگر وہ تو کچھ بھی نہیں تھے۔ آہ.......... کیا تھا وہ سب کچھ.......... میں پاگل ہو جاؤں گی سسٹر۔"

"اس کائنات میں نہ جانے کیا کیا ہے ہم کچھ نہیں جانتے واقعی ہم کچھ نہیں جانتے۔"

"انہوں نے مجھے میری ماں کے بارے میں بھی کچھ نہیں بتایا۔"

"مگر وہ کہہ رہے تھے کہ وقت خود بہت سے انکشاف کرے گا تمہیں حوصلے سے وقت کا انتظار کرنا ہو گا۔"

"میری سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا سسٹر.......... کچھ بھی نہیں سمجھ پا رہی میں۔"

"میں تمہارے لئے کافی بنواتی ہوں تمہیں سکون ملے گا ابھی آتی ہوں میں۔" سسٹر باہر نکل گئیں میں سوچتی رہی روتی رہی سسٹر کافی دیر میں آئی تھیں پھر جہانی بیگم کافی لے کر آ گئیں سسٹر نے اصرار کر کے مجھے کافی پلائی تھی لیکن کافی کا آخری گھونٹ پورا نہ لے پائی' پلکیں جھکی جا رہی تھیں نہ جانے کیا ہو گیا تھا بس ایک دم نیند آ گئی تھی۔ رات کو کسی وقت آنکھ کھلی تھی لیکن حواس پوری طرح نہیں جاگے بس سسٹر زمرد کو اپنے قریب سوتے ہوئے دیکھا اور دوبارہ بے خبر ہو گئی۔

☆======☆======☆

صبح کو طبیعت بھاری تھی سسٹر زمرد شاید غسل کر کے نکلی تھیں بال گیلے اور چہرہ نکھرا نکھرا لگ رہا تھا مجھے آنکھیں کھولے دیکھ کر مسکرائیں پھر بولیں۔ "اٹھ جاؤ روشنی پونے نو بج رہے ہیں۔"

"اٹھتی ہوں سسٹر۔" میں کسمسا کر بولی۔

"بھوک نہیں لگ رہی تمہیں میرا تو دم نکلنے کے قریب ہے۔" انہوں نے کہا
اور اچانک مجھے اپنی بھوک کا احساس ہوا آنتیں چیخ رہی تھیں گرتی پڑتی واش روم پہنچ
گئی اور ٹھنڈے پانی کی پھواروں سے گزرے ہوئے لمحے اخذ کئے اندازہ ہوگیا کہ انہوں
نے کافی میں ملا کر مجھے کوئی خواب آور دوا دے دی تھی اس کا احساس بھی ہوا کہ اس
وقت میرے لئے وہی بہتر تھی۔ باہر نکلی تو ناشتہ لگا ہوا تھا کوئی بات کئے بغیر ہم دونوں
ناشتے میں مصروف ہوگئے خوب ڈٹ کر ناشتہ کیا اور چائے کی کئی پیالیاں پی کر سیر
ہوگئے۔ میں نے زمرد کو دیکھ کر کہا۔ "کافی میں کچھ دیا تھا آپ نے مجھے۔"

"ہاں ضروری تھا۔" سسٹر زمرد نے سنجیدگی سے کہا۔

"اب ہم کیا کریں سسٹر.........؟"

"روشنی۔ میں تم سے کچھ پوچھنا چاہتی......... کیا تم پرتگال جاؤ گی.........؟"

"جی.........؟" میں نے سہمے ہوئے انداز میں سوال کیا۔

"دراصل روشنی......... میں بڑی کشمکش کا شکار ہوں میری سمجھ میں نہیں آرہا
کیا کروں......... سالک صاحب نے مجھے بہت مختصراً تمہارے بارے میں بتا کر کہا تھا
کہ مجھے کچھ عرصے تمہارے ساتھ رہنا ہوگا۔ تمہارے اطراف سے باخبر رہنا ہوگا
انہوں نے یہ بھی کہا تھا کہ یہ صرف کاروباری معاملہ نہیں ہے بلکہ دوستی کا تقاضا بھی
ہے میں خوشی سے تیار ہوگئی تھی مگر اب روشنی.........!"

"اب.........؟" میں نے خوف زدہ آواز میں کہا۔

"سالک صاحب ہزاروں میل دور لندن کے اسپتال میں پڑے ہوئے ہیں مجھے
آئندہ کے لئے ہدایت دینے والا کوئی نہیں ہے یہاں بہت سے ایسے کیس پڑے ہوئے
ہیں جنہیں اصولی طور پر اب مجھے دیکھنا چاہیے۔ روشنی مجھے تم سے بہت ہمدردی ہے
لیکن مجھے بتاؤ میں کیا کروں اگر صرف یہاں رہنے کی بات ہوتی تو میں سالک صاحب کے
دوسرے شاگردوں اور ساتھیوں سے رابطہ رکھتی اور کام چلتا رہتا لیکن پرتگال جانے
کا معاملہ........."

سسٹر......." میرا دم گھٹنے لگا میرے چہرے پر خوف کے آثار ابھر آئے۔

"سسٹر......... آپ......... آپ کیا......... کہنا چاہتی ہیں.........؟"

"اس کے علاوہ روشنی سچ یہ ہے کہ میں ڈر بھی گئی ہوں کیونکہ میں کچھ سمجھ نہیں

سکی ہوں تم ایک معصوم سی بچی ہو تمہاری نسبت میں عمر رسیدہ ہوں اس وقت میں نے
خود کو تمہاری وجہ سے سنبھالا تھا مگر میں ساری رات نہیں سو سکی کچھ بھی سمجھ میں نہیں
آرہا نہ جانے یہ سب کیا ہے تم خود سوچو روشنی میں تو اس سلسلے میں کچھ بھی نہیں
کرسکتی کیونکہ میں کچھ جانتی ہی نہیں ہوں۔"

میری آنکھوں سے آنسو ابل پڑے اس طرح بے اختیار ہوکر روئی کہ سنبھالے
نہ سنبھل سکی۔ میرے منہ سے ایک ہی جملہ نکل رہا تھا۔ "سسٹر آپ بھی.........
آپ بھی سسٹر......... نہیں سسٹر......... نہیں۔" سسٹر زمرد پریشان ہوگئیں۔

"روشنی......... نہیں روشنی......... نہیں میں کہیں نہیں جارہی تمہارے
پاس ہوں میں پلیز روشنی۔" وہ خود بھی رونے لگیں۔

"نہیں جاؤں گی میں پرتگال کچھ نہیں کروں گی میں سسٹر......... بس آپ مجھے
نہ چھوڑیں سسٹر اکیلی مرجاؤں گی میں۔"

"اچھا اچھا......... وعدہ ہے تم سے میرا......... کبھی نہیں جاؤں گی تمہارے
پاس سے تمہاری قسم روشنی......... میرا وعدہ ہے.........۔" نہ جانے کس طرح
میں خاموش ہوسکی تھی۔ کلیجہ پھٹ رہا تھا اس خیال سے کہ سسٹر زمرد بھی دوسروں کی
طرح چند روز ساتھ دے کر جدا ہوجائیں گی یہ تو کوئی بات نہ ہوئی بھاڑ میں جائے سب
کچھ مجھے ملا ہی کیا ہے آنکھ کھولی تو کسی کو قریب نہیں پایا ملازم ہی سب کچھ تھے ہمیشہ کسی
اپنے کی طلب گار رہی کوئی ملا تو کسی نہ کسی وجہ سے دور ہوگیا۔

عجیب دن گزرا سسٹر زمرد سوچوں میں ڈوبی نظر آئی تھیں انہوں نے کئی فون بھی
کئے تھے میں نے بس اپنا دماغ بند رکھا تھا اس سے زیادہ اور نہیں سوچنا چاہتی تھی تھک
گئی تھی اور کیا سوچتی کوئی ایک بات تو سمجھ میں آتی وہ ابو تھے؟ کیا تھے وہ.........
صرف کپڑے کا ڈھیر......... اور کچھ نہیں کچھ بتانا بھی نہیں چاہتے تھے وہ اپنے بارے
میں انتظار تھا انہیں......... میرے اس بے بسی سے مرجانے کا......... اور
.... اور ذہن اس پُراسرار مکان میں پیش آنے والے واقعات کا تجزیہ کرنے لگا
ایک اور بات یاد آئی وہاں دو تابوت تھے دونوں کے تالے بند تھے اور جب ہم
دوسرے کمرے میں واپس پلٹے تھے تو ان میں سے ایک تابوت کھلا ہوا تھا وہ خالی تھا اور
دوسرا اسی طرح بند تھا اس میں کون تھا کیا میری ماں......... کیا وہ بھی......... یہی
سوال میں نے سسٹر زمرد سے کر ڈالا۔

"کیا کہا جا سکتا ہے۔" سسٹر زمرد نے یہ کہہ کر بات ختم کر دی اس رات بھی ہمیشہ کی طرح دیر تک جاگتی رہی پھر سو گئی نہ جانے کتنی دیر سوئی تھی کہ کسی نے جھنجھوڑ کر جگایا ہڑبڑا کر اٹھی تو جہانی بیگم کا چہرہ نظر آیا انہوں نے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر خاموش رہنے کا اشارہ کیا تھا۔

"کک.......... کیا.......... ہے.......... کیا.........." میں نے گردن گھما کر سسٹر زمرد کو دیکھا وہ گہری نیند سو رہی تھیں۔ جہانی بیگم نے میرا بازو پکڑ کر مجھے اٹھنے کا اشارہ کیا اور میں اٹھ گئی وہ اسی پُراسرار انداز میں مجھے کمرے سے باہر لے آئی تھیں۔

"بات کیا ہے جہانی بیگم..........؟" میں نے کسی قدر جھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"آج ہم اپنے فرض سے سبکدوش ہو رہے ہیں اس کے بعد ہم تمہارا ساتھ نہیں دے سکیں گے روشنی۔"

"جا کہاں رہی ہیں آپ.........."

"سعدی صاحب آئے ہیں چلو اپنے باپ سے مل لو۔" جہانی بیگم نے کہا اور میرے ہاتھ پاؤں پھول گئے بہت سے خیالات ایک دم دل میں آئے تھے۔ وہ بغیر جسم کا وجود کیا وہ فریب تھا؟ کیا اس فریب کا پردہ چاک ہونے والا ہے؟ کیا اس کا میرے باپ ہونے کا دعویٰ غلط تھا..........! میرے قدم لڑکھڑانے لگے دل کی دھڑکنوں پر نہ جانے کس طرح قابو پاتی میں اس کمرے میں داخل ہوئی جہاں ایک نہایت شاندار سوٹ میں ملبوس شخص کرسی پر بیٹھا ہوا تھا اس کے سر پر فلیٹ ہیٹ تھا اور پورا جسم تاریکی میں تھا۔ "یہ ہیں تمہارے ابو..........!"

"ٹھیک ہے جہانی بیگم تم جاؤ۔" وہی میٹھی آواز سنائی دی جو میں نے کاٹیج نمبر تیرہ میں سنی تھی بالکل وہی آواز تھی۔

"کچھ کہنا چاہتی ہوں صاحب۔" جہانی بیگم نے کہا۔

"کیا بات ہے..........؟"

"روشنی بٹیا نے ہم پر اعتبار کرنا چھوڑ دیا ہے ان کا رویہ بہت خراب ہو گیا ہے ہمارے ساتھ میں اور صمد بابا آپ ہی کا انتظار کر رہے تھے ہم نے فیصلہ کر لیا تھا کہ اس بار آپ آئیں گے تو ہم آپ سے معذرت کر لیں گے کہ.......... اب ہم یہاں نہیں رہ سکیں گے۔"

"کیسی باتیں کر رہی ہو جہانی بیگم تم نے روشنی کی جو خدمت کی ہے اس کی مثال ناممکن ہے اس کے بعد بھی ایسا سوچتی ہو۔"

"نہیں صاحب.......... اب یہ مشکل ہے ہم معافی چاہتے ہیں۔" جہانی بیگم رونے لگیں۔

"آپ باہر جائیے جہانی بیگم.......... میں روشنی کو سمجھا لوں گا براہ کرم تمام برے خیالات دل سے نکال دیجئے آپ اس گھر کا ستون ہیں ستونوں کے بغیر گھر کہاں قائم رہتے ہیں آپ اطمینان رکھئے میں اسے سب کچھ بتا دوں گا۔" جہانی بیگم کمرے سے باہر نکل گئیں میں سرد نظروں سے ابو کو دیکھ رہی تھی یہ پتہ چل گیا تھا کہ ڈچ کاٹیج میں ملنے والی شخصیت اور یہ وجود ایک ہی ہیں اسی طرح ابو مجھے دیکھنے آتے ہوں گے۔ انہوں نے کہا۔

"میں نے ڈان ایرن کے لئے خط تیار کر لیا ہے روشنی اسے سنبھال کر رکھو۔" انہوں نے کوٹ کی اندرونی جیب سے براؤن رنگ کا ایک موٹا لفافہ نکال کر میری طرف بڑھا دیا۔

"مجھے پرتگال نہیں جانا۔" میں نے کہا۔

"کیوں..........؟"

"بس مجھے کہیں نہیں جانا مجھے جو زندگی آپ نے دی ہے اسی میں بقیہ سانسیں پوری کر لوں گی۔"

"نہیں روشنی بیٹے مجھ سے تعاون کرو۔"

"کیسی غیر فطری باتیں کر رہے ہیں آپ ابو میں ساری زندگی آپ کے اور ماں کے تصور میں سلگتی رہی ہوں ایک اجنبی کی کرم فرمائی نے آپ کے ٹھکانے کا پتہ دیا وہاں آپ نہ ملنے کی طرح ملے اور آپ نے میری تسلی کے بجائے اپنے کام مجھے سونپ دیئے۔ معاف کیجئے گا ابو.......... اگر آپ واقعی میرے ابو ہیں تو مجھے یہ کہتے ہوئے افسوس ہے کہ آپ سے ملنے کے بعد میرے دل میں آپ کی لگن ماند پڑ گئی ہے۔"

میرے ان الفاظ پر دوسری طرف سے کچھ دیر کے لئے خاموشی طاری ہو گئی پھر ابو نے کہا۔ "ہاں جب ستارے گردش میں آتے ہیں تو ایسا ہی ہوتا ہے اس کا قصوروار میں تمہیں نہیں ٹھہراتا۔"

"[illegible] ہے کہ کتنے سال سوال بنے ہوئے ہیں میرے لئے میں جو اپنے

آپ کو نہیں جانتی۔"

"کاش میں سب کچھ بھول کر صرف تمہیں مطمئن کر سکتا مگر یہ ممکن نہیں ہے روشنی............"

"تب مجھے میرے حال پر چھوڑ دیجئے۔"

"یہ بھی تو ممکن نہیں ہے بیٹی۔"

"آخر کیوں...........؟"

"وہ ضرور ہوتا ہے جو ہونا ہے میں نہ چاہوں۔ تم نہ چاہو تب بھی میں بے جسم زندگی گزار لوں گا مجھے اس کی پرواہ نہیں ہے لیکن بات ختم نہ ہوگی کیونکہ تاریخ بھی نہیں بدلتی آخری بار تم سے التجا کرتا ہوں روشنی جو کچھ میں کہہ رہا ہوں وہی کرو اگر یہ التجا بھی تمہیں قبول نہ ہو تو ٹھیک ہے تمہاری مرضی۔"

"کیا میں تنہا وہاں کا سفر کروں...........؟"

"زمرد تمہارے ساتھ ہے۔"

"وہ مجھ سے بھی زیادہ ناواقف ہیں ابو۔"

"اس کے باوجود وہ تمہارا ساتھ دے گی۔"

"انہوں نے انکار کر دیا ہے۔"

"نہیں میں اس سے بات کروں گا۔"

"اور کچھ نہیں کہیں گے مجھ سے۔" میں نے آنسو بھرے لہجے میں کہا۔

"صرف اتنا کہ عام باپ اپنی اولاد کو سینے سے لپٹا کر عملی طور پر اپنی شفقت کو سکون پذیر کر لیتے ہیں لیکن میں اپنے وجود میں سالہا سال سے یہ پیاس سمیٹے ہوئے بے بسی کی منزلوں سے گزر رہا ہوں مجھ سے زیادہ بے بس اس کائنات میں دوسرا نہ ہوگا۔"

"ٹھیک ہے ابو.......... ٹھیک ہے لائیے لفافہ مجھے دے دیجئے وہی کروں گی جو آپ کہہ رہے ہیں.......... ورنہ.......... اور کچھ ہے بھی تو نہیں میرے لئے اس دنیا میں' لائیے۔" میں نے لفافہ لے لیا۔

"میں جا رہا ہوں زیادہ دیر رکنا خطرناک ہو جائے گا۔"

"خدا حافظ۔" میں نے کہا۔

"خدا حافظ۔" وہ بولے اور پھر باہر نکل گئے میں حسرت بھری نظروں سے انہیں

دیکھتی رہی کتنے شاندار لگ رہے تھے اپنی چال ڈھال سے مگر اس لباس کے نیچے کچھ نہیں تھا وہ صرف ایک دھوکا تھے۔ صرف ایک خیال۔ ایک احساس اور کچھ نہیں..........

☆======☆======☆

دوسرا دن بڑا سنسان تھا سخت بیزاری محسوس ہو رہی تھی دن کو گیارہ بجے کے قریب آنکھ کھلی تھی اور شدید گرانی کا احساس ہوا تھا۔ سسٹر زمرد کی غیر موجودگی نے چونکا دیا۔ اس احساس سے دل دہل گیا کہ وہ چلی تو نہیں گئیں خوف زدہ ہو کر باہر نکل آئی ان سے ٹکراتے ٹکراتے بچی تھی۔

"اوہ.......... منہ ہاتھ بھی نہیں دھویا ابھی تک گیارہ بج چکے ہیں بھوک کے مارے دم نکل رہا ہے۔" وہ بولیں۔

"ناشتہ نہیں کیا آپ نے۔"

"ہائے سوال میں وقت ضائع نہ کرو.......... شادو.......... ناشتہ' ناشتہ لگاؤ بھئی۔" سسٹر زمرد نے کہا کچھ دیر کے بعد ہم ناشتہ کر رہے تھے انہیں بے صبری سے کھاتے دیکھ کر مجھے ہنسی آگئی شکم سیر ہو کر وہ بولیں۔ "رات کو سعدی صاحب آئے تھے۔"

"آپ کو کیسے معلوم ہوا..........؟"

"انہوں نے مجھے فون کیا تھا۔" سسٹر زمرد نے کہا اور میں چونک پڑی۔ "ہمیں پرتگال جانا ہے روشنی تمہارا پاسپورٹ تو نہ ہوگا۔"

"نہیں لیکن آپ کیسے تیار ہو گئیں؟"

"اول تو مجھے تم سے پیار ہو گیا ہے اور میں تمہاری ہر بہتری چاہتی ہوں دوم سعدی صاحب نے استاد محترم کا حوالہ دیا اور کہا کہ سالک صاحب اگر بہتر ہوتے تو اس سے بھی زیادہ اذیت برداشت کر کے تمہارا ساتھ دیتے میں اگر چاہوں تو ان کا نعم البدل بن جاؤں۔"

"پھر..........؟"

"جس شخص نے مجھے کیچڑ سے اٹھا کر مخمل میں رکھ دیا اس کا کوئی بھی مشن میری زندگی کا مقصد ہے میں اس سے رُوگردانی کیسے کر سکتی ہوں؟ میرا ہر سانس اس کا مقروض ہے۔"

"گویا آپ تیار رہیں............؟"

"میں نے احتشام کو بلایا ہے وہ فارم وغیرہ لے کر آئے گا اور تمہاری تصویریں بنا کر لے جائے گا باقی کام میں نے اپنے ساتھیوں کو سمجھا دیئے ہیں۔"

میں خاموش ہوگئی اس کے بعد درمیان کے چند روز میں نے ایک خاموش تماشائی کی حیثیت سے گزارے۔ سسٹر زمرد ایک ادارہ تھیں جس کے بہت سے نمائندے تھے انہوں نے سارے کام مکمل کرلئے پھر ایک دن نہایت احتیاط سے ہم ایئر پورٹ پہنچے اور ایک فلائٹ ہمیں لے کر پرتگال چل پڑی۔ ساری دنیا اجنبی اجنبی لگ رہی تھی میں زندگی کے ان تمام ہنگاموں سے ناواقف تھی اس لئے سہمی ہوئی تھی سسٹر زمرد نے سارے انتظامات کرلئے تھے۔ انہوں نے کہا۔

"پرتگال کے بارے میں ضروری معلومات حاصل کرلی ہیں میں نے.......... جنوبی مغربی یورپ میں بحراوقیانوس کے ساحل کا ملک ہے ہمیں لزبن اترنا ہوگا اور وہاں سے اوپورٹو میں قیام کے لئے ہمیں لیگاس اسٹریٹ پر واقع ہوٹل الاسکا سوٹ کرے گا۔"

"آپ وہاں جاچکی ہیں............؟"

"خوابوں میں بھی نہیں۔"

"پھر آپ اس قدر معلومات............؟"

"میرے اسٹاف نے حاصل کی ہیں۔"

"وہاں ہم مطلوبہ شخص کو کیسے تلاش کریں گے۔"

"فون کرکے ہم اسے اپنی آمد کی اطلاع دیں گے۔"

"فون نمبر.........؟"

"مسٹر سعدی مجھے فون پر بتا چکے ہیں۔"

میں نے جہاز کی سیٹ سے پشت ٹکا کر آنکھیں بند کرلیں سسٹر زمرد عورت ہونے کے باوجود کس قدر پُراعتماد تھیں............ یوں جیسے سب کچھ ان کے تابع ہو اور وہی ہوتا ہو جو وہ سوچ رہی ہیں۔ یہ سچ بھی تھا واقعات بھی ایک خواب کی طرح گزر رہے تھے۔ لزبن' پرتگال کا دارالحکومت اس کے بعد اوپورٹو مخصوص طرز کا عظیم الشان شہر جسے میں نے فائیو اسٹار الاسکا کی چوبیسویں منزل کی بڑی سی کھڑکی سے دیکھا تھا۔

"تم نے تو پہلی بار ملک سے باہر قدم رکھا ہے...........؟" سسٹر زمرد نے کہا۔

"میں نے تو پہلی بار زندگی میں قدم رکھا ہے سسٹر..........!"

"واقعی عجیب بات ہے۔" سسٹر زمرد نے گہری سانس لے کر کہا۔

"مسٹر ڈان ایرن کیا ہمیں پہچان لیں گے...........؟" میں نے سوال کیا۔

"سعدی صاحب نے یہی کہا تھا۔"

"ابو سے آپ کی بہت سی باتیں ہوئی تھیں...........؟"

"ہاں......... میرے تیار ہوجانے کے بعد انہوں نے مجھے تمام ضروری باتیں بتادی تھیں۔"

"مسٹر ڈان ایرن کو کب رِنگ کریں گی؟"

"بس پُرسکون ہوجاؤ' فوراً کریں گے ہاں اگر تم چاہو تو اوپورٹو کی سیر کرکے پرتگال کی زندگی دیکھو۔"

"نہیں' نہ جانے کیوں میں خوف زدہ ہوں۔"

"خیر.......... اس کی وجہ میں جانتی ہوں لیکن کوئی حرج نہیں ہے ممکن ہے ڈان خود اس کا انتظام کریں۔" ہم نے کچھ وقت گزارنے کے بعد ڈان ایرن کو فون کیا دوسری طرف سے کسی لڑکی نے کہا۔ "پی گو ایٹ نائن۔"

"مسٹر ڈان ایرن سے بات ہوسکے گی.........؟"

"اس وقت موجود نہیں ہیں کوئی پیغام..........."

"کب تک مل سکیں گے...........؟"

"ایک گھنٹہ کے بعد سے لے کر رات ایک بجے تک۔"

"انہیں پیغام دے دیں کہ احمد کمال سعدی کے نمائندے پہنچ گئے ہیں ہوٹل الاسکا کے کمرہ نمبر دو ہزار چار سو ستر میں ان سے ملا جاسکتا ہے۔"

"اوکے.......... میں نے نوٹ کرلیا۔" زمرد نے شکریہ ادا کرکے فون بند کردیا ٹھیک ایک گھنٹے کے بعد کمرے کی بیل بجی۔

"کون ہے..........؟" ہم سمجھے تھے کہ ویٹر ہے لیکن آنے والی شخصیت ویٹر کی نہیں تھی بھاری جسامت کا ایک ادھیڑ عمر پرتگالی تھا جس کے گال ناقابلِ یقین حد تک پھولے ہوئے تھے۔ چہرے کا رنگ بھورا اور دھوپ میں جھلسا ہوا معلوم ہوتا تھا آنکھیں بھی اسی طرح دھندلائی ہوئی تھیں۔ ایک قیمتی سوٹ پہنا ہوا تھا اور سر پر فرانسیسی شعبدہ گروں جیسی اونچی ٹوپی نظر آرہی تھی جسے اتار کر اس نے گردن خم

کرتے ہوئے کہا۔

"ڈان ایرن.......... اور یقیناً میں غلط کمرے میں نہیں آیا۔"

"ہیلو مسٹر ایرن آپ بالکل درست جگہ تشریف لائے ہیں براہ کرم تشریف رکھئے۔" سسٹر زمرد نے کہا۔

"تم میں سے سعدی کی بیٹی کون ہے۔" ڈان ایرن نے خود ہی دروازہ بند کر کے اندر قدم بڑھاتے ہوئے کہا۔

"یہ روشن جمال سعدی ہیں۔"

"ہیلو بے بی ویسے تو تم سمجھ گئی ہو گی کہ میں ڈان ایرن ہوں کیونکہ تم نے مجھے فون کیا تھا اور میرے علاوہ یہاں کسی اور کو نہیں آنا چاہئے تھا لیکن یہ تمہارے فادر کا ٹیلی گرام ہے اسے دیکھو لو..........!" ڈان ایرن نے ٹیلی گرام میری طرف بڑھا دیا۔

"اس کی ضرورت نہیں ہے مسٹر ایرن آپ کی شخصیت آپ کی سچائی کا ثبوت ہے۔"

"اسے دیکھو۔" ڈان ایرن نے تحکمانہ لہجے میں کہا اور میں نے ٹیلیگرام لے لیا لکھا تھا۔

"ایرن.......... میری بیٹی تمہارے پاس آ رہی ہے تفصیلات وہی بتائے گی مجھے تمہاری مدد درکار ہے۔ احمد کمال سعدی۔" میں نے ٹیلی گرام واپس اس کی طرف بڑھا دیا۔

"بیٹھ سکتا ہوں۔"

"براہ کرم تشریف رکھئے۔" ہم دونوں بھی اس کے سامنے بیٹھ گئے۔

"یہ پی گوایٹ نائن کیا ہے۔" زمرد نے پوچھا۔

"میرا بار ہے میں اس بار کا مالک ہوں یہاں بار کے نمبر ہوتے ہیں پی گو بار کو کہتے ہیں اور ایٹ نائن اسٹریٹ نمبر.......... میں اسی بار کے اوپری حصے میں رہتا ہوں یقیناً اپنے دوست کی بیٹی کو میں اپنے ساتھ رکھتا لیکن بار اچھی جگہ نہیں ہوتی وہاں بہت سے برے لوگ آتے ہیں اس لئے تمہیں الاسکا ہی میں قیام کرنا ہو گا لیکن میرے اخراجات پر.......... تم کون ہو لڑکی..........؟" ڈان نے زمرد سے پوچھا۔

"میری ساتھی، میری دوست.......... مسٹر سعدی نے انہیں میرے ساتھ بھیجا

ہے۔"

"خوش آمدید.......... تمہیں الاسکا پسند ہے..........؟"

"بہت۔"

"کیا تمہارے پاس میرے لئے سعدی کا کوئی پیغام ہے۔"

"جی.........."

"مجھے بتاؤ۔" ڈان نے کہا۔ شک وشبے کی کوئی گنجائش نہیں تھی سسٹر زمرد نے لفافہ نکال کر ڈان کو دے دیا ڈان نے موٹے لفافے کی سیل توڑی اور اس میں رکھے ہوئے ایک اور لفافے کو نکال لیا اس پر پلاسٹک چڑھی ہوئی تھی ساتھ میں ایک بڑا پرچہ رکھا ہوا تھا ڈان نے اس لفافے کو الٹ پلٹ کر دیکھا اور پھر پرچے کو کھول لیا پھر وہ کئی منٹ تک اس پرچے کی تحریر کو پڑھتا رہا تھا اس کے چہرے کے تغیرات صاف نوٹ کئے جاسکتے تھے شاید پرچے کو اس نے کئی بار پڑھا تھا اس کے بعد اس نے پرچہ بند کر کے لفافے میں رکھتے ہوئے کہا۔

"اس کے بارے میں تمہیں نہیں بتا سکتا کیونکہ یہ میرے اور میرے دوست سعدی کا معاملہ ہے۔ یہ سب کچھ میری ملکیت ہے میں اسے لئے جا رہا ہوں۔ اوپورٹو بہت خوبصورت شہر نہیں ہے پھر بھی ہر نئی جگہ کو ایک بار دیکھا جاسکتا ہے۔ میں ریکارٹ کو تمہارے پاس بھیج دوں گا وہ تمہیں اوپورٹو کی سیر کرائے گا اوکے۔"

"اوکے سر..........!" میں نے کہا۔

"سر نہیں.......... انکل ایرن۔" اس نے انگلی اٹھا کر کہا پھر اٹھ کر ٹیلیفون کے پاس پہنچا اور روم سروس کو فون کر کے پرتگالی زبان میں کچھ ہدایت کی پھر واپس ہمارے سامنے آ بیٹھا۔ "تمہارے ساتھ سیرل کا ایک ایک پیالہ پی کر میں چلا جاؤں گا اس وقت تک میری جستجو مت کرنا جب تک میں خود تمہیں کال نہ کروں۔"

"سیرل کیا ہے سر..........؟" زمرد نے پوچھا.......... وہ خوش مزاجی سے مسکرایا اور بولا۔ "تم مجھے انکل کہنے میں کچھ دقت محسوس کرتی ہو؟ سیرل کافی کی ایک قسم ہے بس اس سے تھوڑی سی مختلف مگر تمہیں پسند آئے گی۔"

جو چیز ہم نے پی اس کا نام ذہن نشین کر لیا ایسی ہی لذیذ شے تھی پھر ہم نے ڈان ایرن کو رخصت کر دیا اس کے جانے کے بعد سسٹر زمرد نے کہا۔ "بے شک اس کی صورت بحری قزاقوں سے ملتی جلتی ہے لیکن وہ ایک ایسا شخص ہے جو دل پر اچھے

اثرات چھوڑتے ہیں۔"

"اس میں کوئی شک نہیں ہے سسٹر مجھے ایک اور رشتہ ملا ہے آہ میں رشتوں کو کس قدر ترسی ہوئی ہوں۔"

دوسری صبح وہ شخص آگیا جس نے اپنا نام ریکارٹ بتایا تھا ایک خوبصورت فورڈ کار ہمارے استعمال کے لئے بھیج دی گئی تھی ہم نے اوپورٹو دیکھا انکل ایرن نے ازراہ انکساری اوپورٹو کو ایک عام سا شہر کہا تھا حالانکہ یہ تو بے حد حسین شہر تھا شام اس طرح ہوئی کہ پتہ بھی نہیں چل سکا۔ رات کا کھانا ہم نے اپنے ہوٹل واپس آکر کھایا تھا اور ریکارٹ کو واپسی کی اجازت دے دی تھی۔

پانچ دن گزر گئے ریکارٹ روزانہ آتا تھا چار روز تک اوپورٹو گھوما سب کچھ دیکھ لیا تھا اس دوران انکل ایرن نے فون بھی نہیں کیا تھا پانچویں دن ہم کہیں نہ گئے اور ریکارٹ کو واپس بھیج دیا چھٹے اور ساتویں دن بھی ڈان سے کوئی رابطہ نہیں ہوا اس کے بارے میں ہم نے بہت سی باتیں کی تھیں آٹھویں شام وہ اچانک ہمارے پاس آگیا۔

"آج ڈنر تمہارے ساتھ کروں گا یقیناً اب اوپورٹو میں تمہارا دل نہیں لگ رہا ہوگا۔"

"آپ ٹھیک ہیں انکل............؟" میں نے پوچھا اور وہ ہنس پڑا۔

"تم نے سوچا ہوگا کہ میں پرتگال سے اسپین بھاگ گیا لیکن میں نہیں گیا اور تمہارے سامنے ہوں اب تم میرے لئے سیرل منگالو تاکہ میں تم سے وہ گفتگو کرلوں جو میرے دل پر جمی ہوئی ہے۔"

☆======☆======☆

سیرل کے چھوٹے چھوٹے سپ لیتے ہوئے ڈان ایرن نے کہا۔ "اولیورا ڈیگاریکا ایک نامور مہم جو گردانا جاتا ہے۔ شمالی آسٹریا کے جنگلات میں ایک مہم کے دوران وہ مشکل میں پھنس گیا۔ میں بھی اس کے ساتھ تھا یہ بہت پرانی بات ہے موت ہم سے چند قدم کے فاصلے پر تھی اور ہم ہنس رہے تھے کہ کیا دلچسپ موت تقدیر میں لکھی تھی لیکن ڈیگاریکا اب بھی زندگی کا انتظار کر رہا تھا۔ وہ حیرت سے کہتا تھا کہ اس طرح ایک ایسے پیش گو کی پیش گوئی غلط ثابت ہوگی جس نے ساری زندگی کبھی کوئی غلط پیش گوئی نہیں کی اسے اپنی اور اپنے ساتھیوں کی موت کا اتنا افسوس نہیں تھا جتنا نجومی

کی پیش گوئی کے غلط ہونے کا۔ تب یوں ہوا کہ ایک تحقیقی پارٹی وہاں پہنچ گئی اور اس نے ہم سب کی زندگی بچالی یہ بھی ایک اہم بات تھی کہ ہمیں بچانے کے لئے اس پارٹی کو اپنی زندگی داؤ پر لگانی پڑی۔ صورتِ حال یہ تھی کہ اگر وہ لوگ اپنی کوششوں میں کامیاب نہ ہوتے تو ہمارے ساتھ انہیں بھی زندگی کھونی پڑتی اور مددگار پارٹی میں یہ تحریک اس کے ایک رکن احمد کمال سعدی کی تھی۔ یہ ہمارا تعارف تھا بعد میں پتہ چلا کہ وہ مصریات کا دیوانہ ہے اور مصر کے بارے میں عام تحقیق سے ہٹ کر تحقیق کرنا چاہتا تھا پھر یہ پتہ چلا کہ اس نے اہرامین مصر کے بارے میں ایسے نئے سراغ لگائے ہیں جو ابھی تک دنیا کے سامنے نہیں آئے ان دنوں میں بھی اہرامین پر کام کر رہا تھا چنانچہ ایک صحرا میں ہمارا ٹکراؤ ایسے مقام پر ہوا جب ہم ریت کے طوفان میں گھرے ہوئے پانچ دن کے بھوکے پیاسے تھے اور اس عالم میں تھے کہ ہمارے حواس معطل ہوگئے تھے چند لمحات اور گزر جاتے تو ہم ریت کی گہرائیوں میں دفن ہو چکے ہوتے۔ ہم بے ہوش ہوگئے اس کے بعد ایک نخلستان میں ہمیں ہوش آیا اس بار بھی ہماری زندگی احمد کمال کی ہمت کی مرہونِ منت تھی۔ اتنی تفصیل کافی ہے اور اس سے میرا مفہوم بھی واضح ہوجاتا ہے اس دوسرے واقعہ کے کوئی دو سال بعد کی بات ہے کہ یہاں پرتگال میں ایک شام جب سیلیانو پارک میں چہل قدمی کر رہا تھا کسی نے مجھے میرے نام سے پکارا میں نے چونک کر اِدھر اُدھر دیکھا کوئی نہ تھا آواز نے کہا۔ "یہ میں ہوں ڈان ایرن اگر تمہیں یاد ہو میرا نام احمد کمال ہے۔"

"مگر تم کہاں ہو؟"

"تمہارے نزدیک۔"

"نظر کیوں نہیں آرہے؟"

"تم نے مجھے پہچان لیا؟"

"تمہاری آواز کو میں زندگی دینے والے فرشتے کی مانند پہچان سکتا ہوں مگر یہ کیا اسرار ہے کیا تم نگاہوں سے گم ہوجانے کا کوئی عمل دریافت کر چکے ہو۔"

"نہیں میرے دوست............ میں ایک المیے کا شکار ہوگیا ہوں۔"

"کہاں، کیسے............؟"

"بیکار ہے مجھ سے میرے بارے میں نہ پوچھو............ بس تمہیں دیکھا پہچان لیا تو جی چاہا کہ تم سے بہت باکروں تم خیریت سے ہو۔"

"اس گفتگو کی بھی طوالت بے معنی ہے بے بی.......... بہت سی باتیں ہوئیں
اور پھر وہ چلا گیا یہ بہت پرانی بات ہے شاید تمہاری عمر جتنی پرانی روشن جمال۔ بعد میں
مجھے صرف اس کی نئی کتابوں سے ہی اس کے زندہ ہونے کا پتہ چلتا رہا' مصریات پر اس
نے جو کچھ لکھا وہ دنیا بھر میں سب سے انوکھا ہے میرے دل میں اس کے لئے تجسس تو
کہ اس کا وہ المیہ درست ہوا یا نہیں اب اس کی حقیقت کھلی ہے۔"

"آپ کو اس بارے میں کچھ معلوم ہو گیا؟" زمرد نے پوچھا۔

"بہت کچھ۔" ڈان نے ٹھنڈی سانس بھری۔

"آپ ہمارے لئے کیا کر سکتے ہیں۔"

"زندگی تک دے سکتا ہوں۔"

"تھینک یو انکل.......... تھینک یو ویری مچ۔"

"اس نے مجھ پر بے حد بھروسہ کیا ہے اپنا کوئی کام مجھے دے کر اعزاز بخشا ہے
مجھے۔ اپنی ایک کتاب میں اس نے میرے بارے میں بڑے اچھے الفاظ میں لکھا تھا میری
کاوشوں کو سراہا تھا اور مجھے عام محققوں پر فوقیت دی تھی اور اس وقت اس نے اس کا
عملی ثبوت دیا ہے میں اس کا شکر گزار ہوں۔"

"انکل کیا آپ کو ابو کی مشکل معلوم ہو چکی ہے آپ جانتے ہیں کہ ان کی
پُراسرار زندگی کا کیا راز ہے۔"

"نہیں.......... سعدی نے مجھے جو تفصیلات بتائی ہیں وہ اپنی اس مشکل کے حل
کی تلاش کے سلسلے میں ہیں اس کی وجوہات نہیں بتائیں تمہیں میرے ساتھ مل کر
کاوش کرنی ہوگی۔"

"میری ماں کے بارے میں بھی کچھ پتہ چل سکتا ہے انکل ایرن.........." میں
نے حسرت بھرے لہجے میں کہا اور ڈان ایرن تاسف سے مسکرایا پھر بولا۔ "جب ساری
کہانی منظرِ عام پر آئے گی تو اس میں وہ تمام کردار ہوں گے جن کا اس کہانی سے تعلق
ہے۔ سنو بے بی جو تفصیلات احمد کمال نے مجھے اس بارے میں لکھی ہیں اور جو ذمہ
داری اس نے مجھے سونپی ہے اس کی تکمیل کے لئے ہمیں بہت کاوشیں کرنی ہیں چند
اہم افراد کو اکٹھا کرنا ہے۔ ان میں پہلا نام ثالث ظاہری کا ہے یہ الجزائر کا باشندہ ہے
اور الجزائر کے شہر عنابہ میں اس سے ملاقات ہو سکتی ہے۔ مصریات پر اس نے بھی بہت
کام کیا ہے اور بڑا نام رکھتا ہے۔ ہمیں الجزائر چلنا ہوگا میں صرف یہ معلوم کرنا چاہتا

ہوں کہ مس زمرد بھی اس مہم جوئی میں ہمارے ساتھ رہیں گی۔"

"ہاں پروفیسر ایرن میں ہر لمحہ روشنی کی ساتھی ہوں مجھ سے ہٹ کر کوئی بات نہ
سوچی جائے۔" سسٹر زمرد نے کہا۔

"بس پھر تم لوگ سفر کے لئے تیار رہو میں تیاریاں مکمل کئے لیتا ہوں۔"

"مجھے تو کچھ بھی معلوم نہ ہو سکا انکل ایرن۔" میں نے کہا اور ڈان ایرن نے
کسی قدر تیکھی نگاہوں سے مجھے دیکھا پھر بولے۔

"اچھے اچھوں کو معلوم نہیں ہو سکتا بے بی مصری تہذیب کے چھ ہزار سال ملوث
ہیں اس داستان میں۔ تاریخ الجھ گئی ہے اسے سلجھانا ہے بڑے پاپڑ بیلنے پڑیں گے اس
کے لئے.......... اور تم ایک معمولی سے پروفیسر سے اس کا حل چاہتی ہو..........
چلتا ہوں تیاریاں مکمل کر کے آؤں گا۔" پروفیسر ڈان ایرن چلا گیا میں غمزدہ سی ہو گئی
تھی۔ سسٹر زمرد نے کہا۔

"کیا بات ہے ہنی اب پریشانی کس بات کی ہے جس سمت قدم بڑھائے ادھر چلنا
ہوگا۔"

"میں اس تاریخ میں الجھ گئی ہوں سسٹر۔" میں نے افسردگی سے کہا۔ ڈان ایرن
اس لحاظ سے عجوبہ تھا کہ اچانک نازل ہوتا تھا اور ایک دم انکشاف کرتا تھا۔

"رات کو ساڑھے دس بجے ہم لزبن چل رہے ہیں وہاں سے الجزائر کا سفر اختیار
کرنا ہوگا۔" ہمارے ہاتھ پاؤں پھول گئے لیکن تیاریاں تو کرنی ہی تھیں اوپورٹو سے
لزبن پہنچ گئے ڈان ایرن ساتھ تھا لزبن کے کارٹینو میں قیام کیا ڈان نے اپنے لئے الگ
کمرہ لیا تھا میں اور زمرد دوسرے کمرے میں تھے یہاں ڈان نے کہا۔

"لزبن میں تمہیں تنہا گھومنا پھرنا ہوگا میں کچھ کام کروں گا یہاں کے بازار
خوبصورت ہیں تمہیں خریداری کا لطف آئے گا۔" سسٹر زمرد بھی تیار ہو گئیں اور ہم
ایک دن آرام کرنے کے بعد سیاحوں کی مانند لزبن کی سڑکوں پر نکل آئے اجنبی ماحول'
اجنبی لوگ ہم بازاروں کی سیر کرتے رہے اس وقت ہم ایک خوبصورت اسٹور سے
باہر نکلے تھے کہ اچانک میرا سانس رک گیا اسٹور کے سامنے کے فٹ پاتھ پر خالد شیخ کھڑا
ہوا تھا۔ ایک خوبصورت پینٹ اور جیکٹ پہنے ہوئے لیکن شیو بڑھی ہوئی تھی اس
وقت آنکھوں پر مخصوص چشمہ بھی نہیں تھا ایک دم آگے بڑھ آیا اور مضمحل لہجے میں
بولا۔

"ہیلو روشنی۔" میں نے کوئی جواب نہیں دیا تو وہ سسٹر زمرد سے بولا۔ "ہیلو میڈم۔"

"ہیلو.........کون ہو تم.........؟" سسٹر زمرد نے کہا۔

"میرا نام خالد شیخ ہے۔"

"سمجھ گئی پرتگال کیسے آئے؟"

"روشنی میں تم سے بات کرنا چاہتا ہوں۔"

"جو کچھ کہنا چاہتے ہو میرے سامنے کہو مجھے تمہارے بارے میں سب کچھ معلوم ہے۔" سسٹر نے کہا۔

"وہ سامنے کیفے ہے اگر آپ لوگ.........!"

"بالکل نہیں۔" میں نے سخت لہجے میں کہا۔

"روشنی.........میں تم سے کہتا تھا میں تمہارا اسیر بن چکا ہوں تمہیں اپنے دل سے نکالنا اب میرے لئے ممکن نہیں رہا ہے میں تمہارے پیچھے پیچھے پرتگال آیا ہوں دیر میں پتہ چلا کہ تم یہاں آرہی ہو جس طرح بھی بن پڑا تیاریاں کیں لزبن کے چپے چپے میں کتنے دن سے تمہیں تلاش کر رہا ہوں آج مل سکی ہو روشنی.........جو کچھ بھی کر رہی ہو اس میں مجھے اپنا ساتھی بنالو اس کے صلے میں تم سے کچھ نہیں مانگوں گا میں تمہیں تنہا نہیں چھوڑ سکتا۔"

"چلئے سسٹر.........آپ یہ فضول بکواس سننے کے لئے کیوں رک گئیں آیئے پلیز.........!" میں نے کہا اور آگے قدم اٹھادیئے۔

"روشنی میں انفرنو کے کمرہ نمبر دو سو چالیس میں ٹھہرا ہوا ہوں' روشنی میرے بارے میں غور کرنا تمہیں میری ضرورت ہے پلیز روشنی دیکھو میں........." میں نے گزرتی ٹیکسی کو رکنے کا اشارہ کر دیا تھا۔

طبیعت پر تکدر طاری ہو گیا تھا ہوٹل آکر عجیب سی الجھن کا شکار ہو گئی سسٹر زمرد کو میں نے خالد کی پوری کہانی سنا دی تھی وہ بھی سوچ میں ڈوبی ہوئی تھیں کچھ دیر کے بعد انہوں نے کہا۔

"میرے خیال میں تمہیں اس سے بات کرنی چاہئے تھی اس کا اتنا طویل سفر کر کے یہاں چلے آنا معمولی بات نہیں ہے۔"

"سسٹر وہ زاغ کے لئے کام کرتا ہے۔"

"ہو سکتا ہے اب ایسا نہ ہو اور اگر ایسا ہے بھی تو یہ ایک اچھا موقع ہے دشمن کو قریب سے دیکھا جا سکتا ہے ویسے میرا اندازہ ہے کہ اب ایسا نہیں ہے وہ بس تمہاری محبت کی دیوانگی کا شکار ہے۔"

"نینا اس کی منگیتر ہے اور سسٹر میرے دل میں اب اس کے لئے ذرہ بھر جگہ نہیں ہے میں کسی کے حق پر ڈاکا نہیں ڈال سکتی۔"

"اس کے قریب جا کر تم اسے نینا کی طرف رجوع کر سکتی ہو۔"

"کیا ہمارے پاس ان فضولیات کے لئے وقت ہے.........؟"

"میں تمہیں کسی عمل کے لئے مجبور نہیں کروں گی بس میری رائے ہے کہ ایک بار اس کے دل کو اندر سے ٹٹول لو اور یہیں سے واپس روانہ کردو.........ہو سکتا ہے وہ الجزائر تک ہمارا پیچھا کرے۔"

میں سوچ میں ڈوب گئی پھر میں نے سسٹر سے اتفاق کر لیا دونوں ہی باتیں کارآمد تھیں اگر واقعی میرے سلسلے میں جنونی ہو گیا ہے تو اسے سمجھاؤں اور اگر کوئی اور بات ہے تو کتنا چھپے گا۔

☆======☆======☆

شام کو پانچ بجے ہم باہر نکل آئے ہوٹل انفرنو تلاش کرنے میں زیادہ وقت نہ ہوئی نچلے درجے کا لیکن خوبصورت ہوٹل تھا روم نمبر دو سو چالیس کے بارے میں معلومات حاصل کر کے ہم آگے بڑھے ہی تھے کہ اچانک اس کمرے کا دروازہ کھلا اور اس سے کوئی باہر نکل آیا میرے حلق سے آواز سی نکل گئی میں نے سسٹر زمرد کا شانہ دبوچ لیا تھا۔ میرے قدم جم گئے تھے بمشکل تمام میرے حلق سے آواز نکلی۔ "سسٹر.........وہ.........وہ.........پروفیسر زاغ ہے۔"

سسٹر زمرد کو ایک لمحے میں میری کیفیت کا احساس ہو گیا تھا اس کے علاوہ زاغ کا نام بھی ان کے لئے اجنبی نہیں تھا۔ خوش قسمتی تھی کہ ہم جہاں کھڑے تھے وہیں اوپر جانے والی سیڑھیاں تھیں اور لفٹ انہی سیڑھیوں کے سامنے تھی زمرد نے نہایت پھرتی کا مظاہرہ کیا اور میرا بازو پکڑ کر کھینچ لیا اس کے بعد ہم کئی سیڑھیاں چڑھتے چلے گئے زاغ لفٹ ہی کی طرف آرہا تھا قدرے محفوظ جگہ پہنچ کر ہم رکے اب زاغ لفٹ کے پاس کھڑا انتظار کر رہا تھا پھر وہ لفٹ میں داخل ہو گیا۔

میرے وجود میں جہنم سلگ رہا تھا سسٹر سوچ میں ڈوبی ہوئی تھیں پھر انہوں نے

کہا۔ ”یہی کمرہ ہے نا اس کا کمرہ نمبر دو سو چالیس؟“

”ہاں۔“

”اس کا مطلب ہے زاغ اسی سے ملنے آیا تھا۔“

”بالکل!“ میں نے سختی سے ہونٹ بھینچ کر کہا۔

”اب کیا ارادہ ہے؟“

”وہ زاغ کی نمائندگی کر رہا ہے سسٹر وہ مجھے مسلسل فریب دے رہا ہے میرے خیال میں اب اس سے ملنا بے کار ہے۔“

”ہوں‘ آؤ چلتے ہیں‘ نہیں نیچے نہیں چند سیڑھیاں اور چڑھ لو ہم اس دوسری منزل سے لفٹ لے لیں گے۔“

تھوڑی دیر بعد ہم واپس آگئے سسٹر نے صوفے پر دراز ہو کر مسکراتے ہوئے کہا۔ ”مجھے تم سے اختلاف ہے ڈارلنگ۔“

”کیا سسٹر؟“

”یقیناً اب بھی اس سے محبت کرتی ہو۔“

”شاید ایسا ہو سسٹر لیکن اس کی ایک وجہ ہے؟“

”وہ کیا ہے؟“

”سسٹر میں اپنی تنہائیوں سے اکتائی ہوئی تھی میرے خیال میں ان حالات میں کسی سے بھی محبت ہو سکتی تھی مجھے۔“

”ہاں! میں یہ مانتی ہوں۔“

”اگر آپ یہ مانتی ہیں سسٹر تو اب یہ مان لیجئے کہ میں اب اس سے شدید نفرت کرتی ہوں۔“

”ہوں‘ خیر چھوڑو یہ بتاؤ کیا کریں کم بخت زاغ نہ جانے کیسے یہ راز پا گیا اس کا تو یہی مطلب ہوا کہ وہ نہایت ہوشیاری سے ہم پر نگاہ رکھے ہوئے ہے۔“

”اتفاق سے مسٹر ایرن سے زاغ وغیرہ کے بارے میں کوئی بات نہیں ہوئی مسٹر ایرن کا ہوشیار ہو جانا بے حد ضروری ہے ورنہ یہ بھی ممکن ہے کہ جس طرح سالک جلال کو نقصان پہنچ گیا ہے اس طرح ڈان ایرن بھی اس کا شکار ہو سکتے ہیں۔“

”اوہ سسٹر! بالکل ٹھیک کہا آپ نے میرا ذہن اس سمت نہیں گیا تھا۔“ میں نے مضطربانہ انداز میں کہا۔

”ڈان کو فوراً پوری تفصیل بتانا ہوگی۔“ سسٹر نے کہا رات کو ڈان ایرن سے ملاقات ہوگئی۔

”کل گیارہ بجے ہماری فلائٹ ہے۔“ اس نے بتایا۔

”آپ کو ایک اہم واقعے کی اطلاع دینی ہے انکل ڈان۔“ ڈان ایرن نے سوالیہ نظروں سے ہمیں دیکھا تو سسٹر زمرد نے اسے پوری کہانی تفصیل سے سنادی اور آخر میں زاغ کے بارے میں بتا دیا ڈان کسی سوچ میں ڈوب گیا تھا کافی دیر کے بعد اس نے کہا۔

”کل گیارہ بجے ہماری فلائٹ ہے دس بجے ہم ہوٹل سے نکلیں گے میں اگر دن میں نہ ملوں تم سے تو تم لوگ تیار رہنا۔“ ڈان ایرن کا لہجہ پُراعتماد تھا اس نے اس کہانی پر کوئی تبصرہ نہیں کیا۔

دوسرے دن کوئی گیارہ بجے کا وقت تھا ہم یونہی بیٹھے الجزائر کی سیاست پر باتیں کر رہے تھے کہ دروازے پر دستک ہوئی دروازہ اندر سے بند تھا سسٹر نے دروازہ کھولا اور پھر آنے والے سے بات کرنے لگیں پھر انہوں نے اندر رخ کر کے کہا۔

”مسٹر خالد ہیں روشنی۔“ میں اچھل کر کھڑی ہوئی اس کے بعد میں دروازے پر آگئی۔

”یہ خاتون مجھے اندر آنے سے روک رہی ہیں روشنی۔“ خالد نے کہا۔

”کیا بات ہے؟“ میں نے غرا کر پوچھا۔

”مجھے تم سے کچھ کام ہے۔“

”چلے جاؤ یہاں سے‘ جاؤ میں نے تم سے دوبارہ ملاقات کے لئے منع کیا تھا لیکن تم......... جاؤ میں اپنی زبان گندی نہیں کرنا چاہتی۔“

”روشنی تم یہاں بھی خطرات میں گھری ہوئی ہو میں تمہیں کچھ بتانا چاہتا ہوں اور جو کچھ میں تمہیں بتانا چاہتا ہوں وہ تمہارے لئے.........“

”سسٹر انہیں دروازے سے باہر دھکا دے کر دروازہ بند کر دیجئے اور اگر یہ دوبارہ بیل بجائے تو ہوٹل مینجمنٹ کو فون کر کے بتاؤ کہ ایک آوارہ انسان ہمارے کمرے میں گھسنے کی کوشش کر رہا ہے۔“ میں نے اس کی پوری بات بھی نہ سنی۔

”روشنی میری بات سن لو۔“ خالد نے کہا لیکن سسٹر زمرد نے دروازہ بند کر دیا تھا میں واپس آ کر اپنی جگہ بیٹھ گئی دیر تک ہم نے کوئی بات نہیں کی اس کے بعد دروازے پر دستک نہیں ہوئی تھی رات کو دس بجے مسٹر ایرن ہمارے پاس آگئے

انہوں نے مسکراتے ہوئے مطمئن لہجے میں کہا۔ "تم لوگ ٹھیک ہو نا؟"

"خالد آیا تھا۔" میں نے کہا۔

"صبح گیارہ بجے۔"

"ہاں۔"

"مجھے معلوم ہے تم لوگ پریشان تو نہیں ہو۔"

"نہیں.......... لیکن کیا احتیاط ضروری نہیں ہے۔" میں نے کہا اور ڈان ایرن ہنسنے لگا۔

"ہاں احتیاط ضروری ہے لیکن تم بہت بداخلاق لڑکیاں ہو مجھ سے میری پسندیدہ کافی کے بارے میں کبھی نہیں پوچھتیں۔"

کافی پینے کے بعد ہم کمرے سے باہر نکل آئے ایک ٹیکسی میں سامان رکھا گیا اور ٹیکسی ایئر پورٹ چل پڑی۔ راستہ خاموشی سے طے ہوا تھا۔ ایئر پورٹ پر ضروری کارروائی ہوئی اور ہم اس طرف چل پڑے جہاں ہمیں رن وے پر لے جانے کے لئے گاڑی موجود تھی لیکن جونہی ہم گاڑی کے قریب پہنچے ایک کیٹرنگ وین ہمارے عقب میں آگئی اور دوسرے لمحے ڈان ایرن نے ہمیں غڑاپ سے کیٹرنگ وین میں داخل کرلیا پلک جھپکتے وہ خود بھی وین میں آگئے اور وین آگے بڑھ گئی گاڑی میں بیٹھے لوگ ہمیں دیکھتے رہ گئے تھے۔

ہم دونوں بوکھلا گئے تھے اور اس بوکھلاہٹ میں کچھ بول بھی نہ سکے وین رن وے کے ایک ایسے حصے میں جاکر رکی جہاں تاریکی تھی اس تاریکی میں ایک اور گاڑی کھڑی ہوئی تھی ڈان ایرن نے ہم سے اترنے کے لئے کہا اور ہم احمقوں کی طرح یہاں اتر گئے وین آگے بڑھ گئی اس گاڑی کا اسٹیئرنگ خود ڈان ایرن نے سنبھالا تھا وین ڈرائیو کرتے ہوئے اس نے کہا۔ "لوگ یہ بھول گئے کہ یہ پرتگال ہے میرا وطن۔"

"انکل ایرن۔"

"میں ان لوگوں کو اور بھی نقصان پہنچا سکتا تھا لیکن کیا کروں وہ حکومت پرتگال کے مہمان تھے رعایت کردی ہے میں نے ان کے ساتھ۔"

"لیکن انکل.........."

"ہاں بے بی کچھ لوگ مسلسل ہمارے ساتھ لگے ہوئے تھے اب وہ الجزائر پہنچ جائیں گے اور ہم ایک ہفتے کے بعد اس سفر کا آغاز کریں گے وہ بھی سمندری جہاز سے

جبکہ اب یہ لوگ صرف یہ جانتے ہیں کہ ہم اس فلائٹ سے الجزائر روانہ ہوگئے ہیں یقیناً وہ کوئی دوسری فلائٹ پکڑیں گے۔"

"اوہ انکل آپ نے اس طرح انہیں ڈاج دیا ہے لیکن یہ تو بہت مشکل کام تھا۔"

"لزبن میں یہ میرے لئے ممکن تھا میں نے ہوٹل اسپیرو میں کمرے بک کرائے ہیں ہمارا سامان ایئرپورٹ سے وہیں پہنچ جائے گا۔ بالآخر ہم اس ہوٹل پہنچ گئے ڈان ایرن کی اس چالاکی پر اب مجھے ہنسی آرہی تھی خوب دھوکا دیا اس نے ان لوگوں کو بعد میں اس سے اس سمندری سفر کے بارے میں پوچھا تو اس نے کہا جہاز کا نام ہے ڈی پارلو اور اس کا کپتان مینس اولیارو ہے میرا جگری دوست۔ الجزائر تک کا سفر نہایت دلکش ہوگا دراصل تمہارے اس انکشاف کے بعد کہ وہ لوگ تمہارا پیچھا کرتے ہوئے پرتگال تک آگئے ہیں' میں تشویش کا شکار ہوگیا تھا احمد کمال نے بھی مجھے ان لوگوں سے ہوشیار رہنے کی ہدایت کی تھی اپنے خط میں۔ اس کے بعد یہ سفر بالکل غیر مناسب تھا لیکن میں ان لوگوں کو یہی ظاہر کرنا چاہتا تھا کہ ہم پرتگال سے چل پڑے ہیں۔

"آپ نے ہمیں اپنے اس پروگرام کی ہوا بھی نہیں لگنے دی انکل۔"

"راز اسی وقت تک راز ہوتا ہے بے بی جب تک کسی پر منکشف نہ ہو لیکن اولیارو کا مل جانا ایک اتفاق تھا اور یہ بھی کہ وہ الجزائر کا سفر بھی کرے گا وہ الجزائر اور مصر سے ہوکر ماریطانیہ تک جائے گا چنانچہ ایک محفوظ سفر کے لئے اس سے اچھا اور کوئی ذریعہ نہیں تھا میں نے فوری فیصلہ کیا اور اولیارو سے اس بارے میں بات بھی کرلی۔"

"وہ تیار ہے؟"

"وہ مسافر بردار جہاز کا کپتان ہے اس کے جہاز میں بے شمار لوگ سفر کریں گے چنانچہ اسے کیا اعتراض ہوتا۔"

"خدا کا شکر ہے انکل ہمیں آپ جیسے ذہین انسان کا سہارا حاصل ہے۔" میں نے شکرگزار لہجے میں کہا۔

"فرق صرف اتنا پڑا ہے کہ تمہیں کچھ اور دن لزبن میں گزارنے پڑیں گے۔" ڈان ایرن نے کہا۔ ڈان ایرن ہمارے ساتھ کچھ وقت گزرنے کے بعد چلا گیا اس نے خود اس ہوٹل میں قیام نہیں کیا تھا بعد میں ہم بستر پر لیٹے اس بارے میں دیر تک باتیں

کرتے رہے۔

"یہ ایک مشکل قدم تھا ہم نے تو سوچا بھی نہیں تھا۔" سسٹر زمرد نے کہا اور میں ہنس پڑی۔ سسٹر میری اس بے موقع ہنسی سے حیران ہو کر مجھے دیکھنے لگی تو میں نے کہا "آپ بھی اس برے وقت کو کوستی ہوں گی سسٹر جب انکل سالک نے آپ کو میرے بارے میں ہدایات دی تھیں۔"

"نہیں نہیں اب ایسی بات نہیں ہے انسان میں یہی تو ایک خوبی ہے جب تک کسی سے دور رہتا ہے اس کا تصور بھی نہیں کرتا لیکن پھر قربتیں اسے مفلوج کر دیتی ہیں اور وہ ایک اجنبی کو حیات کے آخری لمحے تک کا ساتھی بنا لیتا ہے میں اب اگر چاہوں تو بھی تمہیں تنہا نہیں چھوڑ سکتی۔"

"شکریہ سسٹر۔"

ہر چند کہ ڈان ایرن نے ہمیں محتاط رہنے کی ہدایت نہیں کی تھی لیکن کچھ ایسا خوف بیٹھ گیا تھا دل پر کہ ہوٹل کے کمرے سے باہر قدم رکھنے کو جی نہیں چاہتا تھا یہ خوف دامن گیر تھا کہ کہیں ہمارے دشمنوں کو اصلیت کا علم نہ ہو جائے میں نے ڈان ایرن سے کہا۔

"انکل کچھ کہنا چاہتی ہوں۔"

"ہاں بے بی۔"

"جو کچھ آپ کر رہے ہیں اس میں اخراجات ہو رہے ہوں گے آپ کے یہ کچھ ٹریولر چیک ہیں میرے پاس بے کار پڑے ہیں اگر آپ برا نہ مانیں تو انہیں رکھ لیں۔"

"اول تو میں احمد کمال سعدی کا بے حد مقروض ہوں دوم اتنا قلاش بھی نہیں کہ دو مہمانوں کے اخراجات بھی نہ اٹھا سکوں۔ چیک تم اپنے پاس محفوظ رکھو کہیں ضرورت پڑی تو میں تم سے مانگ لوں گا۔"

"آپ کا قیام کہاں ہے انکل؟"

"اپنے کچھ دوستوں کے ساتھ ہوں اصل میں تم سے دور رہ کر میں یہ اندازہ لگانا چاہتا تھا کہ کہیں کوئی اور تو تمہاری تاک میں نہیں ہے لیکن آج میں تم سے یہی کہنا چاہتا تھا کہ اس قدر احتیاط ضروری نہیں ہے لزبن کی سیر کرو دل نہ چاہے تب بھی یہی کرو تاکہ اگر کوئی ہے تو روشنی میں آئے۔"

"ٹھیک ہے انکل۔" میں نے جواب دیا اس کے بعد ہم کئی دن تک لزبن میں

آوارہ گردی کرتے رہے کوئی واقعہ پیش نہیں آیا۔ ان دنوں بارشیں ہو رہی تھیں اور موسم بے حد حسین ہو گیا تھا پھر ایک رات انکل ایرن نے فون کیا۔

"ڈی پارلو کل شام سات بجے ساحل چھوڑ رہا ہے تمہیں چار بجے ہوٹل چھوڑ دینا ہے۔" میں سسٹر زمرد سے سمندری سفر کے بارے میں معلومات حاصل کرتی رہی اور وہ مجھے مفید معلومات فراہم کرتی رہیں پھر ہنس کر بولیں۔ "حالانکہ ساری زندگی میں نے سمندری جہاز میں قدم بھی نہیں رکھا۔"

انکل ایرن ہمیں ہوٹل سے ساتھ لے کر گئے تھے ضروری امور کی تکمیل کے بعد ہم نے سمندر کے سینے پر ہچکولے کھاتی عمارت میں قدم رکھا۔ ڈی پارلو ایک یونانی جہاز راں کمپنی کا جہاز تھا اس کا زیادہ تر عملہ یونانی تھا پتہ نہیں کپتان اولیارو کہاں کا باشندہ تھا۔ انکل ایرن نے اسے اپنا دوست بتایا تھا لیکن ابھی تک وہ نظر نہیں آیا تھا یہاں بھی دو کیبن حاصل کئے گئے تھے دونوں بالکل جڑے ہوئے تھے۔ سمندر کے سینے پر رواں عمارت میں اتنی آسائشوں کا تصور بھی نہیں کیا تھا میں نے، بالکل کسی فائیو اسٹار ہوٹل کا کوئی کمرہ محسوس ہوتا تھا ذرا سائز اس سے چھوٹا تھا دو بیڈ لگے ہوئے تھے ایئر کنڈیشنڈ باتھ روم اٹیچ۔

"کمال ہے سسٹر۔ میں بہت عجیب محسوس کر رہی ہوں۔"

"میری کیفیت بھی تم سے مختلف نہیں ہے۔"

سات بجے جہاز نے لنگر اٹھا دیئے ہچکولے لگ رہے تھے کچھ دیر کے بعد طبیعت متلانے لگی ایک نوعمر لڑکا وردی پہنے اندر داخل ہوا اور گردن خم کر کے بولا آپ کو متلی تو نہیں محسوس ہو رہی مس اگر ایسا ہے تو یہ ٹیبلٹ لے لیجئے اس نے پیلے رنگ کے ریپر میں بڑی بڑی ٹکیاں ہمارے حوالے کر دیں۔ "انہیں کیسے استعمال کرنا ہے۔"

"بس منہ میں ڈال کر چوسیں یہ خوش ذائقہ ہیں اور ہاں کوئی ضرورت ہو تو یہ بٹن دبا دیں میرا نام مارٹل ہینی سارڈینو ہے چونکہ جہاز پر میرا عہدہ بہت معمولی ہے اس لئے آپ مجھے صرف مارٹی کہہ کر پکار سکتی ہیں۔ اوکے میم!" وہ باہر نکل گیا حالانکہ ہچکولوں کی وجہ سے طبیعت بھاری ہو رہی تھی لیکن لڑکے کی بات نے ہمیں مسکرانے پر مجبور کر دیا سسٹر زمرد نے کہا۔

"کتنی عمدہ انگریزی بول رہا تھا۔ لو یہ ٹکیہ منہ میں رکھ لو۔" میں نے ٹکیہ منہ میں رکھی اور بستر پر جا لیٹی۔ سسٹر کرسی پر بیٹھ گئی تھیں کوئی ڈیڑھ گھنٹہ گزر گیا کیبن میں

اندھیرا پھیل گیا ویسے ٹکیہ کمال کی چیز تھی کچھ دیر کے بعد ہی طبیعت بحال ہو گئی تھی البتہ خاموش لیٹے رہنے سے سکون مل رہا تھا پھر سسٹر کی آواز ابھری۔

"لائٹ آن کر دوں روشنی؟" میری اجازت سے انہوں نے روشنی جلا دی میں اٹھ کر بیٹھ گئی۔ "کچھ سوچ رہی تھیں؟" انہوں نے پوچھا۔

"نہیں بس پُرسکون تھی غالباً ٹیبلٹ میں کوئی سکون آور دوا شامل تھی۔"

"تمہیں پامسٹری سے کوئی شوق ہے۔" زمرد نے ایک عجیب سا سوال کیا۔

"بالکل نہیں۔"

"مجھے بھی نہیں ہے لیکن اس وقت ایک عجیب بات یاد آرہی ہے بہت پرانی بات ہے ایک دوست کی تقریب میں شریک تھی جہاں ایک عمر رسیدہ خاتون سے ملاقات ہوئی جو پامسٹ تھیں دوسری لڑکیوں کے ہاتھ دیکھ کر الٹی سیدھی باتیں بتا رہی تھیں میرا ہاتھ بھی دیکھا اور بتایا کہ میں ایک طویل سمندری سفر کروں گی میں ہنس کر خاموش ہو گئی اس کے بعد کبھی خواب میں بھی سمندری سفر کے بارے میں نہیں سوچا آج اچانک ان کی بات یاد آگئی۔"

"کیا لکیروں میں مستقبل کی تحریر ہوتی ہے سسٹر؟"

"اللہ جانے بس اس وقت ایسے ہی خیال آگیا تھا۔"

دروازے پر دستک ہوئی پھر ڈان ایرن کی آواز سنائی دی۔ "کیا کر رہے ہو تم لوگ؟"

"کچھ نہیں انکل آیئے۔"

"یہاں عرشہ پر دن نکلا ہوا ہے جہاز کے سارے مسافر آغاز سفر کی پہلی رات کا جشن منا رہے ہیں اور تم دونوں خوفزدہ چوہوں کی طرح چھپی بیٹھی ہو۔" ڈان ایرن نے مسکرا کر کہا۔

"انکل ہمیں کچھ بھی نہیں معلوم۔" میں نے کہا۔

"ٹھیک ہے چلو میرے ساتھ آؤ۔" ہم دونوں ان کے ساتھ عرشہ پر چل پڑے واقعی زبردست ماحول تھا اتنی تیز روشنیاں جل رہی تھیں کہ دن ہی نکلا محسوس ہوتا تھا ہر طرف لوگ بکھرے نظر آرہے تھے عرشہ کی ریلنگ کے ساتھ بہت سے لوگ ٹکے ہوئے سمندر دیکھ رہے تھے۔ جگہ جگہ اوپن ریسٹوران بنے ہوئے تھے جن پر رنگین کرسیاں اور میزیں بچھی ہوئی تھیں۔ ہم دونوں ڈان ایرن کے ساتھ بہت دور نکل

آئے وہ ہمیں جہاز کے مختلف حصے دکھا رہے تھے اور ان کے بارے میں بتا رہے تھے بہت معلومات فراہم کیں انہوں نے ہمیں۔ ریلنگ کے پاس آکر سمندر دیکھا تاحدِ نگاہ ٹھاٹھیں مارتا سمندر جو بالآخر تاریک آسمان سے جا ملتا تھا۔

"ہم زمین سے بہت دور تک نکل آئے انکل۔"

"یقیناً بے بی سفر کے بہت سے گھنٹے گذر چکے ہیں۔" بہت دیر تک میں سمندری بگلے دیکھتی رہی پھر ہم ان رنگین کرسیوں پر آبیٹھے اور ویٹر نے مینو سامنے رکھ دیا اس میں حلال گوشت کی ڈشنز الگ تھیں جن کے سامنے مسلمان باورچیوں کے نام بھی لکھے ہوئے تھے۔ سسٹر زمرد نے وہی کھانے منگوائے رات بارہ بجے عرشہ خالی ہونے لگا ہاں کلب میں رونق ہو رہی تھی۔ "نہیں بے بی ٹھیک جگہ نہیں ہے میرے خیال میں اب تم لوگ آرام کرو چلو واپس چلتے ہیں۔" اپنے بستر پر لیٹ کر میں نے سسٹر زمرد سے کہا۔

"کیا آپ کو یقین آتا ہے سسٹر کہ ہم زمین اور فضا سے دور پانی کے سینے پر موجود ہیں۔"

"کائنات کے تین حصوں پر مشتمل سمندر اپنے اندر اتنے راز چھپائے ہوئے ہے کہ انہیں پانا انسان کے لئے ممکن نہیں ہے۔"

"انسان تو ابھی اس خشک حصے کا راز بھی نہیں پاسکا جہاں وہ آباد ہے۔" ہم دیر تک سمندر کے بارے میں باتیں کرتے رہے پھر سو گئے۔ صبح کو بھی بمشکل یقین آیا تھا کہ ہم کسی ہوٹل میں قیام پذیر نہیں ہیں اب ذرا اعتماد پیدا ہو گیا تھا چنانچہ پھر تیار ہو کر باہر نکل آئے انکل ایرن کے کیبن کے دروازے کو دیکھا اس پر آؤٹ لکھا ہوا تھا اسی وقت گیلری میں مارٹل نظر آیا تیزی سے ہماری طرف بڑھ گیا اس نے ہمیں صبح کا سلام کیا۔

"ہیلو مسٹر مارٹل ہینی سارڈینو!" میں مسکرا کر بولی۔

"ہیلو میڈم! لیکن آپ مجھے صرف مارٹی بھی کہہ سکتی ہیں آپ کی اطلاع کے لئے مسٹر ایرن برج پر کیپٹن مینس کے ساتھ ہیں مجھے بتا کر گئے تھے۔"

"تھینک یو مسٹر مارٹل ہینی سارڈینو!" میں نے کہا اور مارٹل ہونٹوں ہی ہونٹوں میں بڑبڑایا۔

"آپ مجھے صرف.........." ہم دونوں آگے بڑھ گئے عرشے سے سمندر اتنا اچھا

لگ رہا تھا کہ ہم نہ جانے کب تک ریلنگ کے پاس کھڑے رہے اب اس سفر سے کوئی وحشت نہیں ہو رہی تھی۔ میں نے پورے جہاز کا جائزہ لیا اس انوکھی اور عظیم الشان عمارت کی تشکیل پر میں ششدر تھی لیکن اچانک ہی میرے دل کی دھڑکن رک گئی جہاز کے ہوابان کی نوک پر میں نے ایک سیاہ پرندے کو بیٹھے دیکھا تھا بے شک بلندی پر تھا لیکن اتنا بھی نہیں کہ میں اسے پہچان نہ سکتی یقیناً یہ شلا شلائی تھا۔ سسٹر زمرد نے شاید کوئی بات کہنے کے لئے مجھے پکارا تھا اور جب میں نے جواب نہیں دیا تو انہوں نے مجھے چونک کر دیکھا پھر میرے چہرے کے تاثرات اور اس کے بعد میری نگاہوں کا تعاقب کر کے انہوں نے بھی وہ منحوس پرندہ دیکھ لیا بے اختیار ان کے منہ سے نکلا۔

"اوہ میرے خدا.......... یہ.......... یہ۔"

"وہی ہے نا سسٹر۔"

"سو فیصد وہی۔"

"وہ.......... وہ سسٹر.......... وہ بھی جہاز پر موجود ہوگا!"

"پروفیسر زاغ؟" زمرد نے گھٹی گھٹی آواز میں کہا میرے حلق سے آواز نہیں نکل سکی تھی اچانک ہی فضا میں رائفل کی گونج گونجی اور دوسرے لمحے میں نے باز کو ہوابان سے نیچے آتے ہوئے دیکھا دوسرا فائر ہوا اور وہ اور نیچے آگیا لیکن اس کی پرواز پُراعتماد تھی تیسرا فائر نہیں کیا گیا اور یہاں پرندہ سمندری عمارت کے ایک ایسے حصے میں پوشیدہ ہوگیا جس پر فائر نہیں کیا جاسکتا تھا البتہ تھوڑی دیر کے بعد اسے جہاز سے بہت دور فضا میں دوسرے رخ جاتے ہوئے دیکھا گیا۔ عرشہ پر ٹہلتے لوگ برج پر دیکھ رہے تھے۔ میں سسٹر زمرد کا سہارا لئے کھڑی ہوگئی عجیب سی کیفیت ہوگئی تھی میری، سسٹر زمرد بھی نروس تھیں عقل و ہوش ساتھ چھوڑتے محسوس ہو رہے تھے عام لوگوں کے لئے کوئی خاص بات نہیں تھی صرف اتنی سی کہ کوئی پرندہ ہوابان پر آبیٹھا تھا اس پر برج سے فائر کیا گیا اور پرندہ اڑ گیا چنانچہ انہوں نے توجہ نہیں دی لیکن ہم دونوں اعصابی دباؤ کا شکار ہوگئے تھے۔ کچھ ہی دیر کے بعد انکل ڈان ایرن ہمارے پاس آگئے انہوں نے ہمیں دیکھتے ہوئے کہا۔

"جاگ گئیں تم لوگ میں نے تمہاری وجہ سے ابھی ناشتہ نہیں کیا ہے آؤ ناشتہ کریں آؤ۔" بمشکل تمام ہم ان کے ساتھ چلتے ہوئے ایک شلک میں آبیٹھے انکل نے شلک اٹینڈنٹ کو ناشتے کی تفصیل بتادی تھی وہ چلا گیا تو انکل نے کہا۔ "تم لوگ معمولی

ات سے جس طرح خوف زدہ ہو جاتی ہو مجھے اس سے اختلاف ہے۔"

"انکل آپ نے.........." میں نے سہمے ہوئے لہجے میں کہا۔

"امیزون کے مقدس پرندے کو دیکھا ہی نا۔"

"ہاں!" میں تھوک نگل کر بولی۔

"میرے ہی ایما پر کیپٹن اولیارو نے رائفل منگا کر اس پر فائر کیا تھا خلاصیوں کے یان کے مطابق وہ صبح سے ہوابان پر بیٹھا ہوا تھا انہوں نے یہ سوچ کر نظرانداز کر دیا کہ کوئی سمندری پرندہ ہوگا جو پرواز سے تھک کر بیٹھ گیا ہے۔"

"اوہ مگر وہ شکار نہیں ہو سکا۔"

"حالانکہ مینس ایک شاندار نشانہ باز ہے اس نے شاید غور نہ کیا ہو لیکن میں نے محسوس کیا وہ بہت عجیب ہے۔"

"کیا انکل ڈان؟" زمرد نے پوچھا۔

"کیونکہ میں بھی مہم جو ہوں اور میں نے دنیا کی پُراسرار چیزوں کے بارے میں ائی معلومات حاصل کی ہیں۔ بے شک اپنی حیرتناک خصوصیات کی بناء پر ایک قبیلے کا قدس پرندہ کہلاتا ہے لیکن وہ اس قدر ذہین بھی ہو سکتا ہے اور اس طرح کے فیصلے ر سکتا ہے یہ ناقابلِ یقین ہے۔"

"فیصلے؟" میں نے آہستہ سے کہا۔

"ہو سکتا ہے یہ اتفاق ہو عموماً دھماکہ سن کر پرندے بلندی کی جانب پرواز کرتے ں لیکن اولیارو کے پہلے فائر پر وہ بوکھلایا دوسرے پر نیچے جھکا اور پھر بدحواسی سے امنے کے رخ کی طرف پرواز کرنے کے بجائے اس نے عقبی سمت اختیار کی جیسے وہ انتا ہو کہ اس ڈائریکشن پر فائر نہیں کیا جاسکتا۔ اس نے یقیناً شاندار تحفظ کیا تھا لیکن کیا ارے خیال کے مطابق یہ صرف اتفاق تھا۔"

ناشتہ آگیا چنانچہ انکل ڈان خاموش ہوگئے پھر انہوں نے اشارہ کر کے کہا۔ "چلو شروع کرو۔"

"سوال یہ پیدا ہوتا ہے انکل ڈان کہ کیا زاغ اس جہاز پر موجود ہے۔" سسٹر مرد نے کہا۔

"میں بھی یہ سوچ رہا ہوں اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ میری ساری کوششیں اقت ثابت ہوئیں زاغ ہمارے فریب میں نہیں آیا وہ کامیابی سے ہمارا تعاقب کر رہا

ہے یا پھر یہ سیاہ پرندہ.......... مگر مشکل ہے یہ صرف امیزون میں پایا جاتا ہے۔"

"آپ کے خیال میں وہ کوئی دوسرا پرندہ ہو سکتا ہے۔"

"نہیں یہ خود کو بہلانے والی بات ہوگی۔" ڈان ایرن نے ابلا ہوا انڈا حلق میں ٹھونس کر کہا اور پھر چائے کے گھونٹ سے اسے نیچے اتارنے لگا۔

"کیا زاغ کو تلاش نہیں کیا جا سکتا؟" میں نے پوچھا۔

"کیا جا سکتا ہے فرض کرو وہ مل جائے تو ہم اس کا کیا بگاڑ لیں گے۔"

"وہ.......... وہ ایک پُراسرار خطرناک آدمی ہے اور مجرمانہ ذہنیت کا حامل ہے وہ ہمیں ڈی پارلو پر کوئی نقصان بھی پہنچا سکتا ہے جس طرح اس نے انکل جلال کو موت کے گھاٹ اتارنے کی کوشش کی تھی۔" میں نے کہا اور ڈان کچھ سوچنے لگا پھر بولا۔

"ہاں اس بنیاد پر میں اولیارو سے اپنے لئے تحفظ بیشک حاصل کر سکتا ہوں لیکن اسے اس خیال کی وجوہات بتانی ہوں گی۔"

"آپ کہہ رہے تھے کہ وہ آپ کا جگری دوست ہے۔"

"مینس اولیارو؟"

"جی انکل۔"

"یقیناً ہے بے بی لیکن کسی کو شریک راز نہیں کیا جا سکتا وہ صرف اتنا جانتا ہے ہم اس کے جہاز میں الجزائر جا رہے ہیں اور اس نے ہمیں ہر طرح کی مراعات پیشکش کر دی ہے بس اس سے زیادہ اسے کچھ نہیں معلوم۔"

"لیکن کالے باز پر اس نے فائر کیوں کر ڈالے؟" میں نے سوال کیا اور ڈان مسکرا دیا۔

"وہ توہم پرست ہے میں نے شلاشلائی کو دیکھ کر اسے ایک دل ہلا دینے والی کہانی سنا دی اسے ایک منحوس پرندہ ظاہر کیا جو جب بھی نمودار ہوتا ہے آفتیں نازل ہوتی ہیں بس وہ اس کی زندگی کے درپے ہو گیا اور اس کے بچ جانے سے پریشان ہے۔"

ہم ناشتے سے فارغ ہو گئے میں نے کہا۔ "ان مسافروں میں زاغ کو تلاش نہیں کیا جا سکتا انکل۔"

"اب یہ کرنا ہوگا کچھ اور جھوٹی کہانیاں سنانی ہوں گی اولیارو کو حالانکہ اگر زاغ ہمیں مل بھی جائے تو اس کے خلاف کچھ نہیں ہو سکتا وہ بہرحال جہاز کا ایک مسافر اور دوسرے مسافروں جیسے حقوق رکھتا ہے بشرطیکہ وہ کوئی جرم نہ کر ڈالے۔"

"ہمیں ان حالات میں کیا کرنا چاہئے انکل؟"

"بے فکری سے سمندری سفر کا لطف اٹھانا چاہئے اگر تمہاری یہ کیفیت رہی تو میں پریشان ہو جاؤں گا میں اتنا کہنا ضروری سمجھتا ہوں لڑکیو کہ تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔"

"انکل خود سے زیادہ ہم آپ کے لئے پریشان ہیں۔" میں نے کہا۔

"میرے لئے' وہ کیوں؟"

"آپ ہماری رہبری کر رہے ہیں اور حالات بتاتے ہیں کہ.........."

"نہیں بے بی تمہاری سوچ غلط ہے اگر تمہارے ذہن میں بیرسٹر سالک جلال آئے ہیں تو ان کا معاملہ دوسرا تھا' تمہاری پوری کہانی کی روشنی میں یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ زاغ کو احمد کمال سعدی کی تلاش ہے اور سالک جلال ان کے بارے میں جانتے تھے اگر ان کی وہ حالت زاغ نے ہی کی تھی تو صاف ظاہر ہے کہ سعدی کے بارے میں معلوم کرنے کے لئے اس نے ان پر انتہائی تشدد کر ڈالا تھا۔ میری طرف سے بے فکر رہو روشن جمال! بے شمار پُراسرار طاقتیں میرا تحفظ کرتی ہیں۔" ایرن اپنی کرسی کھسکا کر کھڑا ہو گیا اس نے کہا۔ "مجھے اگر کوئی چیز پریشان کرے گی تو وہ ہے تمہارا خوف تمہاری بے سکونی بس اس کا اضطراب ہے مجھے۔"

"نہیں انکل آپ کی اس یقین دہانی نے مجھے سکون دیا ہے۔"

"اوکے ڈیئر اب میں اس سمندر کے شہزادے کو شیشے میں اتارتا ہوں ہاں تم بھی جہاز کے مسافروں پر نگاہ رکھنا ہو سکتا ہے زاغ تمہیں نظر آ جائے اوکے۔" وہ وہیں سے آگے بڑھ گیا ڈان کے نگاہوں سے اوجھل ہونے کے بعد بھی ہم دیر تک کچھ نہیں بول سکے پھر سسٹر نے کہا۔

"میں ایک بات اور سوچ رہی ہوں روشنی۔"

"کیا سسٹر؟"

"اگر زاغ ہمارے پورے پروگرام سے باخبر رہا ہے اور اس جہاز تک آ گیا ہے تو پھر خالد بھی اس کے ساتھ ہوگا۔"

"شاید۔"

"یہ تو طے ہے روشنی کہ اب حالات کچھ بھی ہوں ہمیں ہمت سے ان کا مقابلہ کرنا پڑے گا۔ تم جانتی ہو کہ کوئی لالچ مجھے تمہارے ساتھ یہاں تک نہیں لایا ہے بس

تمہاری محبت میں گرفتار ہوگئی ہوں چنانچہ جو کچھ میں کہوں اسے مان لینا۔"
"ضرور سسٹر کہیے۔"
"تمہیں چالاکی سے کام لینا ہوگا اگر خالد مل جائے تو تھوڑی سی اداکاری کر کے
اس کا ساتھ قبول کرلینا چاہیے تمہیں۔"
"سسٹر!" میں نے تعجب سے کہا۔
"مصلحتاً سوئی مصلحتاً وہ اب تک تمہیں بے وقوف بناتا رہا ہے اب تم اسے بے
وقوف بناؤ۔"
"اس سے فائدہ سسٹر؟"
"بعض اوقات حالات کا رخ اس طرح بدلتا ہے کہ انسان سوچ بھی نہیں سکتا
ممکن ہے ہم اسے ہی زاغ کے خلاف استعمال کرڈالیں ممکن ہے وہی ہمارے لئے زاغ
کے خلاف جاسوس بن جائے۔" زمرد نے کہا اور میں سوچ میں ڈوب گئی اس شخص
سے مجھے سخت نفرت تھی یہ نفرت کبھی محبت میں نہیں بدل سکتی تھی نینا کا یاس میں ڈوبا
چہرہ میری نگاہوں میں آجاتا تھا وہ اسے چاہتی تھی اس دھوکے باز کو.........."
سوچنے لگیں؟" زمرد کی آواز نے مجھے چونکا دیا۔
"کچھ نہیں سسٹر!"
"ہوسکتا ہے وہ جہاز پر نہ ہو لیکن اگر وہ نظر آئے تو اس کے ذریعہ ہم زاغ کو
بہت سے دھوکے دے سکتے ہیں۔"
"میں سمجھ رہی ہوں سسٹر ٹھیک ہے اگر وہ یہاں ہوا تو۔"
"ویری گڈ انکل ڈان بھی یہی چاہتے ہیں اگر ہم نے ہمت سے ان کا ساتھ دیا تو
انہیں اپنے کام میں آسانی ہوگی۔"
"خدا جانے یہ کام کیا ہے کوئی بات تو سمجھ آئے۔ دماغ چٹخنے لگتا ہے سسٹر یہ سب
کچھ سوچ کر، کوئی سر پاؤں تو ہو واقعات پر واقعات پیش آرہے ہیں مگر کسی بھی واقعہ کا
کوئی سر نہیں ملتا۔"

☆======☆======☆

کچھ دیر کے بعد ہم وہاں سے اٹھ گئے اس کے بعد پورا دن کوئی واقعہ نہیں پیش
آیا۔ دوپہر کے بعد موسم بھی ابر آلود ہوگیا آسمان پر گھٹائیں چھانے لگی تھیں اور جہاز
کے خلاصی بارش سے بچاؤ کے انتظامات میں مصروف ہوگئے لیکن رات تک بارش
نہیں ہوئی البتہ آسمان بدستور گہرے بادلوں سے ڈھکا رہا تھا۔ انکل ڈان نے رات کے
کھانے کے لئے ہمیں ایک شلک میں بلوالیا تھا وہ مطمئن نظر آرہے تھے۔
"کوئی خاص بات انکل؟" زمرد نے فوراً پوچھا۔
"بے حد خاص وہ یہ کہ ہم کھانا کھائیں گے۔" ایرن نے ایک ملازم کو اشارہ
کردیا۔ اندازہ ہوگیا کہ کھانا خاموشی سے کھایا جائے گا چنانچہ ہم نے انکل سے تعاون کیا
کھانے کے بعد کافی پیتے ہوئے ڈان ایرن نے کہا۔ "زاغ جہاز پر موجود نہیں ہے۔"
"بات ہوئی تھی مینس سے؟"
"ہاں وہ بے حد احمق انسان ہے؟"
"کیوں؟"
"اب وہ کالے شکرے کے خوف کا شکار ہوگیا ہے کہتا ہے کہ کوئی مصیبت ضرور
آئے گی اس کا دل کہہ رہا ہے۔ کچھ علامات بھی بتائی ہیں اس نے۔ یہ ایک نئی مشکل
پیدا ہوگئی۔"
"زاغ کے بارے میں کچھ پتہ نہیں چل سکا۔"
"مسافروں میں اس نام کا کوئی مسافر نہیں ہے۔"
"ایک بات مجھے یاد آئی انکل میں نے آپ کو مسٹر خلازی کے بارے میں بتایا
تھانا؟"
"ہاں۔"
"شلاشلائی کی صفات بتاتے ہوئے انہوں نے کہا تھا کہ یہ پرندہ مہینوں فضا میں رہ
سکتا ہے طویل ترین سفر کرسکتا ہے اور پھر انکل کئی بار زاغ نے اسے جاسوسی کے لئے

استعمال کیا تھا۔ انکل سالک جلال کی کار کا تعاقب بھی کیا تھا اس نے اس کے بعد ہی انکل جلال کو وہ حادثہ پیش آیا دوبارہ بھی اسے یہیں دیکھا گیا میرا مطلب ہے جہاز پر یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ صرف جاسوسی کے لئے یہاں آیا ہو۔"

"اتنا طویل سفر طے کر کے!" پروفیسر ایرن نے کہا پھر بولے۔ "خیر اب زاغ کا تو سراغ نہیں ملا لیکن جو کہانی میں نے اولیارو کو سنائی وہ مصر کی پُر اسرار داستانوں سے تعلق رکھتی تھی حالانکہ وہ ایک فرضی کہانی تھی جو صرف زاغ کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے لئے میں نے گھڑی تھی لیکن اس کے جواب میں احمق کپتان نے مجھے ایک اور کہانی سنا دی۔"

"قابل ذکر ہے؟" زمرد نے پوچھا۔

"ہاں جہاز میں ابو الفرزان نامی ایک شخص سفر کر رہا ہے جو ماریطانیہ تک جا رہا ہے اس کے ساتھ دو تابوت ہیں جنہیں وہ ماریطانیہ لے جا رہا ہے۔"

"تابوت؟" میں نے چونک کر کہا۔

"مصری طرز کے تابوت جن میں ممیاں ہیں۔"

"کیا اولیارو نے وہ تابوت کھول کر دیکھے ہیں۔" نہ جانے کیوں میرے منہ سے نکل گیا۔

"ہاں ظاہر ہے پوری چھان بین کی گئی ہے ان کی' منشیات اور ہتھیاروں وغیرہ کی ترسیل کی وجہ سے ان کی پوری تحقیق کی گئی ہے اس کے بغیر انہیں جہاز میں جگہ نہیں دی جا سکتی تھی اس کے علاوہ اسے حکومت پرتگال نے این او سی جاری کیا ہے بہرحال میرے دل میں بھی تجسس بیدار ہو گیا ہے میں نے اولیارو کو تیار کر لیا ہے کہ کسی بھی مناسب وقت وہ مجھے تابوت کی ممیاں دکھائے میں تمہیں بھی ساتھ رکھوں گا۔"

"آپ نے ابو الفرزان کو دیکھا ہے انکل؟"

"ہاں ایک پستہ قامت سنکی سا آدمی ہے تمہیں بھی دکھاؤں گا۔ زاغ کا پورا حلیہ مجھے بتاؤ گی بے بی تم نے تو اسے دیکھا ہے۔"

"صرف ایک بار لیکن مجھے اس کا حلیہ یاد ہے۔"

"مجھے بتاؤ۔" ایرن نے کہا اور میں نے اسے زاغ کا پورا حلیہ بتا دیا ڈان ایرن نے کہا وہ کسی طور ابو الفرزان نہیں ہو سکتا کیونکہ مصری نژاد شخص ایک پستہ قامت

آدمی ہے اس حلئے سے بہت مختلف ویسے تمہارے ذہن میں یہی خیال آیا تھا نا کہ زاغ بدلے ہوئے نام سے سفر کر رہا ہو۔"

"ہاں یہ خیال میرے دل میں آیا تھا۔" میں نے جواب دیا ڈان ایرن اچانک کسی سوچ میں ڈوب گیا تھا میں نے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔ "آپ کو اس کا اندازہ کیسے ہوا انکل۔"

اور وہ چونک کر بولا۔ "ہاں تم نے فوراً سوال کیا تھا کہ کیا میں نے ابو الفرزان کو دیکھا ہے۔"

"میں نے اسی خیال کے تحت پوچھا تھا۔"

"مگر میں اپنے ہی کچھ الفاظ میں کھو گیا ہوں کیا واقعی یہ نہیں ہو سکتا کہ زاغ کسی بدلے ہوئے نام سے سفر کر رہا ہو۔"

"ہو سکتا ہے انکل۔"

"بالکل ہو سکتا ہے خیر اس کے لئے ہمیں جہاز کے ہر مسافر پر نگاہ رکھنا ہوگی۔"

"کیا اس سلسلے میں کپتان اولیارو کوئی مدد نہیں کر سکتا۔"

"مشکل ہے بے بی سینکڑوں مسافر ہیں انہیں ایک ایک کر کے چیک تو نہیں کیا جا سکتا۔"

"گویا جہاز پر زاغ کی موجودگی کے تصور کو بالکل ختم نہیں کیا جا سکتا!" مسٹر زمرد نے کہا اس بات کا کوئی جواب نہیں دیا جا سکتا تھا۔ یہ نشست برخاست ہو گئی ہم وہاں سے اٹھے تو پانی کی چند بوندیں ہم پر پڑیں آسمان پر گہری تاریکی چھائی ہوئی تھی میں نے مسٹر زمرد کو دیکھ کر کہا۔ "کیا کیبن میں چلیں مسٹر؟"

"ضروری تو نہیں ہے لیکن اگر تم چاہو تو چلتے ہیں۔"

"کیا کریں گے ابھی سے بستر پر جا کر نیند بھی نہیں آئے گی۔"

"ٹھیک ہے آؤ سمندر دیکھیں۔ کاش یہ ایک خوشگوار سفر ہوتا کتنا لطف آتا ہر لمحہ ایک سرور رکھتا ہے لیکن ذہنی الجھاوے ہمیں سمندر سے پوری طرح لطف اندوز نہیں ہونے دے رہے۔" ہم دونوں عرشے کے نسبتاً پُرسکون گوشے کی طرف چل پڑے بوندیں اکا دکا آ رہی تھیں اور بہت لطف دے رہی تھیں ڈان ایرن کا کہیں پتہ نہیں تھا۔ ویسے لوگوں کی کافی تعداد تفریحات میں مصروف تھی ہم ایک جگہ کھڑے ہو گئے سمندر حسبِ معمول پُرسکون تھا تاحدِ نگاہ بیکراں خاموشی پھیلی ہوئی تھی ہم دیر تک

خاموش کھڑے رہے جہاز کے ملازم شاید بارش کی توقع رکھتے تھے کھلی ہوئی روشنیوں پر مشینی کور ڈھکے جارہے تھے بہت سی روشنیاں بجھادی گئی تھیں۔ ہم سے چند فٹ کے فاصلے پر ایک شخص آکھڑا ہوا سیاہ لباس میں ملبوس تھا اس کا چہرہ دوسری طرف تھا ہم نے اس پر کوئی توجہ نہیں دی لیکن پھر اس نے رخ بدل کر ہماری طرف دیکھا عین اس وقت میں نے بھی اتفاقیہ دیکھ لیا تھا پورے بدن میں گرم گرم لہریں دوڑ گئیں آہ اگر واقعات لمحہ نہ بدلیں تو پھر زندگی ہی کیا۔ وہ خالد شیخ تھا بھلا میں اسے بھول سکتی تھی میری نظریں اس پر جم کر رہ گئیں اس نے بھی مجھ سے نگاہیں نہیں چرائی تھیں اور رخ بھی نہیں بدلا تھا۔

"ماحول کچھ غیر معمولی نہیں ہو رہا روشنی۔" سسٹر نے کہا میرا جواب نہ پا کر انہوں نے مجھے دیکھا تو میں نے رخ بدل کر کہا۔ "سسٹر' خالد!"

"ایں........!" وہ اچھل پڑیں پھر انہوں نے بھی اسے دیکھ لیا اور آہستہ سے بولیں "ہاں وہی ہے۔"

"اس کا مطلب ہے........" میں نے جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔

"میری ہدایت یاد ہے؟" زمرد نے کہا۔

"ہاں........" میں نے پھنسی پھنسی آواز میں کہا اس کے بعد خاموشی طاری رہی پھر ہم نے اسے جنبش کرتے ہوئے دیکھا وہ چند قدم چل کر ہمارے پاس پہنچ گیا پھر بولا۔ "میں جانتا ہوں آپ میری یہاں موجودگی سے ناواقف نہیں ہیں لیکن یہ بھی جانتا ہوں کہ آپ مجھ سے کبھی مخاطب نہیں ہوں گی۔"

"آپ بلاشبہ ایک پُراسرار نوجوان ہیں مسٹر خالد بلکہ انتہائی پُراسرار قوتوں کے مالک" میں نے زہریلے لہجے میں کہا۔

"اگر آپ چند منٹ مجھے دے سکیں تو انتہائی شکر گزار ہوں گا۔"

"واقعی بے مثال شخصیت ہے آپ کی فرمائیے۔"

"ذرا سی تنہائی چاہتا ہوں۔"

"کہاں جانا ہے؟"

"کہیں نہیں بس ذرا اس طرف۔"

"چلی جاؤ کوئی بات نہیں ہے۔" سسٹر زمرد نے کہا اور میں آمادہ ہو گئی وہ آگے بڑھ گیا لیکن ہم سسٹر سے زیادہ دور نہیں گئے تھے وہ فولادی ریلنگ سے لٹک کر کھڑا

ہو گیا۔

"میں نے تم سے کہا تھا روشنی کہ اب میں تمہارا سایہ بن گیا ہوں۔"

"ظاہر ہے تمہارے خیال میں میری قربت تمہارے لئے خاصی منافع بخش ہے۔"

"تم جو کچھ بھی سوچو میں تمہاری سوچ پر پابندی تو نہیں لگا سکتا لیکن اپنے الفاظ پھر دہراؤں گا۔"

"ارشاد۔"

"پہلے کی بات اور تھی جس طرح آغاز ہوا اور اس کے بارے میں تمہیں جو کچھ پتہ چلا وہ سچ ہے لیکن اب میں صرف تمہارا محافظ ہوں روشنی جو کچھ کر رہا ہوں تمہارے تحفظ کے لئے کر رہا ہوں۔ زندگی داؤ پر لگادی ہے میں نے' اتنے پاپڑ بیلے ہیں کہ تم تصور نہیں کر سکتیں۔"

"ایک سوال کروں خالد' تمہارا آقا تمہارا مالک زاغ بھی جہاز پر موجود ہے یا نہیں کیا اس کے بارے میں سچ بتانا پسند کرو گے۔"

"ہاں وہ جہاز ہی پر ہے" اس نے جواب دیا۔

اس نے تصدیق کردی تھی۔ میں خاموشی سے اسے دیکھتی رہی۔ دل میں زہر ہی زہر تھا اس کے لئے لیکن سسٹر زمرد کی ہدایت یاد تھی۔ مجھے ایسا انداز اختیار کرنا چاہئے کہ اسے میری نیت پر شبہ نہ ہونے پائے۔ میں نے زہر خند سے کہا۔ "اس شخص کے ساتھی ہونے کے باوجود تم میرے محافظ ہو خالد جو میرا بدترین دشمن ہے۔"

"جو کچھ میں کہوں گا اسے سکون سے سن لو روشنی چاہے وہ تمہارے مزاج کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔ اگر کچھ معلوم کرنا چاہتی ہو تو جذباتی ہونے کے بجائے تحمل سے کام لو۔ تمہیں فائدہ ہو گا۔"

"خوب۔ سناؤ لیکن کیا تمہارا آقا یہ پسند کرے گا۔"

"وہ میرا آقا نہیں ہے۔ تم کیوں مجھے ذلیل کر رہی ہو۔" وہ جھلا کر بولا۔ پھر چند لمحے خاموش رہ کر اس نے کہا۔ "تمہیں تفصیل معلوم ہے۔ ہاں میں مالی ضرورتوں کے تحت اس کا ساتھی بنا تھا لیکن تم سے ملاقات کرنے کے بعد میری ذہنی کیفیت بدل گئی۔ روشنی' خدا کی قسم مجھے تمہاری دولت سے کوئی دلچسپی نہیں ہے اور اب تو میں صرف اپنے گناہ کا کفارہ ادا کر رہا ہوں۔ بے شک میں نے تمہارا اعتماد کھو دیا ہے لیکن اب میں اس کے حصول کے لئے کوشاں نہیں ہوں۔ اصولی طور پر مجھے جو کچھ کرنا تھا خاموشی

سے کرتے رہنا چاہئے تھا لیکن بعض جگہوں پر تمہیں محتاط کرنا بھی ضروری تھا۔ اس
میں نے تم سے رجوع کیا ہے۔"

بولنا تو بہت کچھ چاہتی تھی لیکن منصوبے کے تحت اس جگہ کچھ نرمی کا تاثر
چاہئے تھا۔ چنانچہ خاموشی رہی۔ اس نے کہا۔ "پہلی بات یہ ہے کہ زاغ تمہیں
جسمانی نقصان نہیں پہنچانا چاہتا۔"

"خوشخبری ہے میرے لئے۔ پھر وہ کیا چاہتا ہے؟"

"یہ کوئی انوکھا اور پُراسرار مسئلہ ہے جس کی تفصیل صرف مصری تاریخ د
جانتے ہیں۔ ان لوگوں کے درمیان چپقلش ہے اور یہ چپقلش کسی طور سمجھ نہیں آ
زاغ کو تم سے براہ راست دلچسپی نہیں ہے بلکہ تمہارے توسط سے وہ تمہارے و
احمد کمال سعدی کا سراغ لگانا چاہتا ہے۔ اس کی تمام کارروائی کا پس منظر یہی ہے۔"

"ابھی تک وہ اس کے لئے کوشاں ہے۔"

"ہاں۔"

"آخر وہ ان سے کیا چاہتا ہے۔"

"خدا کی قسم میرے فرشتوں کو بھی نہیں معلوم۔"

"اب تمہارے سپرد کیا کام ہے؟" میں نے سوال کیا اور وہ شاکی نظروں سے
دیکھنے لگا۔ پھر آہستہ سے بولا۔ "تم اچانک پرتگال چل پڑی تھیں۔ انتہائی مشکل
مجھے یہ بات معلوم ہوسکی۔ پھر میں نہ جانے کیا کیا جتن کر کے لزبن پہنچا اور وہاں تمہیں
تلاش کرتا رہا۔ زاغ مجھے تمہاری ملاقات کے بعد لزبن میں ملا تھا۔ اس نے وہاں
مجھے پیش کش کی کہ میں تمہارا قرب حاصل کروں اور تمہارے معمولات سے ا
آگاہ کرتا رہوں۔ میں نے مصلحتاً پھر اس سے تعاون کر لیا۔"

"مصلحتاً؟" میں نے اسے دیکھ کر کہا۔

"ہاں روشنی۔ میری مالی حالت بہتر نہیں ہے۔ اس کے باوجود میں تمہارا تعاقب
کرتے رہنا چاہتا تھا۔ مجھے اندازہ ہوگیا تھا کہ زاغ باخبر آدمی ہے میں نے اسے تمہار
قریب رہنے کا ذریعہ بنالیا۔"

"دلچسپ۔ واقعی دلچسپ۔ کوئی ایسی بات بھی بتانا پسند کرو گے جو میرے علم میں
نہ ہو۔"

"جو کچھ مجھے معلوم ہے۔ وہ ضرور بتاؤں گا۔"

"تو بتاؤ۔"

"پروفیسر ایرن سعدی صاحب کے قدیم دوستوں میں سے ہیں۔ یہ بات زاغ کو
معلوم ہوگئی ہے۔ پروفیسر ذہین آدمی ہیں اور زاغ بھی شیطانی دماغ رکھتا ہے۔ اس نے
مجھ سے کہا کہ چونکہ میں تم سے مل چکا ہوں اس لئے پروفیسر ہمیں کوئی بڑا ڈاج دیں
گے۔ تم لوگوں نے ہوائی جہاز سے الجزائر روانگی کے لئے تیاریاں کیں لیکن وہ بدستور
ہنستا رہا۔ اس نے کہا کہ تم لوگ کبھی اس طرح سفر نہیں کرو گے جس سے کسی کو خبر
ہوجائے کہ تم کہاں گئے ہو۔ وہ تاک میں لگا رہا اور اس نے سفر کی کوئی تیاری نہیں
کی۔ اس وقت میں پاگل ہوگیا تھا جب تم تمام تیاریوں کے بعد رن وے کی طرف چل
پڑی تھیں۔ میں نے اس کا گریبان پکڑ لیا تھا۔ بعد میں وہ دوربین میری آنکھوں سے
لگادی جس سے وہ تمہیں دیکھتا رہا تھا میں نے تمہیں ایک کار میں بیٹھ کر واپس جاتے
ہوئے دیکھا۔ پھر اس نے مجھے بتایا کہ تم لوگ ڈی پارلو سے سفر کرو گے۔ خود اس نے
بھی اس جہاز سے سفر کی تیاریاں کرلیں۔"

میرے بدن میں سرد لہریں دوڑ رہی تھیں۔ زاغ واقعی شیطان تھا۔ میں نے
پریشان ہوکر کہا۔ "کیا وہ پروفیسر ایرن کو بھی انکل سالک جلال کی طرح.........."

"بالکل نہیں۔ جہاں تک مجھے معلوم ہوسکا ہے بیرسٹر سالک جلال جذباتی ہوکر
اسے ختم کرنے پر تل گئے تھے۔ اس کے بعد وہ بھی غصے میں آگیا۔ وہ ان سے سعدی
صاحب کے بارے میں معلوم کرنا چاہتا تھا۔ پروفیسر پر وہ خاموشی سے نگاہ رکھنا چاہتا
ہے۔"

"انکل سالک پر تشدد کرنے والوں میں تم بھی شامل ہوگے خالد.........."

"میرا اللہ جانتا ہے۔ میرے فرشتوں کو بھی کچھ نہیں معلوم۔ میں اس وقت اس
سے علیحدہ ہوچکا تھا۔"

"وہ کہاں چھپا ہوا ہے؟"

"کیبن نمبر نو سو تین میں وہ حاتم جلیسی کے نام سے مقیم ہے اور سارا وقت
کیبن میں گزارتا ہے۔"

"تنہا ہے؟"

"بالکل نہیں۔ اس کے ساتھ کوئی خفیہ گروہ ہے جو اس کے لئے مسلسل کام کررہا
ہے۔ اس کے بارے میں وہ کسی کو کچھ نہیں بتاتا۔"

"تمہیں بھی نہیں؟"

"بالکل نہیں۔"

"اس کا باز تو نظر آیا تھا۔"

"وہ ایک پُراسرار پرندہ ہے۔ اس پر گولی چلائی گئی تھی اور اس کے خیال کے مطابق ایسا تمہارے ایما پر کیا گیا ہے۔ وہ یہ جان چکا ہے کہ ڈان ایرن کی اولیا روے دوستی ہے لیکن وہ بالکل خوفزدہ نہیں ہے۔ شلاشلائی انسانوں سے زیادہ ذہین ہے۔ وہ اپنا تحفظ کرنا جانتا ہے۔ تمہیں علم ہوگا کہ وہ بچ کر فرار ہوگیا لیکن اب وہ پھر جہاز پر موجود ہے۔"

"کالا پرندہ۔" میں نے خوف سے کہا۔

"ہاں۔ وہ جہاز پر پوشیدہ رہتا ہے۔ اس وقت نہ جانے کیوں منظرِ عام پر آگیا تھا۔"

"میرے خدا.........." میں کانپتی ہوئی بولی۔

"ایک اور بات میں تمہیں بتانا چاہتا ہوں روشنی۔ کیا ابوالفرزان تمہارا آدمی ہے۔" خالد نے کہا اور میں اچھل پڑی۔

"کیوں..........؟" میں نے بمشکل کہا۔

"زاغ کی پوری توجہ ابوالفرزان پر ہے۔ وہ تابوت لے کر ماریطانیہ جارہا ہے۔ زاغ کا خیال ہے کہ وہ ڈان ایران کا ہرکارہ ہے اور ڈان نے اسے خود سے علیحدہ کرکے رکھا ہے۔ زاغ کو ان تابوتوں سے بہت دلچسپی ہے۔ ہوسکتا ہے ابوالفرزان اس کا شکار ہوجائے اور وہ اس سے معلومات حاصل کرنے کی کوشش کرے۔"

"اوہ۔ اوہ۔ وہ.........." میں آگے بولتے بولتے رک گئی۔

"اس کے تحفظ کا پورا پورا خیال رکھو۔ کپتان ڈان ایرن کا دوست ہے۔ ڈان اس کے تحفظ کے لئے کارروائی کرسکتا ہے۔" میں خاموشی سے خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتی رہی پروفیسر ایرن نے اس سے اجنبیت کا اظہار کیا تھا اور خود ان تابوتوں کو دیکھنا چاہتا تھا۔ خالد نے مجھے خاموش پاکر کہا۔ "سنو روشنی تمہیں اختیار ہے کہ مجھ پر بالکل بھروسہ نہ کرو۔ مجھے اب نہ تمہاری توجہ چاہئے نہ اپنی محبت کا کوئی صلہ۔ میں تمہارے جذبات سے پورا اتفاق کرتا ہوں۔ ایک شخص محبت کے نام پر دھوکا کرے۔ خواہ وہ بعد میں میری طرح محبت میں گرفتار ہی کیوں نہ ہوجائے لیکن اس پر اعتبار نہیں

کیا جاسکتا۔ مجھے تم سے کوئی شکایت نہیں ہے۔ تمہارے لئے جو کچھ میں کررہا ہوں اپنی محبت کے جنون میں کررہا ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ تم مجھ سے زاغ کے بارے میں معلومات حاصل کرتی رہو۔ میں تمہیں اس کے ہر قدم سے آگاہ رکھوں گا۔ تمہارے قریب ہونے پر زاغ کو کوئی شبہ نہیں ہوگا کیونکہ وہ خود مجھے تمہارے قریب رکھ کر معلومات حاصل کرنا چاہتا ہے۔"

"اگر اسے پتہ چل گیا تو؟"

"تو وہ مجھے قتل کردے گا۔ میں یہی چاہتا ہوں۔ تمہاری محبت تو میں اب کبھی نہ پاسکوں گا۔ تمہارے لئے مرجاؤں تو یہ میرے گناہ کا کفارہ ہوگا۔"

"تم نے کبھی نینا کے بارے میں اس طرح نہیں سوچا خالد..........!"

"ہاں، یہی میری خود غرضی ہے۔ بے شک تم سے پہلے میرا یہ راستہ اس کی طرف جاتا تھا لیکن.......... مجھے خود پر اختیار نہیں رہا۔ میں.......... بس روشنی مجھے اپنی کمزوری کا اعتراف ہے۔"

"اس کا کیا ہوگا خالد؟"

"میں نہیں جانتا، جو کچھ ہمارا تھا میں اسے دے کر چلا آیا ہوں۔ کچھ کرلے گی اپنے لئے۔"

"وہ تم سے محبت کرتی ہے خالد.......... بہت چاہتی ہے تمہیں۔"

"میں بھی تم سے محبت کرتا ہوں روشنی، بہت چاہتا ہوں تمہیں۔ یہ سب کچھ رہنے دو جو کچھ میں نے کہا ہے اس کا خیال رکھنا۔ میں تمہیں اس کی کارروائیوں سے آگاہ رکھوں گا۔ اس کے علاوہ روشنی میں اسے بھی تمہارے بارے میں کچھ نہ کچھ بتاتا رہوں گا کیونکہ اس طرح میں تمہارے قریب رہ سکتا ہوں۔ میرا مطلب ہے تمہیں اس سے ہوشیار کرنے کے لئے تم سے کبھی کچھ نہیں پوچھوں گا میں۔ اب چلتا ہوں۔" وہ مڑا اور تیزی سے آگے بڑھ گیا۔ میں خاموشی سے اسے دیکھتی رہی۔ اسی وقت زمرد میرے پاس پہنچ گئی۔"

"آؤ چلیں۔ بہت رات ہوگئی ہے۔"

☆======☆======☆

دوسری صبح کیبن سے نکل کر باہر آئے تو ماحول جل تھل ہو رہا تھا۔ رات بھر شدید بارش ہوئی تھی لیکن اب رک گئی تھی البتہ بادل بہت گھرے تھے اور فضا میں

جس تھا۔ عرشہ پر آئے لوگ گھوم پھر رہے تھے۔ خلاصی پانی کی نکاسی میں مصروف تھے۔ کہیں سے ڈان ایرن نے ہمیں دیکھ لیا اور ہمارے پاس آ گئے۔

"کیسی گزر رہی ہے لڑکیو؟"

"ٹھیک ہیں انکل۔ آپ سے بات کرنی ہے۔"

"کافی کے ساتھ .... آؤ........... وہاں کا فرنیچر صاف ہو چکا ہے۔" سامنے والی شلک میں بیٹھ کر پروفیسر نے کافی طلب کی اور پھر اس کے گھونٹ لیتا ہوا بولا........ "کہو کیا بات ہے؟" میں نے اسے زاغ کی پوری کہانی سنادی۔ پروفیسر کے چہرے پر فکر کے آثار ابھر آئے۔ کافی دیر خاموش رہ کر وہ بولا۔ "ایسی کون سی تدبیر ہو کہ ہم ابو الفرزان کو دوست بنالیں۔ یقیناً کوئی اہم کردار ہے۔"

"وہ خطرے میں ہے انکل ایرن۔"

"مشکل تو یہ ہے کہ ہمارا اس سے تعارف نہیں۔"

"کوشش کریں۔"

"آؤ اولیارو کے پاس چلتے ہیں۔ وہ اس وقت برج پر نہیں ہے۔" اولیارو اپنے کیبن میں ملا۔ ہمیں دیکھ کر بولا۔

"تمہاری ساتھی لڑکیاں ہیں۔ میں نے پہچان لیا۔ بے بی تم میں سے کوئی خواب کی تعبیر بتا سکتا ہے۔"

"خواب.........؟" زمرد نے کہا۔

"ہاں وہ خواب جو جاگتے میں دیکھا جائے۔ ایرن' میں خبط الحواس نہیں ہوں۔ جاگ رہا تھا میں۔ بادلوں کا رنگ خطرناک ہے وہ آسمان پر ساکت ہیں جیسے ہواؤں کا انتظار کر رہے ہوں۔ سمندر پر چھائے ہوئے ایسے بادل طوفان کا پیش خیمہ ہوتے ہیں اور ان بادلوں کے نیچے سفر کرنے والے جہازوں کے کپتان سوتے نہیں ہیں اس لئے میں ساری رات جاگتا رہا ہوں۔"

"تو پھر خواب کیسے دیکھ لیا تم نے۔"

"درمیاں میں نہ بولو ایرن........... بتا چکا ہوں کہ یہ خواب میں نے جاگتے میں دیکھا ہے۔"

"خواب کیا تھا.........؟" مسٹر زمرد نے پوچھا۔

"جہاز سفر کر رہا تھا۔ میں برج پر کھڑا دوربین سے سمندر دیکھ رہا تھا اچانک میں

نے سمندر کے پانی کو کھولتے ہوئے دیکھا۔ پھر اس سے ایک آتش فشاں نے منہ نکال کر جھانکا اور پھر بلند ہوتا گیا۔ اس کے بعد اس کے دہانے سے وہی کالا پرندہ نمودار ہوا اور لمبا غوطہ لگا کر میری طرف آنے لگا۔ اس کے بعد وہ میری گردن سے چمٹ گیا۔ وہ بری طرح چیخ رہا تھا آہ اس کے پنجوں کی چبھن میں ابھی تک اپنی گردن پر محسوس کر رہا ہوں.........!" وہ اپنی گردن سہلانے لگا۔

"کس احمق نے تمہارے شانوں پر کپتان کی ذمے داری ڈال دی ہے۔ سارے مسافر خطرے میں پڑ سکتے ہیں تمہاری وجہ سے..........." ڈان نے برا سا منہ بنا کر کہا۔

"کوئی تعبیر ذہن میں آتی ہے بے بی۔"

"فضول خواب کی کوئی تعبیر نہیں ہوتی۔ میں تمہیں اس سے بھی زیادہ پُراسرار بات بتانا چاہتا ہوں۔"

"تم سے دوستی کر کے میں نے ابتدا ہی میں غلطی کی تھی۔ اب میں کوئی اور پُراسرار کہانی نہیں سنانا چاہتا۔"

"کالے پرندے کا مالک پروفیسر زاغ ہے اور تمہارے جہاز پر موجود ہے مع اس منحوس پرندے کے..........."

"بکواس۔ میرا اسٹاف مستعد ہے۔ اس کی رپورٹ ہے کہ اس نام کا کوئی شخص جہاز پر نہیں ہے۔ نہ ہی وہ کالا پرندہ دوبارہ نظر آیا..........!"

"احمق کپتان.......... پوری بات تو سن لو.......... زاغ فرضی نام کے ساتھ جہاز پر سفر کر رہا ہے۔ اس کا فرضی نام حاتم جلیسی ہے اور وہ کیبن نمبر نو سو تیس میں ہے۔" اس کے بعد مختصر الفاظ میں ڈان ایرن نے اولیارو کو اس بارے میں بتا دیا۔

اولیارو کچھ سوچنے لگا پھر بولا۔ "اگر اس نے حاتم جلیسی کے نام سے پاسپورٹ حاصل کر لیا ہے اور اس پر باقاعدہ سفر کر رہا ہے تو ہم زیادہ سے زیادہ یہ کر سکتے ہیں کہ الجزائر میں امیگریشن کے حکام کو اس کی نشاندہی کر دیں'۔ اسے جہاز پر کوئی نقصان نہیں پہنچایا جا سکتا۔"

"اگر وہ ابو الفرزان کو نقصان پہنچا دے تو...........؟"

"جہاز پر اس نے معمولی سا جرم بھی کیا تو میں اسے گرفتار کر سکتا ہوں۔ ہمارے پاس باقاعدہ قید خانہ ہے بلکہ قیدی بھی ہیں۔"

"قیدی؟"

"ہمارے نہیں، بلکہ حکومت فرانس کے قیدی جن کی تعداد آٹھ ہے اور فرانسیسی افسرانہیں گرفتار کرکے الجزائر لے جارہے ہیں جہاں شاید انہیں موت کی سزا دے دیں، تو میں کہہ رہا تھا کہ اگر وہ ابوالفرزان کو نقصان پہنچائے گا تو میں اسے گرفتار کرلوں گا۔ یہ تو بہتر ہوا کہ اس کی نشاندہی ہوگئی۔ ہمیں مجرم تلاش نہیں کرنا پڑے گا۔"

"اور اگر ابوالفرزان کو نقصان پہنچ گیا تو.........؟"

"بھلا اس کی پیش بندی کیسے کی جاسکتی ہے، تم اگر چاہو تو میں اس کے تحفظ کا بندوبست کردوں۔"

"نہیں۔ اس کی ضرورت نہیں۔" ڈان ایرن نے پرُخیال لہجے میں کہا پھر بولا۔ "اور وہ تابوتوں کو دکھانے کے بارے میں تم نے کیا سوچا.........؟"

"آج رات کو چلتے ہیں۔ جہاز کی نچلی تہہ میں وہ مال خانے میں محفوظ ہیں۔ ویسے ابوالفرزان ایک بار اجازت لے کر میرے دو آدمیوں کے ساتھ وہاں جاچکا ہے۔"

"رات کو کس وقت چلو گے؟"

"گیارہ بجے کا وقت مناسب رہے گا۔ گیارہ بجے کے بعد مال خانے پر پہرہ لگ جاتا ہے اور کوئی وہاں نہیں پھٹک سکتا۔"

کپتان کے کیبن سے نکل جانے کے بعد ہم باہر آگئے۔ آسمان کی وہی کیفیت تھی۔ مسٹر زمرد نے کہا۔ "کالے بادل پہلے بھی دیکھے ہیں مگر اتنے گہرے سیاہ بادل۔ ممکن ہے سمندر پر ان کی سیاہی زیادہ محسوس ہوتی ہو۔"

"ہاں، ممکن ہے۔" میں نے لاپروائی سے کہا۔

وقت گزرتا رہا۔ شام کو میں نے زمرد سے کہا۔ "مسٹر کیا خیال ہے کیبن نمبر نوسوتیس تلاش کیا جائے؟"

"کیوں.........؟" زمرد خوفزدہ لہجے میں بولی۔

"ہم خود زاغ سے ملیں؟"

"فائدہ.........؟"

"بوکھلا جائے گا۔"

"نہیں روشنی، ایسی حماقت مت کرو......... خود خطرے کے منہ میں جانا چاہتی ہو۔"

"یونہی دل میں خیال آیا تھا۔"

"اس کے برعکس اگر اسی طرح ملنا ہے تو پھر ابوالفرزان سے کیوں نہ ملا جائے........." زمرد نے ایک عجیب بات کہی اور میں سوچ میں ڈوب گئی۔ پھر میں نے کہا۔

"لیکن نہ تو ہم اسے پہچانتے ہیں نہ ہمیں اس کے کیبن کا نمبر معلوم ہے پھر کیا پتہ وہ کس قسم کا انسان ہے۔ نہیں مسٹر کوئی ایسا قدم اٹھانا مناسب نہیں ہے جس سے خطرہ پیدا ہو۔ ہمیں اپنی طرف سے کچھ نہیں کرنا۔"

"ٹھیک کہتی ہو۔" زمرد نے کہا۔ پھر ہم دیر تک چہل قدمی کرتے رہے اور پھر تھک کر کیبن میں آگئے۔ باتوں کا ذخیرہ ختم ہوچکا تھا۔ کوئی نیا موضوع بھی نہیں تھا۔ دل پر ہمیشہ ایک بوجھ ساطاری رہتا تھا۔ بشاشت کیسے ہوتی، انوکھے حالات میں وقت گزر رہا تھا۔

ایک بار پھر ہم باہر نکل آئے۔ آسمان کا وہی عالم تھا کالی گھٹائیں تُلی کھڑی تھیں۔ ماحول بے حد بوجھل ہورہا تھا۔ رات کی بارش کے بعد پورا دن بارش نہیں ہوئی تھی لیکن اس وقت سماں کچھ اور تھا۔ ہم عرشہ پر کچھ دور ہی نکلے تھے کہ اچانک آسمان سے پانی کی دھاریں پھوٹ پڑیں۔ عرشہ پر موجود مسافروں میں ہلچل مچ گئی۔ لوگ بری طرح نیچے بھاگنے لگے۔ ہم دونوں نے ایک محفوظ جگہ پناہ لے لی تھی۔ ویسے ڈی پارلو ایک خوبصورت جہاز تھا راہداریوں اور برآمدوں میں قالین بچھے ہوئے تھے۔ دوسرے درجے کے کیبنوں کے ساتھ لائبریری تھی جس میں لاتعداد کتابیں سجی ہوئی تھیں۔ بار روم اور کھیلوں کے لئے وسیع کمرے تھے۔ عرشہ پر حسین شلک بنے ہوئے تھے جن کی کیفیت خوشنما لان جیسی تھی۔ تمام فرسٹ کلاس کیبن ایئرکنڈیشنڈ تھے۔ ایک طرف جہاز کے اعلیٰ درجے کے افسروں اور انجینئروں کے کیبن تھے انہی کیبنوں کے اوپری حصے میں اولیارو کا وہ کیبن تھا جسے ہم اندر سے دیکھ چکے تھے۔ بارش کی وجہ سے عملے کے افراد نے ایسی چیزوں پر خوشنما پھولدار ترپال ڈھک دیئے تھے جن کو پانی سے نقصان پہنچ سکتا تھا۔ جگہ جگہ مسافروں کے لئے خصوصی ہدایات درج تھیں۔ کھلے سمندر میں یہ اہتمام بہت عجیب لگتا تھا خاص طور سے اس وقت جب سمندر دیکھا جائے اسے دیکھ کر یہ سارا اہتمام ناقابلِ یقین محسوس ہوتا تھا۔ بارش طوفانی جھکڑوں کے ساتھ شروع ہوئی تھی اس لئے شاید زیادہ خطرناک تصور کی گئی تھی۔ جہاز کا لاؤڈ اسپیکر

چیخ اٹھا۔

"براہ کرم عرشہ پر کوئی مسافر موجود نہ رہے۔ سب لوگ نیچے چلے جائیں۔"

"چلو............ واقعی............ میرے خدا............ سمندر دیکھو............"

سسٹر زمرد نے کپکپاتی آواز میں کہا۔ میں نے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھا۔ دھواں دھار بارش کے ساتھ چاروں سمت سے سمندر ابلتا محسوس ہو رہا تھا۔ دیوہیکل لہریں جہاز پر لپکتی محسوس ہو رہی تھیں۔ میں سہم گئی اور سسٹر کے ساتھ واپس کیبن میں آئی۔

"خدا کی پناہ۔ کیسا ہولناک منظر تھا............!" میں نے کہا اور ایک دم خاموش ہوگئی۔ کئی زور زور سے جھٹکے لگے تھے۔ جہاز ان مہیب لہروں کے نرغے میں ہچکولے کھا رہا تھا۔ پھر بڑی عجیب سی آوازیں سنائی دینے لگیں۔ ایسا لگا جیسے گولیاں چل رہی ہوں۔ ہمارے کیبن میں شیشے لگے ہوئے تھے لیکن ان کے دوسری طرف گھپ اندھیرا تھا۔ البتہ بارش کا ہولناک شور اور بادلوں کی گرج صاف سنائی دے رہی تھی۔ میں نے خوفزدہ لہجے میں زمرد کو پکارا۔

"نہیں ڈیئر۔ ڈرو نہیں۔ ہم تنہا نہیں ہیں۔ بے شمار لوگ ہیں اگر تم کہو تو میں انکل ایرن کو بلاؤں۔"

"کیا وہ اپنے کیبن میں ہیں؟"

"پتہ نہیں۔"

"کیبن کس بری طرح ہل رہا ہے۔ آپ کھڑی ہو سکتی ہیں؟"

"کوشش کرتی ہوں!" سسٹر نے کہا اور پھر وہ کسی نہ کسی طرح باہر نکل گئیں۔ میں بستر سے چمٹی ہوئی انتظار کرتی رہی کچھ دیر کے بعد سسٹر زمرد گرتی پڑتی اندر آگئیں۔ "ڈان ایرن اپنے کیبن میں نہیں ہے۔" انہوں نے کہا۔ میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔

رفتہ رفتہ ہچکولوں میں کمی آنے لگی۔ شور بھی کم ہوگیا تھا۔ پھر طوفان ٹل گیا۔ ایک عجیب سی سنسناہٹ محسوس ہو رہی تھی۔ ہم دونوں ایک دوسرے سے کچھ کہنا چاہتے تھے کہ کیبن کا دروازہ کھلا اور انکل ایرن کیبن میں داخل ہوگئے۔ وہ مسکرا رہے تھے۔

"کہو لڑکیو۔ کیسا ایڈونچر ہے یہ............"

"آپ اسے ایڈونچر کہہ رہے ہیں۔ ہم نیم مُردہ ہوگئے ہیں۔"

"اوہ نہیں بے بی۔ سمندری سفر میں ایسے معمولی طوفان آتے رہتے ہیں!" ڈان نے لاپروائی سے کہا۔

"یہ معمولی طوفان تھا............؟"

"بالکل معمولی۔ اولیارو کہتا ہے کہ ایسے طوفان بالکل بے ضرر ہوتے ہیں۔"

"خدا کی پناہ۔ ہمیں کیا معلوم۔ ہماری تو جان ہی نکل گئی تھی۔"

"تم نے کھانا کھالیا؟"

"خاک............ اندر کا نظام تو الٹ پلٹ ہوگیا ہے۔ ایسے میں کھانے کا ہوش ہوگا!" میں نے جل کر کہا۔

"اوہ میں کھانا منگواتا ہوں۔"

"نہیں انکل۔ کم از کم میں تو اس وقت کچھ نہیں کھاؤں گی۔" سسٹر زمرد نے بھی کھانے سے انکار کردیا لیکن انکل ڈان نے کھانا منگوایا اور خوب ڈٹ کر کھایا۔ ان کے اس اطمینان سے ہمیں بھی ڈھارس ہوئی تھی۔ انکل ایرن کافی دیر تک ہمارے پاس بیٹھے رہے پھر ہمیں تسلی دیتے ہوئے اٹھ گئے۔

"تم لوگ آرام سے سو جاؤ۔ پریشانی کی کوئی بات نہیں ہے۔" سسٹر زمرد نے کیبن کا دروازہ اندر سے بند کرلیا اور ہم دونوں بستروں پر جا لیٹے۔ ڈان ایرن کی ان تسلیوں کے بعد طبیعت پرسکون ہوگئی تھی۔ کچھ دیر خاموشی رہی تو نیند آگئی۔

☆------☆------☆

رات کا نہ جانے کون سا پہر تھا کہ اچانک ایک زوردار جھٹکا لگا اور میں جاگ گئی۔ کانوں میں زبردست گڑگڑاہٹ ابھر رہی تھی۔ کیبن میں نہ جانے کیوں اندھیرا پھیل گیا تھا۔ پھر یوں محسوس ہوا جیسے باہر لوگ چیخ چلا رہے ہوں۔ ذہن صحیح طور سے کام نہیں کررہا تھا۔ میں بستر پر لیٹی ذہن کو نیند کی گرفت سے آزاد کرنے کی کوشش کرنے لگی۔ اچانک یوں محسوس ہوا جیسے بستر فضا میں معلق ہو رہا ہو۔ پھر وہ اسی تیزی سے نیچے آیا اور میرے حلق سے بے اختیار چیخ نکل گئی۔ میں بستر سے نیچے آگری۔ اسی وقت سسٹر زمرد کی گھبرائی ہوئی آواز سنائی دی۔

"نہیں نہیں میری جان روشنی۔ ڈرو نہیں............ معمولی............ طوفان ہے۔ ایسے طوفان............" ابھی انہوں نے اتنا ہی کہا تھا کہ پھر ایک خوفناک جھٹکا لگا اور میں وہاں سے بھی اچھل کر نہ جانے کہاں گری۔ کیبن زیادہ بڑا نہیں تھا اس لئے

میرا بدن سسٹر زمرد کے بدن کو چھونے لگا۔ میں ان سے چمٹ گئی تھی۔

"یہ سب........ یہ سب کیا ہو رہا ہے سسٹر.........!"

"حوصلہ رکھو روشنی۔ حوصلہ رکھو.........."

"کیا جہاز تباہ ہو جائے گا؟"

"کیسی باتیں کر رہی ہو۔ بس معمولی سا طوفان ہے۔ انکل ڈان بتا نہیں رہے تھے ایسے طوفان اکثر آتے رہتے ہیں۔"

"نہیں سسٹر مجھے تو یوں لگتا ہے، جیسے انکل ڈان ہمیں جھوٹی تسلیاں دے رہے ہوں، یہ طوفان، سسٹر یہ طوفان ضرور جہاز کو تباہ کر دے گا یہ دوبارہ کیوں آگیا.......؟"

"روشنی، روشنی پلیز ایسی باتیں مت کرو۔" سسٹر زمرد کا لہجہ بھی خوف میں ڈوبا ہوا تھا۔ کیبن کے بند دروازے کے دوسری طرف انسانی چیخیں مسلسل سنائی دے رہی تھیں۔ میں نے سسٹر زمرد کا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا۔ "میرا دم گھٹ رہا ہے سسٹر، میری سانس بند ہوتی جا رہی ہے، باہر چلئے، خدا کے لئے باہر چلئے۔"

سسٹر زمرد ایک لمحے تک کچھ نہ بولیں۔ پھر انہوں نے آہستہ لہجے میں کہا۔ "جہاز کو جھٹکے لگ رہے ہیں اور پھر یہ اندھیرا، کہیں ہم زخمی نہ ہو جائیں۔ اچھا ٹھہرو، انکل ڈان کے کیبن میں چلتے ہیں لیکن ذرا مضبوطی سے قدم جما جما کر.......... اوہ میرے خدا، یہ جھٹکے کس قدر خوفناک ہیں آؤ ذرا مضبوطی سے میرا ہاتھ پکڑ لو۔"

ہم نے اپنے آپ کو سنبھالا اور کیبن کا دروازہ کھول کر باہر نکلے، لیکن دروازہ کھلتے ہی انسانی شور سے کانوں کے پردے پھٹنے لگے، مسافر شدید افراتفری کا شکار تھے اور اندھیرے میں ایک دوسرے سے الجھتے، ٹکراتے اور گرتے پڑتے جہاز میں اوپر سے نیچے بھاگتے پھر رہے تھے۔ ہم لوگ کیبن کی دیوار سے چمٹ گئے۔ انکل ڈان کے کیبن کا فاصلہ ہی کتنا تھا، کھسکتے کھسکتے دروازے تک پہنچے لیکن ڈان ایرن کے کیبن کا دروازہ کھلا ہوا تھا، سسٹر زمرد نے انہیں کئی آوازیں دیں لیکن کوئی جواب نہیں ملا۔ غالباً وہ بھی باہر نکل گئے تھے۔ انسانوں کی بھاگ دوڑ سے بچنے کے لئے ہم نے ان ہی کے کیبن میں پناہ لی اور اس کے بعد ہماری وہاں سے باہر نکلنے کی ہمت نہ ہوئی۔

رات کا بقیہ حصہ ہم نے انکل ڈان کے کیبن میں ان کا انتظار کرتے ہوئے گزارا۔ تقریباً ایک گھنٹے تک طوفان جاری رہا۔ پھر رفتہ رفتہ سکون چھاتا چلا گیا تھا لیکن

جہاز کے مسافر نہ جانے کیوں دیوانوں کی طرح بھاگتے دوڑتے پھر رہے تھے اور اس کان پڑے شور میں دل مسلسل الٹتا رہا تھا۔ پھر جب صبح کی روشنی نمودار ہوئی تو اس ہولناک سیاہ رات کے ٹل جانے کا احساس ہوا اب بھاگ دوڑ بھی تھم گئی تھی لیکن انسانی شور اور چیزوں کے گرنے پڑنے کی آوازیں مسلسل سنائی دے رہی تھیں۔ میں نے ایک بار پھر سسٹر زمرد کو باہر نکل کر صورت حال کا جائزہ لینے کے لئے مجبور کیا اور وہ تیار ہو گئیں۔

ہمارے اعصاب کشیدہ تھے تاہم کسی نہ کسی طرح ہم عرشے پر پہنچ گئے۔ وہاں ایک قیامت برپا تھی۔ مرد عورتیں، نوجوان سب ہی یہاں جمع تھے۔ بعض عورتیں بچوں کو سینوں سے لپٹائے ہوئے رو رہی تھیں۔ مرد حواس باختہ کھڑے تھے۔ ان سب کے چہروں پر موت کی زردی پھیل رہی تھی۔ خلاصی اِدھر سے اُدھر بھاگے بھاگے پھر رہے تھے، عرشے پر ہر چیز ٹوٹی پھوٹی پڑی ہوئی تھی۔ کچھ لوگ ریلنگ سے نیچے جھانک رہے تھے، بعد میں پتہ چلا کہ رات کو اپنے کیبنوں سے باہر نکل کر عرشے سے صورتِ حال کا جائزہ لینے والے بہت سے افراد سمندر میں گر گئے ہیں۔ ہینگر پر لٹکی ہوئی موٹر بوٹس بھی سمندر میں جا پڑی ہیں۔ نہ جانے کس طرح بچتے بچاتے ہم دونوں آہنی کٹہرے کے پاس پہنچ گئے۔ وہاں سے سمندر کو دیکھا تو چکر آگیا۔ انسانی لباس پانی پر تیر رہے تھے جگہ جگہ پانی کے بگولوں میں انسانی لہو کی سرخ لکیریں نظر آ رہی تھیں۔ چھوٹی بڑی بے شمار آدم خور مچھلیاں انسانی گوشت کھانے میں مصروف تھیں، ان میں شارک مچھلیاں بھی تھیں، میں نے دونوں آنکھوں پہ ہاتھ رکھ کر رخ تبدیل کر لیا، سسٹر زمرد نے میرے شانے دبوچے اور مجھے وہاں سے ہٹا لائیں۔

"روشنی چلو کیبن میں واپس چلیں۔ نہ جانے انکل ڈان ایرن کہاں غائب ہو گئے اور پھر ٹھیک ہی تو ہے وہ کہاں تک ہمارا تحفظ کریں گے۔"

"کتنے لوگ۔ آہ سسٹر کتنے لوگ موت کے گھاٹ اتر گئے۔ وہ، وہ خون خوار مچھلیاں۔ آہ ان کے جبڑے کتنے بھیانک تھے۔ میرے خدا، ناتواں انسانی جسم......." میرا بدن کپکپانے لگا۔

"روشنی۔" ایک آواز سنائی دی۔ "تم خیریت سے ہو روشنی۔" اس شناسا آواز کو سن کر میں چونکی۔ میں نے گردن گھما کر خالد کو دیکھا اس کے سر پر پٹی بندھی ہوئی تھی جس پر خون کا دھبہ نمایاں تھا وہ میرے بالکل قریب آگیا۔ میرے بجائے سسٹر

زمرد نے کہا۔

"انہیں سنبھالئے مسٹر خالد۔ براہ کرم........... یہ بہت خوفزدہ ہیں۔"

"نہیں روشنی، ہولناک طوفان گزر گیا ہے۔ اسے جو تباہ کاریاں کرنی تھیں کر چکا ہے۔ اب سمندر پُرسکون ہے۔" خالد نے کہا۔

"آپ زخمی ہو گئے ہیں مسٹر خالد۔" سسٹر زمرد نے کہا۔

"ہاں افسوس۔ میں پچھلی شام جب پہلا طوفانی جھٹکا آیا تھا تو ایک چھوٹے سے حادثے کا شکار ہو گیا۔ مجھے بے ہوشی کے عالم میں جہاز کے اسپتال میں رکھا گیا تھا ورنہ طوفان کے بعد میں مس روشنی کی خبر لینے ضرور آتا۔"

"اب طوفان نہیں آئے گا؟" میں نے سہمے ہوئے لہجے میں پوچھا۔

"سمندری ماہرین کا یہی کہنا ہے۔ ویسے بھی دیکھئے آسمان پر نیلاہٹیں نمایاں ہیں۔"

"اللہ کا شکر ہے۔" سسٹر زمرد نے کہا۔

"لیکن طوفان نے جہاز کو بے حد نقصان پہنچایا ہے۔ ٹھیک طور معلومات نہیں حاصل ہو سکیں پتہ چلا ہے کہ جہاز کے انجنوں کو نقصان پہنچا ہے۔"

"اوہ، کیا جہاز رک گیا ہے؟" سسٹر زمرد نے چونک کر پوچھا۔

"رات ہی کو اس کے انجن بند ہو گئے تھے آپ نے محسوس نہیں کیا؟"

"غور نہیں کیا تھا۔"

"جہاز کھلے سمندر میں لنگر انداز کر دیا گیا ہے۔"

"اب کیا ہو گا۔ کیا ہم...........؟" میں نے رندھی ہوئی آواز میں کہا۔

"نہیں مس روشن۔ خود کو سنبھالے رکھئے۔ آپ دیکھ رہی ہیں کتنے مسافر ہیں جہاز پر۔ بہتر ہو گا کہ آپ اپنے کیبن میں آرام کریں۔ میں کچھ دیر کے بعد وہیں آپ کے پاس آؤں گا۔ میڈم آپ انہیں لے جائیں یہاں بڑے دلدوز مناظر بکھرے پڑے ہیں مس روشنی ان کی تاب نہ لا سکیں گی۔ پلیز جائیے۔ مس روشنی میں کچھ دیر کے بعد آپ کے کیبن میں آؤں گا۔" وہ آگے بڑھ گیا۔ میں اسے دیکھتی رہی سسٹر زمرد نے کہا۔

"اس کا دم غنیمت ہے، ہمیں اس کی ضرورت ہے۔ آؤ کیبن میں چلیں۔"

"نہیں سسٹر وہاں جا کر کیا کریں گے، نہ جانے انکل ایرن کہاں ہیں۔ کہیں وہ بھی جہاز کے اسپتال میں نہ ہوں۔"

"خدا نہ کرے، ہم تو بے موت مارے جائیں گے۔" سسٹر زمرد نے کہا۔ جہاز میں بری طرح افراتفری پھیلی ہوئی تھی۔ بے شمار مسافر زخمی نظر آ رہے تھے۔ ٹوٹے پھوٹے لوگ اپنے اپنے ساتھیوں کو تلاش کر رہے تھے۔ آہستہ آہستہ دل کو قرار آنے لگا۔ خوف کا مرحلہ گزر چکا تھا۔ تھکن ہو گئی دل و دماغ الگ پریشان تھے۔ کیبن ہی کی طرف چل پڑے۔ وہاں پہنچے تو خالد موجود تھا۔ بسکٹ پنیر خشک خوراک کے بہت سے ڈبے، ڈرائی فروٹس خاصی تعداد میں لے آیا تھا۔ اطمینان سے بیٹھا ہمارا انتظار کر رہا تھا۔

"ارے۔ یہ کیا ہے؟" سسٹر زمرد نے اس اخبار کو دیکھ کر حیرت سے کہا۔

"یہ ضروری تھا۔" وہ آہستہ سے بولا۔

"کہاں سے لائے؟"

"اسٹور میں گھس گیا تھا خاموشی سے۔ مجھے اندازہ ہے کہ اب بہت سی مشکلات پیدا ہو جائیں گی۔ یہ کولڈ ڈرنک کے ڈبے ہیں۔ آپ دونوں ان میں سے اشیاء منتخب کر کے ناشتہ کر لیجئے۔"

"کیا مشکلات پیدا ہو جائیں گی؟" میں نے پوچھا۔

"جس قدر ٹوٹ پھوٹ ہوئی ہے اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اسے سنبھالنے میں بہت وقت لگ جائے گا۔ ہو سکتا ہے ابتدائی طور پر جہاز کا عملہ مسافروں کو صحیح طور پر خوراک نہ مہیا کر سکے آپ لوگ یہ اشیاء محفوظ کر لیجئے۔ ضرورت کے وقت کام آئیں گی۔"

"شکریہ خالد۔ تم نے جس قدر اپنائیت کا ثبوت دیا ہے ہم اسے فراموش نہیں کر سکتے، روشنی چلو کچھ کھا لو یہ ضروری ہے۔" میں نے بھی تعرض نہیں کیا تھا، حالانکہ جو مناظر دیکھ کر آئی تھی، اس کے بعد کھانے پینے کا ہوش کسے رہتا، لیکن یہ بھی جانتی تھی کہ بھوکی نہ رہ سکوں گی البتہ اس وقت میں نے بھی نرمی سے کام لیا اور اس نرمی میں کوئی فریب نہیں تھا، میں نے خالد کو بھی اپنے ساتھ شریک ہونے کی دعوت دی، بسکٹوں کے چند ڈبے کھولے اور انہیں کولڈ ڈرنک کے ساتھ معدے میں اتار لیا۔ سسٹر زمرد نے خالد کی ہدایت پر عمل کیا تھا اور بچی ہوئی اشیاء کو احتیاط کے ساتھ کیبن کے ایک محفوظ حصے میں اسٹور کر دیا۔ خالد کچھ دیر کے بعد باہر چلا گیا سسٹر زمرد اپنے بستر پر پاؤں لگا کر بیٹھ گئیں اور مجھے دیکھتی رہیں۔ میرے ہونٹوں پر پھیکی سی مسکراہٹ

پھیل گئی تھی۔ وہ بھی مسکرا دیں۔
"کیا سوچ رہی ہو سسٹر؟"
"کوئی خاص بات نہیں۔"
"پھر بھی۔"
"بس انہی حالات کے بارے میں۔"
"ہاں سسٹر مجھے خود بھی احساس ہے۔ بھلا آپ کا کیا مسئلہ تھا' اچھی خاصی پُرسکون زندگی گزار رہی تھیں۔ انکل سالک جلال کے پاس' بے شمار لوگوں کے وصیت نامے ہوں گے یہ تو ان کا پروفیشن تھا۔ مانتی ہوں ابو ان کے دوست تھے' لیکن دوستیاں بھی ایک حد تک ہی نبھائی جاتی ہیں۔ مگر انکل ایک دردناک حادثے کا شکار ہو گئے۔ مجھے خود بتائیے سسٹر مجھ جیسی بے سہارا لڑکی ان حالات میں پھنسنے کے بعد دو ہی کام کر سکتی تھی۔ اول تو خودکشی' دوم یہ کہ کسی کو اپنے لئے پریشان کرتی' سوری سسٹر ویری سوری۔" میری آنکھوں میں آنسو آ گئے اور سسٹر زمرد جلدی سے اٹھ کر میرے پاس آ بیٹھیں۔

اب تم میری محبت کی توہین کر رہی ہو اور یہ مناسب نہیں ہے۔"
"نہیں سسٹر یہ سچ ہے میں آپ سے بہت شرمندہ ہوں۔"
"پگلی ہو تم۔ فضول باتیں کر رہی ہو۔ بھلا ان باتوں کی اب کیا گنجائش ہے۔ اب تو میں بھی براہ راست ان تمام معاملات میں ملوث ہوں۔" انہوں نے میرے آنسو خشک کئے اور بولیں۔ "چلو باہر چلو گی؟"
"نہیں سسٹر ہمت نہیں پڑتی' کتنے بے چارے مسافر موت کا شکار ہو گئے۔"
"چلو پھر لیٹ جاؤ۔ تھوڑی دیر سونے کی کوشش کرو وقت بھی کٹ جائے گا اور پھر اس کے بعد دیکھیں گے کہ آگے کیا ہوتا ہے۔ اب دیکھو نا روشنی ہمارے بس میں کوئی بات نہیں ہے تو غمزدہ اور فکر مند ہونے سے کیا حاصل' بے شمار مسافر ہیں' جو سب کا حال ہو گا وہی ہمارا۔ سو جاؤ شاباش۔" انہوں نے زبردستی مجھے لٹا دیا۔ لیٹ بھی گئی اور آنکھیں بھی بند کر لیں لیکن نیند کیسے آ سکتی تھی' ہزاروں پریشان کن خیالات کا ہجوم ذہن میں جمع ہو گیا تھا' نہ جانے کیا کیا سوچتی رہی تھی۔ پھر کچھ غنودگی سی دماغ پر طاری ہو گئی۔ صرف غنودگی ہی تھی کسی کے باتیں کرنے کی آہٹ بھی سنائی دی تھی لیکن ذہن بیدار نہ ہو سکا' پھر کچھ دیر کے بعد اٹھ کر بیٹھ گئی' سسٹر زمرد بھی اپنے بستر پر

سر پکڑے بیٹھی ہوئی تھی۔ میرے اٹھنے پر چونکیں اور مجھے دیکھنے لگیں۔ پھر مسکرا کر ایک سمت اشارہ کر کے بولیں۔
"خالد کچھ اور اشیاء لے کر آیا تھا بظاہر وہ بڑی یگانگت کا مظاہرہ کر رہا ہے۔ میرا مشورہ بہتر ہی رہا اگر تم اس سے برگشتگی کا مظاہرہ کرتی رہتیں تو شاید ہمیں یہ سب کچھ نہ حاصل ہو سکتا۔" میں نے پھیکے سے انداز میں ہنس کر کہا۔
"سمندر کے سینے پر کتنا وقت گزار سکتے ہیں ہم سسٹر۔ اس کے بعد مرنا ہو گا۔"
"خدا نہ کرے۔ کیسی باتیں کرتی ہو کچھ نہ کچھ ہو جائے گا اس دوران کیا تم مجھے انسان ہی نہیں سمجھتی روشنی؟"
"کیوں نہیں سسٹر۔"
"تو پھر مجھے ایسی باتیں کر کے کیوں خوفزدہ کرتی ہو۔ ہم ایک دوسرے کو ڈھارس دے کر ہی جی سکتے ہیں۔" ہم یہ باتیں کر رہے تھے کہ کیبن کا دروازہ کھول کر انکل ڈان اندر آ گئے۔ چہرہ دھواں ہو رہا تھا سخت پریشان اور افسردہ تھے۔ ہونٹ خشک ہو رہے تھے' کہنے لگے۔ "یہ نہ سمجھنا کہ میں تمہیں نظرانداز کئے ہوئے ہوں۔ میں نے تم پر نگاہ رکھی ہے۔ اصل میں ہم بدقسمتی کا شکار ہو گئے۔ طوفان واقعی ہولناک نہیں تھا لیکن اس کے نقصانات غیر متوقع ہوئے۔"
"جہاز کے انجن خراب ہو گئے انکل؟" میں نے آہستہ سے کہا۔
"انجن خراب ہو گئے ہیں لیکن اس سے ہولناک بات یہ ہے کہ چاروں بڑے انجینئر ہلاک ہو گئے اور.........."
"انجینئر ہلاک ہو گئے۔" سسٹر زمرد خوف سے بولیں۔
"وہی بڑے انجینئر تھے کچھ ایسے حالات ہوئے کہ وہ.......... مائی گاڈ۔ مائی گاڈ۔"
"تو اب ان انجنوں کو درست کرنے والا کوئی نہیں ہے؟" میں نے پوچھا انکل نے کوئی جواب نہیں دیا۔ میں نے پریشان لہجے میں کہا۔ "اب کیا ہو گا انکل؟"
"خدا جانے۔"
"ہم سب سمندر کے قیدی بن گئے انکل' اور اب لازمی امر ہے کہ ہمیں اسی جہاز میں دم توڑنا ہو گا۔"
"کپتان اولیارو اس بارے میں کیا کہتے ہیں انکل۔"

"اولیارو..........!" پروفیسر ڈان ایرن نے گہری سانس لے کر کہا۔ "اولیارو بھی اب اس دنیا میں نہیں ہے۔ وہ طوفان سے بچاؤ کے انتظامات کرتے ہوئے ایک بلند جگہ سے سر کے بل گرا اور ہلاک ہو گیا۔ اولیارو میرا دوست.........."

ڈی پارلو ایک عظیم الشان مسافر بردار جہاز جس پر لاتعداد انسان سفر کر رہے تھے طوفان کا شکار ہو کر کھلے سمندر میں لاوارث ہو گیا تھا۔ اس کا کپتان مر چکا تھا انجن خراب ہو گئے تھے انہیں درست کرنے والے انجینئر بھی زندہ نہیں تھے اور وہ کسی نامعلوم مقام پر صرف لوہے کی زنجیروں میں بندھے لنگروں کے سہارے قائم تھا کوئی اور طوفان اسے باآسانی ان لنگروں کی قید سے آزاد کر کے موجوں کے دوش پر بے لگام کر سکتا تھا اس کے بعد..........؟

لیکن ایک اور حقیقت کا انکشاف بھی ہوا تھا بہت مختصر وقت میں' اس وقت سے جب آشنائی کے دشت میں داخل ہوئی تھی پُراسرار اور ناقابل یقین واقعات نے اس طرح حملے کئے تھے کہ عقل سے رشتہ ٹوٹ گیا تھا سوچوں کی حد ختم ہو گئی تھی۔ میں اخبار ہمیشہ پڑھتی تھی ہر طرح کے حادثے ہوتے تھے ان کے بارے میں خبریں چھپتی تھیں ایسے کسی واقعہ کے بارے میں' میں نے کبھی پڑھا نہیں تھا۔

انکل ایرن نے کہا۔ "اولیارو کی موت نے اس وقت ایک شدید ذہنی بحران سے دوچار کر دیا ہے۔ بے شمار مرد' عورتیں' بچے موت کے جال میں گرفتار ہو گئے ہیں ابھی سب زندہ ہیں لیکن کیفیت ایسی پیدا ہو گئی ہے کہ ان سب کی موت یقینی ہے۔"

"کیا جہاز کے تمام مسافروں کو کپتان کی موت کا علم ہو چکا ہے؟" میں نے پوچھا۔

"بالکل نہیں.......... صرف چند افراد جانتے ہیں جن میں سیکنڈ انجینئر اور چند ریڈیو افسران شامل ہیں اولیارو کی لاش کو اس کے کیبن میں پوشیدہ کر دیا گیا ہے۔"

"پتہ تو چل ہی جائے گا۔" میں نے کہا۔

"ظاہر ہے لیکن یہ سوچا جا رہا ہے کہ اس سے مسافر خوف زدہ ہو جائیں گے ان پر نہ جانے کیا ردعمل ہو۔"

"چھپانا بھی تو مناسب نہیں ہو گا۔"

"کتنی دیر چھپایا جا سکتا ہے۔" انکل ڈان نے متفکر لہجے میں کہا۔ اس دوران سسٹر زمرد بالکل خاموش رہی تھیں میں نے ان کی مسلسل خاموشی پر چونک کر انہیں دیکھا اور ایک ٹھنڈی سانس لے کر رہ گئی۔ سسٹر زمرد کی آنکھوں میں آنسو بھرے

ہوئے تھے ان کے چہرے پر متوقع موت کی زردی کھنڈی ہوئی تھی۔ انکل ڈان نے کہا۔

"میں بہت زیادہ مذہبی انسان نہیں ہوں لیکن اتنا ضرور جانتا ہوں کہ جب انسان بے بسی کی آخری منزل میں داخل ہو جاتا ہے تو پھر معجزے ظہور پذیر ہوتے ہیں ہر انسان کی موت کا طریقہ رقم ہوتا ہے ممکن ہے اس جہاز میں کچھ ایسے لوگ موجود ہوں جن کی تقدیر میں سمندری موت نہ ہو قدرت ان کے لئے کوئی سامان ضرور کرے گی اور کون جانے کس کے وسیلے سے زندگی مل جائے۔ اس لئے میری رائے ہے کہ مایوس نہ ہونا بلکہ تقدیر کے لکھے کا انتظار کرنا۔ میں باہر جا رہا ہوں بہتر ہے کہ تم لوگ بھی کیبن میں قید نہ رہو آزادی سے گھومو پھرو.......... اس وقت سب اپنی اپنی مشکل کا شکار ہیں کوئی کسی کو نقصان نہیں پہنچائے گا او کے..........!" انکل ڈان باہر چلے گئے میں نے شرمندہ نظروں سے سسٹر زمرد کو دیکھا اور آہستہ سے انہیں پکارا..........

"ہوں۔" وہ جیسے چونک پڑیں۔

"میں آپ سے کیا کہوں سسٹر..........؟" میں نے رندھی ہوئی آواز میں کہا۔

انہوں نے جلدی سے آنسو خشک کئے اور زبردستی مسکرا کر بولیں۔

"پاگل ہوئی ہو.......... سب ٹھیک ہو جائے گا دیکھو انسانی ذہن کس قدر پُراسرار ہے حالانکہ انکل ڈان نے اولیارو کو کالے پرندے کی نحوست کی کہانی صرف اس لئے سنائی تھی کہ وہ زاغ کے خلاف ہو جائے اور شلاشلائی کو ہلاک کرنے پر آمادہ ہو جائے۔ اس نے وہی کیا لیکن اس کے بعد وہ وہم کا شکار ہو کر موت کے خواب دیکھنے لگا بالآخر ان خوابوں کا اختتام اسی تعبیر پر ہوا تمہیں اس کا سنایا ہوا خواب یاد ہے؟"

"ہاں.........." میں نے پھنسی پھنسی آواز میں کہا۔

"مجھے اس کی موت کا بے حد دکھ ہے خیر.......... نہ جانے کون کون مر گیا ہے چھوڑو اس تذکرے کو آؤ باہر چلیں یہاں رہ کر بس وسوسوں کا شکار ہی رہیں گے۔"

"ٹھیک ہے سسٹر.......... چلئے۔"

"نہیں بھئی حلیہ درست کرو عجیب سی ہو رہی ہو۔" سسٹر زمرد نے خود میرے بال سنوارے پھر خود بھی اپنا حلیہ درست کیا اور ہم کیبن سے باہر نکل آئے۔ باہر کا وہی منظر تھا مرد' عورتیں' بچے بدحواس پھر رہے تھے جہاز کے عملے کے لوگوں کو ہر جگہ

گھیر لیا گیا تھا لوگ ان سے طرح طرح کے سوالات کر رہے تھے' جگہ جگہ لوگ جمع تھے رونے کی آوازیں بھی سنائی دے رہی تھیں' ایک جگہ بہت سے نوجوان کھڑے شور مچا رہے تھے۔

"وہ گوشہ خالی ہے سسٹر وہاں چلیں۔" میں نے عرشے کے ایک حصے کی طرف اشارہ کر کے کہا اور سسٹر نے ہچکچاتی نظروں سے مجھے دیکھا پھر بولیں۔ "وہاں سے سمندر نظر آئے گا۔"

"تو پھر.........؟"

"مجھ سے انسانی زندگی کا یہ اختتام نہیں دیکھا جائے گا۔" سسٹر زمرد نے کہا۔

"ہمیں ہمت کرنی ہوگی سسٹر' آئندہ نہ جانے کیا کیا دیکھنا پڑے.......... آیئے۔" میں نے کہا اور زمرد کا ہاتھ پکڑ کر عرشے کے خالی گوشے کی طرف چل پڑی وہ منظر اب نہیں تھا لیکن خونخوار مچھلیاں بھیانک جبڑے کھولے بھوکی نظروں سے اوپر دیکھ رہی تھیں' نوجوان مسلسل شور مچا رہے تھے کچھ دیر کے بعد جہاز کے لاؤڈ اسپیکر سے آواز ابھری۔

"براہ کرم خاموش ہو جایئے۔ براہ کرم سنئے' خاموش ہو جایئے سنئے۔" نوجوان خاموش ہو گئے تھے آواز پھر ابھری۔ "میں سیکنڈ افسر بول رہا ہوں طوفانی توڑ پھوڑ میں کپتان اولیارو زخمی ہو گئے ہیں آپ لوگوں کو بے شک شدید مشکلات سے گزرنا پڑ رہا ہے لیکن اس مشکل وقت میں جہاز کے عملے کو آپ کا تعاون درکار ہے۔ ہمارا سب سے پہلا مسئلہ خوراک ہے عملے کے افراد کچن پہنچ گئے ہیں بس چند منٹ میں آپ کو کھانا پیش کیا جانے والا ہے۔ ہم سب کو زندگی بچانے کے لئے ایک دوسرے سے تعاون کرنا ہوگا عدم تعاون سے گریز کیجئے۔" لاؤڈ اسپیکر خاموش ہو گیا لوگ بھی منتشر ہو گئے تھے۔

"انہوں نے کپتان کی موت کا اعلان نہیں کیا۔" سسٹر زمرد نے کہا۔

"مصلحتاً.........." میں نے جواب دیا ہم وہیں کھڑے رہے ہمارے سامنے ہی لوگوں کو کھانا پیش کیا گیا تھا بھوک بھی زندگی کا اہم مسئلہ ہے لوگ بے حد پریشان تھے لیکن بھوکے بھی تھے۔ کافی حد تک امن ہو گیا ڈی پارلو پُرسکون سمندر میں اپنا وقار برقرار رکھنے میں مصروف تھا شام ہو گئی پھر سمندر پر اندھیرے اترنے لگے رات کے کھانے کے بعد مسافروں سے درخواست کی گئی کہ وہ اپنی آرام گاہوں میں چلے جائیں عملے کے لوگ ڈی پارلو کو سفر کے قابل بنانے میں مصروف ہیں۔ خستہ حال مسافروں نے

اس ہدایت پر عمل کیا تھا ہم لوگ بھی اپنے کیبن میں آ گئے کوئی دس بجے انکل ڈان نے دستک دی اور پھر اندر آ گئے انہوں نے ہم دونوں کو دیکھ کر کہا۔ "تم لوگ پہلے کی نسبت پُرسکون ہو۔"

"ہم کر بھی کیا سکتے ہیں انکل۔" زمرد نے کہا۔

"صرف حوصلہ قائم رکھو.......... تماشائی بن جاؤ.......... یوں سمجھ لو کہ تم ایک سنسنی خیز فلم دیکھ رہی ہو۔"

"اور پھر اس فلم کے دوسرے کرداروں کے ساتھ خود بھی مر جائیں۔" سسٹر زمرد نے پھیکی سی ہنسی سے کہا۔

"ہاں جب موت تمہارے قریب آئے تو اسے بھی دلچسپی سے دیکھو اور مر جاؤ۔" ایرن نے بے رحمی سے کہا ان کے لہجے میں کسی قدر ناخوشگواری تھی جسے ہم دونوں نے محسوس کیا کچھ دیر کے لئے خاموشی طاری ہو گئی تھی۔ پھر میں نے کہا۔

"یہ لوگ اولیارو کی موت کو چھپا رہے ہیں۔"

"ضروری ہے ورنہ لوگ وحشت زدہ ہو جائیں گے ابھی کچھ اور وقت اس کی موت کو چھپائے رکھنا مناسب ہوگا۔"

"اس کا فائدہ..........؟"

"کسی قدر سکون سے اس مشکل کا حل تلاش کیا جا سکتا ہے۔" انکل ڈان نے کہا پھر مجھے دیکھتے ہوئے مسکرا کر بولے۔ "میں عموماً تمہارے سامنے دل ہلا دینے والے انکشافات کرتا ہوں ایک اور انکشاف ہے تمہارے لئے سننا پسند کرو گی..........؟"

"ضرور انکل۔" میں بستر پر اٹھ کر بیٹھ گئی سسٹر زمرد تھکی تھکی نظر آ رہی تھیں اور ان کے چہرے پر بیزاری کے آثار تھے۔

"میں جہاز کے مال خانے میں اترا تھا اس جگہ جہاں کپتان مینس کے کہنے کے مطابق دو تابوت رکھے ہوئے تھے جنہیں ابو الفرزان نے بک کرایا تھا تابوت وہاں موجود ہیں لیکن.........."

"لیکن کیا انکل..........؟" میں نے پُرجوش لہجے میں کہا۔

"تابوتوں کے پاس ابو الفرزان کی لاش پڑی ہوئی تھی نیلی لاش.......... اتنی نیلی جیسے نیلی روشنائی ہوتی ہے۔ ہاتھ' پاؤں' چہرہ سب ایک جیسا وہ کہیں سے زخمی نہیں تھا لیکن مر چکا تھا اور.......... اس سے کوئی دو فٹ کے فاصلے پر کپڑے کی موم

پٹیوں کے دو ڈھیر پڑے ہوئے تھے الگ الگ جگہ پٹیوں کے انبار.........."

اچانک سسٹر زمرد اٹھ کر بیٹھ گئیں انہوں نے بھنچی ہوئی آواز میں پوچھا۔ "اوہ.......... اور تابوت..........؟"

"تابوت وہیں موجود ہیں..........؟"

"کیا وہ کھلے ہوئے تھے..........؟"

"ہاں دونوں کے ڈھکن کھلے ہوئے تھے شاید ان میں تالے بھی پڑے ہوئے تھے کیونکہ ان کے نزدیک دو کھلے ہوئے تالے بھی نظر آرہے تھے۔"

"انکل ہم آپ کو.......... آپ کو شاید بتا چکے ہیں کہ.........."

"ہاں مجھے یاد ہے۔"

"کیا آپ کے خیال میں..........؟"

"نہیں.......... اس بارے میں' میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔"

"انکل میں ان تابوتوں کو پہچانتی ہوں میں انہیں دیکھنا چاہتی ہوں۔" میں نے بے اختیار ہو کر کہا۔

"نہیں بے بی.......... اس وقت ممکن نہیں ہے۔"

"کیوں انکل..........؟"

"مسافروں کو عرشے پر جانے کی اجازت نہیں ہے.......... اس وقت کوئی ہمیں راہداری سے باہر نہیں جانے دے گا۔"

"آخر کیوں..........؟" میں نے بے چینی سے پوچھا۔

"ستائیس مسافروں کی لاشیں ٹھکانے لگائی ہیں جہاز کے عملے کو.......... اس کے علاوہ اولیارو کی لاش بھی.......... ظاہر ہے ان جسموں کو مچھلیاں کھائیں گی یہ منظر ہر لحاظ سے ہولناک ہوگا مگر اس کے سوا اور کچھ ممکن بھی تو نہیں ہے۔"

سسٹر زمرد نے دونوں ہاتھ آنکھوں پر رکھ لئے ان کا بدن ہولے ہولے کپکپا رہا تھا میں نے کہا۔ "ابو الفرزان کی لاش بھی عملے کے علم میں آگئی..........؟"

"میں نے سیکنڈ آفیسر ویلکم نیٹ کو بتایا تھا۔"

"اس کی موت کا کچھ پتہ چلا کیسے ہوئی..........؟"

"اس وقت کوئی اس کے بارے میں سوچنے کو تیار نہیں ہے۔" میں خاموش ہو گئی کچھ دیر کے بعد انکل ڈان چلے گئے۔ میں نے کہا۔ "سسٹر.......... کیا یہ وہی

تابوت ہو سکتے ہیں وہ بھی دو تھے اور ان میں تالے پڑے ہوئے تھے اور سسٹر پٹیوں کے ڈھیر.......... سسٹر میرا دل بہت چاہ رہا ہے میں انہیں دیکھنا چاہتی ہوں۔"

سسٹر زمرد خاموشی سے مجھے دیکھتی رہی تھیں۔

☆======☆======☆

دوسری صبح بھی جہاز کے مسافروں کے شور سے آنکھ کھلی تھی سسٹر بھی جاگ گئی تھیں شور خاصا بلند تھا میں اٹھ کر بیٹھ گئی۔ "کوئی اور نئی بات ہو گئی کیا..........؟"

"شاید..........!"

"کیا ایسا ہو سکتا ہے جہاز تو پُرسکون ہے۔"

"باہر چلو گی..........؟" سسٹر نے پوچھا۔

"چلئے یہاں بھی کیا کریں گے اور سسٹر اگر موقع ملا تو ہم وہ تابوت بھی دیکھیں گے۔"

"منہ ہاتھ دھو لو.......... میری رائے ہے کہ تھوڑا سا کچھ کھا پی بھی لو زندہ رہنے کے لئے یہ ضروری ہے۔" میں نے گردن ہلا دی باتھ روم سے باہر نکلی تو خالد پر نگاہ پڑی سامنے ہی کافی کے برتن سجے ہوئے تھے سسٹر زمرد نے ناشتہ لگا لیا تھا۔

"ہیلو روشنی۔" وہ بولا۔

"ہیلو..........! کیسے ہو..........؟"

"آؤ ناشتہ کر لو۔" اس نے کہا اور میں اس کے قریب بیٹھ گئی۔

"کافی کہاں سے ہاتھ لگ گئی۔"

"خود بنا کر لایا ہوں جانے کیسی بنی ہے۔" وہ پھیکی سی مسکراہٹ سے بولا۔

"سوری خالد تمہیں ہماری وجہ سے.......... آؤ ناشتہ کرو یہ باہر شور کیوں ہو رہا ہے کوئی خاص وجہ ہے..........؟ کیا کپتان اولیارو کی موت کا اعلان کر دیا گیا..........؟"

"اس سے بھی زیادہ سنگین صورت حال پیدا ہو گئی ہے۔" خالد ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

"کیا..........؟" ہم دونوں کے منہ سے بیک وقت نکلا۔

"رات کو جہاز پر مسافروں کے لئے کرفیو لگا دیا گیا تھا تمام مسافروں کو کیبنوں میں

بند کر کے جہاز کا سیکنڈ افسر پورے عملے کے ساتھ کئی لائف بوٹس لے کر فرار ہو گیا۔"

"او مائی گاڈ.........!" زمرد کے منہ سے نکلا۔ "گویا جہاز اب سمندر کے بیچوں بیچ بے یار و مددگار ہے۔"

"چند خلاصی جو کسی خاص وجہ سے فرار نہیں ہو سکے لوگوں کے ہاتھ لگ گئے ہیں انہوں نے انہیں مار مار کر ادھ مرا کر دیا ہے۔" خالد نے بتایا اور ہم پر مردنی چھا گئی پھر مسٹر زمرد نے کہا۔

"ظاہر ہے وہ لوگ ڈی پارلو سے مایوس ہو گئے تھے مسافروں کا دباؤ بھی انہیں ہی برداشت کرنا پڑ رہا تھا اس لئے وہ جہاز چھوڑ کر فرار ہو گئے۔" خالد نے کوئی جواب نہیں دیا اس خاموشی سے گھبراہٹ ہونے لگی میں نے کہا۔

"چلئے مسٹر باہر چلتے ہیں۔" خالد بھی ہمارے ساتھ عرشہ پر آ گیا تھا اس وقت عرشہ پر قیامت برپا تھی' سارے ہی کیبن خالی ہو گئے تھے۔ عورتیں چیخ چیخ کر رو رہی تھیں ہر شخص کچھ نہ کچھ کہہ رہا تھا۔ ہم سہمے ہوئے ایک گوشے میں کھڑے ہوئے تھے اچانک جہاز کے اسپیکر کھرکھرائے اور پھر ایک آواز ابھری۔

"براہ کرم خاموشی اختیار کیجئے' براہ کرم خاموش ہو جایئے میرا نام ایلن روز ہے میں آپ سے کچھ کہنا چاہتا ہوں براہ کرم خاموشی سے میری بات سن لیجئے۔" بے شمار درخواست کے بعد لوگ خاموش ہو سکے تھے ایلن روز نامی شخص نے کہا۔ "میں بھی آپ کی طرح ایک عمر رسیدہ مسافر ہوں برٹش فوج کا ریٹائرڈ میجر ہوں' زندگی میں لاتعداد حادثات سے گزر چکا ہوں۔ خدا کے لئے جو کچھ میں کہوں غور سے سنئے۔ ڈی پارلو انوکھے حادثے کا شکار ہوا ہے اس کا کپتان مینس اولیارو مر چکا ہے اس کی لاش اس کے کیبن میں موجود ہے۔ جہاز کے وہ انجینئر بھی مر چکے ہیں جو اس کے تباہ شدہ انجنوں کو درست کر سکتے تھے اور اس کے بعد جہاز کے دوسرے ذمہ دار افسر یہ محسوس کر کے کہ جہاز کو سنبھالنا ان کے بس کی بات نہیں ہے' مجرمانہ طور پر اپنی ذمہ داریوں سے روگردانی کرتے ہوئے لائف بوٹس لے کر فرار ہو گئے ہیں گویا اب اس وقت اس جہاز کا سرپرست کوئی نہیں ہے۔ جو بے چارے خلاصی باقی رہ گئے ہیں ان کے دل میں صرف یہ جذبہ تھا کہ وہ مسافروں کو چھوڑ کر نہیں جائیں گے اور ان کے ساتھ ہی فنا ہو جائیں گے لیکن آپ لوگوں نے جوش جذبات میں ان کے ساتھ بہتر سلوک نہیں کیا وہ ڈی پارلو کے بارے میں سب کچھ جانتے ہیں ہمیں تو ان لمحات میں ان کی اشد

ضرورت ہے۔ ہم نے انہیں ان کے نیک جذبوں کے صلے میں زخم دیئے ہیں دوستو! بعض اوقات زندگی اسی طرح موت کے چنگل میں پھنس جاتی ہے اب اگر ہم جی چھوڑ کر ایک دوسرے کو نوچنا اور بھنبھوڑنا شروع کر دیں تو آپ میں سے ہر صاحب عقل جانتا ہے کہ اس کا کوئی نتیجہ نہیں نکل سکتا۔ ہم آخری سانس تک زندگی کی جدوجہد کرنا چاہتے ہیں لیکن اس کے لئے نظم و ضبط ضروری ہے۔ میری خواہش ہے کہ آپ لوگ ہوشیاری سے کام لیجئے کسی افراتفری کا مظاہرہ کئے بغیر خدا سے زندگی مانگئے اور اپنے طور پر جدوجہد کیجئے اگر آپ لوگ مجھ سے اتفاق کریں تو میں آئندہ کے لئے ایک لائحہ عمل پیش کرنا چاہتا ہوں براہ کرم مجھے ہاتھ اٹھا کر اجازت دیجئے اگر آپ لوگ چاہیں گے تو میں آگے بات کروں گا ورنہ خاموش ہو جاؤں گا۔"

تقریباً تمام ہاتھ بلند ہو گئے تھے اسپیکر سے پھر آواز ابھری۔

"بے حد شکریہ......... میں یہ چاہتا ہوں کہ نوجوان ٹولیاں بنا بنا کر مختلف ذمہ داریاں سنبھال لیں سب سے پہلے ہمیں خوراک کے ذخائر کا جائزہ لینا ہے اس کے لئے کچھ لوگوں کو ذمہ دار بنا لیا جائے۔ مشکل میں گھرے ہوئے افراد یہ بھول جائیں کہ ماضی میں ان کی حیثیت کیا رہی ہے اس وقت صرف زندگی کی بقاء کے لئے انہیں مشینی طور پر عمل کرنا ہو گا۔ کچن کی ذمہ داریاں سنبھالنے کے ساتھ کچھ اور افراد خلاصیوں کی نگرانی میں جہاز کی صفائی کا بندوبست کریں ہر اس شعبے کو جو زندگی سے تعلق رکھتا ہے گروہوں کی شکل میں سنبھال لیا جائے' ہر مسافر اپنی ڈیوٹی سرانجام دے' کھانا پکایا جائے' صفائی ستھرائی کی جائے' جہاز میں یقینی طور پر بہت سے ڈاکٹر بھی ہوں گے وہ ایک جگہ جمع ہو کر اسپتال کا نظام سنبھال لیں۔ خدا کرے ہم لوگوں میں انجینئر بھی ہوں انہیں ہر سہولت فراہم کی جائے اور یہ جہاز کے انجن روم میں جا کر اپنی اپنی کاوشوں میں مصروف ہو جائیں اگر تقدیر ہمارا ساتھ دینے پر آمادہ ہو جائے تو یقینی طور پر ہم زندگی کی جانب گامزن ہو سکتے ہیں اس وقت نہ کسی منزل کا تعین ہے نہ کسی راستے کا نشان بس ایک آبادی درکار ہے ہمیں جہاں پہنچ کر ہم یہ سوچیں گے کہ اب کیا کیا جائے اگر ہم جہاز کے انجن درست کرنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں تو زندگی کا یقین کیا جا سکتا ہے لیکن شرط یہی ہے کہ ہوش و حواس نہ کھوئے جائیں' کسی بھی چیز پر مشتعل نہ ہوا جائے' ہر شخص اپنے آپ کو زندگی کی تلاش کے لئے وقف کر دے اگر ہمارے درمیان ذرا بھی افراتفری رہی تو زندگی بچانا مشکل ہو جائے گا دوستو! یہ مختصر تجاویز ہیں جو میں

نے آپ کے سامنے پیش کردیں۔ براہ کرم پھراسی انداز میں مجھے بتائیے کہ کیا آپ ا
تجاویز سے اتفاق کرتے ہیں۔" جواب میں بے پناہ شور ابل پڑا بھلا بات ہی ایسی کیا تھ
جس پر دوسروں کو اختلاف ہوتا واقعی یہ ایک نظریہ تھا جس پر عمل پیرا ہو کر اس مشک
وقت کو ٹالنے کی کوششیں کی جاسکتی تھیں۔ اسپیکر سے پھر آواز ابھری۔

"اس کے ساتھ ساتھ ہی میں ہر ذمہ دار شخص سے درخواست کرتا ہوں کہ ا
جہاز کے کسی بھی گوشے میں پہنچ کر یہ بتائے کہ وہ اس سلسلے میں کیا مہارت رکھتا ہے او
اس کے ذہن میں کیا تجاویز ہیں اس کے لئے میں وہ مشرقی گوشہ منتخب کرتا ہوں جہا
کرسیاں لگی ہوئی تھیں لیکن اب سب کچھ تلپٹ ہو چکا ہے ہمیں از سرنو زندگی کی تعم
کرنی ہے۔ آخر میں چند الفاظ کہہ کر میں آپ کے درمیان آجاتا ہوں وہ یہ ہیں ک
زندگی ایک نعمت ہے اس کی بقاء کے لئے ہر ممکن کوشش کرلی جائے اور ہر شخص
تعاون کرے نہ ہم میں کوئی لیڈر ہے نہ کوئی رہنما ہم سب مشکل میں گرفتار ایک
دوسرے کے ساتھی ہیں بس اتنا ہی کہنا چاہتا تھا میں۔"

اسپیکر بند ہو گیا لوگوں نے اس شخص کو دیکھا جو فوج کا میجر تھا اور اسے احترام بھ
دیا بات تقریباً سب ہی کی سمجھ میں آگئی تھی اس کے بعد ایک بہتر ماحول بن گیا اور لوگ
اپنے آپ کو رضاکارانہ طور پر پیش کرنے لگے۔ معمر افراد ان کی رہنمائی کرنے لگے۔
سسٹر زمرد نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔

"یہ واقعی بہتر ہوا' آہ.......... کم بخت جہاز کے عملے کے لوگ اس طر
غداری کر کے نکل گئے وہ یقینی طور پر اپنی زندگی بچالیں گے لیکن.......... لیکن؟
سب کو بھی مصروف ہونا چاہیے۔"

خالد نے کہا۔ "میں آپ لوگوں کو کچن ہی کی سمت متوجہ کرسکتا ہوں ٹولیاں بن
رہی ہیں میرا خیال ہے میں آپ کا نام بھی کچن سنبھالنے والوں میں شامل کئے دی
ہوں۔"

ہم نے کچھ نہ کہا۔ خالد وہاں سے آگے بڑھ گیا کہنے کے لئے تھا بھی کیا جو کچھ ہو ر
تھا وہ ایک سنسنی خیز کہانی کی مانند تھا جس میں بعض اوقات خود کو تماشائی سمجھنے کو د
چاہتا تھا۔ میجر کی ہدایت کے مطابق ٹولیاں بننا شروع ہو گئی تھیں اور لوگوں نے اپنی اپ
ذمہ داریاں سنبھالنے کی پیش کش کر دی تھی۔ گیارہ ڈاکٹر بھی تھے جن میں تین خوات
ڈاکٹر تھیں۔ سارے کے سارے یورپی ممالک سے تعلق رکھتے تھے یا پھر ان کی شکلیں

یکساں تھیں کچھ اندازہ نہیں ہوتا تھا کہ کون کس ملک سے متعلق ہے یہ لوگ اسپتال
میں پہنچ گئے انہوں نے کچھ خواتین کو طبی نرسوں کی حیثیت سے اپنے ساتھ شامل کر لیا
تھا جہاز پر بڑی یگانگت کا دور دورہ شروع ہو گیا تھا ہم لوگ بھی مصروفیت تلاش کرنے
میں کامیاب ہو گئے۔ درحقیقت جہاز کے کچن بے حد وسیع تھے صاف شفاف
ستھرے.......... طوفان نے جو تباہ کاریاں کی تھیں ان کے اثرات یہاں پر بھی تھے
چنانچہ کئی گھنٹے کچن سنوارنے میں صرف ہو گئے۔ دوپہر کا کھانا برق رفتاری سے تیار کیا
گیا' اسٹورز سیل کر لئے گئے اور چند افراد نے ذمہ دار بن کر ان کے انتظامات سنبھال
لئے تاکہ خوراک کو محفوظ رکھا جاسکے ہر طرف کام ہو رہا تھا اور یوں لگتا تھا جیسے سمندر
کے بیچ میں ایک نئے شہر نے جنم لیا ہو جس کے رہنے والے سب ایک دوسرے کے
ہمدرد اور آشنا ہوں۔ جو بھی ایک دوسرے سے ملتا' محبت سے گفتگو کرتا مختلف رنگوں
اور مختلف نسلوں کے لوگ تھے پریشانیاں ایک دوسرے کو ایسے رشتے میں منسلک کر لیتی
ہیں تھوڑی دیر کے لئے یہ ماحول بڑا دلکش محسوس ہوا تھا اس سے خیالات بھی بٹ گئے
تھے مصروفیت بھی مل گئی تھی۔ شام کو پانچ بجے وہ اجتماع ہوا جس میں زیادہ تر وہ لوگ
شامل تھے جن کے ذہنوں میں تجاویز تھیں ان میں زیادہ تر معمر افراد ہی تھے میں اور
سسٹر زمرد بھی دلچسپی لیتے ہوئے وہاں کھڑے ہو گئے اور ان کی باتیں سننے لگے۔

چند انجینئرز موجود تھے لیکن جہازی زندگی سے ان کا کوئی تعلق نہیں تھا انہوں
نے اپنے آپ کو پیش کیا اور کہا کہ اگر انہیں اجازت دی جائے تو کچھ ذمہ دار افراد کے
ساتھ اور زخمی خلامیوں کے ساتھ جو اب تعاون پر آمادہ تھے جہاز کے انجنوں کا جائزہ
لیا جائے انہیں ہر طرح کی سہولت فراہم کرنے کا وعدہ کیا گیا چند افراد نے تجویز پیش کی
کہ سب سے پہلے یہ دیکھا جائے کہ جہاز میں اسلحہ کتنا ہے اس اسلحے کو ایک جگہ سیل
کر دیا جائے تاکہ کوئی شخص کسی کو نقصان نہ پہنچا سکے۔ بہتر تجاویز آرہی تھیں پھر کچھ
لوگوں نے کہا کہ ایس او ایس کے سگنل دیئے جائیں اور ہر چار گھنٹے کے بعد ایسے سگنل
دیئے جاتے رہیں تاکہ اگر کوئی جہاز قریب سے گزر رہا ہو تو وہ مدد پر آمادہ ہو جائے یہ
ساری تجاویز پوری ذمہ داری کے ساتھ نوٹ کی جارہی تھیں پھر ایک بلند بالا سرخ
و سفید چہرے والا شخص کھڑا ہو گیا اور اس نے کسی قدر مختلف انگریزی میں کہا۔

"میرا نام سونت گال ہے فرانس کی پولیس سے تعلق رکھتا ہوں اور آپ لوگوں
کے سامنے ایک انوکھی بات کرنا چاہتا ہوں انتہائی انوکھی جو آپ لوگوں کو یقیناً دلکش بھی

لگے گی۔"

تمام لوگ اس کی جانب متوجہ ہوگئے تب اس نے کہا۔ "کیا آپ لوگوں نے پرتگال کے اوٹرویلبی کا نام سنا ہے جسے سیگارو دہشت گرد کے نام سے جانا جاتا ہے اور جو ایک انتہائی خطرناک آدمی ہے۔ اس نے بے شمار افراد کو قتل کیا ہے اس کی ماں نسلاً منگولین تھی اور باپ پرتگال کا رہنے والا۔ اوٹرویلبی تقریباً چودہ سال تک بحری قزاق رہ چکا ہے اور اس نے بے شمار جہاز لوٹے ہیں۔ الجزائر میں اس نے خوفناک دہشت گردی کرتے ہوئے ایک ساتھ اٹھانوے آدمیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا تھا حکومت الجزائر نے فرانس کے اشتراک سے اوٹرویلبی یعنی سیگارو کے سلسلے میں پرتگال سے درخواست کی تھی کہ وہاں اسے گرفتار کیا جائے اور مجھے فرانسیسی افسر کی حیثیت سے پرتگال بھیجا گیا تھا جہاں سے میں نے اوٹرویلبی اور اس کے سات ساتھیوں کو گرفتار کیا۔ سیگارو کے یہ ساتوں ساتھی سمندری زندگی سے تعلق رکھتے ہیں وہ بہترین جہاز راں بہترین جہازوں کے انجینئر اور بہترین کپتان ہیں۔ سیگارو سمندری جہازوں سے زندگی بھر کھیلتا رہا ہے اور نہایت تجربہ کار شخص ہے۔ اس وقت یہ آٹھوں افراد قیدیوں کی حیثیت سے جہاز کے قید خانے میں بند ہیں میں آپ لوگوں سے یہ مشورہ کرنا چاہتا ہوں کہ اگر ان سے جہاز کی درستی کا کام لیا جائے تو کیا یہ مناسب رہے گا؟"

یہ تو ایسا انوکھا انکشاف تھا جس نے سمندر کے قیدیوں کو دیوانہ کردیا سارے کے سارے ایک ساتھ ہی بول پڑے تھے۔ وہ سب طرح طرح کی باتیں کر رہے تھے سونت گال سے فرمائش کی جارہی تھی کہ فوراً ہی اس کام کو سرانجام دینے کا آغاز کردے یہ تو ایک نیک فال ہے۔ ظاہر ہے قیدی بھی زندگی چاہتے ہوں گے اور یہ زندگی انہیں اسی شکل میں مل سکتی ہے کہ وہ جہاز درست کرنے کی کوشش کریں خوشی کی ایک لہر بیدار ہوگئی تھی اور سونت گال ایک لمحے کے لئے ہیرو بن گیا تھا ویسے وہ ایک تنگ پیشانی والا سخت گیر آدمی معلوم ہوتا تھا۔ اس نے لوگوں کو خاموش کرنے کے لئے دونوں ہاتھ اٹھائے اور بولا۔

"یقینی طور پر یہ پیشکش کرکے میں نے آپ لوگوں کو یہ بتا دیا ہے کہ کچھ امیدیں قائم کی جاسکتی ہیں لیکن ساتھ ساتھ ہی یہ بھی بتا دینا چاہتا ہوں کہ اوٹرویلبی شیطان زادہ ہے یہ لوگ بدترین قاتل' خطرناک دہشت گرد اور فطرتاً شیطان صفت ہیں انہیں آزادی نہیں دی جاسکتی بلکہ ان پر تشدد کرکے ہمیں ان سے کام لینا ہوگا اگر ہم نے

انہیں آزادی دے دی تو یہ ہمارے لئے مصیبت کا باعث بن سکتے ہیں۔"

"اس وقت یہ تمام باتیں نہیں سوچی جاسکتیں مسٹر سونت گال ہمیں ایسے کارآمد آدمیوں کی ضرورت ہے ہمیں ان کے ساتھ مل کر جہاز کی درستگی کا کام کرنا ہوگا باقی تمام باتیں بعد میں سوچنے کی ہیں۔"

"فرانسیسی ایجنسی کا ایک ذمہ دار افسر ہونے کی حیثیت سے مجھ پر جو ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں' میری خواہش ہے کہ ان میں رخنہ اندازی نہ کی جائے اور مجھے میری مرضی کے مطابق کام کرنے دیا جائے میں جانتا ہوں کہ ان شیطان زادوں سے کیسے کام لیا جاسکتا ہے۔"

ایک اور شخص نے کہا۔ "مسٹر سونت گال آپ کو اس سلسلے میں مکمل اختیارات حاصل ہیں براہ کرم فوری طور پر ان قیدیوں کو منظر عام پر لے آیئے بہتر ہے کہ ان کے ساتھ اچھا رویہ اختیار کرتے ہوئے انہیں کچھ اس قسم کے لالچ دیئے جائیں جن سے وہ ہماری مدد کرنے پر آمادہ ہوجائیں کیا آپ انہیں فوری طور پر قید خانے سے نکال کر منظر عام پر لانا پسند کریں گے۔"

"بالکل کیوں نہیں ابھی اور اسی وقت' میرے ساتھ بیس افراد موجود ہیں جو ان کے نگراں ہیں میں انہیں ابھی کچھ دیر کے بعد آپ لوگوں کے سامنے پیش کرتا ہوں۔"

ایک سمت بیٹھے ہوئے ایک شخص نے اپنے برابر بیٹھے ہوئے شخص سے کہا۔

"میرا نام پولڈ گراہم ہے برطانوی عدلیہ سے تعلق رکھتا ہوں ذرا آپ غور کیجئے کہ اس وقت جبکہ جہاز مصیبت میں گھر چکا ہے اور ہر شخص موت کا انتظار کر رہا ہے کیا دنیا کے کسی بھی ملک کا قانون کچھ لوگوں کو ان حالات میں قیدی رکھنے کی اجازت دیتا ہے۔"

دوسرے شخص نے فوراً ہی مسٹر پولڈ گراہم کی طرف رخ کرکے کہا۔ "میرا نام ست پرکاش ہے اور میں ہندوستان کا باشندہ ہوں اتفاق سے میں بھی آپ کا ہم پیشہ ہی ہوں۔ میں بیرسٹر ہوں ایسے موقع پر کسی شخص کو قیدی نہیں رکھا جاسکتا لیکن جیسا کہ مسٹر سونت گال نے کہا کہ وہ لوگ بے حد خطرناک ہیں چنانچہ جہاز کے مسافروں کے لئے کوئی خطرہ بھی مول نہیں لیا جاسکتا البتہ ہر طرح ان قیدیوں کو ان کی پسند کے مطابق اس کام پر آمادہ کیا جانا ضروری ہے کہ وہ جہاز سنبھال لیں بحری قزاق معمولی حیثیت کے جہاز راں نہیں ہوتے۔ سیگارو یقینی طور پر ہمارے لئے ایک بہترین کپتان اور انجینئر

ثابت ہوگا۔" اب مسافروں میں زندگی کے کچھ آثار بیدار ہونے لگے تھے اور وہ یہ سوچ رہے تھے کہ شاید کام بن جائے اور زندگی بچ جائے۔ اس طرح یہ اجتماع بے حد کارآمد ثابت ہوا تھا۔ مسز زمرد نے کہا۔

"یوں لگتا ہے جیسے کام بن جائے گا۔"

"ہاں......... شاید۔" میں نے کہا نہ جانے کس وقت خالد ہمارے عقب میں آکھڑا ہوا تھا میں دو قدم پیچھے ہٹی تو اس سے ٹکرا گئی۔

"سوری روشنی۔" اس نے معذرت کی اور نہ جانے کیوں میری نگاہیں اس پر جم گئیں۔ ذہن اس کے بارے میں سوچنے لگا' دل کا کوئی گوشہ اس کے لئے نرم ہوا لیکن اس کے ساتھ ہی نینا کی صورت آنکھوں میں آگئی وہ اسے چھوڑ آیا تھا جو شخص ایک لڑکی سے کسی دوسری لڑکی کے لئے بے وفائی کرسکتا ہے وہ کسی طور قابلِ اعتبار نہیں ہوسکتا اور پھر وہ ابھی شک و شبہات سے مبرّا نہیں ہوا تھا۔ زاغ اس سے دور تو نہیں تھا یہ بھی ممکن ہے کہ اس کا یہ رویہ پہلے سے زیادہ گہری چال ہو لیکن اس دوران وہ جس طرح کام آیا تھا اس کی اہمیت تھی۔ اسے مسلسل احمق بنائے رکھنا ضروری تھا چنانچہ میں سنبھل کر مسکرا دی وہ خاموشی سے مجھے دیکھتا رہا۔

"ان واقعات کے بارے میں کیا رائے ہے.........؟"

"کچھ نہیں۔" اس نے آہستہ سے کہا۔

"کیا بات ہے خیریت تو ہے۔" میں نے کہا اور وہ پھیکے انداز میں مسکرا دیا۔

"کوئی خاص بات نہیں آپ ہی پر غور کرنے لگا تھا آپ کو اختیار ہے روشنی میرے بارے میں کچھ بھی سوچیں اب میں اپنی کاوشوں کے صلے کی منزل سے گزر چکا ہوں لیکن یہ کہنا اپنا حق سمجھتا ہوں کہ اب میں زاغ کا آلۂ کار نہیں آپ کا محافظ ہوں اس سے رابطہ صرف اس لئے رکھا ہے کہ آپ کو کوئی نقصان نہ پہنچنے دوں۔"

"اس کے ساتھ تم بھی پُراسرار قوتوں کے مالک ہوتے جارہے ہو خالد' دل کا حال جان لیتے ہو۔"

"یہ بات نہیں روشنی......... اس کے برعکس آپ بے حد سادہ لوح ہیں' آپ کی سوچیں بولتی ہیں' آپ کا ہر احساس آپ کے چہرے پر نقش ہو جاتا ہے۔" اس نے جواب دیا......... میں خاموش ہوگئی اس دوران سونت گال نے اپنے آدمیوں کو جمع کرلیا تھا فرانسیسی پولیس کا دستہ جہاز کے نچلے حصے میں بنے قید خانے کی طرف چل

پڑا وہیں کہیں وہ مال خانہ بھی تھا جہاں وہ تابوت رکھے ہوئے تھے انکل ڈان تو ابوالفرزان کی موت کا انکشاف کرنے کے بعد بالکل غیر متعلق ہوگئے تھے لیکن میرے دل میں تابوتوں کو ایک نگاہ دیکھنے کا خیال مسلسل چٹکیاں لیتا رہا تھا۔ بس یہ سوچ رہی تھی کہ کہیں یہ وہی دونوں تابوت نہ ہوں جو میں نے ڈچ کامیج میں دیکھے تھے ڈان ایرن نے جب سے پٹیوں کے ڈھیر کے بارے میں بتایا تھا میری آنکھوں میں وہی لمحات رقصاں تھے جب ایک انسانی ہیولا پٹیوں کی شکل میں زمین پر ڈھیر ہوگیا تھا اور......... اور......... اس نے خود کو میرا باپ کہا تھا.........! میں نے بے اختیار خالد سے کہا۔ "ایک بات بتاؤ خالد.........؟"

"جی مس روشنی.........؟"

"کیا ہم جہاز کے نچلے حصے میں اس جگہ جاسکتے ہیں جہاں مال خانہ ہے۔"

"کیوں.........؟"

"میں ان تابوتوں کو دیکھنا چاہتی ہوں جن کا تحفظ ابوالفرزان کر رہا تھا کیا تمہیں ابوالفرزان کی موت کے بارے میں علم ہے.........؟" میں نے کہا اور خالد اچھل پڑا اسی وقت مسز زمرد نے پلٹ کر میری کلائی پکڑتے ہوئے کہا۔

"سوری روشنی......... ذرا میرے ساتھ آؤ۔"

"کہاں مسز.........؟"

"کیبن میں' واش روم جانا چاہتی ہوں۔"

"نہیں میڈم......... خدا کے لئے انہیں مجھ سے اجتناب پر مجبور نہ کریں میں دوست ہوں میڈیم........." خالد عاجزی سے بولا اور مسز زمرد خجل ہوگئیں "اوکے......... میں جارہی ہوں۔" انہوں نے کہا اور پلٹ کر چل پڑیں۔ "وہ تمہیں تفصیل بتانے سے روکنا چاہتی تھیں لیکن روشنی براہ کرم بتاؤ زاغ کو یہ بات نہیں معلوم میں اسے یہ اطلاع دوں گا اس طرح تمہارے مفاد میں میرا کام جاری رہ سکتا ہے یہ ضروری ہے روشنی۔"

"مگر میں ان تابوتوں کو دیکھنا چاہتی ہوں۔"

"تم چاہو تو میں تمہیں وہاں لے جاسکتا ہوں کیا ابوالفرزان مرگیا.........؟"

"ہاں......... اس کی لاش تابوتوں کے پاس پائی گئی ہے اور رنگ گہرا نیلا ہو چکا تھا۔"

"کیا اب بھی وہ لاش وہیں موجود ہے..........؟"

"مجھے نہیں معلوم۔"

"آؤ چلیں.......... مگر تمہیں ان تابوتوں سے کیا دلچسپی ہے۔"

"یہ بھی بتانا ہوگا..........؟" میں نے تلخ لہجے میں سوال کیا۔

"نہیں جو کچھ نہ بتانا چاہو اس کے بارے میں کبھی نہ بتانا۔" خالد نے خلوص سے کہا اور ہم دونوں وہاں سے آگے بڑھ گئے نیچے جانے لگے تو فرانسیسی پولیس کے چند افراد نے ہمیں روک دیا۔ "نہیں دوستو.......... آگے نہیں جاسکتے۔"

"کیوں..........؟" خالد نے پوچھا۔

"خطرہ ہے' مسٹر سونت گال قیدیوں کو نکال کر لا رہے ہیں ان کی ہدایت ہے کہ راستے محفوظ رکھے جائیں خصوصاً خواتین کے لئے.......... جائیے آپ لوگ فوراً راستہ خالی کردیجئے۔" ہمیں بادلِ ناخواستہ واپس پلٹنا پڑا۔ خالد نے کہا۔ "بعد میں سہی۔"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا ہم دونوں واپس اسی جگہ آگئے جہاں اس وقت جہاز کے تقریباً سارے مسافر جمع ہوگئے تھے مسز زمرد کہیں نہیں نظر آرہی تھیں میں نے خالد سے کہا۔ "زاغ کہاں ہے؟"

"شاید ان لوگوں میں نہیں ہے۔"

"اپنے کیبن سے باہر نہیں آتا وہ..........؟"

"یقین کرو روشنی.......... مجھے تو وہ کوئی بری روح معلوم ہوتا ہے اتنے واقعات پیش آگئے جہاز کے ہر مسافر پر قیامت گزر گئی لیکن وہ ٹس سے مس نہیں ہوا میں نے جب بھی اسے دیکھا' اپنے کیبن میں ہی دیکھا اور وہ غیر مطمئن نہیں نظر آتا۔"

"کالا پرندہ کہاں ہے..........؟"

"پتہ نہیں۔"

"کیا اب وہ جہاز پر نہیں ہے..........؟"

"ضرور ہوگا لیکن کہاں.......... یہ صرف زاغ جانتا ہے۔" میں خاموش ہوگئی کچھ دیر کے بعد اس راستے سے لوگ ہٹنے لگے جو نیچے سے اوپر آتا تھا فرانسیسی پولیس کے سپاہی قیدیوں کو لے کر آرہے تھے۔ لوہے کی بیڑیوں کی کھنک گونج رہی تھی میں خالد کے ساتھ ایک بلند جگہ جا کھڑی ہوئی وہاں سے میں نے ان آٹھ قیدیوں کو دیکھا۔

زین کے موٹے لباس میں ملبوس تھے' انسانی شکل میں جانور نظر آرہے تھے۔ داڑھیاں بڑھی ہوئی' آنکھیں وحشت زدہ' بدن قوی ہیکل.......... دیکھ کر ہیبت طاری ہوتی تھی۔ فرانسیسی سپاہی ہاتھوں میں چابک سنبھالے ہوئے تھے وہ مجمع کے درمیان سے گزرتے ہوئے اس جگہ آگئے جہاں ان کے لئے انتظام کیا گیا تھا لوگ انہیں دیکھ کر دم بخود ہوگئے تھے پھر انہیں ایک قطار میں کھڑا کردیا گیا۔ اس کے بعد سونت گال نے ایک شخص کو آگے بڑھنے کا اشارہ کیا۔ یہ ایک دیو قامت پرتگالی تھا۔ سونت گال بولا۔ "یہ سیگارو ہے۔"

"ڈان اوٹر ویلبی سیگارو۔" قوی ہیکل قیدی نے پورا نام بتایا پھر مجمع کی طرف دیکھ کر مسکرا کر بولا۔ "فرانس کا بوڑھا کانسٹیبل ہمیشہ میرا پورا نام لینے سے کتراتا ہے کیونکہ ڈر سے اس کا دم نکلتا ہے۔" عقب میں کھڑے ایک فرانسیسی نے طیش میں آکر شڑاک کی آواز کے ساتھ اس کے چابک رسید کیا لیکن وہ منظر بھی قابلِ دید تھا کہ سیگارو کے بدن کو جنبش بھی نہیں ہوئی وہ اسی طرح مضحکہ خیز نگاہوں سے سونت گال کو دیکھتا رہا سونت گال کسی قدر نروس ہوگیا برطانوی نژاد پولڈ گراہم ایک دم آگے بڑھ کر بولا۔

"یہ تم کیا کررہے ہو مسٹر سونت گال.......... کیا اس طرح دوستانہ فضا میں بات ہوسکتی ہے۔" فرانسیسی افسر نے گھبرا کر پولڈ گراہم کو دیکھا پھر اپنے ساتھیوں سے بولا۔

"سیگارو کی بکواس پر کان نہ دھرو.......... بکنے دو جو بکتا ہے۔" اس کے بعد سیگارو سے کہا۔ "ویلبی تمہیں علم ہے کہ ڈی پارلو سمندری طوفان کا شکار ہوگیا ہے یہ تمام لوگ۔" سونت گال نے چاروں طرف بکھرے ہوئے لوگوں کی طرف اشارہ کیا۔ "موت اور زندگی کی کش مکش میں مبتلا ہیں اس وقت ہم میں سے کوئی کسی کا دشمن نہیں ہے سب کو ایک دوسرے کی مدد کی ضرورت ہے تمہیں بھی ہم سب کا ساتھ دینا ہوگا کیا سمجھے..........؟"

سیگارو نے دو تین بار سر کو مضحکہ خیز انداز میں جنبش دی سونت گال کو تمسخرانہ حیرت سے دیکھا پھر اچانک اس کے حلق سے قہقہہ ابل پڑا پھر اس کا دوسرا ساتھی بھی ہنسنے لگا پھر تیسرا اور اس کے بعد وہ آٹھوں پاگلوں کی طرح پیٹ پکڑ پکڑ کر ہنسنے لگے۔ سونت گال کا چہرہ سرخ ہونے لگا تھا۔

وہ مجنونانہ انداز میں ہنس رہے تھے اور سارا مجمع خاموش تھا۔ فرانسیسی افسر کو

سخت طیش آ رہا تھا جس کا اظہار اس کے چہرے سے ہوتا تھا۔ اس کے ساتھی چمڑے کے ہنٹروں پر اپنی گرفت سخت کر چکے تھے اور منتظر تھے کہ سونت گال کا اشارہ ملے لیکن سونت گال نے کوئی اشارہ نہیں کیا۔ وہ خاموشی سے اس ہنسی کو برداشت کر رہا تھا۔ یہاں تک کہ ہنسنے والے خود تھک گئے۔ پھر سیگارو نے انگلی اٹھا کر سونت گال کی طرف اشارہ کیا اور مجمع کی طرف دیکھ کر بولا۔

"فرنچ کانسٹیبل بہت مسخرہ ہے' دلچسپ باتیں کرتا ہے کہتا ہے کہ اس وقت کوئی کسی کا دشمن نہیں ہے۔ میرے دوست کو دیکھو جس نے ہمیں بیڑیوں میں جکڑ رکھا ہے اس کے ساتھی رنگروٹوں کے ہاتھوں میں کوڑے دبے ہوئے ہیں اور یہ کہتا ہے کہ اسے ہماری مدد درکار ہے۔ تم لوگوں کو ہنسی نہیں آتی اس کی بات پر۔"

"اس احمقانہ فرمائش پر سب سے پہلا احتجاج میں کرتا ہوں۔" ایک آواز ابھری اور مجمع کے ساتھ ہماری نگاہیں بھی اس طرف اٹھ گئیں۔ وہ زاغ تھا۔ نہ جانے کس وقت مجمع میں آ کر شامل ہو گیا تھا۔ میرے بدن میں چنگاریاں دوڑنے لگیں۔ زاغ نے پھر کہا۔ "اگر ان لوگوں کو مدد کے قابل سمجھا گیا ہے تو انہیں بھی جہاز کے معزز مسافروں کا درجہ دیا جائے۔"

زاغ اس وقت بھی عجیب نظر آ رہا تھا اس نے پادریوں جیسا جبہ پہنا ہوا تھا سر پر عجیب سی ٹوپی تھی۔ ویلی نے اسے دیکھا اور بدستور تمسخرانہ انداز میں بولا۔

"معاف کرنا نیک دل انسان اگر تم پادری ہو تو میں تمہیں مقدس باپ نہیں کہہ سکتا کیونکہ عظیم ڈان اوٹر ویلی سیگارو کا ایک ہی باپ تھا اور اس نے ایک ہی نر پیدا کیا تھا یعنی سیگارو۔ ہاں میں تمہیں چچا کہہ سکتا ہوں تو مقدس چچا میرے مقدمے کی پیروی کرو۔"

"اس پورے سمندری سفر میں یہ پہلی بار اپنے کیبن سے باہر نکلا ہے۔" خالد نے سرگوشی میں کہا۔ "تم اسے پہچانتی ہو نا؟"

"ہاں!" میں نے آہستہ سے کہا۔

برطانوی نژاد مجسٹریٹ نے کہا۔ "میں برٹش قانون داں ہوں لیکن اس وقت میں عالمی قانون کی بات کرتا ہوں ایسے لمحات میں جب کوئی کسی کی زندگی کی ضمانت نہ دے سکے۔ کوئی کسی کو قید رکھنے کا حق نہیں رکھتا۔ قیدیوں کو پہلے آزاد کیا جائے اس کے بعد ان سے دوسری گفتگو کی جائے۔"

"دوسرا چچا بھی ٹھیک کہتا ہے۔ بیڑیوں سے آزادی کے ساتھ ہمیں شریفانہ لباس بھی دیئے جائیں۔ حلیہ درست کرنے کی اجازت بھی دی جائے اس سے قبل ہم کچھ نہیں سنیں گے۔"

"یہ ناممکن ہے۔ نہ میں برٹش لاء کو مانتا ہوں نہ کسی عالمی قانون کو۔ میں انہیں آزادی نہیں دے سکتا۔" سونت گال نے مستحکم انداز میں کہا۔

"فرانسیسیوں نے انیس سو تینتالیس میں صرف جرمنی کے قانون کو مانا تھا اور آج تک وہاں کی عورتیں اس قانون سے محبت کرتی ہیں۔" سیگارو نے کہا۔

"میں تمہارے بدن کی کھال اتار دوں گا پرتگالی کتے۔ ورنہ اپنی زبان بند رکھو۔" سونت گال نے دانت پیس کر کہا اور سیگارو پھر ہنس پڑا۔

"ہمیں سزائے موت کے لئے الجزائر لے جایا جا رہا ہے وہاں جا کر ہمیں موت کا شکار ہونا پڑے گا۔ یہ موت ہمیں ڈی پارلو جہاز پر آ جائے یا کسی سیارے پر۔ ہمیں کیا فکر ہو سکتی ہے۔ فرنچ رنگروٹ ہمیں یہاں گولی مار دے یا کہیں اور لے جا کر۔ ہاں جہاز کے دوسرے مسافر بھی اس کے ہاتھوں موت قبول کرنے کو تیار ہیں تو دوسری بات ہے۔"

"لے چلو۔ انہیں قید خانے میں واپس لے چلو۔ بند کر دو سب کو۔ چلو۔" سونت گال نے اپنے ساتھیوں سے کہا اور وہ قیدیوں کو ہانکنے لگے۔ مجمع خاموش تھا کچھ دیر کے بعد وہ سب نگاہوں سے اوجھل ہو گئے۔ ہر شخص کسی اور کے کچھ بولنے کا منتظر تھا۔ اس میں پہل برٹش فوج کے ریٹائرڈ میجر ایلین روز نے کی۔

"فرانسیسی افسر نے اس وقت ڈی پارلو پر فرانسیسی قانون نافذ کر دیا ہے ہم اس قانون کو نہیں مانتے۔ ہم مختلف ملکوں کے باشندے ہیں ایک شخص کی ضد نے سارے جہاز کے مسافروں کی زندگی خطرے میں ڈال دی ہے۔ ہو سکتا ہے بحری قزاق ہم سب کی زندگی بچانے میں کامیاب ہو جائیں اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ ایک تجربے کار ملاح ہو گا۔"

"سونت گال بے جا ضد کر رہا ہے۔" زاغ نے نعرہ لگایا۔

"اسے قیدیوں کو آزادی دینا ہو گی۔"

"ورنہ ہم انہیں آزاد کرائیں گے۔"

"تو پھر دیر کیوں کی جا رہی ہے۔" زاغ نے کہا اور جہاز کے تمام مسافر شور مچانے

لگے۔

"سونت گال۔ ضد نہ کرو قیدیوں کو آزادی دو۔ سونت گال۔"

انکل ڈان ایرن زمرد کے ساتھ کسی طرف سے نکل کر ہمارے نزدیک آئے اور مجھ سے بولے۔ "روشنی۔ یہاں سے ہٹ جاؤ۔ ہنگامے کا خطرہ ہے۔ آؤ میرے ساتھ آؤ۔ آؤ بھئی۔" انہوں نے میرا ہاتھ پکڑ کر ایک طرف کھینچا۔

"اس قضیے کا فیصلہ تو دیکھنے دیں انکل۔ میں کیبن میں نہیں جاؤں گی۔" میں نے بازو چھڑاتے ہوئے کہا۔

"اوہ۔ کیبن میں کہاں لے جا رہا ہوں تمہیں۔ یہ جگہ غیر محفوظ ہے اس طرف آجاؤ۔" ڈان ایرن کے ساتھ ہم ایک محفوظ گوشے میں جا کر کھڑے ہو گئے۔ خالد وہیں رہ گیا انکل ڈان کی وجہ سے اس نے ہمارے ساتھ آنے کی کوشش نہیں کی تھی۔

"صورتِ حال بے حد سنگین ہو گئی ہے۔ فرانسیسی پولیس افسر ایک طرح سے درست کہہ رہا ہے۔ بحری قزاق شیطان صفت ہے نہ جانے اس کی آزادی دوسرے کون سے گل کھلائے۔"

"وہ بعد کی باتیں ہیں انکل۔ سمندر میں یہ جہاز کب تک ڈولتا رہ سکتا ہے۔ کوئی تحریک تو ہو۔" میں نے کہا۔ ڈان ایرن نے کوئی جواب نہیں دیا البتہ چند لمحات خاموش رہ کر وہ پھر بولا۔ "زاغ کو دیکھا؟"

"ہاں وہ سامنے آگیا ہے۔"

"اور اس نے ویلیبی کی حمایت کر کے خود کو اس کے سامنے کر لیا ہے یہ باعثِ تشویش ہے۔"

"کیوں انکل؟" مسٹر زمرد نے پوچھا۔

"دو شیطان یکجا ہو جائیں تو نہ جانے کیا ہو۔ زاغ نے چالاکی سے نمودار ہو کر اس وقت صورتِ حال اپنے قابو میں کرنے کی کوشش کی ہے۔" انکل ڈان خاموش ہو گیا۔ سونت گال اپنے ساتھیوں کے ساتھ واپس نکل آیا تھا۔ وہ کڑی نگاہوں سے شور مچانے والوں کو دیکھنے لگا۔ پھر وہ چیخ کر بولا۔

"خاموش ہو جاؤ۔ سنو میری بات سنو۔ پہلے میری بات سن لو۔ سنو خاموش ہو جاؤ۔ وہ خونخوار قاتل اور مکمل جرائم پیشہ انسان ہے اس کی آزادی خطرناک ہو سکتی ہے۔"

"ان حالات میں ہر خطرہ مول لیا جا سکتا ہے۔" پولڈ گراہم نے کہا۔

"مجھے چند گھنٹے درکار ہیں میں اس پر تشدد کر کے اسے جہاز کی درستگی کے لئے مجبور کروں گا۔" سونت گال بولا۔

"ہمیں سمندر میں لاوارث کھڑے کسی جہاز پر موجود لوگوں پر تشدد کا کوئی حق نہیں پہنچتا۔" زاغ نے کہا۔

"میں اس بارے میں کچھ نہیں سنوں گا۔ مجھے سختی پر مجبور مت کرو!" سونت گال غرایا۔

"تمہیں سختی کرنے کا بھی کوئی حق نہیں ہے۔ ہم فرانسیسی حکومت کے محکوم نہیں ہیں۔" مسافر بپھر گئے۔

"ہم خود قیدیوں کو آزاد کرائیں گے۔" ایک گروہ نے کہا اور سونت گال نے اپنا پستول نکال لیا۔ اس کے ساتھی بھی ہتھیار سنبھال کر کھڑے ہو گئے لیکن زندگی اور موت کی کشمکش سے اکتائے ہوئے اور ویران سمندر کے بیچوں بیچ کھڑے لوگ خوفزدہ نہ ہوئے بلکہ پورے جہاز میں بکھر کر انہوں نے لکڑیوں کے کندے۔ فولادی زنجیریں اور جو کچھ بھی ان کے ہاتھ آیا اٹھا لیا وہ خونی نگاہوں سے سونت گال کو دیکھ رہے تھے۔ ایلن روز نے آخری کوشش کے طور پر دونوں ہاتھ اٹھا کر کہا۔

"سونت گال۔ بے گناہ مسافروں کی زندگی سے کھیل کر تم دانشمندی کا ثبوت نہیں دے رہے۔ ان میں سے کتنوں کو ہلاک کرو گے۔ جو باقی بچیں گے وہ تمہیں مار ڈالیں گے کوئی فائدہ نہیں ہو گا اس سے 'موت تو ہر طرف سے ہماری سمت آرہی ہے تم اسے اور قریب نہ لاؤ۔"

سونت گال خاموشی سے تیار کھڑے نوجوانوں کو دیکھتا رہا۔ پھر اس نے اپنا پستول واپس پیٹی میں لگا لیا اور اپنے آدمیوں کو بھی ہتھیار استعمال نہ کرنے کا اشارہ کیا۔ پھر نفرت بھرے لہجے میں بولا۔ "جہنم میں جاؤ۔ جو کچھ کر رہے ہو اسے خود بھگتو گے۔" اس نے قید خانے کی لمبی لمبی چابیوں کا گچھا نکال کر پھینکا تو زاغ نے جھپٹا مار کر اسے لپک لیا۔ انکل ڈان آہستہ سے بولے۔

"اس کا منصوبہ مکمل ہے وہ اپنے پورے پورے نمبر بنانا چاہتا ہے ویسے تم لوگ میری بھی سن لو۔ اگر جہاز بچ بھی گیا تو الجزائر نہیں جاؤ گے۔"

"ہے؟" مسٹر زمرد حیرت سے بولیں۔

"صاف سی بات ہے جو کسی نے نہیں سوچی۔ کیا سیگارو اسے اپنے پھانسی گھر لے جائے گا۔ وہ الجزائر کا مجرم ہے اور وہاں اسے سزائے موت کے لئے لے جایا جارہا تھا۔"

"اوہ۔ ہاں یہ تو درست ہے لیکن انکل.......... پھر کیا ہوگا۔ یہ بات تو دوسروں کو بھی سوچنی چاہئے۔" ڈان ایرن نے کوئی جواب نہیں دیا۔ ہم نے زاغ کی آواز سنی۔

"چند جوانوں کو میرے ساتھ آنا چاہئے۔ ان کی خواہشوں کی تکمیل کرکے ہی ہم اس مشکل سے نجات حاصل کرسکتے ہیں۔"

کون تھا جو اس وقت قید خانوں کی جانب جانا پسند نہ کرتا۔ خالد زاغ کے بالکل قریب تھا۔ ہم وہیں انتظار کرتے رہے۔ کچھ ہی دیر کے بعد سیگارو اور اس کے ساتھی بیڑیوں سے آزاد سینہ تانے ہوئے باہر آگئے نوجوانوں کا ہجوم انہیں گھیرے ہوئے تھا۔ اس موقع پر سونٹ گال اور اس کے ساتھی وہاں سے ہٹ گئے تھے۔ سیگارو نے کہا۔

"ہمارے لئے فوراً خوراک' لباس اور شیو وغیرہ کرنے کا سامان فراہم کیا جائے۔" اس وقت سیگارو ہیرو بن گیا تھا اسے ہر چیز پیش کی جاسکتی تھی چنانچہ ہر شخص حسب استطاعت اس کی نازبرداری میں مصروف ہوگیا۔ وہ لوگ کیبنوں کی طرف چلے گئے تھے۔

"تم یہیں رکو گی بے بی!" ایرن نے پوچھا۔

"انکل میرا وہ کام کردیں۔" میں نے لجاجت سے کہا۔

"کیا؟"

"مجھے وہ جگہ دکھادیں جہاں تابوت رکھے ہوئے ہیں۔"

"چلو۔" ڈان ایرن نے کہا اور میں چل پڑی۔ مسٹر زمرد بھی خاموشی سے ہمارے ساتھ چل پڑی تھی۔ جس جگہ ڈان ایرن ہمیں لے کر پہنچا وہ جہاز کا سب سے پُراسرار گوشہ تھا۔ چاروں طرف بڑے بڑے کارٹن' فولادی صندوق اور دوسرا سامان جس پر ٹیگ لگے ہوئے تھے پڑا ہوا تھا۔ وہیں وہ دونوں تابوت بھی تھے۔ انہیں دیکھ کر میرا دل بند ہونے لگا۔ سو فیصد وہی تابوت تھے جو ہم نے ڈچ کاٹیج میں دیکھے تھے۔ کپڑے کی پٹیاں بھی وہی تھیں نہ جانے کیوں حلق میں گولا سا بن گیا۔ میں حسرت سے ان تابوتوں کو دیکھتی رہی پھر میری پیاسی آنکھوں نے وہ انسانی وجود تلاش کیا لیکن

وہ کہاں ہوسکتا تھا۔

"کیوں؟" ڈان ایرن نے پوچھا۔

"وہی ہیں۔" مسٹر زمرد بے اختیار بول پڑیں۔

"میرا بھی یہی خیال تھا لیکن ابو الفرزان کون تھا اور........ اور........"

اچانک ڈان ایرن کے چہرے کا رنگ بدلنے لگا۔ اس بات کو ہم دونوں نے محسوس کیا تھا۔ ڈان ایرن چند لمحے خاموش رہا۔ پھر اس کی پُراسرار آواز ابھری۔

"احمد کمال سعدی' میرے دوست اگر تم آس پاس موجود ہو تو مجھ سے رجوع کرو۔ یہاں کوئی اجنبی نہیں ہے۔ تمہارا ہر راز راز رہے گا۔ ان حالات میں مجھے تمہاری مزید ہدایت کی ضرورت ہے۔ میں بعض فیصلے کرنے سے قاصر ہوں۔" یہ پُراسرار الفاظ بڑے سنسنی خیز تھے۔ ان کی ادائیگی کے بعد پروفیسر ایرن خاموش ہوکر انتظار کرتا رہا۔ پھر اس نے دوبارہ کہا۔ "اور اگر اس وقت یہ مناسب نہ سمجھو تو کسی بھی وقت۔ میں تمہارا انتظار کروں گا۔ آؤ بے بی چلیں۔"

"میں۔ میں کچھ دیر یہاں رکنا چاہتی ہوں انکل۔ تنہا بالکل تنہا۔" میں نے آہستہ سے کہا۔

"نہیں یہ مناسب نہیں ہوگا۔"

"میں یہاں رکوں گی انکل۔"

"بالکل نہیں بے بی۔ میں کسی طور اس کی اجازت نہیں دوں گا مجھے یقین ہے تم مجھ سے تعاون کروگی۔" انکل ایرن نے سخت لہجے میں کہا اور میں خشک ہونٹوں پر زبان پھیر کر خاموش ہوگئی پھر ہم وہاں سے نکل آئے۔ ایلن روز کے متعین کردہ افراد خوراک تقسیم کررہے تھے۔ خالد ہمیں تلاش کرتا پھر رہا تھا۔ اس نے ہمارے قریب آکر کہا۔ "آپ لوگوں کا کھانا میں نے آپ کے کیبن میں پہنچادیا ہے گرم ہے بعد میں خراب ہوجائے گا۔"

"شکریہ نوجوان۔ آؤ بے بی۔" انکل ڈان نے آگے قدم بڑھادیئے۔ ہمیں بھی ان کے ساتھ جانا پڑا تھا کھانے سے فراغت کے بعد ایرن چلا گیا۔ کیبن میں مسٹر زمرد اور میں رہ گئے تھے۔ مسٹر زمرد نے کہا۔ "کچھ دیر آرام کرلیں۔"

"مسٹر' آپ یہ بتائیے کہ کیا ہمیں اپنی زندگی کا یقین ہے۔ کیا تاحدِ نگاہ بکھرا ہوا سمندر بالآخر ہمیں نگل نہیں لے گا۔ ہم یہیں اسی جہاز میں مرجائیں گے مسٹر' اب اور

کچھ نہیں ہو سکتا۔ بس میں مایوس ہو گئی ہوں زندگی سے۔ سسٹر میں مرنے سے قبل اپنے بارے میں جاننا چاہتی ہوں۔ خواہ یہ کیسے بھی ہو۔ چاہے......... چاہے یہ بات مجھے زاغ ہی کیوں نہ بتائے۔"

"زاغ؟" سسٹر دہشت سے بولیں۔

"ہاں وہی مکروہ انسان۔ کوئی تو مجھے میرے بارے میں بتائے۔ میں تو اس سے بھی رجوع کرنا چاہتی ہوں۔"

"یہ تمہاری زیادتی ہوگی روشنی۔" سسٹر زمرد نے سنجیدگی سے کہا۔

"کیوں سسٹر آخر کیوں؟"

"ذرا ماضی کے واقعات پر نگاہ ڈال لو تو تمہیں اندازہ ہوگا کہ زاغ کا کردار مسلسل مجرمانہ رہا ہے۔ وہ چوروں کی طرح معلومات حاصل کرنے کی کوشش کرتا رہا ہے۔ مسٹر خلازی کے ساتھ اس نے جو کچھ کیا تمہارے علم میں ہے پھر میرے لئے باپ جیسی شخصیت اس کے ہاتھوں موت کے گڑھے میں جا پڑی اس کے بعد انکل ڈان ایرن نے ہمارا ساتھ دیا۔

"میں بھی تو تمہاری بہتری کے لئے اپنی پُر عیش زندگی چھوڑ کر اس پانی کے جہنم میں موت و زیست کی کشمکش میں مبتلا ہوں۔ ہم سب یہ سب کچھ کیوں کر رہے ہیں۔ تمہارے لئے نا۔ زاغ کے بارے میں تم جانتی ہو اس کا ایک ہی مقصد ہے تمہاری آڑ میں سعدی صاحب تک پہنچنا۔ اگر اسے سب کچھ معلوم ہو گیا تو نہ جانے کیا ہو۔ خالد اسی کا آلۂ کار ہے کیا تم چاہتی ہو کہ وہ ہو جائے جو سعدی صاحب نہیں چاہتے۔"

"ابو؟" میرے حلق سے سسکی سی نکلی۔

"وہ اگر چاہتے تو تمہیں زاغ سے رجوع کرنے کے لئے بھی کہہ سکتے تھے۔ تمہیں پرتگال کیوں بھیجا انہوں نے۔"

"مگر سسٹر۔ سسٹر میری قوتِ برداشت کہاں تک میرا ساتھ دے۔" میں نے رندھی ہوئی آواز میں کہا۔

"معاف کرنا روشنی، میں جو ایک غیر متعلق شخصیت ہوں جس کا ان واقعات سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ سب کچھ برداشت کر رہی ہوں۔ انکل ڈان ایرن جو صرف دوستی نبھا رہے ہیں، سب کچھ برداشت کر رہے ہیں تو تم...... یہ سب کچھ تم سے ہی متعلق ہے۔"

سسٹر کی باتوں پر میں نے غور کیا۔ سچ کہہ رہی تھیں۔ پھر میں آہستہ سے بولی۔

"سوری سسٹر سوری۔"

"ہم خالد پر بالکل بھروسہ نہیں کر سکتے۔ میں نے تمہیں بس اتنا نرم ہونے کو کہا تھا جتنا ضروری ہے اور جتنا ہمارے کام آ رہا ہے۔ اس سے زیادہ کسی بھی شکل میں اسے بتانا خطرناک ہوگا! کیا تم نے اسے تابوتوں کی کہانی سنا دی ہے۔"

"نہیں۔ بالکل نہیں۔ بس وہی بتایا تھا جو آپ کے سامنے بتایا تھا۔"

"اس نے تفصیل نہیں پوچھی؟"

"موقع نہیں ملا کیونکہ ہم تہہ خانوں تک نہیں جا سکے تھے۔"

"یہ اچھا ہی ہوا۔ اسے بالکل کچھ نہیں بتانا۔"

"ایک بات میرے دل میں بری طرح چبھ رہی ہے سسٹر۔ اسے پوچھوں؟"

"ضرور پوچھو۔"

"کیا اس دوسرے تابوت میں میری ماں ہو سکتی ہے؟ وہاں بھی ایک جیسے دو تابوت تھے۔ ایک کھلا تھا اور دوسرا بند رہا تھا کھلے ہوئے تابوت کی کہانی تمہیں معلوم ہے مگر اب دونوں تابوت کھلے ہوئے ہیں۔"

سسٹر زمرد اس سوال کا کوئی جواب نہیں دے سکیں۔ دیر تک خاموش رہنے کے بعد انہوں نے کہا۔ "اتنا ہی کہوں گی روشنی کہ وقت کا انتظار کرو۔ وقت خود مناسب انکشاف کردے گا۔ یہ ہوشربا واقعات انسانی عقل سے بعید ہیں۔ بھلا ان پر کیا روشنی ڈالی جا سکتی ہے۔"

☆------☆------☆

شام چار بجے ہم پھر باہر نکل آئے۔ کیبن میں کتنا وقت گزارا جا سکتا تھا۔ نہ خالد نظر آیا' نہ ڈان ایرن' لیکن سسٹر زمرد نے ایک اور شخص کو روک کر پوچھا۔

"کیا سیگارو نے کوئی جواب نہیں دیا۔"

"شام پانچ بجے وہ جہاز کے لوگوں سے میٹنگ کرے گا۔ ابھی آرام کر رہا ہے۔" اس شخص نے جواب دیا۔ ہم لوگ جہاز پر مٹر گشت کرتے رہے۔ ایلن روز نے خاصے بہتر انتظامات کردیئے تھے۔ عرشہ صاف وشفاف تھا طوفان سے ہونے والی ٹوٹ پھوٹ درست کردی گئی تھیں پھر ہمیں وہ جگہ معلوم ہوگئی جہاں سیگارو میٹنگ کرنے والا تھا۔ ہم نے پہلے سے ایک بہتر جگہ قبضے میں کرلی۔ کیبن خالی ہونے لگے اور پانچ بجے ڈان

سیگارو اپنے ساتھیوں کے ساتھ وہاں آگیا۔ سیگارو کوئی پچاس سال کی عمر کا ہوگا۔ حلیہ درست کرنے کے بعد یہ لوگ اور خوفناک نظر آنے لگے تھے۔ ان کے سر کے بال بہت لمبے اور شانوں پر بکھرے ہوئے تھے۔ ٹھوڑیاں صاف کرلی گئی تھیں لیکن پرتگال کے مخصوص انداز گل مجھے سب کے چہروں پر نظر آرہے تھے۔ اس نے کہا۔

"میں چاہتا ہوں کہ جس مقصد کے تحت مجھے آزادی دی گئی ہے اسے بیان کرنے کے لئے آپ لوگ ایک نمائندہ منتخب کرلیں۔ وہ مجھے تفصیل بتائے اگر وہ چاہے تو مشورہ کے لئے کچھ لوگوں کو ساتھ رکھ سکتا ہے۔"

مسٹر ایلن روز کو اس سے بات کرنے کے لئے منتخب کیا گیا۔ پولڈ گراہم، ست پرکاش اور دو اور عمر رسیدہ افراد مشیروں کی حیثیت سے ان کے ساتھی بنے۔ اچانک مسٹر زمرد نے میرا شانہ دبا کر کہا۔

"روشنی۔ وہ دیکھو۔" میں نے زمرد کے اشارے پر دیکھا تو زاغ نظر آیا لیکن اس وقت پہلی بار میں نے منحوس پرندے کو اس کے شانے پر بیٹھے ہوئے دیکھا۔ شلاشلائی بے حد خوفناک شکل کا مالک تھا اس کی نوکیلی لمبی چونچ کسی خنجر کی مانند تھی۔ بہت سے لوگ اس کی طرف متوجہ تھے۔ پھر شاید سیگارو نے بھی اسے دیکھ لیا۔ وہ زور سے چیخا۔

"مقدس چچا۔ کیا تم میرے مشیر کی حیثیت سے میرا ساتھ دوگے؟"

"بے فکر رہو بھتیجے۔ میں یہیں سے تمہارے مفادات کی نگرانی کررہا ہوں۔"

زاغ نے بھی چیخ کر جواب دیا اور سیگارو نے قہقہہ لگا کر کہا۔

"ٹھیک ہے اپوزیشن سے ہوشیار رہنا۔"

ایلن روز نے کہا........ "الجزائر کی طرف سفر کرتے ہوئے ڈی پارلو جس حادثے کا شکار ہوا ہے تمہیں اس کا علم ہے سیگارو، جہاز کے انجن خراب ہوگئے ہیں، انجینئر حادثے کا شکار ہوکر مرچکے ہیں، کپتان اولیارو بھی حادثے کا شکار ہوگیا ہے اور دوسرے ذمے دار کشتیاں لے کر فرار ہوگئے ہیں۔ اس وقت جہاز سمندر میں لاوارث ہے چونکہ تمہیں بہترین جہاز راں ہونے کا فخر حاصل ہے اس لئے جہاز کے سینکڑوں مسافروں کو تمہاری مدد کی ضرورت ہے۔"

"معزز بزرگ۔ میں سب کی مدد کرنے کے لئے خوشی سے تیار ہوں لیکن سمندر کے قانون کے مطابق، اور تم میں سے کسی کو سمندروں کا بین الاقوامی قانون یقیناً

علوم ہوگا۔ اگر نہیں معلوم تو عمر رسیدہ خلاصیوں سے پوچھو یا قانون کے کسی ماہر سے واقعی قانون داں ہو۔"

"اپنی بات کی خود ہی وضاحت کردو..........!" ایلن روز نے کہا۔

"دنیا بھر کی جہاز راں کمپنیوں اور ممالک نے اس قانون پر دستخط کئے ہیں کہ کھلے سندر میں اگر کوئی جہاز کپتان کے کنٹرول میں نہ رہے اور وہ سفر جاری رکھنے سے بے کا اظہار کردے تو ہر وہ شخص جو جہاز کو بچالینے کا دعویٰ کرے اور اسے بچالے اس از اور اس پر موجود سارے ساز و سامان کا مالک بن جاتا ہے۔ اس پر موجود ہر شے ں کی ملکیت ہوتی ہے۔ اس ملکیت کو چیلنج نہیں کیا جاسکتا۔ اگر یہ سمندری قانون آپ وں کو منظور ہو تو میں پورے خلوص سے ان زندگیوں کو بچانے کے لئے کوشش رسکتا ہوں۔"

مسافر سناٹے میں رہ گئے تھے۔ ایک لمحے میں انہیں اپنے قیمتی ساز و سامان کے رے کی ملکیت میں چلے جانے کا احساس ہوا تھا۔ ست پرکاش نے پولڈ گراہم سے ا۔

"ہاں یہ سمندروں کا بین الاقوامی قانون ہے۔"

"میں جانتا ہوں۔" پولڈ گراہم بولا۔

"اور وہ کوئی نیک دل انسان نہیں سمندری لٹیرا ہے۔ اس سے کسی نیکی کی توقع قت کے سوا کچھ نہیں ہوگی۔"

"مسافروں کو اس کا فیصلہ خود کرنا ہوگا..........!"

ایلن روز بھی بالکل اسی انداز میں سوچ رہا تھا۔ اس نے کہا۔ "یہ سمندر کا ون ہے یا نہیں۔ میں نہیں جانتا لیکن ایک شخص جو اس وقت متوقع سمندری موت ٹالنے کی اہلیت رکھتا ہے۔ یہ قیمت دینے یا نہ دینے کا فیصلہ آپ کو کرنا ہے۔"

"میں اپنے خاندان کو بچانے کے لئے اپنا سب کچھ دینے کو تیار ہوں۔" ایک معمر ں نے کہا پھر بہت سے اس کے ہم آواز ہوگئے پھر چاروں طرف سے آمادگی کا اظہار نے لگا پھر شاید کوئی ایسا نہ رہا جو زندگی خریدنے کے لئے تیار نہ ہو۔ سیگارو نے کہا۔

"سب خاموش ہوجائیں اور وہ شخص بولے جسے اس بات پر اعتراض ہو۔" کوئی ں بولا تھا۔ چالاک لٹیرا مسکرایا اور بولا۔ "یہ شرط مکمل ہوگئی ڈی پارلو میری ملکیت ار پایا۔ اب دوسری بات۔ اول تو میں جہاز کا کپتان قرار پایا دوم اس کا مالک۔ اب

اس پر موجود ہر شے میری ملکیت ہے اور اس پر صرف میرا تصرف ہے۔ کپتان کا حکم جہاز پر ایک حکمراں کا حکم ہوتا ہے اور یہ حکم ماننا ہر ایک پر فرض۔ آپ لوگ میرا حکم مانیں گے؟"

"کیوں نہیں سیگارو۔" ایلن نے کہا۔

"تو پھر سب سے پہلے جہاز پر جتنے آتشیں اور غیر آتشیں ہتھیار ہیں وہ میرے حوالے کردیئے جائیں۔ ان میں فرانسیسی سپاہیوں کے ہتھیار بھی شامل ہیں۔" سیگارو بولا اور سونت گال بگڑ گیا۔

"یہ بکواس ہے۔ میں ایسا کبھی نہیں کروں گا۔"

"میں بھی احمق نہیں ہوں بوڑھے کانسٹیبل۔ ابھی یہ سب کچھ زبانی ہے نہ میں نے جہاز کے انجن دیکھے اور نہ کپتان کا لباس پہنا۔ تم دوبارہ مجھے بیڑیاں لگا سکتے ہو۔ ہم تعرض نہیں کریں گے لیکن پھر کیا کروگے۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہ مجھے اس جہاز پر پھانسی دے دو۔ ایسا کرلو.......... اگر تمہیں یہ اختیار دے دیا جائے..........!"

عقب سے زاغ نے چیخ کر کہا.......... "فرانسیسی افسر مسلسل ڈی پارلو پر فرانس کا قانون لاگو کرنے کی کوششوں میں مصروف ہے اگر یہ سینکڑوں انسانوں کی زندگی خطرے میں ڈالنے پر آمادہ ہے تو اس پر حملہ کرو اور اسے مفلوج کردو ہم اسے دوسروں کی زندگی سے کھیلنے کی اجازت نہیں دے سکتے۔"

غالباً سونت گال نے اپنا پستول نکالا تھا میں صحیح طریقے سے نہیں دیکھ سکی لیکن میرے ساتھ بیشتر انسانوں نے کالے باز کو برق کی طرح کوندتے دیکھا وہ غوطہ مار کر سونت گال پر جاپڑا تھا اور اس نے اپنی مڑی ہوئی چونچ سونت گال کی آنکھ میں ڈال دی تھی اور سونت گال کی ہیبت ناک چیخیں گونج اٹھی تھیں۔ وہ پستول کا لاک بھی نہیں کھول سکا اور اسے پھینک کر کالے پرندے کو خود پر سے ہٹانے کے لئے کوشاں ہوگیا تھا۔ باز زیادہ دیر اس پر نہ ٹکا اور خود ہی بلند ہوگیا لیکن سونت گال کی آنکھ کی جگہ اب ایک خون اگلتا ہوا غار نظر آرہا تھا۔ کمزور دل عورتیں چیخیں مارنے لگیں۔ سونت گال زمین پر گر کر بری طرح تڑپنے لگا۔ افراتفری پھیل گئی۔ پُراسرار پرندہ اب فضا میں پرواز کرتا ہوا گزرا تھا ان کے لباس پر خون کے قطرے ٹپکے تھے۔ گویا سونت گال کی آنکھ اس کی چونچ میں دبی ہوئی تھی۔

ایک لمحے کے لئے سیگارو بھی ششدر نظر آیا تھا۔ پھر وہ غور سے زاغ کو دیکھتا رہا

تا۔ اس کے بعد وہ گرجدار آواز میں بولا۔ "میں کسی کو اس شخص کی عیادت کے لئے زت نہیں دے سکتا۔ فیصلہ کرو.......... اور عمل کرو.......... وہ نوجوان جو مجھے اختیار دے کر اس کام کے لئے اجازت دینا چاہتے ہیں فوراً عمل کریں۔ پہلے مرحلے کے ور پر سارے ہتھیار ایک جگہ جمع کردیئے جائیں اس کے بعد میں اپنے کام کا آغاز کروں گا۔"

سمندر کے قیدی سیگارو کو ناخدا مان چکے تھے۔ وہ سب سونت گال کے ساتھیوں پر ٹوٹ پڑے۔ پورے جہاز پر یہی لوگ ہتھیاروں سے مسلح تھے چشم زدن میں ان کے ہتھیار چھین لئے گئے۔ میں نے اور سسٹر نے خالد کو بھی انہی لوگوں کے ساتھ مصروف دیکھا تھا۔ البتہ ڈان ایرن کو بھی ہم نے دیکھا جو تین افراد کے ساتھ سونت گال کو اٹھا کر جہاز کے ہسپتال کی طرف لے گئے تھے یہ تینوں افراد ڈاکٹر تھے۔

مجمع تقریباً منتشر ہوگیا تھا۔ جہاز پر اب ڈان اوٹرویلیی سیگارو کی حکومت قائم ہوگئی تھی۔ حالات بتا رہے تھے کہ چند انتہا پسندوں کے علاوہ کوئی بھی اس کا مخالف نہیں رہا ہے۔ سسٹر زمرد نے آہستہ سے کہا۔ "اسے دیکھو۔ زاغ کا ہرکارہ کس طرح سیگارو کے لئے سرگرم عمل ہے!" اشارہ خالد کی طرف تھا۔ میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ البتہ تھکے تھکے لہجے میں بولی۔

"کیبن میں واپس چلئے سسٹر۔ تھک گئی ہوں۔" سسٹر میرے ساتھ چل پڑیں۔ کیبن میں داخل ہو کر میں اپنے بستر پر گر پڑی۔ زمرد بھی ایک گوشے میں پڑے اسٹول پر بیٹھ گئیں۔ ان کی نگاہیں میرا جائزہ لے رہی تھیں پھر وہ آہستہ سے اپنی جگہ سے اٹھیں اور میرے قریب آکر بیٹھ گئیں انہوں نے محبت سے میرے بالوں میں انگلیاں ڈال دیں۔

"وہی زندگی اپنائے رہتیں تو کیا حرج تھا۔ کتنی پریشان ہو چہرہ مرجھا کر رہ گیا ہے۔"

"بہت عجیب لگتا ہے سسٹر، کاش بس اتنا پتہ چلتا کہ ماں باپ مرچکے ہیں۔ کسی نے بونہ کہا۔"

"پُرعیش زندگی تھی۔"

"نہیں سسٹر..........!"

"کیوں..........؟"

"اتنی یکسانیت تھی کہ اعصاب چٹخنے لگے تھے۔ ملازم، کوٹھی اور بس۔ نہ کوئی دوست نہ شناسا، تنہا......... بالکل تنہا........."

"خود کو سنبھالے رکھو۔ یہ سب کچھ ہماری استطاعت سے زیادہ ہے لیکن اس وقت تو بے شمار افراد اسی کیفیت کا شکار ہیں۔ انہیں دیکھ کر ڈھارس ہوتی ہے۔ چھوٹے چھوٹے بچے بھی ہیں۔"

"خدا کی قسم سسٹر، یوں لگتا ہے جیسے یہ سب کچھ صرف میری وجہ سے ہوا ہے اتنے سارے لوگ صرف میری وجہ سے اس عذاب کا شکار ہوئے ہیں۔"

"نہیں......... یہ صرف تمہارا احساس ہے۔"

"آپ سے سخت شرمندہ ہوں سسٹر، کاش آپ سے اپنے ساتھ رہنے کی ضد نہ کرتی۔"

"اب اس خیال کو دل سے نکال دو۔ ہم سب تقدیر کے محکوم ہیں۔ یہ سب کچھ میرے لئے بھی تھا۔ یوں نہ ہوتا تو کسی اور طرح ہوتا۔ مجھے اب کوئی احساس نہیں ہے تم خود کو بالکل مجرم تصور نہ کرو.........!" خاموشی کے سوا اور کیا چارہ کار تھا۔

رات کو بہت سی باتیں سوچتی رہی، یہ سب کچھ جو شروع ہوا تھا اس کے بارے میں مجھے یہ علم نہیں تھا کہ اس کا اختتام کہاں ہوگا۔ پرتگال آگئی تھی، ڈان ایرن نے کہا تھا کہ الجزائر میں کسی ثالث ظاہری سے ملاقات ہوگی اس کے بعد کیا ہوگا اس کا کوئی علم نہیں تھا، بس کٹی پتنگ کی طرح ڈولتی پھر رہی تھی اور اب یہ لحات آگئے تھے، واقعی جذبات انسان کو نہ جانے کس کس طرح منتشر کر دیتے ہیں، بے شمار ایسے افراد ہوں گے جو بن ماں باپ کے ہوں، زندگی کے وسائل سے بھی محروم ہوں لیکن زندگی گزار رہے ہوں۔ میں بھی اگر اپنی ان تنہائیوں کو دوسری شکل دے لیتی تو کوئی مسئلہ ہی نہیں ہوتا۔ کوئی کمی بھی نہیں تھی زندگی میں۔ ہر ضرورت پوری ہو جاتی تھی لیکن بس کیا کہتی اپنے آپ کو۔ کیا کہتی ان حالات کو۔ ذہن پر منوں بوجھ آپڑا تھا۔ سسٹر زمرد نیم غنودہ تھیں، میں نے بھی آنکھیں بند کر لیں اور پوری یکسوئی سے سونے کی کوششوں میں مصروف ہو گئی تھی جس میں مجھے کامیابی حاصل ہو گئی تھی......... گزرنے والا رات کے بعد پھر وہی صبح اور صبح کے ساتھ ساتھ ایک انوکھے ماحول ایک اجنبی کیفیت کا وہی انداز......... ظاہر ہے کیبنوں میں وقت نہیں گزارا جا سکتا تھا، پڑے پڑے طبیعت اوبھ جاتی تھی، سسٹر زمرد بھی میری ہی طرح الجھنوں کا شکار تھیں۔ ہم دونوں

ایک دوسرے کو بہلانے کی کوشش کرتے تھے، لیکن اندر سے بالکل مختلف تھے۔ باہر البتہ ماحول کچھ بدلا بدلا محسوس ہوا۔ تمام کیبن آباد ہو گئے تھے، جبکہ اس دوران لوگ زیادہ تر عرشے پر ہی نظر آیا کرتے تھے لیکن ایک ہی رات میں کچھ باقاعدگی پیدا ہو گئی تھی، غالباً اس لئے کہ لوگوں کو زندگی کی امید بندھ گئی تھی، کوئی خاص معلومات نہیں حاصل ہو سکیں، کچھ لوگ عرشے کی صفائی میں مصروف تھے یہ سب کے سب خلاصی نہیں تھے بلکہ جہاز کے مسافر تھے۔

دور سے انکل ڈان ایرن آتے ہوئے نظر آئے ہمارے قریب پہنچ گئے۔ میں نے مسکرا کر کہا۔

"یوں لگتا ہے انکل جیسے آپ نے اپنے کیبن میں رہنا چھوڑ دیا ہو........."

ڈان انکل کے ہونٹوں پر مدھم سی مسکراہٹ پھیل گئی۔ کہنے لگے.........

"ہاں ذمہ داریاں ایک جگہ قدم نہیں ٹکانے دیتیں۔ میں جہاز کے پورے ماحول سے واقفیت حاصل کرتا رہتا ہوں۔"

"سونٹ گال کا کیا ہوا انکل.........؟"

"بے چارہ ایک آنکھ سے محروم ہو گیا ہے، شدید تکلیف کا شکار ہے مشکل ہی سے بچے گا کیونکہ جہاز پر اب اتنے آلات موجود نہیں ہیں کہ اس کے زخموں کا علاج ہو سکے۔ ڈاکٹروں کو جو کچھ حاصل ہو سکا ہے اس سے اس کا علاج کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔"

"کوئی مداخلت تو نہیں ہے انکل.........؟" میں نے سوال کیا اور ڈان ایرن نے تعریفی نگاہوں سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

"اچھا سوچتی ہو، نہیں کوئی مداخلت نہیں کی گئی اس کے علاج کے سلسلے میں۔ ویسے بڑے عجیب انداز میں اس نے کام شروع کیا ہے۔ دیکھنے میں ایک خونخوار وحشی نظر آتا ہے، لیکن بات صرف یہ نہیں ہے وہ ایک منتظم اور حکمران قسم کا انسان ہے بہت ہی ذہانت سے اس نے احکامات نافذ کئے ہیں اور پھر سب سے بڑی بات یہ ہے کہ جہاز کے تقریباً تمام ہی نوجوان مسافر اس سے بھرپور تعاون کر رہے ہیں اسے اپنے کاموں میں کوئی دقت نہیں ہو رہی۔ وہ دیکھو وہاں ناشتے کا بندوبست کیا گیا ہے احکامات کے مطابق ناشتہ یا کھانا اب کیبنوں میں نہیں پہنچایا جائے گا......... بلکہ یہاں آکر ہر شخص اپنے لئے کھانا حاصل کر سکتا ہے اور کھا سکتا ہے۔ اسی طرح اس نے حکم دیا ہے

کہ جو جہاں ہے اور جس جگہ ہے وہاں اپنے اپنے حصے کی صفائی ستھرائی کرنی ہوگی ایسے ہی احکامات اس کی جانب سے نافذ کئے گئے ہیں اور اب وہ پُراطمینان انداز میں جہاز کے انجن روم میں موجود ہے پورے جہاز میں اسلحہ نام کی جو بھی چیز ملی ہے اسے کپتان کے کیبن میں مقفل کرکے اس نے اپنے دو آدمیوں کی نگرانی وہاں لگادی ہے' اس سلسلے میں اس نے کسی دوسرے پر اعتبار نہیں کیا اس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ وہ کس پائے کا آدمی ہے۔"

"زاغ کھل کر سامنے آگیا ہے انکل ایرن!"

"زاغ۔" ڈان ایرن نے ہونٹ بھینچ کر گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ "میں اس شخص کو بہت پہلے سے نہیں جانتا تھا۔ میرا مطلب ہے میرا اس کا شعبہ یکساں ہے' لیکن کبھی اس سے ایسے ملاقات نہیں ہوئی لیکن مجھے احساس ہو رہا ہے کہ بے حد شاطر اور کچھ عجیب سا انسان ہے' ہم اسے صرف آثار قدیمہ کا ایک ماہر یا مصریات پر اتھارٹی نہیں کہہ سکتے اس کی ذات میں کچھ ایسی انوکھی قوتیں پوشیدہ ہیں جو ناقابلِ یقین سی ہیں میرا خیال ہے ابتدا ہی میں اس نے یہ بھانپ لیا تھا کہ ڈان سیگارو جہاز پر برتری حاصل کرلے گا۔ چنانچہ وہ اپنے عمل سے ڈان سیگارو کی توجہ حاصل کرنے میں کامیاب ہوگیا۔ خصوصاً اس کالے پرندے کا وہ عمل ڈان سیگارو جیسے لوگوں کو متوجہ کرنے کے لئے بہت اہم تھا اور اب کیفیت یہ ہے کہ زاغ ڈان سیگارو کی ناک کا بال بنا ہوا ہے۔"

ڈان ایرن مسکرانے لگا پھر بولا.......... "بہرحال ہمیں پورے اعتماد کے ساتھ حالات کا انتظار کرنا ہوگا۔" جہاز کے اصولوں کے مطابق ہم نے پہلے اپنے لئے ناشتہ حاصل کیا اور ناشتے سے فارغ ہوکر اپنے کیبن کی طرف چل پڑے۔ کیبن کی صفائی کی خیرسگالی کے طور پر سوچا کہ انکل ایرن کے کیبن کی صفائی بھی کردی جائے لیکن وہاں ڈان ایرن خود مصروف ملا۔ تقریباً صفائی مکمل کرچکا تھا۔ ہمیں دیکھ کر مسکرایا اور بولا۔

"اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ مصروفیت بہت سے وسوسوں سے آزاد کردیتی ہے۔ تم لوگ بھی مصروف رہ کر خود کو بہلا سکتی ہو۔"

"اب کیا کریں انکل۔ آپ نے اپنا کیبن تو خود ہی صاف کرلیا۔"

"کام بہت سے ہیں۔ اگر کوئی کام نہ ہو تو جہاز کے ہسپتال میں جاکر نرسنگ کرو۔ سب سے عمدہ کام ہے۔" یہ مشورہ بہت عمدہ تھا۔ ڈان ایرن نے ہمیں خود اسپتال پہنچایا اور ہم اسے دیکھ کر حیران رہ گئے۔ سولہ بستر تھے یہاں اور سب کے سب بھرے

ہوئے تھے۔ کوئی شدید بخار میں مبتلا ہذیان بک رہا تھا کوئی زخموں سے کراہ رہا تھا۔ کچھ طوفان کے زخمی تھے اور طوفان کے بعد پیدا ہونے والے بحران کے زخمی..........! سونت گال بھی ایک بستر پر بے ہوش پڑا ہوا تھا۔ یہی شکر تھا کہ سیگارو نے اس کے لئے کوئی انتقامی طرز عمل نہیں اختیار کیا تھا۔ ڈاکٹروں کو اس کا علاج کرنے کی کھلی آزادی تھی۔ وہ زیادہ تر اسی پر مصروف تھے۔ دوپہر کو خالد ہمیں تلاش کرتا ہوا آگیا۔

"دو گھنٹے مسلسل تلاش کیا ہے تمہیں۔ انتہائی مجبور ہوکر ڈان ایرن سے پوچھنا پڑا۔ تب پتہ چلا کہ تم یہاں ہو۔ ویسے اچھا مشغلہ ہے جاری رکھو.........."

"تم کیا کررہے ہو..........؟" میں نے طنز سے مسکرا کر پوچھا۔

"بہت سے کام ہیں۔ ویسے مجھے پروفیسر زاغ کی وجہ سے خاص آدمی سمجھا جانے لگا ہے۔"

"خاص آدمی تو تم ہو۔" میں نے بدستور اسی انداز میں کہا اور خالد شیخ ہنس پڑا۔ پھر وہ سسٹر زمرد سے بولا۔

"روشنی نے اس دوران بہت کچھ سیکھا ہے خاتون زمرد۔ دنیاداری دنیا سازی۔ مجھ سے نفرت کے باوجود میرے ساتھ گفتگو میں تھوڑی سی لچک' اور میں یہ محسوس کرتا رہا ہوں لیکن خاتون زمرد آپ گواہ رہیں جو کچھ میں کہہ رہا ہوں۔ اگر کوئی وقت آئے اور میں روشنی پر زندگی قربان کردوں تو انہیں ضرور یاد دلادیں کہ یہ میں نے کہا تھا اور خاتون زمرد.......... اس کے لئے میں جس رنگ میں نظر آؤں۔ جس کے ساتھ نظر آؤں وہ میری مجبوری ہوگی۔"

میں نے یا سسٹر زمرد نے کوئی جواب نہیں دیا۔ کچھ دیر کے بعد خالد بولا۔

"سیگارو کے ساتھ بہترین انجینئر ہیں۔ انجن درست ہوجائیں گے لیکن کمپاس ٹوٹ گئے ہیں اور سیگارو کا خیال ہے کہ طوفانی لہریں جہاز کو عام سمندری روٹ سے دور ہٹا لائی ہیں۔ کمپاس کی غیر موجودگی میں جہاز اپنی مرضی کے روٹ پر نہیں ڈالا جاسکتا۔ اس کا حل یہ ہوا کہ سمندر میں آگے بڑھتے ہوئے کسی اور جہاز کو تلاش کیا جائے گا اگر ایسا ہوگیا تو کام بن جائے گا۔"

"اور نہ ہوا تو..........!" زمرد نے سوال کیا۔

"نہیں خاتون.......... ایسا ضرور ہوجائے گا۔ اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ سینکڑوں مسافروں کو لے کر سفر کرنے والے اس جہاز میں ایمرجنسی کے لئے

خوراک اور ایندھن کے محفوظ ذخائر اطمینان بخش ہیں۔ اس لئے کچھ وقت بے شک لگ جائے گا لیکن کچھ نہ کچھ ضرور ہو جائے گا۔"

دن گزر گیا۔ کوئی قابل ذکر واقعہ نہیں پیش آیا۔ مغرب کا وقت ہوا تھا۔ اچانک جہاز میں تھرتھراہٹ پیدا ہوئی اور ہلکی ہلکی آوازیں بلند ہونے لگیں۔ مختلف مشاغل میں مصروف مسافر چونک کر ساکت ہو گئے۔ سب اسی تبدیلی کے بارے میں جاننا چاہتے تھے پھر چند نوجوان خوشی سے ناچتے ہوئے اوپر آ گئے وہ چیخ رہے تھے۔

"انجن درست ہو گئے۔ جہاز روانگی کے قابل ہو گیا۔ کیپٹن ڈان اوٹرویلیی سیگارو نے سینکڑوں انسانوں کی زندگی بچالی ہے آپ سب کو مبارک ہو۔"

خوشیوں سے ابھرتی ہوئی قلقاریاں' چہروں پر لوٹ آنے والی زندگی ہر طرف بکھر گئی۔ عرشہ پر جگہ جگہ رقص ہونے لگا۔ ہم دونوں بھی دل میں ابھرنے والی خوشی سے دور نہیں رہ سکتے تھے۔ ڈان سیگارو کی طرف سے کارکنوں کے لئے نئے احکامات صادر ہوئے جن کے تحت ہوا بان اور جہاز کے بیرونی حصے درست کئے جانے لگے۔ یہ کام جہاز کے اصل خلاصی کر رہے تھے اور نوجوان ان کی معاونت کر رہے تھے۔ رات تک یہ ہنگامے جاری رہے۔ ڈنر کے بعد اعلان ہوا کہ کپتان سیگارو جہاز کی درستگی سے مطمئن ہو گیا ہے اور کسی بھی وقت وہ لنگر اٹھانے کا اعلان کر دے گا۔

مسافر اس رات کیبنوں میں واپس نہیں گئے۔ وہ زندگی کا جشن منا رہے تھے اور انہیں اس سے نہیں روکا گیا تھا۔ ہم لوگ بھی عرشہ پر ہی تھے۔ معاً میرے دل میں ایک آرزو پیدا ہوئی۔ اس وقت تمام لوگ عیش و عشرت میں مصروف ہیں کیوں نہ میں مال خانے میں موجود ان تابوتوں کو دوبارہ دیکھوں۔ اپنے نادیدہ باپ کو آواز دوں........ ممکن ہے........ ممکن ہے۔ یہ خیال اس قدر شدت اختیار کر گیا کہ میں خود کو باز نہ رکھ سکی.......... لیکن وہاں تنہا جانا چاہتی تھی۔ بالکل تنہا۔ مسٹر زمرد کو ڈاج دینے میں کوئی دقت نہ ہوئی اور موقع ملتے ہی میں نے جہاز کے نچلے حصے کی جانب قدم بڑھا دیئے۔

راستہ یاد تھا حالانکہ پہلے جب یہاں آئی تھی تو میں نے اسے خاص طور سے ذہن نشین کرنے کی کوشش نہیں کی تھی لیکن اب سب کچھ یاد آ گیا تھا۔ مال خانہ چونکہ رات میں استعمال نہیں ہوتا تھا اس لئے اس وقت یہاں روشنی کی ضرورت نہیں محسوس کی گئی تھی۔ البتہ وہ جگہ جہاں تابوت رکھے ہوئے تھے میں نے بغور دیکھی

تھی۔ جذباتی وابستگی تھی اس سے چنانچہ مجھے وہاں لگے ہوئے بلب بھی یاد تھے۔ انہیں روشن کرنے کے سوئچ بھی دیکھے تھے۔ میں اندھیرے میں ایک ایک قدم سنبھل کر چل رہی تھی۔ کئی بار ٹھوکر لگی مگر سنبھل گئی۔ تمام لوگ جشن میں مگن تھے اس لئے اس طرف کوئی موجود نہیں تھا۔ چنانچہ کوئی مداخلت نہیں ہوئی۔ گھٹاٹوپ اندھیرے کے باوجود میں بالکل صحیح جگہ پہنچ گئی۔ گہرا سناٹا' گہری تاریکی۔ اس خاموشی میں مجھے اپنے سانسوں کی آواز بھی سنائی دے رہی تھی۔ ذرا سی جنبش آواز بن جاتی تھی۔ اس وقت میری حسیات بھی تیز کام کر رہی تھیں چنانچہ ایک لمحے کے لئے ایک عجیب سا احساس ہوا۔ اپنے سانسوں کی آواز کچھ غیر مانوس سی لگی تھی مجھے۔ جیسے ان میں کوئی اور آواز شامل ہو۔ جیسے میرے علاوہ بھی کوئی یہاں موجود ہو۔ تصدیق کے لئے میں نے سانس روک لی۔ اس کے باوجود مجھے سانس سنائی دیئے۔ پھر خاموشی طاری ہو گئی۔ وہم ہو سکتا ہے۔ بعد میں سنائی دینے والی سانسیں ممکن ہے خود میری سانسوں کی بازگشت ہو۔ خوف بالکل نہیں تھا بس تجسس اور جذباتی کیفیت تھی۔ میں نے یادداشت پر زور دے کر سوئچ تلاش کئے اور وہ مجھے مل گئے۔ چٹ کی آواز کے ساتھ ایک پیلا مدقوق سا بلب جل اٹھا۔ ایک منحوس سی روشنی وسیع و عریض مال خانے میں پھیل گئی۔ میرے لئے کافی تھی۔ اس روشنی میں تابوت نظر آ رہے تھے لیکن انہیں بند دیکھ کر میرا دل بری طرح دھڑک اٹھا میں نے پھٹی پھٹی آنکھوں سے ان کے ڈھکن غور سے دیکھے لیکن اب ان کے کنڈوں میں تالے نہیں لٹکے ہوئے تھے۔ تالے آس پاس بھی کہیں پڑے نظر نہیں آ رہے تھے۔ میں دل مضبوط کر کے آگے بڑھی اور تابوتوں کے پاس پہنچ گئی۔ پھر میں نے کپکپاتے ہاتھوں سے ایک تابوت کا ڈھکن کھول دیا۔ ساری جان آنکھوں میں سمٹ آئی تھی۔ شاید اس وقت میں کچھ اور دیکھ سکوں۔ اس کچھ اور کا کوئی تعین نہیں تھا۔ بس ایک احساس تھا لیکن تابوت بالکل خالی تھا۔ اس میں کچھ بھی نہیں تھا۔ دل کو شدید مایوسی سی ہوئی۔ پھر ایک موہوم سی توقع پر دوسرا تابوت بھی کھول دیا لیکن وہ بھی خالی تھا۔ شاید کسی نے یہ خالی تابوت بند کر دیئے تھے اور کوئی خاص بات نہیں تھی۔ ملگجے بلب کی پیلی روشنی میں کھلے تابوتوں کے کھلے ڈھکنوں سے اندر جھانکتی رہی۔ پھر دل بھر آیا اور میں نے رندھی ہوئی آواز میں کہا۔

"میں ان تابوتوں کو پہچانتی ہوں ابو۔ بچپن سے لے کر جوانی تک تمہاری تصویر کو اپنا سب کچھ سمجھتی رہی۔ تصویر چوری ہوئی تو مجھے یوں لگا جیسے تم مجھ سے چھن گئے۔

پھر ڈچ کا میچ میں یہ تابوت دیکھے اور تم نے مجھے بتایا کہ تم ان میں سے ایک تابوت میں رہتے ہو۔ ابو تمہاری ہدایات پر عمل کر کے آج سمندر کے بیچوں بیچ لاوارث موجود ہوں۔ جو کچھ ہو رہا ہے یہاں تم اس سے لاعلم نہ ہو گے کیا کسی مجھ جیسی لڑکی کے اندر اتنی ہمت ہو سکتی ہے۔ میں خوف سے مرجاتی ابو' لیکن تمہارے پیار نے مجھے نڈر بنا دیا ہے۔ میں خوف کے یہ لمحات برداشت کر رہی ہوں۔ ابو اس وقت تو کوئی بھی میرے پاس نہیں ہے۔ میں تمہارے نزدیک تنہا ہوں۔ کسی بھی شکل میں آؤ۔ میرے سامنے آؤ ابو۔ مجھے بتاؤ میں کیا کروں۔ ابو میں دہشت کا شکار ہوں مجھے بتاؤ۔ اب کیا ہو گا۔ میں اس ہولناک سمندر میں زندہ بچوں گی بھی یا نہیں۔ ابو اس شکل میں آجاؤ جس میں نظر آچکے ہو۔ مجھے ڈھارس دو۔ مجھے کچھ بتاؤ............ بتاؤ ابو............ آؤ............ میرے سامنے۔"

اچانک میری آواز رک گئی۔ سامنے رکھے ہوئے کارٹنوں میں سے ایک چھوٹا سا کارٹن اچانک ایک طرف لڑھک گیا۔ شاید کسی نے گرتے ہوئے کارٹن کو سنبھالا تھا مگر وہ نہ سنبھل سکا ایک قطار گر گئی اور اس کے عقب میں ایک انسانی سایہ نظر آیا جو ساکت تھا۔

میری سانس تیز ہو گئی۔ وہاں تاریکی تھی جہاں سایہ ساکت کھڑا نظر آرہا تھا۔ میرے حلق سے رندھی ہوئی آواز نکلی۔ "ابو............!" اور پھر میں لکڑی کی دیوار میں لگے ہوئے سوئچ بورڈ کے قریب پہنچ گئی۔ کوئی چھ بٹن لگے ہوئے تھے۔ میں نے سب آن کر دیئے تاکہ خوب روشنی پھیل جائے اس کے بعد میں نے آنسوؤں میں ڈوبی نگاہوں سے ابو کو دیکھا۔ میرے ذہن میں آندھیاں سی اٹھ رہی تھیں۔ ہزاروں شکوے ابھر آئے تھے نہ جانے کیا کیا کہنے کو جی چاہنے لگا تھا لیکن بصارت کے سامنے آنسوؤں کی دیوار ہونے کے باوجود مجھے یہ احساس ہو گیا کہ سامنے موجود شخصیت بے نقش نہیں ہے۔ وہ لباس بھی نہیں ہے جو ابو پہنے ہوئے تھے اور جس کے نیچے کپڑے کی پٹیوں کے سوا کچھ نہ ہوتا تھا۔ یہ تو ایک باقاعدہ چہرہ تھا اور یہ چہرہ میرے لئے اجنبی نہیں تھا۔ آہ یہ زاغ تھا پروفیسر زاغ............!

☆------☆------☆

وہ چند قدم آگے بڑھ آیا۔ میرا جسم ساکت تھا۔ آنکھیں کھلی ہوئی تھیں اور میں پھٹی پھٹی نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔ چند لمحات خاموش گزرے۔ پھر اس نے کہا۔

"میں تمہارا تعاقب کرتا ہوا یہاں تک آیا ہوں بے بی تم سے کچھ باتیں کرنا چاہتا ہوں۔ مجھ سے گفتگو کرنا پسند کرو گی............ کچھ کہنا چاہتا ہوں تم سے۔" وہ رک رک کر بول رہا تھا۔ شاید میرے کچھ بولنے کا انتظار کر رہا تھا لیکن میں ابھی تک ہوش و حواس بحال نہیں کر سکی تھی ابو کے بجائے یہ منحوس چہرہ دیکھ کر میری کیفیت بدل گئی تھی۔

اس نے کچھ دیر انتظار کیا پھر بولا۔ "تمہارے ذہن کو میرے بارے میں اس قدر زہر آلود کر دیا گیا ہے کہ اسے صاف کرنا ایک مشکل کام ہو گا لیکن میرے چند الفاظ ضرور سن لو ان پر غور کرنا۔ ہو سکتا ہے تمہارے دل میں میرے لئے کچھ لچک پیدا ہو جائے۔ سنو بے بی۔ بات اس دن سے شروع کرتا ہوں جب میں نے اور خلازی نے تمہیں ساحل پر دیکھا تھا۔ ایک کہانی ہے۔ ایک انوکھی داستان ہے جو ابھی کسی کی سمجھ میں نہیں آئے گی۔ پوری کہانی سنانے کے بجائے مختصر الفاظ میں تمہیں بتا رہا ہوں۔ یہ علم ہونے کے بعد کہ تم احمد کمال سعدی کی بیٹی ہو' ہم نے ایک تجربہ کرنا چاہا۔ وہ تجربہ ناکام رہا یا کامیاب ہوا' میں نہیں جانتا لیکن وہیں سے' وہیں سے خلازی نے ایک سازش کا آغاز کر دیا۔"

"خلازی نے؟" میرے منہ سے بے اختیار نکل گیا۔

"شکر ہے تم کچھ بولیں تو............ ہاں خلازی نے............! اس نے مجھے اس طرح حواس باختہ کیا کہ ہم وہاں سے فرار ہو گئے۔ اس وقت میں کچھ نہیں سمجھ سکا لیکن بعد میں مجھے پتہ چل گیا کہ خلازی بدعہدی کر رہا ہے۔ وہ مجھ سے ہٹ کر کام کرنا چاہتا ہے۔ وہ مجھے اپنے اور تمہارے راستے سے ہٹا دینا چاہتا ہے۔"

میرا ذہن اب کام کرنے لگا۔ یہ شخص کہانی کو نیا رنگ دے رہا ہے لیکن سننا چاہئے۔ اب جب اس کا مجھ سے سامنا ہو گیا ہے تو مجھے سننا چاہئے۔ وہ بولا۔ "مجھ جیسے کچھ لوگ ہوتے ہیں جو اندر سے صاف ستھرے ہوتے ہیں لیکن کچھ ایسی بدنمائی ان پر مسلط ہو جاتی ہے کہ لوگ ان سے نفرت کرنے لگتے ہیں۔ تمہاری نگاہوں میں میری شخصیت کو مکروہ بنانے میں خلازی کا ہاتھ ہے۔ اس نے کہانیاں گھڑ کر تمہیں ذہنی طور پر مجھ سے اتنا دور کر دیا کہ تم میری صورت دیکھنے کی روادار بھی نہ رہو۔ میری کمزوری یہ ہے کہ میں سازش برداشت نہیں کر سکتا اور انتقام پر اتر آیا ہوں۔ چنانچہ میری اس کمزوری نے مجھے تم سے اور دور کر دیا............!"

"آپ کیا کہنا چاہتے ہیں مسٹر زاغ؟" میں نے کہا۔

"اس وقت صرف اتنا کہ تم تجزیہ کرو۔ صرف دوسروں پر بھروسہ نہ کرو خود بھی کچھ سوچو سمجھو۔ اگر عقل کچھ ساتھ دے تو اور مجھ سے کچھ مدد لینا چاہو تو مجھ سے دوبارہ ملو۔"

"کیسی مدد مسٹر زاغ؟"

"ان پُراسرار واقعات کے سلسلے میں جو تمہاری زندگی پر محیط ہوگئے ہیں۔"

"آپ نے صرف میری مدد کے لئے یہ کربناک سمندری سفر اختیار کیا ہے مسٹر زاغ.........!" میں نے طنزیہ کہا۔

"ہاں سو فیصد۔" اس نے بڑے اعتماد سے کہا۔

"کیا مطلب.........؟" میں چونک پڑی۔

"مطلب اس وقت نہ بتا سکوں گا۔"

"شلاشلائی آپ کی ملکیت ہے؟"

"یہی سمجھو.........!"

"یعنی اس میں کوئی شبہ ہے؟"

"نہیں شبہ نہیں ہے لیکن اسے میری ملکیت نہ کہو۔ وہ ایک نمائندہ ہے جو ضرورت کے تحت میرے ساتھ تعاون کر رہا ہے ان سچائیوں کی کھوج کے لئے جو تاریخ کے اوراق میں گم ہوگئی ہیں۔"

"اس کا مطلب ہے کہ وہ پرندہ نہیں بلکہ ایک مدبر ہے۔ ایک مفکر ہے۔"

"صرف ان دو جملوں میں اس کی حیثیت مکمل نہیں ہوتی۔"

"یہ مدبر خلازی کے ہوٹل کی الماری میں چھپا ہوا تھا جہاں سے کچھ کتابیں گم ہوگئیں۔"

"کتابیں گم نہیں ہوگئیں۔ بلکہ خلازی نے انہیں چھپادیا ہے۔ شلاشلائی' اس وقت خلازی کے لئے ایک وارننگ تھا۔"

"اسی مدبر نے میرے ایک ملازم کو زخمی کیا۔"

"وہ مجبوری تھی۔"

"اور مدبر نے بیرسٹر سالک جلال کا تعاقب کرکے ان تک آپ کی راہنمائی کی اور بالآخر آپ نے انہیں زندہ درگور کردیا۔"

"زاغ ابروسا کی قسم۔ آدھے سورج کی قسم۔ سب سے آخر میں ڈوبنے والے ستارے کی قسم۔ سالک جلال کے ساتھ یہ سلوک میں نے نہیں خلازی نے کیا ہے۔ ہیں وہ تمہارا ذہن مکمل طور سے پلٹنے میں کامیاب ہوا ہے۔" زاغ کی آواز میں گڑگڑاہٹ پیدا ہوگئی۔

میرے بدن میں گرم گرم لہریں دوڑنے لگیں۔ بڑا سنسنی خیز انکشاف تھا۔ اس سے زیادہ وہ قسمیں پُراسرار تھیں جو زاغ نے کھائی تھیں۔ میری سمجھ میں کچھ نہیں آیا تھا۔ کچھ دیر مکمل خاموشی رہی پھر میں نے کہا۔ "میرے ابو کی تصویر کہاں ہے؟"

"میرے پاس موجود ہے۔"

"اور گمشدہ کتابیں؟"

"وہ خلازی کی تحویل میں ہیں۔ سنو بے بی۔ بس آخری بات کہنا چاہتا ہوں۔ کبھی کبھی جسے سب سے بڑا دشمن سمجھا جاتا ہے وہ سب سے بہتر دوست ثابت ہوتا ہے۔ میں تمہیں پیش کش کرتا ہوں مجھ سے ملو' مجھ سے تعاون کرو۔ میں تمہیں نئے راستے دکھاؤں گا۔ میں تمہیں تمہاری منزل تک پہنچاؤں گا لیکن یہ اس وقت ہوسکتا ہے جب تم خلوص اور سچائی سے مجھ سے رجوع کرو۔"

بڑی انوکھی پیش کش تھی۔ دشمن کی پیش کش۔ اس شخص نے تو ساری مشکلات پیدا کی تھیں۔ اس کا سہارا کیسے حاصل کیا جاسکتا ہے اور پھر اس کی باتوں پر یقین بھی کیسے کرلیا جائے۔ کہتا ہے کہ سالک جلال کو خلازی نے زخمی کیا۔ خلازی بے شک ایک پُراسرار کردار ہے لیکن زاغ کی طرح سنگدل نہیں۔

"یہی تو افسوس ہے بے بی۔ اسی کا تو افسوس ہے۔ یہاں ان لوگوں کو مجھ پر برتری حاصل ہوگئی ہے........." زاغ نے کہا اور میں بھونچکی ہوکر اسے دیکھنے لگی۔

"میں نہیں سمجھی؟"

"انہوں نے تمہیں ٹریپ کرلیا ہے۔ انہوں نے تمہارے سامنے مجھے تمہارا دشمن ثابت کرنے میں کامیابی حاصل کرلی ہے۔ یہ ان کا بڑا کارنامہ ہے۔"

میرا اندازہ دُرست نکلا۔ پُراسرار قوتوں کے مالک زاغ نے میرے دل کی بات جان لی تھی۔ اس نے میری سوچ کا اندازہ لگالیا تھا۔

"یہ صرف چہرہ شناسی ہے قوتِ مشاہدہ ہے۔ خیر اس سے زیادہ تمہارا وقت نہیں لوں گا آخری الفاظ کہہ کر میں یہاں سے جارہا ہوں جو لوگ تمہارے

میری مراد ڈان ایرن سے ہے اس سلسلے میں انہیں اپنا رازداں نہ بنانا۔ وہ تمہیں پھر بھٹکا دیں گے' میری ان باتوں کو نیا رنگ دیں گے اور مجھے فریبی ظاہر کردیں گے اور وہ نہیں ہوسکے گا جو میں چاہتا ہوں۔ بقیہ رات میں تم اپنے دل سے سوال کرنا کہ وہ مجھ پر اعتماد کرسکتا ہے یا نہیں۔ اگر دل گواہی دے اور مجھ پر اعتبار کرسکو تو میں کیبن نمبر نو سو تین میں حاتم جلیسی کے نام سے مقیم ہوں وہاں میرے پاس آجانا۔ لیکن شرط وہی ہوگی کسی اور کو رازدار نہ بنانا۔ اگر دل قبول نہ کرے تو کوئی بات نہیں حالات جس طرح چل رہے ہیں چلتے رہیں گے آنے والا وقت خود ہی مناسب فیصلے کرے گا۔"

"مجھے میرے والد کی تصویر واپس کرسکتے ہو۔"

"تعاون کے فیصلے کے بعد! اچھا پھر چلتا ہوں ہاں تمہاری تسلی کے لئے ایک بات تمہیں بتادوں تمہیں سن کر خوشی ہوگی۔"

"کیا؟"

"یقیناً جہاز پر تم منوچہر خلازی سے نہ ملی ہوگی۔"

"خلازی؟" میں اچھل پڑی۔

"کیبن نمبر گیارہ سو آٹھ میں وہ نادر ہاشمی کے ساتھ موجود ہے چاہو تو اس سے ملاقات کرلینا۔" زاغ نے کہا اور باہر جانے کے لئے قدم اٹھا دیئے مگر میرا دماغ پھر جھنجھنا گیا تھا' جاتے جاتے وہ یہ شگوفہ چھوڑ گیا تھا۔ خلازی اور نادر ہاشمی بھی ڈی پارلو پر موجود ہیں۔ الٰہی کیا ماجرا ہے کیا طلسم ہے یہ۔ ایسے ایسے انکشافات ہوتے ہیں کہ دل ودماغ بے قابو ہوجاتے ہیں۔ یہ کیسے ممکن ہے۔ اتنے ہنگاموں میں بھی وہ دونوں نظر نہیں آئے کسی کو ان کے بارے میں نہیں معلوم۔ نہ خالد کو اور نہ پروفیسر ایرن کو۔ کوئی بھی نہیں جانتا کوئی بھی۔ زاغ پاگل تو نہیں ہے کہ اتنی بڑی بات کہہ کر چلا گیا۔ اتنا بڑا جھوٹ بول کر وہ خود کو سچا کیسے ثابت کرسکتا ہے آخر کیسے؟

تیز روشنی میں میری نظریں پھر ان خالی تابوتوں کی طرف اٹھ گئیں کتنی مشکلات میں چھوڑ دیا ہے تم نے مجھے ابو۔ کسی بھی شکل میں میرا ساتھ نہیں دے سکتے اس نادیدہ شکل میں بھی نہیں۔ مجھے اتنا تو بتادو کس کا ساتھ دوں کس کا نہ دوں۔ کس پر یقین کروں کس پر نہ کروں۔ کیا کروں آخر میں کیا کروں؟

☆------☆------☆

بہت دیر وہاں کھڑی رہی پھر آگے بڑھ کر روشنیاں بجھادیں اور وہاں سے واپسی کے لئے قدم اٹھا دیئے۔ دل میں آرزو تھی کہ کوئی آواز سنائی دے کوئی پکارے اور کہے۔ "نہیں روشنی فکر نہ کرو۔ میں تمہارے ساتھ ہوں۔" لیکن ایسی کوئی آواز نہ آئی اور میں باہر نکل آئی۔ خود کو بہلانے والے مسلسل مصروف تھے انہیں موت کے اندھیرے میں زندگی نظر آئی تھی۔ وہ زندگی کی خوشی سے سرشار تھے اس وقت ان کی بھیڑ میں مسز زمرد کو تلاش کرنا ممکن نہیں تھا اور پھر اعصاب چیخ رہے تھے اس لئے میں اپنے کیبن کی طرف چل پڑی۔ دل میں خیال آیا تھا کہ شاید مسز زمرد کیبن میں واپس آگئی ہوں لیکن وہ موجود نہیں تھیں' ٹھیک بھی تھا۔ میری زرخرید تو نہیں تھیں بلکہ سچی بات تو یہ تھی کہ ان کی بدنصیبی نے انہیں اس مصیبت میں پھنسا دیا تھا ورنہ ان واقعات کا ان سے تو دور کا تعلق بھی نہیں تھا۔ میں بستر پر دراز ہوگئی۔ اچھا ہے تنہائی ملی مجھے سونے کا موقع مل گیا۔ زاغ! میں نے دل میں سوچا۔ پہلی بار سرسری سے انداز میں مجھے ملا تھا اور آج میری اس سے دوسری ملاقات ہوئی تھی لیکن بہت کھل کر اور بڑی تفصیل سے۔ اس کی شخصیت کے بارے میں اس وقت بس اتنا اندازہ لگا سکتی تھی کہ بہت چالاک آدمی ہے آنکھوں سے دل کا راز پاجانے والا۔ یہ بھی سچ تھا کہ مجھے اس کی کہانیاں سنائی گئیں تھیں واسطہ بالکل نہیں پڑا تھا اس سے۔ ان کہانیوں میں سے جو کچھ ثابت کیا گیا تھا میں نے اسے اس روشنی میں دیکھا تھا' کیا وہ اس سے مختلف ہوسکتا ہے۔ حالات تو اس کی نفی کرتے تھے پھر کیا ان حالات کے باوجود میں اس سے رجوع کروں۔ دوسری بات منوچہر خلازی کے بارے میں اس نے جو کچھ بتایا ہے کیا وہ درست ہے۔ میں تجزیہ کرنے لگی کہ درست تو وہ بھی نہیں ہے۔ اس رات میرے والد کی خواب گاہ میں وہ بھی چوروں کی طرح داخل ہوا تھا اس نے بھی مجھ سے میرے والد کے بارے میں جاننے کی کوشش کی تھی۔ کیا انکل جلال کو اس نے زخمی کیا ہوگا۔ اس کے علاوہ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ وہ ڈی پارلو پر محصور ہے۔ اس نے تو خود کو

زاغ سے بھی زیادہ پوشیدہ رکھا ہے اور پھر ڈان ایرن کی تمام تر چالاکیوں کے باوجود یہ سب کے سب اس جہاز پر موجود ہیں بات دلچسپ بھی تھی اور سنسنی خیز بھی۔

کیبن کے دروازے پر آہٹیں سنائی دیں اور سسٹر زمرد دروازہ کھول کر اندر آگئیں۔ "اوہ شکر ہے خدا کا تم موجود ہو۔ خون خشک کر دیا میرا۔"

"کیوں سسٹر۔" میں نے اٹھ کر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"چار بار کیبن کے چکر لگا چکی ہوں۔ عرشے کے آخری کونے تک دیکھ ڈالا کہاں چلی گئی تھیں۔"

"آیئے سسٹر' اب باہر تو نہیں جائیں گی؟"

"میں کیا کروں گی باہر جا کر سب لوگ بدمست ہو رہے ہیں۔"

"ہاں زندگی ایسی ہی چیز ہے۔"

"تم کہاں جا چھپی تھیں؟" سسٹر نے اپنے بیڈ پر دراز ہو کر پوچھا اور میں انہیں دیکھنے لگی۔ سسٹر زمرد بے لوث تھیں ان سے کچھ چھپانے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا۔

"تہہ خانے میں گئی تھی جہاں تابوت رکھے ہوئے ہیں سسٹر۔ وہاں زاغ سے میری ملاقات ہوئی تھی؟" سسٹر زمرد شدت حیرت سے اچھل پڑیں میں نے ان کی حیرت کی فکر کیے بغیر انہیں اس ملاقات کی پوری تفصیل بتا دی خلازی کے ذکر پر ان کی بھی وہی حالت ہوئی تھی انہوں نے کہا۔ "تمہیں یقین ہے کہ وہ سچ کہہ رہا ہے۔"

"کیبن نمبر گیارہ سو آٹھ کا حوالہ دیا ہے اس نے۔"

"مگر خالد نے خلازی کا تذکرہ نہیں کیا۔"

"آپ کے خیال میں اسے معلوم ہوگا۔"

"زاغ کا رازدار ہے وہ۔ جب زاغ کو معلوم ہے تو اسے بھی معلوم ہوگا۔ د... روشنی کیا خلازی اتنا سنگدل لگتا ہے تمہیں کہ وہ استاد محترم کے ساتھ ایسا سلوک کرے؟"

"مجھے انسانوں کا تجربہ نہیں ہے سسٹر۔"

"زاغ ہمیں فریب دے رہا ہے؟"

"ہو سکتا ہے۔"

"مگر اب کیا کیا جائے۔"

"مجھے مشورہ دیجئے۔" میں نے کہا اور سسٹر سوچ میں ڈوب گئیں پھر بولیں۔

"دیکھو روشنی۔ ڈچ کا میج میں جو کچھ ہوا اور اس کے بعد ہمیں جس طرح پرتگال جانے کا مشورہ دیا گیا پہلے مجھے اس کے بارے میں اپنے خیالات سے آگاہ کرو۔"

"کیا کہوں اس بارے میں۔"

"معاف کرنا ایک نامناسب بات کہہ رہی ہوں مگر کہنا ضروری ہے تمہیں وہ سب کچھ سچ لگا؟"

"سمجھی نہیں سسٹر۔"

"بعض جگہ دل رہنمائی کرتا ہے' نادیدہ شکل میں جس سے تمہاری ملاقات ہوئی تمہارے دل نے اسے قبول کیا؟ میرا مطلب ہے کہ جذباتی طور پر تمہیں یوں لگا جیسے وہ سعدی صاحب ہی ہوں۔"

"ہاں۔" میں نے آہستہ سے کہا۔ "اگر ایسا نہ ہوتا تو میں پرتگال کا سفر کیوں کرتی اور یہاں تک کیوں آجاتی۔"

"کبھی کبھی دل کے فیصلے عقل کے فیصلوں پر سبقت لے جاتے ہیں میں اس سے منحرف نہیں ہوں۔ اس روشنی میں کہتی ہوں کہ اگر سعدی صاحب نے تمہیں پرتگال بھیجا اور ڈان ایرن پر بھروسہ کیا تو ہمارے لئے انکل ایرن سب سے بڑی حیثیت رکھتے ہیں۔ فرض کرو اگر خلازی شاطر ہے اور اس نے یہ سب کچھ کیا ہے تو سعدی صاحب تمہیں زاغ کی طرف بھی متوجہ کر سکتے تھے یہ کہہ سکتے تھے کہ زاغ کی مدد حاصل کرو۔"

"ہاں' یہ تو درست ہے۔" میں نے اعتراف کیا میرے ذہن سے ایک دم بوجھ ہٹ گیا۔ سسٹر کے ان الفاظ نے فیصلہ کرنے کی روشنی دی تھی۔ واقعی ایسا ہو سکتا تھا۔

"اس کے باوجود زاغ کا دعویٰ اہمیت رکھتا ہے۔"

"کونسا دعویٰ؟"

"نمبر ایک خلازی کے بارے میں' نمبر دو تمہاری مدد کے بارے میں! ایک رائے دوں' یہ تمام باتیں انکل ایرن کو بتا دو۔"

"بات خطرناک نہ ہو جائے۔"

"چھوڑ دو روشنی۔ جن خطرات میں پھنسے ہوئے ہیں وہ کم ہیں۔ اگر کوئی خطرہ پیش آجائے تو زیادہ سے زیادہ ایک خطرے کا اضافہ ہو جائے گا کیا فرق پڑتا ہے۔ ویسے بھی تمہیں فیصلہ کرنا ہوگا۔ زاغ اب تم سے بے دھڑک ملاقات کرے گا اس کے

راستے کھل گئے ہیں اس بارے میں بات بھی کرے گا تم سے۔ کوئی جواب تو دینا پڑے گا اسے۔ انکل کے مشورے سے یہ جواب دیا جائے تو زیادہ بہتر ہے۔ کیا خیال ہے؟"

"ٹھیک ہے سسٹر مگر اب کیا کروں؟"

"میں انہیں تلاش کر کے لاتی ہوں' اسی وقت بات ہو جائے تو اچھا ہے۔" سسٹر زمرد چند لمحات کے بعد دوبارہ باہر چلی گئیں اور میں سوچ میں ڈوب گئی۔ اگر اسے معلوم ہو گیا کہ میں نے ایرن کو سب کچھ بتا دیا ہے تو کیا ہو گا اس نے منع کیا تھا۔ وہ انوکھی قوتوں کا مالک ہے میں خوف سے سوچ رہی تھی پھر میں نے ذہن جھٹک دیا۔ جو ہو گا دیکھا جائے گا۔ انکل ڈان ایرن سسٹر زمرد کو کہیں قریب ہی مل گئے تھے کیونکہ کوئی تیس سیکنڈ کے بعد ہی دونوں میرے کیبن میں داخل ہو گئے۔

"کیا دلچسپ ہنگامے ہو رہے ہیں؟" ڈان ایرن نے مسکرا کر کہا۔

"اس میں کوئی شک نہیں پروفیسر۔ یہاں بھی ایک دلچسپ کہانی موجود ہے۔" زمرد نے کہا۔

"سناؤ بھئی اور کریں بھی کیا۔ سناؤ کیا کہانی ہے۔"

"میں بتائے دیتی ہوں روشنی' کچھ بھول جاؤں تو یاد دلا دینا۔" زمرد نے کہا اور میں نے گردن ہلا دی۔ سسٹر زمرد نے لفظ بہ لفظ پوری تفصیل دہرا دی تھی اور اس تفصیل کو سن کر ڈان ایرن جیسا آہنی شخص متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکا تھا کچھ دیر ششدر رہنے کے بعد وہ بولا۔ "اس سے زیادہ سنسنی خیز بات اور کوئی نہیں ہو سکتی کہ منوچہر خلازی بھی یہاں موجود ہے اور نادر ہاشمی بھی لیکن............"

"اب کیا کریں انکل؟" سسٹر زمرد نے کہا۔

"میری آنکھیں بہت دور تک دیکھ رہی ہیں لڑکیو' ابھی ہمیں بہت سے کٹھن مراحل سے گزرنا ہے میرے خیال میں زاغ نے یہ پہلی نادانی کی ہے۔"

"نادانی؟" زمرد نے چونک کر کہا۔

"کیوں نہ اس سے فائدہ اٹھایا جائے۔" ڈان ایرن پُرخیال انداز میں بولا۔

"آپ مشورہ دیں انکل۔"

"کہانی میں تھوڑی سی ردوبدل کر دو' معمولی سی۔"

"وہ کیا؟" زمرد پھر بولی۔ انکل ڈان نے کہا۔ "واہ ایک عمدہ موقع ہاتھ آیا ہے واہ بہت عمدہ۔ بہت ہی عمدہ۔"

"کچھ بتائیے تو سہی انکل!" میں نے کہا۔

"روشنی بیٹی تم زاغ سے ملو۔ اپنے آپ کو اس کے اعتماد میں دے دو اسے تفصیل بتاؤ۔ پوری تفصیل بتاؤ۔ ڈچ کا میچ کا تذکرہ بھی کر سکتی ہو صرف چند باتوں کو محفوظ رکھنا۔"

"کیا انکل؟"

"وہاں تم نے تابوت دیکھے تھے ان تابوتوں میں دو ممیاں تھیں لیکن بے جان ہر تحریک سے عاری۔ بس اس سے زیادہ کچھ نہیں۔ جہاں تک پرتگال آنے کا تعلق ہے تم کہہ دینا کہ تمہارے پرورش کنندگان کو اس کی ہدایت ملی تھی اور تم بس اس ہدایت کے تحت میرے پاس آئی تھیں۔"

"کوئی خطرہ تو نہیں انکل؟"

"میں موجود ہوں اس کی فکر مت کرو۔ تم ہم سے بیزاری کا اظہار کر سکتی ہو۔"

"مجھے اس کے قریب جا کر خوف محسوس ہو گا انکل۔"

"زندگی دے کر بھی تمہیں ہر خطرے سے محفوظ رکھا جائے گا بیٹی تم فکر کیوں کرتی ہو اصل میں اس نے سیگارو کو ٹریپ کر کے خود کو بہت محفوظ کر لیا ہے اس بات کو ذہن میں رکھنا ہو گا۔"

"تو پھر کل میں اس سے ملوں؟"

"ضرور۔"

"اور منوچہر خلازی؟"

"ابھی اس پر غور نہ کرو اسے میں دیکھوں گا۔" انکل ایرن نے جواب دیا اور میں گہری گہری سانسیں لینے لگی۔ پروفیسر ایرن دیر تک مجھے سمجھاتے رہے پھر گھڑی دیکھ کر اٹھ گئے۔ "اب آرام کرو دیکھو سیگارو کب روانگی کا اعلان کرتا ہے۔ پھر وہ باہر نکل گئے۔

☆------☆------☆

دوسری صبح بہت دیر میں آنکھ کھلی تھی۔ سسٹر زمرد بھی گہری نیند سو رہی تھیں میں آہستہ سے اٹھ گئی لیکن باتھ روم سے فارغ ہو کر آئی تو وہ بھی جاگ گئی تھیں مجھے دیکھ کر صبح بخیر کہا پھر خود بھی باتھ روم چلی گئیں وہ اندر ہی تھیں کہ کیبن کے دروازے پر دستک ہوئی دروازہ کھولا تو ایک نوجوان نظر آیا۔ پیچھے کوئی اور بھی تھا۔

"ناشتہ لے لیجئے میڈم۔ کیا آپ اس کیبن میں تنہا ہیں۔" اس نے کہا۔

"نہیں ہم دو ہیں میں اور میری ساتھی۔"

"وہ بھی خاتون ہیں؟"

"ہاں۔"

"براہِ کرم اپنے نام بتا دیجئے کیپٹن سیگارو سروے کر رہے ہیں تاکہ سفر کرنے والوں کو تکلیف نہ ہو۔"

میں نے اپنا اور زمرد کا نام بتا دیا جو اس نے کیبن نمبر کے ساتھ نوٹ کر لیا پھر میں نے نوجوان سے پوچھا۔ "آپ کون ہیں؟"

"میرا نام ایری تھامس ہے مسافر ہی ہوں لیکن ہمیں رضاکارانہ طور پر خدمات انجام دینی ہیں۔"

"اوہ کیا خواتین کو بھی ذمے داریاں دی گئی ہیں۔"

"کپتان کہتے ہیں' یہ ان کی مرضی پر منحصر ہے کوئی پابندی نہیں ہے۔" نوجوان آگے بڑھ گیا۔ مسٹر زمرد باہر نکلیں تو میں نے انہیں تفصیل بتائی پھر ہم ناشتہ کرنے لگے۔

کچھ دیر کے بعد مسٹر زمرد نے کہا۔ "پتہ نہیں' جہاز کے سفر کا آغاز کب ہوگا؟"

"ناشتہ کرنے کے بعد باہر چلتے ہیں' دیکھیں گے کیا صورتِ حال ہے۔" میں خاموش ہوگئی' کافی کی دو دو پیالیاں پینے کے بعد ہم باہر نکلنے کے لئے تیار ہوئے۔ انکل ڈان ایرن کا کیبن بند تھا وہ تو کیبن میں رکتے ہی نہیں تھے۔ رات کی گفتگو میرے ذہن میں گردش کر رہی تھی اور میں اپنی مشکل ذمہ داری محسوس کر رہی تھی پھر ہم نے معمولی سی تیاریاں کیں اور باہر نکل آئے۔

عرشے پر خوب گہما گہمی تھی جہاز کے نوجوان مسافروں نے سارے انتظامات سنبھالے ہوئے تھے' برج آباد تھا' دلچسپ بات یہ دیکھی گئی کہ ڈان اور ٹرویلی سیگارو کے تمام آدمی جہاز کے عملے کی وردیاں پہنے ہوئے مختلف امور کی نگرانی کر رہے تھے غالباً ڈان سیگارو برج پر موجود تھا۔ مسٹر زمرد نے کہا۔ "آؤ' اسپتال کا چکر لگالیں۔" میں آمادہ ہوگئی اور ہم لوگ اسپتال کی جانب چل پڑے۔ شاندار کارکردگی کا اظہار کیا گیا تھا وہ تمام جگہیں آباد ہو چکی تھیں جو طوفان نے تباہ و برباد کر دی تھیں۔ جہاز بالکل پہلے جیسی کیفیت میں نظر آ رہا تھا۔ ڈان سیگارو اگر چاہتا تو رات کو ہی اس سفر

کا آغاز کر سکتا تھا لیکن ایک محتاط کیپٹن کی حیثیت سے اس نے تمام تیاریاں مکمل کرنے کے بعد ہی جہاز کے لنگر اٹھانے کا فیصلہ کیا تھا۔ ہر جگہ کچھ نہ کچھ ہو رہا تھا اور خصوصاً جہاز کے نوجوان مسافر رضاکارانہ طور پر اپنے فرائض بڑی خوش اسلوبی سے سرانجام دے رہے تھے۔

ہم لوگ اسپتال کا جائزہ لیتے رہے' اسپتال میں فرانسیسی پولیس آفیسر دستور زیر علاج تھا اور ڈاکٹر اس کی بہتر نگہداشت کر رہے تھے اس کی آنکھ پر پٹی چڑھی ہوئی تھی اور اس کے عملے کے کئی افراد اس کے گرد موجود تھے وہ اپنے افسر اعلیٰ کی تیمارداری کر رہے تھے۔

وہیں ہمیں انکل ایرن نظر آئے لیکن وہ ہماری طرف متوجہ نہیں ہوئے تھے ایک گھنٹے تک ہم اسپتال میں چھوٹے موٹے کام کرتے رہے پھر خود ہی انکل ایرن کے پاس جا کھڑے ہوئے۔

"مصروف رہنے سے ذہن بٹتا ہے ویسے سونت گال روبہ صحت ہے وہ کہتا ہے کہ اسے پرتگالی دہشت گردوں نے نہیں بلکہ ایک کمینے مسافر نے نقصان پہنچایا ہے اور اب وہ حاتم جلیسی کا دشمن بن چکا ہے۔"

"لنگر کب اٹھائے جائیں گے انکل؟"

"میرا خیال ہے دیر نہیں لگے گی سیگارو اطمینان سے برج پر پہنچ گیا ہے اس نے کچھ نئے لاؤڈ اسپیکر لگوائے ہیں جن پر وہ اعلانات کرتا رہے گا ابھی تک کوئی اعلان نہیں ہوا ہے۔"

"اور کوئی خاص بات انکل؟"

"ہاں ہے۔"

"وہ کیا؟"

"کیبن نمبر گیارہ سو آٹھ میں منوچہر خلازی اور نادر ہاشمی موجود ہیں خلازی کو تو میں پہچانتا ہوں نادر ہاشمی لنگڑا ہے نا۔"

"ہاں۔" میں نے آہستہ سے کہا۔

"دونوں موجود ہیں۔" ایرن نے کہا پھر بولا۔ "تم کس وقت زاغ سے ملوگی؟"

"آپ جب کہیں۔"

"جلد . . . انتظار کرو کہ وہ خود تم سے رجوع کرے۔ اگر وہ خود کوئی

پیش کش کرے تو قبول کرلینا۔ اگر متوجہ نہ ہو تو کسی مناسب وقت خود اس کے کیبن کا رخ کرنا۔"

"ٹھیک ہے انکل۔"

دن کو سوا گیارہ بجے جہاز کے انجن اسٹارٹ ہوگئے پھر لنگر اٹھائے جانے لگے اسی وقت جہاز کے اسپیکروں سے سیگارو کی آواز ابھری۔

"ڈی پارلو کے معزز مسافروں سے گزارش ہے کہ اپنے اس خادم کی طرف متوجہ ہوجائیں' آپ کا کپتان ڈان اوٹرویلٹی سیگارو آپ سے مخاطب ہے' ڈی پارلو آپ کی دعاؤں کے نتیجے میں سفر کے قابل ہوگیا ہے اور ہم ڈی پارلو کے نئے سفر کا آغاز کر رہے ہیں۔ میں آپ سب کو زندگی کی مبارک باد پیش کرتا ہوں' ساتھ ساتھ ہی اس مختصر سفر میں کپتان کی حیثیت سے اپنے مکمل تعاون کا یقین دلاتا ہوں۔ جس طرح آپ لوگوں نے رضاکارانہ طور پر میرے ساتھ تعاون کا آغاز کیا ہے اس کا شکر گزار ہوں اور میری درخواست ہے کہ سفر کے اختتام تک آپ لوگ اسی طرح اپنا تعاون جاری رکھیں اس طرح مشترکہ طور پر زندگی کے حصول کے لئے جدوجہد جاری رہے گی اور سفر خوشگوار گزرے گا۔ تمام تر ذمہ داریاں آپ لوگوں میں تقسیم کردی گئی ہیں جہاز کے تجربے کار افراد کو موقع دیجئے کہ وہ اسے منزل مقصود تک لے جانے میں اپنی ذمے داریاں صرف کرتے رہیں۔ ہمارے پاس بہت کم افراد ہیں اس لئے یہ ذمہ داریاں آپ کو سونپی گئی ہیں ورنہ ہم خود ہی انہیں سنبھالتے' امن وامان برقرار رکھئے گا۔ ایک دوسرے سے الجھنے سے گریز کیجئے گا جو لوگ جہاز کے خصوصی عملے سے تعلق رکھتے ہیں ان کے احکامات مانئے گا۔ آپ کا خادم آپ کو کسی نہ کسی جگہ پہنچا کر دم لے گا۔ ایک بار پھر میری جانب سے زندگی کی خوشیاں حاصل کرنے پر مبارک باد قبول کیجئے جہاز اب روانگی کے لئے بالکل تیار ہے اور پھر اس کے ساتھ جہاز کا رخ تبدیل ہونے لگا۔ سیگارو برج سے انجن روم کو احکامات صادر کرنے لگا اور مسافر خوشی سے ناچنے لگے۔

میں اور سسٹر زمرد بھی کچھ سحر زدہ سی ہوگئی تھیں جہاز کی از سر نو روانگی پر ہمارے دلوں میں بھی خوشیوں کی ایک ترنگ پیدا ہوگئی تھی اور ہم اپنے آپ کو دوسروں سے مختلف نہیں پا رہے تھے۔ موسم بھی خوشگوار ہی تھا دھوپ نکلی ہوئی تھی لیکن زیادہ تیز نہیں تھی۔ مسافر خوشیاں مناتے رہے پھر خالد نظر آیا وہ ہم سے زیادہ

فاصلے پر نہیں تھا۔ میں اسے دیکھ کر ہنس پڑی میری ہنسی پر زمرد نے چونک کر مجھے دیکھا پھر خالد کو پھر بولیں۔ "ہنسی کیوں؟"

"بہت سی باتوں پہ سسٹر۔" میں نے خوشگوار موڈ میں کہا۔

"مثلاً؟"

"ڈی پارلو پر کتنی کہانیاں بکھری ہوئی ہیں سسٹر' ہر مسافر کی الگ کہانی ہوگی میں اپنی شناخت کے لئے سرگرداں ہوں اور ڈی پارلو پر ایک بظاہر بے مقصد سفر کر رہی ہوں آگے کیا ہے' مجھے کیا کرنا ہے کچھ نہیں معلوم۔ آپ اخلاق کی قیدی ہیں ایک فرض کی بجا آوری کے لئے آگے بڑھی تھیں یہ اخلاق یہ فرض آپ کی گردن میں پھندہ بن گیا۔ یہ چند سر پھرے فراعنہ کی سرزمین کے سربستہ رازوں کی نقاب کشائی کے لئے سرگرداں ہیں میری مراد زاغ وغیرہ سے ہے اور یہ شخص ایک کاروباری عاشق ہے دولت کی ہوس کا قیدی۔"

"خالد؟" سسٹر نے پوچھا۔

"ہاں۔"

"آرہا ہے!" سسٹر زمرد نے کہا اور میں متوجہ ہوگئی خالد ہمارے پاس آگیا تھا۔

"ہیلو خواتین زندگی کا تصور ہونٹوں پر ہنسی لے آتا ہے آپ کو خوش دیکھ کر مجھے خوشی ہو رہی ہے۔"

"آپ خوش نہیں ہیں مسٹر خالد۔" میں نے پوچھا۔

"ہوں لیکن زندگی پا کر نہیں۔"

"پھر؟" سسٹر نے پوچھا۔

"کسی کو ہنستے مسکراتے دیکھ کر!" خالد نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا اور میں پھر ہنس پڑی سسٹر بھی ہنسی روک نہ سکیں کیونکہ وہ میری ہنسی کی وجہ جانتی تھیں۔

"کوئی خاص خبر مسٹر خالد؟"

"نہیں۔ ابھی کوئی خبر نہیں ہے ہوئی تو آپ کو ضرور اطلاع دوں گا۔"

"ضرور۔" میں نے کہا پھر بولی۔ "مگر میں تم سے کچھ باتیں کرنا چاہتی ہوں۔"

خالد کچھ چونک سا پڑا پھر اس نے سسٹر کی طرف دیکھا اور سسٹر خود بول پڑیں۔

"میں چلی جاتی ہوں تم لوگ آرام سے باتیں کرو۔" یہ کہہ کر وہ آگے بڑھ گئیں خالد مجھے دیکھنے لگا۔

"پروفیسر زاغ نے تمہیں مجھ سے ملاقات کے بارے میں بتایا؟"

"ملاقات' یہاں جہاز پر؟" وہ اچھل پڑا۔

"اس کا مطلب ہے تمہیں نہیں معلوم؟"

"خدا کی قسم بالکل نہیں کب کہاں؟" اس نے کہا اور میں نے اس ملاقات کی پوری تفصیل سنادی۔ خلازی اور پروفیسر ہاشمی کے بارے میں سن کر وہ بھونچکا رہ گیا اس نے خشک ہونٹوں پر زبان پھیر کر کہا۔ "تم مجھ پر یقین کر سکو گی روشنی مجھے یہ بھی نہیں معلوم.......... اور.......... اور یہ ہو سکتا ہے' یہ بالکل ہو سکتا ہے روشنی' آہ اس کا مطلب ہے کہ خلازی اتنا معصوم آدمی نہیں ہے۔ یہ بالکل سچ ہے کہ اس دن تمہارے والد کی خواب گاہ میں بس وہ اتفاق سے ہی زیر ہو گیا تھا ورنہ وہ بے حد پھرتیلا اور جنگجو آدمی ہے۔ اگر زاغ درست کہہ رہا ہے تو اس سے زیادہ خوفناک بات اور کوئی نہیں ہے کہ خلازی نے سالک جلال کو زخمی کیا میرے خدا۔ میرے خدا کیسے ہولناک حد تک الجھے ہوئے واقعات ہیں آخر یہ سب کیا کہہ رہے ہیں کیا ہے یہ سب کچھ' کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ اس نے مجھے بالکل لاعلم رکھا ہے نہ خلازی کے بارے میں اس نے کچھ بتایا اور نہ تم سے ملاقات کے بارے میں؟"

"پچھلی رات کے بعد سے ملے ہو اب تک اس سے۔"

"نہیں۔ ملاقات بھی نہیں ہوئی لیکن خلازی کا تذکرہ تو کر سکتا تھا وہ۔ ظاہر ہے میں اس کا مشیر نہیں ہوں۔ روشنی' آخری بار تم سے درخواست کر رہا ہوں کہ مجھے اپنے ہمدرد اپنے ساتھی کی حیثیت سے قبول کر لو' میں بے موت مارا گیا ہوں کہیں کا نہیں رہا ہوں' بے مقصد اور بے کار زندگی ہو گئی ہے میری۔ بعض اوقات اپنے آپ پر جھنجھلا جاتا ہوں اگر تم یہ سمجھتی ہو کہ میں تمہاری اس نرم روی سے یہ سوچنے لگا ہوں کہ تم مجھ سے مخلص ہو گئی ہو تو ایسا نہ سمجھو سب کچھ سمجھتا ہوں میں' سب کچھ جانتا ہوں مجھ سے نرم ہو کر تم نے حالات سے سمجھوتہ کیا ہے ورنہ تمہاری آنکھوں کی گہرائیوں میں چھپی نفرت مجھ سے پوشیدہ نہیں ہے۔ میں تمہاری سوچ تبدیل نہیں کرنا چاہتا روشنی بس یہ چاہتا ہوں کہ مجھ سے نفرت کرنے کے باوجود۔ مجھے برا سمجھنے کے باوجود تم اپنی ہر مشکل ہر ضرورت مجھ سے بیان کرو۔ مجھ سے کام لو۔"

میرے جبڑے بھینچ گئے۔ کمبخت کی باتیں متاثر کر رہی تھیں سب کچھ فراموش کر سکتی تھی لیکن نینا کو نہیں بھول سکتی تھی وہ اسے چاہتی تھی اور اس نے اسے ٹھکرا دیا!

ا۔ اگر یہ صرف دولت کے حصول کے لئے ایک معصوم لڑکی کو اس طرح ٹھکرا سکتا ہے تو اس پر کیا بھروسہ کیا جائے۔ تاہم میں نے سنبھل کر کہا۔ "اب مجھے کیا کرنا ہے؟"

"کس سلسلے میں؟"

"زاغ سے ملوں؟"

"دوسروں کا کیا مشورہ ہے؟"

"اس نے منع کیا تھا اور کہا تھا کہ فیصلہ میں خود کروں میں جانتی ہوں ڈان ایرن بھی مجھے منع کریں گے اور سسٹر زمرد بھی لیکن میں کوئی حل چاہتی ہوں ابھی تک مکمل تاریکی میں ہوں زاغ مجھے کچھ تو بتائے گا ہو سکتا ہے وہ سچ کہہ رہا ہو۔"

"تم نے ان سے مشورہ نہیں کیا؟"

"تذکرہ بھی نہیں کیا تمہیں یہ فوقیت دی ہے میں نے۔" میں نے کہا اور وہ خوش ہو گیا اس نے کہا۔

"میری رائے میں اس سے مل لو۔ اتنا مجھے یقین ہے کہ وہ تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچائے گا۔"

"ٹھیک ہے۔ میں خود بھی یہی چاہتی ہوں۔" میں نے کہا۔ دل میں خوشی تھی کہ میں اپنا رول خوش اسلوبی سے سرانجام دے رہی ہوں۔ ڈی پارلو پرسکون تھا۔ سرشام پانچ بجے میں کیبن نمبر نو سو تیس کی طرف چل پڑی۔ ہزاروں وسوسوں' خوف اور بے شمار امیدوں کے ساتھ۔ شاید کچھ نئے انکشافات ہوں۔ شاید!

دل کی دھڑکنوں پر بمشکل قابو پایا کیبن نمبر نو سو تیس سامنے تھا دروازے پر دستک دی تو زاغ نے دروازہ کھول دیا مجھے دیکھ کر اس کے چہرے پر کوئی تاثر نہیں پیدا ہوا اس نے واپس مڑتے ہوئے کہا۔ "آؤ۔"

میں نے ایک لمبی سانس لی اور دروازے سے اندر داخل ہوئی تو وہ بولا۔ "براہ کرم دروازہ بند کر دو۔" میں نے جھجکتے ہوئے اس کی ہدایت پر عمل کیا۔ وہ خود مسہری پر جا بیٹھا اور مجھے سامنے پڑے ہوئے صوفے پر بیٹھنے کا اشارہ کیا کیبن میں اس کا سیاہ پرندہ موجود نہیں تھا بستر پر تکیے کے پاس ایک کتاب درمیان سے کھلی رکھی تھی۔ میں بیٹھ گئی تو وہ مسکرا کر بولا۔ "بہت غور کیا ہے تم نے مجھ سے ملاقات کے سلسلے میں۔"

"نہیں کرنا چاہئے تھا؟" میں نے ترش لہجے میں پوچھا۔

"تم بہتر سمجھتی ہو۔" اس نے درمیان سے کھلی کتاب کو بند کر کے تکیے کے نیچے رکھ دیا۔

"آپ نے مجھے بلایا تھا؟" میں نے کہا۔

"ہاں.......... اور یہ بھی کہا تھا کہ اگر تمہاری عقل میری سچائی قبول کر لے تو میں تمہارے ساتھ تعاون کرنے کو تیار ہوں۔"

میں نے ایک گہری نگاہ زاغ پر ڈالی میں ایک ایسے شخص کے سامنے تھی جو آنکھوں سے دل کا راز پالیتا تھا اس وقت سخت ترین احتیاط کی ضرورت تھی میں نے بیزاری سے کہا۔ "اگر آپ کا خیال ہے مسٹر زاغ کہ میں آپ کو دنیا کا سب سے سچا انسان سمجھ کر آپ کے پاس آئی ہوں تو میں یہ جھوٹ نہیں بولوں گی۔"

"ہوں.......... آگے کہو.........." اس نے سکون سے کہا۔

"میں جن حالات کا شکار ہوں' ان میں کسی پر نہ تو مجھے اعتماد ہے نہ کسی سے پُر خلوص مدد کی توقع رکھتی ہوں.......... بس اتنا خیال ہے میرے دل میں کہ میرے ان معاملات سے کچھ دوسرے لوگ بھی دلچسپی رکھتے ہیں اور یقیناً یہ دلچسپی ان کے مفاد میں ہوگی جو کوئی اپنے مفاد کے ساتھ میری مشکل کا حل بتادے' وہی میرے لئے سب سے کارآمد شخص ہے۔"

"بڑی سلجھی ہوئی بات ہے مجھے پسند آئی۔" زاغ نے کہا۔

"پروفیسر ڈان ایرن مجھ سے تعاون کر رہے ہیں لیکن میرے بارے میں یا اپنی کوششوں کے بارے میں انہوں نے بھی کچھ نہیں بتایا سب کا ایک جیسا انداز ہے میں سب کے لئے بس ایک ذریعہ ہوں کوئی تو مجھے بھی کچھ بتائے کوئی تو.........." میری آواز رُندھ گئی چند لمحات میں بول نہ سکی وہ ہر تاثر سے عاری بیٹھا مجھے دیکھتا رہا پھر میں نے سنبھل کر کہا۔ "مسٹر زاغ.......... میں ہر اس شخص سے خلوص سے تعاون کروں گی جو مجھے ان حالات کے بارے میں کچھ بتائے گا وہ ڈان ایرن ہو' خلازی ہو یا آپ ہوں.........."

"خلازی سے ملیں..........؟"

"نہیں۔"

"ڈان ایرن کو مجھ سے ملاقات کے بارے میں بتایا..........؟"

"بالکل نہیں۔"

"اپنی ساتھی لڑکی کو..........؟"

"کسی کو بھی نہیں اور اس کی وجہ بھی پوچھ سکتے ہیں۔"

"بتادو۔" اس نے مسکرا کر کہا۔

"اس خیال میں ہوں کہ شاید آپ مسٹر زاغ.......... شاید آپ میرے لئے سب سے کارآمد ہوں.......... اگر میری مشکل کا حل آپ کے پاس سے مل سکتا ہے تو آپ سے زیادہ عزیز مجھے کوئی اور نہیں ہو سکتا.......... ورنہ.......... سب ایک جیسے ہیں میرے لئے۔"

"یہ سچ ہے لڑکی وہ سب احمق ہیں' اندھیرے میں تیر چلانے والے' اندھوں کی طرح راستہ ٹٹولنے والے جبکہ میں.......... خیر.......... میں تمہاری باتوں سے مطمئن ہوں اب تمہیں میرے سوالات کے جواب دینا ہوں گے۔"

"اس کے بعد..........؟" میں نے تیکھے لہجے میں پوچھا۔

"میں تمہارے سوالات کے جواب دوں گا۔"

"ٹھیک ہے پوچھو۔"

"مجھے اپنے بچپن کی تفصیل بتاؤ۔"

"ایک خوبصورت کوٹھی میں ملازموں کے ہاتھوں پروان چڑھی سب مجھے ہاتھوں میں رکھتے تھے میری ہر بات کو پورا کیا جاتا تھا انہی ملازموں میں سے ایک کو ماں کا درجہ دیتی تھی کیونکہ ماں کی صحیح تفصیل میرے علم میں نہیں تھی۔ پھر جب ہوش کی دنیا میں آئی تو یہ احساس ہوا کہ نہ ماں ہے میری نہ باپ.......... باپ کے نوادر خانے میں اس کی تصویر موجود تھی جس کے بارے میں ہمیشہ مجھے بتایا گیا کہ وہ میرے باپ ہیں پھر ذہن میں تجسس جاگا کہ آخر میرے ماں باپ کون ہیں کہاں ہیں' کیا وہ مر چکے؟ ملازموں کے پاس اس بات کا کوئی جواب نہیں تھا باپ کے بارے میں مجھے بتایا گیا کہ وہ زندہ ہیں اور میری خبر گیری رکھتے ہیں۔ انہی ملازموں میں سے ایک ملازم نے یہ بھی بتایا کہ مجھے میرے والد کبھی کبھی دیکھنے کے لئے آجاتے ہیں لیکن رات کی تنہائیوں میں.......... اور ان کی ہدایت ہے کہ کبھی مجھے ان کی صورت نہ دکھائی جائے۔ مجھے شدید حیرانی ہوئی ملازم اس سے زیادہ کچھ نہیں بتا سکے حالانکہ میں نے ان پر بے پناہ سختیاں کیں وہ قسم کھا کر کہتے تھے کہ انہیں اس بارے میں کچھ بھی معلومات حاصل نہیں ہیں انہوں نے مجھے یہ بھی بتایا کہ میں بہت ننھی سی تھی جب مجھے اس ملازمہ کی آغوش میں دے

دیا گیا جس نے میری پرورش کی۔ بس اس سے زیادہ کوئی کچھ نہیں جانتا تھا۔ مجھ پر جنون طاری ہوگیا مجھے سب کچھ مل گیا تھا لیکن آخر میرے ماں باپ کہاں تھے پھر میں ہر وہ کوشش کرنے لگی جس سے مجھے اپنے بارے میں کچھ معلومات حاصل ہوجائیں لیکن کوئی ذریعہ نہ ملا۔ ملازموں کے ساتھ میرا رویہ بے انتہا سخت ہوگیا اور اس کے بعد مسٹر زاغ اس دن آپ اور منوچہر خلازی مجھے ملے آپ لوگوں نے مجھے ایک عجیب سا کام سونپا میں نے اس کی تکمیل کی لیکن جو کچھ وہاں ہوا' وہ بھی میرے لئے ناقابل فہم تھا یہ معاملات چلتے رہے پھر مسٹر خلازی نے مجھ سے ملاقات کی اور مجھے انوکھی تفصیلات بتائیں۔ آپ چاہیں تو میں آپ کو اس کے بارے میں بتا سکتی ہوں لیکن اس سے بھی مجھے کچھ حاصل نہ ہوا اور میں مسلسل تاریکی میں رہی۔ میرے ملازموں کا کہنا تھا کہ میرے والد انہیں میرے سلسلے میں ہدایات جاری کرتے رہتے ہیں لیکن مجھے اس بات سے کوئی دلچسپی نہیں تھی یہاں تک کہ ایک بار مجھے معلوم ہوا کہ میری جائیداد وغیرہ کی نگرانی ایک ایڈووکیٹ سالک جلال کرتے ہیں' میں نے ضد کرکے ان سے ملاقات کی سالک جلال نے بھی مجھے یہی بتایا کہ میرے لئے میرے والد کا وصیت نامہ موجود ہے لیکن میرے والد سے انہوں نے بھی اپنی ناآشنائی کا اظہار کیا پھر وہ زخمی ہوگئے اور انتہائی بری حالت میں ہونے کے باوجود انہوں نے بمشکل تمام ایک نام کاغذ پر لکھا یہ ڈچ کاٹیج کا نام تھا ڈچ کاٹیجز میں سے ایک کاٹیج میں جب میں سالک جلال کی سیکرٹری زمرد کے ساتھ داخل ہوئی تو وہاں مجھے تابوت نظر آئے تھے' مجھے دو ممیاں نظر آئیں جن کے چہرے تک کپڑے کی پٹیوں میں لپٹے ہوئے تھے۔ میں نہیں سمجھ سکی کہ یہ سب کچھ کیا تھا بعد میں میرے ملازم نے مجھے بتایا کہ میرے والد احمد کمال سعدی نے میرے لئے ہدایت کی ہے کہ میں پرتگال چلی جاؤں اور وہاں جاکر ڈان ایرن سے ملوں میں نہیں جانتی کہ مسٹر ڈان ایرن کو اس بارے میں کیا معلومات حاصل تھیں بہرطور میں پرتگال آگئی اور یہاں مسٹر ڈان ایرن نے میرے ساتھ پورا پورا تعاون کیا جب میں نے ان سے ضد کرکے یہ کہا کہ آخر میرے والد کون ہیں' کہاں ہیں اور یہ ساری کہانی کیا ہے تو انہوں نے بھی وہی جواب دیا جو مجھے جو دوسروں سے ملتا رہا تھا انہوں نے کہا کہ وہ اس سلسلے میں کام کریں گے اور معلومات حاصل کریں گے اس کے لئے ہمیں لجزائر چلنا ہوگا۔ میں بہت زیادہ خوش فہمی کا شکار تو نہیں تھی لیکن کیا کرتی میرے پاس کرنے کے لئے اور کچھ نہیں تھا میں بیزار ہوں اپنی زندگی سے' سمندر میں یہ جہاز بیکار

دکیا تھا آپ یقین کیجئے مسٹر زاغ' مجھے نہ موت سے دلچسپی ہے نہ زندگی سے..........
شخص کو اپنے بارے میں ہی کچھ نہ معلوم ہو' اسے زندگی کا کیا لطف حاصل ہوسکتا
ہے میں اپنے بارے میں ناواقف رہنے کی بجائے مرجانا پسند کرتی ہوں آپ' مسٹر
لازی یا کوئی اور اگر مجھے موت سے خوف زدہ کرنا چاہیں تو آپ لوگوں کو انتہائی مایوسی
دگی مجھے زندگی میں صرف ایک بار یہ بتادیا جائے کہ میرے ماں باپ کون ہیں؟ میں
لون ہوں اور ان کا کیا قصہ ہے تو اس کے بعد میں بتانے والے کے ہاتھوں بخوشی
رنے کو تیار ہوں۔ آپ لوگ کسی غلط فہمی کا شکار نہ رہیں میں اس قسم کا جنون اپنے
ہن میں رکھتی ہوں نہ مجھے اپنی جوانی کا احساس ہے نہ مجھے عشق و محبت سے کوئی دلچسپی
ہے میں تو اپنی ہی ذات میں بھٹکی ہوئی ایک شخصیت ہوں' میری روح ویران ہے مسٹر
زاغ' میں آپ سے صرف اس شکل میں تعاون کرسکتی ہوں کہ آپ مجھے میرے بارے
یں کچھ بتائیں آپ کی جگہ کوئی بھی شخص ہو میں اسے اپنی زندگی بخوشی سونپ سکتی
دں بس موت سے پہلے وہ مجھ پر یہ انکشاف کردے کہ آخر میں ہوں کیا؟ میرے والد
کا اگر کوئی وجود ہے تو آپ یقین کیجئے مسٹر زاغ میں اسے بھی انتہائی قابلِ نفرت سمجھتی
دں اگر وہ میرے باپ ہیں تو آخر کون سی مجبوری ہے جس کی بناء پر وہ مجھ سے دوری
برداشت کررہے ہیں بتائیں تو سہی مجھے کہ کس مصیبت کے شکار ہیں وہ.......... اور
کیوں مجھے اس عذاب میں گرفتار کردیا ہے؟ مسٹر زاغ یہ ہے پوری تفصیل بس اس
کے بعد میرے جذبات کو ہوا نہ دیجئے گا اور یہ بتائیے کہ جو کچھ میں نے آپ کو بتایا ہے
اس کے سلسلے میں آپ میری کچھ مدد کرسکتے ہیں..........؟"

"نہیں بے بی ابھی نہیں براہ کرم مجھ سے کچھ سوال مت کرو مجھے کچھ اور
سوالوں کے جواب چاہئیں۔"

"جی فرمائیے.........."

"اس کاٹیج میں.......... اچھا چھوڑو اس سے پہلے کی بات کرو جب میں نے
تمہیں میرا مطلب ہے پہلی ملاقات میں اس مکان میں بھیجا تھا تو وہاں کیا واقعات پیش
آئے؟"

میں نے جواب میں وہ پورا واقعہ دہرا دیا جو ایک مکمل حقیقت تھا زاغ نے گردن
ہلائی اور بولا۔ "تمہیں یہ کس نے بتایا کہ ڈچ کاٹیج میں جو تابوت رکھے ہوئے ہیں ان کا
تمہارے باپ سے کوئی تعلق تھا؟"

"میرے ملازم نے............ جب اس نے مجھے مسٹر احمد کمال سعدی کی د
ہدایت بتائی جس کے تحت مجھے پرتگال بھیجا گیا تھا تو اس نے کہا کہ وہ تابوت میرے ما
باپ کے تھے۔"

"ہوں.......... تم نے اسے تسلیم کرلیا..........؟"

"ہاں بالکل.........."

"اچھا ایک بات اور بتاؤ تمہیں یہ کیسے معلوم ہوا کہ وہ تابوت اس جہاز کے تہ
خانے میں ہیں کیا ابوالفرزان نے تمہیں بتایا؟؟"

"نہیں.......... میں نہیں جانتی ابوالفرزان کون ہے یہ بات مجھے مسٹر ڈان
ایرن نے ہی بتائی تھی کہ جہاز کے مال خانے میں دو تابوت ہیں۔ میں نے جب پہلی بار
ان تابوتوں کو دیکھا تو فوراً ہی پہچان لیا یہ وہی تابوت تھے جو ڈچ کامیچ میں تھے۔"

"تم ابوالفرزان کو نہیں جانتیں..........؟"

"نہیں۔"

"پہلے کبھی اسے دیکھا..........؟"

"میں نے اسے بعد میں بھی نہیں دیکھا بلکہ جب جہاز کا حادثہ ہوا تو مجھے علم ہوا کہ
تابوتوں پر ابوالفرزان کی لاش پڑی ہوئی پائی گئی ہے۔"

"یہ بات بھی تمہیں ڈان ایرن نے ہی بتائی ہوگی۔"

"ہاں۔"

"اس کے علاوہ کوئی اور ایسی بات جو میری رہنمائی تمہاری مشکل کی سمت کرسکے
اب میں تم سے خلوص دل سے ایک بات کہہ رہا ہوں یہ فی الوقت میرے الفاظ ہیں
لیکن آنے والا وقت تمہیں اس حقیقت سے روشناس کرے گا کہ ان الفاظ میں سچائی
ہے میں تمہاری بھرپور مدد کرنے کے لئے تیار ہوں تم ڈان ایرن سے رابطہ رکھو یا دنیا
کے کسی بھی فرد سے' میں تمہارا ہمدرد' تمہارا غمگسار ہوں اور تمہارے لئے سب کچھ
کرنا چاہتا ہوں۔ تو میں تم سے یہ کہہ رہا تھا کہ کوئی ایسا نکتہ یا کوئی ایسی بات جو حقیقت
تک میری رہنمائی کرسکے۔"

"میرے علم میں جو کچھ تھا' میں نے آپ کو بتا دیا ہے مسٹر زاغ اور اب میں آپ
کے ان الفاظ کا ثبوت چاہتی ہوں۔"

"ہاں تم بتاؤ تمہارے ذہن میں میرے لئے کیا سوالات ابھرتے ہیں..........؟"

"آپ کون ہیں مسٹر زاغ..........؟"

"ایک محقق مصر کی قدیم تاریخ سے جنون کی حد تک عشق رکھنے والا..........
نے تاریخ مصر کے ایسے ایسے پوشیدہ گوشوں کی نقاب کشائی کی ہے جن تک بہت کم
ں پہنچ سکی ہیں۔ یوں سمجھ لو کہ اگر میں یہ کہوں تم سے کہ شاید میں فراعنہ کے دور
کوئی روح ہوں جسے دوبارہ انسانی شکل میں زندگی دے دی گئی ہے تو غلط نہیں ہوگا۔
ر کی قدیم تاریخ کا اگر تم نے مطالعہ کیا ہے' میرا مطلب ہے اپنے باپ کے حوالے
تو یہ سمجھ لو کہ میں بھی وہ "کا" ہوں جس کی تشکیل دوبارہ اس کائنات میں کی گئی
اور میری روح واپس ایک انسانی جسم میں آگئی ہے مجھے تاریخ مصر سے دیوانگی کی
تک عشق ہے۔ مسٹر احمد کمال سعدی وہ دوسرے انسان تھے جنہوں نے مصر کی
ریخ کے ایسے ایسے پُراسرار باب دریافت کئے جو بڑے بڑے محققین کے علم میں
یں ہیں.......... لیکن میں نہیں جانتا کہ پھر کیا ہوا یہ بہت زیادہ پرانی بات نہیں ہے
لیکن اس پرانی بات کو اپنی عمر سے منسلک نہ کرو تمہاری عمر ہے ہی کتنی..........
ٹر سعدی نے تاریخ مصر پر ایسی ایسی انوکھی تحقیقات کا انکشاف کیا جس نے دنیا کو ہلا کر
ھ دیا ان کی کچھ غیر مطبوعہ کتابوں کے مسودے پُراسرار طریقے سے غائب ہوگئے ان
سودات میں مصر کی چھ ہزار سالہ تاریخ کے ایسے ایسے انوکھے باب تھے کہ اگر وہ دنیا
کے سامنے آجاتے تو مصر کے بہت سے رازوں کی نقاب کشائی ہوسکتی تھی۔ ایک معمولی
ی مثال ہے کہ اہرامین کے بارے میں ہزاروں محققین نے اپنی اپنی داستانیں لکھی
ہیں لیکن اگر کوئی یہ انکشاف کرے کہ قدیم مصری دور کے کچھ مدفون اجسام زندگی پاکر
ایک محقق کے ساتھ تاریخ مصر پر تعاون کریں اور اس سے بحث کریں تو کیا اس حقیقت
کی سچائی پر غور کیا جاسکتا ہے؟ یا تو اس شخص کو جھوٹا سمجھا جائے یا پھر اس داستان کو دنیا
کی سب سے زیادہ پُراسرار داستان.......... لیکن جو شناسا ہیں وہ ان حوالوں کو جانتے
ہیں جو احمد کمال سعدی نے دیئے اور یہ حوالے دور فراعنہ کا کوئی شخص ہی دے سکتا
ہے۔ اس کے بعد احمد کمال سعدی گم ہوگیا نہ جانے کسے کسے اس کی تلاش تھی' نہ
جانے کون کون اس کے لئے سرگرداں تھا میں بھی انہی میں سے ایک ہوں اور گمشدہ
احمد کمال سعدی کا کوئی وجود نہیں تھا لیکن یہ پتہ چلتا ہے کہ اس دنیا میں اس کی اولاد
زندہ ہے تو پھر کون نہ ہوگا جو اس تاریخ کو جاننے کے لئے دیوانہ نہ ہوجائے گا۔
لڑکی تم نے مجھ سے میرے بارے میں پوچھا ہے میں نے تمہیں بتا دیا کہ میں کون ہوں

لیکن تم کائنات کی اس تاریخ کا سب سے انوکھا باب ہو تمہیں اگر پڑھ لیا جائے تو نہ جانے کیسے کیسے انوکھے انکشافات ہوں۔ سب سے زیادہ حیران کن بات تو یہی ہے کہ احمد کمال سعدی کا وجود ہے' وہ فنا نہیں ہوا لیکن روپوش ہے اگر وہ کسی مشکل کا شکار ہے تو تم یقین کرو بے بی اس نے بڑی حماقت کی ہے وہ اس مشکل میں کسی کا ساتھ حاصل کرسکتا ہے تو وہ میں ہوں۔ ملے تو سہی ایک بار میں تو خلوص دل سے اس کا تمنائی ہوں یقین کرو میں اسے نقصان پہنچانے کے درپے نہیں ہوں میں تو یہ چاہتا ہوں کہ وہ تعاون کرے مجھ سے.......... وہ مجھے اپنی تحویل میں لے لے اور تاریخ کے اس سربستہ راز کی نقاب کشائی کرے۔ میری ساری کہانی انہی واقعات کے گرد گھومتی ہے اور میں نے جو کچھ تم سے کہا اس میں ایک لفظ جھوٹ نہیں ہے۔" میں خاموشی سے زاغ کو دیکھتی رہی نہ جانے کیوں ایسا لگا تھا جیسے وہ سچ بول رہا ہو اس وقت میں خود بھی جذباتی ہوگئی تھی کوئی خاص جھوٹ نہیں بولا تھا میں نے اس سے۔ کچھ دیر خاموشی رہی پھر میں نے اس سے کہا۔ "آپ میرے لئے کیا کرسکتے ہیں مسٹر زاغ..........؟"

"شاید کچھ نہیں بے بی ہاں ایک پیش کش کرسکتا ہوں تمہیں۔"

"کیا..........؟"

"کسی بھی طور' کسی بھی شکل میں اگر کبھی تمہیں احمد کمال سعدی کا کوئی نشان مل جائے تو میرا ایک پیغام اسے دے دینا' اس سے کہنا کہ صبح کو ڈوبنے والے آخری ستارے کی قسم زاغ تجھ سے غیر مخلص نہیں ہے بس اتنا ہے کہ وہ بھی اس دور کا متلاشی ہے۔"

"کیا احمد کمال سعدی مجھ سے ملیں گے..........؟" میں نے حسرت بھرے لہجے میں پوچھا۔

"شاید کوئی لمحہ ایسا آجائے جب اس کا تم سے ملنا ضروری ہو ایک بار' ایک بار وہ مجھ سے مل لے' میری بات سن لے آج تک اس کوشش میں مصروف ہوں اور روشنی! یہی نام ہے نا تیرا.......... مجھ سے پوشیدہ ہونے کی کوشش نہ کرنا اگر کسی نے تجھے مجھ سے چھپانے کی کوشش کی تو راع ابروسا کی قسم اس کی فنا کا ذمہ دار میں ہوں گا۔"

"مجھ سے آپ کو کیا دلچسپی ہے مسٹر زاغ.........."

"تُو تاریخ کے چھ ہزار سالوں کے عقب میں چھپا ہوا ایک انوکھا راز ہے میں چاہتا

ہوں کہ جب تُو منکشف ہو تو سب سے پہلے تجھے میرا قلم تحریر کرے۔" زاغ کھوئے کھوئے لہجے میں بولا۔

"راع ابروسا' آدھا سورج' صبح کا آخری ستارہ.......... یہ سب کیا ہے مسٹر زاغ آپ کا مسلک' آپ کا مذہب کیا ہے؟"

"ایک لمحے کو رک' ایک لمحہ ٹھہر۔" زاغ نے کہا وہ اپنی جگہ سے اٹھا' اس نے اپنے سامان سے ایک کاغذ نکالا اور اسے کھول کر میرے سامنے کرتے ہوئے کہا۔

"اسے دیکھ کسی شکل میں اسے پہچانتی ہے..........؟" میں نے کاغذ پر بنی تصویر کو دیکھا اور ایک لمحے میں پہچان لیا یہ وہی عورت تھی جسے میں نے اس مکان میں دیکھا تھا جہاں زاغ اور خلازی نے مجھے بھیجا تھا یا جسے میں نے اس کتاب میں دیکھا تھا جو بعد میں غائب ہوگئی تھی۔

"یہ انطاریہ ہے..........؟" میں نے کہا اور زاغ اچھل پڑا۔

"راع ابروسا کی قسم.......... تُو اسے کیسے جانتی ہے..........؟" اس نے ششدر لہجے میں کہا۔

"اس عورت کو میں نے اس مکان میں اور بعد میں اس کی تصویر اس کتاب میں دیکھی تھی جو چوری ہوگئی۔"

"مگر تُو اس کا نام کیسے جانتی ہے..........؟"

"خلازی نے بتایا تھا۔"

"آہ.......... تو میرا خیال ٹھیک ہے میرے راستے درست ہیں۔"

"کیا یہ عورت میری ماں ہے..........؟" میں نے پوچھا۔

"تیری ماں..........؟" زاغ چونک کر بولا۔ "نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے ایسا احمقانہ خیال دل میں نہ لانا.......... یہ تو ایک قدیم تاریخ ہے زمانہ قبل کا ایک انوکھا دور.........."

"جو اس مکان میں زندہ موجود تھا۔" میں نے طنزیہ کہا۔

"وہ فریب تھا تیرے لئے نہیں ہمارے لئے۔"

"اپنے مذہب کے بارے میں نہیں بتایا آپ نے مسٹر زاغ.........."

"بس انسان ہوں میں اس کے آگے پیچھے کچھ نہیں جن ناموں سے عقیدت ہے' ان کی قسمیں کھا لیتا ہوں۔"

"تم سے ملاقات سے مجھے کیا فائدہ ہوا............؟" میں نے پوچھا۔

"صرف ایک' تجھے مجھ جیسا محافظ مل گیا مجھ سے تعاون کرتی رہنا آفات سے بچائے رکھوں گا ہو سکتا ہے سعدی کے اور میرے درمیان تو ہی رابطہ بن جائے۔"

"آخری سوال کروں مسٹر زاغ............"

"بس آخری اس کے بعد واپس چلی جانا کیونکہ سورج ڈوبنے کو ہے اور یہ میری عبادت کا وقت ہوتا ہے۔"

"وہ دونوں تابوت خالی کیسے ہوگئے............؟"

"آہ............ مجھے نہیں معلوم بس تھوڑی سی دیر ہوگئی' تھوڑی سی ابھی وقت ساتھ نہیں دے رہا بس اب تو جا............ جا سکتی ہے تو لڑکی............ جا............ براہ کرم باہر نکل جا۔" وہ کچھ مضطرب نظر آنے لگا میں گہری سانس لے کر اٹھی اور دروازے سے باہر نکل آئی اس میں کوئی شک نہیں تھا کہ میں نے ایک نہایت پُراسرار شخص سے ملاقات کی تھی اس سے ہونے والی ساری باتیں دماغ میں گونج رہی تھیں ایک اور خیال بھی خاص طور سے دل میں آیا تھا کہ خالد نے زاغ کو کچھ نہیں بتایا تھا حالانکہ میں نے اسے بتا دیا تھا کہ تابوتوں کے پاس مجھے زاغ ملا تھا اور اس نے مجھ سے ملاقات کی خواہش کی تھی۔

☆------☆------☆

عرشے پر روشنیاں جل اٹھی تھیں میں ٹہلتی ہوئی دور نکل آئی ڈی پارلو پُرسکون سفر کر رہا تھا اس پر موجود زیادہ تر افراد مطمئن تھے زمرد وغیرہ شاید کیبن میں تھیں کوئی نہیں نظر آیا میں اس وقت تک سمندر دیکھتی رہی جب تک سسٹر زمرد خود مجھے تلاش کرتی ہوئی وہاں نہ آگئیں۔

"کھانا نہیں کھاؤ گی............؟"

"ہاں بھوک لگ رہی ہے۔" میں نے کہا ہم ایک جگہ آبیٹھے اور وہیں کھانا منگوالیا۔ "انکل ایرن سے ملاقات ہوئی؟" کھانے کے دوران میں نے پوچھا۔

"چند لمحات کے لئے آئے تھے میرے پاس بس یہ بتانے کہ تم زاغ کی طرف گئی ہو۔" زمرد نے جواب دیا۔ کھانے سے فراغ کے بعد سسٹر زمرد نے پوچھا۔ "ملاقات ہوگئی............؟"

"ہاں۔"

"کیا بات ہوئی............؟"

"وہ ایک پُراسرار انسان ہے سسٹر آپ یقین کریں جتنا وقت اس کے ساتھ گزارا ایسی محسوس ہوتا رہا جیسے میں کسی روح کے سامنے بیٹھی ہوں کسی مافوق الفطرت انسان کے سامنے............ وہ مجھ سے صرف اس لئے دلچسپی لے رہا ہے کہ میرے ذریعے احمد کمال سعدی سے مل لے وہ کہتا ہے............" میں نے سسٹر زمرد کو ساری تفصیل بتا دی۔ زمرد بھی ان باتوں پر کوئی خاص تبصرہ نہیں کر سکی تھی اس رات انکل ایرن سے ملاقات نہیں ہوئی۔ کافی رات گئے تک وہ اپنے کیبن میں نہیں آئے تھے میں اور سسٹر البتہ دیر تک اس بارے میں باتیں کرتے رہے تھے۔

"میں تو بس ایک بات جانتی ہوں اگر مسٹر سعدی زاغ کو قابلِ بھروسہ سمجھتے تو ہمیں پرتگال نہ بھیجتے آخر کوئی تو ایسی بات ہوگی جس کی وجہ سے انہوں نے اس سے گریز کیا۔"

دوسری صبح انکل ایرن نے ہی ہمیں جگایا تھا۔ "سمندر کی آخری لکیر سے سورج طلوع ہوتا ہے تو ایک انوکھی کیفیت کا احساس ہوتا ہے تم نے یہ منظر دیکھا ہے کبھی............؟"

"نہیں انکل۔"

"دیکھا کرو جب یہ سفر ختم ہو جائے گا تو ہم اس حسین منظر کی تمنا ہی کرتے رہیں گے میں نے ایک مہربان نوجوان سے کہہ دیا ہے کہ تین افراد کا ناشتہ یہیں پہنچا دے اس لئے لڑکیو تم ناشتے کے استقبال کے لئے تیار ہو جاؤ۔"

ناشتے کے دوران ہی زاغ کی باتیں شروع ہوگئیں انکل ایرن نے کہا۔ "یہ بالکل سچ ہے کہ وہ صرف سعدی کا قرب چاہتا ہے اور صرف اسی وجہ سے وہ روشنی کو نگاہ میں رکھنا چاہتا ہے لیکن یہ بھی بالکل سچ ہے کہ سعدی کسی بھی شکل میں اسے حاصل ہو جائے تو شاید وہ اپنا مشن کبھی پورا نہ کر سکے گا۔ میرے خیال میں ایک بات یا تو تم مجھے بتانا بھول گئیں یا روشنی یا زاغ سے غلطی ہوگئی۔"

"کیا انکل؟"

"اس نے یہ نہیں پوچھا کہ میں نے الجزائر کا سفر کیوں اختیار کیا ہے۔"

"نہیں............ اس نے یہ نہیں پوچھا۔"

"شاید بھول گیا ہو سکتا ہے دوسری ملاقات پر یہ سوال کرے تو تم اس سے کہو گی

کہ اس بارے میں تمہیں کچھ نہیں معلوم۔"

"انکل کچھ سوالات ہیں میرے ذہن میں آپ مجھے بتانا پسند کریں گے۔"

"کیا یہ سوالات اس سے گفتگو کے بعد تمہارے دل میں پیدا ہوئے ہیں......؟"

"ہاں۔"

"تب میں تم سے درخواست کرتا ہوں کہ مجھ سے ان کے جواب نہ مانگنا۔" ڈان ایرن نے کہا مجھے اس کا یہ جواب بہت برا لگا تھا میری پیشانی شکن آلود ہوگئی اس نے محسوس کرلیا اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی اور اس نے کہا۔ "تمہیں میرا یہ جواب برا لگا ہے لیکن یہ بھی سچ ہے کہ بہت سے سوالات کے جواب ابھی میرے پاس بھی نہیں ہیں۔"

"یہ دیگر بات ہے انکل ایرن لیکن آپ لوگ' تقدیر نے مجھے آپ سب کے احسانات کے بوجھ تلے دبادیا ہے میں کیا کرسکتی ہوں او کے انکل......... او کے۔"

"نہیں بیٹے یہ بات نہیں ہے جو ہدایات تمہارے ڈیڈی نے مجھے دی ہیں' میں ایک ایک قدم ان کے تحت اٹھا رہا ہوں ایک بھی قدم ایسا نہیں ہے جو سعدی کی ہدایت سے مختلف ہو۔ بہت معمولی سی غلطی ہوگئی تھی مجھ سے......... بہت معمولی سی......... اس کا عظیم خمیازہ بھگتنا پڑا ہے۔ اپنے ایک پُرخلوص دوست کو کھو بیٹھا ہوں کاش ایسا نہ ہوتا اس کی موت صرف میری ایک حماقت کی وجہ سے ہوئی۔"

"کس کی موت؟" زمرد نے چونک کر پوچھا اور ڈان ایرن دکھ بھرے انداز میں زمرد کو دیکھنے لگا۔

"ابوالفرزان' میں اس کی بات کررہا ہوں۔"

"ابوالفرزان۔" ہم دونوں کے منہ سے بیک وقت نکلا۔

"میرا چودہ سالہ پرانا دوست تھا اس مہم میں میرا ساتھ دے رہا تھا۔"

"ابوالفرزان آپ کا ساتھی تھا.........؟ لیکن انکل........"

"انہی مجبوریوں کا اگر تم برا مانو روشنی تو صرف اتنا کرسکتا ہوں کہ اپنی زندگی بھی تم پر قربان کردوں۔"

"سوری انکل......... ویری سوری۔"

"میرا ایک بھی قدم تمہارے مفاد کے خلاف نہیں اٹھے گا روشنی بس تم مجھ پر اعتماد رکھنا ویسے خلازی اور نادر ہاشمی کی ڈی پارلو پر موجودگی کی تصدیق ہوگئی ہے۔"

"ملاقات ہوئی آپ سے.........؟"

"نہیں......... اور ملنا بھی نہیں چاہتا' ایک پلاننگ کررہا ہوں شاید کارآمد رہے۔"

"مجھے بہت افسوس ہے انکل آئندہ آپ کو شکایت نہیں ہوگی۔"

"باہر نکلو' گھومو پھرو میں چلتا ہوں اب کسی سے جھجکنے کی ضرورت نہیں ہے۔"

"انکل آپ سے کچھ کہہ سکتی ہوں........." میں نے کہا۔

"ہوں......... کہو۔"

"خدا کے لئے اپنا خیال رکھئے میرے خیال میں اب سب سے زیادہ آپ زاغ وغیرہ کے لئے باعثِ توجہ ہیں وہ معلومات حاصل کرنے کے لئے آپ کو نقصان نہ پہنچا دیں۔"

"میری طرف سے ذرہ برابر فکر نہ کرو میں ہر حالت میں محفوظ رہوں گا۔" ڈان ایرن کے جانے کے بعد ہم دونوں احمقوں کی طرح ایک دوسرے کی صورت دیکھتے رہے پھر سسٹر زمرد نے کہا۔ "ابوالفرزان انکل ایرن کا ساتھی تھا!"

"اس سے کچھ اور باتیں بھی سمجھ میں آتی ہیں۔"

"کیا.........؟"

"پرتگال میں ہمیں طویل قیام کرنا پڑا تھا اس دوران شاید وہ تابوت وہاں منگوائے گئے تھے اور یقیناً وہ ڈان ایرن کے ایماء پر وہاں لائے گئے تھے یہ کام ابوالفرزان نے کیا تھا۔"

"سوفیصد........."

"کوئی ایک بات سمجھ میں آتی ہے سسٹر.........؟"

"اب تو مجھے تم سے خوف محسوس ہونے لگا ہے روشنی زاغ نے تم سے کہا تھا کہ تم مصر کی چھ ہزار سالہ تاریخ کا ایک پُراسرار باب ہو۔" زمرد نے کہا اور میں ہنس پڑی۔

"ہاں سسٹر آپ ٹھیک کہتی ہیں بس اب یہی باقی رہ گیا ہے کہ لوگ مجھ سے خوف کھائیں۔"

"آؤ باہر چلیں صبح کا آغاز پُراسرار باتوں سے ہوتا ہے اور شام تک خوب سنسنی رہتی ہے۔" سسٹر زمرد نے کہا اور ہم دونوں لباس وغیرہ بدل کر باہر نکل آئے۔ جہاز

کے مسافر اب سیگارو پر بہت اعتماد کرنے لگے تھے' اس کے ہر حکم کی تعمیل ہوتی تھی' جہاز کا سارا انتظام درست تھا' پرانے خلاصیوں کو تجربے کار ہونے کی حیثیت سے احترام دیا جاتا تھا' وہ دوسروں کو ہدایات دیتے تھے اور دوسرے ان ہدایات پر عمل کرتے تھے اصل میں یہ زندگی کے حصول کی کوششیں تھیں۔ کئی دن تک موت کے منتظر رہنے کے بعد زندگی نظر آئی تھی تو سب اس کے حصول کے لئے کوشاں ہو گئے تھے۔ اس کے علاوہ سونت گال نے ڈان اوٹرویلبی سیگارو کے کردار کا جو نقشہ کھینچا تھا' سیگارو اس سے بالکل مختلف کیفیت کا مظاہرہ کر رہا تھا وہ ایک فرض شناس کپتان کی حیثیت سے مصروف نظر آتا تھا' اس کے ساتھی سب کے ساتھ مہربانی سے پیش آتے تھے کسی بھی مسافر کے ساتھ کوئی سختی نہیں ہوتی تھی پھر بھلا سیگارو کو کون برا کہتا۔

سمندر پر تین راتیں اور تین دن مزید گزر گئے اس دوران اور کوئی قابل ذکر واقعہ نہیں پیش آیا۔ زاغ صرف دو بار نظر آیا تھا لیکن اس نے میری طرف رخ بھی نہیں کیا تھا چوتھی صبح بھی معمول کے مطابق تھی ہم ناشتے وغیرہ سے فارغ ہو کر عرشے پر آگئے تھے وقت اداس اداس گزر رہا تھا کہ اچانک جہاز پر نئے نصب کئے گئے اسپیکروں سے آواز ابھری۔

"متوجہ ہوں میں آپ کا کپتان آپ سے مخاطب ہوں ڈی پارلو کے تمام مسافروں سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ عرشے پر جمع ہو جائیں ان سے باتیں کرنا چاہتا ہوں جو لوگ اس وقت کیبنوں میں ہیں' انہیں بھی دوسرے لوگ جا کر اطلاع دیں کہ وہ باہر آجائیں میں سب سے کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ آپ لوگوں نے میرا پیغام سن لیا براہ کرم دوسروں کو اس سے آگاہ کر دیں۔"

جہاز پر مختلف کاموں میں مصروف لوگوں کے ہاتھ رک گئے' سب کے چہرے سنسنی کا شکار نظر آنے لگے پھر لوگ ایک دوسرے کو خبر کرنے لگے ہم دونوں بھی اسی طرف چل پڑے جہاں لوگ جمع ہو رہے تھے مسٹر زمرد نے کہا۔ "خدا خیر کرے نہ جانے وہ کیا کہنا چاہتا ہے۔"

"ایک بات بتائیں' مسٹر کیا خلازی اور نادر ہاشمی اب بھی اپنے کیبن سے باہر نہیں نکلیں گے۔" میرے اس سوال پر زمرد پھیکے سے انداز میں مسکرا دی۔

"تمہیں اس بات کی فکر نہیں ہے کہ وہ کیا کہنا چاہتا ہے۔"

"اوہ نہیں بس ایسے ہی یہ سوال کر لیا تھا میں نے........ سوری مسٹر واقعی

میرا اور آپ کا نظریہ بالکل مختلف ہے۔"

"ارے ارے میرا یہ مطلب تو نہیں تھا۔" مسٹر زمرد نے کہا۔

"سچ کہہ رہی ہوں مسٹر' خصوصاً آپ سے بے حد شرمندہ ہوں یہ تمام لوگ جو دیوانگی کا شکار ہیں' اس پاگل پن کا جواز رکھتے ہیں آپ بس میری محبت کا شکار ہوئی ہیں اس کے سوا آپ کو اور کیا مشکل تھی مگر مسٹر خدا کی قسم ان ہولناک واقعات کا تصور بھی نہیں تھا میرے ذہن میں ورنہ..........."

"روشنی میں نے کوئی ایسی بات تو نہیں کہی۔"

"آپ نے نہیں کہی مگر میرے دل میں ہے میں زندگی سے بددل ہوں میرے لئے کوئی بات سنسنی خیز نہیں رہی ہے اس وقت بھی میں نے خود غرضی سے سوچا۔"

"دیکھو ایسی باتیں مت کرو میں ناراض ہو جاؤں گی۔" مسٹر زمرد نے کہا۔

میں خاموش ہو گئی لوگ دھڑا دھڑ عرشے پر آ کر جمع ہو رہے تھے ڈان سیگارو کے آدمی بھی موجود تھے خوب رش ہو گیا' زاغ بھی نظر آیا لیکن اس وقت بھی خلازی یا نادر ہاشمی نہیں نظر آئے تھے۔ پھر چند لمحات کے بعد سیگارو بھی لوگوں کے درمیان پہنچ گیا اس نے میگا فون ہاتھ میں پکڑا ہوا تھا اور بلند جگہ کھڑے ہو کر اس نے مجمع کو دیکھا اور بولا۔ "سب لوگ آگئے دوستو........ ایک اہم بات کہنا چاہتا ہوں آپ سے........ ڈی پارلو حادثے کے بعد پھر سے سمندر کے سینے پر رواں دواں ہو گیا مجھے خوشی تھی کہ میرا بدنما وجود جو فرانس کے بوڑھے سپاہی کے کہنے کے مطابق شیطان کا دوسرا روپ تھا' آپ لوگوں کے لئے کارآمد ثابت ہو جاتا اس سے زیادہ خوشی مجھے کسی اور بات کی نہ ہوتی لیکن تقدیر نے مجھے اس کا موقع نہیں دیا۔ میں جو کچھ کہہ رہا ہوں سچ کہہ رہا ہوں میری خواہش تھی کہ آپ لوگوں کو آپ کی منزل تک پہنچا دوں آپ کا سفر الجزائر اور اس سے آگے کے راستوں پر تھا میں نے سوچا تھا کہ الجزائر تو میں نہیں جاؤں گا کیونکہ حکومت الجزائر میرے اور میرے ساتھیوں کے لئے موت کے پھندے تیار کئے بیٹھی تھی میرا ارادہ تھا کہ ڈی پارلو کو "کیمرون" یا "نائجیریا" لے جاؤں گا ان دونوں ممالک میں مجھے خطرہ نہیں تھا وہاں مجھے وہی حیثیت دی جاتی جو بھٹکے ہوئے جہاز کے دوسرے مسافروں کو اور اس کے بعد آپ اپنی اپنی راہ لیتے لیکن......" وہ رکا تو بہت سے مسافر بیک وقت چیخ پڑے۔

"لیکن کیا سیگارو........ لیکن کیا کیپٹن........؟"

"ہم نے جہاز کے انجن درست کر لئے' اسے روانگی کے قابل بنا لیا لیکن جہاز کے الیکٹرونک کمپاس اس طرح ٹوٹ پھوٹ گئے کہ دوبارہ قابلِ استعمال نہیں ہو سکے ہمارے پاس سمتوں کے تعین کے لئے آلات نہیں ہیں اس چند روزہ سفر کے دوران میں ستاروں کا سہارا حاصل کرنے کی کوششوں میں بھی مصروف رہا ہوں لیکن اس سے مجھے کچھ پُراسرار مشاہدے ہوئے ہیں۔ طوفان نے جہاز کو کسی ایسے رخ پر ڈال دیا ہے جو عام سمندری روٹ سے بہت ہٹا ہوا ہے۔ آپ لوگوں کو خود بھی علم ہے کہ اس طویل سفر کے دوران ہمیں نگاہ کی آخری حد تک کوئی جہاز سفر کرتا ہوا نہیں نظر آیا اس سے میرے خیال کی تصدیق ہوتی ہے گویا ہمارا سفر نامعلوم سمندروں میں جاری ہے ایک کپتان' ایک جہاز راں ہونے کی حیثیت سے میں جانتا ہوں کہ ایسے لمحات میں کیا کرنا چاہئے اور وہی میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں۔" لوگوں کے منہ سے بے معنی آوازیں نکلی تھیں' ان کے چہروں سے خوف نمودار ہو گیا تھا۔ سیگارو نے کہا۔ "میرے پاس ڈی پارلو کے بارے میں ایک تفصیل موجود ہے' آپ لوگوں کا تعاون بھی مجھے حاصل ہے' ڈی پارلو غیر محتاط طریقے سے سفر کر کے ایک ماہ سمندر میں گزار سکتا ہے اور اگر ہم خصوصی احتیاط شروع کر دیں تو یہ عرصہ ڈبل یعنی دو ماہ ہو سکتا ہے چنانچہ کیوں نہ ابھی سے احتیاط شروع کر دی جائے غذا' دوائیں' ایندھن ہر چیز میں کفایت کی جائے یقیناً اس عرصہ میں ہم زمین تلاش کر لیں گے میں آپ کی رائے چاہتا ہوں۔"

"ہمیں تم پر پورا اعتماد ہے۔ سیگارو ہم تمہارے ہر حکم کی تعمیل کریں گے۔" چاروں طرف سے شور ابھرا سیگارو پُرسکون نگاہوں سے تائید کنندگان کو دیکھ رہا تھا پھر اس نے کہا۔

"میں ستاروں کے ماہروں کو دعوت دیتا ہوں کہ اگر وہ راستوں کے تعین میں میری مدد کریں تو میں ان کا شکر گزار رہوں گا ہمیں زمین چاہئے خواہ کوئی بھی زمین ہو میں ہر حالت میں آپ کی زندگی کا خواہاں ہوں۔" کہیں سے کوئی آواز نہیں ابھری اس نے کہا۔ "گویا کوئی ستارہ شناس موجود نہیں ہے۔"

"بھتیجے اگر چچاؤں کو فراموش کر دیں تو ظاہر ہے مشکلات میں تو رہیں گے۔" ایک سمت سے زاغ کی آواز ابھری اور تمام گردنیں اس سمت گھوم گئیں خود سیگارو بھی ادھر دیکھنے لگا تھا پھر اس نے چہکتی ہوئی آواز میں کہا۔

"آہا............ معزز چچا............ کیا تم دوسری بار بھی میری مدد کر سکتے ہو' ویسے

تمہیں بھولا نہیں بس دوسرے مسافروں کو یہ احساس نہیں دلانا چاہتا تھا کہ تم نے مجھے آزادی دلائی ہے اس لئے میں تمہیں خصوصی مراعات دے رہا ہوں۔"

"حالانکہ میں اس کا حقدار ہوں۔" زاغ نے کہا۔

"میں اس حق کا مقروض ہوں چچا............ لیکن اگر تم اس سلسلے میں کچھ کر سکو تو پھر جہاز کے تمام مسافر تمہارے مقروض ہو جائیں گے۔"

"ہمیں زمین کی تلاش ہے نا؟"

"بالکل............؟"

"تو پھر میں اس ذہین سراغ رساں کو پکارتا ہوں جو زمین کی خبر لائے گا اور سب کی مشکل حل ہو جائے گی۔" زاغ نے کہا اور پھر اس نے دونوں ہاتھ بلند کر کے منہ سے نہایت خوفناک آواز نکالی۔ لوگ ساکت کھڑے ہوئے تھے نہ جانے کہاں سے وہ بدروح نمودار ہو گئی۔ سیاہ پرندہ زاغ کے شانے پر آ بیٹھا تھا یہ سب کچھ شعبدہ گری محسوس ہو رہی تھی لیکن اس شعبدہ گری نے پہلے بھی حالات کا رخ بدل دیا تھا اس وقت بھی لوگ اس سے متاثر تھے۔ زاغ نے آہستہ آہستہ پرندے سے کچھ کہا اور وہ بدن جھکا کر زاغ کے شانے سے پرواز کر گیا۔ سیگارو اور دوسرے لوگ اسے فضا میں بلند ہوتے دیکھ رہے تھے یہاں تک کہ وہ نگاہوں کی حد سے دور چلا گیا سیگارو نے اپنی جگہ کھڑے کھڑے پوچھا۔ "تمہیں یقین ہے معزز چچا کہ یہ پرندہ زمین کی خبر ضرور لائے گا............؟"

"وہ واپس آئے گا تو تمہیں بھی یقین آ جائے گا۔" زاغ نے جواب دیا۔

"کیا اس کے انتظار کے لئے ڈی پارلو کو ایک بار پھر کھلے سمندر میں لنگر انداز کرنے کا خطرہ مول لے لیا جائے حالانکہ اس میں بڑے خطرات ہوتے ہیں لیکن پرندے کی واپسی کا انتظار تو کرنا ہو گا۔"

"یہ تم پر منحصر ہے سیگارو اگر تم سُست روی سے سفر جاری رکھو تب بھی کوئی حرج نہیں ہے ہم جہاں بھی ہوں گے' وہ ہمیں تلاش کر لے گا۔"

"میں صرف ایندھن بچانا چاہتا ہوں تاہم یوں کرتے ہیں کہ چوبیس گھنٹے سفر جاری رکھا جائے اور چوبیس گھنٹے کے لئے رک جایا جائے میں جہاز کو لنگر پھینکنے کا حکم دیتا ہوں۔"

ڈی پارلو لنگر انداز ہو گیا' اس اندوہناک اعلان کے اثرات صاف نظر آ رہے

تھے' زندگی کے آرزو مند پھر بجھ گئے تھے' ماحول بے حد اداس ہوگیا تھا' ہم لوگ بھی اسی کیفیت کا شکار تھے' رات ہوگئی ڈی پارلو پر سناٹا چھایا ہوا تھا۔ میں اور مسٹر زمرد بھی خاموش تھے۔ یکایک کیبن کے دروازے پر دستک ہوئی مسٹر زمرد نے اٹھ کر دروازہ کھولا ایک ادھیڑ عمر شخص کھڑا ہوا تھا اس نے کہا۔ "آپ مس روشنی ہیں..........؟"

"کیا بات ہے..........؟" زمرد نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔

"مسٹر ڈان ایرن آپ کو ڈیک پر بلا رہے ہیں براہ کرم میرے ساتھ آیئے۔" میں نے بھی یہ الفاظ سن لئے اور میں اٹھ کر دروازے پر آگئی۔

"کیا کہا ہے انہوں نے..........؟"

"آپ میں سے جو بھی مس روشنی ہو وہ میرے ساتھ چلے۔" وہ شخص بولا۔

"اگر ہم دونوں چلیں تو..........؟"

"انہوں نے صرف مس روشنی کے لئے تاکید کی ہے ویسے آپ کی مرضی ہے۔" وہ شخص بولا۔

"نہ جانے کیا بات ہے.......... میں جاتی ہوں مسٹر' آپ آرام کریں۔" میں لباس وغیرہ درست کرکے باہر آگئی انکل ایرن کا کیبن تاریک تھا' ماحول پر گمبھیر سناٹا طاری تھا' نہ جانے کیا بات تھی اندرونی طور پر میں کچھ عجیب سی گھبراہٹ محسوس کر رہی تھی جیسے کچھ ہونے والا ہو.......... لیکن.......... کیا ہوسکتا ہے آخر کیا..........؟"

ڈان ایرن کا پیغام لانے والا میرے آگے آگے چلتا ہوا عرشے پر آگیا اس نے کافی فاصلے پر اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "وہ مسٹر ڈان ایرن موجود ہیں۔" جس سمت اس نے اشارہ کیا تھا وہاں نیم تاریکی تھی چونکہ ڈی پارلو لنگر انداز تھا اس لئے اس پر بہت کم لائٹس جلائی گئی تھیں تاہم دھندلاہٹوں میں انکل ایرن کا ہیولا نظر آرہا تھا میں تیز تیز قدم اٹھاتی ہوئی یہ فاصلہ عبور کرکے انکل ایرن کے قریب پہنچ گئی پیغام دینے والا شخص اب میرے پیچھے ہوگیا تھا انکل ایرن ریلنگ پر ہاتھ جمائے سمندر دیکھ رہے تھے۔

"کیا بات ہے انکل خیریت.........." میں نے حیران سے لہجے میں پوچھا اور انکل ڈان ایرن نے رخ بدل کر مجھے دیکھا لیکن تاریکی اتنی بھی نہیں تھی کہ میں انکل ایرن کو نہ پہچانتی وہ انکل ڈان ایرن نہیں تھے۔ میرا دل اچھل کر حلق میں آگیا یہ

شخص منوچہر خلازی تھا۔

"تم سے بہت اہم گفتگو کرنا چاہتا ہوں روشن جمال۔" خلازی نے سرد لہجے میں کہا۔

"کیا بکواس ہے یہ آپ نے مجھے دھوکے سے بلایا ہے یہ شخص.......... یہ شخص مجھے ڈان ایرن کے حوالے سے یہاں بلا کر لایا ہے۔"

"تم نے مجھے شاید پہچانا نہیں ہے میں منوچہر خلازی ہوں۔"

"کیا بات ہے یہ دھوکہ دہی کیوں کی گئی ہے میرے ساتھ..........؟"

"مجھے اس جہاز پر دیکھ کر تمہیں حیرت نہیں ہوئی مس سعدی۔"

"آپ جیسے جرائم پیشہ لوگ کہیں بھی پہنچ سکتے ہیں.......... ٹھیک ہے مگر میں آپ سے کوئی بات نہیں کرنا چاہتی۔"

"بات کرو یا نہ کرو' جو کچھ میں کہہ رہا ہوں سن لو.......... ہم سب بہت خطرناک جال میں گرفتار ہونے والے ہیں یہ آخری موقع ہے بالکل آخری.......... میں نے زندگی کی بازی لگا کر ڈی پارلو سے فرار کا انتظام کیا ہے۔ نیچے ایک اسٹیمر موجود ہے یہ سیڑھی لٹکی ہوئی ہے جو تمہیں نیچے پہنچا دے گی۔ ہم ڈی پارلو چھوڑ کر زندگی بچا سکتے ہیں ورنہ جہاز کا ایک ایک فرد سیگارو کے ہاتھوں فنا ہو جائے گا میں اس کا منصوبہ سن چکا ہوں یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ڈی پارلو کو کوئی ساحل ہی نہ ملے ہم لوگ خشکی تلاش کرلیں گے چلو روشن جمال اس موقع سے فائدہ اٹھائیں وقت بالکل نہیں ہے۔"

"آپ پاگل ہوگئے ہیں مسٹر خلازی.......... دماغ خراب ہے آپ کا.......... میں تھوکتی ہوں آپ کی صورت پر' آخر آپ.......... میرا آپ سے کیا واسطہ ہے۔" میں نے غرا کر کہا۔

"بہت گہرا واسطہ ہے روشن جمال بہت گہرا.........." خلازی نے کہا۔ پھر جو کچھ ہوا میرے لئے غیر متوقع تھا اچانک ہی عقب میں موجود قوی ہیکل شخص نے جو مجھے بلا کر لایا تھا' مجھے دبوچ لیا دوسرے لمحے میں' اس کے ہاتھوں میں بلند ہوتی گئی میرے حلق سے بے اختیار چیخ نکلی تو خلازی نے کہا۔

"او گدھے.......... او احمق منہ بھینچ کر.......... منہ بھینچ کر۔" لیکن اس کی نوبت نہیں آئی دیو ہیکل شخص مجھے اسی طرح اٹھائے ہوئے کنارے پر آیا اور پھر ریلنگ پر چڑھ کر اس نے گہرائی میں چھلانگ لگا دی میرے حلق سے نہ جانے کتنی چیخیں نکل

گئیں مجھے یوں محسوس ہوا تھا جیسے آسمان سے گری ہوں۔ قوی ہیکل شخص نے گرتے ہوئے چھوڑ دیا اور دوسرے لمحے میں چھپاک سے پانی میں گری۔ نمکین اور مرچیں لگانے والا پانی میری آنکھوں میں لگا پھر حلق میں بھر گیا اور میرا سانس بند ہونے لگا لیکن اس شخص نے تکنیک سے کام لیا تھا وہ میرے ساتھ ساتھ نیچے آیا تھا وہ شاید کوئی ماہر تیراک تھا چنانچہ اس نے مجھے گہرائی میں نہ جانے دیا اور ایک بار پھر مجھے ہاتھوں پر اٹھا لیا ہوش وحواس بحال نہیں تھے اس کے باوجود میں نے اسٹیمر کے انجن کی آواز سنی وہ قریب آیا تو مجھے اس میں اچھال دیا گیا یہاں کوئی اور بھی موجود تھا جس نے مجھے سنبھال کر اوندھا لٹا دیا اور غالباً میرے پیٹ سے پانی نکالنے کا عمل شروع کر دیا لیکن پانی میرے پیٹ میں نہیں جاسکا تھا بس حلق اور ناک میں بھر گیا تھا۔ میں نے تڑپ کر اس شخص کے لات ماری اور وہ پیچھے لڑھک گیا اس اثناء دوسرا شخص اوپر چڑھ آیا تھا میں اچھل کر کھڑی ہوئی تو ان دونوں نے جھپٹ کر مجھے دبوچ لیا سامنے خلازی مجھے رسی کی سیڑھی سے نیچے اترتا نظر آرہا تھا۔ مجھے دبوچنے والوں نے ایک بار پھر مجھے نیچے گرا دیا اور ان میں سے ایک نے میرے دونوں ہاتھ موڑ کر پشت پر کس دیئے دوسرا اسٹیمر سنبھالنے میں مصروف ہو گیا تھا خلازی نے اسٹیمر میں چھلانگ لگادی اور اس کے بعد اسٹیمر تیر کی طرح آگے بڑھ گیا۔ ہاتھوں کے بعد میرے پاؤں بھی رسی سے کس دیئے گئے تھے پھر اس شخص نے مجھے گھسیٹ کر ایک طرف بٹھا دیا مجھ سے کچھ فاصلے پر کوئی اور بھی بیٹھا ہوا تھا جس کے خدوخال تاریکی کی وجہ سے نظر نہیں آئے۔ اسٹیمر نے ایک زبردست جھٹکے سے رخ تبدیل کیا تھا اور پھر ایک سمت اختیار کر کے آگے بڑھ گیا۔

☆======☆======☆

میرا کلیجہ خون ہو رہا تھا مجھے خلازی نے ڈی پارلو سے اغوا کیا تھا اور موت کے سفر پر چل پڑا تھا اب کیا ہوگا.......... لیکن سوچنے کا موقع نہیں ملا اچانک ڈی پارلو کے برج پر سرچ لائٹ جل اٹھی اور اس کی تیز شعاعی روشنی سمندر پر پڑی پھر وہ اسٹیمر کا تعاقب کرتی ہوئی آگے بڑھنے لگی اور آن کی آن میں اس نے اسٹیمر کو گرفت میں لے لیا ہم سب تیز دودھیا روشنی میں نہا گئے خلازی کے منہ سے بے اختیار نکل گیا۔

"راز کھل گیا آہ.......... انہیں پتہ چل گیا رفتار تیز کر دو۔"

"اس سے زیادہ ممکن نہیں ہے سر.........." اسٹیئرنگ پر کھڑے شخص نے

کہا۔

اچانک روشنی بجھ گئی خاموشی چھا گئی بڑی سنسنی کا احساس ہو رہا تھا' سر چکرا رہا تھا آنکھیں بند ہوئی جا رہی تھیں' اسٹیمر پر موجود لوگ بھی سکتے کی سی کیفیت میں تھے۔ ایک ایک لمحہ چٹختا ہوا گزر رہا تھا میں سوچ رہی تھی کہ اسٹیمر روشنی میں تو آگیا ہے پھر ادھر سے کوئی کارروائی کیوں نہیں ہوئی۔ میرے اندازے کے مطابق کوئی پندرہ منٹ گزر گئے پھر اچانک اسٹیئرنگ پر کھڑا شخص دہشت بھرے لہجے میں بولا۔ "کارروائی شروع ہو گئی ہے۔"

"کیا.......... کہاں..........؟" خلازی کا لہجہ بھی خوف سے بھرپور تھا اسٹیمر چلانے والے کو جواب دینے کی ضرورت پیش نہیں آئی تین سمت سے مدھم مدھم روشنیاں سفر کرتی نظر آئی تھیں یقیناً یہ بھی اسٹیمر تھے جو اس اسٹیمر کے تعاقب میں چلے تھے۔ میرے دل کو کچھ ڈھارس ہوئی یہ سب خوف زدہ ہو گئے تھے اچانک مجھ سے کچھ فاصلے پر بیٹھا ہوا شخص بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ "کھیل ختم ہو گیا خلازی۔"

"میں آخری دم تک کوشش جاری رکھوں گا۔" خلازی نے جواب دیا پھر اسٹیمر چلانے والے سے بولا۔ "رفتار تیز کرو' ان کے نرغے میں آنے سے بچو۔"

"عجیب بات کر رہے ہیں آپ اس کی رفتار اس سے زیادہ نہیں ہے میں کیا کروں..........؟"

"اوہ..........! وہ آخر.......... وہ دیکھو.......... ان کا فاصلہ تو کم ہوتا جا رہا ہے آخر ان کی رفتار اتنی تیز کیوں ہے۔"

"ان کی رفتار تیز نہیں ہے بس انہوں نے ہمیں گھیرنے کے لئے خاص طریقہ اختیار کیا ہے۔"

"مشکل ہے نکلنا.......... مشکل ہے۔" سامنے والے آدمی نے پھر کہا اور اس بار میں نے یہ آواز پہچان لی یہ نادر ہاشمی تھا خلازی سہمے ہوئے انداز میں تین سمتوں سے روشنی کو دیکھ رہا تھا صاف اندازہ ہو رہا تھا کہ انہوں نے فرار ہونے والے اسٹیمر کو گھیر لیا ہے۔ دفعتاً ان پر سرچ لائٹس روشن ہو گئیں گو ان روشنیوں نے ابھی ہمارے اسٹیمر کا احاطہ نہیں کیا تھا لیکن بس چند لمحات ہی تھے جب وہ اس اسٹیمر تک پہنچنے والی تھیں اور یہ لمحات بھی گزر گئے۔ سب کو آنکھوں پر ہاتھ رکھنے پڑے تھے میں نے بھی گردن جھکا کر آنکھیں میچ لیں پھر میگا فون پر آواز ابھری جو پہلے تو واضح نہیں تھی

لیکن پھر صاف سنائی دینے لگی۔

"تم لوگ مشین گنوں کی زد پر ہو صرف ایک منٹ دیا جاتا ہے اسٹیمر کا انجن بند کردو اور ہاتھ اٹھا کر کھڑے ہو جاؤ کوئی حرکت کی تو فائر کھول دیا جائے گا یہ سمندر شارک مچھلیوں سے بھرا پڑا ہے پانی میں کودے تو بدترین موت مارے جاؤ گے پانچ سیکنڈ گزر گئے ہیں وارننگ پھر سن لو........." وہی الفاظ پھر دہرائے گئے اچانک اسٹیمر کا انجن خاموش ہو گیا۔

"یہ کیا کیا تم نے.........؟" خلازی چیخا۔

"آپ کا دماغ خراب ہے مسٹر خلازی ہم کتے کی موت مرنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔" اسٹیمر چلانے والے کے دوسرے ساتھی نے کہا اور خلازی اس کے بعد کچھ نہ بول سکا تینوں اسٹیمر ہمیں روشنیوں کی زد میں لئے ہمارے قریب آ گئے اور پھر ان پر سے رسے اور آنکڑے پھینک کر اسٹیمر کے کناروں میں پھنسائے گئے اس کے بعد چند افراد اسٹیمر پر آ گئے اور انہوں نے پھرتی سے اس پر موجود چاروں افراد کو قبضے میں لے لیا مجھے دیکھ کر ان میں سے ایک نے کہا۔

"اوہ مائی گاڈ......... یہ ایک لڑکی کو بھی اغوا کر کے لے جا رہے تھے.........؟"

"کھولو اسے......... لڑکی! ان کے علاوہ کوئی اور بھی اسٹیمر پر موجود ہے.........؟" دوسرے آدمی نے پوچھا۔

"میں نہیں جانتی........."

"کوئی اور ہے تمہارے ساتھ.........؟" پہلے آدمی نے سوال کیا۔

"نہیں......... اور کوئی نہیں ہے۔" اس بار نادر ہاشمی بولا۔

"چلو......... دوسرے اسٹیمر پر چلو۔"

"میں......... میں لنگڑا ہوں......... براہ کرم مجھے سہارا دو........." نادر ہاشمی بولا۔ ان لوگوں کو دوسرے اسٹیمر پر پہنچا دیا گیا مجھے بھی ایک اور اسٹیمر میں منتقل کر دیا گیا تھا جس اسٹیمر پر خلازی فرار ہو رہا تھا اسے دوسرے لوگوں نے سنبھال لیا پھر چاروں اسٹیمر ڈی پارلو کی طرف چل پڑے اوپر جانے کے لئے مجھے بھی رسی کی سیڑھی استعمال کرنی پڑی تھی ڈی پارلو پر زیادہ ہنگامہ نہیں ہو رہا تھا لیکن ڈیک پر مسز زمرد ڈان ایرن، خالد اور دوسرے چند افراد کے ساتھ سیگارو بھی موجود تھا۔ خالد نے ہاتھ

آگے بڑھا کر مجھے سہارا دینا چاہا لیکن میں نے اس سہارے کو قبول نہیں کیا البتہ مسز زمرد مجھ سے لپٹ گئیں اور سسک کر بولیں۔

"تم ٹھیک ہو ڈارلنگ.........؟" اسی وقت سیگارو نے کہا۔

"یہ لڑکی بھی فرار ہونے والوں میں شامل تھی.........؟"

"نہیں کیپٹن......... یہ لوگ اسے اغوا کر کے لے جا رہے تھے اسٹیمر میں یہ ہیں رسی سے بندھی ہوئی ملی تھی ہم نے اسے کھولا تھا۔"

"تمہارا کیبن نمبر کیا ہے.........؟" سیگارو نے پوچھا۔

"انیس نمبر، کیپٹن ہم دونوں ساتھ رہتے ہیں۔"

"اسے لے جاؤ اس وقت تک اپنے کیبن سے باہر نہ نکلنا جب تک میں تمہیں طلب نہ کر لوں کوئی اور اس کیبن میں نہ جائے ان پر پہرہ لگا دیا جائے۔"

"او کے کیپٹن۔"

"ان لوگوں کو نیچے لے جاؤ اور سنو......... ان کے لباس اتروا لینا ناک.........!!" ڈان سیگارو عجیب سے انداز میں ہنسا خلازی کے منہ سے ایک آواز نکلی تھی لیکن سیگارو پلٹ کر واپس چل پڑا۔ مسز زمرد مجھے لے کر کیبن کی طرف چل پڑیں۔ کیبن میں داخل ہوتے ہی وہ بے اختیار ہو گئیں اور مجھ سے لپٹ کر زار و قطار رونے لگیں میرے منہ سے کوئی آواز نہیں نکل سکی تھی لیکن اس وقت مجھے مسز زمرد کی محبت کا احساس ہو رہا تھا اور یہ احساس کچھ عجیب تھا ان کا دل ہلکا ہوا تو وہ ہٹیں میرے لئے دوسرا لباس نکالا اور بولیں۔

"کپڑے بدل لو۔" میں لباس تبدیل کر کے باتھ روم سے باہر آئی تو کنگھے سے میرے بال سنوارنے لگیں۔ "کیا ہوا تھا روشنی......... کیا ہوا تھا جان.........!"

"خلازی نے مجھے اغوا کیا تھا۔"

"کیسے......... آخر یہ کیسے ہوا تھا.........؟"

"مجھے دھوکے سے بلایا گیا تھا انکل ایرن کے نام پر مجھے خلازی نے بلایا تھا اور پھر........." میں نے مسز کو پوری تفصیل بتائی۔

"تمہیں جب دیر ہو گئی تو میں پریشان ہو کر عرشے پر گئی وہاں کچھ کارروائی ہو رہی تھی مجھے شبہ بھی نہیں تھا کہ تمہارے ساتھ کچھ ہوا ہے میں اس کارروائی کو نظرانداز کر کے تمہیں تلاش کرتی پھری تب مجھے انکل ایرن مل گئے انہوں نے بتایا کہ کچھ لوگ

ایک اسٹیمر لے کر فرار ہوگئے ہیں۔ میں نے بے قراری سے ان سے تمہارے بارے میں پوچھا تو وہ دنگ رہ گئے پھر کہیں دوڑے چلے گئے میری سمجھ میں کچھ نہیں آرہا تھا تمہاری تلاش میں ناکام ہوکر میں وہاں کھڑی ہوگئی اور پھر مجھے بالکل علم نہیں تھا کہ تمہارے ساتھ کوئی ایسا حادثہ پیش آیا ہے اب.......... اب مجھے یقین ہوگیا روشی خدا کی قسم اب مجھے یقین ہوگیا ہے۔"

"کیا؟"

"سالک جلال کے ساتھ وہ وحشیانہ سلوک خلازی نے ہی کیا ہے وہ.......... وہ اور اب.......... اب میں اس سے انتقام لوں گی سالک جلال میرے لئے باپ کی حیثیت رکھتے تھے خلازی.........." زمرد خاموش ہوگئی۔

"کم بخت بھیڑ کی کھال میں بھیڑیا ہے اور وہ لنگڑا پروفیسر.......... وہ بھی یقیناً اس سے مختلف نہیں ہوگا۔" میں نے دانت پیس کر کہا۔ سسٹر زمرد نے کوئی جواب نہیں دیا بہت دیر تک خاموش رہے پھر سسٹر زمرد نے کہا۔ "میرا خیال ہے اب نہ تو ہمارے پاس کسی کو آنے دیا جائے گا نہ ہم باہر جاسکیں گے سیگارو سخت اور بااصول ہے۔"

رات گزر گئی نیند تو شاید بالکل نہیں آئی تھی ایک لمحے کے لئے پلک جھپکتی تو خود کو پانی میں ڈوبتا محسوس کرتی اور دہشت سے جاگ اٹھتی آہستہ آہستہ روشنی نمودار ہوگئی صبح کو سسٹر زمرد نے تجربہ کرکے دیکھ لیا پروفیسر ایرن کی تلاش میں باہر نکلی تھی مگر اسے دروازے پر روک دیا گیا۔

"آپ کا ناشتہ ابھی آرہا ہے میڈم براہ کرم آپ باہر نکلنے کی کوشش نہ کریں۔"

"میں برابر والے کیبن میں جانا چاہتی ہوں۔"

"آپ اپنے کیبن کا دروازہ بھی اس وقت تک نہ کھولیں جب تک کیپٹن سے ملاقات نہ کرلیں۔" ناشتہ تھوڑی دیر کے بعد آگیا کیپٹن سیگارو نے دن کو بارہ بجے مجھے طلب کیا تھا' کھلی عدالت لگائی تھی اس نے.......... تمام مسافر عرشے پر جمع تھے درمیان میں منوچہر خلازی' نادر ہاشمی اور وہ دونوں افراد موجود تھے۔ ان کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں پڑی ہوئی تھیں' اوپری جسم بے لباس تھے اور ان کے چہرے دھواں ہورہے تھے ہمیں ڈان سیگارو کے سامنے پیش کردیا گیا کچھ فاصلے پر زاغ' خالد کے ساتھ کھڑا ہوا تھا اس کے چہرے پر تمسخر تھا کیپٹن سیگارو نے پُر احترام انداز میں مجھے مخاطب کیا۔

"معزز خاتون.......... آپ سے چند سوالات کروں گا۔ آپ براہ کرم سچ جواب دیں۔"

"جی..........!" میں نے آہستہ سے کہا۔

"فرار کے منصوبے میں آپ کا کتنا حصہ تھا؟"

"مسٹر ڈان اوٹر ویلیی سیگارو.......... میں کسی فرار وغیرہ کے بارے میں نہیں جانتی۔ اس شخص نے دھوکہ دے کر مجھے عرشے پر بلوایا۔ یہ شخص.........." میں نے اس شخص کی طرف انگلی اٹھائی جو مجھے انکل ڈان کے حوالے سے عرشے پر لے گیا تھا ڈان سیگارو کو میں نے پوری تفصیل بتادی سیگارو نے نادر ہاشمی سے پوچھا۔ "یہ لڑکی سچ بول رہی ہے؟"

"ہاں یہ سچی ہے۔" نادر ہاشمی نے کہا۔

"تم اسے کیوں لے جانا چاہتے تھے۔"

"ہمیں راستے کے انتظامات کے لئے ایک خاتون کی ضرورت تھی۔" خلازی نے کہا۔

"اسی کا انتخاب کیوں کیا..........؟"

"بس ہمیں یہ اندازہ تھا کہ یہ اس نام کا حوالہ دینے سے آجائے گی کوئی خاص وجہ نہیں تھی۔"

"کہاں جانا چاہتے تھے..........؟"

"کوئی فیصلہ نہیں کیا تھا بس ہم زندگی کی جدوجہد کرنا چاہتے تھے آزادی کے ساتھ.......... تمہاری غلامی میں نہ رہ کر.......... تم کبھی کوئی منزل نہیں پاسکو گے ڈان سیگارو! ڈی پارلو اسی طرح سمندر میں ڈولتا رہے گا' اس کے تمام مسافر آہستہ آہستہ مرجائیں گے۔ ہم زندگی کی جدوجہد کرنے کے لئے فرار ہورہے تھے اور کوئی منصوبہ نہیں تھا ہمارا.........." منوچہر خلازی نے کہا۔

"یہ جرم ہے میرے دوست.......... سمندری اصولوں کے مطابق جرم ہے یہ.......... اور اس کی سزا ہوتی ہے۔ تم نے ایک قیمتی اسٹیمر لے کر فرار کی کوشش کی' گرفتار ہوگئے اور تمہارے پاس اسلحہ ہوتا تو تم اسلحہ استعمال کرتے خیر تم نے جدوجہد نہیں کی اس لئے تمہاری سزا بہت معمولی ہے.......... تم چاروں جہاز کے

فرش صاف کرو گے، تمام کیبنوں کے باتھ روم دھوؤ گے، منتظمین تمہاری ڈیوٹیاں تمہیں بتاتے رہیں گے۔ اوکے، ان کی ہتھکڑیاں کھول دو آخری بات، تعمیل حکم نہ ہوئی تو دس دس کوڑے مارے جائیں گے، تین بار حکم عدولی ہوئی تو اٹھا کر سمندر میں پھینک دیا جائے گا بس.......... منتشر۔" سیگارو نے دونوں ہاتھ اٹھا دیئے پھر میری طرف رخ کر کے بولا۔ "یہ سزا مناسب ہے شریف لڑکی تم بھی اسے قبول کر لو.......... اب جاؤ آرام کرو۔"

سب لوگ منتشر ہوگئے انکل ڈان ایرن نے بعد میں بتایا کہ وہی شخص رات کو اس کے پاس بھی پہنچا تھا اور اس نے کہا تھا کہ منوچہر خلازی ان سے ایک اہم موضوع پر گفتگو کرنا چاہتا ہے بعد میں وہی شخص دوسرا پیغام میرے پاس لایا تھا۔ انکل نے کہا۔

"اس کے علاوہ اور کوئی بات ہو بھی نہیں سکتی کہ منوچہر جہاز سے فرار ہو کر قسمت آزمانا چاہتا تھا اور وہ تمہیں بھی نہیں چھوڑ سکتا تھا۔"

"وہ دونوں کون ہیں جو اس کے لئے کام کر رہے تھے۔"

"کوئی بھی ہو سکتے ہیں ہو سکتا ہے کرائے کے لوگ ہوں ہو سکتا ہے خود بھی فرار ہونا چاہتے ہوں یا پھر اس کے قدیم ساتھی.........."

☆------☆------☆

اس شام جب فضا میں دھندلکے اتر رہے تھے، فضا میں شلاشلائی نظر آیا اور وہ جہاز پر اترا تھا اور شاید سیگارو نے برج سے دیکھ لیا تھا اس نے زاغ کو طلب کر لیا اور میں نے زاغ کو برج پر جاتے ہوئے دیکھا یہ نہیں پتہ چل سکا کہ کیا گفتگو ہوئی لیکن فوراً ہنگامی کارروائی ہونے لگی اور شام ہی شام لنگر اٹھا دیئے گئے زاغ برج پر ہی تھا انجن اسٹارٹ ہوگئے اور پھر شلاشلائی برج سے اڑا اور ایک سمت پرواز کرنے لگا اس کی رفتار سُست تھی جہاز نے وہی سمت اختیار کی تھی سیاہ پرندہ فضا میں سیدھا جا رہا تھا اور جب جہاز نے رخ متعین کر لیا تو وہ واپس آگیا۔

"کیا خیال ہے سسٹر.......... کچھ ہو سکے گا..........!"

"خدا ہی جانے۔" سسٹر زمرد نے کہا۔

"ہیلو روشنی.........." کچھ دیر کے بعد خالد نے میرے پاس آکر کہا میں سرد نگاہوں سے اسے دیکھنے لگی "تم سے تنہائی میں کچھ باتیں کرنا چاہتا ہوں۔"

"سوری خالد.......... اس وقت موڈ نہیں ہے۔"

"وہ.......... دراصل میں.......... تم سے معذرت کرنا چاہتا ہوں پچھلی رات کو میں.........." خالد نے کہا اور میں جھلا گئی۔

"کیا مصیبت ہے میں سسٹر سے باتیں کر رہی ہوں اس وقت میں تم سے بات نہیں کر سکتی۔"

"اوہ.......... میں پھر بات کروں گا تم سے سوری میڈم زمرد.........." وہ شرمندہ سا آگے بڑھ گیا میں نفرت بھرے انداز میں اسے دیکھتی رہی تھی۔

ڈی پارلو نے ساری رات اور دوسرے دن شام پانچ بجے تک سفر کیا اور پھر پانچ بجے اچانک اس کا سائرن بجنے لگا بہت سے لوگ عرشے پر تھے، بہت سے کیبنوں میں.......... ہم لوگوں نے بھی سائرن کی آواز کیبن میں ہی سنی تھی اور دہشت زدہ ہو کر باہر نکل بھاگے تھے خوف زدہ لوگ برج کی طرف دیکھ رہے تھے تب اسپیکر پر سیگارو کی آواز ابھری۔

"ڈی پارلو کے مسافروں کو یہ مسرت افزاء خبر دی جاتی ہے کہ ہم نے زمین پالی ہے جہاز کی طاقتور دوربینیں خشکی دیکھ رہی ہیں اس کا فاصلہ اتنا ہے کہ آپ لوگ اسے نہیں دیکھ سکتے اس لئے یہ کوشش بے کار ہوگی۔ ہم ساری رات تیز رفتاری سے سفر کریں گے کیپٹن کا خیال ہے کہ صبح آپ اس زمین کے قریب ہوں گے اگر ہم صبح سے پہلے وہاں پہنچ گئے تو ہم رک جائیں گے اور صبح کی روشنی میں ساحل کا رخ کریں گے البتہ آپ اس خوشخبری کو شک و شبے سے پاک سمجھیں ہمیں زمین مل گئی ہے۔"

وہی ہوا جو ہو سکتا تھا زندگی کو ترسے ہوئے پھر سے خوشیوں میں ڈوب گئے اور طرح طرح اس کا اظہار ہونے لگا سسٹر زمرد نے آہستہ سے کہا۔ "اور یہ راستہ کالے پرندے نے تلاش کیا ہے..........؟"

"ایں ہاں.......... مجھے خیال ہی نہیں رہا تھا۔"

"خدا جانے یہ سب کیا ہے۔" زمرد نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔

میں نے کوئی جواب نہیں دیا البتہ زاغ میرے ذہن میں آگیا تھا اس نے دوبارہ میری طرف رخ نہیں کیا تھا پتہ نہیں کیوں.......... یا پھر اب اسے میری ضرورت نہیں تھی البتہ یہ فیصلہ بآسانی کیا جا سکتا تھا کہ زاغ، منوچہر خلازی سے کہیں زیادہ شاطر اور خطرناک آدمی ہے۔ خلازی اپنی حماقت سے عذاب میں مبتلا ہو گیا تھا جبکہ زاغ نے سیگارو کے دل میں اپنا مقام بنا لیا تھا خواہ کیسے بھی سہی.......... جہاز کے مسافر نہ جانے

کیا کیا کرتے رہے سفر جاری رہا صبح سورج کی پہلی کرن کے ساتھ زمین کی صورت نظر آ گئی۔ میں اور سسٹر زمرد بھی زندگی سے اتنے بیزار نہیں تھے کہ زمین کی خوشخبری سننے کے باوجود گہری نیند سو جاتے ہم نے بھی عرشے پر مسافروں کے ہجوم میں جگہ بنا کر ان ساحلی ٹیلوں کو دیکھا جو کافی زرد بدنما شکل رکھتے تھے' ان کے دامن میں سیاہ چٹانوں کے انبار تھے۔ ڈی پارلو سست رفتار ہو گیا تھا اور ساحل پر نگاہ رکھتے ہوئے سفر کیا جا رہا تھا۔

"روشنی.........." سسٹر زمرد نے مجھے پکارا پھر بولیں۔ "یہ کوئی جزیرہ لگ ہے۔"

"ہو سکتا ہے.........."

"اور.........اور شاید غیر آباد ہے۔"

"کیا مطلب..........؟"

"نامعلوم سمندروں میں ایسے جزائر ہوتے ہیں جہاں آج تک انسانی قدم نہیں پہنچے۔"

"آپ کا مطلب ہے کہ اگر یہ جزیرہ ہے تو کسی ملک کے زیر تحت نہیں ہے اور یہاں کوئی حکومت نہیں ہے۔"

"یہ صرف میرا خیال ہے۔"

"فرض کریں ایسا ہوا تو..........!"

"تو پھر یہاں آنے سے کوئی فائدہ نہ ہوگا۔"

"کیوں..........؟"

"پہلے ہم سمندر کے قیدی تھے اب بھی وہی رہیں گے ایک ویران اور غیر آباد جزیرے میں اتر کر کیا ہو سکتا ہے ہم مہذب آبادی تک تو نہ پہنچ سکیں گے بلکہ.......... بلکہ.........." سسٹر زمرد گہری سانس لے کر خاموش ہو گئیں۔

"آپ بہت خوفناک بات کہہ رہی ہیں سسٹر' لیکن ہو سکتا ہے آپ کا خیال غلط ہو آخر آپ یہ بات کیسے کہہ رہی ہیں۔"

"تم دیکھ رہی ہو ڈی پارلو ساحل کے ساتھ ساتھ آگے بڑھ رہا ہے کیا ابھی تک تمہیں کوئی عمارت یا کوئی ایسی شے نظر آئی جو یہاں انسانی آبادی کا پتہ دے سکے۔"

"ہو سکتا ہے یہ.......... یہ غیر آباد ساحل ہو میرا مطلب ہے یہاں کسی عمارت کی تعمیر ضروری نہ سمجھی گئی ہو۔"

"خدا کرے ایسا ہی ہو۔" سسٹر زمرد خاموش ہو گئیں ہماری نگاہیں دوسرے تمام مسافروں کی مانند ساحل کا جائزہ لے رہی تھیں ڈی پارلو کا چکر پورا ہو گیا سورج خوب چمکنے لگا تھا اور روشن دن میں اس بات کی تصدیق ہو گئی تھی کہ یہ کوئی غیر آباد جزیرہ ہے۔ اس دوران تجربے کار کپتان کی نگاہوں نے ڈی پارلو کو لنگر انداز کرنے کے لئے مناسب جگہ کا انتخاب بھی کر لیا تھا چنانچہ جب اس وسیع و عریض جزیرے کا چکر پورا ہو گیا تو ڈی پارلو کے انجن اس جگہ لا کر بند کر دیئے گئے جہاں دو بلند و بالا پہاڑ اپنی وسعتوں کا آغاز کرتے تھے ان کے درمیان ایک وسیع و عریض درہ بالکل اس طرح نظر آتا تھا جیسے جزیرے کا داخلی دروازہ ہو۔ بالآخر ڈی پارلو لنگر انداز ہو گیا مسافروں میں جو سنجیدہ افراد تھے وہ یقینی طور پر اس زمین کی نوعیت کا اندازہ کر چکے تھے ان کے نزدیک ڈی پارلو کا یہاں تک آنا بے معنی ہی تھا البتہ بے شمار افراد ایسے تھے جنہیں صرف زمین مل جانے کی خوشی تھی اور اس کے بعد کیا ہوگا اس پر غور ہی نہیں کیا تھا انہوں نے۔

ڈان سیگارو عرشے پر مسافروں کے درمیان آ گیا اس کے چہرے پر بھی خوشی کے تاثرات تھے اس نے کہا۔ "زمین ہماری نگاہوں کے سامنے ہے اور اس کے اطراف کا چکر لگانے سے ہمیں یہ اندازہ ہو گیا ہے کہ یہ صرف ایک جزیرہ ہے حالانکہ ہم یہ نہیں معلوم کر سکے کہ اس کی نوعیت کیا ہے۔ یہ بظاہر غیر آباد معلوم ہوتا ہے لیکن جو کچھ بھی ہے مسلسل اور بے معنی سمندری سفر سے نجات تو حاصل ہو ہی جائے گی اس بات کے بھی امکانات ہیں کہ اس جزیرے پر ہمیں مختصر آبادی مل جائے بعض ممالک ایسے الگ تھلگ جزائر پر اپنے مختلف قسم کے تجربات کیا کرتے ہیں اور وہاں ان کے کیمپ موجود ہوا کرتے ہیں کم از کم ہمیں یہاں سے گائیڈ لائن مل جانے کے امکانات ہیں اور یہ بھی ہمارے لئے بہت بڑی بات ہوگی۔ میں آپ لوگوں کو منظم پیمانے پر اس سلسلے میں معلومات کرنے کی اجازت دے سکتا ہوں یقینی طور پر جیسا کہ میں اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں آپ میں سے ہر شخص خشکی پر پاؤں جمانے کا خواہشمند ہے اور میں آپ کی اس خواہش کے آڑے نہیں آؤں گا لیکن ایک عاجزانہ درخواست کرتا ہوں آپ سے کہ نظم قائم رکھئے کسی بھی قسم کی بے اعتدالی جلد بازی یا بدحواسی نقصان کا باعث بن سکتی ہے زندگیاں کھونے سے گریز کیجئے میں باقاعدہ انتظامات کرتا ہوں لوگوں کو ساحل پر پہنچانے کے.......... کوئی بھی شخص میری اجازت کے بغیر ساحل سے آگے بڑھنے کی

کوشش نہ کرے۔ آہستہ آہستہ ڈی پارلو کے تمام مسافر پہلے ایک جگہ زمین پر منتقل ہو جائیں اس کے بعد ہم آگے کے بارے میں یہ فیصلے کریں گے کہ اب ہمارے کیا اقدامات ہونے چاہئیں آپ لوگ اس زمین کو دیکھنے کے بعد مجھ سے انحراف تو نہیں کریں گے۔"

"بالکل نہیں ڈان سیگارو' تم ہمارے رہنما ہو' محسن ہو ہمارے تم نے ہماری زندگیاں بچانے میں اہم کردار ادا کیا ہے ہم تمہارے ہر حکم کی تعمیل کریں گے۔" نوجوانوں نے نعرے لگائے ڈان سیگارو نے ان کا شکریہ ادا کیا اور پھر اس نے وہ تمام اسٹیمر اور لانچیں آہستہ آہستہ پانی میں اتارنا شروع کر دیں جن کے ذریعے ڈی پارلو کے مسافر یہ تھوڑا سا پانی کا راستہ طے کر کے خشکی تک پہنچ سکتے تھے بلاشبہ نوجوانوں نے اور تمام افراد نے بڑے صبر و سکون کے ساتھ یہ مرحلہ طے کیا۔

میں' سسٹر زمرد اور وہ باقی تمام افراد بھی جن کا تعلق کسی نہ کسی شکل میں مجھ سے تھا' ساحل کی جانب روانہ ہو گئے ایک لانچ میں منوچہر خلازی' نادر ہاشمی وغیرہ کو بھی ساحل پر پہنچا دیا گیا ڈی پارلو آہستہ آہستہ خالی ہو رہا تھا اور ساحل پر جمع ہونے والے مسرت میں ڈوبے ہوئے بے چینی سے اس بات کے منتظر تھے کہ تمام افراد پہنچ جائیں اور انہیں اس درّے سے داخل ہو کر جزیرے کے دوسری طرف پہنچنے کا موقع ملے یہ کارروائی ہم دونوں بھی خاموشی سے دیکھتے رہے۔ سسٹر زمرد نے پھر تشویش زدہ لہجے میں کہا تھا۔ "روشنی میرے خیال کی تصدیق ہوتی محسوس ہو رہی ہے۔"

"کیا سسٹر..........؟" میں نے سوال کیا۔

"فرض کرو ڈان سیگارو کے کہنے کے مطابق یہاں کسی ملک کی کوئی کیمپنگ بھی ہے تب بھی تفتیش حال کے لئے کسی کو ادھر کا رخ کرنا چاہئے تھا آخر یہ جہاز جزیرے کے ساحل سے آ کر لگا ہے.......... نہیں روشنی نہ جانے کیوں میرا دل غیر مطمئن ہے۔"

سسٹر زمرد کی اس بات کا میں نے کوئی جواب نہیں دیا تمام شناسا افراد جن میں خالد' ڈان ایرن' زاغ وغیرہ شامل تھے' اپنے اپنے طور پر خیالات میں ڈوبے ہوئے تھے زندگی اب اتنی معمولی شے بھی نہیں ہے کہ وہ صرف دوسروں کے تصور میں گزار دی جائے سب سے پہلے اپنا خیال انسانی فطرت کا ایک حصہ ہے چنانچہ اس وقت کوئی بھی ہماری جانب متوجہ نہیں تھا بلکہ سب ہی اس بات پر غور کر رہے تھے کہ دیکھئے آگے

تقدیر میں کیا لکھا ہے۔ پھر آخری لانچ سے ڈان سیگارو بھی اپنے مخصوص ساتھیوں کے ساتھ ساحل پر پہنچ گیا۔ چند افراد اب بھی ڈی پارلو پر موجود تھے یہ ڈان سیگارو کے ساتھیوں میں سے تھے میں نے تعداد کا کوئی اندازہ نہیں لگایا ڈان سیگارو نے ایک بڑی دوربین سے ان بھوری اور بدنما چٹانوں کا جائزہ لیا جن کے سامنے کے حصے کالے سیاہ ہو رہے تھے۔ دوربین کے بغیر بھی انہیں بخوبی دیکھا جا سکتا تھا وہ کسی بھی زندگی سے محروم تھیں نہ ان پر پرندے بیٹھے نظر آ رہے تھے اور نہ ہی ان پر انسانی زندگی کے نشانات تھے ایک عجیب سی بھیانک جگہ تھی جسے دیکھ کر ایک پُراسرار سے خوف کا احساس ہوتا تھا یوں لگتا تھا جیسے یہاں کوئی انوکھی شے پوشیدہ ہو۔

کچھ دیر کے بعد ڈان سیگارو نے کہا۔ "ابھی دن کا بہت حصہ باقی ہے میں چاہتا ہوں کہ جزیرے کا ابتدائی جائزہ لے لیا جائے سامنے ایک مختصر درہ نظر آ رہا ہے ایک ٹولی اسے عبور کر کے دوسری طرف جائے اور یہ دیکھے کہ پہاڑوں کے دوسری طرف کیا ہے اگر وہ وہاں کا ماحول بہتر پائے تو دوسری ٹولی کو خبر دے دوسری ٹولی تیسری ٹولی کو جیسا بھی ماحول ہو ہم اس کے لئے مناسب فیصلہ کریں۔" لوگوں نے اس کی ہدایت سے اتفاق کیا سیگارو کا طریق کار واقعی عمدہ تھا اس نے آٹھ آٹھ نوجوانوں کی دس ٹولیاں بنائیں پہلی ٹولی کو درّے کے آخری سرے تک جانا تھا دوسری کو اس سے سو گز کے فاصلے پر رک جانا تھا پھر تیسری کو مزید سو گز پیچھے اور اس طرح پورے درّے میں ان ٹولیوں کو پھیل جانا تھا تاکہ کوئی بھی اطلاع ایک لمحے میں آخری سرے تک پہنچ جائے بس پہلی ٹولی کو درہ عبور کرنا پڑا دوسری ٹولی اپنی جگہ رک گئی اور اسی طرح تمام ٹولیاں درّے میں پھیل گئیں اس کاوش سے جو اطلاع ملی وہ یہ تھی کہ اس جزیرے کو کوکونٹ آئی لینڈ کہا جا سکتا ہے کیونکہ پہاڑی سلسلہ ختم ہوتے ہی ناریل کے درختوں کے جھنڈ کے جھنڈ پھیلے ہوئے ہیں ان کے دامن میں لمبی گھاس ہے اور خود رو جھاڑیوں میں خربوزے کی قسم کے خود رو پھل بڑی تعداد میں پھیلے ہوئے ہیں۔ پرندے موجود ہیں چوپایوں کا نشان نہیں ملتا' دور دور تک اونچی نیچی لیکن گھاس سے لدی چٹانوں کا سلسلہ ہے اور کوئی انسانی وجود یا عمارت نہیں نظر آئی۔

"یہ جزیرہ غیر آباد ہے۔" سیگارو نے اعلان کیا۔

"اب ہمیں کیا کرنا ہو گا سیگارو..........؟"

"تمام لوگ پہاڑ کے دوسری طرف منتقل ہو جائیں ہمیں پہاڑی سلسلے کے ساتھ

ساتھ اپنی قیام گاہیں بنائی ہیں آئندہ اقدامات کا فیصلہ کچھ دن آرام کے بعد ہوگا۔"
دوسروں کے ساتھ ہم بھی درّے کو عبور کرکے دوسری طرف پہنچ گئے مسٹر زمرد پھر پژمردہ نظر آنے لگی تھیں رات کو میں نے انہیں روتے ہوئے دیکھا میری آنکھوں میں بھی آنسو آ گئے بمشکل تمام میں نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"مسٹر.......... اب کچھ کیا بھی تو نہیں جاسکتا۔" زمرد نے کوئی جواب نہیں دیا تھا لیکن ہمارے عقب میں خالد موجود تھا اس کی آواز سنائی دی۔ "اور خود کو سنبھالنا ضروری ہے۔" ہم دونوں نے چونک کر اسے دیکھا اور میری تیوریاں چڑھ گئیں۔

"تم ہمارے سر پر کیوں مسلط رہتے ہو یہاں سے دور چلے جاؤ۔"

"یہاں آکر ہم خود بخود ایک دوسرے سے دور ہوگئے ہیں روشنی.......... کہنے کی ضرورت کسی کو پیش نہیں آئے گی چند روز گزر جانے دو اس کے بعد دیکھنا لوگ ایک دوسرے کے التفات کو ترسیں گے۔" اس نے تلخ لہجے میں کہا۔

"اس کے باوجود میں تم سے رجوع نہیں کروں گی اگر زاغ نے مسلسل تمہاری ڈیوٹی مجھ پر لگا رکھی ہے تو اسے بتا دو کہ میں نے اس سے کوئی جھوٹ نہیں بولا جو کچھ میرے علم میں تھا میں نے اسے بتا دیا ہے نہ ہی میرا کسی نامعلوم وجود سے رابطہ ہے۔"

"بات یہ ہے روشنی کہ اب میں خود کو مظلوم سمجھنے لگا ہوں میں نے اپنا مستقبل سنوارنے کے لئے زاغ کا آلۂ کار بننا منظور کیا تھا بعد میں تم سے محبت ہوگئی تو اپنے عمل و گناہ سمجھ کر اس کا کفارہ ادا کرنے میں مصروف ہوگیا لیکن سب کچھ حماقت تھی اور اندازہ ہوگیا کہ کفارہ تک ادا نہیں ہوسکتا۔ ٹھیک ہے روشنی ہر انسان کو اپنی حماقت کی سزا بھگتنا پڑتی ہے اور میں اب اپنی سزا بھگتنے کی پوزیشن میں آگیا ہوں اس کے بعد تم مجھے اپنے قریب نہیں پاؤ گی انسان کی انسان سے بیزاری کا جو معیار تم نے پیش کیا ہے وہ بھی اپنی مثال آپ ہے۔" وہ اٹھا اور وہاں سے آگے بڑھ گیا رات کو نہایت مختصر کھانا پیش کیا گیا کوئی خوراک تیار نہیں کی گئی تھی بلکہ خشک چیزوں سے کام چلایا گیا تھا۔ کیپٹن ڈان سیگارو خشکی پر آنے کے باوجود منتظم بنا ہوا تھا۔ کھردری زمین پر لیٹنے کا تجربہ زندگی میں پہلی بار ہوا تھا اور میں اپنے دونوں ہاتھوں پر رخسار رکھ کر سوچ رہی تھی کہ تھوڑی سی ضد انسان کی زندگی میں کیسے کیسے مرحلے لے آتی ہے اگر ایک معصوم بچی کی حیثیت سے اسی انداز میں وقت گزارتی رہتی تو آنے والا وقت خود بہتر فیصلے کر سکتا تھا لیکن اب.......... میں نے ٹھنڈی سانس لے کر آنکھیں بند کرلیں جوں

جوں رات بھیگ رہی تھی فضا میں سردی اترتی چلی آرہی تھی ہوا بہت مدھم چل رہی تھی لیکن انتہائی خنک تھی۔ پھر شاید نیند نے اپنا عمل پورا کیا سو تو گئی تھی لیکن صبح کو جاگی تو جسم اکڑا ہوا تھا اور بدن میں درد ہو رہا تھا۔ چائے پی کر کچھ سکون آیا چائے کے ساتھ صرف دو دو بسکٹ دیئے گئے تھے لوگ پھر ٹولیاں بنا بنا کر ناریل کے جنگلوں میں آگے بڑھنے لگے تھے سیگارو کہیں نظر نہیں آرہا تھا جزیرے میں بہت دور تک نکل جانے والے جب واپس آئے تو کوئی اچھی خبر نہیں لائے تھے بس یہی علم ہوا تھا کہ یہ جزیرہ کوکونٹ آئی لینڈ ہے اور یہاں انسانی وجود نہیں ہے۔ سیگارو کی جانب سے خوراک کے مسئلے میں خاصی سختی برتی جارہی تھی لیکن لوگ صبر و سکون سے اس سے تعاون کر رہے تھے۔ شام کے جھٹپٹوں میں پروفیسر ڈان ایرن ہمارے پاس آ بیٹھا اس نے کہا۔ "وہ مشکل مرحلہ آگیا ہے جس سے آگے میری سوچ کے دروازے بند ہوگئے ہیں اور اب شاید میں تم لوگوں کو کوئی دلاسہ نہ دے سکوں۔"

"ٹھیک ہے انکل ہم نے اپنی تقدیر سے سمجھوتہ کرلیا ہے۔" میں نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا اور اچانک مسٹر زمرد جھلا گئیں۔

"مگر میری تقدیر کیوں کالی ہوگئی میں کیا کروں۔" میں نے اور ڈان ایرن نے چونک کر انہیں دیکھا ڈان ایرن بولا۔

"ڈی پارلو پر جتنے مسافر ہیں' ان سب کو کسی بھی طور امید نہیں تھی کہ وہ کسی ایسی مشکل میں مبتلا ہو جائیں گے۔ جو کچھ ہوا ہے سب کی توقع کے برعکس ہے میں تم سے بھی یہی کہوں گا زمرد کہ جھلاہٹوں کو ذہن میں جگہ نہ دو اور تقدیر کے فیصلے کا انتظار کرو۔"

"ہاں کالی تقدیر کے فیصلے کا.........." مسٹر زمرد نے نفرت بھرے لہجے میں کہا۔
میں ہراساں بیٹھی ہوئی تھی مسٹر زمرد کا لہجہ خاصا خراب تھا اگر وہ بھی مجھ سے دور ہوگئیں تو پھر کیا کروں گی میں لیکن میرے پاس کہنے کے لئے کچھ بھی نہیں تھا ڈان ایرن خاموشی سے مسٹر زمرد کو دیکھنے لگا پھر اٹھتا ہوا بولا۔

"میں پھر یہی کہوں گا کہ خود کو کنٹرول میں رکھو ہوسکتا ہے کوئی بہتری نکل آئے۔"

"آپ نے زبان پر تالے کیوں لگا رکھے ہیں مسٹر ایرن.......... آپ ہمیں کیوں نہیں بتاتے کہ آپ کو آئندہ کیا کرنا تھا آپ یہ کیوں نہیں بتاتے کہ احمد کمال سعدی نے

ہمیں آپ کے پاس کیوں بھیجا تھا۔ عجیب پُراسرار کھیل ہے یہ زندگی.......... بار بار موت سے ہمکنار ہو رہی ہے اور اس راز کا انکشاف نہیں کیا جا رہا جس کے لئے یہ عذاب مول لیا گیا ہے۔" سسٹر زمرد نے کہا۔

"اس راز سے تمہارا کوئی تعلق نہیں ہے بے بی..........!" ڈان ایرن حلیمی سے بولا۔

"وہ تو میں بھی جانتی ہوں مگر کیا کروں پاگل پن سوار ہو گیا تھا مجھ پر' دیوانی ہو گئی تھی میں' جنون طاری ہو گیا تھا مجھ پر ایک احمقانہ جذبے کا اب تو یہ سب ہو گیا ہے میں کیوں برباد ہوئی ہوں کچھ معلوم تو ہو سکے۔" سسٹر زمرد کے لہجے میں غراہٹ تھی۔

"تمہاری مختصر عقل کچھ نہیں سمجھ پائے گی بے بی جو تمہاری سمجھ میں ہی نہ آئے اسے پوچھنے سے فائدہ.......... اوکے۔" ڈان ایرن آگے بڑھ گیا زمرد کے چہرے پر شدید غصے کے آثار تھے میں نے آہستہ سے کہا۔ "سسٹر..........!"

"سوری روشنی.......... سوری.......... بس بہت ہو گیا اس سے زیادہ کچھ ممکن نہیں ہے سوری..........!" وہ اپنی جگہ سے اٹھ گئیں۔

"سسٹر پلیز..........!" میں نے رندھی ہوئی آواز میں کئی بار پکارا لیکن زمرد تیز تیز قدم اٹھاتی مجھ سے دور چلی گئی پہلی بار میں پھوٹ پھوٹ کر روئی' خوب روئی اور پھر خود ہی خاموش بھی ہو گئی۔ رونے والوں کو کوئی دلاسہ نہیں دیتا تھا میں اکیلی ہی نہیں تھی مسافر عورتوں میں سے اکثر رونے لگتی تھیں ہر ایک کے رونے کی وجہ مختلف تھی لیکن کوئی کسی کے رونے پر توجہ نہیں دیتا تھا رونے کو تو سبھی کا جی چاہتا ہو گا کیونکہ سب کی بپتا یکساں تھی۔ خالد ناراض ہو گیا تھا' سسٹر زمرد بیزار ہو گئیں' ڈان ایرن نے بے بسی کا اظہار کر دیا اب کیا ہو گا.......... دماغ پر شدید بحران سوار ہو گیا ہر شے سے وحشت ٹپکنے لگی۔ اپنی جگہ سے اٹھی اور اضطراری طور پر کسی سنسان گوشے کی تلاش میں چل پڑی۔ آس پاس ابھی تک کسی درندے کے نشانات نہیں ملے تھے اس لئے ڈی پارلو کے مسافر دور دور نکل جاتے تھے ان پر کوئی پابندی بھی نہیں لگائی گئی تھی اس وقت بھی لوگ دور دور تک بکھرے ہوئے تھے میں ان سب سے الگ ہٹنا چاہتی تھی چنانچہ آگے بڑھ کر ناریل کے جنگل میں داخل ہو گئی سوکھے ہوئے ناریل جا بجا بکھرے ہوئے تھے ان سے خاص قسم کی خوشبو اٹھ رہی تھی۔ اندھیرے میں کسی ناریل کو ٹھوکر لگتی تو وہ دور تک لڑھکتا چلا جاتا بہت دور نکل آئی سرسبز چٹانیں سامنے تھیں لمبی گھاس

کہیں کمر کو چھونے لگتی تھی گو تاریکی اچھی طرح پھیل گئی تھی لیکن آسمان روشن ہیں اور ماحول مدھم مدھم اجاگر تھا ایک بڑی سی چٹان کے دوسری سمت پہنچی تو کسی کی موجودگی کا احساس ہوا غور کیا تو ایک چھوٹی چٹان پر کوئی عورت بیٹھی نظر آئی وہ بھی سکون کی تلاش میں نکل آئی تھی اور اس خاموش ماحول میں تنہا اس چٹان پر سری طرف پاؤں لٹکائے بیٹھی تھی۔ میری جانب اس کی پشت تھی اس کے گھنے سیاہ کر سے گزر کر چٹان پر بکھر گئے تھے۔ میرے قدموں کی آہٹ پر اس نے گردن ائی اور میرا دل خوف سے دھڑکنے لگا برف جیسا سفید چہرہ' چمکدار آنکھیں' واضح ش جو اجنبی نہ تھے ایک بار اسے جاندار شکل میں اس مکان میں دیکھا تھا جہاں زاغ مجھے بھیجا تھا پھر چند بار تصویروں میں' آج پھر وہی شکل میرے سامنے تھی میں پھٹی ی آنکھوں سے اسے دیکھنے لگی اچانک اس کے نقوش تبدیل ہوئے اور اس کے ے پر نفرت ابھر آئی اس کے سفید دانت چمکے اور وہ ہونٹ سکوڑ کر چٹان کے سری طرف کود گئی چٹان خالی ہو گئی میں سکتے کے عالم میں کھڑی تھی کہ اچانک میرے ب میں ایک آواز ابھری۔

"سلاطوفا بن سراری ولا بدعس انطاریہ بلازل انطاریہ۔" (تیرے دیدار نے منور کیا حسین انطاریہ مقدس انطاریہ)۔

سامنے کے منظر نے ہی حواس چھین لئے تھے۔ عقب کی آواز سن کر اوسان خطا گئے۔ بدن میں ٹھنڈی لہریں دوڑ گئیں اور میں نے اضطراری طور پر گھوم کر عقب دیکھا۔ انسانی جسم کا ایک ڈھیر کوئی دو گز کے فاصلے پر نظر آیا۔ ایک لمحے کے لئے تو ھ سمجھ میں نہیں آیا لیکن جب وہ متحرک ہوا تو میں نے اسے بھی پہچان لیا۔ وہ کریہہ رت زاغ تھا' جو زمین پر دو زانو بیٹھا تھا اور غالباً سجدے کی کیفیت سے اٹھا تھا۔ اس جو الفاظ ادا کئے تھے وہ میری سمجھ میں بالکل نہیں آئے تھے۔ اسے پہچاننے کے بعد رخ پھر تبدیل ہو گیا اور قطعی غیر اختیاری طور پر میں اس چٹان کی طرف دوڑی پر میں نے انطاریہ کو دیکھا تھا۔ چٹان کے عقب میں کچھ نہیں تھا۔ دور دور تک پھیلا ہوا تھا۔ میں وہیں کھڑے ہو کر اِدھر اُدھر دیکھنے لگی پھر میں نے زاغ کے موں کی چاپ سنی۔ وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر میرے پاس آ گیا تھا۔

"مشکل ہے..........!" اس نے آہستہ سے کہا۔ "تمہاری خواہش پر وہ کبھی ارے سامنے نہیں آئے گا۔"

"مسٹر زاغ..........!" میں نے سانسوں پر قابو پاتے ہوئے کہا۔

"کہو عزیزہ!"

"تم یہاں کیا کر رہے ہو..........؟"

"معصوم سوال ہے۔ کیا جواب دوں؟" وہ مسکرا کر بولا۔

"میرا پیچھا کرتے ہوئے یہاں آئے ہو..........؟"

"ہاں!" وہ سکون سے بولا۔

"آخر کیوں..........؟"

"میں اکثر تمہارا تعاقب کرتا ہوں بے بی۔ خصوصاً ان اوقات میں جب تم تنہا ہوتی ہو اور سنسان گوشوں میں ہوتی ہو۔"

"میں پھر وہی سوال کروں گی کہ کیوں..........؟"

"اس وجہ سے کہ شاید احمد کمال سعدی تمہارے پاس آئے اور میں اس سے کچھ بات کر سکوں۔"

"مسٹر زاغ۔ کیا تمہیں یقین ہے کہ میرے ابو کہیں آس پاس موجود ہیں..........؟"

"تمہیں یقین نہیں ہے..........؟" زاغ نے عجیب سے لہجے میں پوچھا۔

"مجھے..........؟"

"ہاں بے بی۔ تم نے مجھ سے جو فاصلے اختیار کر رکھے ہیں ان میں تمہارا قصور نہیں ہے۔ احمد کمال سعدی نے جو راستے اختیار کئے ہیں وہ غیر دانش مندانہ ہیں اور وقت بتائے گا کہ ان فیصلوں نے اسے کیا نقصان پہنچایا تم اس بات سے انحراف کیوں کرتی ہو کہ تم کچھ اور حقیقتوں کی شناسا نہیں ہو۔"

"مثلاً..........وہ حقیقتیں کیا ہیں..........؟"

"کیا تمہیں یہ نہیں معلوم کہ ابو الفرزان کی تحویل میں موجود تابوتوں میں احمد کمال سعدی اور انطاریہ کے تصوراتی اجسام ہیں؟"

"نہیں۔ میں نہیں جانتی تھی..........!"

"جھوٹ مت بولو۔ تہہ خانے میں تمہارے الفاظ سنے تھے میں نے۔"

"مجھے بہت بعد میں معلوم ہوا تھا ابو الفرزان کی زندگی میں مجھے نہیں معلوم تھا کہ اس کا ڈان ایرن سے کوئی تعلق تھا۔"

"ڈان ایرن۔" زاغ کی آواز میں غراہٹ سی تھی۔ "اگر تم سچ کہہ رہی ہو تو..........اس بات کے امکانات ہیں کہ ڈان ایرن..........!" زاغ نے جملہ ادھورا چھوڑ دیا..........وہ خاموش ہو کر کچھ سوچنے لگا۔ اسی وقت میرے دل میں ایک خیال پیدا ہوا ڈان ایرن کو میرے باپ نے کوئی ہدایت کی اور مجھے اس کے پاس بھیج دیا۔ اس نے مجھے اپنے اشاروں پر نچانا شروع کر دیا جس کے نتیجے میں یہاں تک آنا پڑا اور اب وہ بے بس نظر آتا ہے بلکہ اس کا اظہار بھی کر چکا ہے۔ مسٹر زمرد اب بیزاری کی انتہا کو پہنچ چکی ہیں۔ خالد نے گردن موڑلی ہے اور..........میرے باپ نے مجھ سے رجوع نہیں کیا۔ گویا اب میں بالکل تنہا ہوں اور حالات اس قدر غیر یقینی اور ہولناک۔ اگر ایک شخص مجھ سے دلچسپی رکھتا ہے اور طاقتور بھی نظر آتا ہے تو کیوں نہ اس کا خلوص حاصل کروں۔ وقت کی مسافت میں بالکل تنہا تو نہ رہوں گی۔ احمد کمال سعدی نے مجھے پوری زندگی محبت اور التفات سے دور رکھا ہے۔ خود بھی دور رہے ہیں۔ میری پکار پر کبھی مجھ تک نہیں پہنچے۔ مجھے کسی کا اعتماد حاصل نہیں ہے پھر میرے اپنے فیصلے کسی کے تابع کیوں ہوں۔ اب اس وقت' جب سب الگ ہو چکے ہیں کیوں نہ زاغ ہی سے رجوع کروں۔

زاغ نے کچھ دیر کے بعد کہا۔ "ڈان ایرن نے یقیناً کوئی اپنا کھیل شروع کیا ہے۔"

"سب کے اپنے اپنے کھیل ہیں مسٹر زاغ' ہر ایک صورت بدلنا جانتا ہے۔ آہ کاش میں کوئی سچی صورت دیکھ سکتی۔ منوچہر خلازی' ڈان ایرن اور..........اور.........."

"دیکھو لڑکی۔ بہت کم عمر ہے تمہاری' کوئی تجربہ نہیں ہے تمہیں زندگی کا..........جن سچائیوں کو تم سچ کا نام دیتی ہو وہ صرف کہانیاں ہوتی ہیں۔ زندگی ایک حسین مجبوری ہے۔ ہر انسان اس مجبوری کو پرورش کرنے کے جتن کرتا ہے۔ تم بھی کرو۔ اپنے بارے میں سوچو' صرف اپنے بارے میں۔ جہاں سچ بولنا پڑے وہاں سچ بولو' جہاں جھوٹ ضروری ہو اس سے دریغ نہ کرو۔ اسی طرح یہ حسین مجبوری ٹالی جا سکتی ہے..........ورنہ.........."

"میں جس مشکل میں گرفتار ہوئی ہوں مسٹر زاغ' اس کا کوئی حل ہے؟" میں نے سوال کیا۔

"ان مشکلات کا آغاز کہاں سے ہوا............؟"

"شاید اس وقت سے جب مجھے اپنے ماں باپ کی جستجو ہوئی۔"

"اور یہ مشکلات کہاں تک پہنچی ہیں............؟"

"اس ویران جزیرے تک............!"

"جہاں تک ماں باپ کے تصور کی بات ہے یہ فطری امر ہے۔ ایسا ہونا چاہئے تھا اور اب یہاں کا معاملہ ہے۔ میری اس بات پر ضرور یقین کرلو کہ جو کھیل اس جہاز پر ہوا ہے یا جو اس جزیرے پر جاری ہے وہ بس ایک وقفہ ہے۔ اس وقفے کی مختلف اشکال ہوسکتی تھیں۔ یہ وقت تم اپنی کوٹھی میں بھی پورا کرسکتی تھیں۔ کہیں اور کی خاک چھان کر بھی' کسی بہت بڑی مشکل میں گرفتار رہ کر بھی۔ تمہیں ہر طرح اپنا یہ وقت پورا کرنا ہے۔ اس جہاز میں اس جزیرے میں جو کچھ ہو رہا ہے اس کا تم سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ تم ان سب سے الگ ہو' تمہارا اپنا مقام ہے جسے کوئی زوال نہیں ہے کیونکہ سارے زوال تم پر سے گزر چکے ہیں۔ روشنی! تم تاریخ ہو۔ ایک ٹھوس اور مستحکم تاریخ جو اپنا سفر گزار چکی ہے اور وقت کی کتاب میں درج ہے۔ تمہیں بدلا نہیں جاسکتا۔"

"تاریخ............؟" میں نے الجھے ہوئے لہجے مین کہا۔

"ہاں' جو بدل نہیں سکتی۔"

"مگر کیسے مسٹر زاغ............؟"

"آہ کاش۔ یہ تفصیل احمد کمال تمہیں بتاتا۔"

"آپ نہیں بتاسکتے............؟"

"نہیں' لیکن تمہیں چند اعتراف کرنے ہوں گے۔"

"کیا............؟"

"تمہیں احمد کمال سعدی کے وجود پر یقین ہے؟"

"ابو۔" میرے حلق سے ایک سسکی سی نکلی۔ "پہلے وہ تصویر میرے لئے سب کچھ تھی میں اسے دیکھ کر مطمئن تھی۔ اس سے زیادہ میرے ذہن میں کچھ نہیں تھا۔ پھر تصویر سے تصور بیدار ہوا' جیتا جاگتا تصور' ملازموں سے جب مجھے پتہ چلا کہ میرے ابو رات کی تاریکیوں میں آتے ہیں' مجھے دیکھتے ہیں' مجھ سے بہت محبت کرتے ہیں وہ............ تو میرے دماغ میں جھلاہٹ پیدا ہوگئی۔ مجھے ان کے شفقت بھرے لمس کی

خواہش پیدا ہوگئی۔ وہ مجھے نہ ملے تو میرے دل میں بغاوت بیدار ہوگئی' اور میں انحراف کرنے لگی ان کے تمام احکامات سے۔ بعد میں سالک جلال نے زخمی کیفیت میں ڈچ کاٹیجز تک میری رہنمائی کی اور............"

"ایک منٹ' ایک منٹ............ ڈچ کاٹیجز کیا............؟" زاغ نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔ وہ میری داستان پوری توجہ سے سن رہا تھا۔ میں نے اسے ڈچ کاٹیج کے بارے میں بتادیا۔

"خوب۔" زاغ کا چہرہ کھل اٹھا۔ اس نے کہا۔ "کاش یہ بات مجھے کچھ پہلے معلوم ہوجاتی۔ وہ احمق بلاوجہ میرے ہاتھوں زندگی کھو بیٹھا۔"

"کون............؟" میں نے چونک کر پوچھا۔

"ابو الفرزان۔" زاغ ٹھنڈی سانس لے کر بولا اور میرے رونگٹے کھڑے ہوگئے میں نے کپکپاتی آواز میں کہا۔

"اسے تم نے قتل کیا تھا؟"

"مجبوری تھی بے بی۔ وہ میرے راستے روک رہا تھا اور اس نے مجھے ایک نقصان سے دوچار کیا تھا۔ خیر اس کا تذکرہ چھوڑو۔ مجھے بتاؤ اس کے بعد تم نے کبھی سعدی کو اپنے نزدیک پایا............؟"

"نہیں۔"

"مجھے تمہاری بات پر یقین ہے۔"

"لیکن مسٹر زاغ۔ تم نے ابو الفرزان کا خون کیا۔ تم نے ایک زندگی لے لی اور سالک جلال کے بارے میں تم کہتے ہو کہ اسے منوچہر خلاڑی نے زخمی کیا تھا۔"

"میں اپنے اور تمہارے درمیان سچ کا رشتہ قائم کرنے کی کوشش کررہا ہوں بے بی۔ کوئی جھوٹ ہاتھ آجائے تو تمہاری سوچیں آزاد ہوں گی ابھی انہیں زخمی نہ کرو۔"

"مسٹر زاغ۔ مشکل تو یہ ہے کہ ہر شخص مجھے تاریکی میں رکھتا ہے کوئی مجھے یہ نہیں بتاتا کہ میں کون ہوں۔ میری ابتدا کیا تھی' میری انتہا کیا ہے۔ سب مجھے بس اپنا آلۂ کار بنا کر چلنا چاہتے ہیں۔ کوئی ایسا ہے جو مجھے بھی انسان سمجھے۔ مجھے میرے تاریک ماضی سے روشناس کرائے۔"

"میں ہوں۔ صرف میں ہوں۔ میرے سوا کوئی اور نہیں بتاسکتا۔"

"اگر مجھے میرے بارے میں بتا دو مسٹر زاغ' تو تم سے اچھا دوست میرے لئے اور کوئی نہیں ہوگا۔"

"ضرور بتاؤں گا بے بی۔ جس قدر معلوم ہے ضرور بتاؤں گا لیکن اب جو لوگ تم سے منسلک ہیں وہ مجھ سے پُرخاش رکھتے ہیں اور میں اس وقت تک تم پر مکمل بھروسہ نہیں کر سکتا جب تک وہ تمہارے آس پاس موجود ہیں۔"

"میں ان سے بالکل قطع تعلق کر لوں گی۔"

"وہ تم سے قطع تعلق نہیں کریں گے۔" زاغ نے کہا۔

"میں انہیں بالکل منہ نہیں لگاؤں گی۔"

"نہیں بے بی۔ اس سے کچھ نہیں ہوگا۔ وہ تمہیں کبھی نہیں چھوڑیں گے۔"

"آخر وہ مجھے کیسے مجبور کر سکتے ہیں............؟"

"خلازی نے تمہیں اغوا کرنے کی کوشش کی تھی۔ اگر ایرن کو یہ خدشہ ہو جائے کہ تم اس سے دور ہو رہی ہو تو وہ بھی مقدور بھر کوشش کرے گا۔"

"تو آخر میں کیا کروں............؟"

"کچھ کر سکو گی............؟"

"سب کچھ............ جو تم کہو۔" میں نے پورے اعتماد سے کہا۔ زاغ تیکھی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا پھر بولا............ "تو پھر تمہیں تین افراد کو قتل کرنا ہوگا۔ منوچہر خلازی' نادر ہاشمی اور ڈان ایرن۔ تمہیں ان تینوں کو زہر دے کر ہلاک کرنا ہوگا۔"

میرے حلق سے خوف کی آواز نکل گئی۔ میں نے سرسراتی آواز میں کہا۔

"زہر............؟"

"وہ زہر جس نے ابوالفرزان کو ہلاک کیا۔"

"نہیں۔ یہ میں کیسے کر سکتی ہوں۔ میں ایسا کبھی نہیں کر سکتی۔" میں وحشت زدہ لہجے میں بولی۔

"میں جانتا ہوں۔ اسی لئے کہتا ہوں کہ وقت کا انتظار زیادہ بہتر ہے۔ جب تمہیں دوسروں کے تسلط سے آزاد پاؤں گا تو بہت کچھ بتا دوں گا۔ ان حالات میں ممکن نہیں ہے۔ خلازی پھر آزاد ہے۔ سیگارو ایک نڈر انسان ہے وہ اپنے خطرناک دشمنوں کو بھی سطحی نگاہوں سے دیکھتا ہے۔ جہاز پر اس نے خلازی کو سزا دی تھی۔ اگر

سفر جاری رہتا تو خلازی وہی کام کرتا رہتا جو اسے سونپا گیا تھا۔ اب وہ اس جزیرے پر دوسروں کی طرح آزاد ہے اور ممکن ہے کسی طرح تمہارے آس پاس موجود ہو اور ہماری باتیں سن رہا ہو۔"

میں نے سہمی ہوئی نظروں سے اِدھر اُدھر دیکھا تو زاغ آہستہ سے ہنس دیا پھر بولا۔ "اسے اہمیت نہ دو۔ نہ تمہیں اس سے کوئی خطرہ ہے نہ مجھے............"

"آہ مسٹر زاغ کاش آپ میری مشکل حل کر سکتے۔"

"یقین کرو بے بی' تمہاری مشکل کا حل نہ میرے پاس ہے نہ خلازی' ہاشمی اور ایرن کے پاس۔ صرف وقت تمہارا رہنما ہے۔ وہی تمام فیصلے کرے گا۔"

"آپ مجھے کچھ بتا تو سکتے ہیں مسٹر زاغ کہ جس طرح میرے باپ کا ایک ٹوٹا پھوٹا وجود ہے اسی طرح کیا میری ماں بھی موجود ہے؟"

"ہاں' وہ ہے۔"

"زندہ ہے؟"

"یہی سمجھ لو۔"

"انطاریہ ہے وہ؟"

"بالکل نہیں۔ انطاریہ تو............ وہ تو............" زاغ اچانک خاموش ہو گیا۔

"ہاں بتاؤ۔"

"انطاریہ تمہاری ماں نہیں ہے۔"

"دوسرے تابوت میں کون ہے؟ یا کون تھا؟"

"انطاریہ۔"

"وہ کون تھی؟"

"مقدس محافظ............ عظیم نگراں۔"

"جس طرح وہ روپ دھار سکتی ہے۔ جیسے اس مکان میں جہاں تم نے مجھے بھیجا تھا۔ یا جیسے ابھی تم نے بھی اسے مجسم دیکھا اسی طرح کیا احمد کمال سعدی اپنا جسم نہیں حاصل کر سکتے؟"

"اس سوال کا جواب بہت سے ایسے عقدے کھولتا ہے جو مستقبل کی گرد میں دھندلائے ہوئے ہیں اسی لئے میں ان کا جواب نہیں دے سکوں گا۔"

"وہ اپنا جسم حاصل کر سکتے ہیں یا نہیں؟"

"نہیں۔" زاغ نے جواب دیا اور میرا دل الجھ گیا۔ کچھ دیر کے بعد میں نے کہا
"تم سے تعاون کرنے کے لئے مجھے کیا کرنا ہوگا زاغ؟"
"اگر خلوص دل سے یہ وعدہ کرو تو میں تم سے صرف ایک بات کہوں گا
تمہارے لئے مشکل نہ ہوگی۔ احمد کمال تم سے دور نہیں ہے جس طرح تم نے انظار
کو دیکھا وہ ثبوت ہے اس بات کا کہ انہوں نے اپنے تابوت چھوڑ دیئے ہیں لیکن ا
جہاز میں سفر کیا ہے انہوں نے۔ اگر احمد کمال سعدی تم سے مخاطب ہو تو اس سے کہنا
اس نے کمزور سہارے حاصل کئے ہیں۔ اس سے کہنا احمق مورخ......... نیلا ستا
نیچے اتر چکا ہے۔ اس سے کہنا کہ تونے اپنے گناہ کا پھل پالیا لیکن اب بھی باز نہیں
آیا......... اس سے کہنا کہ مزید حماقتیں نہ کرے جو بن چکا ہے اور جو ماضی میں چلا گیا
ہے اسے نہیں بھلایا جاسکتا۔ اس سے کہنا کہ زرموس سے بہتر راہبر اور کوئی نہ ہوگا
اس کا جو دل چاہے کر لے اسے کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ تاریخ سے بھی کوئی جنگ ہوئی
ہے۔ اس سے کہنا کہ زرموس سے ملے......... وہی اس کی رہنمائی کرے گا۔"
"زرموس کون ہے؟" میں نے سوال کیا اور زاغ نے کوئی جواب دیئے بغیر
واپسی کے لئے قدم اٹھا دیئے۔ میں اسے آوازیں دیتی رہ گئی مگر وہ نہیں رکا تھا۔ کچھ
دیر کے بعد وہ نگاہوں سے اوجھل ہوگیا' رات خوب گہری ہوگئی تھی۔ مجھے کچھ خوف
محسوس ہونے لگا۔ میں تیز تیز قدموں سے واپس چل پڑی۔

☆------☆------☆

کھلے آسمان کے نیچے بسیرا کرنے کے لئے کوئی جگہ مخصوص نہیں تھی۔ جہاں چاہو
پڑ رہو۔ سسٹر زمرد کی بے رخی سے بہت دلبرداشتہ ہوگئی تھی۔ رات میں انہیں تلاش
بھی نہیں کرسکی اور ایک جگہ کھردری زمین پر لیٹ گئی۔ دوسری صبح کوئی خاص نہیں
تھی۔ ہاں گیارہ بجے کے قریب میں نے سسٹر زمرد کو دیکھا جو ڈاکٹر الیاس کے ساتھ
ایک درخت کے نیچے بیٹھی ہوئی تھیں۔ جب ہم ڈی پارلو کے اسپتال میں کام کرتے
تھے تو ڈاکٹر الیاس سے ہماری ملاقات ہوئی تھی پینتیس سالہ پُروقار انسان تھے اور
سے نہایت نرمی اور محبت سے پیش آئے تھے لیکن اس وقت ایک عجیب سا احساس
ہو رہا تھا۔ یوں لگ رہا تھا جیسے سسٹر زمرد خوش ہوں۔ نہ جانے کیوں میرے قدم
رکے اور میں آگے بڑھ کر ان کے قریب پہنچ گئی۔ میں نے محسوس کیا کہ سسٹر
چہرے کے تاثرات خوشگوار نہیں ہیں انہوں نے مجھے بیزاری سے دیکھا تھا۔

"ہیلو.........!" میں نے آہستہ سے کہا۔
"ہیلو مس......... کیسی ہیں آپ......... آپ تو مس زمرد کی دوست
ہیں۔" ڈاکٹر الیاس نے کہا۔
"صرف شناسا........." سسٹر زمرد نے بے رخی سے کہا اور میری آنکھوں میں
آنسو آگئے۔
"شناسائی دوستی کی پہلی سیڑھی ہوتی ہے۔ اسپتال میں آپ دونوں کو یکجا دیکھا
تھا۔"
"جی ہاں......... آپ خیریت سے ہیں ڈاکٹر.........؟" میں نے خود کو
سنبھال کر کہا۔
"بالکل! آیئے بیٹھئے۔" ڈاکٹر نے کہا۔
"شکریہ ڈاکٹر......... ادھر سے گزر رہی تھی رک گئی۔ مداخلت کے لئے
معذرت۔" میں آگے بڑھ گئی۔ زمرد بری طرح بگڑ گئی تھی۔ جو کچھ بھی تھا میں اسے برا
نہیں کہہ سکتی تھی کہاں تک میرے ساتھ لگی رہتی بے چاری حالات کا شکار ہو کر جھنجھلا
گئی تھی۔ بہرحال اچھا ہے اگر اس کی کچھ دل بستگی ہو جائے۔
وقت کچھ اور آگے بڑھ گیا۔ کوئی خاص بات نہیں ہوئی مگر کب تک۔ سیگارو اور
اس کے ساتھی چند دوسرے افراد کے ساتھ زیادہ تر ڈی پارلو پر رہتے تھے۔ انہوں
نے مخصوص علاقے کو ممنوعہ علاقہ بنا دیا تھا۔ خوراک پر بدستور پابندی تھی۔ ہاں ناریل
اور جھاڑیوں کے خود رو پھل جتنے چاہو کھائے جاسکتے تھے' چائے اور دوسری چیزوں پر
زبردست کنٹرول تھا۔ اب لوگوں میں کچھ بے چینی سی پیدا ہونے والی تھی۔ پھر اس
سلسلے میں ایک اجتماع ہوا۔ میں بھی وہیں موجود تھی۔ مسٹر ایلن روز اس اجتماع کی
صدارت کر رہے تھے انہوں نے کہا۔
"آپ لوگوں سے میں مسٹر ڈان او ٹروبلی سیگارو کے رویہ کے بارے میں گفتگو
کرنا چاہتا ہوں۔ مسٹر سیگارو جہاز کے کپتان ہیں۔ بے شک وہ ہماری زندگیوں کے محافظ
ہے لیکن یہاں آنے کے بعد دو تشویشناک صورتیں سامنے آئی ہیں۔ نمبر ایک ان کا
رویہ ایک حکمراں جیسا ہے دوم یہ کہ وہ اب یہاں سے روانگی کی کوئی بات نہیں کرتے
یوں لگتا ہے جیسے وہ یہاں آکر مطمئن ہوگئے ہوں لیکن کیا ہمیں بقیہ زندگی یہیں گزارنی
ہوگی؟"

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔" چند لوگوں نے جواب دیا۔

"پھر اب کیا کریں............کیا ہونا چاہئے؟"

"سیگارو سے سوال کیا جائے کہ اب یہاں سے آگے کا سفر کیسے شروع ہوگا۔ کب تک وہ اس جزیرے کو چھوڑنے کا ارادہ رکھتا ہے اور آگے کے لئے کیا منصوبہ ہے؟"

"میں بھی یہی چاہتا ہوں.........وہ بے شک ہمارا محسن ہے لیکن اب آگے کے بارے میں اس کا ارادہ بھی تو پتہ چلے بہرحال آپ لوگوں کے تعاون سے میں مسٹر سیگارو سے اس سوال کے لئے ملاقات کرنا چاہتا ہوں۔ سب نے آمادگی کا اظہار کردیا تھا۔ مسٹرایلین روز سیگارو سے ملے اور اس نے نہایت خلوص سے ان کی باتیں سنیں پھر کہا کہ کل ان باتوں کا جواب دیا جائے گا۔ جگہ بھی اس نے منتخب کردی۔ ساحلی چٹانوں کے درمیان وسیع میدان میں اس نے جہاز کے ایک ایک مسافر کو طلب کرلیا اور کچھ دیر کے بعد ایک میگافون ہاتھ میں لئے خود بھی ایک چٹان پر جا کھڑا ہوا۔ وہ بہت مسرور نظر آرہا تھا۔

"معزز دوستوں کو میں خود بھی مخاطب کرنا چاہتا تھا تاکہ اپنے آئندہ پروگرام کے بارے میں تفصیل بتادوں۔ آج وہ وقت آگیا ہے جب میں نے اپنے دل کی بات کہہ دی۔ آپ لوگوں کا تعلق مختلف ممالک سے ہے لیکن جو دوسرے ممالک سے اور خصوصاً پرتگال سے واقفیت رکھتے ہیں ان میں سے بیشتر نے پرتگال کے عظیم ویلبی خاندان کے بارے میں سنا ہوگا۔ میرا دادا سلاٹن گستارو ویلبی پرتگال کا بادشاہ رہ چکا ہے۔ مگر میرے باپ یوزن ویلبی کو بادشاہت نہیں ملی اور وہاں سے اس خاندان کے زوال کا آغاز ہوگیا۔ پرتگال میں جب یوزن گستارو کو سزائے موت دی گئی تو میں جنوبی امریکہ میں زیر تعلیم تھا۔ باپ کے قاتلوں کے خلاف میرے دل میں نفرت بیدار ہوگئی اور میں خفیہ طور سے پرتگال گیا۔ مین نے اپنے باپ کے قاتلوں کے خاندان تباہ کردیئے اور پھر جرم میری زندگی بن گیا۔ اس کے بعد میں نے نہ جانے کیا کچھ کیا وہ ایک طویل کہانی ہے لیکن.........میں فطرتاً بادشاہ ہوں۔ میرے دل میں بادشاہت کے خواب چٹکیاں لیتے رہتے تھے۔ میں نے ہمیشہ بادشاہ بننے کی آرزو کو دل میں زندہ رکھا اور نہ جانے کیوں مجھے یقین تھا کہ ایک دن میرا یہ خواب پورا ہوگا۔ میں نے لاتعداد بحری جہاز لوٹے اور خزانہ جمع کیا لیکن میری آرزو پوری نہ ہوئی اور میں گرفتار ہوگیا۔ ڈان اوٹرویلبی سیگارو کا خواب ادھورا رہ گیا لیکن میری تقدیر اس کے

ند مجھے میرے خوابوں کی تعبیر دینا چاہتی تھی۔ ایک دلچسپ حادثے نے میری آرزو وری کردی۔ ڈی پارلو سمندری طوفان کی نذر ہوا بعد کے حالات کا تذکرہ فضول ہے اپ سب جانتے ہیں کیا ہوا۔ ہم اس جزیرے تک آگئے یہ جزیرہ جہاں تک میں نے یکھا ہے سرسبز وشاداب ہے۔ یہاں کی زمین زرخیز ہے اور صدیوں انسانی زندگی کی لفالت کرسکتی ہے۔ یہاں کے نوآباد ایک حسین زندگی گزار سکتے ہیں۔ اس دوران ں مکمل جائزہ لیتا رہا ہوں۔ میرے دوستو.........ڈی پارلو ایک مکمل جہاز ہے لیکن م عام سمندری راستوں سے اتنے دور ہٹ گئے ہیں کہ اب انہیں پانا ممکن نہیں ہے کن ہوتا بھی تو میں اس طرف جانا پسند نہ کرتا۔ پیارے دوستو' میں نے ایک منصوبہ یا ہے اور یہاں آنے کے بعد اس پر کام کرتا رہا ہوں۔ میری ضروری کارروائیاں مل ہوگئی ہیں اور اب آج جب مجھ سے یہ سوال کیا گیا ہے کہ مستقبل میں میرا کیا وگرام ہے تو اس وقت کو مناسب سمجھتا ہوں کہ اپنے پروگرام کا اعلان کردوں۔ وستو' ڈان اوٹرویلبی سیگارو کا دادا پرتگال کا بادشاہ تھا۔ نسلیں بادشاہت کا مزاج نہیں ولتیں۔ میں بحری قزاق رہا' ایک دہشت گرد قاتل رہا' لیکن میرے ذہن میں بھی یک بادشاہ پروان چڑھ رہا تھا ایک مطلق العنان حکمران مجھ میں جی رہا تھا' جسے کسی بھی لمحے اپنی بادشاہت کا اعلان کرنا تھا۔ بظاہر یہ منصوبہ نامکمل ہی محسوس ہوتا تھا لیکن ہر مل کی تکمیل کبھی نہ کبھی ہو ہی جاتی ہے۔ اب یہ جزیرہ میں نے اپنی مملکت قرار دیا ہے اور آپ لوگ میری قلم رو کے معزز باشندے قرار پائے ہیں..........میں اپنی دشاہت کا اعلان کرتے ہوئے آپ لوگوں کے لئے یہ حکم صادر کرتا ہوں کہ اس دشاہت کو خلوص دل سے قبول کریں۔ میں اور میرے ساتھی آپ کے لئے منصوبہ دی کریں گے آپ کو ایک بہتر زندگی دی جائے گی۔ آپ نے دیکھا کہ ڈی پارلو میں پ کے ساتھ میرا جو رویہ رہا وہ درحقیقت ایک بادشاہ ہی کا رویہ ہے۔ میں رحم اور صاف کرنا جانتا ہوں.........مجھے حکمرانی کرنا آتی ہے اور میری قلم رو میں رہنے الے معزز باشندوں کو بہت سے مشکل مسائل سے دوچار نہیں ہونا پڑے گا۔ شرط فاداری ہے' آپ لوگ میری اس نئی مملکت کو خلوص دل سے اپنی زمین تسلیم کریں ر مجھے اپنا بادشاہ.........باقی منصوبے اس کے بعد منظر عام پر لاؤں گا۔ تو اب پہلا وال میں آپ سے یہ کرنا چاہتا ہوں کہ میرے اس منصوبے پر یا میری بادشاہت پر کسی وکوئی اعتراض ہے؟"

ایک سمت سے کوئی چیخا۔ "اس کا مطلب ہے ڈان اوڈویلی سیگارو کہ درحقیقت تم پاگل ہو' احمق اور دیوانے ہو' ہم اپنے گھر واپس جانا چاہتے ہیں ہم نے تمہیں ایک کپتان کی حیثیت دی تھی کیونکہ تم جہاز چلانا جانتے ہو اور اس کے بعد ہم نے تم سے صرف اس لئے تعاون کیا کہ ظاہر ہے سمندر کی وسعتوں میں کوئی حتمی بات نہیں کہی جاسکتی لیکن تم نے جو احمقانہ اعلان کیا ہے وہ تمہارے پاگل پن کی دلیل ہے۔ فضول باتوں سے گریز کرو اور اب جس قدر جلد ممکن ہو یہاں سے نکلنے کی منصوبہ بندی کرو اور اگر تم دیوانے ہو تو بے فکر رہو ہم تمہاری دیوانگی کو درست کردیں گے۔ تم سمجھتے کیا ہو۔" بولنے والا کوئی پرجوش نوجوان تھا......... اوڈویلی سیگارو کے چہرے پر کسی قسم کا غصہ نمودار نہیں ہوا تھا جبکہ لوگ سنسنی خیز نگاہوں سے اس کے چہرے کا جائزہ لے رہے تھے۔ ویسے تمام ہی دلوں میں تشویش کے آثار نمودار ہوگئے تھے سیگارو پر تو وہ بے حد بھروسہ کرنے لگے تھے اور اتنے دن کے قیام اور انتظامی امور کو انہوں نے ایک کپتان کی دانش مندی اور ضروری کارروائی ہی سمجھا تھا لیکن سیگارو کے ذہن میں کوئی دیوانگی پل رہی ہے' اس کا کسی کو احساس نہیں تھا سب ہی ابتدائی جھٹکے سے سکتے کے عالم میں رہ گئے تھے اور اوڈویلی سیگارو نے مسکرا کر گردن ہلائی اور بولا۔

"ہاں میں جانتا ہوں کہ جہاز کے مسافروں میں سے کوئی ایسا نہیں ہوگا جس نے زندگی میں کبھی کسی کی قلمرو میں آباد ہونے کے بارے میں سوچا ہوگا۔ آپ لوگوں کے گھر ہوں گے عزیز واقارب ہوں گے زمین جائیداد ہوگی کاروبار ہوں گے لیکن ڈی پارلو کا سمندری سفر آپ میں سے کسی نے میرے ایما پر میری کسی سازش کے نتیجے میں نہیں کیا تھا۔"

"اس بات سے تمہارا کیا مطلب ہے؟" ایک اور گوشے سے کسی کی آواز آئی۔

"آپ سب سمندری طوفان کی نذر ہوگئے ہیں۔ آپ سب مرچکے ہیں ڈی پارلو ناکارہ انجنوں والا ایک لوہے اور لکڑی کا گھر ہے جو سمندر پر کھیل رہا ہے۔ اس پر آہستہ آہستہ غذائی ذخیرے ختم ہوچکے ہیں پانی موجود نہیں ہے۔ دھوپ اور نمی اسے زنگ آلود کررہی ہے اور مسافر مرنا شروع ہوچکے ہیں۔ آپ ان کی لاشیں سمندر میں پھینک رہے ہیں اور پھر آپ بھی مرجاتے ہیں۔ بتایئے آپ میں سے کوئی زندہ ہے؟"

"کیا تم یہ ہوش مندانہ باتیں کررہے ہو؟"

"یہ ساری ٹھوس حقیقتیں ہیں جو آپ کو تسلیم کرلینی چاہئیں یہ زندگی میں نے آپ کو دی ہے اور یہ سمندر کا قانون ہے میں نے اس قانون کا تذکرہ پہلے ہی کردیا تھا سمندری جہاز جب تباہ شدہ تسلیم کرلیا جاتا ہے تو اسے بچانے والا اس کا مالک ہوتا ہے۔ میں آپ سب کا مالک ہوں۔ میں آپ سب کا مالک ہوں میں آپ کا آقا ہوں۔"

"یہ قانون انسانوں پر لاگو نہیں ہوتا۔" پولڈ گراہم نے کہا۔

"اس کا ساز و سامان تو میرا ہے۔" سیگارو مسکرا کر بولا۔

"ہاں بے شک۔"

"اور یہ بحری قانون ہے۔"

"اس کا اعتراف کیا جاچکا ہے۔"

"تھوڑی سی ترامیم میں بھی تو کرسکتا ہوں اور اس قانون میں یہ اضافہ میں نے کرلیا ہے۔ میرے پاس آئندہ زندگی کا مکمل منصوبہ موجود ہے۔ ہمارے اعداد وشمار میں جہاز پر چھ سو چالیس مرد ہیں جن میں پانچ سو اٹھارہ نوجوان ہیں باقی بوڑھے۔ چار سو تیس خواتین ہیں جن لوگوں کی بیگمات ان کے ساتھ سفر کررہی ہیں وہ ان کے سند یافتہ شوہر ہیں۔ اس کے علاوہ کسی کا کوئی رشتہ قابل قبول نہیں۔ ہر بالغ لڑکی کسی سے منسوب کردی جائے گی۔ اس طرح میری مملکت میں نسلوں کا اضافہ ہوگا۔ ہم اس جزیرے کو دنیا کی ہر کثافت سے پاک ایک مثالی مملکت بنائیں گے۔ یہاں زندگی کی ہر آسائش مہیا کی جائے گی اور آپ اور آپ کی نسلیں یہاں ایک حسین زندگی گزاریں گی۔"

"تم احمق ہو سیگارو۔" ایک بوڑھے شخص نے شدید غصے سے کہا۔ وہ اپنی چار نوجوان بیٹیوں کے ساتھ جہاز میں سفر کررہا تھا۔

"آنے والے وقت میں یہ ثابت کروں گا کہ میں احمق نہیں ہوں۔ مجھ سے تعاون کریں۔ تو دوستو۔ میرے پاس اس نئی مملکت کا مکمل منصوبہ موجود ہے۔ آپ لوگ یہاں اپنے گھروں میں رہیں گے ہمارے پاس کھلا سمندر ہے جو مچھلیوں سے لبریز ہے کوکونٹ کے جنگل ہیں اور یہ نہایت کارآمد شے ہے۔ یہ جنگلی پھل ہیں جن کی افزائش کی جاسکتی ہے۔ آپ خود سوچیں یہاں ہمیں کیسی حسین زندگی حاصل ہوگی۔"

"لعنت ہے تمہاری اس بکواس پر۔"

"پیارے دوستو......... یہ تمہاری تقدیر ہے اسے قبول کرلو اس میں بہتری

ہے۔ فرض کریں آپ لوگوں نے میری اس گزارش کو قبول نہ کر کے مجھے ہلاک کر دیا
پھر آپ کیا کریں گے۔"

"ہم انتظار کریں گے تقدیر کے فیصلے کا۔"

"فیصلہ تو ہو چکا ہے۔ اب میں خصوصاً اپنے نوجوان دوستوں سے مخاطب ہوں۔
دوستو کیا آپ کو یہ دلکش زندگی قبول نہیں ہے۔"

چاروں طرف سکوت طاری رہا تھا پھر مخالفین نے کہا۔ "کوئی تمہاری اس بکواس
کو قابلِ اعتناء نہیں سمجھتا۔"

"نہیں میرے بزرگو.......... نوجوانوں نے ابھی اس دلکش منصوبے پر غور
نہیں کیا ہے۔ اچھا یوں کریں جو میرے شدید مخالف ہیں وہ اس طرف آ کر جمع
ہو جائیں۔ اس طرف اس سیاہ چٹان کے سائے میں......... جو مجھے سمجھانا چاہتا ہے
وہ اس جگہ جہاں نمبر دو کا ہندسہ لکھا ہوا ہے۔ جو سوچنا چاہتے ہیں وہ اس تیسرے
پوائنٹ پر اور جنہوں نے مجھ سے اتفاق کر لیا ہے وہ چوتھی جگہ۔ ہاں تعمیل چاہتا ہوں
ورنہ مجھے غصہ آ جائے گا۔"

کوئی تیس پینتیس آدمی شدید مخالفوں کے پوائنٹ پر جا کھڑے ہوئے تھے باقی
سب اپنی جگہ کھڑے رہے۔ "تعمیل چاہتا ہوں۔" سیگارو درشت لہجے میں بولا۔

اچانک زاغ میرے پاس پہنچا اور اس نے میرا بازو پکڑا اور پوائنٹ نمبر چار پر
گھسیٹ لے گیا۔ اور بھی بہت سے لوگ وہاں آ گئے جن میں خالد خلازی سسٹرز مرد
وغیرہ تھے۔

ڈان سیگارو نے محبت بھری نگاہوں سے پوائنٹ نمبر چار پر کھڑے ہوئے لوگوں کو
دیکھا' پھر باقی لوگوں کو.......... اور اس کے بعد ان لوگوں کی جانب متوجہ ہو گیا جو
اس کے مخالفین کے طور پر کھڑے ہوئے تھے اور آپس میں چہ میگوئیاں کر رہے تھے۔
اس نے دونوں ہاتھ اٹھائے اور نرم لہجے میں بولا..........

"جو منصوبہ میں نے بنایا ہے دوستو آپ لوگ یقین کریں کہ وہ ہر لحاظ سے مکمل
اور ناقابل تنسیخ ہے۔ اصل میں ہم جو فاصلہ طے کر کے یہاں پہنچے ہیں اول تو اس کی
واپسی ہی ممکن نہیں ہے بھٹکنے لگیں تو آپ میں سے ہر ایک جانتا ہے کہ سمندر کی
وسعتیں دنیا سے اور زمین سے تین گنا زیادہ ہیں کتنے عرصے بھٹک سکتے ہیں ہم..........
کتنا رسک لے سکتے ہیں۔ بالآخر ایک بے کسی کی موت سے دوچار ہونا پڑے گا۔

رے پاس راستوں کا تعین نہیں ہے یہ وہ بات ہے جو ایک ٹھوس حقیقت کی حیثیت
ھتی ہے اور اس میں آپ کو احمق بنانے کا کوئی عنصر شامل نہیں ہے بجائے اس کے
ہ ہم سمندر میں ایک ایک کر کے بے بسی کی موت کا شکار ہو جائیں کیا میرا منصوبہ
یادہ متوثر نہیں ہے؟ آپ لوگ مخالفت برائے مخالفت کر رہے ہیں ایسا نہ کریں میں
پ کا شکر گزار رہوں گا۔"

"سیگارو اس میں کوئی شک نہیں کہ تمہارے بارے میں فرانسیسی افسر نے جو کچھ
ہا تھا درست تھا دورانِ سفر تم نے بہتر اخلاق کا مظاہرہ کر کے ہم کو احمق بنایا۔ جبکہ
قیقت یہ تھی کہ اس وقت بھی تمہارے ذہن میں دیوانگی پل رہی تھی تم بحری قزاق
و' جان بوجھ کر تم نے ایسے ویران سمندروں کا رخ کیا' جہاں زندگی نہ ہو..........
یکن تمہاری اس بے ایمانی کو ہم قبول نہیں کرتے۔ کیا کر لو گے تم ہمارا.......... کتنے
و تم لوگ اگر ہم سب تم پر یلغار کر دیں تو تم اور تمہارے ساتھی ہمارے ہاتھوں
ارے جائیں گے۔ ہمیں اس کے لئے مجبور نہ کرو بلکہ ایک بہتر جہاز راں کی حیثیت
ے یہاں سے نکلنے کی منصوبہ بندی کرو۔"

"میرے معزز بزرگ میری دلی آرزو ہے کہ آپ ہمارے درمیان زندہ رہیں
آپ جو کچھ کہہ رہے ہیں وہ اب ممکن نہیں رہا اپنے ساتھیوں کو بھی سمجھائیے میں یہاں
زندگی چاہتا ہوں کسی قسم کی چپقلش نہیں۔"

"اگر تم دو منٹ کے اندر اندر اپنے منصوبے کو ترک نہیں کر دیتے تو پھر بات
ہمارے ہاتھ سے نکل جائے گی۔"

"دو منٹ ٹھیک ہے معزز بزرگ کاش آپ اور آپ کے ساتھی مجھ سے تعاون
کر لیتے' مجھے دلی خوشی ہوتی لیکن افسوس' افسوس' افسوس۔"

سیگارو نے اپنے دونوں ہاتھ بلند کئے اور دفعتاً ہی جزیرے کی خاموش فضا میں
مشین گنوں کی آوازیں ابھریں اور اس کے ساتھ ہی بے شمار دلخراش چیخیں' جو افراد
پوائنٹ نمبر ایک پر کھڑے ہوئے تھے ان کے جسم مشین گنوں سے چھلنی ہو گئے اور
دیکھتے ہی دیکھتے وہ خاک و خون میں لوٹنے لگے۔ بے شمار چیخیں بلند ہوئیں اور لوگ
دہشت سے کانپ اٹھے۔ بہت سے زمین پر گر پڑے بہت سوں نے راہ فرار اختیار
کرنے کی کوشش کی لیکن مشین گنوں کی گرج پر سیگارو کی میگا فون سے ابھرنے والی
آواز حاوی ہو گئی اس نے کہا..........

"نہیں' جس نے راہِ فرار اختیار کی وہ بھی گولیوں کا نشانہ بن جائے گا ایک بھی فرد یہاں سے فرار نہ ہو ایک بھی فرد یہاں سے آگے نہ بڑھے مخالفین کو' بغاوت کرنے والوں کو موت کی سزا بھگتنا ہوتی ہے انہوں نے یہ سزا خود ہی اپنے لئے تجویز کی تھی میرا قصور نہیں ہے۔"

دوڑنے والے رک گئے چاروں طرف سے رونے پیٹنے کی آوازیں ابھر رہی تھیں۔ مخالفت کرنے والوں میں بہت سوں کے عزیز واقارب بھی شامل تھے۔ سونت گال نے اپنے ساتھ کھڑے ہوئے آدمی سے کہا۔

"حقیقت یہ ہے کہ میں بہت دلبرداشتہ تھا بہت افسوس تھا مجھے کہ سیگارو اپنی فطرت سے ہٹ گیا ہے سب نے میری مخالفت کی تھی سب نے اس کا ساتھ دیا تھا آہ اس وقت میں سب سے زیادہ خوش ہوں کہ ان لوگوں کو اپنے کئے کی سزا بھگتنی پڑی۔"

مرنے والے مرگئے ان کے جسم زمین پر بے حس و حرکت پڑے ہوئے تھے۔ سیگارو نے کہا۔

"میرے پیارے دوستو میں چاہتا ہوں کہ اب وہ پوائنٹ نمبرون پر آجائیں جنہیں اپنے ساتھیوں کی موت پر افسوس ہوا ہے اور وہ جوش وغضب میں ڈوب کر میرے خلاف عمل کرنا چاہتے ہیں۔ انہیں دعوت دیتا ہوں کہ وہ آئیں اور مجھ سے اپنے ساتھیوں کا انتقام لیں۔ کیا خیال ہے آپ لوگوں کا؟ اصل میں' میں نے جب ڈی پارلو کا نظام سنبھالا تھا تو سب سے پہلے عمل یہی کیا تھا کہ اسلحہ اپنے قبضے میں کرلیا۔ اسلحہ اگر مختلف ہاتھوں میں ہوتا تو پھر مقابلہ کیا جاتا پہلے تو میں نے اپنے ہر مقابل کو شکست دے دی اس کے بعد میں نے دوسرے معاملات پر توجہ دی۔ مائی ڈیئر سونت گال اس وقت آپ کو سب سے زیادہ مایوسی کا سامنا کرنا پڑا ہوگا آپ اس بات کی توقع رکھتے ہوں گے کہ میں کہیں غلطی کروں گا اور آپ حالات کا پانسہ پلٹ دیں گے لیکن غلطیاں ایک دو ہی ہوا کرتی ہیں زندگی میں۔ میں کسی بھی ایسے شخص کو ہلاک کرنے کی کوشش نہیں کروں گا جس سے میری ذاتی مخالفت ہو لیکن اس نظام کی مخالفت کرنے والے کسی بھی شخص کو زندہ چھوڑنا میرے لئے کبھی بھی ممکن نہیں ہوگا۔ ہر شخص کو میری ہدایت پر عمل کرنا ہوگا اور میں دعویٰ کرتا ہوں کہ جب میری یہ جنت مکمل ہوجائے گی تو آپ لوگ دنیا کے مسرور ترین انسان ہوں گے۔ کچھ عرصے کے بعد میں ڈی پارلو کے وجود کو

کردوں گا اس کا لوہا اور لکڑی اور دیگر اشیاء ہمارے مستقبل کی تعمیر میں کام آئیں میں ایک مکمل حکمراں ہوں۔ اب آخری بات سن لیں۔ کوئی سازش نہ کی جائے ئی مخالفت نہ کی جائے کوئی تنظیم نہ بنائی جائے ورنہ آپ زندگی کھونے کے سوا کچھ یں کرپائیں گے۔ میں یہ کام مرحلے وار کروں گا آپ سب کو مطمئن کرنا میرا کام گا۔ ان لاشوں کو سمندر میں پھینک دیا جائے میرے دوست یہ کام کریں۔ اور سنیں اب جگہ چٹانوں پر مشین گنیں دوربینوں کے ساتھ نصب ہیں۔ ہر شخص کو دور دور ں نشانہ بنایا جاسکتا ہے اب سب منتشر ہوجائیں۔"

☆=====☆======☆

لوگ بادلِ ناخواستہ منتشر ہوگئے تھے ہاں وہ لوگ جن کے عزیز واقارب مارے ئے تھے وہ لاشوں سے لپٹ کر رونے لگے۔ رقت آمیز مناظر پھیل گئے پروفیسر زاغ نے ہستہ سے کہا۔

"آؤ بے بی درندوں سے احتیاط رکھنا ضروری ہوتا ہے۔" میں خاموشی سے اس ے ساتھ چل پڑی اتنے سارے لوگوں کی موت نے میرے اعصاب پر بھی برا اثر ڈالا ر میری چال میں لڑکھڑاہٹ تھی بمشکل میرے منہ سے نکلا۔ "مسٹر زاغ اب کیا وگا؟"

"کچھ نہیں یہ جو کچھ ہورہا ہے اس کا تم سے کوئی تعلق نہیں ہے تمہارا کوئی مسئلہ یں ہے تمہارے مسائل ان سب کے مسائل سے الگ ہیں۔ یہ گزرنے والے عاملات کا کھیل ہے۔ تمہیں اس پر توجہ دینی چاہئے نہ اس سے خوف زدہ ہونا اہئے۔"

"آپ کی کوئی بات میری سمجھ میں نہیں آرہی۔"

"اس سے قبل بھی بہت سی باتیں تمہاری سمجھ میں نہیں آئیں بس تھوڑا سا قت اور میری بچی تھوڑا سا وقت اور!" میں ٹھنڈی سانس لے کر خاموش ہوگئی۔ ہر خص سہم گیا تھا ہر شخص سحر زدہ تھا لوگ سُست نظر آرہے تھے اور جگہ جگہ ٹولیاں نائے بیٹھے تھے۔ اسی طرح رات ہوگئی کھانا تقسیم ہوا اور لوگوں نے پیٹ کا دوزخ ھرا۔ دوسرے دن سیگارو کی تاج پوشی کی رسم کا اعلان ہوا اور جہاز کے مسافروں سے کہا گیا کہ وہ عمدہ لباس پہنیں۔ انہیں ان کا سامان دے دیا گیا تھا۔ چاروں طرف مصنوعی خوشیاں پھیل گئیں۔ سب زندگی بچانے کا سامان کر رہے تھے سونت گال نے

سیگارو کے بارے میں جو کچھ کہا تھا وہ ایک جھلک کی شکل میں سامنے آیا تھا مگر یہ جھلک ہی مکمل تھی اور اس سے سیگارو کی شخصیت کا بھرپور اندازہ ہو جاتا تھا۔ پانچ بجے تاجپوشی کی احمقانہ رسم ادا ہوئی اور ڈان سیگارو کو اس مملکت کا حکمراں قرار دیا گیا۔ مملکت کو "گرین ہیون" کا نام دیا گیا تھا۔ اس دن ڈی پارلو کے کچن پر بھی کام ہوا تھا اور سیگارو کی رعایا کو عمدہ کھانا پیش کیا گیا تھا۔ پھر اس رات جشن برپا ہوا اور نوجوانوں کو ہدایت کی گئی کہ وہ نوجوان لڑکیوں سے اپنی پسند کا اظہار کریں اور اگر وہ انہیں قبول کرلیں تو کسی بھی وقت ان کی مذہبی رسومات کے مطابق انہیں اپنی زندگی میں شامل کرلیں۔ لڑکیوں سے صرف اتنا کہا گیا کہ وہ کسی سے بھی اپنی ناپسندی کا اظہار کرسکتی ہیں لیکن کسی نہ کسی کا انتخاب ضرور کرنا ہوگا انہیں تاکہ سیگارو کا منصوبہ آگے بڑھے۔

یہ مرحلہ نہایت بیہودہ تھا اس وقت میں سخت خوف میں مبتلا ہوگئی جب خالد میرے قریب آگیا۔ "میں تمہیں اپنانے کا خواہش مند ہوں۔" اس نے پھیکے سے لہجے میں کہا۔

"میں تمہاری آنکھوں میں انگلیاں چبھو کر تمہیں اندھا کردوں گی۔" میں نے طیش سے کہا۔

"روشنی یہ ضروری ہے کہ اس وقت جذبات سے کام نہ لو.......... تم اس کا اعلان سن چکی ہو۔"

"تمہاری جگہ میں کسی خارش زدہ کتے کو قبول کرلوں گی لیکن میں.........." مگر عقب سے زاغ کی آواز سنائی دی۔

"نہیں بے بی.......... نہیں یہ شخص خارش زدہ کتے سے بہتر ہے تم آمادگی کا اظہار کردو یہ ضروری ہے ازحد ضروری۔" یہ سن کر میرے بدن میں آگ لگ گئی تھی۔

میں نے خونی نظروں سے زاغ کو دیکھا پھر درشت لہجے میں بولی۔ "میں نے آپ سے مشورہ نہیں مانگا مسٹر زاغ.......... نہ ہی آپ میرے لئے ایسی کسی حیثیت کے حامل ہیں کہ میں آپ کی ہر بات آنکھیں بند کرکے قبول کرلوں۔" زاغ نے سنجیدگی سے کہا۔

"مگر یہ ضروری ہے بے بی.......... یہ شخص خود تمہارے پاس نہیں آیا بلکہ میں

ے اسے یہ مشورہ دے کر تمہارے پاس بھیجا ہے۔"

"آپ ایسا کوئی مشورہ دینے والے کون ہوتے ہیں مسٹر زاغ..........؟"

"تحمل سے کام لو بے بی.......... پوری بات سن لو' سیگارو کے پاس طاقت ہے کھل کر سامنے آگیا ہے اب لوگوں کو وہی کرنا ہوگا جو اس نے کہا ہے اور جو کوئی اس ے احکامات سے روگردانی کرے گا وہ سزا پائے گا۔ نوجوانوں کو تم جانتی ہو کوئی بھی جوان تم سے رجوع کرسکتا ہے اگر تم نے اسے دھتکار دیا تو وہ سیگارو کی مدد حاصل رلے گا اور تمہیں ماننا پڑے گا جبکہ یہ شخص اس بات پر آمادہ ہے کہ اس عارضی ملیں میں مصنوعی حیثیت سے شریک ہوجائے۔"

"کیا مطلب..........؟" میں نے سوال کیا۔

"یہ تمہارا نام نہاد ساتھی ہوگا بس.......... اس سے زیادہ کچھ نہیں اس طرح دوسروں سے محفوظ ہوجاؤ گی۔" میں نے خالد کی طرف دیکھا تو وہ اداسی سے بولا۔

"ہاں روشنی.......... یہ عمل صرف تمہیں دوسروں سے محفوظ رکھنے کے لئے گا تمہیں میری ذات سے کوئی الجھن نہیں ہوگی۔"

بات سمجھ میں آنے والی تھی اور بڑی سنسنی خیز تھی واقعی کوئی اور مجھ پر نازل گا تو مشکل میں پھنس جاؤں گی سامنے بکھرے ہوئے بدمست نوجوانوں کو دیکھ رہی ی جو بے نتھے بیل ہورہے تھے۔

"ٹھیک ہے خالد.......... لیکن خیال رکھنا میرے ساتھ اگر کوئی بدتمیزی ہوئی تو ا صرف خودکشی نہیں کروں گی بلکہ تمہیں بھی قتل کردوں گی۔"

"میں تصور بھی نہیں کرسکتا روشنی کہ.......... کہ.........."

"میرا خیال ہے اب تمہارے درمیان میری ضرورت نہیں ہے۔" زاغ نے کہا روہاں سے چلا گیا میں خاموشی سے ایک سمت دیکھتی رہی۔ خالد بولا۔

"روشنی میں نے خود یہ جرأت نہیں کی تھی بلکہ زاغ نے ہی فوراً میرے پاس ر کہا تھا کہ میں تمہیں سنبھال لوں ورنہ تم الجھن میں پھنس جاؤ گی اسی کے کہنے سے انے تمہیں دوبارہ تکلیف دی ہے ورنہ جو وعدہ میں نے تم سے کیا تھا وہ نبھاتا۔"

"ٹھیک ہے میں نے یہ بات تسلیم کرلی ہے۔"

"میرے ساتھ اپنا رویہ بالکل تبدیل کرلو ابھی یہ دیوانے بھٹکتے پھر رہے ہیں کوئی ا تمہارے لئے الجھن بن سکتا ہے۔" میں خاموش رہی پھر ہم دونوں ساتھ ساتھ

وہاں سے آگے بڑھ گئے۔ بڑے عجیب ہنگامے ہو رہے تھے۔ کچھ سنسنی خیز واقعات بھی ہوئے تھے جن کا تذکرہ غیر مناسب ہے لیکن اس سے میں محتاط ہو گئی تھی خالد سے بھی میں نے اپنا رویہ نرم کرلیا تھا یہ وقت کی ضرورت تھی' سسٹر زمرد' ڈاکٹر الیاس کے ساتھ دیکھی جاتی تھیں' ان کے رویے میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی تھی حالانکہ اب مجھ سے برگشتگی کا کوئی جواز نہیں تھا لیکن ان کے دل میں میرے لئے نفرت بیٹھ گئی تھی میں نے انہیں ان کے حال پر چھوڑ دیا۔ سیگار و مست آدمی تھا نت نئے احکامات صادر کرتا تھا بعض اوقات ماحول بے حد عجیب ہو جاتا تھا ویسے بقول اس کے اس کی رعایا کو جزیرے کے ہر گوشے میں جانے کی آزادی تھی جس کا جہاں دل چاہتا نکل جاتا میں نے خالد سے کہا۔ "کیوں نہ یہاں سے کچھ دور نکلیں۔"

ضرور چلو کیا زیادہ دور نکلنے کا ارادہ ہے..........؟"

"ہاں بہت دور کئی دن کے لئے..........."

"تب چند چیزوں کا بندوبست ضروری ہے میں انتظام کئے لیتا ہوں۔" خالد نے کہا۔ بالآخر ہم نے سفر شروع کردیا ناریل کے جھنڈ اجنبی زمین پر ہر جگہ موجود تھے ہماری طرح دوسرے لوگ بھی جزیرے کے مختلف گوشوں میں نظر آرہے تھے۔ اس تبدیلی سے کچھ لوگ عارضی طور پر خوش نظر آرہے تھے زیادہ تر متفکر تھے۔ میں چلتی رہی اور ہم اتنی دور نکل آئے کہ اب نگاہوں کی حد تک کوئی انسانی وجود نہیں تھا وقت بھی کافی ہو گیا تھا چلتے چلتے یہاں تک کہ خالد نے مجھے آواز دے کر روکا میں اس کی آواز پر رک گئی تھی۔

"اور دور جاؤ گی..........؟" اس نے کہا۔

"ہاں! تھک گئے کیا..........؟"

"نہیں.......... تمہاری وجہ سے کہہ رہا ہوں اتنا ہی سفر واپسی کا طے کرو گی تو تھک کر چُور ہو جاؤ گی۔"

"واپسی..........!" میں نے گہری سانس لے کر کہا۔ "واپسی ضروری ہے خالد..........؟"

"کیا مطلب..........؟"

"آہ کاش.......... اب وہاں واپس نہ جانا پڑے۔"

"ضروری بھی نہیں ہے تم اگر چاہو تو رک سکتی ہو کوئی پابندی نہیں ہے اور پھر

یہاں درندے بھی نہیں ہیں آرام سے جب تک دل چاہے قیام کرو میں موجود ہوں۔"

"تم موجود ہو؟" میں نے طنزیہ کہا۔

"ہاں روشنی میں موجود ہوں۔" خالد عجیب سے لہجے میں بولا۔ وہ کچھ اور بھی کہنا چاہتا تھا لیکن میں نے قدم آگے بڑھا دیئے اس کے بعد وہ اس وقت تک میرے ساتھ چلتا رہا جب تک میرے اندر چلنے کی سکت رہی۔ سامنے سمندر نظر آرہا تھا ٹیڑھے میڑھے راستوں سے گزرتے ہوئے غیر محسوس طور سے ساحل تک آگئے تھے لیکن یہ اجنبی کنارہ تھا یہاں انتہائی بلند و بالا چٹانیں سینہ تانے کھڑی تھیں جن کے درمیانی رخنوں سے پانی کی پھواریں فوارے کی شکل میں بلند ہو رہی تھیں اور اندرونی سمت جھیل سی بن گئی تھی۔ اس کے کنارے ناریل کے جھنڈ بھی موجود تھے اور نرم ریت بھی.......... اب تک کے سفر کے دوران یہ سب سے خوبصورت جگہ نظر آئی تھی میرے قدم اس طرف بڑھ گئے اور پھر میں جھیل کے کنارے ریت پر سیدھی لیٹ گئی خالد مجھ سے کچھ فاصلے پر بیٹھ گیا۔ چٹانوں سے ٹکرانے والی موجوں کا شور اور پھر چٹانوں کی بلندی سے اڑتی ہوئی پانی کی پھواریں بڑی فرحت بخش لگ رہی تھیں۔

"میرے خیال میں یہاں تک کوئی اور نہیں آیا ورنہ اس جگہ سب سے زیادہ آبادی ہوتی۔" میں نے کہا اور خالد چونک کر مجھے دیکھنے لگا پھر زور سے بولا۔

"مجھ سے کچھ کہا روشنی..........؟" میں نے ہاتھ کے اشارے سے اسے قریب بلایا اور وہ اٹھ کر میرے پاس آبیٹھا۔ "وہاں آواز نہیں آرہی تھی۔" اس نے کہا میں نے پھر اپنے الفاظ دہرائے اور اس نے میری بات کی تائید کردی۔ "ہاں بڑی پُراسرار جگہ ہے۔"

"اس جزیرے کی وسعتیں کتنی ہوں گی..........؟"

"خدا جانے.........."

"ہم واپس نہیں جائیں گے دیکھیں گے یہ جزیرہ کتنا وسیع ہے۔"

"تم سے کچھ کہنا چاہتا ہوں روشنی۔"

"وہی پرانی باتیں کرو گے میں وہ دروازہ بند کرچکی ہوں خالد.......... اس کے علاوہ کچھ کہنا چاہتے ہو تو کہو۔"

"ہاں کہنا چاہتا ہوں' میں زاغ کا ملازم یا غلام نہیں ہوں کہ اس کے ایما پر

تمہاری رکھوالی کرتا رہوں۔ کون مجھے میری مرضی کے خلاف آمادہ کرسکتا ہے۔ میں
نے اب بھی صرف تمہاری وجہ سے یہ احمقانہ عمل قبول کیا ہے۔ آخری بار..........
آخری بار تم سے کہہ رہا ہوں روشنی.......... میں تم سے محبت کرتا ہوں، تمہیں اپنا
بنانا چاہتا ہوں یہ انسان کے اپنے بس کی بات نہیں ہے روشنی نینا صرف ایک فرض تھی
میرے لئے جب تک کوئی اور نہیں تھا میری نگاہوں میں تو اپنا فرض پورا کر رہا تھا
میں.......... فرض اور محبت میں فرق ہوتا ہے۔"

"دھمکی دے رہے ہو مجھے.........."

"میں تمہیں چاہتا ہوں روشنی.......... تمہاری چاہت میں دربدر رہا ہوں اور
اب زندگی کتنی عجیب ہوگئی ہے ہر لمحہ بے معنی ہے نہ موت کا پتہ نہ زندگی کا..........
سمجھ میں نہیں آتا کہ کیسے جیا جائے، کیوں جیا جائے اس سے بہتر ہے خودکشی کرلوں۔"
وہ جنونی لہجے میں بولا اور میں زور سے ہنس پڑی۔

"خودکشی کرسکتے ہو تم..........؟" میں نے کہا۔

"ہاں کرسکتا ہوں۔"

"طریقہ میں بتاؤں وہ سامنے والی چٹان دیکھ رہے ہو اوپر پہنچنا مشکل نہیں ہوگا
وہاں سے ان پتھروں پر کود پڑو بھیجہ پاش پاش ہوجائے گا بس کھیل ختم..........؟"

"تم خوش ہوجاؤ گی..........؟"

"ہاں.........."

"ٹھیک.......... خدا تمہیں خوش رکھے لیکن.......... خیر.......... اس کے
بعد.......... اوکے۔ روشنی تم درحقیقت اتنی حسین ہو، اتنی دلکش ہو کہ تم پر جان
دی جاسکتی ہے، خوشی سے دی جاسکتی ہے اوکے۔" وہ سچ مچ اٹھ کر اس چٹان کی طرف
بڑھ گیا مجھے ایک دم خدشہ پیدا ہوگیا کہ کہیں وہ سچ مچ ایسا نہ کرلے اس خدشے میں
اس کی محبت کا احساس نہیں تھا بلکہ یہ خوف تھا کہ میں تنہا رہ جاؤں گی، واپسی کا راستہ
بھی بھول سکتی تھی لیکن ایک دلچسپ احساس بھی تھا کیا وہ واقعی میرے لئے خودکشی
کرلے گا، کیا واقعی کوئی کسی کے لئے مرسکتا ہے..........؟

وہ چٹان پر چڑھنے لگا چڑھائی زیادہ مشکل نہ تھی جوں جوں وہ اوپر جارہا تھا میرا
خوف بڑھتا جارہا تھا اب کیا کروں.......... اسے روکا تو وہ سمجھے گا کہ میں اس کی محبت
کا اعتراف کرنا چاہتی ہوں۔ بڑی کشمکش میں پڑ گئی وہ بلندی پر پہنچ گیا اور میں پھٹی پھٹی

نظروں سے اسے دیکھتی رہ گئی اب وہ چٹان کے اوپری سرے پر تھا اور یقیناً نیچے کودنے
کے لئے تیار تھا۔ اس کا رخ میری جانب نہیں تھا اور وہ سکتے کی سی کیفیت میں دوسری
طرف دیکھ رہا تھا دس سیکنڈ، بیس سیکنڈ، پچاس سیکنڈ.......... میرا چڑھا ہوا سانس
اعتدال پر آنے لگا دفعتاً وہ میری طرف گھوما اور پھر اس نے مجھے ہاتھ سے اشارہ کیا وہ
مجھے چٹان پر بلا رہا تھا میرے حلق سے ہذیانی سا قہقہہ نکل گیا۔

"کیا مجھے ساتھ لے کر مرنا چاہتے ہو..........؟" میں نے تمسخرانہ انداز میں
پوچھا۔ پتہ نہیں میری آواز اس تک پہنچی تھی یا نہیں مگر وہ منہ سے کچھ بولے بغیر زور
زور سے مجھے اشارہ کرنے لگا۔ اس کا انداز عجیب سا تھا کوئی اور بات ہے دیکھنا چاہئے
وہ کیا کہنا چاہتا ہے۔ میں آگے بڑھی اور چٹانی سفر طے کرکے اوپر پہنچ گئی۔

"روشنی.......... وہ دیکھو وہ کیا ہے۔" اس نے اشارہ کیا اور میری نظریں
اس کے اشارے کی سمت اٹھ گئیں واقعی حیران کن منظر تھا وہ ایک اجنبی سمندری
جہاز تھا جو عظیم الشان پہاڑیوں کے درمیان پھنسا ہوا تھا فاصلہ زیادہ نہ تھا اور وہاں سے
اس کی بوسیدہ حالی دیکھی جاسکتی تھی بری طرح شکستہ جہاز تھا قطعی ناقابلِ استعمال، ڈیک
پر کائی جمی ہوئی تھی ہر شے ٹوٹی پھوٹی نظر آرہی تھی لازمی کسی طوفان کا شکار ہوکر ادھر
آپھنسا تھا سمندر کی سمت سے اس کی ڈائریکشن کچھ ایسی تھی کہ اسے سمندر سے نہیں
دیکھا جاسکتا تھا۔

"تباہ شدہ جہاز.........." میں نے آہستہ سے کہا۔

"کیا اس کے مسافروں میں کوئی زندہ نہ بچا ہوگا۔" خالد بولا۔

"خدا جانے.........."

"قریب سے دیکھو گی اسے..........؟"

"کیا حرج ہے۔"

"ہاں آسان راستہ ہے یہاں سے اتر کر ہم ان چھوٹی چٹانوں کے پیچھے سے گھوم
کر اس پر باآسانی چڑھ سکتے ہیں وہ سامنے ہی بڑے شہتیر نظر آرہے ہیں عرشے پر چڑھنا
مشکل نہیں ہوگا۔" خالد نے کہا۔

"آؤ پھر دیکھیں۔" میرے ذہن میں بھی تجسس بیدار ہوگیا تھا ہم دونوں نیچے اتر
آئے پھر احتیاط سے جہاز کی طرف بڑھنے لگے۔ خالد نے کہا۔

"تم سوچ رہی ہوگی کہ میں نے موت سے بچنے کا کیسا اچھا بہانہ نکالا۔"

"یہ سب کچھ حماقت ہے خالد............ تم نے جو کچھ کیا ہے اپنی مرضی سے کیا ہے میرا کوئی قصور نہیں تھا۔ تھوڑی سی ناسمجھی کا شکار ضرور ہوئی تھی میں، تمہیں اندازہ ہے کہ میری زندگی کتنی پیچیدہ ہے میرا ماضی کیا ہے۔ خود مجھے نہیں معلوم اور میرا مستقبل کیا ہوگا کوئی نہیں جانتا۔ بھلا اپنے بارے میں کوئی فیصلہ کیسے کر سکتی ہوں میں ایک درخواست کرنا چاہتی ہوں تم سے، خلوص دل سے مان لو۔"

"کہو روشنی............" وہ بولا۔

"ہو سکے تو ایک اچھے دوست کی حیثیت سے میرا ساتھ دو سسٹر زمردان حالات سے اکتا کر مجھ سے برگشتہ ہوگئی ہیں اب شاید انہیں میری صورت سے بھی نفرت ہوگئی ہے، انکل ایرن بھی بیگانے ہوگئے ہیں۔ زاغ اپنا کھیل کھیل رہا ہے میں اس وقت کس کیفیت میں ہوں۔ شاید اس کے لئے الفاظ بھی نہیں تراشے جاسکتے ایسے حالات میں کوئی بے لوث ساتھی مل جائے تو میرے لئے بے حد قیمتی ہوگا لیکن بے لوث معاوضے کے طور پر اگر جبری محبت طلب کی جائے تو وہ مجھے قبول نہیں ہوگی چاہے میرا کچھ بھی بنے۔" یہ گفتگو کرتے ہوئے ہم جہاز تک پہنچ گئے بہت عمدہ جہاز تھا ڈی پارلو کی نسبت بہت چھوٹا تھا اور کارگو تھا قریب سے اسے دیکھ کر اندازہ ہوتا تھا کہ اسے حادثے کا شکار ہوئے چند ماہ سے زیادہ نہیں گزرے۔ کاہی آہستہ آہستہ اس پر جم رہی تھی اور پوری طرح نہ جم پائی تھی۔ جو شہتیر اس کے جھکے ہوئے حصے پر رکھے تھے ان پر کاہی بھی نہیں جمی تھی بلکہ انداز سے لگتا تھا جیسے انہیں باقاعدہ اوپر آنے جانے کے لئے رکھا ہو اس بات سے شبہ ہوتا تھا کہ شاید یہاں کوئی موجود ہے خالد دور دور تک قدموں کے نشانات تلاش کرنے لگا میں اس کا ساتھ دے رہی تھی لیکن یہاں ریت پر پانی آجاتا تھا اور ریت کی سطح ایک لمحے میں ہموار ہوجاتی تھی اس لئے کوئی نشان نہ ملا۔

"اوپر چلیں؟" خالد نے پوچھا۔

"ہاں دیکھیں تو سہی............!" ہم دونوں احتیاط سے شہتیروں پر چڑھنے لگے جہاز کا ایک حصہ ٹیڑھا ہو کر ریت میں دھنس گیا تھا ہم اوپر پہنچ گئے عرشہ ویران پڑا ہوا تھا ہر شے ٹوٹی پھوٹی نظر آرہی تھی شاید طوفانی لہروں نے جہاز کو اٹھا کر ان پہاڑیوں کے بیچ دے مارا تھا اور انہی لہروں کی طاقت سے وہ اس درہ نما جگہ میں داخل ہو کر ٹیڑھا ہوگیا تھا اس عالم میں تو جہاز کے لوگوں کا بچنا مشکل ہی تھا لیکن عرشے پر لاشوں کے پنجر بھی نہیں نظر آرہے تھے۔ ہم کاہی پر پھسلن کی جگہوں سے بچتے بچاتے آگے بڑھے اور

نیچے جانے والے راستے پر چل پڑے۔ نیچے آکر ہماری آنکھیں پھیل گئیں ٹوٹ ٹ نیچے بھی ہوئی تھی لیکن یوں لگتا تھا جیسے کارگو شپ کے رہائشی حصے کو درست کیا ا ہو متضاد کیفیتیں مل رہی تھیں کبھی یہاں زندگی کا احساس ہوگا کبھی ویرانی ا............ ساز و سامان بھی زیادہ نہیں تھا تاہم دیر تک جہاز کے مختلف حصوں میں متے رہے دفعتاً ایک آواز سنائی دی اور ہم دونوں چونک پڑے کچھ دیر خاموش رہ ہم اس آواز کو دوبارہ سننے کی کوشش کرتے رہے لیکن آواز دوبارہ نہ ابھری۔

"کیسی آواز تھی............؟"

"جیسے کوئی بچہ رویا ہو۔" میں نے کہا۔

"ہوسکتا ہے کوئی آبی پرندہ چیخا ہو۔"

"شاید............ لیکن انداز کسی بچے کے رونے جیسا تھا۔"

"ہاں ایسا ہی لگا تھا۔"

"جہاز پر کوئی زندہ نہیں بچا۔" میں نے کہا اور خالد بے اختیار مسکرا پڑا۔ میں نے الیہ نگاہوں سے اسے دیکھا تو وہ بولا۔ "اور تمام مُردے مرنے کے بعد جہاز سے باہر لے گئے۔"

"کیا مطلب............؟"

"یہاں لاشیں تو ہونی چاہئے تھیں آخر مرنے والوں کی لاشیں کہاں گئیں۔"

"تو کیا تمہارے خیال میں............"

"ہوسکتا ہے۔" خالد نے کہا۔

"لیکن آج تک جزیرے پر کسی اور انسان کو نہیں دیکھا گیا۔"

"خدا جانے کیا اسرار ہے چلیں............؟"

"ہاں عجیب سی فضا ہے۔"

"ویسے ابھی تک کوئی اس طرف نہیں پہنچ سکا میرا مطلب ہے جہاز کے مسافروں ماسے۔"

"یقیناً ورنہ اس کے چرچے ہو چکے ہوتے اور اس وقت یہ اس طرح سنسان نہ ا۔" ہم نے واپسی کے لئے قدم اٹھا دیئے اور اسی احتیاط سے اوپر آگئے عرشے پر پہنچ رخالد نے کہا۔ "واپس چلیں............؟"

"نہایت پُرسکون اور انوکھی جگہ ہے یہاں کچھ وقت گزارا جاسکتا ہے لیکن خوف

محسوس ہوتا ہے۔"

"آؤ........." خالد نے کہا اور ہم اسی احتیاط سے واپسی کا سفر طے کرنے لگے کاہی پر ہر لمحہ پھسل جانے کا خطرہ تھا ہم اپنا توازن قائم کر کے چل رہے تھے۔ دفعتاً کچھ ایسا محسوس ہوا جیسے کسی دیو ہیکل پرندے نے ہمارے سروں سے پرواز کی ہو بلکہ سروں پر سایہ سا محسوس ہوا تھا دوسرے لمحے آنکھیں اوپر اٹھ گئیں لیکن جو ہونا تھا' ہو چکا تھا موٹی رسیوں سے بنا ہوا بڑا سا جال ہم پر آپڑا۔ رسیاں کافی زور سے سروں پر لگی تھیں ہماری بے اختیار آوازیں نکل گئیں دوسرے لمحے ہم جال میں پھنس گئے توازن قائم کرنے کے لئے پاؤں اٹھے تو خاص طریقے سے بنایا ہوا جال پیروں کے نیچے بھی آگیا اور پھر ہم دھڑام دھڑام کر کے نیچے گر پڑے۔ چوٹ اس لئے نہیں لگی کہ جال کو اوپر سے کھینچ لیا گیا تھا اور ہم عرشے کے فرش سے کوئی تین فٹ اوپر اٹھ گئے تھے پھر یہ فاصلہ بڑھتا چلا گیا اور ہم جال میں لپٹے اوپر اٹھنے لگے چونکہ اب ہم جال میں چت پڑے ہوئے تھے اس لئے اوپر دیکھ سکتے تھے۔ یہ کارروائی دونوں سمت بلند ہونے والے پہاڑوں میں سے ایک کے درمیان سے ہوئی تھی اس کے درمیانی حصے میں شاید کسی غار کا دہانہ تھا وہاں سے ایک خاص قسم کی اسٹیل راڈ باہر نکلی ہوئی تھی جس کے سرے پر چرخی لگی ہوئی تھی اسی چرخی کے ذریعہ جال کو اوپر کھینچا جا رہا تھا خالد بھی سکتے کی سی کیفیت میں تھا اس لئے ہم دونوں اس ناقابلِ یقین بات پر کوئی تبصرہ نہ کر سکے اور چرخی کی بلندی تک پہنچ گئے۔ ہمارا اندازہ درست تھا غار کا دہانہ بہت وسیع تھا اور وہاں بہت سے لوگ نظر آرہے تھے ایک آنکڑا ڈال کر جال کو دہانے میں کھینچ لیا گیا اور ہم سطح زمین پر لٹ گئے۔

☆------☆------☆

سات آٹھ آدمی یہاں موجود تھے ان میں سے ایک نے ہمارے قریب آکر نرم لہجے میں پوچھا۔ "کوئی ہتھیار ہے تمہارے پاس.........؟" سوال شستہ انگریزی میں کیا گیا تھا۔

"نہیں۔" خالد نے جواب دیا۔

"سچ بول رہے ہو.........؟"

"ہاں.........!"

"دیکھو ہم تمہارے دشمن نہیں ہیں بس یہ جو کارروائی کی ہے اس کے لئے ہمیں

معاف کر دینا یہ مجبوری تھی اس کے بعد اگر ہماری طرف سے تمہیں کوئی نقصان پہنچے تو بے شک تم بھی ہمیں نقصان پہنچانے کے حقدار ہو ورنہ ایسا کوئی عمل نہ کرنا.........." اس شخص نے بدستور نرمی سے کہا۔

"ٹھیک ہے۔" خالد نے جواب دیا۔

"ہم اس اعتماد کے ساتھ جال کھول دیں.........؟"

"اطمینان رکھو ہم کوئی جدوجہد نہیں کریں گے۔" خالد ہی سوال جواب کر رہا تھا اس شخص نے اپنے ساتھیوں کو اشارہ کیا اور وہ جال کھولنے لگے چند لمحات کے بعد ہم آزاد ہو کر کھڑے ہو گئے۔ ہماری نظریں اس غار کا جائزہ لے رہی تھیں بے حد وسیع اور بلند تھا' روشن ہوادار آخری سرے پر شاید اس کے ذیلی غار کا دہانہ تھا ہمیں اسی طرف لے جایا گیا۔ کمال کی جگہ تھی پہاڑوں میں یہ قدرتی تراش اس قدر دلکش تھی کہ ناقابل بیان ہے۔ ذیلی دہانہ کوئی تین فٹ ڈھلان میں اترتا تھا اس کے بعد ایک عظیم الشان پلیٹ فارم جیسی جگہ تھی جس کے کناروں میں کٹاؤ تھے یہاں کافی سازو سامان پڑا ہوا تھا چند اور دہانے بھی نظر آرہے تھے پلیٹ فارم کھلا ہوا تھا اور اس لئے تاحدِ نگاہ پھیلا ہوا جزیرہ نظر آرہا تھا۔ کچھ فاصلے پر چند کرسیاں رکھی ہوئی تھیں ہمیں ان کے قریب لایا گیا اور پھر اس شخص نے کہا۔ "بیٹھو!"

ہم دونوں شکریہ ادا کر کے بیٹھ گئے۔ "یہاں ہم تمہاری تواضع ناریل کے تازہ پانی' بھنی ہوئی مچھلیوں یا زیادہ سے زیادہ اس جنگلی پھل سے کر سکتے ہیں جسے ہم نے "ڈیٹ" کا نام دیا ہے اس کے علاوہ ہمارے پاس کچھ نہیں ہے نہ چائے نہ کافی نہ کوئی اور مشروب........."

"آپ لوگ کون ہیں اور یہاں کیا کر رہے ہیں.........؟" خالد نے پھر سوال کیا۔

"اس کا جواب مسٹر مارکو دیں گے۔" اس شخص نے کہا اور ایک سمت اشارہ کر دیا پلیٹ فارم کی دیواروں کے کٹاؤ سے ایک شخص آتا ہوا نظر آیا ادھیڑ عمر دبلی پتلی جسامت کا مالک تھا اور چہرے سے کافی سنجیدہ اور بردبار نظر آتا تھا قریب پہنچ کر اس نے بھاری آواز میں ہیلو کہا اور ایک کرسی گھسیٹ کر ہمارے سامنے بیٹھ گیا۔

"میرا نام ایڈن مارکو ہے اور تم لوگ کون ہو؟" وہ سوالیہ لہجے میں بولا۔

"خالد۔ روشن۔" خالد نے ہم دونوں کا تعارف کرایا۔

"ڈی پارلو سے؟" وہ بولا۔

"آپ اس کے بارے میں جانتے ہیں؟"

"اچھی طرح۔" وہ مدھم سی مسکراہٹ سے بولا۔

"آپ کون ہیں مسٹر مارکو؟" خالد نے سوال کیا۔

"اس تباہ شدہ جہاز کا کپتان جس پر تم ابھی چہل قدمی کر رہے تھے اس جہاز کا نام کنگ آرکو سا تھا۔

"یہ تباہ کیسے ہوا؟"

"ایک غیر موسمی سمندری طوفان سے۔ سمندر میں اگر غیر موسمی طوفان آجائے تو سب کچھ خدا کی مرضی پر ہوتا ہے۔"

"جہاز آپ کے کنٹرول سے باہر ہو گیا۔"

"ہاں۔ اسے سنبھالنے کا کوئی ذریعہ نہ رہا۔ طوفان نے اسے اس کے راستے سے ہٹا کر ہزاروں میل دور اس جزیرے کے پہاڑوں سے لا ٹکرایا۔"

"بڑی ہلاکت ہوئی ہو گی؟"

"خدا کا شکر ہے نہیں۔ ہم نے بچاؤ کے انتظامات کر لئے تھے۔ ہمارے صرف چھ ساتھی ہلاک ہوئے۔ ویسے یہ کارگو جہاز تھا اگر پسنجر ہوتا تو شاید ہم لوگوں کو نہ بچا سکتے۔"

"اس حادثے کو کتنا عرصہ گزر گیا؟"

"انیس ماہ پورے انیس ماہ ہو گئے۔"

"آپ کے کتنے ساتھی حیات ہیں؟"

"سترہ افراد موجود ہیں۔"

"ظاہر ہے جہاز مرمت کے قابل نہ رہا ہو گا۔"

"وہ اب صرف لکڑی اور لوہے کا گھر ہے اور کچھ نہیں ہے اس میں۔"

"آپ کا تعلق کہاں سے ہے مسٹر مارکو؟"

"آئرلینڈ سے۔ یہ برٹش نیویگیشن کمپنی کا جہاز تھا۔ ہم لوگ ایک پُرسکون سفر کرتے ہوئے مصر جا رہے تھے لیکن۔"

"انیس ماہ سے آپ یہاں زندگی گزار رہے ہیں۔"

"ہاں! انتہائی مجبوری اور بے کسی کی زندگی۔ ہمارے پاس خوراک کے ذخائر

ختم ہو چکے ہیں۔ دوائیاں ایکسپائر ہو گئی ہیں لباس بوسیدہ ہو چکے ہیں۔ ان غاروں میں اور جہاز پر زندگی گزارتے ہوئے بیزار ہو گئے ہیں لیکن مجبوری۔"

"ایک سوال میں بھی کرنا چاہتی ہوں مسٹر مارکو!" اچانک میں نے کسی خیال کے تحت کہا۔

"ضرور بے بی!" وہ بدستور نرمی سے بولا۔

"میں نے کسی بچے کے رونے کی آواز سنی تھی۔" میں نے کہا اور وہ مسکرا پڑا۔

"ہاں۔ وہ ایلسی ہے۔ میری نواسی۔ میری بیٹی جولیس میرے ساتھ مصر جا رہی تھی وہاں اس کا شوہر آرگنس ایلڈر ایک مصری کمپنی میں ملازم ہے۔ جولیس اس کے پاس جا رہی تھی۔"

"تھی سے کیا مراد ہے؟" میں نے سہم کر پوچھا۔

"نہیں۔ نہیں۔ خدا کا شکر ہے جولیس حیات ہے۔ ایلسی اس کے پاس ہے۔ جب ہم تمہارا جائزہ لے رہے تھے تو وہ اچانک رو پڑی تھی۔"

"جولیس کے علاوہ یہاں اور بھی عورتیں ہیں۔"

"نہیں۔ میں بتا چکا ہوں یہ صرف کارگوشپ ہے۔"

"آپ نے ڈی پارلو کے بارے میں کیسے جانا۔" میں نے سوال کیا اور وہ مسکرانے لگا پھر بولا۔ "اس لئے کہ وہ یہاں سے زیادہ دور نہیں ہے۔"

"کیا مطلب؟ ہم تو بے حد طویل فاصلہ طے کر کے یہاں تک آئے ہیں۔"

"پیدل سفر سے وہ واقعی دور ہے لیکن' اس کے بارے میں تمہیں بتاؤں گا۔"

"آپ نے ہمیں اس طرح یہاں اس غار میں کیوں بلایا ہے مسٹر مارکو؟" مارکو نے آنکھیں بند کر کے گردن ہلائی پھر بولا۔

"پچھلے تمام دنوں میں ہم ڈی پارلو کا جائزہ لیتے رہے ہیں۔ اصل میں کسی بھی مسئلے پر جلد بازی سے کام لینا مناسب نہیں ہوتا۔ بارہا دل چاہا کہ ہم تم تک پہنچیں تم سے تمہارے بارے میں سوالات کریں۔ تمہیں اپنے بارے میں بتائیں لیکن اس میں خطرات بھی ہو سکتے تھے۔ ہم یہ ہمت نہیں کر سکے اور اس بات کے منتظر رہے کہ ڈی پارلو کے مسافروں میں سے کوئی اس سمت نکل آئے اور ہم پہلے اس سے ڈی پارلو کے بارے میں تفصیلات معلوم کریں حالانکہ ہمیں یہ اندازہ ہو چکا ہے کہ وہ ایک مسافر بردار جہاز ہے لیکن اس کے حالات کیا ہیں کس حادثے کا شکار ہو کر وہ یہاں تک پہنچا

ہے' اصل میں ہمیں یہ اندازہ تو ہوگیا تھا کہ وہ کسی بڑے سمندری طوفان کا شکار ہوکر اِدھر نہیں آیا۔ راستہ بھٹک کر آیا ہے' یا اسے کسی خاص مقصد کے تحت یہاں لایا گیا ہے۔ یہ تمام چیزیں ایسی تھیں کہ منہ اٹھا کر وہاں نہیں جاسکتے اور بس انتظار کرتے رہے۔ بالآخر وہی ہوا جس کی امید ہم لوگ کر رہے تھے اور جس کے لئے ہم نے صبر وسکون سے کام لیا تھا۔ یعنی یہ کہ تم دونوں ادھر نکل آئے اور ہمیں تم سے گفتگو کرنے کا موقع مل گیا۔ یہ طریقہ کار جس کے ذریعے تم لوگ یہاں بیٹھے ہو ہم نے کسی اور مقصد کے تحت اختیار کیا تھا لیکن یہ تم دونوں کو یہاں تک لانے میں بھی کارآمد رہا۔ اس کے لئے نہایت معذرت خواہ ہیں۔ یہ بس ایک احتیاطی قدم تھا ہوسکتا تھا کہ تم لوگ ہمیں دیکھتے ہی ہتھیاروں کا استعمال کردیتے کسی غلط فہمی کا شکار ہوجاتے اس لئے یہ خطرہ مول نہیں لیا گیا تھا۔"

"یہاں آنے کے بعد ان غاروں کی دریافت کیسے ہوئی مسٹر پارلو؟" خالد نے سوال کیا۔

"جزیرہ ایسے عجائبات سے بھرا پڑا ہے اور پھر ہم تو ابتدا ہی سے اس جگہ سے واقف ہوگئے تھے کیونکہ بے قابو جہاز سمندری لہروں کے دوش پر انہی پہاڑوں کے درمیان آپھنسا تھا یہ بڑی دلچسپ جگہ ہے' میں تمہیں اطمینان سے اس کا تفصیلی معائنہ کرواؤں گا مائی ڈیئر مسٹر خالد اور ڈیئر روشن! لیکن اب مجھے اجازت دو کہ میں تم سے ڈی پارلو کے بارے میں سوالات کرسکوں۔"

"ہم حاضر ہیں مسٹر ایڈن مارکو؟" خالد نے جواب دیا۔

"ڈی پارلو کی کہانی کیا ہے۔"

"ڈی پارلو پرتگال سے روانہ ہوا تھا اور اسے الجزائر اور ماریطانیہ ہوتے ہوئے کہیں اور آگے روانہ ہونا تھا۔ پھر وہی ہوا' سمندری طوفان نے ڈی پارلو کو گھیر لیا اور اس پر شدید ٹوٹ پھوٹ ہوئی اور وہ اپنے راستے سے ہٹ گیا اس کے ساتھ ساتھ ہی اس پر ایک انوکھی کہانی کا آغاز ہوگیا تھا اور اس کہانی کے تحت بالآخر ہم یہاں تک پہنچ گئے۔"

"وہ کہانی میں سن سکتا ہوں۔"

"ہاں اب تو سب کچھ آپ کو بتانا بے حد ضروری ہوگیا ہے کہانی بے حد عجیب ہے۔ سمندری طوفان نے جہاں ڈی پارلو کے انجن کو نقصان پہنچایا وہیں اس کا کپتان

اولیارو بھی حادثے کا شکار ہوکر مارا گیا جہاز پر ایک بحری قزاق اور ایک جرائم پیشہ شخص ڈان اوٹرویلبی سیگارو قیدی کی حیثیت سے اپنے ساتھیوں کے ہمراہ الجزائر لے جایا جارہا تھا۔ فرانسیسی پولیس کا سربراہ سونت گال جانتا تھا کہ سیگارو ایک بہترین جہاز راں ہے آزادی اور پورے جہاز کی ملکیت کا سودا کرنے کے بعد سیگارو نے اس جہاز کے کپتان کے فرائض سنبھال لئے اور پھر وہ سمندر میں نامعلوم سمت پر روانہ ہوگیا کیونکہ جہاز کے کمپاس ٹوٹ چکے تھے اور سمت کا تعین کوئی نہیں کرسکتا تھا اور پھر کوئی بھی ایسا باقی نہیں رہا تھا جو سمندری سفر کے رموز سے واقف ہو۔ سیگارو ڈی پارلو کو یہاں لے آیا اور یہاں آکر اس نے اپنی بادشاہت کا اعلان کردیا۔"

"کیا؟" ایڈن مارکو چونک پڑا۔

"جیسا کہ میں نے آپ کو بتایا یا شاید آپ بھی اس بات کو جانتے ہوں کہ سیگارو بدترین جرائم پیشہ اور خوفناک قاتل ہے۔ وہ اپنے آپ کو پرتگال کی شاہی نسل کا فرد بتاتا ہے۔ یہاں اس نے جنونی انداز میں اپنی بادشاہت کا اعلان کردیا۔" خالد نے ایڈن مارکو سے پوری تفصیل بیان کی اور ایڈن مارکو کے چہرے پر عجیب سے تاثرات پھیل گئے وہ دیر تک خیالات میں ڈوبا رہا پھر اس نے کہا۔ "جہاز کے بیشتر مسافر اس سے برگشتہ ہوں گے۔"

"ہاں! یقیناً!"

"کچھ اس کے جاں نثار بھی ہوں گے؟"

"میرے خیال میں صرف مجبوراً ورنہ کون دنیا چھوڑ کر ان ویرانوں کو اپنانا پسند کرے گا۔"

"کیا وہ سیگارو کے خلاف کسی عمل کے لئے تیار ہوجائیں گے؟"

"وہ عام لوگ ہیں۔ لڑائی بھڑائی سے ناواقف اور پھر ہتھیار سیگارو کے قبضے میں ہیں۔ بے مقصد جان دینا کون پسند کرے گا۔"

"ڈی پارلو پر ایندھن کتنا ہے؟"

"میرے خیال میں کافی ہے مگر سیگارو کہتا ہے کہ کچھ عرصے کے بعد وہ اس جہاز کو تباہ کردے گا۔"

"آہ۔ ایسا نہیں ہونا چاہئے۔ ایسا بالکل نہیں ہونا چاہئے۔ یہ غیرانسانی عمل ہوگا۔ ہم سے پوچھو ہم یہاں کیسے زندگی گزار رہے ہیں۔ کوئی زندہ نہیں رہ سکے گا یہاں کچھ

نہیں ہو سکے گا سوائے ہلاکت اور خونریزی کے۔ میرے دوست پہلے تم مجھے اپنے بارے میں بتاؤ۔"

"کیا؟"

"تم دونوں یہاں زندگی گزارنا پسند کرو گے؟"

"ہرگز نہیں مسٹر مارکو!" میں نے کہا۔

"تم یہاں سے نکلنے کی جدوجہد کرنا پسند کرو گے؟"

"پورے اعتماد سے۔"

"ہوں۔ تمہارا کچھ وقت وہاں سے دور رہنا شک کا باعث تو نہ بنے گا؟"

"نہیں۔"

"کیا وہ۔ میری مراد سیگارو سے ہے۔ مسافروں پر نگاہ نہیں رکھتا۔"

"وہ ہتھیار قبضے میں کرنے کے بعد مطمئن ہے اور اس نے اس جزیرے کو قطعی غیر آباد تصور کرلیا ہے۔ اس لئے اس نے سب کو آزادی دے دی ہے ظاہر ہے کوئی کہاں جاسکتا ہے۔"

"یہ بات ہمارے حق میں جاتی ہے۔ تو پھر میں تم پر اعتماد کرسکتا ہوں۔"

"یہ آپ پر منحصر ہے مسٹر مارکو۔"

"سنو۔ میں جہاز راں ہوں۔ میرا مطمع نگاہ بھی یہاں سے نکل جانا ہے۔ کنگ آرکوسا پر کمپاس موجود ہیں جو ہم ڈی پارلو پر استعمال کرسکتے ہیں۔ میں تم سب کو ضرور کسی آبادی میں پہنچادوں گا ہم بھی بچ جائیں گے اور تم بھی۔ تم سب کو اس کے لئے جدوجہد کرنی چاہئے۔"

"ہم دل سے تیار ہیں مسٹر مارکو لیکن یہ کیسے ممکن ہے؟" میں نے کہا۔

"کوشش۔ اعتماد اور ذہانت کے ساتھ کوشش' میرے خیال میں اس سلسلے میں سب سے زیادہ ایک شخصیت کارآمد ہوسکتی ہے۔"

"کون؟" خالد نے پوچھا۔

"سونت گال! فرانسیسی افسر سونت گال۔" ڈان مارکو نے کہا اور ہم حیرت سے اسے دیکھنے لگے۔ خالد نے پُرجوش لہجے میں کہا۔ "اس میں کوئی شک نہیں ہے۔ وہ ایک فرض شناس انسان ہے۔"

"جس طرح بھی ممکن ہوسکے سونت گال کو یہاں لے آؤ میں اس سے ملاقات

کرکے منصوبہ بندی کروں گا؟"

"یہ مشکل نہیں ہوگا! میں یہ کام کروں گا۔" خالد نے کہا۔

"آؤ میں تمہیں بتاؤں کہ ڈی پارلو ہم سے کتنا قریب ہے۔" ایڈن مارکو نے کہا اور ہم وہاں سے اٹھ گئے۔ مارکو ہمیں ایک کٹاؤ سے اندر لے گیا۔ سب کچھ قدرتی تھا لیکن نہایت کارآمد۔ ہمیں کچھ راستہ بلندیوں کی طرف طے کرنا پڑا لیکن آسان تھا البتہ مجھے اوپر چڑھنے کے لئے خالد کے ہاتھ کا سہارا لینا پڑا۔ واقعات ایک دم نیا رخ اختیار کرگئے تھے۔ تمام تبدیلیاں برق رفتاری سے ہوئی تھیں۔ وہ خودکشی کرنے نکلا تھا کہ اسے کنگ آرکوسا نظر آگیا۔ پھر میں نے اسے دوستی کی پیشکش کی۔ پتہ نہیں اب اس کے دل میں کیا تھا لیکن میرے لئے وہ اب بھی مستعد نظر آرہا تھا۔ پہاڑ کی بلندی پر ایک اور ایسی چٹان موجود تھی جو کافی چوڑی اور مسطح تھی۔ وہاں سے تقریباً پورا جزیرہ نظر آتا تھا۔ مارکو نے یہاں جہاز میں استعمال ہونے والی طاقتور دوربینیں اسٹینڈ پر نصب کر رکھی تھیں میں اور خالد حیرانی سے یہ سب کچھ دیکھ رہے تھے۔ ڈی پارلو دوربین کے بغیر بھی نظر آرہا تھا لیکن مارکو کے کہنے پر ہم نے دوربینوں کے رخ بدل کر ادھر دیکھا تو وہ سب ہمیں بالکل قریب نظر آئے۔ وہاں سے ہمیں سیگارو کے مورچے بھی نظر آرہے تھے اور جہاز کے مسافروں کے پڑاؤ بھی۔ دوربینیں اتنی طاقتور تھیں کہ ان کی مدد سے وہاں موجود لوگوں تک پہنچا جاسکتا تھا۔ ہم ان کی کارروائیوں کو دیکھ رہے تھے۔ زاغ بھی نظر آیا' مسٹر خلازی بھی تمام ہی لوگوں کو دیکھا جاسکتا تھا سوائے ان کے جو کہیں چٹانوں کی آڑ میں موجود تھے۔ ایڈن مارکو کا یہ کہنا درست تھا کہ اتنا فاصلہ ہونے کے باوجود وہ ڈی پارلو سے بالکل قریب ہے۔ ہم نے ان طاقتور دوربینوں کی مدد سے وہاں کے تمام حالات دیکھے اور ہمیں یہ سب کچھ کافی دلچسپ محسوس ہوا۔ میں اور خالد یہ سب کچھ دیکھتے رہے۔ پھر میں نے خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے کہا۔

"اس طرح تو مسٹر مارکو آپ ڈی پارلو پر ہونے والی تمام کارروائیوں کا جائزہ لیتے رہے ہوں گے؟"

"ہاں بآسانی.......... میں نے تو ڈی پارلو کو اس وقت دیکھ لیا تھا جب وہ سمندر میں کافی دور تھا اور میں نے اس بات کی آرزو کی تھی کہ کاش وہ بھٹک کر ہی سہی ادھر آجائے۔ بعد کی باتیں تو میں تمہیں تفصیل سے بتاچکا ہوں۔ میرے دوستو' میں تم سے درخواست کرتا ہوں کہ بغیر کسی شک و شبہ کے میرے خلوص پر یقین کرلو۔ میرا اور

کوئی مقصد نہیں ہے۔ ہم لوگ تو خود زندگی کے عذاب میں گرفتار ہیں۔ میری بیٹی جولیس انیس ماہ سے اس جزیرے کی قیدی ہے' ایلسی نے ہوش بھی نہیں سنبھالا کہ یہاں قید ہوگئی۔ اس وقت وہ چھ ماہ کی تھی اور اب تقریباً دو سال کی ہو چکی ہے۔ اپنے باپ سے محروم' زندگی کی خوشیوں سے دور.......... آؤ میں تمہیں جولیس سے ملاؤں.......... یہاں سے کچھ اور دیکھنا چاہتے ہو؟"

ایڈن مارکو جذباتی ہوگیا تھا۔ ظاہر ہے ہمیں اس کے علاوہ اور کیا دیکھنا تھا' چنانچہ ہم وہاں سے واپس چل پڑے اسی پلیٹ فارم نما جگہ پر جولیس نے ہم سے ملاقات کی ایک نوجوان اور خوبصورت عورت تھی لیکن بے حد لاغر ہوگئی تھی۔ بجھے ہوئے چہرے کے ساتھ اس نے ہم سے ملاقات کی اور جب ایڈن مارکو نے اسے بتایا کہ ہمارے ذریعے زندگی کے کچھ امکانات پیدا ہوگئے ہیں تو اس کی آنکھوں کے بجھے ہوئے چراغ جل اٹھے۔ اس نے جذباتی لہجے میں کہا۔

"تم لوگ' تم لوگ میری مدد کرو میں اپنے شوہر سے ملنا چاہتی ہوں' میں اپنی بچی کو زندگی کی وہ تمام خوشیاں دینا چاہتی ہوں جو اس کا حق ہیں اور جو بدقسمتی نے ہم سے چھین لی ہیں۔"

"تم بالکل فکر مت کرو ڈیئر جولیس جس طرح مسٹر ایڈن مارکو نے کہا ہے ہم اس عمل کے لئے اپنی زندگی کی بازی بھی لگادیں گے۔ تم لوگ بالکل مطمئن رہو۔" پھر ایڈن مارکو نے ہمیں اسی طرح رخصت کیا جس طرح یہاں تک لایا گیا تھا اسی جال نے ہمیں خود مسٹر مارکو کے ساتھ نیچے جہاز کے عرشے پر پہنچا دیا۔ یہ طریقۂ کار انہوں نے خود اپنے لئے بھی استعمال کیا تھا اور یہ جہاز ایک طرح سے ان کی پناہ گاہ کی سیڑھی بنا ہوا تھا۔ بہرطور مسٹر ایڈن مارکو اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ بڑے محتاط طریقے سے ہمیں ایک مخصوص مقام تک چھوڑنے کے لئے آئے اور اس کے بعد ہمیں خدا حافظ کہہ کر واپس چلے گئے۔

☆======☆======☆

خالد اور میں عجیب سی کیفیات کا شکار تھے واپسی کے راستے پر بہت دیر تک ہم دونوں نے ایک دوسرے سے گفتگو نہیں کی۔ پھر جب اس خاموشی سے بھی اکتا گئے تو میں نے آہستہ سے کہا۔ "کیا ہم سورج چھپنے سے پہلے ساحل تک پہنچ جائیں گے۔"

"اگر تم تھکی ہوئی نہیں ہو روشن جمال تو رفتار تیز کردو ہمیں ہر قیمت پر روشنی

ختم ہونے سے پہلے ڈی پارلو کے قریب پہنچ جانا چاہئے۔"

میں نے آنکھیں بند کرکے گردن ہلائی اور ہم لوگوں نے اپنی رفتار تیز کردی۔ اس کے باوجود جب ہم ساحل پر پہنچے تو اندھیرا پوری طرح چھا چکا تھا۔ جہاز کے مسافروں میں خاموشی چھائی ہوئی تھی خالد نے کہا۔

"کھانے کا بندوبست کرکے آتا ہوں روشن۔ اس دوران سونٹ گال کا پتہ بھی چلالوں گا۔"

"فوراً بات کروگے اس سے؟"

"ہاں جیسے ہی آسانی ہوئی۔ یہ کام احتیاط سے کرنا ہوگا۔"

"یہی میں کہنا چاہتی تھی۔" میں نے کہا اور خالد نے گردن ہلادی۔ وہ چلا گیا۔ مجھے بھی بھوک لگی تھی۔ چنانچہ سب کچھ بھول کر خالد کی واپسی کا انتظار کرنے لگی۔ خالد کچھ دیر کے بعد واپس آگیا۔ کھانا لے کر آیا تھا اس نے کہا۔ "کچھ دیر کے بعد سونٹ گال کے پاس جاؤں گا۔ میں اس سے بات کرکے آیا ہوں۔ میں نے اس سے کہا کہ میں اس سے ایک اہم بات کرنا چاہتا ہوں وہ تیار ہوگیا ہے۔"

"بہت احتیاط رکھنا ہوگی مسٹر خالد۔"

"بے فکر رہو۔" خالد نے کہا پھر کچھ دیر کے بعد وہ چلا گیا۔ میرا دل بھی چاہتا تھا کہ میں خالد اور سونٹ گال کی باتیں سنوں مگر مصلحتاً یہ مناسب نہیں تھا۔ میں ایک چٹان سے ٹکی بیٹھی رہی۔ بہت سی باتیں یاد آرہی تھیں۔ دفعتاً چٹان کے عقب میں سرسراہٹ سی ہوئی۔ پھر کسی نے مجھے آواز دے کر پکارا۔ میں اچھل کر کھڑی ہوگئی۔ چٹان کے دوسری طرف منوچہر خلازی اور نادر ہاشمی موجود تھے۔ انہیں دیکھ کر میرے ذہن میں نفرت ابھر آئی۔ نادر ہاشمی نے کہا۔

"روشن۔ ہم تم سے کچھ بات کرنا چاہتے ہیں۔"

"شرم نام کی کسی چیز سے واقفیت رکھتے ہیں آپ؟" میں نے نفرت سے کہا۔

"حالات ایسے ہی ہیں روشن جمال کہ ہم ان چیزوں سے ناآشنا ہوگئے ہیں لیکن اس وقت تمہارے لئے ایک اہم پیغام ہے۔ جانتی ہو کس کا۔"

"نہ جانتی ہوں اور نہ جاننا چاہتی ہوں۔"

"تمہارے لئے تمہارے باپ احمد کمال سعدی کا پیغام ہے روشن۔ جو ابھی کچھ دیر قبل انہوں نے ہمیں دیا ہے۔ نادیدہ شکل میں ہوا کے ایک جھونکے کی مانند۔"

منوچہر خلازی نے کہا۔

میں چونک پڑی رات کی تاریکی میں منوچہر خلازی کا چہرہ نہیں نظر آرہا تھا ورنہ شاید جھوٹ سچ کا کوئی اندازہ ہو سکتا لیکن اس کے الفاظ نے مجھے خاموش کر دیا تھا خلازی نے پھر کہا۔ "واقعات کا ایک طویل سلسلہ ہے اس دوران جو کچھ ہوا ہے اس میں کچھ تصحیح کچھ فیصلے ہوئے' انہی فیصلوں کے تحت اقدامات کئے گئے لیکن یہ مسئلہ ایسا ہے روشن جمال کہ تمہیں ماضی کے واقعات بھلا دینے چاہئیں۔"

"میرے باپ سے تمہاری ملاقات ہوئی ہے؟" میں نے پتھریلے لہجے میں کہا۔

"اسے ملاقات ہی کہا جا سکتا ہے لیکن انوکھی ملاقات' مسٹر ہاشمی اس کی گواہی دے سکتے ہیں۔" خلازی نے کہا اور میں طنزیہ مسکرا دی۔

"دو نیک نفس اور سچے انسان ایک دوسرے کے سچ کی گواہی دینے والے' خوب بہت خوب.......... اس ملاقات کی تفصیل مجھے بتائی جا سکتی ہے مسٹر خلازی!"

"ہم دونوں آرام کر رہے تھے ایک سنسان سی جگہ تھی ہوا بند تھی اچانک سرد ہوا کے ایک جھونکے نے ہمیں چھوا اور پھر ایک آواز ابھری' خلازی یہ میں ہوں احمد کمال.......... جس کے لئے تم لوگ پاگلوں کی طرح سرگرداں ہو۔ ہم ششدر رہ گئے سعدی نے کہا کہ تم جو کچھ کرنا چاہتے ہو' میں اس میں تمہاری مدد کر سکتا ہوں لیکن اس کے لئے تمہیں میری مدد کرنا ہوگی۔ سعدی نے کہا کہ جو کچھ ہم یعنی میں اور نادر ہاشمی چاہتے ہیں' اس کے لئے وقت اور طویل جدوجہد درکار ہے اگر ہم تھک گئے ہوں تو کوئی بہتر جگہ پانے کے بعد اپنے مقصد میں ناکام ہو کر واپس چلے جائیں اور اگر ہم مسلسل جدوجہد کے خواہش مند ہوں تو سعدی ہماری مدد کر سکتے ہیں۔"

"خوب پھر کیا ہوا مسٹر خلازی.........."

"استہزائیہ انداز اختیار نہ کرو لڑکی یہ صرف ایک کوشش ہے سعدی کا پیغام سننے کے بعد تمہیں فیصلہ کرنے میں آسانی ہوگی اگر تمہارا فیصلہ عدم تعاون کی شکل میں ہوگا تو ہم اس ملاقات کو بھول جائیں گے اور جو کچھ ہمیں کرنا ہے اپنے طور پر کریں گے۔"

"نہیں میرا انداز استہزائیہ نہیں ہے آپ لوگ میرے بزرگ ہیں آج کل بہت سے بزرگ مجھ پر مہربان ہیں۔ خیر تو ہوا کے اس جھونکے نے اور کیا کہا مسٹر خلازی......؟"

"پوری باتیں سن لو اس کے بعد جولانی طبع کا مظاہرہ کر لینا' تم نے جن لوگوں پر

ئیہ کیا ہے وہ تمہارے لئے بے مقصد ہیں کیونکہ ان کے اپنے اندر صلاحیتوں کا فقدان ہے۔"

"مثلاً..........؟"

"خصوصاً ڈان ایرن کی بات کرتا ہوں وہ بے صلاحیت انسان تو موجودہ مصر کے رے میں بھی کچھ نہیں جانتا قدیم مصر کے اسرار وہ کیا جانے۔ کمال سعدی نے اس حق کا انتخاب اس لئے کیا تھا کہ وہ اپنی عقل نہیں رکھتا مگر وہ اتنا احمق ہے اس کا عدی کو اندازہ نہیں تھا۔ سعدی نے اسے ثالث ظاہری کے پاس الجزائر بھیجا تھا یہ نص بلاشبہ کام کا آدمی ہے۔"

مجھے سنبھلنا پڑا وہ جملے قابل غور تھے ڈان ایرن کے انتخاب کا تذکرہ اور پھر ثالث اہری کا نام.......... یہ اسے کیسے معلوم ہوا چنانچہ میں سنبھل گئی میں نے کہا۔

"آپ اپنے بارے میں خود فیصلہ کریں مسٹر خلازی آپ نے میرے ساتھ کیا لوک کیا۔"

"جو کچھ اب تک ہوا' اس کی شکل بڑی محنت سے بدل دی گئی ہے حالانکہ وہ یقت نہیں تھی جو دیکھی گئی یا سوچی گئی؟"

"کہاں سے شروع کروں مسٹر خلازی۔"

"کہیں سے بھی شروع کر لو بے بی.......... اس دن سے جب میں نے اور زاغ نے تمہیں اس مکان میں بھیجا تھا.......... یا.........."

"نہیں آپ بہت پیچھے چلے گئے مسٹر خلازی میں اپنے والد کی خواب گاہ سے بات روع کرتی ہوں جہاں آپ چوری کی نیت سے گھسے تھے۔"

"تم نے مجبور کر دیا تھا مجھے روشن جمال تم نے.........."

"وہ کیسے مسٹر خلازی..........؟" میں نے دلچسپی سے پوچھا۔

منوچہر خلازی مجھے گھورنے لگا تھا میرے گفتگو کرنے کا انداز اسے بہت برا لگ رہا ا ویسے بھی اب ان حالات کا شکار ہونے کے بعد تقریباً تمام ہی لوگ جھنجلاہٹوں میں لا تھے اور سب ہی کے انداز میں ایک عجیب سی کیفیت پیدا ہو گئی تھی۔ وہ کہنے لگا۔

"میں نے تم سے کہا تھا کہ مجھ سے تعاون کرو میں بہت سے رازوں کی عقدہ شائی کروں گا مگر تم نے مجھ پر اعتبار نہیں کیا بلکہ مجھے منع کر دیا جبکہ دوسری جانب اغ اپنی شیطانی قوتوں سے کام لے کر برق رفتاری سے آگے بڑھ رہا تھا۔ میں اتنا

احمق نہیں ہوں روشن جمال کہ ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھا رہتا اب یہ دوسری بات ہے
کہ میں تم سے پہلے ہی کہہ چکا ہوں زاغ اپنے ساتھ شیطانی قوتوں کے علاوہ افراد
قوت بھی رکھتا تھا۔ وہ شخص جس کا نام خالد شیخ ہے' زاغ کا ساتھی تھا اور وہ اکیلا ہی
نہ جانے کون کون اس کے لئے کام کرتا ہے چنانچہ جب میں نے دیکھا کہ زاغ تمہارے
والد کی خواب گاہ میں داخل ہو کر وہ سارا ریکارڈ اپنے قبضے میں کرلینا چاہتا ہے جو ا
کے لئے کار آمد ہو تو میں نے بھی یہی کوشش کی اور وہاں زخمی ہو گیا۔ اگر تم مجھ
تعاون کرلیتیں روشن جمال تو زاغ سے پہلے میں ان اشیاء کا جائزہ لے لیتا جو ہمار
رہنمائی کرسکتی تھیں' بہرطور اس کے بعد میں بھی ان لوگوں کے ساتھ ہی پیچھے لگا رہا
کچھ زاغ نے کیا وہ میں نے بھی کرڈالا۔ تم لوگ ڈی پارلو تک پہنچے میں بھی پہنچ گیا
نے اپنا طریقۂ کار مختلف رکھا تھا احمد کمال سعدی کے بارے میں بہرحال مجھے زیا
واقفیت نہیں تھی مجھے پوری تفصیل احمد کمال سعدی نے ہی بتائی ہے مثلاً تمہارا
کائیجنر کے ایک کاٹیج میں داخل ہو کر ان تابوتوں کو دیکھنا جن میں خود احمد کمال سعد
موجود تھے اور اس کے ساتھ ہی مصر کی قدیم تاریخ کی ایک محافظ روح انظاریہ کے
سے اس کی نگرانی کے لئے موجود تھی۔ احمد کمال سعدی نے تم لوگوں کو ڈان ایرن
پاس بھیجا اس نے ڈان ایرن کے ذریعے ثالث ظاہری سے کام لینا چاہا تھا ڈان ایر
نے کوشش کرکے ابو الفرزان نامی ایک شخص کے ہاتھوں وہ دونوں تابوت ڈچ کا
سے منگوائے جنہیں وہ الجزائر لے جانا چاہتا تھا تاکہ ثالث ظاہری کی لیبارٹری میں ان
کچھ عمل کیا جاسکے۔ یہ ساری باتیں مجھے احمد کمال سعدی نے بتائیں اور یہ بھی بتایا
ان حالات کا شکار ہو کر ڈان ایرن بددل ہو چکا ہے اور وہ یہ سوچنے لگا ہے کہ یہ
اس کے بس کا نہیں ہے اس نے اپنے آپ کو ایک روگ لگالیا ہے اور کیا کیا پوچھو
مجھ سے روشن جمال' ان تمام چیزوں سے مایوس ہونے کے بعد احمد کمال نے مجھ
رجوع کیا ہے اور کہا ہے کہ ایک بار پھر میں تمہیں اپنے ساتھ شامل کرنے کی کو
کروں حالانکہ اس وقت جب میں نے تمہیں ڈی پارلو سے اغوا کرنے کی کوشش
تھی' میرا یہی مقصد تھا کہ تمہیں اس مصیبت سے نکال لے جاؤں جہاز نامعلوم م
کے لئے سمندر میں لنگر انداز ہو گیا تھا اور سیگارو کی ذہنی کیفیت کا تجزیہ میں نے پہلے
کرلیا تھا۔ میں جانتا تھا کہ کوئی بہتر صورت حال نکلنے کی امید نہیں ہے ان حالات
اگر تم سے بات کرتا تو تم تیار نہ ہوتیں چنانچہ میں نے یہ عمل کیا بعد میں تم جو کچھ

ہو' چاہو میرے بارے میں سوچ لینا میں اپنی طرف سے تمہیں ایک پیشکش کئے دیتا
ہوں کہ سارے معاملات میں مجھ سے تعاون کرو میں تاریخ کا عقدہ کشا بننا چاہتا ہوں
اور اب مجھے احمد کمال سعدی کا سہارا حاصل ہے۔"

"چلئے آپ نے خود ہی ان تمام باتوں کی وضاحت کردی مسٹر منوچہر خلازی بس
صرف ایک آخری بات اور بتا دیجئے۔"

"ہاں پوچھو............"

"سالک جلال کو کس نے زندہ درگور کیا ہے؟"

"تمہارا کیا خیال ہے............؟"

"آپ نے مسٹر خلازی' آپ نے............"

"کس نے یہ بکواس کی ہے تم سے............ کیا میں تمہیں جرائم پیشہ انسان نظر
آتا ہوں کیا میں ایسا کوئی عمل کرسکتا ہوں؟ یہ صرف زاغ کا کمینہ پن ہے زاغ کے
بارے میں تم آج نہیں سوچو گی بے بی تو کل سوچنا پڑے گا تمہیں کیونکہ میں بھی حالات
سے اس قدر لاعلم نہیں ہوں زاغ بالکل فراڈ ہے۔ وہ ایک پُراسرار کردار ہے
آہ............ جس کی تاریخ نہیں ملتی' جس کی کوئی تاریخ نہیں ملتی میں اسے تاریخ میں
بھی تلاش کرنے میں ناکام رہا ہوں اور اس وقت کا بھی کوئی کردار میری سمجھ میں نہیں
آتا۔"

"میری تاریخ کیا ہے مسٹر خلازی' کیا آپ مجھے بتاسکیں گے۔" میں کوشش کے
باوجود اپنے طنزیہ لہجے پر قابو نہیں پاسکی تھی۔ خلازی مجھے دیکھنے لگا پھر اس نے نادر ہاشمی
کی طرف رخ کرکے کہا۔

"نہیں نادر' میں نے پہلے ہی تم سے یہ بات کہی تھی کہ انسان کی تقدیر میں جو کچھ
لکھا ہوتا ہے اس کی تکمیل کے بغیر وہ اپنے عمل میں مکمل نہیں ہوتا اس لڑکی کو کچھ
سمجھانا بے کار ہی ہے۔ تم نے ہی ضد کی تھی حالانکہ میں نے سعدی سے بھی انکار کیا
تھا۔" نادر ہاشمی نے کہا۔

"لڑکی! جو کچھ کہا جارہا ہے' وہ بالکل درست ہے تم انتہا پسند ہو اور انتہا پسندی
ہی کی تم نے اتنی تکلیفیں اٹھائی ہیں۔ اگر شروع میں ہی تم ہم سے تعاون کرلیتیں تو نہ
سالک جلال زخمی ہوتا اور نہ احمد کمال سعدی کو اس قدر الٹ پھیر کرنے کی ضرورت
پیش آتی وہ ہماری مدد کرتا کیونکہ جیسا کہ اب دیکھا گیا کہ وہ ہوا میں شامل ہے اور یقینی

طور پر اس کی کوئی اہم وجہ ہوگی جس پر ہم ابھی تک غور نہیں کر سکے ہیں۔ وہ اگر چاہ
تو ہمارے شانوں پر سفر کر سکتا تھا لیکن یہ اسی شکل میں ممکن ہوتا جب احمد کمال سعدی
تم ہم سے تعاون کرتے۔"

"مسٹر منوچہر خلازی' اُس وقت میں نے آپ سے تعاون نہیں کیا تھا اور آج بھ
شاید میں یہ نہ کر سکوں میں نہیں جانتی کہ میرا مصرف کیا ہے' میرا مقصد کیا ہے لیکن م
چاروں طرف دوڑ بھی تو نہیں سکتی بہت سے لوگ مجھ سے تعاون کرنے کی درخواس
کر رہے ہیں لیکن میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں کیا کروں آہ.......... کاش کوئی مج
میری تفصیل بتا دے جو شخص بھی یہ کام کرے گا یوں سمجھ لیا جائے کہ میں کچھ سو
سمجھے بغیر اس کی غلامی کروں گی۔"

"تمہاری تفصیل' تمہاری تاریخ اگر سامنے آجاتی تو بات ہی کیا تھی ڈیئر روش
جمال.......... لیکن اس میں زیادہ وقت نہیں لگے گا تم اگر تعاون کرو اور ہر طر
ساتھ دو تو یہ سب کچھ ہو جائے گا۔" خلازی کا لہجہ کسی قدر نرم ہو گیا۔

"میری سمجھ میں نہیں آ رہا کہ کون سے تعاون کی بات کر رہے ہیں آپ مس
خلازی؟"

"آنکھیں بند کر کے خلوص دل کے ساتھ ہماری ہر ہدایت پر عمل کرو۔"

"آج تک میری آنکھیں بند ہی رہی ہیں جب بھی آنکھیں کھولیں کوئی نہ کو
نقصان اٹھا لیا۔"

"اس کی وجہ جانتی ہو..........؟"

"نہیں جانتی۔"

"ابھی تمہارے آنکھیں کھولنے کا وقت نہیں آیا بے بی' جب تمہاری آنکھ
کھلیں گی تو تمہاری نگاہوں کے سامنے اتنا کچھ ہوگا کہ یقین نہ کر پاؤ گی۔"

"شاید اسی وقت مسٹر خلازی.......... شاید اسی وقت میں لوگوں کے سا
تعاون پر آمادہ ہو سکوں۔ میں کہتی ہوں میری زندگی پر اتنے سارے لوگوں کی اجا
داری کیوں کر ہو گئی ہے' کیا سمجھتے ہیں وہ اپنے آپ کو.......... اگر باپ کی بات کر
ہیں' آپ اگر احمد کمال سعدی کی بات کرتے ہیں آپ تو آپ یقین کیجئے مجھے ان
بھی کوئی دلچسپی نہیں رہی ہے وہ آپ سے تو رابطہ قائم کر سکتے ہیں لیکن ان خوفنا
حالات میں مجھے تسلی دینے کے لئے وہ مجھ تک کبھی نہیں پہنچے۔"

"اس کی بھی ایک وجہ ہو سکتی ہے روشن جمال.........." منوچہر خلازی نے کہا۔

"کیا..........؟ بھلا کیا..........؟"

"ہو سکتا ہے وہ نمایاں نہ ہونا چاہتا ہو.......... ہو سکتا ہے زاغ جیسا کوئی اور بھی
اس کی تاک میں ہو.......... ہو سکتا ہے یہ تاریخ کا حصہ نہ ہو۔"

"تاریخ' تاریخ' تاریخ.......... کون سی تاریخ کی بات کرتے ہیں آپ؟ اس
تاریخ نے تو مجھے ذہنی طور پر دیوالیہ کر دیا ہے' پاگل ہو گئی ہوں میں آخر کون سی تاریخ
اور کیسی تاریخ.........."

منوچہر خلازی نے نادر ہاشمی کا چہرہ دیکھا اور نادر ہاشمی نے کہا۔

"میرا خیال ہے یہاں پر اختتام کر دو منوچہر.......... ہاں یہ پیش کش کرتے جاؤ
کہ جب بھی اس کی سمجھ میں کوئی بات آجائے تو یہ ہم سے رجوع کر لے' میں تمہارا
انتظار کروں گا میں اور منوچہر خلازی تمہارا انتظار کریں گے روشن جمال.......... جب
بھی بھی ہماری ضرورت پیش آئے' ہم تمہارے منتظر رہیں گے۔"

وہ دونوں اپنی جگہ سے اٹھ کر وہاں سے آگے بڑھ گئے میں ساکت نگاہوں سے
انہیں دیکھتی رہی تھی۔ بہت دیر تک میں ان کی باتوں پر غور کرتی رہی میرا دل ڈانوا
ڈول ہو رہا تھا اور میں سوچ رہی تھی کہ جو انکشافات انہوں نے کئے ہیں ان سے یہ
ظاہر تو ہوتا ہے کہ احمد کمال سعدی ان تک پہنچے ہیں لیکن میں.......... میں کیا
کروں.......... میں تو کچھ بھی نہیں کر سکتی' وقت جو فیصلے کر رہا ہے میں انہی کے تحت
عمل کروں گی' میں کسی کی ہدایت پر عمل نہیں کروں گی ڈان ایرن کے پاس بھیجا تھا اتنی
ساری مشکلات اٹھا کر جب میرا باپ ہی کوئی صحیح فیصلہ نہیں کر پاتا تو میں جو دنیا سے اس
قدر دور اس قدر ناتجربے کار ہوں' میں کیا فیصلے کر سکتی ہوں جو کچھ بھی ہوگا دیکھا جائے
گا۔

☆======☆======☆

میں پلٹی ہی تھی کہ خالد نظر آیا میری طرف آ رہا تھا چونکہ ڈان سیگارو کے
احکامات کے مطابق ہر اس شخص کو اپنی عورت کے ساتھ رہنا تھا جس نے کسی عورت کا
انتخاب کر لیا تھا ابھی تک کوئی ایسا واقعہ تو نہیں ہوا تھا جو کسی بھی شکل میں تکلیف دہ یا
مشکل ہوتا لیکن اس بات کے امکانات تھے کہ کسی بھی وقت کوئی بری بات یہاں ہو سکتی
تھی۔ بہت سے ایسے نوجوان جن کا تعلق کسی سے نہ ہو پایا تھا کینہ توزی کا شکار نظر

آتے تھے اس طرح خالد کا میرے پاس ہونا میری بھی ایک مجبوری بن گیا تھا ویسے اس وقت مجھے بھی اس کا انتظار تھا زیادہ دلچسپی مجھے اس واقعہ سے ہو رہی تھی جس کا تعلق ایڈن مارکو سے تھا۔ جولیس کو میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا اور اس ننھی سی خوبصورت بچی کو بھی جسے اپنے باپ کی آمد کا انتظار تھا اور مصر میں رہنے والا وہ شخص نہ جانے کس کس طرح اپنی بیٹی اور بیوی کی آرزو کرتا ہوگا چنانچہ میں نے فوراً ہی اپنا موڈ درست کرلیا۔ خالد میرے قریب آکر بیٹھ گیا تھا وہ گہری گہری سانسیں لینے لگا۔

"کیا بات ہے ماحول کو کچھ پُراسرار بنانے کی کوشش کر رہے ہو۔" میں نے کہا اور وہ عجیب سی نظروں سے مجھے دیکھنے لگا کچھ اندازہ تو نہیں ہوپا رہا تھا کیونکہ اتنے قریب ہونے کے باوجود چہرے اور آنکھوں کے تاثرات رات کی تاریکی میں نہیں دیکھے جاسکتے تھے لیکن بس یہ احساس ہوا تھا کہ اس وقت اس کی آنکھوں میں غم کے تاثرات ہیں۔ کہنے لگا۔

"میں سونت گال سے بات کرچکا ہوں۔"

"کیا گفتگو ہوئی اس سے.......... براہ کرم مجھے تفصیل سے بتاؤ۔"

"پہلے میں نے سونت گال کو ٹٹولنا چاہا میں نے اس سے اپنا تعارف کراتے ہوئے کہا کہ میں بھی جہاز کے ان مسافروں میں سے ایک ہوں جو سیگارو کے خلاف تھے اور اس کے بعد میں اس لئے مسٹر سونت گال کی بے پناہ عزت کرنے لگا ہوں کہ انہوں نے جو پیش گوئی کی تھی لوگوں نے اسے تسلیم نہیں کیا تھا جبکہ ان کا کہنا بالکل درست ہے میرے ان الفاظ نے سونت گال کو خاصا نرم کردیا تھا اور وہ دلچسپی سے مجھ سے گفتگو کرنے پر آمادہ ہوگیا۔ میں نے اس سے کہا کہ مسٹر سونت گال میں آپ کے پاس ایک اہم مقصد لے کر آیا ہوں اور اس کے لئے میں نے خاص طور پر آپ کا انتخاب کیا ہے وہ اس مقصد کو سننے کے لئے بے چین تھا کہنے لگا۔ "ہوں' بولو خالد کیا کہنا چاہتے ہو۔"

"مسٹر سونت گال انتہائی عجیب طریقے سے مجھے یہاں اس جزیرے میں کچھ ایسے لوگ دستیاب ہوگئے ہیں جن کا تعلق ڈی پارلو سے نہیں ہے میں نے کہا اور یقین کر وہ مجھے اس انداز میں گھورنے لگا جیسے پاگل سمجھ رہا ہو پھر آہستہ سے بولا۔

"آپ نے ایسی ہی بات کہی ہے مسٹر خالد کہ کسی کو یقین نہ آئے وہ کون لوگ ہوسکتے ہیں اور پورا جزیرہ چھان مارنے والوں کو کیوں نہیں نظر آئے۔"

"یہ سارے کولمبس احمق ہیں احمق اور بزدل.......... کیونکہ یہ جزیرے کے

در دور تک جانے کی ہمت نہیں کرسکتے۔"

"میرے ذہن میں یہ خیال آیا تھا مگر افسوس میں معذور ہوچکا ہوں مگر آپ کیا ٹر خالد آپ واقعی سچ کہہ رہے ہیں آخر کون لوگ ہیں وہ.........."

تب میں نے اسے پوری کہانی سنا دی جسے سن کر وہ شوقِ جوش سے پاگل ہوگیا مجھ ے کہنے لگا کہ کیوں نہ اسی وقت اس سمت روانہ ہوجائیں یہاں کون کسی کی نگرانی کرتا ہے میں نے بمشکل سمجھایا کہ اس وقت راستوں کی تلاش بھی مشکل ہوگی اور سفر بھی ہیں کیا جاسکتا کل کے لئے میں نے اس سے پروگرام طے کرلیا ہے میں نے اسے نانیاں بتا دی ہیں ایک مخصوص جگہ وہ ہمیں مل جائے گا اور وہاں سے ہم اسے مطلوبہ ہلہ لے جائیں گے۔"

"تنہا ہوگا..........؟"

"بالکل تنہا.........."

"مجھے بھی ساتھ جانا ہے نا..........؟"

"ضروری ہے میں تمہیں تنہا نہیں چھوڑ سکتا۔" خالد نے بے اختیار کہا پھر رک لر ہنس پڑا اور بولا۔ "میرا مطلب ہے سیگارو کے قوانین کے مطابق۔"

"ہنسے کیوں تھے..........؟"

"اپنی چالاکی پر' میں نے کس طرح جہاز' میرا مطلب ہے کنگ آرکوسا کا چکر چلا کر پنی جان بچالی اگر وہ جہاز نہ نظر آتا تو مجھے اپنی مردانگی ظاہر کرنے کے لئے مرنا پڑتا خدا ا شکر ہے وہ جہاز نظر آگیا۔"

"رات بہت ہوچکی ہے سو جاؤ۔"

"اوکے۔" اس نے کہا اور مجھ سے چند گز کے فاصلے پر زمین پر دراز ہوگیا اس نے میری طرف سے کروٹ بدل لی تھی میں بھی زمین پر لیٹ گئی تھی میں نے اسے ظلازی سے ملاقات کے بارے میں کچھ نہیں بتایا.......... بتانا ضروری بھی نہیں تھا مگر یں اس بارے میں سوچ رہی تھی۔ دماغ فیصلہ کرنے سے قاصر تھا اچانک مجھے ایک نیال آیا اور میں نے خالد کو آواز دی وہ ایک دم اٹھ کر بیٹھ گیا۔

"خیریت..........!"

"ہاں ایک سوال کرنا ہے کیا کنگ آرکوسا کے بارے میں زاغ کو بتاؤ گے..........؟"

"کیوں..........؟" وہ تعجب سے بولا۔

"میرا مطلب ہے ہر نئی بات اسے بتانے کی ذمہ داری تو نہیں ہے تم پر..........؟" میں نے سادگی سے کہا مگر وہ تلملا گیا سفید سفید دیدوں سے مجھے گھورتا رہا پھر دوبارہ لیٹ گیا اور کروٹ بدل لی اس وقت میں نے اس پر طنز نہیں کیا تھا بس اپنے خیال کے تحت یہ بات پوچھ لی تھی لیکن وہ برا مان گیا تھا۔

پھر نہ جانے کیا کیا سوچتے سوچتے میں بھی سو گئی اس وقت نہ جانے کیا بجا تھا جب ایک بھیانک چیخ نے میری آنکھ کھول دی۔ دلدوز چیخیں مسلسل ابھر رہی تھیں دن کا اجالا پھوٹ پڑا تھا اور چاروں طرف سہانی صبح پھیل گئی تھی لیکن ہولناک چیخیں فضا میں دہشت پیدا کر رہی تھیں ان چیخوں کے ساتھ دوسری چیخیں بھی ابھرنے لگیں سوتے ہوئے لوگ سہم سہم کر جاگ رہے تھے۔ خالد بھی اٹھ کر کھڑا ہو گیا تھا ہم دونوں ہی نے وہ بھیانک منظر دیکھ لیا کیونکہ ہم کسی قدر بلند جگہ پر سوئے ہوئے تھے اور کوئی چالیس گز کے فاصلے پر وہ خونی کھیل ہو رہا تھا اور خلازی زمین پر لوٹیں لگا رہا تھا اس کے دونوں ہاتھ تشنجی انداز میں باز کو خود پر سے ہٹانے میں مصروف تھے لیکن اسے اس وحشی پرندے سے نجات نہیں مل رہی تھی۔ پھر بہت سے لوگ اس طرف دوڑ پڑے اس کے ساتھ ہی نادر ہاشمی نے اپنی بیساکھی سے باز پر کئی ضربیں لگائیں ایک ضرب نے خلازی کو چت گرا دیا لیکن پرندہ آہنی بدن کا مالک تھا وہ اپنا کام کر کے ہی پلٹا جونہی بہت سے لوگ قریب پہنچے وہ فضا میں بلند ہو گیا لیکن اس کی چونچ میں کوئی لمبی سی چیز دبی ہوئی تھی جس سے خون ٹپک رہا تھا لاتعداد نسوانی چیخیں بلند ہوئیں منوچہر خلازی کا بدن فضا میں کئی کئی فٹ اونچا اچھلا اور لوگ دہشت زدہ ہو کر دور ہٹ گئے۔

میرے تو پاؤں منجمد ہو گئے تھے لیکن خالد سنبھل کر اس طرف دوڑ گیا پھر خلازی لوگوں کی بھیڑ میں گم ہو گیا میرا پورا بدن کانپ رہا تھا آہ یہ منحوس شیطان کی طرح دہشت پھیلائے ہوئے ہے۔ زاغ کو اس کی وحشت ناکی سے روکنے والا کوئی نہیں ہے کالا پرندہ بے حد چالاک تھا اس نے جزیرے کی مخالف سمت اختیار کی تھی اور سمندر کی طرف پرواز کی تھی دیکھتے ہی دیکھتے وہ نگاہوں کی حد سے نکل گیا مجھ سے کھڑا نہیں ہوا جا رہا تھا۔ میں وہیں زمین پر بیٹھ گئی خلازی نے رات کو مجھ سے رجوع کیا تھا کیا اسے اس حرکت کی سزا دی گئی ہے ہو سکتا ہے زاغ کو ان باتوں کے بارے میں معلوم ہو گیا ہو جو خلازی نے مجھ سے کی تھیں ہو سکتا ہے زاغ کو یہ خطرہ ہو گیا ہو کہ خلازی اور میں

ساتھی نہ بن جائیں ایسا ہی لگتا ہے یہی معلوم ہوتا ہے نہ جانے بے چارے خلازی کا کیا حشر ہوا ہو' لگتا ہے وہ بھی سونت گال کی طرح آنکھ سے محروم ہو گیا۔

لوگ خلازی کے گرد جمع تھے پھر اسے اٹھا کر ایک اور جگہ لے جایا گیا درندہ صفت زاغ نے بہت برا کیا وہ جھوٹا بھی ہے اور چالاک بھی۔ سالک جلال کی اس حالت کا ذمہ دار اس نے خلازی کو قرار دیا مگر خلازی نے اس کی پُرزور تردید کر دی تھی خود میں بھی یقین نہیں کر پائی تھی خلازی اتنا درندہ صفت انسان نہیں تھا کچھ دیر کے بعد خالد میرے پاس آ گیا۔

"خلازی کو قتل کر دیا گیا۔" اس نے کہا اور میں اچھل پڑی میرا منہ حیرت سے کھل گیا میں نے متحیرانہ لہجے میں کہا۔ "قتل..........؟"

"ہاں خونخوار پرندے نے مسٹر خلازی کے نرخرے کو نشانہ بنایا تھا اور ایسے وحشت ناک طریقے سے اس نے ان کے نرخرے کو زخمی کیا کہ باقاعدہ خوراک کی نالی ہی کاٹ کر لے گیا۔"

"اوہ میرے خدا.......... میرے خدا.......... گویا' گویا زاغ اس پرندے سے انسانوں کی ہلاکت کا کام بھی لے لیتا ہے۔"

"سونت گال کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے اسے تو زاغ ہلاک نہیں کرنا چاہتا تھا بلکہ صرف مجبور کرنے کا ارادہ کیا تھا لیکن سونت گال بے چارہ ایک آنکھ سے محروم ہو گیا ہے۔"

میں خوف زدہ انداز میں زاغ کے بارے میں سوچنے لگی میرے اس سے براہ راست تعلقات ہو گئے تھے۔ اس کمینہ صفت انسان کی بات نہ ماننے کا مطلب یہ تھا کہ زندگی ہلاکت میں بھی پڑ سکتی تھی اس کے باوجود میں نے خالد کو یہ نہیں بتایا کہ میری خلازی سے کیا گفتگو ہو چکی تھی چند لمحات کے بعد میں نے کہا۔ "تو پھر اب کیا ہو گا..........؟"

"کیا مطلب..........؟"

"میرا مطلب ہے' اوہ میرا دماغ بہتر کیفیت میں نہیں ہے۔"

"اتنا زیادہ اثر نہ لو روشنی' ہم جن حالات سے دوچار ہیں' اس میں کوئی بھی حادثہ کسی بھی وقت پیش آ سکتا ہے۔"

"کیا سونت گال سے دوبارہ بات چیت ہوئی..........؟"

"ہاں ابھی ابھی اور پروگرام میں تھوڑی سی تبدیلی کی ہے ہم نے..........؟"

"کیا..........؟"

"سونٹ گال نے خود مجھ سے رجوع کر کے کہا کہ اس حادثے کے بعد ہمارا ان کے درمیان سے غائب ہو جانا مناسب نہیں ہوگا یہ پروگرام اس وقت تک کے لئے ملتوی کر دیا جائے جب تک یہاں ہنگامہ آرائی رہے حالانکہ وہ خود اس کام کو سرانجام دینے کے لئے بے چین ہے۔" میں گہری گہری سانسیں لینے لگی لوگ ٹولیاں بنا بنا کر اس سلسلے میں چہ میگوئیاں کر رہے تھے پھر سیگارو بھی سب کے درمیان آ گیا تھا لوگوں کی باتیں سن رہا تھا خالد نے کہا۔ "آؤ یہاں اکیلے کھڑے رہنے سے کوئی فائدہ نہیں ہے ان کے درمیان ہی چلتے ہیں۔"

"میں مسٹر خلازی کی لاش نہیں دیکھ سکوں گی۔" میں نے متاثرہ لہجے میں کہا۔

"نہ دیکھنا اب دیکھنے یا نہ دیکھنے سے کیا ہوتا ہے کم از کم ہمیں صورتِ حال سے واقف رہنا چاہئے۔" ہم لوگوں کے درمیان پہنچ گئے نادر ہاشمی ایک سنجیدہ آدمی تھا لیکن میں نے اسے بچوں کی طرح پھوٹ پھوٹ کر روتے ہوئے دیکھا اس نے سیگارو سے کہا۔

"آپ نے اس جزیرے پر اپنی بادشاہت کا اعلان کر دیا ہے لیکن ہمارے ساتھ انصاف کون کرے گا یہ آپ کا فرض نہیں ہے کہ میرے دوست کی داد رسی کریں اسے قتل کر دیا گیا ہے اس کے قاتل کو سزا ملنی چاہئے اس کے قاتل کو ہر قیمت پر سزا ملنی چاہئے مسٹر سیگارو.........." سیگارو نے نادر ہاشمی کو دیکھا اور بولا۔

"لیکن اسے تو ایک پرندے نے قتل کیا ہے؟"

"آپ جانتے ہیں مسٹر سیگارو کہ اس پرندے کا مالک کون ہے وہ اس کی موت کا ذمہ دار ہے وہ.......... وہ.........." نادر ہاشمی شاید شدتِ جذبات میں کچھ کہنا چاہ رہا تھا لیکن پھر اس نے اپنے آپ پر قابو پا لیا تھا سیگارو البتہ پُرخیال انداز میں گردن ہلانے لگا تھا پھر اس نے کہا۔

"ہاں ایک حد تک یہ بات درست ہے کالا پرندہ بہرطور اپنے مالک کے ساتھ سفر کر رہا ہے اس شخص پر اس خونی پرندے کو سنبھالنے کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے بلاؤ اس شخص کو بلاؤ میں بادشاہ ہوں انصاف کروں گا۔"

سیگارو انصاف کرنے پر تُل گیا اور کچھ دیر کے بعد زاغ اس کے سامنے پیش

ہو گیا۔ "بھتیجے.......... چچا کی کیا ضرورت پیش آ گئی۔"

"ڈی پارلو کا سفر ختم ہو چکا ہے اور اب تم سیگارو کی مملکت میں ہو اس لئے ہر پرانی بات کو بھول جاؤ.......... کیا نام ہے تمہارا..........؟" سیگارو نے کہا۔

"تاریخ کبھی فنا نہیں ہوتی بھتیجے وقت کی کتاب میں جو تحریر ہو گیا' سو ہو گیا بہرحال یہ بھی وقت کا ایک حصہ ہے اس جزیرے کی بھی تو کوئی تاریخ ہونی چاہئے۔ حاتم جلیسی ہے میرا نام.........."

"کالا پرندہ تمہاری ملکیت ہے..........؟"

"دوست ہے میرا' دوست' دوست ہوتے ہیں ملکیت نہیں ہوتے اور جب دوستوں کو ملکیت سمجھ لیا جاتا ہے تو تباہیوں کو آواز دی جاتی ہے۔"

"میں صرف اپنی بات کا جواب سننا پسند کرتا ہوں وہ پرندہ تمہاری ملکیت ہے..........؟" سیگارو نے کہا۔

"نہیں دوست ہے میرا' وہ مقدس پرندہ ہے ایک بہت بڑے قبیلے کا روحانی دیوتا اسے بہت سے فیصلے کرنے ہوتے ہیں۔"

"اس پرندے نے میری رعایا کے ایک شخص کو قتل کر دیا ہے۔"

"ضروری ہو گا وہ کوئی غیر ضروری کام نہیں کرتا۔" زاغ نے مطمئن لہجے میں کہا۔

"اس شخص کو رسیوں سے باندھ کر میرے سامنے لاؤ یہ خود کو بہت بڑا انسان سمجھتا ہے اسے بادشاہوں سے گفتگو کا سلیقہ نہیں آتا۔" زاغ کے طریق گفتگو سے سیگارو مشتعل ہو گیا سیگارو کے اپنے آدمیوں نے یہ کام سرانجام دیا تھا زاغ نے ذرا بھی مزاحمت نہیں کی تھی اسے سیگارو کے سامنے لایا گیا تب سیگارو نے کہا۔ "ایک پرندہ انسان کا دوست نہیں ہو سکتا وہ تمہارا پالتو پرندہ ہے اس نے جو کچھ کیا ہے اس کے ذمہ دار تم ہو تمہیں اس کے عمل کی سزا بھگتنا ہو گی۔"

زاغ نے اپنے مخصوص انداز میں مکاری سے گردن جھکائی اور بولا۔ "عظیم ڈان اوٹرویلبی سیگارو کنگ آف کونٹ آئی لینڈ کے کسی حکم سے سرتابی کی مجال تو کسی کو نہیں ہو سکتی لیکن ایک بادشاہ ساری رعایا کو ایک جیسا سمجھتا ہے پھر میرے ساتھ یہ ناانصافی کیوں ہو رہی ہے۔"

"تمہارے پالتو پرندے نے ایک انسان کو ہلاک کیا ہے۔"

"وہ میرا پالتو نہیں صرف دوست ہے سزا اسے ملے تو انصاف ہو گا میں نے مرنے والے کو ہاتھ بھی نہیں لگایا۔"

"پرندہ کہاں ہے..........؟"

"وہ تو بھاگ گیا۔"

"اسے جب علم ہو گا کہ اس کے جرم کی سزا اس کا دوست بھگت رہا ہے تو وہ اپنے جرم کی سزا پانے کے لئے آجائے گا۔"

"سزا اسے ہی ملنی چاہئے۔" زاغ نے کہا۔

"اسے بلاؤ اس خونی پرندے کو زندہ نہیں رہنا چاہئے میں اسے اس قتل کے الزام میں گولیوں سے چھلنی کردوں گا۔" سیگارو مکمل انصاف کرنا چاہتا تھا اس نے زاغ کی ناک سے انگلی چھلا کر کہا۔ "مگر اسے یہاں آنا چاہئے میرے سامنے پیش ہونا چاہئے اگر وہ نہ آیا تو اس کی سزا تمہیں بھگتنا ہو گی۔"

"وہ بہت اچھا دوست ہے لیکن عظیم سیگارو سے کچھ اور بھی کہنا چاہتا ہوں میں..........."

"کیا کہنا چاہتے ہو۔"

"وہ شلاشلائی ہے ایک مقدس روح' اس کی بے حرمتی کرنے والے مشکلات میں گرفتار ہو جاتے ہیں اور میری آرزو ہے کہ کوکونٹ آئی لینڈ کا شہنشاہ پُرسکون طریقے سے اپنی اس نئی مملکت پر حکومت کرے کیونکہ اسے یہاں تک لانے میں بھی شلاشلائی نے ایک اہم کردار ادا کیا ہے کہیں یوں نہ ہو کہ مقدس دیوتا اپنی بے حرمتی سے ناراض ہو جائے اور......... عظیم سیگارو کو کوئی نقصان پہنچ جائے۔"

"احمق آدمی......... تیرا کیا خیال ہے ایک پرندہ ہمیں نقصان پہنچا سکتا ہے اگر تُو سوچتا ہے کہ وہ سونت گال کی طرح ہم پر بھی حملہ آور ہو سکتا ہے تو اپنی سوچ کا انداز بدل لے کیونکہ واسطہ تیرا سیگارو سے ہے۔"

"میں صرف عظیم سیگارو کی زندگی کی دعائیں کرتا ہوں شلاشلائی کو واپس آنا ہو گا اگر وہ واپس نہ آیا تو اس کا مطلب ہو گا کہ اس کی دوستی میں سچائی نہیں تھی۔" زاغ نے رسیاں بندھے ہوئے ہاتھ اوپر اٹھائے' آنکھیں بند کیں' چہرہ اوپر کیا اور دونوں ہاتھ کنپٹیوں پر رکھ لئے وہ ایک لمحے تک خاموش رہا اور اس کے بعد اس نے آنکھیں

کھول دیں کچھ دیر تک خاموش کھڑا رہا ڈان اوٹر ویلبی سیگارو اور دوسرے تمام لوگ حیرت و دلچسپی سے اس کا یہ تماشا دیکھ رہے تھے۔ پھر وہ انگلی سے اشارہ کرتے ہوئے بولا۔

"میں نے کہا تھا نا کہ وہ سچا دوست ہے اس نے کبھی دوستی کو داغدار نہیں کیا دیکھو وہ آرہا ہے۔"

تمام ہی گردنیں سمندر کی جانب گھوم گئیں فضا میں کالے پرندے کا دھبہ نظر آرہا تھا یہ دلچسپ تماشا بالکل بچوں جیسا تھا لیکن نہایت پُراسرار بڑا ہی سنسنی کا شکار' اس وقت کون تھا جو اس دلچسپ منظر سے لطف اندوز نہیں ہو رہا تھا یا سنسنی خیز نہیں تھا حالانکہ ایک انسان ہلاک ہو گیا تھا اور اس کی ہلاکت کا سب ہی کو افسوس تھا لیکن اب جو کچھ ہو رہا تھا' وہ بہت دلچسپ اور انوکھا تھا۔ خود سیگارو بھی دلچسپ نگاہوں سے اُدھر دیکھ رہا تھا پھر اس نے اپنے آدمیوں کو اشارہ کیا اور ان سے کچھ کہا اور دونوں دوڑ گئے اور چند ہی لمحات کے بعد بھری ہوئی آٹومیٹک رائفلیں لے آئے ان میں سے ایک رائفل سیگارو کو پیش کردی گئی اور اس نے اسے چیک کر کے سنبھال لیا۔

میں نے زاغ کے چہرے کی جانب دیکھا کم بخت پتھرایا ہوا کھڑا تھا اتنا مطمئن اور اتنا پُرسکون جیسے اسے کسی بات کی پرواہ نہ ہو میرے نزدیک کھڑا خالد سرگوشی میں بولا۔

"وہ مطمئن ہے اور......... اور اندازہ ہوتا ہے کہ سیگارو اس پرندے کو ہلاک نہ کر سکے گا۔" میں نے خالد کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا خود میرے بدن میں لہریں اٹھ رہی تھیں اس شیطانی پرندے کی ناقابلِ یقین سرگرمیوں کی میں خود گواہ تھی نہ جانے کیوں یہ احساس ہو رہا تھا مجھے کہ ڈان سیگارو اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا سیگارو بھی مسخرہ ہی تھا ورنہ ایک پرندے کی ہلاکت کیا حیثیت رکھتی تھی مگر یہ عام آدمیوں کے سوچنے کی بات تھی زاغ اس انوکھے دوست سے جو جو کام لیتا تھا ہم اسے جانتے تھے کالا پرندہ برق رفتاری سے قریب آیا اور پھر پر پھیلا کر ایک چٹان کی نوک پر بیٹھ گیا۔ سیگارو نے کہا۔

"یہ دوستی بڑی دلچسپ ہے لیکن مسٹر حاتم جلیسی اس پرندے کو سزا ملنا ضروری ہے کیونکہ مستقبل میں وہ کسی اور کو بھی نقصان پہنچا سکتا ہے اس لئے اسے ہلاک کیا جاتا ہے۔"

"مقدس دیوتا کسی غیر ضروری انسان کو نقصان نہیں پہنچاتا وہ صرف انسان کی

بہتری کا عمل کرتا ہے اگر فرانسیسی سپاہی پر حملہ نہ ہوتا تو سیگارو کو آزادی ملنا مشکل ہو جاتی اور اگر سیگارو کو آزادی نہ ملتی تو اب تک سمندر میں کھڑے جہاز پر بے شمار افراد ہلاک ہو جاتے تاہم یہ شہنشاہ کا عمل ہے اسے روکا نہیں جاسکتا۔"

سیگارو نے اس گفتگو پر بھی کان نہ دھرا اس نے اپنے سامنے کھڑے لوگوں سے کہا۔ "تمہارا شہنشاہ جزیرے پر ہونے والے پہلے جرم کے مجرم کو سزائے موت دیتا ہے اور اس کے بعد ہر ذی روح کے جرم کی یہی سزا ہوگی اسے یاد رکھا جائے۔" سیگارو نے پرندے کا نشانہ لیا اور گولی چلنے کی آواز گونج اٹھی باز اپنی جگہ سے اوپر اچھلا اور اس نے فضا میں پر پھیلا دیئے۔ سیگارو کا نشانہ خطا ہو گیا اس نے پرندے پر گولیوں کی بارش کر دی لیکن دیکھنے والے دیکھ رہے تھے کہ پرندہ خلاء میں قلابازیاں کھا کر ان گولیوں سے بچ رہا تھا۔ سیگارو کو ناکام دیکھ کر اس کے دوسرے ساتھی نے جو دوسری رائفل سنبھالے ہوئے تھا' فائرنگ شروع کر دی پرندے کے لئے آسان تھا کہ وہ چٹان کے عقب میں پناہ لے لے لیکن وہ مردانہ وار فضا میں اڑ کر خود کو گولیوں سے بچاتا رہا یہاں تک کہ دونوں رائفلوں کا میگزین ختم ہو گیا اور سیگارو منہ دیکھتا رہ گیا پرندہ پھر چٹان کی نوک پر بیٹھ گیا لوگوں کے حلق سے طرح طرح کی بے معنی آوازیں نکل رہی تھیں پھر ان کی آوازوں پر منحوس پرندے کی کریہہ چیخ غالب ہو گئی اور پھر یوں لگا جیسے اس نے حقارت سے سب پر تھوک دیا ہو بڑے اطمینان سے وہ فضا میں بلند ہوا اور پھر ایک غوطہ لگا کر دوسری سمت جانے کی بجائے خود سیگارو کے سر پر سے ہوتا ہوا سمندر ہی کی جانب نکل گیا۔ سیگارو نے فوراً ہی اپنے چہرے پر ہاتھ رکھ لئے تھے اور زاغ کے چہرے پر مکروہ مسکراہٹ پھیل گئی تھی جب پرندہ فضا میں خاصی دور نکل گیا تو سیگارو نے دونوں ہاتھ اٹھا کر کہا۔

"اسے ایک مفرور مجرم قرار دیا جاتا ہے اور اب کسی بھی وقت وہ جزیرے کی فضا میں نظر آئے تو اسے ہلاک کر دیا جائے۔" یہ کہہ کر اس نے دونوں ہاتھ فضا میں لہرائے اور جیسے دربار برخاست کر دیا البتہ زاغ نے آگے بڑھ کر کہا۔ "معزز شہنشاہ میرے لئے کیا حکم دیتا ہے..........؟"

"اس شخص کو آزاد کر دو۔" سیگارو کسی قدر خجل نظر آ رہا تھا زاغ کے ہاتھ کھول دیئے گئے خالد نے مجھے اشارہ کیا اور بولا۔ "آؤ واپس چلیں اب یہاں رکنا بے مقصد ہی ہو گا۔"

میں نے کسی قدر جھنجلائی ہوئی نگاہوں سے خالد کو دیکھا اور بولی۔ "میں ابھی یہیں رہنا چاہتی ہوں۔" نہ جانے یہ جھنجلاہٹ کیوں ذہن میں پیدا ہو گئی تھی غالباً خالد کا یہ انداز پسند نہیں آیا تھا۔ وہ شانے ہلا کر خاموش ہو گیا۔

خلازی کی لاش سامنے پڑی ہوئی تھی اور مجھے اس کے تمام الفاظ یاد آ رہے تھے اور سچ مچ احمد کمال سعدی نے خلازی پر اعتماد کیا تھا تو اس کا خاتمہ میرے راستے روکنے کے مترادف تھا اور یہ بات میں اچھی طرح جانتی تھی کہ زاغ کے علاوہ اور کوئی اس کا مددگار نہیں ہو سکتا لیکن اس کے باوجود میری عقل کہتی تھی کہ مجھے زاغ کے سلسلے میں محتاط ہی رہنا چاہئے میں اب کوئی اور نقصان اٹھانے کے حق میں نہیں تھی شیطان کو قابو میں رکھنا ضروری تھا۔

نادر ہاشمی غمزدہ انداز میں ایک چٹان سے ٹکا بیٹھا تھا غالباً خلازی کے لئے سیگارو نے ہی حکم دیا تھا کیونکہ تھوڑی دیر کے بعد اس کی لاش سمندر میں پھینک دی گئی تھی۔

سورج سروں سے گزر رہا تھا لوگ پھر اپنے معمولات میں مصروف ہو گئے تھے میں نے خالد سے کہا۔ "کیا اب بھی اتنا وقت نہیں ہے کہ ہم اپنے مشن پر روانہ ہو جائیں۔"

"اب..........؟" خالد کسی قدر ہچکچاہٹ سے بولا۔

"تم گریز کر رہے ہو خالد..........؟"

"بالکل نہیں البتہ ایک دلچسپ بات ضرور سوچ رہا ہوں۔"

"کیا..........؟"

"سیگارو نے زاغ سے دشمنی مول لے لی تم نے محسوس کیا ہے روشنی کہ وہ انتہائی پُراسرار انسان ہے اس کا ہر عمل ناقابلِ یقین ہوتا ہے اس نے ڈھکے چھپے الفاظ میں سیگارو کے لئے تباہی کی پیش گوئی کر دی ہے اور اگر کپتان ایڈن مار کو اپنے مشن میں کامیاب ہو جاتا ہے تو یہ پیش گوئی درست ہو جائے گی۔"

"ایں..........ہاں!" میں حیرت سے بولی واقعی ایک دلچسپ نکتہ تھا۔

"میں خوف زدہ تو نہیں ہوں روشنی کیونکہ خوف زندگی کا ہوتا ہے اور مجھے زندگی سے کوئی دلچسپی نہیں ہے لیکن یہ سوچتا ہوں کہ اس شیطان کو ہمارے عمل کے بارے میں نہ معلوم ہو جائے۔"

"میں اس خیال سے منحرف نہیں ہوں خالد لیکن اس کے باوجود ہمیں یہ کرنا

ہے۔"

"ہاں اب تو اس سے گریز ہی نہیں کیا جاسکتا میں ایک بار پھر سونت گال سے مل لوں۔" میں نے اسے اجازت دے دی وہ چلا گیا اور میں کوئی سنسان گوشہ تلاش کرنے لگی دماغ پھٹا جارہا تھا اور میں سکون چاہتی تھی کافی دور ایک جگہ منتخب کرکے میں ایک چٹان سے ٹک کر بیٹھ گئی یہاں سے سمندر نظر آرہا تھا اور اس پر آہستہ آہستہ ہچکولے لیتا ہوا جہاز ڈی پارلو.......... دل اوبھ رہا تھا......... آخر اب کیا ہوگا؟ وقت اس کہانی کو کیسے آگے بڑھائے گا! اچانک قریب ہی آہٹ ہوئی اور میں نے چونک کر دیکھا زاغ تھا اور میری طرف آرہا تھا' ایک بار بدن میں سرد لہریں دوڑنے لگیں خدا خیر کرے یہ منحوس کسی خاص ہی مقصد سے میرے پاس آتا تھا۔

☆------☆------☆

میں نے سہمی ہوئی نظروں سے زاغ کو دیکھا اس کی مسکراہٹ بھی رگوں میں خون منجمد کرتی تھی۔ میرے قریب پہنچ کر اس نے مہذب لہجے میں کہا۔

"میں یہاں بیٹھ سکتا ہوں معزز سلاطیہ؟ اگر تو اجازت دے۔" میں نے بولنا چاہا مگر میرے منہ سے آواز نہ نکل سکی البتہ میری گردن اثبات میں ہل گئی تھی۔ وہ اپنا ڈھیلا ڈھالا لباس سمیٹ کر بیٹھ گیا۔ پھر میری طرف رخ کرکے دوبارہ بولا۔ "تجھے اندازہ ہوگا کہ وقت کس طرح دلچسپ کہانیوں کے ساتھ اپنا سفر جاری رکھے ہوئے ہے۔ کیا اب بھی تو ان واقعات سے متاثر ہوتی ہے۔"

"مسٹر زاغ۔ میں مسٹر زاغ!" میں نے حلق میں پھنسی آواز کو بمشکل حلق سے آزاد کیا۔

"آہ۔ کتنا عجیب لگتا ہے مجھے تیرا اس طرح گفتگو کرنا۔ مگر ٹھیک بھی ہے تجھے اپنے بارے میں کیا معلوم۔ ہاں تو جب خود سے آشنا ہوگی تو تیری اس آواز میں قہروغضب کی بجلیاں کوندیں گی اور لوگ تیرے منہ سے نکلنے والے ہر لفظ سے خوفزدہ ہوں گے۔ اور جو تو کہے گی وہ قانون ہوگا ٹھوس اور اٹل۔"

میں نے بمشکل خود کو سنبھالا۔ پُراسرار زاغ کی باتوں کا ایک لفظ بھی میری سمجھ میں نہیں آرہا تھا اس نے مجھے ایک نئے نام سے پکارا تھا۔ وہ ایسی باتیں اکثر کرتا تھا ایک بار اس نے خود کو زورس کہا تھا۔ اس وقت جب جزیرے کے ویرانے میں مجھے وہ پُراسرار عورت نظر آئی تھی تو سجدہ ریزی کے عالم میں اس نے کچھ ناقابلِ فہم الفاظ

کہے تھے۔

"آپ.......... آپ ٹھیک ہیں مسٹر زاغ؟" بالآخر میں خود پر قابو پانے میں کامیاب ہوگئی۔

"ہاں میرا کیا بگڑے گا۔ بس کج فہم خود ہی اپنا جنم تیار کرتے ہیں۔ اس عقل کے اندھے کو دیکھو میرا احسان بھول گیا اور بادشاہی کے زعم میں مبتلا ہوگیا مگر برا کیا اس نے میں تو اسے معاف بھی کردیتا مگر شلاشلائی کی توہین کرنے والے تین لاکھ اڑتالیس ہزار چھ سو تیرہ افراد کے مجرم ہوتے ہیں بھلا اب اسے معافی کہاں ملے گی۔ تمہیں ڈی پارلو کے اصل کپتان کا حشر یاد ہوگا؟"

"اولیارو کا..........؟" میں نے چونک کر پوچھا۔

"ہاں۔ اس نے بھی کسی کے ایما پر شلاشلائی پر گولیاں چلوائی تھیں۔" زاغ نے کہا اور میرے بدن میں جھرجھری سی دوڑ گئی۔ کیا اولیارو بھی قتل ہوا۔ کون جانے ایسا ہی ہوا ہو۔ کسے معلوم کہ طوفان کے دوران اس کی ہلاکت کیسے ہوئی۔ میں کچھ دیر اسی کیفیت میں رہی پھر میں نے کہا۔

"شلاشلائی نے خلازی کو کیوں قتل کیا مسٹر زاغ..........؟"

"اس نے قدیم مصر کے ماضی میں قدم رکھ دیا تھا۔ تاریخ نے اس کا پاؤں الٹ کر اس کے منہ پر دے مارا۔ قصور سعدی کا ہے مسلسل کمزور سہارے تلاش کررہا ہے حالانکہ خود بھی جانتا ہے کہ بالآخر اسے ان کا سامنا کرنا ہوگا جن سے وہ گریز کررہا ہے۔"

"آپ جانتے ہیں کہ آپ کی باتیں میری سمجھ میں نہیں آتیں۔" میں نے الجھ کر کہا۔

"آہ' نہیں بے بی۔ تیری ناسمجھی ختم ہوگئی ہے۔ بہت کچھ جاننے لگی ہے تو۔ چالاک ہوگئی ہے مجھ سے وعدے کرتی ہے اور پھر سب کچھ چھپالیتی ہے۔"

"کیا چھپایا ہے میں نے تم سے؟"

"خلازی کا نیا منصب۔ اس نے جو کچھ کہا تھا ٹھیک کہا تھا سعدی نے ایرن سے مایوس ہوکر اسے بہت بڑا مقام دینے کی کوشش کی تھی مگر وہ اس کا اہل نہیں تھا۔"

"اس لئے تم نے اسے قتل کردیا؟"

"میں نے.......... نہیں میں نے نہیں۔ اس کے قتل کے احکامات کہیں اور

سے صادر ہوئے تھے۔"

"آپ کی کوئی بات میری سمجھ میں نہیں آتی مسٹر زاغ۔ اور پھر خلازی نے جو کچھ
مجھ سے کہا تھا۔ اسے بتانے کے لئے میں فوراً آپ کی طرف دوڑ پڑتی جو کچھ اس
مجھ سے کہا وہ میرے لئے ناقابلِ فہم تھا۔ پھر بھی میں نے اس سے کوئی تعاون نہیں کیا
یہ آپ کی ہدایت پر عمل تھا ورنہ اپنے باپ کا نام سن کر مجھے فوراً اس کی باتوں پر ایما
لے آنا چاہئے تھا' جب کہ اس نے کچھ ایسی باتیں بھی بتائی تھیں جو حقیقت سے تعل
رکھتی ہیں۔ اس نے یہ بھی اعتراف کیا تھا مسٹر زاغ کہ سالک جلال پر قاتلانہ حملے م
اس کا ہاتھ نہیں ہے۔"

"جو لوگ دنیا سے چلے جاتے ہیں ان کے بارے میں تبصرہ آرائی بے کار ہے
ہاں حقیقتاً احمد کمال سعدی ہی اس کی موت کا باعث بنا' ورنہ وہ تو صرف ایک ہم سفر
جو ساتھ دے رہا تھا اور سمجھ رہا تھا کہ وہ زیرک ہے' دانا ہے مگر آہ میں تمہارے بار
کو کس طرح سمجھاؤں کہ جو کچھ وہ کر رہا ہے اپنے راستے میں مزید کانٹے پھیلانے کے
مترادف ہے' اسے ان تمام باتوں سے کچھ نہیں ملے گا' تاریخ کے فیصلے اٹل ہوتے ہی
ہو گا وہی جو تاریخ میں لکھا ہے۔"

"میں لعنت بھیجتی ہوں اس تاریخ پر جس نے مجھے ذہنی طور پر معطل کر کے ر
دیا ہے۔ آپ کیا ہیں مسٹر زاغ' وہ کیا تھا' آنے والے وقت میں کیا ہو گا۔ اب مجھے ک
بات کی پرواہ نہیں ہے۔ نہ ہی میں کسی سے خوفزدہ ہوں اور نہ ہی اپنے ساتھ گزر
والے ان واقعات سے پریشان' سب کچھ جہنم میں جائے' زندگی کی انتہا موت ہی ہو
ہے نا۔ میں اب موت سے بھی نہیں ڈرتی اور ڈرنے سے فائدہ بھی کیا۔ سمندر م
طوفان کا شکار ہو جانے والا جہاز یا اس جزیرے پر پیش آنے والا کوئی حادثہ آخری کا
یہی کر سکتا ہے کہ موت کو میرے نزدیک لے آئے' میں اس کے لئے آمادہ ہوں۔ بس
مسٹر زاغ اب مجھے کسی بات کی پرواہ نہیں ہے۔"

زاغ آنکھیں بند کر کے عجیب سے انداز میں ہنسنے لگا' پھر کچھ دیر خاموش رہا' اس
کے بعد بولا۔

"نہیں۔ بالکل نہیں اگر تیری یہ سوچ ان لمحات کا عطیہ ہے تو کوئی حرج بھی نہی
ہے' وقت کی صورت تو لمحہ لمحہ بدلتی ہے اور سوچیں بھی لمحات کے دائرے میں آ
ہیں۔ وقت جن ہواؤں کو منتشر کرے گا' وہی ہوائیں پاگل بن کر سوچ کے درواز

کھولتی ہیں' میں پھر تجھ سے یہی کہنا چاہتا ہوں روشن جمال کہ مجھ سے تعاون کر۔ عدم
تعاون کی شکایت یوں ہے کہ خلازی نے وہ کہا تجھ سے جو تیرے باپ نے اسے بتایا تھا'
لیکن تُو نے مجھے جو کچھ بتایا یہ وہ نہیں تھا جو گزر چکا۔ تُو نے بہت سے پہلو مجھ سے
چھپائے' اور اب جب میں غور کرتا ہوں تو مجھے اندازہ ہوتا ہے کہ جو پہلو تُو نے پوشیدہ
رکھے وہ تیرے لئے تیری سوچ کے مطابق کارآمد تھے۔ ہاں مجھے بھٹکنا پڑا لیکن یہ وقتی
تبدیلی ہوتی ہے۔ بالآخر میرے قدم صحیح راستے پر آجاتے ہیں۔ میں تجھ سے صرف ایک
بات کہنا چاہتا ہوں مجھ پر آنکھیں بند کر کے بھروسہ کر۔ اب تیرے سامنے کوئی بھی نہیں
رہ گیا۔ ڈان ایرن ہے اسے تیرا باپ خود ایک ناکارہ عضو قرار دے چکا ہے۔ الجزائر
تک پہنچنا شاید ممکن نہ ہو یا اگر ہو بھی جائے تو ثالث ظاہری بھی بس ایک عارضی ہی ہم
سفر ہو گا۔ خلازی کا سفر ایران سے چل کر تیرے وطن اور اس کے بعد سے اس ویران
جزیرے تک تھا' ہو سکتا ہے ثالث ظاہری مصر تک ڈان ایرن کا ساتھ دے دے۔ اس
کے بعد نہ ڈان ایرن اس بند دروازے کو کھول سکے گا اور نہ ثالث ظاہری۔
دروازے کے دوسری طرف کیا ہے یہ تو ایک مقدس راز ہے' جسے عام نگاہوں کی زد
میں نہیں لایا جا سکتا؟"

میں نے آنکھیں بند کر لیں۔ حقیقت یہ تھی کہ اس منحوس انسان کا ایک بھی لفظ
میرے پلے نہیں پڑ رہا تھا۔ میں نے جھنجلا کر اس سے پوچھ ہی ڈالا۔

"یہ آپ ایسی ناقابلِ فہم باتیں کیوں کرنے لگتے ہیں مسٹر زاغ جن سے میرا ذہن
اور الجھ جائے۔ اس دن آپ نے اپنے آپ کو زورس کہا تھا اور آج مجھے آپ نے
سلاطیہ کے نام سے مخاطب کیا ہے۔ میں کہتی ہوں کہ آپ وہ باتیں کیوں کرتے ہیں جو
میرے ذہن کو الجھا دیں اور اس کے بعد آپ چاہتے ہیں کہ میں آپ سے تعاون
کروں۔"

زاغ جیسے چونک پڑا۔ اس نے حیرانی سے آنکھیں نکالتے ہوئے کہا۔ "میں نے
تجھے سلاطیہ کہا۔ کب..........؟"

"ابھی تم نے مجھے اسی نام سے مخاطب کیا تھا..........؟"

"آہ۔ میں بھی اپنی ہواؤں میں جی رہا ہوں اور یہ ہوائیں انسانی ذہن کو تھوڑا
بہت احمق ضرور بناتی ہیں کبھی کبھی یہ حماقتیں مجھ پر بھی طاری ہو جاتی ہیں اور میں
فضول گو بن جاتا ہوں۔ تم ایسی باتوں کو اپنے ذہن میں جگہ نہ دیا کرو' شاید میں زمانہ

قدیم کا کوئی نام لے کر پکار بیٹھا تھا تمہیں، محسوس نہ کرنا، بالکل محسوس نہ کرنا۔"

صاف ظاہر تھا کہ زاغ جھوٹ بول رہا ہے لیکن میں نے بھی اس بات پر ضد نہیں کی۔ میں نے اس سے کہا۔

"اب میرے لئے آپ کا کوئی نیا حکم تو نہیں ہے مسٹر زاغ..........؟"

"حکم نہیں دوستانہ مشورہ، درخواست سمجھ لو، کیونکہ یہ سب کچھ تمہارے حق میں بہتر رہے گا، نہ صرف تمہارے بلکہ احمد کمال سعدی کے حق میں بھی۔ سنو اگر تمہیں انطاریہ مل جائے تو اس بار اسے ایک پیغام دینا۔ مگر نہیں، یہ وقت سے پہلے ہو جائے گا اور وہ انہیں تمہارے الفاظ نہیں سمجھے گی۔ مقدس انطاریہ بے حد زیرک ہے اور.......... اور.......... اوہ میں پھر فضول گوئی پر اتر آیا۔ سنو لڑکی غور سے سنو۔ تمہارا باپ یقیناً تم سے اس دوران کہیں نہ کہیں رجوع کرے گا۔ وہ تم سے منحرف نہیں ہو سکتا۔ کبھی بھی نہیں ہو سکتا، آہ کاش کوئی لمحہ ایسا آئے جب وہ تمہارے قریب ہو اور میں اسے بتا سکوں کہ مجھ سے بہتر وکیل اسے اور کوئی نہیں ملے گا میرا پیغام اسے دے دینا۔ اگر وہ کبھی تنہائی میں تم سے مخاطب ہو۔ اس سے کہنا کہ یہ جو کچھ وہ کر رہا ہے بے مقصد اور بے اثر رہے گا ہمیشہ ہمیشہ، بہتر ہے کہ اپنے گناہوں میں اضافہ نہ کرے، مجھ سے ملاقات کر لے میں اسے اس کے مستقبل کا حل بتاؤں گا، میرے تعاون سے مجھے وکیل بنا کر وہ اپنی مشکلیں حل کر سکتا ہے۔ میرا اگر کوئی مفاد اس میں وابستہ ہے تو اس سے کہہ دینا روشن جمال کہ وہ مفاد اس کے حق میں کسی طور غلط نہیں ہو سکتا، میں اپنا حصہ لے کر آگے بڑھ جاؤں گا اور بس اتنا ہی کہہ دینا اس سے میں اس سے زیادہ تفصیل نہیں بتا سکتا کیونکہ وہ تم ابھی نہ سمجھ پاؤ گی۔ اچھا میں چلتا ہوں۔" وہ بڑی تیزی سے اٹھا اور مجنونوں کی طرح لڑکھڑاتا ہوا اسی برق رفتاری سے آگے بڑھ گیا میں ششدر نگاہوں سے اسے دیکھ رہی تھی۔

آہ، اس وقت بھی میری سمجھ میں کچھ نہیں آیا تھا کیا سمجھتی کیا غور کرتی سوائے اس کے کہ اس نے خلازی کو قتل کر دیا تھا۔ میری جگہ اگر کوئی اور ہوتا تو اب تک شدید اعصابی بیماریوں کا شکار ہو جاتا۔ پے در پے ہتھوڑے پڑ رہے تھے میرے اعصاب پر، کتنے مختصر سے وقت کی بات تھی، جب ان واقعات کا آغاز ہوا تھا اور اس مختصر ترین وقت میں جو ہنگامہ خیزیاں ہو گئی تھیں ان پر خود غور کرنے بیٹھتی تو یقین نہ آتا لیکن غور کرنے کا وقت ہی کب مل رہا تھا۔ ایک کے بعد دوسرا واقعہ، اور ہر واقعہ

لے واقعے سے زیادہ سنگین، ایک عجیب طلسم خانہ تھا ایک انوکھا نادیدہ جال تھا جس میں ...ئی تھی۔ جدھر بھی پاؤں رکھتی، توازن قائم نہیں ہوتا تھا ہر بات اپنی جگہ انوکھی، ...حال یہ بھی شاید میری کوئی اندرونی قوت ہی تھی، کوئی ایسی قوت، جسے میں خود بھی ...ں جانتی تھی۔ جس کی وجہ سے میں اعصابی مریضہ نہیں بنی تھی بلکہ نہایت پامردی ...، تمام حالات کا مقابلہ کر رہی تھی، اور ابھی نہ جانے کیسے کیسے حالات سے گزرنا تھا ...نکہ معاملہ درمیان ہی میں اٹکا ہوا تھا۔ بہت دیر ہو گئی تھی یہاں بیٹھے بیٹھے تھک گئی ...، اٹھی اور آگے بڑھ گئی۔ یہاں جو بستی آباد تھی ابھی اس کا بسیرا چٹانوں کی اوٹ ...ہی تھا۔ وہ نام نہاد شہنشاہ جو درحقیقت ایک دیوانہ تھا اپنی اس نئی قلمرو کے قیام ...لئے ابھی تک منصوبہ بندیاں ہی کر رہا تھا، سب سے زیادہ خوفناک تصور ڈی پارلو کی ...ا کا تھا۔ اس شخص سے کوئی بات بعید نہیں تھی کسی بھی وقت وہ یہ کام کر سکتا تھا۔

☆------☆------☆

میں وہاں سے اٹھ کر چٹانوں کے درمیان آگے بڑھتی رہی خالد نظر نہیں آ رہا تھا ...ڑی ہی دور گئی تھی کہ کسی نے مجھے آواز دے کر پکارا۔

"مس روشن جمال۔" میں رک گئی۔ آواز بائیں سمت سے آئی تھی، پلٹ کر ...ا تو ڈاکٹر الیاس کھڑا ہوا تھا بہرطور تھوڑا بہت شناسا تھا۔ میں سوالیہ نگاہوں سے ...، دیکھنے لگی تو وہ میرے قریب آ گیا۔ سسٹر زمرد اس کے ساتھ موجود نہیں تھیں۔

"مس روشن جمال، زمرد آپ سے ملنا چاہتی ہے۔" ڈاکٹر الیاس نے کہا۔

ایک لمحے کے لئے دل کو ایک دھچکا سا لگا لیکن پھر فوراً ہی میں نے خود کو سنبھال ...سسٹر زمرد کے سلسلے میں ابھی تک میں کسی بددلی کا شکار نہیں ہوئی تھی۔ ایک ہنستی ...زندگی کی مالک میری وجہ سے اس جنجال میں پھنس گئی تھی اگر وہ جھنجھلا کر مجھ سے ...ا ہو گئی تھی تو بہرطور اس کا بددل ہونا انسانی فطرت کا ایک حصہ ہی ہے۔ میں نے ...لی سے کہا۔ "کہاں ہے سسٹر، ڈاکٹر الیاس؟"

"وہاں، اس چٹان کے عقب میں۔" ڈاکٹر الیاس نے جواب دیا۔ "دراصل ...روشن جمال اس نے مجھے آپ کی پوری داستان سنا دی ہے۔ آپ کی عجیب ...ب کہانی سن کر میں تو دنگ رہ گیا ہوں اور سچی بات یہ ہے کہ میں صرف ایک ڈاکٹر ...، میڈیکل سے متعلق معلومات کے علاوہ مجھے اس دنیا کے بارے میں اور کچھ ...نہیں ہے، یہ پُراسرار کہانی، جو آپ سے وابستہ ہے یا آپ کی زندگی سے متعلق

ہے ناقابلِ یقین واقعات پر مشتمل ہے۔ بہرطور زمرد کا کہنا ہے کہ اس نے آپ کے ساتھ کچھ زیادتی کردی ہے وہ خجل ہے اور آپ سے ملاقات کرتے ہوئے جھجکتی ہے۔"

"ارے نہیں۔ اگر آپ کو تھوڑی بہت تفصیلات معلوم ہوگئی ہیں تو آپ کے سامنے بھی یہ اعتراف کرنے سے گریز نہیں کروں گی کہ سسٹر زمرد کو میری وجہ سے اپنی حسین دنیا چھوڑنی پڑی ہے۔" میں نے ڈاکٹر الیاس کے ساتھ قدم ملاتے ہوئے کہا۔

تھوڑی دیر کے بعد ہم اس چٹان کے عقب میں پہنچ گئے سسٹر زمرد ایک پتھر پر بیٹھی ہوئی تھیں اور ان کے چہرے پر ایک عجیب سی کیفیت پھیلی ہوئی تھی۔ مجھے دیکھ کر ایک لمحے کے لئے ان کے چہرے پر سخت شرمندگی نظر آئی' پھر اٹھیں اور آہستہ آہستہ میرے قریب پہنچ گئیں' مجھے دیکھتی رہیں اور پھر دونوں ہاتھ پھیلا دیئے۔ میں ان کے قریب پہنچی اور انہوں نے مجھے اپنے گلے سے لگا لیا۔ "سوری روشنی سوری۔ ویری سوری۔"

"نہیں سسٹر کوئی بات نہیں۔ میں تو ڈاکٹر الیاس سے یہی کہہ رہی تھی کہ سسٹر زمرد کی مجھ سے ناراضگی بالکل بجا ہے لیکن کاش میں خود اس قدر بے بس نہ ہوتی۔"

"اب اور زیادہ ذلیل نہ کرو روشنی' آخر انسان ہوں جھنجلاہٹ انسانی فطرت کا ایک حصہ ہے لیکن اب میں تم سے شرمندہ ہوں روشنی' پلیز۔ اگر تمہارے دل میں میری اس حرکت سے کوئی کدورت موجود ہے تو تمہیں میری قسم اسے دل سے نکال دو۔ اصل میں ڈاکٹر الیاس سے کچھ باتیں ہوئیں میں نے انہیں تمہارے بارے میں تفصیلات بتائیں تو انہوں نے میرا ذہن روشن کردیا تمام باتیں سننے کے بعد کہنے لگے۔

"تو اس میں روشن جمال کا کیا قصور ہے' وہ خود بھی تو انجانی مشکلات میں گھری ہوئی ہے' کیا خود اس کی اپنی زندگی داؤ پر نہیں لگ گئی ہے' کیا وہ خود اس بے بسی کا شکار نہیں ہے۔ پھر وہ کہنے لگے کہ فرض کرو اگر تم اپنے کسی کام یا بیرسٹر سالک جلال کے سونپے ہوئے کسی کام سے ڈی پارلو پر سفر کررہی ہوتیں اور ڈی پارلو اس حادثے کا شکار ہوجاتا اس طرح جیسے دوسرے بے شمار افراد یہاں موجود ہیں' تو کیا اس کا ذمہ دار تم روشن جمال کو قرار دے سکتی تھیں۔ بات میری سمجھ میں آئی اور اس کے بعد میں تم سے معافی مانگنے کے لئے بے چین ہوگئی۔"

"نہیں سسٹر آپ سالک جلال کے کسی کام سے نہیں نکلی تھیں بلکہ آپ نے

میری وجہ سے اپنی فطری انسانیت کی وجہ سے یہ مصیبت مول لی۔"

"نہیں محترمہ میرا نام مصیبت نہیں بلکہ الیاس ہے۔" ڈاکٹر الیاس نے اس سنجیدہ گفتگو میں مداخلت کی.......... میں نے مسکرا کر انہیں دیکھا اور بولی۔ "نہیں ڈاکٹر صاحب میں آپ کو مصیبت نہیں کہہ رہی۔"

"لیکن فی الحال یہ مصیبت آپ کی سسٹر زمرد پر مسلط ہوچکی ہے آپ کو یہ سن کر خوشی ہوگی کہ ہم دونوں نے نکاح کرلیا ہے۔ اصل مسئلہ کسی کا نہیں تھا بات صرف اتنی سی تھی کہ مجھے تقدیر گھسیٹ کر اس جہاز پر اس لئے لائی تھی کہ میں زمرد صاحبہ سے شادی کرلوں۔ دیکھئے نا بزرگوں کے کہنے کے مطابق جوڑے تو آسمان سے اترتے ہیں' ہمارا جوڑا آسمان سے سیدھا ڈی پارلو پر اترا تھا اور اس کے بعد قدرت نے ہمیں ہنی مون منانے کے لئے اس غیر آباد جزیرے پر بھیج دیا۔"

"ارے۔" میرا منہ اچنبھے سے کھل گیا۔ "کیا واقعی سسٹر زمرد کیا واقعی؟"

جواب میں سسٹر زمرد بری طرح شرما گئیں۔ پھر انہوں نے آہستہ سے کہا۔ "ایک بار پھر سوری روشنی مجھے معاف کردو۔"

"بس اب تیسری بار آپ معافی نہیں مانگیں گی' کوئی بات بھی ہو جس کی معافی مانگیں آپ۔ چلیں کم از کم اب میرے ذہن سے یہ تردد دور ہوگیا کہ معاملہ میرا تھا۔ اصل بات سمجھ میں آگئی۔ واقعی آپ دونوں کی یہاں شادی ہونی تھی۔ میں بہت خوش ہوں سسٹر آپ کو مبارک باد پیش کرتی ہوں۔"

"وہ تو سب ٹھیک ہے سالی صاحبہ' اب میں یہ لفظ کہنے میں حق بجانب ہوں البتہ آپ یہ بتایئے کہ ہنی مون کے بعد ہمیں یہاں سے واپسی بھی نصیب ہوگی یا نہیں۔ یا پھر ہمارے بچے اس ویران جزیرے میں ٹارزن کی طرح درختوں پر چھلانگیں لگاتے پھریں گے؟"

"مجھے بے اختیار ہنسی آگئی تھی سسٹر زمرد بھی ہنسنے لگی تھیں۔ اس کے بعد میں دیر تک ان لوگوں کے ساتھ بیٹھی یہاں تک کہ سورج چھپنے لگا۔ جب میں اٹھی تو سسٹر زمرد نے کہا "ایک بات پوچھوں' خلوص دل سے بتاؤ گی روشن جمال۔"

"جی سسٹر ضرور پوچھئے؟"

"کیا تم نے خالد کو قبول کرلیا ہے؟"

"نہیں ہرگز نہیں.......... وہ میری منزل نہیں ہے' ایثار کر رہا ہے میرے

ساتھ۔ صرف اس لئے رہ رہا ہے میرے قریب کہ اس پاگل حکمراں کی ہدایت کے مطابق کوئی اور شخص میرا مالک بننے کی کوشش نہ کرے۔ ان حالات میں مجھے قبول کرنا پڑا ہے اسے لیکن وہ ہمیشہ سے میرے لئے اجنبی ہے اور ہمیشہ اجنبی رہے گا۔"

"اوہ بہرحال اس وقت اسے قدرت حاصل ہے۔ وہ اگر چاہے تو کچھ نہ کچھ کرکے سیگارو کی توجہ حاصل کرسکتا ہے اور اس کے بعد تم پر تسلط قائم کرلینا اس کے لئے مشکل نہیں ہوگا۔ بہرحال اس کا تعاون تمہارے لئے ضروری ہے' میرا مشورہ ہے روشنی کہ اپنے انداز میں تھوڑی سی لچک پیدا کرکے اس سے یہ تعاون جاری رکھو۔ کم از کم اس وقت تک جب تک قدرت ہمارے بارے میں کوئی فیصلہ نہ کردے۔ بڑی مشکل کا شکار ہیں ہم' دور دور تک امید کی کوئی کرن نظر نہیں آتی' بس اب اللہ پر بھروسہ ہے' دعائیں مانگتے رہتے ہیں کہ خدا ہمیں اس مشکل سے نکالے اور ہمیں ایک بار پھر اپنی دنیا نصیب ہو۔"

"جی مسٹر میں آپ کی ہدایت کو ذہن میں رکھوں گی۔"

خالد کے نام لینے پر مجھے یاد آیا کہ وہ سونت گال سے ملنے گیا ہوا ہے اسے تلاش کرتی ہوئی اسی جگہ پہنچ گئی جہاں ہمارا قیام تھا' وہ سر کے نیچے ایک پتھر رکھے آرام سے زمین پر دراز تھا' مجھے دیکھ کر اٹھ بیٹھا اور مسکراتا ہوا بولا۔ "کہاں نکل گئیں تھیں؟"

"بس ایسے ہی۔"

"آج کا دن تو گزر گیا' سونت گال کا کہنا ہے کہ کل خواہ دنیا اِدھر سے اُدھر ہوجائے ہمیں اپنے پروگرام کے مطابق اپنا کام سرانجام دینا ہے' کل ٹھیک گیارہ بجے وہ اسی پوائنٹ پر پہنچ جائے گا جہاں ہم اس سے جاکر ملیں گے۔ تنہا ہوگا اور ہمارا ساتھ دے گا۔ ویسے اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ مسٹر خلازی کی موت اور اس کے بعد زاغ کے ڈرامے نے سب پر اعصابی دباؤ ڈال رکھا ہے سب سے زیادہ بے کسی کا شکار بے چارہ نادر ہاشمی ہے جو اب ڈان ایرن کے ساتھ لگا ہوا ہے۔ میں ڈان ایرن پر بھی حیران ہوں۔ یہ شخص جو کچھ بھی ہے لیکن کم از کم زاغ سے خوفزدہ نہیں ہے اور مجھے یہ خوف ہے کہ کہیں اب زاغ اسے نشانہ نہ بنائے۔"

میں نے خالد کو دیکھا اور آہستہ سے کہا۔ "ڈان ایرن اس سلسلے میں بہت زیادہ مطمئن ہے۔"

"کیا مطلب..........؟"

"ایک آدھ دفعہ میں نے اس سے اس خدشے کا اظہار کیا تھا لیکن وہ پُراطمینان لہجے میں بولا کہ زاغ اس کا بال بیکا نہیں کرسکے گا کیونکہ اسے بھی بہت سی قوتوں کا تحفظ حاصل ہے۔"

"خدا کرے یہ تمام لوگ زاغ کی شیطنت سے محفوظ رہ سکیں ویسے اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ وہ اس دنیا کا انسان معلوم ہی نہیں ہوتا۔"

"میں اس کے بارے میں کوئی گفتگو نہیں کرنا چاہتی خالد بس براہِ کرم یہ موضوع ترک کردو اور سنو سونت گال کا یا ہمارے پروگرام کا تذکرہ ضرورت سے زیادہ نہ کیا کرو' ہم نہیں جانتے کہ کون کون سی آنکھ ہمارا جائزہ لے رہی ہے' خیال رکھنا اس بات کا۔"

میں ایک دم خوفزدہ ہوگئی تھی۔ عموماً زاغ مجھ پر نگاہ رکھتا تھا۔ اگر ہمارا یہ منصوبہ اس کے علم میں آگیا تو پتہ نہیں وہ کیا کرے۔ خالد خاموشی سے خلا میں دیکھنے لگا تھا جہاں آہستہ آہستہ اندھیرا اترتا آرہا تھا اور میں یہ سوچ رہی تھی کہ کہیں زاغ کو ہمارے اس پروگرام کے بارے میں معلوم ہی نہ ہوجائے۔ حالانکہ چند بار میں نے یہ بھی محسوس کیا تھا کہ وہ بہت سی باتوں سے ناواقف ہی رہتا ہے پتہ نہیں کیا ہے یہ سب کچھ' پتہ نہیں..........

پھر میں نے ذہن جھٹک دیا' معمولات وہی تھے خلازی کو سمندر میں پھینکنے کے بعد سارا قصہ ہی ختم ہوگیا تھا زاغ بھی آزاد تھا اور پرندے کی ملکیت ختم ہوچکی تھی چنانچہ اب سیگارو کی نگاہ بھی اس پر نہیں تھی۔ پتہ نہیں کم بخت اس وقت کہاں مرا ہوا ہے' بڑا ہی منحوس اور موذی انسان تھا لیکن یہ احساس بھی تھا مجھے کہ وہ اس سلسلے میں بہت کچھ جانتا ہے۔ نہ جانے اس نے اپنے آپ کو زعورس کیوں کہا تھا۔ نہ جانے اس نے مجھے سلاطیہ کے نام سے مخاطب کیوں کیا تھا۔ وہ الفاظ کیا تھے جو اس نے انطاریہ کو دیکھ کر ادا کئے تھے' کوئی بات سمجھ میں نہیں آتی تھی۔ رات کو جب خالد کروٹ بدل کر سوگیا تو میں نے اس کی طرف رخ کرلیا میں اس کی پشت دیکھتی رہی یہ بھی عجیب انسان ہے۔ اس نے میری زندگی میں بڑی خوبصورت ابتدا کی تھی لیکن پھر اس کا دوسرا روپ سامنے آیا۔ بس میرے لئے ناقابلِ برداشت ہوگیا۔ بظاہر اس کی بات سچ معلوم ہوتی ہے وہ دل سے زاغ کا پیروکار نہیں ہے۔ ورنہ زاغ ہر پروگرام سے آگاہ ہوتا۔ بے چارے کو نہ مجھ سے کچھ ملے گا اور نہ زاغ سے۔ ٹھیک ہے لالچ کا یہی انجام ہونا

چاہئے۔ بس یہ آخری تصور تھا۔ اس کے بعد میں سوگئی۔ دوسری صبح نہ جانے کیوں اداس اداس تھی یا پھر مجھے ہی لگ رہی تھی خالد البتہ مستعد تھا۔

"سونت گال میرے پاس آیا تھا مجھے بتا کر گیا ہے کہ وہ میری نشان کردہ جگہ جارہا ہے۔"

"اتنی جلدی؟"

"ہاں اس کا کہنا تھا کہ اس سے قبل کہ کوئی اور واقعہ پیش آجائے اسے چل پڑنا چاہئے۔ تم تیار ہو روشنی؟"

"بالکل!"

"میں تمہارے لئے ناشتہ لاتا ہوں منہ ہاتھ وغیرہ دھولو۔" خالد نے کہا اور وہاں سے چلا گیا۔ رفتہ رفتہ جزیرے پر خوشیاں منانے والوں کے انداز میں بے زاری پیدا ہوتی جارہی تھی۔ زندگی بچ جانے کی خوشی اور اس کے بعد سیگارو کے اعلان نے بہت سے نئے واقعات جنم دیئے تھے لیکن انسانی فطرت کچھ پانے کے بعد کچھ اور پانے کی جستجو کرتی ہے یکسانیت بہت جلد اپنا اثر دکھانے لگتی ہے اب ایسا ہی ہو رہا تھا۔ لوگ بجھے بجھے سے نظر آنے لگے تھے۔

ناشتے سے فارغ ہو کر ہم نے ایک چکر تو اس آبادی کا لگایا۔ سیگارو کی منصوبہ بندیاں جاری تھیں۔ ابھی صرف آبادی کی پلاننگ ہو رہی تھی۔ وہ اپنے آدمیوں کے ساتھ روزانہ ناپ تول میں مصروف رہتا تھا۔ اس نے اعلان کیا تھا کہ منصوبہ مکمل ہوتے ہی ایک دن اچانک کام شروع کردیا جائے گا۔ ہم اس ساری کارروائی کو دیکھتے ہوئے لاپروائی کے انداز میں آگے بڑھتے رہے اور پھر وہاں سے کافی دور نکل آئے۔ جونہی آخری آدمی ہماری نگاہوں سے اوجھل ہوا ہم نے رفتار بڑھادی۔ بالآخر اس جگہ پہنچ گئے جہاں سونت گال ہمارا انتظار کر رہا تھا۔ فرانسیسی پولیس آفیسر نے اپنی ضائع شدہ آنکھ پر ٹیپ چڑھایا ہوا تھا لیکن وہ اب بھی مستعد اور پھرتیلا نظر آرہا تھا۔

"یہ میری ساتھی روشن جمال ہے۔" خالد نے کہا۔

"ہیلو........" میں نے کہا۔

"چلیں؟" سونت گال بولا۔

"ہاں۔ اب رکنے کا کیا جواز ہے؟" اس کے بعد سونت گال کچھ نہیں بولا۔ سفر جاری رہا اور پھر ہم مطلوبہ جگہ پہنچ گئے۔ اب ہم ساحل سے زیادہ دور نہیں تھے

سونت گال نے وہ جہاز دیکھ لیا جس کا نام کنگ آرکو سا تھا۔ وہ کسی قدر مسرور لہجے میں بولا "آہ۔ تم نے تو واقعی سچ کہا تھا۔ اصل میں اس جہاز کی پوزیشن کچھ ایسی ہے کہ نہ تو اسے سمندر سے براہ راست دیکھا جاسکتا ہے اور نہ جزیرے سے عام طور سے گزرتے ہوئے، جب تک کوئی اس ساحل کا رخ نہ کرے۔"

"یہی وجہ ہے کہ یہ اب تک نظروں سے اوجھل رہا ہے۔" ہم لوگ باتیں کرتے ہوئے جہاز تک پہنچ گئے۔ تختے کے ذریعے جہاز پر چڑھے پھر عرشہ پر کھڑے ہو کر میں نے زور سے آواز لگائی۔

"مسٹر ایڈن مارکو.......... ہم آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔ مسٹر.........." لیکن مجھے دوبارہ آواز نہ دینا پڑی۔ جہاز کے دوسرے حصے سے ایڈن مارکو دو آدمیوں کے ساتھ برآمد ہوا۔ وہ جہاز پر ہمارا انتظار کر رہا تھا۔ ظاہر ہے طاقتور دوربینوں کے ذریعے ہمیں دیکھ لینا ان کے لئے مشکل نہیں تھا۔ وہ سب قریب آگئے تو اچانک ہی سونت گال کے منہ سے نکلا..........!"

"آہ.......... کیپٹن مارکو.......... کیا تم مجھے پہچان سکتے ہو۔ شاید نہ پہچانو لیکن میں نے تمہیں پہچان لیا۔"

"تم..........!" مارکو پُرخیال انداز میں بولا۔

"بلیک شائر' اسٹراس برگ' میں آگ لگ گئی تھی اور تم آٹھویں منزل پر پھنس گئے تھے اور اس وقت تمہارے ساتھ ایک شخص بھی وہیں پھنسا ہوا تھا' بعد میں جس نے تمہیں بلیک شائر نامی عمارت سے نکالا تھا اور تم اس کے ساتھ مہمان رہے تھے' ان دنوں میں ایک افسر اعلیٰ کی حیثیت سے اسٹراس برگ ہی میں تعینات تھا اور تم نے.........." لیکن ایڈن مارکو نے سونت گال کا جملہ پورا نہیں ہونے دیا وہ آگے بڑھا اور دونوں ہاتھ پھیلا کر سونت گال سے لپٹ گیا' پھر بولا.......... "بھلا اپنی جان بچانے والے کسی محسن کو کوئی بھول سکتا ہے' میرے دوست مسٹر گال' وہ تو تمہاری آنکھ پر یہ ٹیپ چڑھا ہوا ہے اور تمہارے چہرے میں کچھ تبدیلیاں رونما ہوگئی ہیں جس کی بنا پر تمہیں پہچاننے میں کچھ دقت ہوئی' مجھے سب کچھ یاد آگیا' یقیناً وہ بھولنے والی بات نہیں تھی' آہ تم یہاں ہو' میرے دوست نے فرانسیسی پولیس افسر مسٹر سونت گال کا تذکرہ کیا تھا' لیکن معذرت خواہ ہوں کہ اس وقت مجھے تم نہیں یاد آئے تھے' دیکھو تقدیر کس طرح بعض اوقات شناساؤں کو ملادیتی ہے' کم از کم تم سے مل کر مجھے اس

وقت بے حد مسرت حاصل ہوئی ہے۔"

سونت گال نے کہا............ "ہاں اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ اب مجھے بھی بڑی ڈھارس ہوئی ہے۔"

"آؤ میں نے بیٹھنے کا انتظام بھی کیا ہے' مسٹر خالد نے تمہیں بتایا ہو گا کہ کنگ آرکوسا یہاں پھنسا ہوا ہے بلکہ تباہ ہو چکا ہے۔ ہم نے اس میں سے تمام کار آمد سامان نکال کر اسے اپنے طور پر استعمال کیا ہے' دور بینوں کی مدد سے تمہیں دور ہی سے دیکھ لیا گیا تھا اور میں نے اپنے معزز دوستوں کے لئے نشست گاہ کا انتظام کیا تھا' آؤ آؤ' افسوس ہم تمہاری کوئی خاطر نہیں کر سکتے۔"

جہاز ہی کے ایک کیبن میں بیٹھنے کا انتظام کیا گیا تھا' ایڈن مارکو' میں' خالد اور سونت گال وہاں جا کر بیٹھ گئے' ایڈن مارکو نے کہا............ "اب مجھے یہ سب کچھ بتانے میں نہایت خوشی ہو رہی ہے ورنہ پہلے میں اس تشویش کا شکار رہتا کہ کہیں میرا راز کسی غلط انسان کے پاس نہ پہنچ جائے' غالباً مسٹر خالد نے تمہیں وہ داستان سنادی ہو گی جس کا تعلق کنگ آرکوسا سے ہے اور اس کے ساتھ ساتھ ہی اس جزیرے سے' یہ صورتِ حال ہے' ڈان سیگارو کے بارے میں بھی مجھے پورا پورا علم ہو چکا ہے اور اس کی شخصیت کا بھی پتہ چل چکا ہے' میں نے اپنی دور بینوں کی مدد سے وہ مورچہ بندی بھی دیکھی ہے جو ڈان سیگارو نے جزیرے پر موجود کسی نامعلوم گروہ کے خلاف نہیں بلکہ جہاز کے مسافروں کے خلاف کی ہے' تقریباً تمام ہی تفصیلات مجھے معلوم ہو چکی ہیں' اب ان حالات میں ڈیئر سونت گال سب سے بڑا خطرہ جو درپیش ہے وہ یہ ہے کہ کہیں بحری قزاق اس جہاز کو تباہ نہ کردے جس پر سفر کر کے تم یہاں تک آئے ہو اور جو ایک بار پھر ہماری زندگی کا ضامن بن سکتا ہے' کنگ آرکوسا پر جو کچھ بچا ہے ڈی پارلو پر اسے استعمال کر کے ہم بالآخر نئی زندگی پا سکتے ہیں' لیکن اس دیوانے سے یہ بعید نہیں ہے کہ وہ جہاز کے مسافروں کے دل سے یہ خیال نکالنے کے لئے کہ اب ان کی واپسی کا کوئی راستہ نہیں ہے اور انہیں ڈان سیگارو کی حکومت تسلیم کر لینی چاہئے' فوری طور پر ڈی پارلو کو تباہ نہ کردے' اگر ڈی پارلو تباہ ہو گیا تو یوں سمجھ لو کہ پھر زندگی کا کوئی امکان نہیں ہو گا' اصل میں ہمارا دوست' میری مراد اس نوجوان دوست سے ہے یہ کہہ کر گیا تھا کہ وہ جلد از جلد تمہیں یہاں لے کر آئے گا' اس نے تمہارا ہی تذکرہ کیا تھا اور اس کا یہ خیال تھا کہ تم چونکہ ایک ذمے دار پولیس افسر ہو اس لئے ذہانت بھی استعمال

کر سکتے ہو اور اعلیٰ کار کردگی کا مظاہرہ بھی کر سکتے ہو اس لئے تم ہی اس سلسلے میں زیادہ کار آمد انسان ثابت ہو سکتے ہو' لیکن جب مقررہ وقت پر تم لوگ نہ آئے تو ہم سخت پریشان ہو گئے' لیکن ہمارے پاس کوئی ایسا ذریعہ نہیں تھا جس ہم تمہارے پاس پہنچ کر معلومات حاصل کر سکتے............!"

سونت گال بولا............ "ہاں میرے دوست' درحقیقت ہم ایک شیطان صفت درندے کے چنگل میں پھنسے ہوئے ہیں اور کچھ ایسے انوکھے واقعات پیش آ رہے ہیں جنہیں عام حالات میں ایک فکشن کی حیثیت تو دی جا سکتی ہے' زندگی کی حقیقتوں سے اس کا تعلق ذرا مشکل ہی سے قائم کیا جا سکتا ہے' لیکن اس وقت جب ہم خود ان واقعات سے دوچار ہوں اور آج ہم سب خود ایک فکشن بنے ہوئے ہیں' کیا ڈان سیگارو کے بارے میں تمہیں ساری تفصیلات بتادی ہیں مسٹر خالد نے............؟"

"مکمل طور پر اور تمہیں یقیناً کنگ آرکوسا کے وسائل' ہمارے طرز رہائش وغیرہ کے بارے میں تفصیلات معلوم ہو چکی ہوں گی۔"

"مختصراً لیکن اب مزید تفصیلات کی ضرورت بھی نہیں ہے کیونکہ میں جانتا ہوں کہ ایک تجربے کار اور کمرشل کیپٹن نے ایسے حالات میں اپنے تحفظ کے لئے کیا کچھ نہ کیا ہو گا۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے ڈیئر ایڈن مارکو کہ اب ہمیں کیا کرنا چاہئے؟"

"اس دوران میں اپنے آدمیوں کے ساتھ مختلف تجاویز سوچتا رہا ہوں۔ یہ بہت خوشی کی بات ہے کہ ڈان سیگارو کی نظر کنگ آرکوسا پر نہیں پڑی اور آرکوسا اس کی دست برد سے محفوظ ہے۔ ہمارے پاس بہت مختصر سے ہتھیار ہیں' ظاہر ہے ایک کارگو شپ کو جنگی جہاز میں تبدیل نہیں کیا جا سکتا' میرے اپنے ذہن میں جو تجویز ہے وہ یہی ہے کہ رات کی تاریکی میں تم لوگوں کی مدد سے ہم پہلے ان میں سے کسی ایک مورچے پر قبضہ کریں اور وہاں سے ہتھیار حاصل کرنے کے بعد دوسرے مورچے کے لوگوں کو نشانہ بنائیں اگر تم یہ سمجھتے ہو مائی ڈیئر مسٹر سونت گال کہ بحری قزاق جنگ وجدل کے بغیر اپنے آپ کو ہمارے حوالے کر دے گا تو میں سمجھتا ہوں یہ کسی طور ممکن نہیں ہو گا............!"

سونت گال ہنسا پھر بولا............ "میں اور یہ بات سمجھوں گا' میں جس نے اسے شدید ہنگامہ خیزی کے بعد گرفتار کیا تھا' نہیں میرے دوست ایسی کوئی بات نہیں ہے' البتہ تمہاری اس تجویز سے میں متفق نہیں ہوں چونکہ اس میں ایک بہت بڑی خامی

ہے۔"

"کیا؟"

"ہمارے پاس کم لوگ ایسے ہیں' جنہیں ہم اس کام کے لئے استعمال کرسکتے ہیں' مثلاً میں اگر اپنے ساتھی فرانسیسی سپاہیوں کو اس ذمے داری پر مامور کروں اور صرف چند ہتھیاروں کے بل پر تو یہ بات میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ اس نے جو مورچہ بندی کی ہے وہ بہت مضبوط اور محفوظ ہے' دوسرے مورچوں سے ہم سے خوفناک جنگ کی جائے گی اور اس بات کے امکانات ہیں کہ ہم اپنی اس کوشش میں ناکام رہیں پھر چونکہ ڈان سیگارو یہ نہیں سمجھ پائے گا کہ اس پر حملہ کرنے والے کون ہیں چنانچہ طیش میں آکر نیچے گہرائیوں میں آباد جہاز کے مسافروں کو نشانہ بنائے گا کیونکہ وہ یہی سمجھے گا کہ جہاز کے مسافروں نے بغاوت کی ہے' اس طرح بے شمار افراد کی زندگیاں ختم ہوسکتی ہیں۔"

سونت گال کے ان الفاظ نے ایڈن مارکو کے ساتھ ساتھ ہم لوگوں کو بھی خوفزدہ کردیا' ایڈن مارکو نے پُرخیال انداز میں گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ "ایک پولیس افسر کی سوچ لازمی طور پر عام لوگوں کی سوچ سے مختلف ہوتی ہے چونکہ اس کا واسطہ دن رات انہی چیزوں سے پڑتا رہتا ہے لیکن ڈیئر مسٹر سونت گال کیا اس کے علاوہ بھی کوئی اور ایسا ذریعہ ہے جس سے ہم آسانی کے ساتھ حالات پر قابو پاسکیں۔"

سونت گال پُرخیال انداز میں رخسار کھجانے لگا تھا' بہت دیر تک خاموشی طاری رہی تھی' اس کے بعد سونت گال نے کہا۔ "ہاں ایک اور طریقۂ کار ہوسکتا ہے' بے شک وہ پیچیدہ اور مشکل ہے' لیکن میں سمجھتا ہوں کہ اگر ایسا ہوجائے تو ہم کم خطرہ مول لے کر زیادہ فائدہ حاصل کرسکتے ہیں۔"

ایڈن مارکو' میں اور خالد سونت گال کا منصوبہ جاننے کے لئے بے چین ہوگئے' سونت گال نے پھر چند لمحات کی خاموشی اختیار کی اور اس کے بعد بولا۔ "ڈان سیگارو فطری طور پر جرائم پیشہ آدمی ہے۔ وہ بحری قزاق بھی رہا ہے۔ لوٹ مار' قتل وغارت گری اس کی فطرت کا حصہ ہے اور یہ سب کچھ دولت کے حصول کے لالچ میں کیا جاتا ہے۔"

"یقیناً.........!" مارکو بولا۔

"دولت کا لالچ ہی اسے عقل و ہوش سے بیگانہ کرسکتا ہے.........!"

"وضاحت کرو سونت گال.........!" مارکو بے چینی سے بولا اور سونت گال مسکرانے لگا پھر اس نے کہا۔

"سمندر کے ایک ویران گوشے میں پہاڑوں کے درمیان.........کنگ آرکوسا ہی ایک جہاز کا ڈھانچہ کھڑا ہوا ہے۔ اس میں زر و جواہر کے انبار ہیں۔ خیال ہے کہ ایک بہت بڑا خزانہ کہیں منتقل کیا جارہا تھا کہ جہاز طوفان کا شکار ہوگیا۔ اس پر انسانی ڈھانچوں اور خزانے کے سوا کچھ نہیں ہے۔ یہ خبر سیگارو کو عقل و خرد سے عاری کرسکتی ہے۔ بشرطیکہ یہ خبر سنانے والا کوئی ایسا شخص ہو جو بہترین اداکاری کرسکے مگر وہ سونت گال نہ ہو ورنہ سیگارو اس کی نیت پر شک کرے گا.........!"

ایڈن مارکو کا چہرہ سرخ ہوگیا۔ وہ بدحواسی سے بولا۔ "اور وہ خزانے کے لالچ میں دوڑا آئے گا.........بالکل بالکل ایسا ہی ہوگا۔"

"پھر واپس نہیں جائے گا۔ اس کے جو ساتھی باقی رہ جائیں گے ان کی ذمے داری میں قبول کرتا ہوں۔" سونت گال سینے پر ہاتھ رکھ کر بولا۔

"بہترین' لاجواب' اطلاع دینے والی شخصیت خالد سے بہتر اور کوئی نہیں ہوسکتی۔"

"میں تیار ہوں۔" خالد نے بھی گرمجوشی سے کہا۔

"گویا میری تجویز سب کو قبول ہے۔"

"اس سے عمدہ تجویز ہو ہی نہیں سکتی۔" ایڈن مارکو نے کہا۔ اچانک ہی میری نظر کیبن کی کھڑکی سے باہر کی طرف اٹھ گئی جہاں چٹانیں نظر آرہی تھیں۔ میرا چہرہ فق ہوگیا اور میرے حلق سے ایک سہمی ہوئی سی آواز نکل گئی۔

"خالد.........وہ.........وہ........." میں نے پھنسی پھنسی آواز میں کہا اور خالد چونک پڑا۔ میرے اشارے پر خالد کے علاوہ سونت گال نے بھی ادھر دیکھا.........اور اس کی اکلوتی آنکھ میں خون اتر آیا۔

ایڈن مارکو ہماری کیفیت سے بے نیاز اپنی باتوں میں مصروف تھا۔ اچانک اس نے ہماری بے چینی کو محسوس کیا اور وہ تعجب سے ہمیں دیکھنے لگا۔

"کیا بات ہے؟" اس نے پوچھا پھر تھوڑا سا جھک کر اس نے بھی کالے پرندے کو دیکھا۔ اسے ڈی پارلو کے حادثے کی تفصیلات معلوم تھیں لیکن زاغ یا میرے بارے میں کچھ نہیں پتہ تھا چنانچہ اس نے حیرانی سے کہا۔ "کیا آپ اس کالے پرندے سے

خوفزدہ ہیں؟"

سونت گال نے اکلوتی آنکھ سے ایڈن مارکو کو دیکھتے ہوئے کہا۔ "یہ ایک پُراسرار پرندہ ہے کیا آپ نے اسے پہلے اس جزیرے میں دیکھا ہے؟"

"نہیں۔ لیکن یہ کوئی خاص بات نہیں دور دراز کے پرندے طویل سفر طے کر کے خشکی پر اتر آتے ہیں ممکن ہے یہ بھی ایسا ہی سمندروں کا مسافر ہو البتہ اس کی جسامت اور رنگ و روپ اجنبی ہے آپ نے اسے پُراسرار پرندہ کیوں کہا مسٹر گال؟"

"رنگ و روپ اور جسامت کی بنا پر۔" سونت گال نے ٹھنڈی سانس بھر کر کہا۔ پھر ہمیں اس انداز میں دیکھا جیسے کہنا چاہتا ہو کہ ہمیں بھی اس مسئلے میں خاموش رہنا چاہئے۔ پھر اس نے خود ہی سلسلہ گفتگو آگے بڑھایا۔ "تو پھر اس سلسلے میں اور کوئی اہم بات؟"

"گفتگو ابھی جاری ہے۔ یہ ذمہ داری مسٹر خالد کی ہے کہ وہ سیگارو کو یہاں عرشے پر لے آئیں اس کے بعد ہم لوگوں کی ذمہ داری ہوگی کہ ہم اسے کیسے قابو میں کریں گے۔ میرے خیال میں میرے آدمیوں کے لئے یہ مشکل نہیں ہوگا۔ ایک دو افراد ہوتے تو ہم انہیں جال میں بھی جکڑ سکتے تھے لیکن شاید وہ زیادہ تعداد میں ادھر آئیں۔ اس امکان کو نظرانداز نہیں کرنا چاہئے۔"

"بے شک! کوئی بھی غیر متوقع تبدیلی ہو سکتی ہے اس کا بندوبست پہلے سے رکھنا ہوگا۔"

"لازمی امر ہے کہ وہ مسلح ہو کر آئے گا لیکن آپ لوگ پوری طرح مجھ پر اعتماد کر سکتے ہیں یہ میری اور میرے ساتھیوں کی بقا کا معاملہ ہے ہم میں سے کوئی زندگی حاصل ہونے کے اس موقع کو ہاتھ سے نہیں گنوائے گا۔ بس اس کا یہاں آجانا شرط ہے ہاں اس کی تھوڑی سی ریہرسل کر لینا ضروری ہے آپ اسے خزانے کی کہانی سنائیں گے مسٹر خالد آئیے میں آپ کو بتا دوں یہ خزانہ کہاں ہے؟"

"آئیے براہ کرم۔" ایڈن مارکو وہاں سے اٹھ گیا پھر وہ کنگ آرکوسا کے نچلے حصے میں لے گیا جہاں لکڑی کے چند کارٹن رکھے ہوئے تھے۔ "میرے خیال میں یہ کارٹن خزانے سے بھرے ہوئے ہیں۔ یہ نیم تاریک جگہ ان پر قابو پانے کے لئے بے حد موزوں ہے۔"

"انتہائی موزوں۔" سونت گال نے تائید کی۔

اور کوئی تجویز ہو تو آپ لوگ دیں۔"

"نہیں کسی بھی سلسلے میں بہت زیادہ تشویش یا سوچنا مسئلے کو الجھا دیتا ہے ہمیں سادگی سے اپنا کام سرانجام دینا چاہئے۔"

"بس یہ موضوع ختم۔"

"میں ایک سوال کرنا چاہتا ہوں۔" خالد بولا۔

"ضرور!"

"ہم لوگ یہاں سے واپس جائیں گے اس میں وقت لگے گا مجھے اور روشنی کو یہ اطلاع سیگارو کو دینا ہوگی۔ ممکن ہے وہ ہم سے صرف یہاں کا پتہ معلوم کرے اور خود اس طرف آئے ممکن ہے وہ زیادہ جذباتی نہ ہو اور اطمینان سے اس بارے میں سوچے۔ ممکن ہے وہ بہت جذباتی ہو کر اسی وقت دوڑ پڑے اصل میں ہمیں ڈرامائی طور پر اسے اطلاع دینا ہوگی وہاں پہنچ کر دیر کرنا مناسب نہ ہوگا ہاں اس کی اِدھر روانگی کا تعین نہیں کیا جاسکتا۔"

"میں تمہاری بات سمجھ رہا ہوں نوجوان تمہیں یوں اطمینان دلایا جاسکتا ہے کہ تمہارے جانے کے بعد ہمارے پاس وقت کا بہترین مصرف یہ ہے کہ ہم سیگارو کے استقبال کی تیاریاں کریں اور اس کے بعد سے اس وقت تک حالت جنگ میں رہیں جب تک دشمن زیر نہ ہو جائے۔ تم بالکل بے فکر ہو جاؤ تمہاری یہاں سے روانگی کے بعد سے اس وقت تک ہم ہر لمحہ مستعد رہیں گے یہاں تک کہ وہ کسی بھی شکل میں کنگ آرکوسا پر آجائے!"

"بس اب میں مطمئن ہو گیا ہوں۔"

مزید کچھ دیر ساتھ رہنے کے بعد ہم لوگ ایڈن مارکو کی نیک خواہشات کے ساتھ وہاں سے واپس چل پڑے کافی دیر کے خاموش سفر کے بعد سونت گال نے کہا۔

"میری تشویش برقرار ہے۔ تم لوگ یہ نہ سمجھنا کہ کالے پرندے کو میں نے نظر انداز کر دیا ہے وہ ایک ناقابلِ یقین چیز ہے اور اس بات کو نظرانداز نہیں کیا جاسکتا کہ جب ہم اپنے ٹھکانے پر پہنچیں تو سیگارو کو اس سازش کا علم ہو چکا ہو اور وہ مسکرا کر ہمارا استقبال کرے۔ اصل میں ایڈن مارکو سے میں نے اس خیال کو اس لئے چھپایا کہ وہ بھی ایک ملاح ہے وہ توہمات کا شکار ہو کر مستعدی سے اپنا کام سرانجام نہ دے پاتا اور وسوسوں کا شکار رہتا۔"

"اس بارے میں میرا مؤقف یہ ہے مسٹر سونت گال کہ ہمیں بھی وسوسوں سے آزاد ہو کر اپنا کام سرانجام دینا چاہئے۔ ہم تقدیر پر بھروسہ کرتے ہیں اگر تقدیر یہاں ہم سے متفق نہیں ہے تو ٹھیک ہے جو ہوگا دیکھا جائے گا۔"

"اوکے۔ اوکے بالکل درست ہے مگر یہ شخص' خیر ٹھیک ہے۔" سونت گال کچھ دیر خاموش رہا پھر بولا۔ "میرے خیال میں ہمیں اب یہاں سے الگ ہو جانا چاہئے۔"

ہم نے راستے بدل لئے۔ میں خاموشی سے خالد کے ساتھ چل رہی تھی کچھ دیر کے بعد اس نے کہا۔ "تھک گئی ہوگی روشنی۔"

"ہاں تھکی تو ہوں۔"

"کچھ دیر رک جائیں۔"

"اس سے کیا ہوگا؟"

"نہیں میرا مطلب تھا کہ۔ کہ بس تھوڑا سا آرام کر لیں۔"

"چلتے رہو میں ٹھیک ہوں ویسے خالد فرض کرو اگر اس منحوس پرندے کے ذریعے زاغ کو اس سازش کا پتہ چل بھی جائے تو تمہارے خیال میں اس کا کیا ردعمل ہوگا کیا وہ سیگارو کو اس سے باخبر کر دے گا؟"

"کیا کہہ سکتا ہوں۔" خالد نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔

"دو وجوہات کی بنا پر میں یہ کہہ سکتی ہوں کہ زاغ اس کام میں مداخلت نہیں کرے گا۔"

"وہ کیا؟" خالد نے چونک کر پوچھا۔

"اول تو یہ کہ زاغ خود بھی اس جزیرے پر زندگی گزارنا چاہتا ہوگا یہاں رہ کر کسی کو کوئی فائدہ نہیں ہوگا وہ مجھ سے کہتا رہا ہے کہ وقت کی تحریر یہاں منجمد نہیں ہوگی۔ یہ داستان اپنے منطقی انداز میں آگے بڑھے گی دوم یہ کہ اس نے سونت گال کے خلاف ڈان سیگارو کی مدد کی تھی مگر سیگارو نے منوچہر کی موت کے سلسلے میں اس کے ساتھ رعایت نہیں کی تھی اور اسے رسیوں سے بندھوا دیا تھا۔ وہ بھی کینہ پرور انسان ہے اور شاید اب سیگارو کی کوئی مدد نہیں کرے گا۔ پھر وہ پیش گوئی کر چکا ہے کہ سیگارو نے مقدس پرندے کی شان میں گستاخی کی ہے اسے سزا ملے گی۔ اگر ہمارے مشن کی تکمیل ہو جاتی ہے تو واقعی سیگارو کو سزا تو ملی۔"

خالد سوچ میں ڈوب گیا۔ پھر بولا۔ "تمہارا خیال واقعی جاندار ہے اب وہ سیگارو

کی مدد نہیں کرے گا لیکن روشنی کیا اس کی پیش گوئی درست نہیں ہو رہی؟"

"خدا جانے۔" میں نے بیزاری سے کہا۔ اس موضوع پر اب میں نہیں سوچنا چاہتی تھی۔ ہمارا یہ سفر ختم ہو گیا۔ بری طرح تھک گئی تھی ہم نے اپنا جو مستقل ٹھکانہ بنایا تھا وہ اپنی پسند کے مطابق صاف ستھرا کر لیا گیا میں یہاں دراز ہو گئی اب ہماری یہی اوقات تھی ساری شان و شوکت خاک میں مل گئی تھی۔

"میں ڈان سیگارو کو تلاش کروں گا۔" خالد بولا۔

"میرے ساتھ ہی اس سے ملاقات کرنا۔"

"یقیناً!" خالد نے کہا۔

"اسے بھی دیکھو میری مراد زاغ سے ہے۔"

"ہاں میں زیادہ دور نہیں جاؤں گا۔" خالد نے کہا پھر پھیکے انداز میں مسکرا کر بولا۔ "تاکہ تمہیں کوئی شک نہ ہو سکے۔" میں نے کوئی جواب نہیں دیا بہت دور آ چکی تھی ہر طرح کے مصائب ہر قسم کی مشقت بھگت رہی تھی اس لئے اب زیادہ احساس نہیں ہوتا تھا ورنہ اس سے قبل کبھی ایسے حالات کا تصور بھی نہیں کیا تھا۔ شام جھک آئی تھی موسم خنک تھا۔ ہوائیں آج کچھ زیادہ چل رہی تھیں ڈی پارلو کے متاثرین حسب معمول زندگی سے چمٹے ہوئے تھے۔ ایک انوکھا خیال میرے دل میں آیا اور میں اس پر غور کرنے لگی۔ منحوس سیگارو نے اپنے پاؤں مضبوط کرنے کے لئے ایک مکروہ عمل کیا تھا وہ یہ کہ بہت سے اجنبی مردوں کو اجنبی عورتوں پر مسلط کر دیا تھا۔ اگر ڈی پارلو ان تمام مسافروں کو کسی منزل پر پہنچانے میں کامیاب ہو گیا تو پھر ان کے تعلقات کی نوعیت کیا رہے گی۔ بڑی مشکلات پیدا ہو جائیں گی۔ اس سلسلے میں خالد نے میرے ساتھ جو تعاون کیا تھا وہ بہرطور قابلِ قدر تھا کم از کم مجھے کسی ایسی ذہنی اذیت کا شکار نہیں ہونے دیا تھا اس نے۔ خالد واپس آ کر میرے پاس بیٹھ گیا۔

"ڈان سیگارو ڈی پارلو پر ہے۔"

"کیوں؟" میں نے بے اختیار پوچھا۔

"یہ تو نہیں معلوم لیکن وہ اکثر اس پر جاتا رہتا ہے۔"

"میرا مطلب ہے کہ وہ اسے نقصان تو نہیں پہنچانا چاہتا۔"

"اوہ نہیں ابھی شاید ایسا نہ ہو اس بارے میں وہ اتنی جلد بازی نہیں کرے گا اس نے کوئی اعلان بھی نہیں کیا نہ ہی ابھی اس پر سے کوئی سامان منتقل ہوا ہے۔"

"زاغ ملا؟"

"وہ بھی نہیں نظر آیا۔"

"کیا مطلب۔ وہ کہاں گیا؟"

"پتہ نہیں نکل گیا ہوگا کسی طرف۔"

"اوہ خالد کہیں وہ سیگارو کے ساتھ ڈی پارلو پر تو نہیں ہے میرا مطلب ہے کہ کہیں۔ ہمارے بارے میں معلوم تو نہیں ہوگیا۔"

"اگر ایسا ہے تو پھر ہمیں سخت خطرے کا سامنا کرنا ہوگا۔" خالد سرسراتی آواز میں بولا ہم دونوں خصوصی طور پر زاغ کی گمشدگی سے پریشان ہوگئے۔ یہ خطرہ پیدا ہوگیا تھا کہ کہیں کالے منحوس پرندے کی اطلاع پر زاغ سیگارو کو ہوشیار نہ کردے دونوں شیطان تھے اور ان کا ان حالات کے باوجود گٹھ جوڑ ناممکن نہیں تھا خالد نے کہا۔ "مجھے اجازت دو روشنی کہ میں ماحول پر نگاہ رکھوں اگر وہ دونوں ساتھ نظر آتے ہیں تو پھر ہوشیار ہونا پڑے گا۔"

رات ہوگئی سونت گال نظر آگیا تھا موقع دیکھ کر ہم اس کے قریب پہنچے اور اس سے اپنی تشویش کا اظہار کیا۔

"خطرات ہمارے اردگرد بکھرے ہوئے ہیں ہمیں ان سے گھبرانا نہیں چاہئے تم یوں کرو سیگارو کے آدمیوں سے معلوم کرو کہ وہ کہاں ہے اور کب آئے گا ان سے کہو کہ تمہیں سیگارو سے انتہائی ضرورت کام ہے تم اس سے فوراً ملنا چاہتے ہو اگر ممکن ہو تو زاغ کے بارے میں بھی معلوم کرلو۔"

"ایسا کئے لیتا ہوں۔" خالد نے کہا پھر وہ وہاں سے چل پڑا سونت گال مجھ سے باتیں کرتا رہا تھا وہ زاغ کے بارے میں باتیں کررہا تھا اور اس نے الجھے ہوئے انداز میں کہا تھا۔

"یہ شخص بہت عجیب ہے میں آج تک اس کی شخصیت کے بارے میں کوئی اندازہ نہیں لگا سکا آخر یہ کیا چاہتا ہے کہاں جارہا تھا اور یہاں اتنا مطمئن کیوں ہے۔"

میں نے ان باتوں کا کوئی جواب نہیں دیا تھا خالد نے آکر بتایا کہ سیگارو اشیاء کے ذخائر کا جائزہ لینے گیا ہے اور زاغ اس کے ساتھ نہیں ہے یہ لوگ اسے پرندے والا کہتے ہیں۔"

☆------☆------☆

رات خوب گہری ہوگئی خوراک تقسیم ہوگئی لوگ شکم سیر ہوکر آرام کرنے لیٹ گئے۔ میں بھی خالد کے ساتھ بیٹھی ہوئی تھی کہ دو آدمی میرے پاس آگئے یہ سیگارو کے وہی ساتھی تھے جن سے خالد نے سیگارو کے بارے میں معلومات حاصل کی تھیں ہم دونوں سیگارو کے پاس پہنچ گئے۔

"کیا بات ہے جوان تم اپنے بادشاہ سے کچھ کہنا چاہتے ہو؟"

"ہاں عظیم اوٹر ویلبی سیگارو میرے پاس ایک انوکھی اطلاع ہے لیکن میں یہ اطلاع تنہائی میں دینا چاہتا ہوں۔"

"تنہائی!" سیگارو من موجی تھا اس کے ساتھی وہاں سے ہٹ گئے ڈان سیگارو کے خوشگوار موڈ سے اندازہ ہوتا تھا کہ کوئی خاص بات اس کے کانوں تک نہیں پہنچی ہے خالد نے کہا۔ "کیا عظیم بادشاہ کنگ آرکو سا سے واقف ہے؟"

"یہ کہاں کا بادشاہ ہے؟" سیگارو نے پوچھا۔

"یہ ایک بحری جہاز ہے اگر اوٹرویلبی کو اس کے بارے میں اطلاع نہیں ملی تو میں خوش نصیب ہوں کہ نئی مملکت کے شہنشاہ پر اس کا انکشاف کررہا ہوں۔" خالد چرب زبانی سے کام لے رہا تھا مگر اس کے خوشگوار اثرات مرتب ہورہے تھے جس کا اظہار سیگارو کے چہرے سے ہوتا تھا۔

"تو اس بحری جہاز کے بارے میں کیا کہنا چاہتا ہے؟" سیگارو کسی قدر سنجیدہ ہوگیا۔

"یہ جہاز بوسیدہ حالت میں اس جزیرے پر موجود ہے اس پر جابجا انسانی ڈھانچے بکھرے ہوئے ہیں اور اس کے ایک اسٹور میں چند کارٹن محفوظ ہیں جن میں ایک عظیم الشان خزانہ بھرا ہوا ہے آہ سونے چاندی کے زیورات بدھ مت کے پیروکاروں کے عقائد کے مطابق سونے کے مجسمے جن میں جواہر جڑے ہوئے ہیں۔"

اچانک سیگارو نے آگے بڑھ کر خالد کا گریبان پکڑ لیا اور اسے جھنجھوڑتے ہوئے

بولا۔ "کہاں ہے یہ سب کچھ کہاں ہے وہ جہاز تجھے اس کے بارے میں کیسے معلوم ہوا؟"

"میں اور میری ساتھی لڑکی جزیرے کی بھول بھلیوں سے گزرتے ہوئے ایک ساحل پر جانکلے۔ وہاں یہ جہاز لہروں کے دوش پر ایک ایسے پہاڑی سلسلے میں جا پھنسا ہے جو دولخت ہے مگر سمندر سے وہ نظر نہیں آتا۔ شاید اسی لئے سمندر کی سمت سے وہ نگاہوں سے محفوظ ہے جبکہ جزیرے کی سمت سے بھی وہ بمشکل نظر آتا ہے۔"

"اور تُونے اپنی آنکھوں سے اس میں جواہرات کے انبار دیکھے ہیں؟"

"اس کی گواہ میرے ساتھ ہے؟"

"تُو اس میں سے کوئی نمونہ ساتھ نہیں لایا؟"

"نہیں اس کے لئے میری ساتھی لڑکی نے منع کیا اس نے کہا کہ اس طرح ہم لوگ سیگارو کے عتاب کا شکار ہو جائیں گے یہ شہنشاہ کے اختیارات میں مداخلت کے مترادف ہوگا۔ پہلی بار اس خزانے کو چھونے کا حق اسے ہی حاصل ہے۔ پھر یہ سچ بھی ہے تیری اس قلمرو میں ہمیں تیرے احکامات کے مطابق جینا ہے جو کسی لالچ میں آکر تجھ سے منحرف ہوا ہے اپنے لئے عذاب خریدنے کے سوا اور کچھ نہیں حاصل ہوگا وہ یہاں سے جا کہاں سکتا ہے۔"

سیگارو باری باری ہمارا چہرہ دیکھنے لگا پھر بولا۔ "دیکھو نہ میں پاگل ہوں نہ ابنارمل یہ میرا نسلی معاملہ ہے میرے خاندان سے بادشاہت چھن گئی جبکہ میں بچپن سے بادشاہ بننے کے خواب دیکھتا رہا ہوں یہاں مجھے ان خوابوں کی تعبیر ملی ہے تو میں اپنے دبے ہوئے جذبوں کی تکمیل کر رہا ہوں اور اس کے لئے میں سب کچھ کر گزروں گا۔ یہاں کچھ لوگوں کے ذہنوں میں ابھی تک سرکشی پل رہی ہوگی تم دیکھ لینا ان میں سے کچھ ڈی پارلو کے اسٹیمر لے کر فرار ہونے کی کوشش بھی کریں گے مگر میں نے اس کا انتظام بھی کرلیا ہے میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ واقعی یہاں سے کوئی بھی نہیں نکل سکے گا۔ ان حالات میں اگر کوئی اس طرح مجھ سے تعاون کرے جس کا اظہار تم نے مجھ سے کیا ہے تو وہ میری آنکھوں کا تارا ہوگا اب بتاؤ تم نے جو کچھ کہا سچ ہے۔"

"بالکل سچ وہ ایسا ہی خزانہ ہے کہ انسان پاگل ہو جائے ہمیں اس کے عوض صرف آپ کی محبت چاہئے مسٹر سیگارو۔"

"ایسا کوئی جہاز میرے آدمیوں کی نگاہوں سے کیسے محفوظ رہا تعجب ہے ذرا مجھے

اس جگہ کی تفصیل بتاؤ۔"

"جزیرے پر میں کسی خاص نقطے کا حوالہ بھی تو نہیں دے سکتا اگر ہم یہاں سے سیدھے چلیں تو ایک مخصوص جگہ پہنچ کر ناریل کے ان درختوں کا سلسلہ ختم ہو جاتا ہے اس کے بعد ایک ناہموار میدان........" خالد نے تفصیل غلط نہیں بتائی تھی مگر وہ سمجھ میں نہ آنے والی تھی۔

سیگارو کھو گیا تھا کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد وہ بولا۔ "پھر مجھے بتاؤ میں کیا کروں؟"

"وہاں سے واپسی کے بعد میں سیدھا آپ کی تلاش میں نکلا مگر آپ یہاں موجود نہ تھے اب جس طرح بھی آپ پسند کریں میں آپ کو وہاں تک لے جانے کے لئے تیار ہوں۔"

"رات میں وہ جگہ تلاش کرلو گے؟"

"دن کی روشنی زیادہ بہتر رہتی ہے۔" خالد نے کہا۔

"میرا بھی یہی خیال ہے انتظامات بھی کرنے ہوں گے تُونے اس بارے میں کسی اور کو بھی بتایا ہے۔"

"اس کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا ڈان سیگارو۔" خالد نے کہا اور سیگارو سوچ میں ڈوب گیا پھر بولا۔

"ٹھیک ہے اپنی عورت کے ساتھ آرام کر صبح تجھے جلدی جاگنا ہوگا جاؤ۔" ہم وہاں سے اٹھ گئے اور اپنی جگہ آگئے۔ خالد نے ٹھنڈی سانس لے کر مسکراتے ہوئے کہا۔

"اب ساری رات نہ اسے نیند آئے گی نہ مجھے وہ خزانے کے لئے جاگتا رہے گا اور میں اس پروگرام کی کامیابی کے لئے۔ ویسے تمہارے خیال میں اس سے ہونے والی گفتگو مناسب رہی.........."

"ہاں بہت مناسب' لفاظی میں تو تم یکتا ہو خالد تمہاری باتوں میں کون نہیں آسکتا۔" میں نے کہا اور خالد ہنسنے لگا پھر بولا۔ "میرے دل کا وہ حصہ جہاں تمہاری باتوں کے زخم لگتے ہیں اب بے حس ہوگیا ہے۔ نئی ضربیں اسے کوئی خاص نقصان نہیں پہنچاتیں بس ایک ہلکی سی کسک کے سوا' شب۔ بخیر۔" اس نے میری طرف سے کروٹ بدل لی۔

☆------☆------☆

دوسری صبح سورج نے سر بھی نہ ابھارا تھا کہ ڈان سیگارو کے آدمی آگئے انہوں نے مجھے اور خالد کو جگا دیا تھا۔ ہمیں ان کے ساتھ ساحل پر جانا پڑا ساحل پر ایک بڑا اسٹیمر لہروں پر ہچکولے لے رہا تھا۔ سیگارو چھ مسلح افراد کے ساتھ اسٹیمر میں موجود تھا انہوں نے خوشگوار موڈ میں ہمارا استقبال کیا تھا۔

"میں نے تمہارے لئے ناشتے کا بندوبست اسٹیمر پر ہی کرلیا ہے کافی اور سینڈوچ تمہیں تازہ دم کردیں گے کیا یہاں سے اسٹیمر اسٹارٹ کردیں۔"

"پروگرام بدل دیا ہے ڈان سیگارو؟" خالد نے پوچھا۔

"بالکل نہیں ایک سمندری جہاز پانی میں ہی سفر کرتا ہوا چٹانوں یا پہاڑوں تک پہنچا ہوگا اور یقیناً ساحل سے دور نہ ہوگا خشکی کا مشکل راستہ عبور کرنے کے بجائے ہم سمندری سفر کیوں نہ کریں زیادہ سے زیادہ ہمیں تلاش میں دیر لگ جائے گی۔"

"ہاں کوئی حرج تو نہیں ہے۔" خالد نے کہا ایک لمحے کے لئے اس کے چہرے پر تشویش کے آثار نظر آئے تھے لیکن ڈان سیگارو خود بھی احمق تو نہیں تھا اس کا کہنا کافی حد تک درست تھا۔ میرے اپنے خیال کے مطابق اس طرح سفر میں آسانی بھی ہوجاتی اور ہمارا کوئی نقصان بھی نہیں تھا کیونکہ بہرطور ڈان سیگارو کو کنگ آرکوسا پر ہی پہنچنا تھا۔ چنانچہ خالد نے بھی فوری طور پر یہی فیصلہ کیا اور اسی فیصلے کے تحت اس نے آمادگی کا اظہار کردیا سٹیمر اسٹارٹ ہوکر رخ تبدیل کرنے لگا اور ہمارے لئے منہ ہاتھ دھونے کو پانی وغیرہ مہیا کردیا گیا منہ ہاتھ دھوکر ہم نے بہترین قسم کی کافی اور تازہ سینڈوچ لئے پہلی بار اس بات کا علم ہوا تھا کہ جہاز پر موجود اشیاء ڈان سیگارو کے لئے کھلی ہوئی ہیں آخر بادشاہ اور اس کے ساتھی عام لوگوں کی خوراک تو نہیں کھا سکتے تھے جو زیادہ تر ناریل کے پانی اس کے ٹکڑوں اور سمندری مچھلیوں پر مشتمل تھی۔ ڈان سیگارو نے یہی احکامات دیئے تھے کہ جزیرے کی رعایا اپنے مستقبل کے لئے اپنے آپ کو خوراک کا عادی بنائے اور وہ نامعلوم پھل مچھلیاں اور کوکونٹ استعمال کرے بہرطور ڈان سیگارو نے تو ایک مکمل منصوبہ ہی پیش کردیا تھا اپنی مملکت کا جس پر ابھی تک کام کا آغاز نہیں ہوا تھا غالباً اس لئے کہ تقدیر نے ان لوگوں کا مستقبل محفوظ کردیا تھا جو یہاں آپھنسے تھے۔

کافی نے وہ لطف دیا کہ ہم پر سحر سا طاری ہونے لگا بہرحال اس کے بعد ہم مستعد

ہوگئے تھے خالد نے ایک بار سوالیہ نگاہوں سے مجھے دیکھا تھا اور میں نے نہایت محتاط طریقے سے اسے سمجھایا تھا کہ ڈان سیگارو کے اس عمل میں ہمارا کوئی خاص نقصان نہیں ہے ویسے بھی ایڈن مارکو ہماری طرف سے غیر مستعد نہیں ہوگا مجھے وہ دوربینیں یاد تھیں جو ڈی پارلو کا احاطہ کئے رہتی تھیں اور ایڈن مارکو ڈی پارلو کی طرف سے ہونے والی ہر کارروائی سے باخبر رہتا تھا اس وقت بھی یقیناً وہ بے خبر نہیں ہوگا۔

اسٹیمر کی رفتار بہت سست تھی میں اور خالد ساحل پر نگاہیں جمائے ہوئے تھے ہم ذہنی طور پر خشکی کے اس راستے کا بھی تجزیہ کررہے تھے جس سے گزر کر ہم کنگ آرکوسا تک پہنچے تھے ساحل پر جابجا ایسے پہاڑی سلسلے تھے جن پر شبہ ہوسکتا تھا لیکن اب گہری نگاہوں سے ان کا تجزیہ ہورہا تھا۔ سیگارو نے ایک جگہ اسٹیمر کی رفتار بالکل ختم کرادی اور انگلی سے اشارہ کرکے بولا۔

"ذرا ان دو پہاڑوں کو غور سے دیکھو جنہیں ایک ملاح ہونے کی حیثیت سے تمہارے بیان کردہ واقعات کی روشنی میں ان پہاڑوں پر شبہ کیا جاسکتا ہے کیونکہ سمندر کا گہرا پانی انہیں بہت بلندی تک چھپائے ہوئے ہے۔"

"نہیں ڈان یہ وہ جگہ نہیں ہے؟"

"یقین سے کہہ رہے ہو؟"

"ہاں۔"

"اس کی کوئی خاص وجہ؟"

"وہ دونوں پہاڑ ان سے کہیں زیادہ بلند اور ان کی نسبت بہت نوکیلے ہیں۔"

"چلو۔" سیگارو نے اسٹیمر چلانے والے سے کہا اور اس نے رفتار بڑھا دی۔ اس طرح یہ سفر زیادہ تکلیف دہ نہیں تھا جبکہ خشکی کے راستے پر سفر کرکے شدید تھکن ہوجاتی تھی ہم اندازے قائم کرتے جارہے تھے بالآخر وہ پہاڑ نظر آگئے۔

"ڈان سیگارو وہ جگہ ہوسکتی ہے۔" خالد نے اچانک کہا اور سیگارو نے دونوں ہاتھ اٹھا دیئے۔ اسٹیمر رک گیا سیگارو نے طاقتور دوربین آنکھوں سے لگائی اور پہاڑوں کا جائزہ لینے لگا دور سے دو لخت پہاڑ جڑے ہوئے نظر آتے تھے لیکن طاقتور دوربین ہر حقیقت واضح کررہی تھی۔ سیگارو اسے آنکھوں سے لگائے رہا پھر اس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"ہاں ایسا ہوسکتا ہے لو تم بھی انہیں غور سے دیکھو۔" اس نے دوربین خالد کو

دے دی خالد غور سے ادھر دیکھتا رہا پھر میں نے دوربین مانگی مجھے کچھ شبہ ہو گیا تھا کہ یہ وہی جگہ ہے لیکن میں وہ اندازہ بھی لگانا چاہتی تھی کہ کہیں ایڈن مار کو کوئی ایسا نشان تو نہیں چھوڑ گیا جس سے وہاں کسی اور کی موجودگی کا احساس ہو جائے۔ خالد نے دوربین مجھے دے دی اور میں نے گہری نگاہوں سے اس جگہ کا پورا پورا اندازہ لگایا درحقیقت ایڈن مار کو بھی محتاط انسان تھا وہاں ویرانی چھائی ہوئی تھی اور کسی چڑیا کے بچے کا بھی اندازہ نہیں ہوتا تھا میں نے مطمئن انداز میں گردن ہلا کر دوربین ڈان سیگارو کے حوالے کر دی اور کہا۔ "گریٹ کنگ یہی وہ جگہ ہو سکتی ہے۔"

ڈان سیگارو نے ٹھنڈی سانس لی پھر اس نے اپنے آدمیوں کی ترتیب کی اور اسٹیمر کا رخ ساحل کی جانب موڑ دیا اور کہنے لگا۔

"پہاڑوں کے دامن میں اتنا گہرا پانی موجود ہے کہ ہم خشکی تک پہنچ سکیں کیا تم نے اس بات کا اندازہ لگایا تھا جوان کہ اگر ہم کنگ آرکوسا کے قریب اسٹیمر کے ذریعے پہنچنا چاہیں تو ہمیں گہرے پانیوں کا سفر نہ کرنا پڑے۔"

"نہیں مسٹر ڈان سیگارو مجھے سمندر کا کوئی اندازہ نہیں ہے۔"

"خیر اس کے لئے تم بے فکر رہو کوئی نہ کوئی حل تلاش کر ہی لیا جائے گا۔" ڈان سیگارو نے کہا۔

اسٹیمر بڑی سُست روی سے پہاڑوں کی جانب بڑھ رہا تھا اور ڈان سیگارو کے انداز سے صاف ظاہر ہوتا تھا کہ ہم پر اعتبار کرنے کے باوجود کسی بھی طرح غیر مستعد نہیں ہے بعض اوقات دل آنے والے لمحات کے تصور سے کانپ اٹھتا تھا کیونکہ ڈان سیگارو اپنے آدمیوں کو مسلح کر کے لایا تھا۔ پتہ نہیں ایڈن مار کو اتنی ہی ذہانت سے اس کا استقبال کر بھی پائے گا یا نہیں کیونکہ ایک جانب صرف ایک بحری جہاز کا کپتان تھا جو اپنے مشکل میں پھنسے ہوئے ساتھیوں کے ساتھ یہاں وقت گزار رہا تھا اور دوسری جانب ایک جرائم پیشہ شخص جو ایک بدترین قاتل تھا۔

اسٹیمر پہاڑوں کے درمیان داخل ہو گیا پہاڑی دیوار کے دوسری سمت مڑتے ہی کنگ آرکوسا نظر آ گیا تھا میرے دل کی دھڑکنیں تیز ہو گئیں آرکوسا کو دیکھ کر سیگارو نے پھر ہاتھ اٹھائے اور اسٹیمر کا انجن بند ہو گیا سیگارو پھر دوربین سے اس کا جائزہ لینے لگا۔

"کارگو شپ ہے۔" اس نے کہا پھر خاموشی سے اسے دیکھتا رہا پھر بولا۔ "وہاں

کوئی زندہ شخص نہیں ملا؟"

"نہیں۔" خالد نے جواب دیا۔

"ہو سکتا ہے وہ تمہیں دیکھ کر پوشیدہ ہو گئے ہوں۔"

"ہم نے بہت دیر تک اس کا قدرے جائزہ لیا تھا۔"

"کوئی آہٹ نہیں ملی؟"

"بالکل نہیں۔"

"اصل میں جس طرح یہ جہاز وہاں تک پہنچا اس سے یہ اندازہ تو ہوتا ہے کہ طوفانی لہروں نے اسے ان پہاڑوں کے بیچ میں ٹھونس دیا اور وہ یقیناً خوب زور سے ان سے ٹکرایا جس کے نتیجے میں وہ یہاں پھنس گیا لیکن ایک اور احساس بھی ہوتا ہے۔"

"وہ کیا اوٹر ویلبی۔" سیگارو کے ایک ساتھی نے پوچھا۔

"اس وقت لہروں کا زور ٹوٹ گیا تھا جب یہ پہاڑوں کے درمیان آیا یا ان پہاڑوں نے لہروں کو روک لیا ورنہ جہاز اس قدر سالم نہ ہوتا اس کے وہ حصے محفوظ ہیں جو پوری طاقت سے ٹکرانے پر ان پہاڑوں سے نقصان اٹھا سکتے تھے۔"

"اوہ ہاں عظیم کپتان کا کہنا درست ہے۔" سیگارو کے ساتھی نے کہا میں نے دل میں اس کی سمندری مہارت کا اعتراف کیا تھا بہر حال وہ بحری قزاق تھا۔

"اس طرح اس پر موجود تمام افراد کا مرجانا مشکل لگتا ہے مگر ہو سکتا ہے وہ زخمی ہونے کی وجہ سے جانبر نہ ہو سکے ہوں کیونکہ وہاں زندگی کے آثار نہیں ملتے جیکس اسے بائیں سمت لے چلو۔" ڈان سیگارو نے ملاح سے کہا اور اسٹیمر پھر اسٹارٹ ہو کر آگے بڑھ گیا۔ بائیں سمت باقاعدہ ساحل تھا جس پر ریت پھیلی ہوئی تھی اور خشکی پر جانے کا اس سے بہتر راستہ نہیں تھا۔

اسٹیمر گہرے پانی میں اس جگہ تک پہنچ گیا جہاں تک پہنچ سکتا تھا اور یہاں سے زمین نظر آ رہی تھی صاف شفاف پانی زیادہ سے زیادہ گھٹنوں تک تھا اور اس کے بعد بھوری خشک ریت سب سے پہلے دو رائفل بردار خشکی پر کودے اور آگے بڑھ کر ریت پر پہنچ گئے۔ پھر مجھے اور خالد کو ریت پر اتارا گیا اس کے بعد ڈان سیگارو پیچھے باقی افراد' اسٹیمر کو محفوظ کر دیا گیا تھا اور وہ پانی میں ساکت تھا ایک آدمی کو اسٹیمر پر ہی چھوڑ دیا گیا تھا تاکہ وہ اسٹیمر کی حفاظت کرے یہ سارے معاملات چل رہے تھے میں درحقیقت اندر ہی اندر کانپ رہی تھی دیکھیں اس مہم جوئی کا کیا نتیجہ نکلتا ہے ہم لوگ

ایک ایک قدم پھونک پھونک کر رکھتے ہوئے آگے بڑھ رہے تھے ماحول کا سناٹا چیخ رہا تھا ڈان سیگارو کی عقابی نگاہیں ہر سمت کا جائزہ لے رہی تھیں کم بخت بہت ہی شاطر اور تیز انسان تھا کہنے لگا۔

"یہ بالکل ایک نئی اور انوکھی جگہ دریافت ہوئی ہے میں سمجھتا ہوں یہاں بہت سے افراد بآسانی چھپ سکتے ہیں کنگ آرکوسا والوں کی بدقسمتی ہی کہی جاسکتی ہے کہ وہ یہاں تک زندہ نہ پہنچ سکے آہا ادھر دیکھو وہ ایک باقاعدہ پل بنا ہوا ہے نہیں میرے دوست نہیں بالکل نہیں سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔" سیگارو رک گیا۔

میری جان نکل گئی تھی خالد بھی شاید بمشکل ہی اپنے آپ کو قابو میں کرسکا تھا ڈان سیگارو نے کہا۔

"یہ تختہ کنگ آرکوسا کے جھکے ہوئے حصے پر کس نے پہنچایا یہ تو ایک باقاعدہ راستہ بنایا گیا ہے۔" خالد نے اس موقع پر فوراً ہی حاضر دماغی کا ثبوت دیا اور بولا "نہیں ڈان یہ ہماری حاضر دماغی ہے۔"

"کیا مطلب؟" ڈان سیگارو بولا۔

"یہ ٹوٹا ہوا تختہ بے ترتیب پڑا ہوا تھا اس کا ایک سرا کنگ آرکوسا سے اوپری سمت اٹکا ہوا تھا باقی سب نیچے تھے میں نے اور میری ساتھی لڑکی نے اوپری حصے کو پوری قوت سے اوپر سرکا کر اوپر تک جانے کا راستہ بنایا تھا اصل میں ہمیں بھی اسے دیکھنے کا تجسس پیدا ہوگیا تھا۔"

ڈان سیگارو نے ایک نگاہ ہم دونوں پر ڈالی اور آہستہ سے بولا۔ "تم لوگ بہت طاقتور ہو اس تختے کو صرف دو آدمی اٹھا کر اوپر تک نہیں پہنچا سکتے لیکن تم کہتے ہو تو درست ہی ہوگا اب تم پر کسی قسم کا شبہ کرنے کو جی نہیں چاہتا۔"

"ڈان سیگارو اب ہمارے درمیان شک و شبے کا رشتہ نہیں رہنا چاہئے۔" خالد نے کہا۔

"اوہ نہیں میرے دوست اصل میں محتاط رہنا میری فطرت کا حصہ ہے لیکن اگر تم اس بات کا اعتراف کرتے ہو تو درست ہی ہوگا میں نے یہ جملے صرف یہ سوچ کر کہے تھے کہ کہیں کچھ لوگ اطراف میں پوشیدہ نہ ہوں خیر چھوڑو آؤ آگے چلتے ہیں یہ تختہ اوپر جانے کے لئے مضبوط ہے نا؟"

"بالکل مضبوط ہے۔" غالباً ایڈن مارکو نے یہاں ذہانت کا ثبوت دیا تھا کہ تختے کے

آس پاس کسی قسم کے قدموں کے نشان نہیں چھوڑے تھے اول تو پانی کی لہریں یہاں تک پہنچ کر ایسے ہر نشان کو معدوم کر دیتی تھیں لیکن پھر بھی تھوڑے بہت نشان رہ جانے کا خدشہ ہو سکتا تھا ایڈن مارکو نے اس کا خیال رکھا تھا اور یہ دو بحری معاملات کے ماہروں کی ذہانت تھی ورنہ سچی بات ہے ہم لوگ ان باتوں کا خیال نہ رکھتے ڈان سیگارو ہزاروں وسوسوں کے بعد بالآخر کنگ آرکوسا کے عرشے پر پہنچ گیا وہ کسی چوکنے چیتے کی مانند اطراف پر نگاہیں بھی جمائے ہوئے تھا اور اس کے کان بار بار ہل رہے تھے جیسے ہر آہٹ کو سننے کی کوشش میں مصروف ہوں۔ میرے ذہن میں وہ لمحات آئے جب میں نے جہاز پر بچے کے رونے کی آواز سنی تھی کہیں بچہ ہی دوبارہ نہ رو پڑے یہ تمام تشویش سینے میں چھپائے ہوئے ہم آہستہ آہستہ اس طرف بڑھنے لگے جہاں بالآخر ہمیں ڈان سیگارو کو لے جانا تھا۔

سیگارو رک رک کر کنگ آرکوسا پر تبصرے کر رہا تھا اس نے یہاں بھی ایک رائفل بردار کو چھوڑ دیا اور ہمارے ساتھ آگے بڑھتا رہا میری جان آنکھوں میں سمٹ آئی تھی سر بری طرح چکرا رہا تھا بار بار قدم لڑکھڑانے لگے تھے پھر وہ کارٹن نظر آگئے جن کی تعداد اب بڑھ گئی تھی۔

"یہ............ یہ............ یہ............" خالد کے منہ سے پھنسی پھنسی آواز نکلی۔

"خزانہ ان میں ہے؟"

"ہاں!"

"یہ سب بھرے ہوئے ہیں!؟"

"میں نے صرف چند دیکھے ہیں۔" خالد بولا بس یہاں ڈان سیگارو سے غلطی ہوئی تھی اور یہ غلطی ہونی تھی کیونکہ انسان کی فطرت میں لالچ ہی ایک ایسی شے ہے جو اسے برباد کرتی ہے۔

"دیکھو!" سیگارو نے کہا اور اس کے ساتھی رائفلیں پھینک کر کارٹنوں پر ٹوٹ پڑے۔ پھر جو کچھ ہوا وہ دیر میں ہی سمجھ میں آیا تھا کارٹنوں کے اوپری سرے جیسے ہی کھلے ان میں سے ایڈن مارکو کے ساتھی نکل پڑے اور نکلتے ہی وہ اپنے سامنے موجود ہر شخص پر پل پڑے۔ چونکہ سیگارو اور اس کے ساتھی یہاں مستعد نہیں تھے اس لئے مار کھا گئے ان کی تعداد بھی کم تھی جبکہ ایڈن نے کارٹنوں میں اضافہ کرکے اپنے بقیہ

ساتھیوں کو بھی یہاں بلالیا تھا۔ وہ سب بھی ہنگامہ کا آغاز ہوتے ہی کارٹنوں سے نکل پڑے اور سیگارو کے ایک ایک ساتھی کو کئی کئی افراد مارنے لگے۔ سیگارو نے ایک رائفل پر جھپٹا مارا تو مارکو کے ساتھی نے اسے سیگارو سے پہلے اٹھالیا اور بدحواسی کے عالم میں اسے نال سے پکڑ کر لاٹھی کی طرح اس کا کندہ سیگارو کے سر پر دے مارا۔ سیگارو کا سر پھٹ گیا اور وہ خون میں نہا گیا خون اگر اس کی آنکھوں میں نہ رینگ آتا تو وہ مشکل ہی سے قابو میں آتا پھر بھی اس نے مارکو کے دو ساتھیوں کو سر سے بلند کر کے پٹخا تھا اس کے دوسرے ساتھی بھی زخمی ہو کر ہی قابو میں آئے تھے خالد میرا ہاتھ پکڑ کر ایک گوشے میں سمٹ گیا تھا میں نے کپکپاتی آواز میں خالد سے کہا۔

"کہیں اس کا وہ ساتھی نہ آجائے جو باہر موجود ہے وہ رائفل استعمال کر سکتا ہے" خالد نے ایڈن مارکو کو متوجہ کیا اور میرا خدشہ اس سے ظاہر کیا تو مارکو مسکرا کر بولا۔

"نہیں اس کا انتظام باہر ہی کر لیا گیا ہے بلکہ اس شخص کا بھی جو اسٹیمر کی حفاظت کے لئے چھوڑ دیا گیا تھا میرے پانی میں چھپے ہوئے ساتھیوں نے اس پر آسانی سے قابو پالیا ہو گا۔"

مارکو کے ساتھی بے ہوش سیگارو کو باہر لائے تو میں نے اس شخص کو اس جال میں لٹکا ہوا پایا جس میں پہلی بار ہم دونوں کو جکڑ کر اٹھایا گیا تھا غالباً جال کو ہلا ہلا کر پتھروں سے ٹکرایا گیا تھا جس کی وجہ سے وہ شخص زخمی ہو کر بے ہوش ہو گیا تھا اس کی رائفل بھی جال میں پڑی ہوئی تھی اور جال کے چھوٹے خانوں سے خون کے قطرے ٹپک رہے تھے۔ ایڈن مارکو کے اس بیان کی تصدیق بھی ہو گئی جو اس نے اسٹیمر کے محافظ کے سلسلے میں دیا تھا کنگ آرکوسا کے سمندر کی طرف والے حصے سے ہم نے اسٹیمر کو دیکھا جو بالکل صاف نظر آرہا تھا یہاں مارکو کے تین آدمی موجود تھے اور سیگارو کا رائفل بردار رسیوں سے بندھا پڑا تھا۔

"تو یہ ہے بحری قزاق ڈان سیگارو!" ایڈن مارکو نے سیگارو کو دیکھتے ہوئے کہا پھر بولا۔ "اس شاندار کامیابی پر میں تم دونوں کو دلی مبارکباد پیش کرتا ہوں۔"

"اب ہمیں کیا کرنا ہو گا مسٹر مارکو؟" خالد نے پوچھا۔

"منصوبہ تیار ہے بلکہ سیگارو نے اسٹیمر استعمال کر کے ہمارا کام اور آسان کر دیا ہے۔ ہم سات افراد مجھ سمیت ڈان سیگارو کے ان ساتھیوں کے لباس پہن کر ڈی پارلو

کی طرف چلتے ہیں۔ سیگارو کی یہ رائفلیں اسی کے ساتھیوں پر استعمال ہوں گی ادھر سونت بھی ہمارا ساتھ دے گا چونکہ اب سیگارو انہیں کمانڈ نہیں کر سکے گا اس لئے ان پر قابو پانا مشکل نہ ہو گا لیکن کہیں سر پھرے مسافر تو اس کا ساتھ دینے پر آمادہ نہ ہو جائیں گے۔"

"ناممکن ہے مسٹر مارکو۔"

"خیر اب جو کچھ بھی ہے مقابلہ تو کرنا ہو گا۔" مارکو اپنے آدمیوں کو ہدایات دینے لگا اور وہ تیاریوں میں مصروف ہو گئے دل بیٹھ رہا تھا یہ سب کچھ بھی دیکھنا تھا۔ میری سوچ میری بساط سے باہر تھا یہ سب کچھ لیکن تقدیر نے مجھے کچھ اس خطرناک مہم کا ایک اہم حصہ بنا ڈالا تھا۔

☆------☆------☆

ایڈن مارکو کے ساتھیوں نے ڈان سیگارو کے آدمیوں کا لباس پہن لیا اور تیار ہو گئے خود ڈان سیگارو کا لباس ایڈن مارکو نے استعمال کیا تھا جو اس کے جسم پر بہت ڈھیلا ڈھالا تھا اس کے خون آلود حصے صاف کر لئے گئے تھے۔ ایڈن مارکو نے اپنے ساتھیوں کو مستعد کر دیا تھا اور ڈان سیگارو کے تمام آدمیوں کو رسیوں سے کس کر وہیں کنگ آرکوسا پر ڈال دیا گیا تھا میں اور خالد ایڈن مارکو کے ان ساتھیوں کے ساتھ اسٹیمر پر سوار ہو گئے راستے میں خالد ایڈن مارکو کو ان مورچوں کے بارے میں تفصیلات بتاتا رہا تھا راستے میں ایڈن مارکو نے کہا۔

"اگر میرے ساتھی میرے دوست سونت گال کو کہیں سے ہتھیار دستیاب ہو جاتے تو وہاں وہ ہمارا بہترین مددگار ثابت ہو سکتا تھا ہو سکتا ہے ابتدائی طور پر ڈان سیگارو کے آدمی ہم پر توجہ نہ دے سکیں بس ایک مورچہ ہمارے قبضے میں آجائے اس کے بعد ہم ساری صورت حال سے آسانی سے نمٹ لیں گے۔ اس کے باوجود تم لوگوں کو کسی قسم کے خوف کا شکار نہیں ہونا چاہئے مہماتی زندگی اپنا ایک الگ مزاج رکھتی ہے اور یقین کرو جب خطرات زندگی کو خوف کا شکار بنا دیتے ہیں تو موت سے لڑنے میں اتنا لطف آتا ہے کہ ناقابلِ بیان۔" راستے بھر اسی قسم کی گفتگو ہوتی رہی تھی اور میرا دل خوف سے لرزتا رہا تھا۔

خالد پر اپنی دلی کیفیات کا اظہار نہیں کر سکتی تھی میرے ہاتھ پاؤں بے جان ہو رہے تھے۔ خالد نے سرگوشی کے انداز میں مجھ سے کہا۔ "اس جنگجوئی کے درمیان

تم اطمینان سے اسٹیمر پر ہی رہنا مجھے ان لوگوں کے ساتھ حصہ لینا پڑے گا۔"

ہم ڈی پارلو کے نزدیکی ساحل سے کافی دور تھے تبھی ہمیں اندازہ ہو گیا کہ یہاں کچھ ہو چکا ہے ڈی پارلو کے مسافر ٹولیاں بنائے کھڑے تھے اور کچھ لوگ بھاگ دوڑ کرتے نظر آ رہے تھے ڈی پارلو کے عرشے پر بھی کچھ لوگ کھڑے نظر آئے مارکو نے طاقتور دوربین سے اِدھر دیکھا اور پُر مسرت لہجے میں بولا۔

"آہا لگتا ہے وہاں میرا دوست سونت گال کچھ گل کھلا چکا ہے وہ عرشے پر موجود ہے اور ہمیں دوربین سے دیکھ رہا ہے۔" ایڈن مارکو وہیں سے ہاتھ ہلا ہلا کر مسرت آمیز آوازیں نکالنے لگا ہم ساحل پر پہنچ گئے فرانسیسی پولیس کے تجربے کار افسر کو جیسے ہی موقع ملا اس نے وہاں سیگارو کے مورچہ برداروں پر قابو پا لیا اس کے ساتھی سپاہی اس وقت مسلح تھے اور مسافروں کے درمیان دندناتے پھر رہے تھے۔ پتہ چلا کہ سونت گال کی کارروائی میں زیادہ تر مسافر غیر جانبدار رہے باقی نے سونت گال کے ساتھ تعاون کیا تھا اور اب ڈان سیگارو کے ساتھی بندھے پڑے ہوئے تھے۔

معلومات کا تبادلہ ہوا پھر طے ہوا کہ اسی اسٹیمر سے پہلے سیگارو اور اس کے ساتھیوں کو یہاں منتقل کیا جائے پھر ایڈن مارکو کے ساتھی یہاں لائے جائیں۔ اس کام کا آغاز ہو گیا اسٹیمر مارکو اور اس کے ایک ساتھی کے ساتھ واپس چلا گیا اور پھر مسلسل چکر لگانے لگا۔ میں اور خالد تھکے تھکے ایک طرف بیٹھے تھے خالد نے کہا۔

"میں تمہیں ایک بار پھر نئی زندگی کی طرف واپسی کی مبارک باد دیتا ہوں!" میں نے یاس بھری نگاہوں سے اسے دیکھا اور خاموش ہو گئی جس کا کوئی مستقبل نہ ہو اسے کسی بات سے کیا خوشی ہو سکتی ہے اس کا فیصلہ خود اس کے لئے کتنا مشکل ہے کے بتاتی۔

شام ہو گئی کام جاری رہا اچانک خالد کو کچھ خیال آیا اور اس نے سرگوشی کے انداز میں کہا۔ "روشنی ایک بات پر تم نے غور کیا۔"

"کیا؟"

"زاغ کہاں ہے ہم ایک ایک شخص کو دیکھ چکے ہیں کیا وہ ایک بار بھی تمہیں نظر آیا؟" میں چونک پڑی واقعی پورے دن کی ہنگامہ خیزیوں میں زاغ کی شکل ایک بار بھی نہیں نظر آئی تھی۔

میں حیرانی سے خالد کی صورت دیکھنے لگی۔ واقعی اس افراتفری میں ہم زاغ کو

بالکل بھول گئے تھے حالانکہ کالے باز کو دیکھ کر ہم اس وحشت کا شکار ہو گئے کہ ممکن ہے زاغ، سیگارو کو ہوشیار کر دے ایسا تو نہیں ہوا تھا لیکن زاغ غائب تھا۔

"ہو سکتا ہے وہ جزیرے میں کہیں اور نکل گیا ہو، جائے گا کہاں.........." کچھ دیر کے بعد میں نے کہا۔

"ہر شخص سنسنی کا شکار ہے میرے خیال میں اس وقت مسافروں میں سے ایک بھی شخص کہیں اور نہیں ہے، خیر ہو گا کہیں جہنم میں جائے۔" خالد بولا۔

شام، رات میں تبدیل ہو گئی سونت گال، ایڈن مارکو کے ساتھ ڈی پارلو پر تھا سیگارو اور اس کے ساتھیوں کو جہاز پر منتقل کر دیا گیا تھا مارکو بھی اپنے ساتھیوں کے ہمراہ ڈی پارلو پر ہی پہنچ گیا تھا رات کو تقریباً دس بجے پارلو اور ساحل کے درمیان سفر کرنے والا اسٹیمر ساحل سے لگا اور چند لوگ "خالد.......... خالد" پکارتے ہوئے آئے یہ مارکو کے ساتھی تھے خالد اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔

"مسٹر خالد آپ کو مسٹر مارکو نے جہاز پر طلب کیا ہے آپ کے ساتھ ایک خاتون بھی ہیں؟"

"انہیں بھی بلایا گیا ہے؟" خالد نے پوچھا۔

"ہاں.........." جواب ملا اور خالد میری طرف دیکھنے لگا میں چلنے پر آمادہ ہو گئی تھی اسٹیمر نے ہمیں پارلو پر پہنچا دیا جہاں مارکو اور سونت گال نے میرا استقبال کیا تھا۔

"ہم معذرت خواہ ہیں دوستو کہ انتظامی امور میں مصروف ہونے کی وجہ سے تم سے رابطہ نہیں کر سکے اب کہیں جا کر فرصت ملی ہے۔ اصل میں تم دونوں اس عظیم الشان کامیابی کے اہم ستون ہو فرصت ملتے ہی میں نے تم دونوں کو بلا بھیجا۔" مارکو نے کہا۔

"ہمیں آپ کی مصروفیت کا اندازہ ہے مسٹر مارکو.........." میں نے کہا۔

"کیا تم لوگ رات کا کھانا کھا چکے ہو..........؟" سونت گال نے پوچھا۔

"ہاں........ جزیرے کے اصول کے مطابق........" میں ہنس کر بولی اور سونت گال بڑبڑا اٹھا۔

"لعنت ہے اس کھانے پر، مچھلیاں چباتے چباتے اور ناریل کا پانی پی پی کر معدہ تباہ ہو گیا ہے۔"

"کھانا تیار کرایا ہے ہمارے ساتھ کچھ کھاؤ اور نہ کھا سکو تو کافی ساتھ ہی پئیں

گے۔" ایڈن مارکو نے پیش کش کی پھر یہ دونوں ہمیں ساتھ لئے پارلو کے ایک اوپن
ایئر حصے میں آبیٹھے۔ مارکو اچھا انسان تھا کہ اس نے ہمیں یاد رکھا تھا۔ معمولی سا کھانا تھا
خالد نے تھوڑا سا کھانا ان کے ساتھ کھایا میں نے دوبارہ معذرت کرلی تھی البتہ کھانے
کے دوران میں نے مارکو سے جولیس اور ایلیسی کے بارے میں پوچھا۔

"جولیس شدید ذہنی ہیجان کا شکار ہے یہاں سے نجات مل جانے کے تصور سے وہ
شادی مرگ کی سی کیفیت کا شکار ہو رہی ہے یہاں جہاز کے ہسپتال میں مجھے کچھ خواب
آور دوائیں مل گئی تھیں میں نے اسے دوا دے کر سلا دیا ہے۔"

وہ کھانے سے فارغ ہوئے تو کافی آگئی کافی پیتے ہوئے مارکو نے کہا۔ "جہاز کے
ایندھن کے ذخائر نہایت تسلی بخش ہیں ہم بآسانی مصر پہنچ سکتے ہیں اس کے علاوہ اس
میں خوراک کے محفوظ ذخائر بھی نہایت مناسب تعداد میں موجود ہیں ہمیں ڈی پارلو کو
روانگی کے لئے تیار کرنے میں دو دن لگ جائیں گے تیسرے دن ہم لنگر اٹھا دیں
گے۔"

"کیا ہم یہاں سے الجزائر جائیں گے مسٹر مارکو..........؟"

"نہیں بے بی کچھ قانونی وجوہات کی بنا پر ایسا کرنا مناسب نہیں ہوگا۔"

"مسٹر سونت گال بھی مصر جائیں گے..........؟"

"نہیں سونت گال کو تیونس کے ساحل کے قریب کھلے سمندر میں اتار دیا جائے گا
جہاں سے وہ اسٹیمر کے ذریعے قیدیوں کو لے کر پہلے تیونس جائیں گے پھر وہاں سے
الجزائر روانہ ہو جائیں گے۔ اصل میں ڈی پارلو کی حیثیت اب ایک گمشدہ جہاز کی ہے
بیشتر ممالک کو اس کی گمشدگی کی اطلاع دے دی گئی ہوگی اور یہ جہاں بھی پہنچے گا پھر
عرصہ دراز تک وہاں سے آگے نہ بڑھ سکے گا اس پر میری کپتان کی حیثیت بھی نہیں
ہوگی جبکہ میرا مصر جانا ضروری ہے اس لئے میں اسے مصر لے جاؤں گا میرے فرانسیسی
دوست نے مجھ سے تعاون کیا ہے جس کے لئے میں اس کا شکر گزار ہوں تم لوگ بے
فکر رہو مصری حکومت ہم سب سے بھرپور تعاون کرے گی تم میں سے جو جہاں جانا
چاہے گا وہاں کا سفارت خانہ ہر طرح کے انتظامات کا ذمہ دار ہوگا۔"

"جی..........!" میں نے کہا۔

"جہاز میں جو کیبن تمہارے پاس تھا اس میں منتقل ہو جاؤ اور اطمینان سے آرام
کرو ہم لوگ ضرورت سے زیادہ ایک لمحہ یہاں نہیں رکنا چاہتے البتہ مناسب تیاریاں

کرنا ضروری ہیں۔" کافی کے بعد سب وہاں سے اٹھ گئے میں نے خالد سے پوچھا۔

"تمہارے پاس اپنی آرام گاہ ہے..........؟"

"ہاں!" وہ بددلی سے بولا۔

"تو پھر شب بخیر.........." میں نے کہا اور آگے قدم بڑھا دیئے خالد وہیں کھڑا
رہا تھا میں کیبن میں داخل ہوگئی سب کچھ جوں کا توں تھا ہمارے لباس بھی نہیں
چھیڑے گئے تھے۔ حالانکہ رات خوب ہوگئی تھی لیکن کچھ ایسی طبیعت مچلی کہ میں غسل
خانے میں داخل ہوگئی تقریباً ایک گھنٹے تک غسل کیا دوسرا لباس پہنا اور پھر بستر پر آکر
لیٹ گئی ایک طمانیت آمیز احساس ہو رہا تھا کہ اب حالات درست ہو جائیں گے مصر
پہنچنے کے بعد مجھے کیا کرنا چاہئے سیدھی سی بات ہے کہ اپنے وطن واپس چلی جاؤں' پھر
پائی اپنی شناخت سے' خوب سمجھ لیا خود کو.......... میرا اس دنیا میں کوئی نہیں ہے
پُراسرار کہانیاں میری ذات سے وابستہ ہیں' وہ جہنم میں جائیں مجھے کیا دیں گی یہ
کہانیاں.......... خالد کا معاملہ ہے' وہ جانے اس کا کام.......... ویسے کہتا یہی کہ
میری وجہ سے یہ سب کچھ کر رہا ہے' میں نے تو اس سے مدد نہیں مانگی اس میں کوئی
شک نہیں ہے کہ اس پُرآشوب وقت میں اس نے مجھ سے تعاون کیا ہے لیکن اس کا
صلہ میں اسے کیا دے سکتی ہوں۔ بے چاری نینا اس سے محبت کرتی ہے اگر وہ مجھ سے
تعاون ہی کرنا چاہتا ہے تو اس سے کہوں گی کہ وہ نینا کو اپنا لے بلکہ اگر وہ ایسا کرنے پر
آمادہ ہو جائے تو میں اس کی مالی مدد بھی کردوں گی اتنی ساری دولت پڑی ہے مجھے اپنی
تنہا ذات کے لئے کیا ضرورت ہے۔ انہی خیالات میں سوگئی دوسری صبح جاگی تو اس
خوشگوار احساس نے طبیعت میں فرحت پیدا کردی کہ اب اس ویران جزیرے سے
نجات ملے گی اور میں اپنے گھر واپس چلی جاؤں گی۔ خوشی کے اس احساس کے ساتھ
منہ ہاتھ دھویا اور کیبن سے باہر نکل آئی تھوڑی ہی دور پہنچی تھی کہ خالد نظر آگیا نکھرا
نکھرا سا صاف ستھرا نظر آ رہا تھا اس نے مجھے سلام کیا پھر بولا۔ "ناشتہ کہاں کرو گی مس
روشنی؟"

"تم نے کرلیا..........؟"

"نہیں تمہارے جاگنے کے انتظار میں تھا۔"

"خالد اب صورت حال بہتر ہوگئی ہے میں اس تعاون کے لئے تمہاری شکر گزار
ہوں جو تم نے مجھ سے کیا میرے خیال میں اب مجھے میرے حال پر چھوڑ دو۔"

"تم نہایت خود غرض لڑکی ہو روشنی' میں آخر تم سے اپنی اس اپنائیت کا کیا کوئی معاوضہ طلب کر رہا ہوں یا پھر تم مجھے اپنے آپ سے دور رکھنا اپنی شان سمجھتی ہو' بے فکر رہو روشنی بہرحال میں بھی انسان ہوں میرے دل میں جو کچھ ہے اس کی بنا پر تمہارے بارے میں اس انداز میں سوچتا ہوں ورنہ مجھے یہ علم ہو چکا ہے کہ اس سے زیادہ مجھے تم سے اور کچھ نہیں ملے گا میری یہ توہین کر کے تمہیں کیا حاصل ہوتا ہے۔"

نہ جانے کیوں میرے دل میں خالد کی طرف سے نرمی پیدا ہو گئی میں نے نرم لہجے میں کہا۔

"نہیں خالد اگر تم اسے اپنی توہین محسوس کرتے ہو تو براہ کرم ایسا نہ سمجھو' دیکھو میں خود اپنی ذات میں کس قدر الجھی ہوئی ہوں' کبھی کبھی تنہا رہنے کو جی چاہتا ہے' یہ دل چاہتا ہے کہ کوئی مجھ پر مسلط نہ ہو' اپنے آپ کو آزاد محسوس کروں' اپنے خیالات پر کسی کی قربت کا بوجھ نہ پاؤں براہ کرم اس بات کو اس انداز میں محسوس کرو ہمارے تمہارے درمیان بہت صاف ستھری باتیں ہو چکی ہیں اس کے بعد بس یوں سمجھ لو کہ تم میرے ایک اچھے دوست کی حیثیت رکھتے ہو اگر مجھے کوئی ضرورت ہو تو اجازت دو کہ تم سے رجوع کر لوں باقی میری باتوں کا برا نہ ماننا۔"

"ٹھیک ہے روشنی مجھے اعتراض نہیں ہے اب یوں کرتے ہیں کہ جو تمہارا دل چاہے کرو اور جو میرا دل چاہے وہ میں کروں۔"

"ہاں یہ نہایت موزوں ہے میرے لئے جو کچھ کر چکے ہو' اس کے لئے شکر گزار ہوں اور توقع رکھتی ہوں کہ آئندہ بھی میری ضرورتوں پر کام آؤ گے۔"

خالد نے پھیکے سے انداز میں مسکرا کر شانے ہلائے اور آہستہ سے بولا۔ "غور کروں گا اپنے آپ پر روشنی کہ کتنا ظرف رکھتا ہوں۔" یہ کہہ کر وہ واپسی کے لئے مڑا اور تیزی سے آگے بڑھ گیا۔ مجھے اپنے اس رویے کا کوئی افسوس نہیں ہوا تھا بہرحال ناشتے کی تلاش تو تھی میں عرشے پر آ گئی اور تلاش میں بھٹکنے لگی جو لوگ یہاں موجود تھے اور جن کا تعلق ایڈن مارکو سے تھا' انہوں نے تمام انتظامی امور سنبھال رکھے تھے۔ میں نے انہی میں سے ایک کو اشارہ کر کے کہا۔ "کیا ناشتہ مل سکتا ہے............؟"

"کیوں نہیں میڈم' آپ براہ کرم وہاں تشریف رکھئے ابھی ناشتہ آپ کو پہنچا دیا جاتا ہے مسٹر مارکو نے آپ کا ہر طرح سے خیال رکھنے کی ہدایت کی ہے۔"

"مسٹر مارکو کا شکریہ۔" میں کرسی پر بیٹھ کر ناشتے کا انتظار کرنے لگی پھر ناشتے سے زاغت بھی نہیں حاصل ہوئی تھی کہ سونت گال کو دیکھا مجھے بیٹھے دیکھ کر وہ میری ہی رف آ گیا چہرے پر تشویش کے آثار تھے کہنے لگا۔ "اجازت دو تو یہاں بیٹھ جاؤں کیا نام ہے تمہارا............؟"

"روشنی............"

"مس روشنی کیا تم مجھے کالے پرندے والے شخص کے بارے میں بتا سکتی ہو ایسا لگتا ہے کہ یا تو وہ سمندر میں غرق ہو گیا یا پھر جزیرے کے کسی ایسے حصے میں جا کر وپوش ہو گیا ہے جہاں ابھی تک ہمارے قدم نہیں پہنچے۔ وہ ان لوگوں میں موجود یں ہے میں نے رات ہی سے اس کی تلاش جاری رکھی ہے اصل میں وہ شیطان فت انسان مجھے سب سے زیادہ خطرناک معلوم ہوتا ہے اور اس کا کالا پرندہ اس کا اون ہے۔ تمہیں اس بارے میں کیا معلومات حاصل ہیں۔"

"آپ کا یہ کہنا درست ہے مسٹر سونت گال کہ وہ شیطان صفت ہی نہیں بلکہ یطان ہے اور اس سے ہوشیار رہنا ازحد ضروری ہے مجھے اس کے بارے میں کچھ بھی یں معلوم لیکن میں یہ سمجھتی ہوں کہ جیسے ہی آپ کو موقع ملے' آپ براہ کرم اسے ی گرفتار کر کے اپنی تحویل میں لے لیں۔"

"وہ میرے لئے ایک چیلنج ہے مجھے مل جائے تو چھوڑوں گا نہیں ویسے بھی کہاں ئے گا اگر کہیں گم ہو گیا ہے تو یہیں رہ کر مر جائے گا باقی تمام لوگوں کو اب ڈی پارلو پر یا جانے والا ہے تاکہ وہ اپنی اپنی رہائش گاہیں سنبھال لیں۔ ہمیں مچھلیوں کا کچھ ذخیرہ رکار ہو گا اس کے لئے سمندر میں شکار کیا جا رہا ہے اور انہیں محفوظ کرنے کے نظامات بھی مسٹر ایڈن مارکو کر رہے ہیں۔"

"جی مسٹر سونت گال میرے لائق اگر کوئی خدمت ہو تو براہ کرم مجھے بتا دیجئے۔"

"نہیں تم نے اپنے حصے کی خدمت سرانجام دے لی ہے مسٹر ایڈن مارکو بھی ت کہتے ہیں اور میں بھی اس سے پوری طرح متفق ہوں کہ تمہاری مدد سے ہم لوگوں ے دوبارہ ڈی پارلو پر قبضہ حاصل کیا ہے اور تمہارا وہ ساتھی خالد............ وہ بھی ا کارروائی کا روح رواں ہے ہم تم دونوں کو نہایت عزت کا مقام دیتے ہیں۔"

میں نے اس کا شکریہ ادا کیا تھوڑی دیر کے بعد وہ میرے پاس سے چلا گیا گویا اغ کی گمشدگی کا اب ان لوگوں کو بھی احساس ہو گیا تھا۔ کہاں چلا گیا یہ شیطان صفت

انسان.......... میں نے اس کے خلاف کچھ الفاظ کہہ تو دیئے تھے سونت گال سے لیکن حقیقت یہ ہے کہ میں خود بھی خوف زدہ رہتی تھی اس سے وہ ایک آوارہ روح کی مانند تھا حالانکہ جسمانی طور پر میں نے اسے کبھی کسی ایسی شکل میں نہیں پایا تھا جس سے اس کے غیرانسانی ہونے کا ثبوت ملتا لیکن اس کی حرکات و سکنات بالکل غیرانسانی تھیں خدا جانے کم بخت کیا بلا تھا' اچھا ہے جزیرے پر ہی رہ جائے جان تو چھوٹے گی۔ کچھ دیر کے بعد میری ملاقات جولیس سے ہوئی درحقیقت اس کی ذہنی کیفیت بہتر نہیں تھی مجھ سے اپنے شوہر کے بارے ہی میں گفتگو کرتی رہی اس کی ننھی سی پیاری سی بچی ایلس میری گود میں آگئی تھی۔ میں نے جولیس سے مزید باتیں کرنا چاہیں لیکن ایڈن مارکو کے بیان کے مطابق وہ ہذیانی سی کیفیت کا شکار نظر آتی تھی اور ایڈن مارکو اسے ابھی ڈاکٹروں کی تحویل میں رکھنے کا خواہش مند تھا اس کے لئے اس نے ان ڈاکٹروں کو بھی طلب کرلیا تھا جنہوں نے ڈی پارلو پر مریضوں کے لئے اپنی خدمات پیش کردی تھیں کچھ لوگ ڈی پارلو پر واپس بلائے جاچکے تھے کیونکہ چند کیبن آباد نظر آرہے تھے عرشے پر گھومنے پھرنے والے مسرت و انبساط کا شکار تھے بس اس احساس کے ساتھ کہ ایک بار پھر ان کے قدم زندگی کی جانب بڑھ رہے ہیں۔ بعد کے حالات میں ایسا کوئی واقعہ نہیں تھا جو قابلِ ذکر ہو۔ سیگارو اور اس کے ساتھیوں کو سونت گال نے اس بار بدترین قید دی تھی ڈی پارلو پر وہ تمام اشیاء موجود تو تھیں ہی جو ان قیدیوں کو قید کرنے کے لئے کام آسکتی تھیں اب انہیں مزید سختی سے استعمال کیا گیا تھا اور قید خانے کے گرد انتہائی سخت پہرہ لگوا دیا گیا تھا۔ سونت گال ان انتظامات سے مطمئن تھا لوگوں کی آہستہ آہستہ آمد شروع ہوگئی دو دن کے اندر ان تمام لوگوں کو ڈی پارلو پر واپس بلا لیا گیا ایڈن مارکو کامیابی سے اپنا عمل سرانجام دے رہا تھا پھر اس نے ڈی پارلو کی روانگی کا اعلان کردیا اور جب ڈی پارلو نے ساحل چھوڑا تو لوگوں کے حلق سے مسرتوں کی قلقاریاں نکل رہی تھیں۔ کنگ آرکوسا سے وہ ضروری اشیاء ڈی پارلو پر منتقل کرلی تھیں جو راستوں کا تعین کرنے میں کارآمد ہوسکتی تھیں ڈی پارلو نے اس پُراسرار جزیرے کا ساحل چھوڑ دیا جہاں وحشی سیگارو نے اپنی مملکت قائم کرنے کے خواب دیکھے تھے لازمی بات ہے کہ سیگارو پر دیوانگی طاری ہوگی سونت گال اگر چاہتا تو اس کا کھیل یہیں بھی ختم کرسکتا تھا لیکن اس کے سپرد اس کی گرفتاری کی گئی تھی موت کی ذمہ داری نہیں.......... یہ بھی فرض کی ادائیگی کا ایک معیار تھا۔ میں سونت گال کی قدر کرتی

تھی البتہ زاغ کا کہیں پتہ نہیں تھا' مسٹر زمرد بھی ڈاکٹر الیاس کے ساتھ اس کے کیبن میں منتقل ہوگئی تھیں۔ سفر کا آغاز بہت خوبصورت تھا لیکن اس کے بعد آہستہ آہستہ ڈی پارلو پر مسائل نمودار ہونے لگے۔ وہ لوگ جنہیں سیگارو نے لڑکیوں کے ساتھ رہنے پر مجبور کردیا تھا' کچھ تو ایسے تھے جو باہمی تعاون سے اب بھی ساتھ ہی رہ رہے تھے لیکن لڑکیوں کے جو رشتے ناتے دار تھے انہوں نے فوراً ہی اعتراض کردیا تھا اور اس کے لئے اچھا خاصا ہنگامہ برپا ہوگیا تھا کئی جگہ تشدد کا موقع آگیا لیکن سونت گال' ایلن روز اور دوسرے لوگوں نے اس تشدد کو آگے نہ بڑھنے دیا پھر یہ طے ہوا کہ جو لڑکیاں کسی بھی شکل میں اپنی مرضی سے اپنے ساتھیوں کے ہمراہ رہنا چاہتی ہیں' وہ اپنے سرپرستوں کی اجازت سے یہ عمل کرسکتی ہیں بلکہ سرپرستوں کو بھی یہ چاہئے کہ وقت کی اس مشکل کو قبول کرلیں اور جو زبردستی کسی نہ کسی کے حوالے کردی گئی تھیں' انہیں اجازت دی گئی کہ وہ اپنے سرپرستوں کے ساتھ واپس چلی جائیں بہرطور ایک مشکل مرحلہ تھا جس کے لئے سختی سے کام لینا پڑا چند نوجوانوں کو وہیں ڈی پارلو پر سزا دی گئی بزرگ تو پہلے ہی اس جنونی کیفیت کے خلاف تھے جو سیگارو کی وجہ سے نمودار ہوئی تھی اور پوزیشن یہ ہوگئی تھی کہ اس عمل کے خلاف زیادہ آوازیں تھیں اور اس کی مؤافقت میں صرف چند آوازیں.......... چونکہ کیپٹن ایڈن مارکو نے بھی ایلن روز اور دوسرے بزرگوں کے نظریے سے اتفاق کیا تھا اس لئے نوجوانوں کو زیادہ بولنے کا موقع نہیں مل سکا لیکن ایک کشیدگی مسلسل قائم تھی اور اس کو روکنے کے لئے بھی ایلن روز اور دوسرے چند ذمہ دار افراد نے سخت کارروائیاں کی تھیں بہرحال یہ ایک دلچسپ صورتِ حال تھی جس میں' میں ملوث نہیں تھی اور اس سلسلے میں' میں تھوڑی بہت خالد کی شکرگزار تھی کہ اس نے یہاں بھی مجھ پر کوئی دعویٰ نہیں کیا تھا بلکہ اس طویل وقت میں بس وہ ایک دو بار ہی میرے سامنے آیا تھا۔ مسٹر زمرد سے میرا دل کھٹا ہوچکا تھا اور میں خود ان سے زیادہ ملنے سے گریز کرتی تھی جبکہ میں نے محسوس کیا تھا کہ وہ کئی بار میرے قریب آنے کی کوشش کرچکی ہیں تھوڑی بہت دیر کے لئے وہ میرے پاس آکر بیٹھ جاتی تھیں خالد کے بارے میں بھی انہوں نے مجھ سے چند سوالات کئے تھے جس کا جواب میں نے انتہائی خشک لہجے میں دیا اور کہا تھا کہ یہ میرا بالکل ذاتی معاملہ ہے اور میں اس موضوع پر کسی سے گفتگو کرنا پسند نہیں کرتی۔ مسٹر زمرد چونکہ خود مطمئن تھیں اس لئے لاپروائی سے خاموش ہوگئی تھیں۔ ڈی پارلو اب ایک

اطمینان بخش سفر کر رہا تھا بہت سے لوگوں کا تعاون اس سفر کی کامیابی کے لئے بے شمار افراد رضا کارانہ کام کر رہے تھے بدبخت زاغ اور منحوس پرندے کا کوئی نشان نہیں ملا تھا اور اندازہ ہوتا تھا کہ وہ جزیرے پر ہی رہ گیا اب میں عموماً تنہا رہتی تھی لیکن یہ تنہائی میرے لئے پرسکون تھی مسٹر زمرد کو بھی احساس ہو گیا تھا کہ میں اس سے کشیدہ ہوں اس لئے انہوں نے مجھ سے ملنا بہت کم کر دیا تھا اس شام بھی میں ایک کھلی جگہ بیٹھی کافی سے شغل کر رہی تھی کہ پروفیسر ڈان ایرن اور نادر ہاشمی میرے پاس آ گئے اس دوران کئی بار انہیں یکجا دیکھا تھا لیکن نہ تو میں نے ان پر کوئی توجہ دی نہ وہ میری طرف راغب ہوئے میں نے سرد نگاہوں سے انہیں دیکھا۔ نادر ہاشمی بولا۔ ”بے بی ہمیں یہاں بیٹھنے کی اجازت دو۔“

”ضروری سمجھتے ہیں تو تشریف رکھئے۔“ میں نے سپاٹ لہجے میں کہا۔

”بیٹھو پروفیسر۔ روشنی' پروفیسر ایرن تم سے شرمندہ ہیں۔ ہم تمہارے پاس آنا چاہتے تھے لیکن پروفیسر بوجہ شرمندگی تم سے گریز کر رہے تھے۔ اس وقت میں انہیں تمہارے پاس لایا ہوں۔“

”فرمایئے!“ میں نے کہا۔

”ہم تمہارا آئندہ پروگرام جاننا چاہتے ہیں۔“

”کیوں؟“ میں نے نفرت کے باوجود لہجے پر قابو پا کر کہا۔

”یہ ضروری ہے تاکہ تم کوئی غلط فیصلہ نہ کر لو۔“

”آپ لوگ اتنے عمر رسیدہ ہونے کے باوجود غیرت و حمیت کا کوئی تصور دل میں نہیں رکھتے۔ کتنے افسوس کی بات ہے۔ میرا آپ لوگوں سے کیا تعلق ہے آخر۔ مسٹر نادر ہاشمی آپ ایک جرائم پیشہ شخص کے ساتھ مجھے اغوا کرنے کی کوشش کر چکے ہیں۔ اس سے پہلے بھی میں نے اپنے وطن میں آپ کی احمقانہ پیش کشوں کو ٹھکرا دیا تھا اور انکل ایرن' آپ مشکل لمحات میں مجھ سے کنارہ کش ہو گئے تھے۔ اب اس کے بعد میرا آپ سے کیا واسطہ ہے۔“

”تم نہایت سرکش لڑکی ہو مجھ پر کون سی مصیبت ٹوٹی تھی کہ میں اپنا وطن اپنی پرعیش زندگی چھوڑ کر ان مصیبتوں میں پھنستا۔ تمہارے باپ کی درخواست پر میں نے یہ سب کچھ کیا۔ اپنے ایک ساتھی کی زندگی کھوئی ہے میں نے ہزاروں ڈالر خرچ کر چکا ہوں اب تک اور اب تم مجھ سے رشتہ توڑ رہی ہو۔“

”آپ نے میرا ساتھ چھوڑ دیا تھا انکل؟“

”کیا کرتا۔ سب ہی بے بس ہو گئے تھے۔ میں کیا کر سکتا تھا۔“

”خیر انکل۔ آپ کا شکریہ میرا اپنے باپ سے کوئی رابطہ نہیں ہے اب میں ان کہانیوں کی گرفت سے نکل آئی ہوں۔ آئندہ زندگی میں اپنی پسند سے گزاروں گی اس لئے اب میں پرانے رشتے قائم نہیں رکھ سکتی۔“

”تم ایسا نہیں کر سکو گی بے بی۔ ایسا کرنا تمہارے بس میں نہیں ہے۔“ ڈان ایرن نے کہا۔

”مجھے کون روکے گا؟“

”وقت۔ تاریخ۔ وہ لمحے جو گزر چکے ہیں۔“

”مجھے آپ کے ان الفاظ کا مطلب نہیں معلوم ہے؟“ میں ہونٹ بھینچ کر بولی۔

”تم زمانۂ قدیم کی تاریخ کا بہت بڑا تنازع ہو۔ تمہارے محقق باپ نے وقت سے فریب کیا ہے۔ تاریخ کو مشکل میں ڈال دیا ہے اس لئے کہ وہ تاریخ کا چور ہے۔ گزرے ہوئے لمحے اس کی تلاش میں سرگرداں ہیں۔ اس کا جسم لمحوں کا قیدی ہے ہاں وہ اپنے علوم کی مدد سے اپنی روح کو اس قید سے بچا لے گیا ہے۔ مگر کب تک۔ وہ خود بھی جانتا ہے کہ بالآخر اسے واپس جانا ہو گا۔“

”کہاں؟“ میں نے بے اختیار پوچھا۔

”ماضی میں۔ اس دور میں جہاں سے اس نے تاریخ چرائی ہے۔ یہ تو بہت الجھا ہوا مسئلہ ہے بے بی اور تم اس میں پوری طرح ملوث ہو۔ تم خود کو ان واقعات سے کیسے علیحدہ کر سکتی ہو۔ بہت بڑے باپ کی بیٹی ہو تم روشنی اگر احمد کمال سعدی اپنی کوشش میں کامیاب ہو جاتا تو ایک بھونچال آ جاتا۔ پوری دنیا انگشت بدنداں رہ جاتی اور اس کے بعد ایسے انوکھے تجربات ہوتے کہ.........بس یوں سمجھ لو۔ میں تمہیں کن الفاظ میں سمجھاؤں قدیم تاریخ کے کسی بھی باب میں تبدیلی کے امکانات پیدا ہو جاتے وقت کے لاتعداد فیصلے بدلے جا سکتے جن سے آج پوری دنیا میں بے شمار مسائل بکھرے ہوئے ہیں۔ آہ ایک انوکھا کھیل کھیلا تھا اس نے۔“

”وہ کھیل کیا تھا انکل ایرن؟“

”خدا کی قسم میں نہیں جانتا وہ میرا دوست تھا مجھے اس کی دوستی پر فخر تھا کیونکہ مصریات پر شاید پوری دنیا میں اس سے بڑا محقق کوئی نہ ہو۔ اس نے ماضی کو جگا لیا تھا یہ

سب کچھ اس کی لکھی ہوئی کتابوں میں درج ہے۔ اس نے قدیم مصری نظریات پر ریسرچ کی تھی۔ اہرام' فراعنہ کے مقبرے' ما قبل تاریخ کے وہ نظریات جن کی نفی اب تک ٹھوس الفاظ میں نہیں کی جاسکی۔ اس نے ان اجسام سے رابطہ کیا تھا جو صدیوں کی نیند سوئے ہوئے تھے۔ سرزمین مصر میں مدفون وہ تاریخ جو کھنڈرات کی کھدائی میں مل جاتی ہے اس کے ہاتھوں میں پہنچ چکی تھی مگر پھر کچھ ہو گیا نہ جانے کیا؟"

"اس کے بعد کیا ہوا؟"

"مجھے نہیں معلوم۔ مجھے بالکل نہیں معلوم۔ میں تو اس کے سامنے بہت چھوٹا انسان ہوں۔ میں نے اس کے حکم کی تعمیل کی ہے۔ وہ خط چوری ہو چکا ہے جو اس نے لکھا تھا۔ میں جانتا ہوں چور کون ہے لیکن مجھے اس خط کے الفاظ یاد ہیں۔ اس کی تحریروں سے اور اس خط کے مضمون سے میں نے یہ نظریات قائم کئے تھے۔"

"کیا الفاظ تھے اس خط کے؟" میں نے پوچھا۔

"اس نے لکھا تھا میرے دوست' شاید تمہیں علم ہو میں اپنی تحقیق کے آخری مرحلے میں داخل ہو چکا تھا۔ میں حیات بعد الموت کے اس فلسفے کو سمجھنا چاہتا تھا جو خود مصری محققین کی نگاہوں میں واضح نہیں ہے لیکن جس کے ڈانڈے ہندومت میں بھی ملتے ہیں۔ وہاں بھی "آواگون" کی کہانیاں سنائی جاتی ہیں لیکن ان کی کوئی روحانی توجیہہ نہیں بیان کی جاتی۔ میں عقیدے کے اس اشتراک کی وجوہات بھی تلاش کر رہا تھا۔ تمہیں علم ہے کہ تاریخی دستاویزات میں وہ مکتوب نوشت جنہیں ہم پڑھ سکتے ہیں پانچ ہزار سال سے آگے نہیں بڑھتے جبکہ سائنس دانوں نے ان لاکھوں سال کے بارے بہت سی معلومات حاصل کر لی ہیں جن میں انسان یا انسان سے ملتا جلتا وجود رُوئے زمین پر موجود چلا آتا ہے۔ ہمیں صرف اس وقت سے ٹھوس تاریخ مہیا ہوتی ہے جب انسان نے مُردوں کو دفن کرنے کا سلسلہ شروع کیا۔ حیات بعد الموت کا تصور مصری مذہب میں زیادہ پختگی سے نظر آتا ہے۔ وہاں دریافت ہونے والے مقبروں میں "غیر فانی" "کا" کا وجود ملتا ہے جو حنوط شدہ اجسام کی شکل میں ہے جنہیں اصل شکل میں محفوظ رکھنے کی کاوش ملتی ہے جبکہ ہندومت میں اجسام جلا کر راکھ کر دینے کے باوجود یہی نظریہ آواگون کی شکل میں موجود ہے۔ بلاشبہ ان دونوں مذاہب کے عقیدے مشرکانہ رسوم کا ایک نظام معلوم ہوتے ہیں کیونکہ قدیم مذاہب کے عقائد میں بھی اختلاف ملتا ہے۔ سورج دیوتا کو وہ موں کہتے ہیں جو روز مرتا ہے اور زندہ ہوتا

ہے۔ وہی تمام دیوتاؤں کا آقا اور باپ ہے۔ گویا اس کی حیثیت بھی رومیوں کے جوپیٹر کی سی تھی۔ اس کے برعکس زفناتون کا عقیدہ توحید مختلف تھا وہ اہرام میں دفن ہونے والے اکابر کا ذکر کرتے ہوئے بقائے دوام پر شبہ کا اظہار کرتا ہے وہ کہتا ہے کہ ان مقبروں سے کوئی باہر نہیں آیا جو ہمیں بتا دیتا کہ وہاں کیا ہوا۔ وہ کہتا ہے خوشی کا دن مناؤ۔ وہاں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں کوئی اپنا سروسامان ساتھ نہیں لے جاتا جو وہاں جاتا ہے واپس نہیں آتا۔ وغیرہ۔ میرے دوست میں نے تاریخ کے ایک ایسے سرے کو پا لیا جس سے بہت سے انکشافات ہو سکتے تھے ایک جگہ انسانی سرشت کا شکار ہو گیا اس کے بعد سارا کھیل بدل گیا۔ میں اپنی تحقیق سے ہاتھ نہیں دھونا چاہتا لیکن افسوس میں بے جسم ہوں۔ میرا جسم یرغمال بنا لیا گیا ہے اور میں اس کے حصول کے لئے کوشاں ہوں۔ میں جو کاوشیں کر رہا ہوں ان کی تفصیل نہیں بتا سکتا بس اتنا سنو کہ ایک تاریخی وجود مجھ سے وابستہ ہے۔ وہی اپنے دن اور رات کی تکمیل کے بعد میرا وکیل بن سکتا ہے اور اس کے ذریعہ مجھے نجات حاصل ہو سکتی ہے۔ میں نے تاریخ سے ایک باپ چرایا ہے اور مجرم قرار پایا ہوں لیکن اگر میں اپنی مشکل سے نجات پانے میں کامیاب ہو گیا تو تحقیق کی دنیا کے لئے ایک ایسا انقلاب لاؤں گا جو ناقابلِ یقین ہو۔ اور اس کے بعد اس نے مجھے کچھ اور تفصیلات لکھی تھیں اور میں اس کے احکامات پر عمل کرنے کے لئے تیار ہو گیا تھا لیکن........."

"لیکن کیا انکل ایرن؟" میں اس کہانی سے متاثر نہیں ہوئی تھی۔

"حالات کچھ ایسی شکل اختیار کر گئے کہ........."

"اور آپ مسٹر نادر ہاشمی! آپ اور منوچہر خلازی کیا کر رہے تھے۔"

"دلچسپ سوال ہے بے بی۔ ہم لوگ۔ ہمیں دنیا کی ہر آسائش حاصل ہے لیکن شوق۔ شوق کی تکمیل ہی اصل زندگی ہے۔ میں اسی شوق کے ہاتھوں معذور ہوا ہوں۔ مصر کی سرزمین کی پُراسرار داستانوں سے ہمیں بھی عشق ہے ہم نے بھی وہاں بہت کام کیا ہے اور اگر آج کوئی مجھ معذور سے کہے کہ مصریات کی تحقیق کے لئے زمین میں دفن ہو جاؤ' تو میں خوشی سے پاتال میں جانے کو تیار ہوں ہم چاہتے تھے کہ کہیں سے احمد کمال سعدی کو پا جائیں تو اس کے مشکل مشن کی تکمیل میں اس کے معاون بنیں۔ اس نے اپنے اس مشن کے بارے میں اپنی کتابوں کے اندر بہت کچھ لکھا ہے۔ اس کی یہ تحریریں بڑی سحر انگیز ہیں۔"

"گویا آپ اپنے اس مشن کو جاری رکھنا چاہتے ہیں؟"
"ہاں اور تم اس کا سب سے بڑا وسیلہ ہو۔"
"گویا آپ سب مجھ پر اپنا حق سمجھتے ہیں؟"
"ڈان ایرن تمہارے باپ کی ہدایت پر ہی سب کچھ کر رہے ہیں تمہیں ان سے تعاون کرنا چاہئے۔"
"مجھے احساس ہے کہ تم مجھ سے بددل ہو چکی ہو لیکن اس وقت حالات ایسا ہی رخ اختیار کر گئے تھے کہ میں بے بسی محسوس کرنے لگا تھا اور کچھ جھنجلا گیا تھا۔"
"اور اب..........!"
"کم از کم کچھ امید پیدا ہو گئی ہے۔ نادر ہاشمی بھی اس سلسلے میں بہترین معاون ثابت ہوں گے۔"
"آگے چل کر حالات اس سے بھی زیادہ پریشان کن ہو سکتے ہیں۔ انکل۔ آپ پھر اسی طرح جھنجلا سکتے ہیں میں پھر تنہا رہ جاؤں گی۔"
"نہیں اب ایسا نہیں ہو گا۔"
"ہو سکتا ہے انکل۔ آپ شاید زاغ کو بھول گئے۔" میں نے کہا۔ زاغ کے نام پر وہ دونوں اچھل پڑے تھے۔
"تمہیں زاغ کے بارے میں کچھ معلوم ہے وہ جزیرے پر کیوں رہ گیا۔" نادر ہاشمی نے کہا۔
"وہ کون ہے پروفیسر.......... آخر وہ کون ہے؟"
"آہ کاش یہ پتہ چل سکتا۔ منوچہر اسے ایک محقق کی حیثیت سے جانتا تھا لیکن وہ اس سے آگے بھی کچھ ہے اور کون جانے وہ کب اور کہاں دوبارہ مل جائے۔ البتہ اتنا میں جانتا ہوں کہ اسے بھی سعدی کی تلاش ہے اور وہ کسی اور کو اس کے قریب نہیں دیکھنا چاہتا تھا۔"
"خوب اور اب آپ میرا پروگرام جاننا چاہتے ہیں۔"
"ہماری خواہش ہے روشنی کہ تم کوئی غلط فیصلہ نہ کرو۔ تمہیں ہمارا تعاون قبول کرنا چاہئے۔ سنا ہے کہ ایڈن مارکو براہ راست مصر جائے گا ہمیں مصر جانا ہے لیکن ثالث ظاہری کے ساتھ۔ وہ بہت ذہین انسان ہے اور اس کی نشان دہی احمد کمال سعدی نے کی ہے۔ سونت گال اور مارکو سے تمہارے بہت اچھے تعلقات ہیں سونت

گال سے درخواست کرو کہ وہ ہمیں بھی اپنے ساتھ الجزائر لے جائے ثالث ظاہری سے ملاقات کے بعد ہم بہرحال مصر روانہ ہو جائیں گے۔"
"سونت گال الجزائر کیسے جائے گا؟" میں نے پوچھا۔
"وہ اپنے قیدیوں کو اسٹیمر میں تیونس لے جا رہا ہے وہاں سے وہ الجزائر روانہ ہو جائے گا۔ ہمارے پاس بھی الجزائر کے لئے کاغذات موجود ہیں۔"
پروفیسر ڈان ایرن نے کہا۔ یہ سوال کر کے میں یہی جاننا چاہتی تھی کہ کیا ان لوگوں کو سونت گال کا یہ پروگرام پوری تفصیل سے معلوم ہے۔ اندازہ ہو گیا کہ وہ صورتِ حال سے بے خبر نہیں ہیں جبکہ عام لوگ یہ بات نہیں جانتے تھے نادر ہاشمی نے کہا۔
"خوش قسمتی سے ہمیں زاغ سے نجات مل گئی ہے۔ ہماری راہ کا سب سے بڑا خطرہ وہی تھا۔ اب ہمیں اپنے کام میں آسانی ہو گی۔"
"جو کہانی آپ نے مجھے سنائی ہے اس میں آپ کی اس بارے میں معلومات کا اندازہ تو ہوتا ہے انکل ڈان لیکن مجھے کہیں اندازہ نہیں ہو سکا کہ تاریخ کے اس کھیل میں آپ کا اپنا کیا کردار ہو گا یا بقول آپ کے آپ احمد کمال سعدی کے لئے کیا کر سکیں گے؟"
"بڑا ذہانت کا سوال ہے بے بی' حقیقت یہ ہے کہ ہم تو صرف وکلاء کی حیثیت سے دو پہلو نکالیں گے جن سے احمد کمال سعدی کی گلو خلاصی ہو سکے ہمیں ایک محور پر لے جانے کے بعد احمد کمال سعدی خود گائیڈ کرے گا کہ اس کے لئے ہمیں کیا کرنا چاہئے' حقیقت یہ ہے کہ ہم میں سے کوئی اس کا ہم پلہ نہیں ہے وہ بے پناہ ذہین انسان ہے اور پھر چونکہ بات اس کی اپنی زندگی سے تعلق رکھتی ہے وہی زیادہ بہتر سمجھتا ہو گا کہ وہ کیا پہلو نکال سکتا ہے ہم اس کے معاونین کی حیثیت سے کام کریں گے۔ شاید تمہیں یاد ہو کہ وہاں اس جزیرے پر احمد کمال سعدی نے منوچہر خلازی سے ملاقات کی تھی اور اسے بڑی تفصیل سے سب کچھ بتایا تھا۔ غالباً وہ منوچہر خلازی کو بھی اپنے راز میں شامل کر کے کچھ آسانیاں چاہتا تھا لیکن درندہ صفت زاغ نے خلازی کو اس کھیل میں شامل نہ رہنے دیا' ہو سکتا ہے زاغ کو اس سے خطرات ہوں میرے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ تمہاری زندگی کے کچھ لمحات ابھی تاریخ کے اس دور میں داخل ہونے کے لئے باقی ہیں یہ وقت ہم لوگ ساتھ گزاریں گے اور زاغ سے نجات حاصل کرنے کے بعد

اس بات کے امکانات ہیں کہ احمد کمال سعدی ہماری قربت اختیار کرلے اور ہمیں بتائے کہ ہمیں کیا کرنا ہے۔ ثالث ظاہری کا حوالہ بے مقصد ہی نہیں دیا گیا تھا۔ وہ اس سلسلے میں شاید ہمارا مزید بہتر معاون ثابت ہوسکے گا۔"

"گویا کوئی خاص شکل آپ کی نگاہوں میں واضح نہیں ہے۔"

"ہاں جس قدر معلومات ہمیں حاصل ہیں ان کے تحت یہ تو کہہ سکتے ہیں کہ یہ ایک ایسا دلچسپ مرحلہ ہے جس کی مثال نہیں ملتی اور اگر ہم احمد کمال سعدی کے ساتھ مل کر اس تحقیق کا کوئی نچوڑ نکال سکے تو بات صرف مصریات تک محدود نہیں رہے گی بلکہ ہم لوگ دنیا کے وہ عظیم لوگ کہلائیں گے جو تاریخ میں تبدیلیاں رُونما کرکے ماضی کو بدل سکتے ہیں۔ کون یہ نہ چاہے گا کہ وہ معاون کی حیثیت ہی سے سہی احمد کمال سعدی کی اس کی تحریک میں شامل رہے۔ بے بی کاش ہم یہ سب کچھ کرنے میں کامیاب ہوجائیں تو اس سے نہ صرف یہ ہوگا کہ ہمارا دوست ایک عظیم محقق کی حیثیت سے زندگی بچائے گا بلکہ ایک ایسی اہم معلومات ہمیں حاصل ہوجائے گی جس کا کوئی جواب نہیں ہوگا۔ دنیا کے بڑے بڑے لوگوں میں جنہوں نے انسانیت کے لئے وہ کچھ کردیا ہے جس سے عالم انسانیت تا ابد فیض حاصل کرتی رہے گی۔ ہمارا بھی شمار انہی کے ہم پلہ افراد میں سے ہوگا۔"

"لیکن مسٹر نادر ہاشمی اور انکل ڈان ایرن میں اس سلسلے میں آپ کی آلۂ کار نہیں بن سکتی، شاید یہ میری فطرت ہے کہ ایک بار کسی سے بددل ہونے کے بعد دوبارہ اس سے رجوع کرنا میرے لئے ممکن نہیں ہوتا۔"

میرے اس قدر تعاون کے انداز کے بعد یہ دوٹوک جواب ان لوگوں کے لئے باعثِ حیرت تھا۔ دونوں ہی کے منہ تعجب سے کھلے رہ گئے۔ نادر ہاشمی نے کہا۔

"گویا کہ تم.......... گویا کہ تم۔"

"ہاں۔ انتہائی معذرت کے ساتھ آپ سے اپنے جذبات کا اظہار کررہی ہوں۔ آپ دونوں مجھے کسی ویرانے میں بیٹھے ہوئے ان مردہ خور گدھوں کی مانند نظر آتے ہیں جو کسی دم توڑتے ہوئے انسان کے ساکت ہونے کے منتظر ہوں۔ آپ کی کیفیت ان سے بالکل مختلف نہیں ہے ہاں آپ کی اس خوبی کو میں سراہتی ہوں کہ کسی کے ساتھ بدترین سلوک کرنے کے باوجود آپ لوگ بغیر کسی شرم اور جھجک کے اس سے تعاون کی درخواست کرلیتے ہیں۔ مسٹر نادر ہاشمی آپ نے مجھے بدترین انداز میں اغوا

کرنے کی کوشش کی تھی اور اس کی سزا کاٹی تھی۔ انکل ایرن آپ نے مجھے اپنی تحویل میں لینے کے بعد بے یارومددگار چھوڑ دیا تھا۔ اس کے بعد بھی آپ مجھ سے تعاون کی امید رکھتے ہیں۔"

دونوں حیرت کے عالم میں مجھے دیکھتے رہے۔ پھر ڈان ایرن نے کہا۔ "تب تم کیا کروگی روشن جمال؟"

"سوری انکل۔ اب آپ کو یہ بتانا بھی ضروری نہیں ہے۔"

"تم فطری طور پر انتہا پسند ہو حالانکہ تمہیں اندازہ ہے کہ اس وقت سب بے بس ہوگئے تھے۔ میں کیا کرسکتا تھا تمہارے لئے۔"

"خصوصاً انکل اس وقت جب سیگارو نے وہاں ایک شرمناک عمل کا آغاز کیا تھا۔ مجھے اس وقت تحفظ درکار تھا۔ آپ نے اس وقت بھی مجھ سے دوری اختیار کی۔ ہاں ایک شخص جس سے میں چند ذاتی وجوہات کی بنا پر نفرت کرتی ہوں۔ وہ قابلِ ستائش ہے۔ بلاشبہ انکل اس نے مجھ پر یہ احسان کیا ہے۔ اس نے میری قربت اختیار کرکے مجھے دوسروں سے بچایا۔ آئندہ کوئی بھی ایسا موقع آسکتا ہے جب آپ پھر مجبور ہوجائیں گے اس کے باوجود میں آپ سے تعاون کروں؟"

"یہ ہمارے لئے نہیں تمہارے لئے بھی ضروری ہے۔"

"میرے لئے کیا ضروری ہے اور کیا غیر ضروری۔ اس کا فیصلہ اب صرف میں کروں گی۔"

"روشنی۔ سمجھنے کی کوشش کرو۔"

"بس اتنا کافی ہے کہ میں نے اتنی دیر آپ سے باتیں کرلیں۔ اب آپ میرے پاس سے اٹھ جائیے۔ ورنہ میں چلی جاتی ہوں۔"

"تم نادانی کررہی ہو۔ سنو تم.........."

"اوکے۔" میں اٹھ گئی۔ دو قدم آگے بڑھ کر میں نے کہا۔ "اور دوبارہ آپ دونوں میرے قریب نہ آئیے۔ ورنہ آپ کو علم ہے کہ مارکو سے میرے تعلقات ہیں۔ پروفیسر ہاشمی ایک بار پھر آپ کو ڈی پارلو کے فرش کی صفائی کا کام سونپا جاسکتا ہے۔"

میں ہنسی اور وہاں سے آگے چل پڑی۔ ان لوگوں کے ساتھ یہ سلوک کرکے میرا دل بہت خوش تھا۔ یہی کرنا چاہئے تھا مجھے ان کے ساتھ۔ بہرحال یہ تمام کردار میرے اردگرد بکھرے ہوئے تھے اور ان میں سے ہر ایک کا کوئی نہ کوئی مقصد تھا۔ عرشے کے

سنسان گوشے میں آکھڑی ہوئی اور سمندر کی لہروں کو دیکھتے ہوئے اس کہانی پر غور کرنے لگی جو نادر ہاشمی اور ڈان ایرن نے مجھے سنائی تھی۔ دماغ کی رگیں پھاڑ دینے والی کہانی تھی۔ تاریخ' تاریخ' تاریخ' کیا ہے اس تاریخ میں اور میرے سلسلے میں جو کچھ کہا گیا ہے اس میں کہاں تک سچائی ہے اگر واقعی احمد کمال سعدی نے یہ کھیل کھیلا ہے تو یہ ایک شخص کی ذاتی دلچسپی کا کھیل ہے' اس میں مجھے کیوں ملوث کرلیا گیا ہے' وہ شخص معلومات حاصل کرکے اپنے لئے دنیا میں شہرت چاہتا ہے' اولاد کو اس نے کیوں داؤ پر لگادیا' مجھے کیوں ملوث کرلیا گیا۔ سچی بات یہ ہے کہ اس وقت دل میں خاصی برائی پیدا ہوگئی۔ میرے باپ نے خودغرضی سے کام لیا ہے' ایک ایسے شخص کے لئے میں دل میں اتنا گداز کیوں رکھوں بہتر یہی ہے کہ اپنے طور پر اپنی پسند کی زندگی گزاروں.......... اور اگر مجھے کسی معاملے میں ملوث کرنے کی کوشش کی جائے تو ملوث ہونے سے نکار کردوں۔

عرشے کے اسی گوشے میں کھڑے ہوئے سمندر کی لہروں کو دیکھ کر میں نے آخری فیصلہ کیا کہ مصر پہنچنے کے بعد جب لوگوں کی واپسی شروع ہو تو میں بھی خاموشی سے اپنے وطن واپس پہنچ جاؤں اور انہی تمام لوگوں میں وقت گزارتے ہوئے یہ فیصلہ کروں کہ میرا مستقبل کیا ہو۔ جب مستقبل کے فیصلے کی ذمہ داری میرے اپنے ہی شانے پر ہے تو پھر مجھے دوسروں کے سہارے تلاش نہیں کرنے چاہئیں۔ انہی خیالات میں گم کھڑی تھی کہ کچھ فاصلے سے میں نے خالد کو آتے ہوئے دیکھا اور استقبالیہ نگاہوں سے اسے دیکھنے لگی۔ ابھی ابھی جو گفتگو ان لوگوں سے ہوئی تھی اس کے تحت خالد کے لئے میرے دل میں لچک پیدا ہوئی تھی۔

خالد میرے قریب آگیا۔ اس نے سرد لہجے میں کہا۔ "سوری روشنی' میں تمہیں تنہا دیکھ کر پریشان کرنے نہیں آگیا بلکہ کچھ کام ہے تم سے۔"

"کوئی بات نہیں خالد ہم دشمن تو نہیں ہیں۔" میں نے نرم لہجے میں کہا۔ اس نے ایک اچٹتی ہوئی نگاہ مجھ پر ڈالی اور بولا۔ "شام چھ بجے تمہیں ایک شخص سے ملاقات کرنی ہے۔ اس نے کہا ہے کہ تمہیں پہلے سے اس کے بارے میں نہ بتایا جائے۔"

"کیا مطلب؟" میں تعجب سے بولی۔

"چھ بجے سمندر پر تاریکی چھا جاتی ہے اور جہاز کا عملہ اپنے کاموں میں مصروف ہوتا ہے اس وقت تمہیں وہاں جانا ہے۔"

"مگر کیوں؟ اور کون ہے وہ کہاں جانا ہوگا مجھے؟"

"نیچے تہہ خانے میں جہاں تابوت جوں کے توں رکھے ہوئے ہیں۔" خالد نے کہا اور میرے بدن میں سنسنی دوڑ گئی۔ میں نے خالد کو گھورتے ہوئے کہا۔

"تم سے کہا گیا ہے کہ مجھے پہلے سے اس شخص کے بارے میں نہ بتایا جائے؟"

"ہاں۔ تاکید کردی گئی ہے۔"

"کون ہوسکتا ہے۔ کیا۔ کیا میرے ڈیڈی؟"

"نہیں۔ زاغ!" خالد نے جواب دیا اور میں اچھل پڑی۔ میری آنکھیں حیرت سے ابلی پڑ رہی تھیں۔ خالد پتھرایا ہوا سا کھڑا تھا بمشکل تمام میرے منہ سے نکلا۔

"زاغ۔ زاغ یہاں موجود ہے؟"

"ہاں۔ میں یونہی بیزاری کے عالم میں مارا مارا پھر رہا تھا۔ مجھے قید خانے اور تابوتوں کا خیال آیا اور میں قید خانے میں اتر گیا۔ دونوں تابوتوں کے ڈھکن بند تھے۔ میں نے ایک تابوت کا ڈھکن اٹھایا تو.......... زاغ اس میں لیٹا مسکرا رہا تھا۔ اٹھ کر تابوت میں بیٹھ گیا۔ پھر اس نے مجھے ہدایت کی کہ شام کو چھ بجے روشنی کو اس کے پاس لے آؤں وہ تمہیں کچھ ہدایت دینا چاہتا ہے اس نے تاکید کی کہ پہلے سے تمہیں اس بارے میں نہ بتاؤں اور بہلا پھسلا کر یہاں لے آؤں۔ یہ ہدایت شاید اس نے اس لئے مجھے کی ہے کہ اسے تم پر اعتبار نہیں۔ ممکن ہے تم کسی اور کو اس کے بارے میں بتا دو۔"

☆------☆------☆

میں شدید ہیجان کا شکار ہوگئی تھی۔ بڑا سنسنی خیز انکشاف تھا زاغ جس کے بارے میں یہ یقین کرلیا گیا تھا کہ وہ جزیرے پر رہ گیا۔ یہاں موجود ہے اب کیا کروں۔ کیا کرنا چاہئے مجھے..........

خالد خاموشی سے سمندر کی لہروں پر نظر جمائے کھڑا ہوا تھا۔ میں نے اکتائی ہوئی نظروں سے اسے دیکھا اور پھر پھیکے لہجے میں کہا۔ "تم ہمیشہ میرے لئے الجھنیں لے کر آتے ہو۔"

"اس میں بھی میرا ہی قصور ہے۔" اس نے شکایت بھری نظروں سے مجھے دیکھا۔

"اب بتاؤ کیا کروں؟"

"تم اگر وہاں نہ جانا چاہو تو میں تمہیں زبردستی تو نہیں لے جاسکتا۔"

"میں نے سوچا تھا کہ اس کمبخت سے نجات مل گئی مگر وہ یہیں موجود ہے کیا میں سونٹ گال کو اس کے بارے میں بتادوں؟"

"اس سے کوئی فائدہ ہو گا تمہیں' اگر تمہارے خیال میں کوئی فائدہ ہے تو ضرور ایسا کرو۔"

"پھر کیا کروں آخر؟"

"اس سے مل لو' دیکھو کیا کہتا ہے۔ حالانکہ وہ وہاں پوشیدہ ہے لیکن شاید تم پر بھروسہ کرتا ہے وہ۔ مل لو روشنی اگر تم سونٹ گال کو اس کے بارے میں بتا بھی دوگی تو کیا ہو گا۔ کچھ اور ہنگامے ہوں گے تمہیں کوئی فائدہ نہیں ہو گا۔"

"وہ مجھ سے مل کر کیا کہے گا وہی الجھی ہوئی باتیں جو میرا دماغ خراب کرتی ہیں مجھے اب ان باتوں سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ مصر پہنچ کر میں اپنے وطن واپس چلی جاؤں گی۔ اپنے طور پر زندگی گزاروں گی میں' آخر وہ بھی تو ہوتے ہیں جن کے ماں باپ مرجاتے ہیں۔"

خالد عجیب سی نظروں سے مجھے دیکھنے لگا۔ پھر بڑی اپنائیت سے بولا۔ "اس سے ضرور مل لو روشنی کوئی حرج نہیں ہے۔" میں خاموشی سے لہریں دیکھتی رہی۔

شام چھ بجے کا وقت ڈی پارلو پر سب سے زیادہ مصروف وقت ہوتا تھا۔ ہم دونوں کو قید خانے میں اترنے میں کوئی دقت نہیں ہوئی قیدی بالکل الگ حصے میں تھے اور اس طرف سے ان کا کوئی تعلق نہیں تھا۔ چنانچہ نیم تاریکی میں ہم تابوتوں کے پاس پہنچ گئے۔ خالد نے آگے بڑھ کر ایک تابوت کا ڈھکن اٹھادیا مگر تابوت خالی تھا۔

"ارے۔ اوہ۔ وہ.........." خالد کے منہ سے حیرت بھری آواز نکلی۔

"میں یہاں ہوں دوستو۔" زاغ کی آواز دوسری طرف سے آئی تھی پھر وہ آگے بڑھ کر ہمارے سامنے آگیا۔ اس نے خالد سے کہا۔ "شکریہ نوجوان تم اوپر جاؤ اور خیال رکھو کوئی اس طرف نہ آنے پائے۔ اگر کوئی اس طرف نکل آئے تو تم ہمیں پہلے سے اطلاع دینا۔" خالد ایک لمحے ٹھٹکا پھر وہاں سے واپس چلا گیا۔ زاغ بولا۔ "اس سے زیادہ اسے اپنے معاملات میں شریک نہیں کیا جاسکتا۔ تمہیں ڈی پارلو پر مجھے نہ پا کر حیرت تو ہوئی ہو گی لڑکی۔"

"ہاں ہوئی تھی۔"

"فرانسیسی افسر میرا دشمن ہے۔ ڈی پارلو پر اقتدار حاصل کر کے وہ مجھ سے انتقام لینے کی فکر میں پڑ جاتا گو وہ میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتا تھا لیکن پھر بھی مجھے زیادہ زندگیوں سے کھیلنے کی اجازت نہیں ہے میرا اپنا کام یہ نہیں ہے۔"

"فرمایئے مسٹر زاغ!" میں نے کہا۔

"دونوں احمق تمہیں الجزائر لے جانا چاہتے تھے تم نے صحیح مئوقف اختیار کیا اب تمہاری منزل مصر ہونی چاہئے۔ خیر چھوڑو یہ تمہاری ایک امانت ہے میرے پاس۔ اسے واپس لے لو۔ اس نے اپنے لباس میں ہاتھ ڈال کر کچھ نکالا اور اسے میری طرف بڑھا دیا چمکتی ہوئی کوئی گول سی شے تھی میری سمجھ میں نہیں آیا کیا تھا۔

"کیا ہے یہ؟" میں نے پوچھا۔

"ارطن طلائی۔ یہ تمہارا قومی زیور ہے اسے اپنے بائیں بازو میں لپیٹ لو تاکہ شناخت رہے۔"

"کیسی شناخت؟" میں نے سوال کیا اور وہ کچھ جواب دیئے بغیر مجھے دیکھتا رہا پھر بولا۔

"اس میں کوئی شک نہیں کہ ڈان ایرن کی تحقیق' منوچہر خلازی اور نادر ہاشمی سے کہیں زیادہ مؤثر ہے لیکن تاریخ کو پڑھ کر اسے دور سے دیکھ کر مؤرخ کی حیثیت تو حاصل کی جاسکتی ہے گواہ کی نہیں۔ ان میں سے کوئی تاریخ کا گواہ نہیں ہے۔ خصوصاً منوچہر تو بالکل احمق تھا اگر خود سعدی اسے اپنی کہانی نہ سناتا تو اسے کچھ نہ معلوم ہوتا۔ یہ لوگ صرف تمہارے سہارے تاریخ کے گواہ بننا چاہتے تھے تمہیں تھوڑی بہت تفصیل معلوم ہو چکی ہے مصر پہنچنے کے بعد اور بھی بہت کچھ معلوم ہو گا اس وقت تمہیں اس شناخت کی کہانی بھی معلوم ہو جائے گی۔"

"میں الجھنوں سے نکلنا چاہتی ہوں مسٹر زاغ۔ مجھے اب اپنے بارے میں کسی شناخت سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔" زاغ چند لمحے سوچتا رہا پھر بولا۔ "تم نے بنیادی طور پر غلطی کی ہے روشنی شاید غلط فیصلے کرنے کی سرشت تمہیں اپنے باپ سے ورثے میں ملی ہے کہ اچانک اپنے ماحول سے منحرف ہوئیں اور تم پر اپنی شناخت کا جنون طاری ہو گیا۔ تم نے سب سے لڑ جھگڑ کر خود کو تنہا کر لیا۔ ہم میں سے بہت سوں کو سعدی کی تلاش تھی اور احمد کمال سعدی' اس کی ذہانت پر عش عش کرنے کو جی چاہتا ہے وہ شخص اس مادی زندگی سے تعلق رکھنے کے باوجود غیر مادی شخصیتوں سے زیادہ پُراسرار

ہو گیا ہے۔ اس نے روشنی اور تاریکی میں ضم ہونے کا راز جان لیا ہے۔ اگر انطاریہ اس کے ساتھ اپنے وجود کو فنا نہ کر لیتی تو شاید وہ بھی اس کا سراغ کھو بیٹھتی مگر اس نے سعدی کا ساتھ اپنا لیا کیونکہ اسے اپنا ماضی زندہ رکھنا ہے۔ یہ ایک انوکھی داستان ہے روشن جمال ایسی کہ انسانی عقل اسے کسی طور تسلیم نہ کر پائے۔ مجھے بھی عرصہ دراز سے سعدی کی تلاش تھی۔ خلازی اس کا شناسا تھا اور مجھے اس بات کا سراغ ملا تو میں نے اس کا ساتھ اپنا لیا پھر جب تم ہمیں نظر آئیں تو ہم نے انطاریہ کی جستجو کی اور تمہیں اس کا ذریعہ بنایا۔ یہ تصدیق ہو گئی کہ انطاریہ اس مکان میں تھی جہاں ہم نے تمہیں بھیجا تھا اور جہاں انطاریہ ہو وہیں سعدی کا وجود ملتا ہے۔ مگر سعدی چالاک تھا۔ اس نے انطاریہ کے ساتھ وہ جگہ چھوڑ دی اور پھر تاریکیوں میں روپوش ہو گیا۔ ہم پھر خلا میں بھٹکتے رہ گئے۔ روشن جمال! اپنا اندازِ فکر بدلو' بہت مختصر وقت رہ گیا ہے جب تاریخ کے دریچے تم پر کھل جائیں۔ گزرے ہوئے دور کی ہوائیں تمہاری سمت رخ کریں گی تو ہر راز تم پر منکشف ہو جائے گا۔ تم خود کو الجھنوں میں ڈال کر ایک خوفزدہ اور پریشان حال ہستی کا روپ کیوں دھارے ہوئے ہو۔ کچھ وقت سکون سے گزار لو تمہیں ایک دلچسپ تجربہ ہو گا۔ ایک حالات کا شکار ہو کر بددل ہو جانے والی ہستی کے بجائے تم ایک محقق کی شکل کیوں نہیں اختیار کر لیتیں۔ ایسے لوگ شاید نہ ہونے کے برابر ہوں جنہیں خود اپنی ذات پر تحقیق کا دلچسپ موقع ملے۔ یہ سارے کردار جو تمہارے اردگرد بکھرے ہوئے ہیں احمق ہیں ان میں سے ایک بھی احمد کمال سعدی کا ہم پلہ نہیں ہے۔ وہ کبھی کچھ نہ کر پائیں گے اگر انہیں پوری تفصیل معلوم ہو جائے تو وہ اپنا ذہنی توازن کھو بیٹھیں۔ ان میں سے ہر ایک کا ساتھ تمہارے لئے بے مقصد رہے گا بے بی۔ چنانچہ ان حالات سے فرار کے بجائے ان سے سمجھوتہ کر کے آنے والے وقت کا انتظار کرو۔"

"یہ وقت مجھے کیا دے گا؟.........."

"وسعتیں۔ سوچ کی تشکیل عمر کے ساتھ ہوتی ہے۔ تمہاری عمر تمہیں وہ وقت جلد دینے والی ہے جس میں عقدہ کشائی ہوتی ہے۔ تم نے ان درمیانی لمحات کو اپنے لئے مشکل بنا لیا ہے لیکن کوئی حرج نہیں ہے۔ ارطن طلائی تم پر یہ لمحات آسان کرے گا۔"

"یہ زیور..........؟"

"ہاں.......... سونے کی ناگن تمہاری بہترین دوست ہو گی۔ اس کی سبز نکھوں میں تمہارا ماضی پوشیدہ ہے۔ لو اسے اپنے بازو سے لپیٹ لو..........!" زاغ نے خود میرا بازو عریاں کر کے وہ سنہری لمبی زنجیر میرے بازو سے لپیٹ دی جسے میں نے رے دیکھا بھی نہ تھا..........! پھر بھی میں نے گریز نہ کیا اور کہا۔

"میں تھک چکی ہوں مسٹر زاغ۔ میرا دماغ ہر وقت چنخارتا رہتا ہے۔ میں ان ہوشربا لات سے آزادی چاہتی ہوں۔ مجھے کچھ نہیں معلوم کہ یہ سب کیا ہے۔ مجھے کچھ تو لوم ہو۔"

اس بار زاغ بہت دیر تک خاموش رہا پھر بولا۔ "وہ لکڑی کا تابوت خالی ہے۔ پر بیٹھ جاؤ۔ میں تمہیں کچھ بتاتا ہوں۔" میں نے فوراً اس کے کہنے پر عمل کیا اور تابوت کے ڈھکن پر بیٹھ گئی' زاغ کی پُراسرار شخصیت کو تو میں نے پہلے ہی تسلیم لیا تھا۔ اب اس کی شخصیت اور مستحکم ہو گئی تھی' چند لمحات کے بعد وہ پُرخیال انداز بولا۔

"مصر کی قدیم بادشاہی کا سلسلہ تیسرے سے چھٹے شاہی خاندان تک رہا اور یہ دور ہزار سات سو قبل مسیح سے دو سو قبل مسیح تک قائم رہا ممفس سرگرمیوں میں جہاں بہت سی داستانیں پوشیدہ ہیں' وہیں زارم طھابی کا نام بھی ایک نمایاں حیثیت رکھتا یونکہ یہ ایک منفرد شخص تھا اس کا تعلق نہ قدیم بادشاہی سلسلے سے تھا اور نہ مصر کے لوگوں سے جو خاص مصری نژاد تھے۔ زارم طھابی سمندری سفر کر کے مصر آیا تھا اور آباد ہو گیا تھا۔ وہ پوشیدہ علوم رکھتا تھا پرندے اس کے ہم عصر تھے اہالیان مصر پرندوں کا جادوگر کہتے تھے۔ بعد میں اس کے بیٹے ابن طھابی نے باپ کا منصب ملا اور انہی روایات کے ساتھ زندگی گزارنے لگا۔ طھابی کا دانش کدہ اب اس کے کے تصرف میں تھا جہاں وہ اپنے باپ کے علوم سے استفادہ حاصل کر رہا تھا۔ ابن بی اس وقت نوجوان تھا جب اس نے قدیم عقیدے کے مطابق ایسی دیوی کو دیکھا جو نور سے بنی ہوئی تھی اور دلکشی کی ہر مثال اس پر ختم ہو جاتی تھی' نوجوان ابن بی اس پر فریفتہ ہو گیا لیکن اپنے باپ کی عطا کی ہوئی علم کی دولت سے اس نے یہ م کیا کہ رنگ و نور کی یہ دیوی اس زمانے سے تعلق نہیں رکھتی بلکہ وہ مصر کے ندہ آنے والے دور "سیت" کی ایک شخصیت ہے لیکن وہ دور بہت دور تھا' ہو سکتا زاروں سال آگے.......... تب ابن طھابی نے سوچا کہ جب وہ اس کائنات میں

ظہور پذیر ہوگی تو اس کا اپنا وجود زمین کی گہرائیوں میں گم ہو چکا ہو گا لیکن وہ جانتا تھا کہ زمین کی گہرائیاں کس طرح ایک جسم کو پناہ دے سکتی ہیں کہ وہ عرصہ دراز تک اپنی ہیت قائم رکھے اور یہی اس کے باپ طہابی کا وہ سب سے مشکل عمل تھا جس کی تشکیل کرتے ہوئے بالآخر اس نے اپنے آپ کو فنا کرلیا تھا' البتہ ابن طہابی جو کچھ جانتا تھا وہ اپنے باپ سے زیادہ تھا' اور اسے علم تھا کہ اگر زندگی کو مستعار کر کے زمین کے حوالے کردی جائے تو زمین اس کا تحفظ کرتی ہے اور اس کے لئے اس نے تمام تر کوششیں صرف کردیں۔ یہ دیوانگی ہی تھی لیکن اس نے اس دیوانگی کو اپنالیا۔ ہاں کچھ ایسی کمی رہ گئی تھی جس کی بنا پر اسے اپنے مقصد میں کامیابی حاصل نہ ہو سکی اور وہ زمانہ "سیت" سے آگے بڑھ گیا کہ وقت کا صحیح تعین نہیں ہو سکا تھا۔

پھر ایک محقق نے اسے زمین کی تہہ سے برآمد کیا اور اس میں زندگی کی روح دوڑا دی اور جو علم ابن طہابی کے پاس تھا وہ اس دور کے علم سے بدرجہا زیادہ تھا جو محقق کے دور کا علم تھا اور ابن طہابی نے جب اپنے ستاروں کے حساب کا جائزہ لیا تو اسے علم ہوا کہ وہ دور تو کبھی کا گزر چکا جو "سیت" کا دور تھا اور جس کے لئے اس نے اپنے آپ کو زمین کے حوالے کردیا تھا.......... تو پھر یہ کیفیت ہوئی اس کی کہ وہ شدتِ غم سے نڈھال ہو گیا اور یہ سوچنے لگا کہ اب جینے سے کیا غرض رکھی جاسکتی ہے.......... لیکن محقق نے اسے اس طرح اپنی دوستی کے جال میں پھانسا کہ اسے جینا پسند آیا اور پھر وہ جیتا رہا لیکن اس نے اپنا تمام تر علم محقق کے حوالے کردیا تھا اور وہ محقق بلاشبہ اپنے طور پر اتنی ذہانتوں کا مالک تھا کہ ابن طہابی کو اس کی شخصیت تسلیم کرنا پڑی اور اس نے ابن طہابی کے علم سے ایک اور نئی شاخ نکالی جس کا مقصد یہ تھا کہ اگر تاریخ فضاؤں میں گم ہو جائے تو اسے تلاش کیا جاسکتا ہے.......... پھر وہ دیوانہ ابن طہابی کے ساتھ مصروف عمل رہا.......... اور اس نے طہابی کی وہ معلومات جو اس کے باپ نے اسے عطا کی تھیں حاصل کرلیں اور ان کے تحت ایسے ایسے نئے نقشے دریافت کئے جو طہابی کے علم سے زیادہ آگے تھے۔ آہ کاش ابن طہابی خود اتنا زیرک ہوتا کہ وہ علم اسے حاصل ہو جاتا۔ میری باتیں تمہاری سمجھ میں آرہی ہیں بے بی..........!"

نہ جانے میں نے اس کے سوال کے جواب میں کیا کہا۔ میرے دماغ کی رگیں پھٹی جارہی تھیں۔ زاغ نے سلسلۂ گفتگو وہیں سے جوڑا اور بولا۔ "اس نے معلوم کرلیا کہ

اضی کو حال کی ہواؤں میں تلاش کیا جاسکتا ہے اور جب سورج کی کرنیں واپسی کا سفر رتی ہیں تو ان کے ساتھ ماضی کا رخ اختیار کیا جاسکتا ہے۔ قدیم زبانوں کے ماہر اور ادرا قوتیں رکھنے والے اس محقق نے ابن طہابی کے باپ کے ورثے سے وہ کچھ اصل کیا جس تک خود ابن طہابی کا دماغ رسائی نہیں حاصل کرسکا تھا مثلاً یہ کہ رات ی تاریکی جب ہر شے کو نگاہوں سے معدوم کردیتی ہے تو اس میں گم ہو کر اپنی خوشبو تک کو کسی روپوش رکھا جاسکتا ہے.......... یا سورج کی روشنی جب اپنی قوت سے آنکھیں بند کردیتی ہے تو بند آنکھوں میں سے اجسام کا عکس کیسے چرایا جاسکتا ہے محقق نے طہابی کی دانش گاہ میں رہ کر وہ کچھ حاصل کرلیا جو خود اس کا بیٹا نہیں حاصل کرسکا تھا مگر وہ نہیں جانتا تھا کہ حسن و عشق کی کہانی نہ جانے کتنی صدیوں سے تباہی و بربادی کا پیش خیمہ رہی ہے اور وہ جو برباد زمانہ ہوئے نرے احمق نہ تھے۔ سو یوں ہوا کہ ایک چمکیلی دوپہر محقق نے مصری نژاد خاندان سیت کی اس دیوی کی داستان چھیڑی دی جو 663 قبل مسیح مصر کے چھبیسویں خاندان سے تعلق رکھتی تھی اور ابن طہابی جس کا دور کھو چکا تھا۔ اس نے ابن طہابی کے ذہن میں اناتم سلاطیہ اول کا تصور جگایا اور سورج کی جانب اشارہ کردیا۔ روشنی نے ابن طہابی کی آنکھوں میں اناتم سلاطیہ اول کا نقش منجمد کردیا اور محقق نے وہ نقش اس کے تصور سے حاصل کرلیا لیکن یہ چوری خود محقق کے لئے موت کا پھندہ بن گئی۔ ابن طہابی احمق نہ تھا کہ اس ملکۂ حسن کے لئے اس نے کئی صدیوں کی موت اپنالی تھی۔ خود محقق اس کے لئے حواس کھو بیٹھا۔ آہ کاش وہ غاصب ابن طہابی کا رہنما بن جاتا اور اسے اس کی منزل کو روانہ کردیتا۔ اب وہ سلاطیہ کے لئے ابن طہابی سے زیادہ تڑپ رہا تھا لیکن اسے فوقیت حاصل تھی۔ اس نے سورج سے مدد لی اور ایک دن کرنوں کی واپسی کا سفر کر کے سیت کے دور میں چلا گیا۔ وہاں اس نے اپنا نام بتایا اور سلاطیہ تک رسائی حاصل کرلی۔ اس نے تاریخ کو دھوکا دیا اور اس دور کا ایک کردار بن گیا پھر اس نے ایک دور کو احمق بنائے رکھا اور بے پناہ علم کے سہارے اس میں جیتا رہا لیکن جس تاریخ میں وہ جی رہا تھا وہ اس کا اپنا دور نہیں تھی۔ اسے سلاطیہ کا قرب حاصل ہو گیا لیکن وہ اپنے دور میں آنا چاہتا تھا۔ اس نے کوششوں کا آغاز کردیا اور یہی کوششیں اس کے لئے پھندہ بن گئیں۔ عین اس وقت جب وہ سلاطیہ اول اور ایک ننھے سے وجود کے ساتھ جو اس کے اور سلاطیہ کے اشتراک کا ثمر تھا سورج کے طلوع کے ساتھ فرار ہو رہا تھا اس پر کمندیں ڈال دی

گئیں۔ سلاطیہ فرار نہ ہو سکی۔ محقق کا بدن کمندوں میں پھنس گیا لیکن وہ اپنی بچی کے ساتھ فرار ہونے میں کامیاب ہو گیا۔ اپنے بے جسم وجود اور ننھی بچی کے مکمل وجود کے ساتھ۔ وہ اپنی دنیا میں پہنچ گیا لیکن تڑپتا اور سسکتا ہوا۔ اپنے دل کو محبت کے زخموں سے چُور کئے اور اس کے بعد سے آج تک وہ اپنی گمشدہ محبت کی تلاش میں سر گرداں ہے۔ ہر کوشش کر رہا ہے وہ۔ نہ جانے کیا کیا کوشش۔ تم سمجھ گئیں روشن جمال۔ کون ہے وہ محقق.......... تمہارا باپ احمد کمال سعدی۔"

میرا وجود پسینے سے تر ہو رہا تھا۔ دماغ میں جیسے آندھیاں چل رہی تھیں۔ بدن میں تھرتھراہٹ تھی۔ دل جیسے حلق سے نکل پڑنے کے لئے بے چین تھا مگر میں سن رہی تھی اس کی باتیں سن رہی تھی۔

"اور تم.......... تم وہ عظیم دھوکا ہو.......... جو تاریخ کو دیا گیا.......... سمجھیں روشنی۔ تمہیں تاریخ سے چرایا گیا ہے اس کے بعد.......... اس کے بعد روشنی.......... وہ بے کس.......... وہ مظلوم جس نے صدیاں تج دی تھیں۔ جس نے ہزاروں سال کھو دیئے تھے وہ ساری کاوشیں کر کے جو سعدی نے کی تھیں اس دور میں پہنچا اور اس نے تمام معلومات حاصل کیں.......... اس نے اپنی محبت کو دیکھا جو کسی اور کے لئے تڑپ رہی تھی۔ وہ اب بھی اسے چاہتا تھا۔ اس نے بعد کے سارے معاملات معلوم کئے۔ تاریخ کی عدالت نے سعدی پر مقدمہ قائم کر دیا تھا۔ دیوی انطاریہ نے قربانی دے کر سعدی کی محافظت اختیار کی تھی۔ اس مقدمے کے لئے وقت مقرر کر دیا گیا تھا۔ وہ وقت جب سلاطیہ ثانی عقل کے مقتل میں داخل ہو جائے کیونکہ اس مقدمے میں اس کا اہم کردار ہے۔ روشنی.......... سعدی بے جسم بھٹک رہا ہے۔ اس نے بہت سی کتابیں لکھی ہیں۔ دورِ قدیم سے واپسی کے بعد بھی اس نے بہت کچھ لکھا ہے۔ ایک اور کتاب بھی اس نے لکھی جو طبع نہ ہو سکی اسے چرا لیا گیا.......... لیکن وہ کتاب جس نے چرائی ہے اس سے اس دور کا کوئی شخص رابطہ نہیں کر سکتا۔ وہ انطاریہ کی تحویل میں ہے۔ اس کتاب میں سعدی نے وہ سارے حوالے دے دیئے تھے جو زمانہ جدید کے محققوں کے لئے تاریخ کے بخیئے ادھیڑنے کے کام آتے۔ سعدی جھوٹے سہارے حاصل کرنے میں کوشاں ہے۔ اسے کچھ حاصل نہ ہو گا۔ اگر کوئی اس کا وکیل بن سکتا ہے تو وہ میں ہوں روشنی.......... ہاں وہ میں ہوں۔ میں.......... زعورس ابن طہابی.......... وہ حرماں نصیب جس نے اپنی ناکام

محبت کے لئے صدیاں کھو دیں.......... اور کچھ نہ پایا۔ میں سعدی سے ملنا چاہتا ہوں۔ اس سے کہنا چاہتا ہوں کہ اپنی کاوشوں سے وہ کچھ نہ پا سکے گا۔ اسے ماضی کی عدالت میں پیش ہونا پڑے گا۔ میں اس کی وکالت کروں گا۔ اگر اسے سزا ہوئی تو میں خود کو اس کے بدلے پیش کر دوں گا کیونکہ.......... کیونکہ میں سلاطیہ سے محبت کرتا ہوں اور سلاطیہ.......... سعدی کو چاہتی ہے۔"

زاغ کی آواز کپکپا گئی۔ میرے حواس ساتھ چھوڑ گئے۔ اچانک مجھے زور سے چکر آیا۔ میں نے ہاتھ پھیلا کر کسی غیر مرئی شے کو پکڑنے کی کوشش کی لیکن کچھ ہاتھ نہیں آیا اور میں اوندھے منہ فرش پر آ رہی۔ مجھے کچھ ہوش نہیں رہا تھا۔

☆------☆------☆

نہ جانے کب تک بے ہوش رہی تھی۔ ہوش آیا تو چمکدار دن پھیلا ہوا تھا۔ میں جہاز کے ہسپتال میں بستر پر پڑی ہوئی تھی اور شاید میرے سر میں پٹی بندھی ہوئی تھی۔ اچانک مجھے سسٹر زمرد کی آواز سنائی دی۔

"روشنی.......... روشنی.......... کیسی طبیعت ہے..........؟" اس کے ساتھ ہی سسٹر زمرد کا ہاتھ میرے سینے پر آ ٹکا اور ان کا چہرہ نگاہوں کے سامنے۔

"ٹھیک ہوں سسٹر۔"

"بخار تو اب بھی ہے تمہیں۔"

"بخار..........؟"

"ہاں۔ ڈاکٹر الیاس نے بتایا کہ رات کو تمہارا بخار حد سے تجاوز کر گیا تھا۔ تم پر سرسامی کیفیت طاری تھی۔ تم نہ جانے کیا کیا ہذیان بک رہی تھیں۔"

میں خاموشی سے سسٹر زمرد کی صورت دیکھنے لگی۔ خود پر گزرے واقعات کو یاد کر کے ایک بار پھر کپکپی طاری ہونے لگی تھی۔ سسٹر زمرد نے میرا بازو سہلاتے ہوئے کہا.......... "نہیں ڈیئر.......... نہیں روشنی۔ تم تو بہت بہادر لڑکی ہو۔ کیا بات ہے سوئٹی۔ کسی سے خوفزدہ ہو۔"

"نہیں۔ نہیں سسٹر' بس سردی لگ رہی ہے۔" میں نے کپکپاتی آواز پر قابو پانے کی کوشش کر کے کہا۔ سسٹر زمرد نے مجھے کمبل سے ڈھک دیا۔

"دماغ پر زور نہ ڈالو۔ سوری میں نے تم سے ایسے سوالات کر ڈالے۔" سسٹر شرمندگی سے بولیں۔

"نہیں سسٹر' اب ٹھیک ہوں۔ کیا وقت ہوا ہے۔"

"گیارہ بج کر بیس منٹ ہوئے ہیں.........!"

"رات کے.........؟" میں نے حیرت سے روشنی دیکھتے ہوئے کہا۔

"نہیں بھئی۔ دن کے۔ ساری رات تو تم بخار میں پھنکتی رہی ہو.........اصل میں رات کو مجھے نہیں معلوم تھا کہ تم بیمار ہوگئی ہو۔ میں اور الیاس سو رہے تھے کہ مسٹر مارکو کے ایک ساتھی نے کیبن پر دستک دے کر ہمیں جگایا اور پھر ڈاکٹر الیاس سے ایک مریض کو دیکھنے کے لئے کہا جو زخمی ہوگیا تھا۔ الیاس مجھے آرام کرنے کے لئے کہہ کر اسپتال آگئے اور میں گہری نیند سوگئی صبح کو ہی آنکھ کھلی تھی۔ الیاس واپس نہیں آئے تھے میں پریشان ہوگئی فوراً تیار ہو کر باہر نکلنے ہی والی تھی کہ الیاس واپس آگئے۔ وہ ساری رات تمہارے سرہانے رہے ہیں۔ انہوں نے بتایا کہ وہ مریض تم ہو اور تمہاری کیفیت رات بھر خراب رہی ہے۔ میں پریشان ہوگئی۔ الٹا سیدھا ناشتہ کر کے یہاں بھاگی اس وقت سے یہیں ہوں۔ بے چارہ خالد رات بھر تمہارے ساتھ جاگتا رہا ہے.........!"

"خالد.........؟" میں آہستہ سے بولی۔

"وہی تمہیں اسپتال لایا تھا۔ اس نے بتایا کہ عرشے پر چہل قدمی کرتے ہوئے تمہیں ٹھوکر لگ گئی تھی۔"

"اوہ۔" میں نے گہری سانس لے کر کہا۔

"کوئی اور بات تھی کیا.........؟"

"نہیں۔ بری طرح ٹھوکر لگی تھی۔" میں نے جواب دیا۔

"خالد کو میں نے زبردستی ناشتہ کرنے بھیجا ہے۔ ڈاکٹر بتا رہے تھے کہ اس نے بیٹھنا تک پسند نہیں کیا۔ ساری رات تمہارے سرہانے کھڑے ہو کر گزاری ہے۔"

"پاگل ہے وہ۔"

"اس کے پاگل پن کا علاج کردو روشنی۔ اب اس پر ترس آنے لگا ہے۔ میں تم سے سفارش کرتی ہوں۔"

"میں اب ٹھیک ہوں سسٹر آپ بھی آرام کریں۔"

"بے حد ضدی ہو تم......... مگر اب میں تم سے پورے اعتماد سے یہ بات کہہ سکتی ہوں کہ وہ تم سے مخلص ہے۔ تم نے اس پر ترس نہ بھی کھایا تب بھی وہ تمہیں

پوجتا رہے گا۔"

"سسٹر پلیز۔ کیا یہ وقت ان باتوں کا ہے۔" میں نے خشک لہجے میں کہا۔

سسٹر زمرد مجھے دیکھتی رہیں پھر انہوں نے آہستہ سے کہا۔ "میں جانتی ہوں روشنی اچھی طرح جانتی ہوں' تم مجھ سے کبھی ایسے لہجے میں بات نہیں کرتی تھیں مگر جو واقعات گزرے ان میں میرا بھی تو قصور نہیں تھا۔ میں بالکل مخلصانہ طور پر تمہارے ساتھ آئی تھی۔ انسان ہوں پے در پے مشکلات نے الجھا دیا اور پھر ذرا سی جھنجلاہٹ آگئی فطرت میں۔ پھر ڈاکٹر الیاس کا مل جانا میری الجھنوں کا حل بن گیا اور اب اتفاق سے ہمیں ایک بار پھر زندگی کی خبر مل گئی ہے' تو میرے اندر تمہارے لئے وہی جذبے جاگ اٹھے ہیں اگر تم انہیں قبول نہ کرو تو کوئی بات نہیں ہے۔ میرا تمہارا کوئی خون کا رشتہ نہیں ہے' سوری میں نے بلاوجہ اپنے آپ کو تمہارا بزرگ سمجھ لیا اور تمہیں مشورے دینے لگی' سوری ویری سوری' آئندہ احتیاط رکھوں گی روشنی۔" سسٹر زمرد کی آواز عجیب سی ہوگئی......... میں نے چونک کر انہیں دیکھا' نہ جانے کیوں دل پسیج گیا تھا میں نے ان کے ہاتھ پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا.........

"نہیں سسٹر' ایسی کوئی بات نہیں ہے جو ہوگیا سو ہوگیا مجھے اب آپ سے کوئی گلہ نہیں ہے بلکہ میری دعائیں ہیں کہ آپ ڈاکٹر الیاس کے ساتھ زندگی کے اس نئے حسین سفر کے آغاز میں ہمیشہ سرخرو رہیں' بس سسٹر ایسے ہی آپ کو خود اندازہ ہے کہ میری زندگی کا کوئی محور نہیں ہے۔ میں نہیں جانتی کہ میرا مستقبل کیا ہے اور وہ شخص' آپ کو اس کے بارے میں سب کچھ پتہ ہے۔ میں خلوص دل سے اس کی جانب مائل ہوئی تھی اس نے اپنی محبوبہ کو بہن کہہ کر مجھ سے متعارف کرایا تھا ایک انسان کسی لالچ کے تحت اس حد تک جاسکتا ہے تو کوئی اور بڑا لالچ اسے کسی بھی بہت بڑے کام پر آمادہ کرسکتا ہے۔ میں جان بوجھ کر یہ خطرہ کیوں مول لوں' سسٹر مشکل ہے' آپ اس کے علاوہ جو حکم مجھے دیں گی وہ میں مان لوں گی۔"

"خیر بس میں تو یوں کہہ رہی تھی کہ' وہ تمہارے لئے بہت کچھ کر رہا ہے' جو چہرہ میں نے اس کا دیکھا اس پر مجھے بے حد ترس آیا' ایسے لٹا لٹا نظر آرہا تھا جیسے اس کا سب کچھ کھو گیا ہو' بڑی مشکل سے یہاں سے ٹلا۔ کہہ گیا ہے حلیہ درست کر کے تھوڑی دیر بعد آجاؤں گا۔"

"ٹھیک ہے سسٹر یہ ساری باتیں اپنی جگہ ہیں بہرحال دیکھئے وقت کیا کرتا ہے'

آپ آرام کیجئے میں اب بالکل ٹھیک ہوں بلکہ یہاں سے جانا چاہتی ہوں۔"

"الیاس ابھی آتے ہوں گے وہی تمہارے معالج ہیں' انتظار کرلو خالد کے آتے ہی میں یہاں سے چلی جاؤں گی۔"

"نہیں پلیز آپ کسی بات کو غلط انداز میں نہ سوچیں۔" سسٹر زمرد تھوڑی دیر تک خاموشی سے سوچتی رہیں پھر انہوں نے کہا۔ "ویسے اپنا پروگرام نہیں بتاؤ گی..........؟"

"کیسا پروگرام سسٹر..........؟"

"مصر پہنچنے کے بعد ہم لوگ تو فوراً اپنے وطن واپسی کا بندوبست کریں گے تم کیا کرو گی..........؟"

ایک بار پھر میرے ذہن میں زاغ کی داستان آگئی' اس داستان کے تصور سے دل ودماغ میں عجیب سی ہلچل پیدا ہوگئی تھی' میں نے یہ داستان سنی تھی اور اس کا ایک ایک لفظ میرے وجود میں پیوست ہوگیا تھا لیکن ابھی تو میرے ہوش نے اس کا کوئی تجزیہ نہیں کیا تھا' میں کیا کہوں اپنے بارے میں' کیسے کوئی فیصلہ کروں میرے فیصلے تو کہیں اور ہی ہورہے ہیں' اگر زاغ کی سنائی ہوئی کہانی ایک دلچسپ داستان نہیں ہے تو پھر میں کیسے کہہ سکتی ہوں کہ میرا آئندہ قدم کیا ہوگا' آہ میں تو اپنی بھی نہیں ہوں' میں کوئی فیصلہ اپنی مرضی سے نہیں کرسکتی۔ سسٹر زمرد کو میں نے کوئی صحیح جواب نہیں دیا تھا کہ خالد آگیا' شیو وغیرہ بنا کر نئے کپڑے پہن کر آیا تھا' لیکن آنکھوں کی لالی بتاتی تھی کہ واقعی ایک لمحے نہیں سو سکا' مجھے ہوش میں دیکھ کر مسکرایا اور بڑی اپنائیت سے بولا۔ "کیسی طبیعت ہے روشنی..........؟"

"اب تو ٹھیک ہوں' پتہ نہیں بخار کیسے آگیا..........؟"

"وہ دراصل چوٹ کی وجہ سے۔" خالد نے کسی قدر الجھے ہوئے انداز میں کہا' اصل میں وہ یہ جاننا چاہتا تھا کہ میں نے سسٹر زمرد کو تفصیلات بتادی ہیں یا نہیں' وہ مسلسل جھوٹ بولتا رہے اور سسٹر زمرد کو اس پر مسکرانے کا موقع ملے' بہرطور اس نے میرے راز کو راز رکھا تھا' میں خود بھی اپنے متعلق کہانیاں دوسروں کو سنانے کی شوقین نہیں تھی۔ سسٹر زمرد نے کہا۔

"ڈاکٹر الیاس آجائیں تو ان سے بات کرکے جو فیصلہ مناسب سمجھو کرلینا' اور سنو روشنی میں تمہاری تیمارداری کرنا چاہتی ہوں زیادہ نہیں تو کم از کم اس سفر کے دوران

بلکہ اگر تم خود پسند کرو تب' میرا مطلب سمجھ رہی ہو نا' اگر جی چاہے تو مجھے طلب کرلینا' میں بڑی خوشی سے آجاؤں گی۔"

میں ہنس پڑی میں نے کہا.......... "میرا مستقل بیمار رہنے کا ارادہ نہیں ہے سسٹر اس کے باوجود اگر مجھے آپ کی ضرورت ہوئی تو آپ کو زحمت دوں گی۔"

سسٹر زمرد چلی گئی' خالد میرے نزدیک خود کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گیا تھا۔ میں نے احسان مند نگاہوں سے دیکھتے ہوئے کہا۔ "تمہیں میری وجہ سے بڑی تکلیفیں اٹھانی پڑ رہی ہیں۔"

"زاغ کہاں گیا' کیا اس نے تمہیں زخمی کیا تھا..........؟"

"کیا مطلب کیا وہ تابوت میں موجود نہیں ہے؟"

"نہیں' بہت دیر گزر گئی تو میں واپس وہاں پہنچا۔ تم زخمی اور بے ہوش پڑی تھیں۔ زاغ تابوت میں موجود نہیں تھا۔ دونوں تابوت خالی ہیں۔ میں تمہیں اٹھا کر اسپتال لے آیا۔ زاغ کہاں گیا!"

"خدا جانے۔" میں نے بیزاری سے کہا اور نچلا ہونٹ دانتوں میں دبا کر آنکھیں بند کرلیں۔ ڈاکٹر الیاس نے مجھے جانے کی اجازت دے دی۔ خالد میرے ساتھ کیبن تک آیا تھا۔ اس کی پُرامید نگاہیں بار بار میری طرف اٹھ جاتی تھیں لیکن اس کے بعد میں نے زبان سے کچھ نہیں کہا۔ میں بستر پر لیٹ گئی۔ وہ بولا۔ "میں یہاں تمہارے پاس رک سکتا ہوں؟"

"یقین کرو' میں بالکل ٹھیک ہوں۔ زاغ نے مجھے میرے بارے میں ایک ایسی کہانی سنائی تھی جس نے میرا دماغ معطل کردیا تھا۔ شاید اسی کہانی کے اثر سے مجھے بخار آگیا۔ وہ عارضی ہیجان تھا۔ اب میں نے اس پر قابو پالیا ہے۔ سر کی چوٹ بھی خاص نہیں ہے۔"

"اس کے باوجود میں یہاں رکنا چاہتا ہوں۔"

"ساری رات جاگتے رہے ہو۔ جاؤ سو جاؤ۔ پلیز خالد۔"

"مجھے وہ کہانی نہیں سناؤ گی؟"

"نہیں۔" میں نے دوٹوک لہجے میں کہا۔ اس نے رخ بدل لیا۔ میرے جواب پر وہ اپنے تاثرات چھپانا چاہتا تھا۔ چند لمحات کے بعد اس نے کہا۔

"اوکے.......... خدا حافظ..........!" وہ کیبن سے باہر چلا گیا۔ میں نے جلتی

ہوئی آنکھیں بند کرلیں۔ میرے ہیجان میں کمی نہیں واقع ہوئی تھی، بس ایک سنبھالا تھا جو ان لوگوں کی موجودگی کی وجہ سے لینا پڑتا تھا۔ بے ہوش ہونے کے بعد تو اس کہانی پر غور ہی نہیں کرسکتی تھی اور اب پہلی فرصت ملی تھی جس میں مجھے اپنی داستان پر سوچنے کا موقع ملا تھا۔ کیا ہی انوکھی کہانی ہے، کیا وہ شخص درست کہہ رہا ہے؟ جو کچھ اس نے کہا کیا واقعی وہ سچ ہے، کیسے مان لوں، بھلا عقل کے تسلیم کرنے کی بات ہے ایک محقق جو تاریخ مصر پر تحقیق کررہا تھا کسی شخص کے ذریعے دور قدیم میں پہنچ گیا اور وہاں اس نے وقت گزارا، ماضی میں رہ کر اس نے ماضی کے کسی کردار کے ساتھ زندگی کے وہ لمحات گزارے اور کچھ کہانیوں کو جنم دیا۔ انوکھی کہانیاں جن پر بھلا کون یقین کرسکتا ہے، ہر لحاظ سے غلط، بھلا تاریخ کی کسی مردہ شخصیت میں وہ زندگی کہاں سے پائی جاسکتی ہے جس میں ایک بار پھر وہ انسانی جذبات سے زندگی کے ہنگاموں سے آراستہ ہوجائے۔ زاغ کی کہانی جھوٹی ہی لگتی ہے۔ میں نے تو کبھی اپنے آپ میں کوئی ایسی تبدیلی نہیں پائی جس میں خود کو عام انسانوں سے مختلف محسوس کروں، احساسات، جذبے، رقابت، وہ تمام ہی چیزیں مجھ سے منسلک تھیں جو اس دنیا میں رہنے والے عام انسانوں میں ہوتی ہیں، کیا میں واقعی اس قدر منفرد ہوں، جھوٹا ہے زاغ جھوٹ بولتا ہے، کم بخت نہ جانے کیا بلا ہے، کہاں روپوش ہوگیا.......... آہ میں کیا کروں.......... خواہ مخواہ اپنی حسین زندگی کو چھوڑ کر ماں باپ کے تصور کو اپنایا اور دربدر ہوگئی، سسٹر زمرد کی بات ہی کیوں نہ مان لوں، میں ہر ایک کو ٹھکرا رہی ہوں حالانکہ مجھ سے بے لوث محبت کرنے والے میرے اردگرد بکھرے ہوئے ہیں۔

کیا ان سب سے انحراف مناسب ہے۔ میں کیوں اس قدر دیوانی ہوگئی ہوں کیا لکھا ہے میری تقدیر میں، کہیں ایسا نہ ہو کہ اپنا دماغی توازن کھو بیٹھوں، سڑکوں پر چکراتی پھروں، پاگلوں اور دیوانوں کی مانند، کیا یہ ہے میرا اختتام۔ زاغ کی کہانی نے ہوش وحواس اس طرح معطل کردیئے تھے کہ سر میں چوٹ بھی لگی، شدید بخار کا شکار ہوگئی۔ اس کے بعد آکر اس کہانی پر مسلسل غور کرتی رہوں تو اس سے بھی برا حال ہوگیا میرا، میں نے بے چینی سے کروٹ بدلی اور کوئی چیز میرے بازو میں چبھنے لگی، ایک بار پھر میرا دل بری طرح دھڑک اٹھا تھا، مجھے وہ زیور یاد تھا جو زاغ نے مجھے دیا تھا اور اس کا نام اس نے شاید "ارطن طلائی" بتایا تھا، عجیب وغریب نام ہے غالباً یہ بھی عبرانی زبان کا کوئی لفظ ہے۔ مگر اس کے معنی، طلائی تو سمجھ میں آجاتا ہے، ارطن کیا چیز ہے

اور اس نے یہ بھی کہا تھا کہ یہ تمہارا بہترین راہ نما اور دوست ثابت ہوگا۔ میں نے تو اسے غور سے دیکھا بھی نہیں تھا۔ اچانک ہی میرے ذہن میں تجسّس جاگ اٹھا، بستر پر اٹھ کر بیٹھ گئی، بازو پر سے آستین ہٹائی، زاغ نے اپنے ہاتھ سے وہ زیور میرے بازو پر باندھا تھا۔ میں نے اس کے ہک تلاش کئے اور اسے کھول لیا۔ سونے کی مختلف زنجیروں کو میں نے دیکھا تھا۔ ان کی مشینی بناوٹ بعض اوقات انتہائی عجیب ہوتی ہے۔ لیکن یہ زیور کسی مشین سے تیار کیا ہوا نہیں معلوم ہوتا تھا، اس کے اندر ایک لجلجی سی حرارت تھی، محسوس ہی نہیں ہوتا تھا کہ کوئی زیور ہے، بناوٹ بے حد حسین تھی، چہرہ مکمل سانپ کا تھا آنکھوں میں دو انتہائی باریک ننھے سبز نگینے لگے ہوئے تھے جو بولتے ہوئے محسوس ہوتے تھے۔ میں نے ان پر غور کیا تو مجھے یہ محسوس ہوا کہ وہ مجھ سے کچھ کہہ رہے ہیں۔ آہ یہ عجیب وغریب زیور بھی اپنی جگہ ایک انوکھی نوعیت رکھتا تھا۔ بظاہر اس میں اور کوئی خاص بات نہیں تھی، لیکن اس سے نگاہیں ملانے کے بعد مجھے اپنے ذہن میں ایک عجیب سی سنسناہٹ محسوس ہونے لگی۔ میں نے آنکھیں بند کرکے اپنے سر کو کئی بار جھٹکا اور سر کے زخم میں ایک تیز ٹیس دوڑ گئی۔ میں نے بستر کے تکیئے سے سر لگادیا۔ لجلجا زیور اب بھی میرے ہاتھ میں تھا لیکن اس وقت میری دہشت کی انتہا نہ رہی، جب میں نے محسوس کیا کہ طلائی زنجیر متحرک ہے، مجھے یوں لگا جیسے وہ رینگتی ہوئی میری کلائی پر چڑھ رہی ہو۔ میرے حلق سے دہشت بھری آواز نکل گئی اور میں نے زور سے ہاتھ کو جھٹکا طلائی زنجیر فرش پر جا پڑی تھی، میں ایک جھٹکے سے سیدھی ہوگئی اور میں نے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اسے دیکھا وہ اسی طرح ساکت پڑی ہوئی تھی، پتہ نہیں یہ صرف میرا احساس تھا یا حقیقتاً اس میں کوئی تحریک ہوئی تھی، زاغ کی دی ہوئی چیز تھی، پتہ نہیں اس میں بھی کیا اسرار ہو اس کی سبز ٹھنڈی آنکھیں نیچے پڑی ہوئی بھی چمک رہی تھیں اور جب بھی میں ان آنکھوں کی طرف دیکھتی، مجھے اپنے دماغ میں کچھ کلبلاہٹیں سی محسوس ہونے لگتی تھیں۔ اس وقت بھی میری نگاہیں اس پر جمی ہوئی تھیں اور دماغ کی سنسناہٹیں بڑھ گئی تھیں۔ پھر مجھے جمائی آئی اور پلکوں پر شدید وجھ محسوس ہونے لگا۔ میں بستر پر دراز ہوگئی نہ جانے کیوں زمین پر پڑی ہوئی ناگن کی زنجیر میرے دماغ سے نکل گئی تھی۔ پھر پلکیں ایک دوسرے سے ایسی جڑیں کہ میں نہیں کوشش کے باوجود نہ کھول سکی اور دنیا ومافیہا سے بے خبر ہوگئی، نہ جانے کتنی دیر سوتی رہی تھی۔ غالباً اس دوران کسی نے میرے کیبن کی طرف رخ کرنے کی کوشش

بھی نہیں کی تھی۔ آنکھ کھلی تو تقریباً دو بج رہے تھے ایسی شگفتگی پیدا ہوگئی تھی دل ودماغ میں کہ مجھے خود حیرت ہوئی۔ بخار کا وہ احساس بھی جاتا رہا تھا جو بدن کو تھکن کا شکار کئے ہوئے تھا۔ سر کی چوٹ میں بھی کوئی خاص تکلیف نہیں تھی۔ میں بستر پر اٹھ کر بیٹھ گئی اور جب میں نے پاؤں لٹکائے تو اچانک ہی مجھے وہ زیور یاد آیا اور میں نے فوراً ہی فرش پر نگاہیں دوڑائیں حیرت کے جھٹکے تو میری تقدیر میں لکھے ہی ہوئے تھے' سونے کی زنجیر وہاں موجود نہیں تھی۔ میں نے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اِدھر اُدھر دیکھا' پھر اچانک ہی میرا ہاتھ اپنے بازو پر پہنچ گیا اور اس کے بعد میرے حواس ایک بار پھر مجھ سے بغاوت کرنے لگے۔

سنہری زیور بازو پر موجود تھا۔ بالکل اسی انداز میں جس طرح زاغ نے اسے لپیٹا تھا' یہ میرے بازو واپس کیسے پہنچ گیا کون آیا تھا اس دوران میرے کیبن میں' بظاہر تو کوئی احساس نہیں ملتا تھا۔ افوہ میں واقعی پاگل ہو جاؤں گی' کیا کروں' کیا کرنا چاہئے مجھے۔ پھر یہ احساس ہوا کہ جو کچھ بھی ہے بہرحال کوئی شے میرے لئے تکلیف دہ تو نہیں جو ہوگا دیکھا جائے گا۔ غسل خانے جاکر منہ ہاتھ دھویا' اس وقت احساس ہوا کہ جہاز ساکت ہے۔ میں چونک پڑی۔ خدا خیر کرے۔ پھر کوئی مصیبت آگئی منہ ہاتھ دھو کر بال سنوارے۔ سر پر بندھی ہوئی پٹی رکاوٹ بنی تھی۔ پھر بھی کسی حد تک بال درست ہوگئے اور میں تیزی سے چلتی ہوئی باہر نکل آئی۔ کیبن سے باہر قدم رکھتے ہی ٹھٹک جانا پڑا۔ نادر ہاشمی اور انکل ڈان ایرن میرے کیبن کے پاس کھڑے ہوئے تھے۔ ڈان ایرن بے اختیار بول پڑا۔ "ارے یہ.......... پٹی' یہ کیا ہوا..........؟"

"چوٹ لگ گئی تھی..........؟"

"کب..........؟ کیسے..........؟"

"رات کو.......... ٹھوکر لگ گئی تھی گر پڑی۔"

"زیادہ گہری ہے۔"

"نہیں.......... یہ جہاز رک گیا ہے کیا؟"

"ہاں اسے لنگر انداز کیا گیا ہے۔ ہم اسی لئے تمہارے پاس آئے ہیں بے بی۔" نادر ہاشمی نے کہا۔

"کیا مطلب؟"

"سونت گال یہاں سے تیونس کیلئے روانہ ہو رہا ہے۔ آخری وقت ہے بے بی۔

ری موقع ہے ہماری بات مان لو۔" ڈان ایرن نے کہا اور میں نے تلخ نگاہوں سے یں دیکھ کر کہا۔

"آپ دونوں میرے بزرگ ہیں۔ آپ کا احترام کرتی ہوں میں لیکن ایک عرض رنا چاہتی ہوں۔ شوق اور تجسس کی کوئی عمر نہیں ہوتی۔ انسان کسی بھی عمر میں کسی ی کی جستجو کر سکتا ہے میرا مشورہ ہے کہ آپ لوگ اب آرام کریں۔ میرے ساتھ جو ھ ہو رہا ہے وہ میں بھگت لوں گی۔ آپ میرے لئے کچھ نہیں کر سکتے یہ میں جانتی ں۔"

"ثالث ظاہری ہماری رہنمائی کرے گا۔ بہت بڑا نام ہے یہ.........."

"میں نے اپنے معاملات خود حل کرنے کا فیصلہ کرلیا ہے اور اب مجھے کسی ارے کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ میرا آخری فیصلہ ہے اور اس میں کسی ترمیم کی ائش نہیں ہے۔" میں نے کہا اور وہاں سے آگے بڑھ گئی۔ پھر میں عرشے پر آگئی۔ لنگر انداز کرلیا گیا تھا۔ سب سے بڑا اسٹیمر ہینگر میں نیچے کردیا گیا تھا چند افراد اس کی ری درستگی کر رہے تھے۔ سونت گال اور اس کے ساتھی ہر کام کی نگرانی کر رہے ۔ میں ایک گوشے میں کھڑی ہوکر اس کارروائی کا نظارہ کرنے لگی۔ کچھ دیر گزری کہ خالد ایک پلیٹ میں دو سینڈوچ اور دوسرے ہاتھ میں کافی کا مگ لئے آگیا۔ "یہ لو!"

"ارے یہ!" میں نے چونک کر کہا۔

"اپنی کسی بھی خدمت کا کوئی معاوضہ نہیں مانگوں گا وعدہ کرتا ہوں۔ ہر بات پر طرح چونکتی ہو جیسے دشمن سامنے آجاتا ہو۔" اس نے بگڑے ہوئے لہجے میں کہا۔ لہجے پر مجھے ہنسی آگئی۔

"نہیں خالد' شکریہ۔ مجھے واقعی بھوک لگ رہی تھی۔" میں نے دونوں چیزیں لیں۔ وہ واپس پلٹا تو میں نے جلدی سے کہا۔ "کیا کوئی کام ہے؟"

"نہیں۔"

"تو پھر رکو۔ سونت گال جا رہا ہے۔"

"ہاں۔" وہ بولا۔ میں خاموش ہوگئی کچھ دیر کے بعد ڈان سیگارو اور اس کے یوں کو باہر لایا گیا۔ ان کے ہاتھ بازوؤں سے لے کر کمر تک رسی سے باندھے گئے پیروں میں فولادی زنجیریں کسی ہوئی تھیں۔ سب کے چہروں پر وحشت تھی۔

لباس پر خون کے دھبے پڑے ہوئے تھے۔ غالباً ان پر بہت سختیاں کی جا رہی تھیں۔ پھر پہلے انہیں اسٹیمر میں بٹھایا گیا۔ چند نگراں بھی ان کے ساتھ سوار ہوئے اس کے بعد اسٹیمر کو کرین کے ذریعہ سمندر میں اتارا گیا۔ سب سے آخر میں سونت گال رسی کی سیڑھی سے نیچے اترا۔ اس نے تمام مسافروں کو خدا حافظ کہا تھا اور ان کے لئے نیک خواہشات کا اظہار کر کے سیڑھی کی طرف بڑھ گیا تھا۔ ہم لوگ دور تک اسٹیمر کو دیکھتے رہے۔ ایڈن مارکو نے زیادہ انتظار نہیں کیا اور لنگر اٹھا دیئے............ خالد بولا۔

"ڈان مارکو کا کہنا ہے کہ اب ہمیں مصر پہنچنے میں زیادہ وقت نہیں لگے گا۔" خالد کے ان الفاظ پر میرا دل دھک سے ہو گیا۔ مصر............ دیکھیں اب وہاں پہنچ کر میری تقدیر کیا نئے گل کھلاتی ہے............

☆------☆------☆

ایڈن مارکو نے بالآخر لاتعداد انسانوں کو زندگی اور موت کی کشمکش سے نکال کر سرزمین مصر پہنچا دیا۔ ڈی پارلو کی گمشدگی نامعلوم نہیں تھی جس شپنگ ایجنسی کا وہ جہاز تھا اس کے سرکردہ افراد مصر پہنچ چکے تھے اور انہوں نے ہر طرح کے انتظامات کر لئے تھے' حکومت مصر نے بین الاقوامی قوانین کے تحت بہترین تعاون کا مظاہرہ کیا ان ممالک کے سفارتی نمائندے بھی موجود تھے جن کے باشندے ڈی پارلو پر سفر کر رہے تھے۔ تمام مسافروں کو ضروری طبی امداد فراہم کی گئی اور انہیں بہترین ذرائع سے مختلف جگہوں پر منتقل کر دیا گیا یہاں کچھ وقت قیام کے بعد انہیں ان کی خواہش کے مطابق ان کے ممالک روانہ کرنے کی یقین دہانی کی گئی تھی۔

چونکہ خالد' میں' سسٹر زمرد اور ڈاکٹر الیاس ایک ہی ملک کے باشندے تھے اس لئے ہمیں یکجا رکھا گیا تھا چند اور افراد بھی ہمارے وطن سے تعلق رکھتے تھے ان سب کو قاہرہ پہنچا دیا گیا اور یہاں حکومت مصر کے تعاون سے ہمارے قیام کے لئے بہترین ہوٹل میں انتظام کیا گیا۔ میری ذہنی کیفیت بہتر نہیں تھی کوئی فیصلہ کرنے سے قاصر تھی اپنے سے متعلق کہانیوں نے میری سوچنے سمجھنے کی قوتیں سلب کر لی تھیں ہوٹل میں اپنے کمرے کا دروازہ بند کر کے بیٹھ گئی تھی کیا ہو گا' اب کیا ہو گا؟ کیا اس طلسم کدے سے میرا فرار ممکن ہے؟ سب سے بد دل تھی' کوئی قابل اعتبار نہیں تھا سسٹر زمرد بھی اب مخلص نہیں لگتی تھیں۔ باقی اور کون تھا ہاں زاغ یاد آیا تھا اس نے جو کچھ بتایا تھا اگر وہ درست ہے تو پھر تو اس کی شخصیت ہی بدل جاتی ہے آہ اسی میں تو میری کہانی

پوشیدہ ہے وہ بھی گم ہو گیا جبکہ وہ سب سے زیادہ کار آمد تھا۔

یہاں آئے ہوئے کئی گھنٹے گزر گئے تھک گئی کمرے میں عقبی کھڑکی تھی اس کے قریب پہنچ کر اسے کھولا قاہرہ سامنے آ گیا لاتعداد پُراسرار داستانوں کی سرزمین جہاں فراعین کی تاریخ بکھری پڑی تھی جتنا غور کرو گم ہوتے جاؤ ہواؤں میں صحرا کی بو رچی ہوئی تھی فضا گرم گرم سی تھی مگر ناخوشگوار نہیں لگ رہی تھی۔ بہت دیر کھڑی باہر کا نظارہ کرتی رہی پھر ٹھنڈی سانس لے کر کھڑکی بند کر دی خالی کمرہ عجیب لگ رہا تھا سسٹر زمرد کے پاس جانے کو جی چاہا باہر نکل کر دروازے کو تالا لگایا خالد مجھ سے اوپری منزل کے کمرے میں تھا سسٹر ڈاکٹر الیاس کے ساتھ نچلی منزل کے کمرے میں۔ میں سیڑھیوں کے پاس پہنچی اور پھر نیچے اتر کر نچلی منزل پر پہنچ گئی مگر سسٹر زمرد کے کمرے پر تالا لگا ہوا تھا دل خون ہو گیا ایک دم بے بسی اور تنہائی کا احساس ہوا تھا میرے علاوہ ہر شخص مطمئن ہے۔ گردن جھٹک کر واپس مڑی اور کمرے میں آ گئی رونے کو جی چاہ رہا تھا بستر پر لیٹ گئی اب اجنبی سرزمین پر کیا کروں ویسے بھی مجھے میرے وطن واپس کیا جائے گا کیونکہ میرے پاسپورٹ پر پہلے پرتگال اور اس کے بعد الجزائر کا ویزا لگا ہوا تھا ٹھیک ہے خود کو حالات پر چھوڑ دینا ہی مناسب ہے۔ رات ہو گئی کھڑکی سے باہر قاہرہ جگمگا رہا تھا میں حسرت بھری نظروں سے اسے دیکھتی رہی کہکشاں جیسے زمین پر اتر آئی تھی بڑی سحر انگیز رات تھی دماغ خالی خالی ہو رہا تھا رات کا کھانا کھا کر بھی باہر نہ نکلی خالد نے ادھر کا رخ نہیں کیا کچھ ایسا ہی مزاج ہو رہا تھا کہ اگر وہ قسمت کا مارا آ جاتا تو شاید اسے کمرے میں بلانا بھی پسند نہ کرتی۔ روم سروس کو ایک بار بھی فون نہیں کیا تھا وہاں سے خود مجھے فون کیا گیا۔

"میڈم............ ڈنر کمرے میں لیں گی یا ہال میں آنا پسند کریں گی؟"

"صرف کافی بھجوا دو شکریہ!" میں نے جواب دیا' ایک باادب ویٹر کافی لے آیا تھا اس کے ساتھ بھنے ہوئے کاجو کی پلیٹ بھی رکھی تھی میں کاجو سے شغل کرتی رہی میری طبیعت پر جنون سا طاری تھا کافی پی کر ایک بار پھر کھڑکی کے پاس جا کھڑی ہوئی۔ پُر رونق شہر جگمگا رہا تھا کتنی زندگی ہے اس کائنات میں لیکن میں............ ظلم ہوا ہے مجھ پر سب دشمن ہیں میرے............ کوئی نہیں ہے اس دنیا میں میرا............ میں نے زوردار آواز کے ساتھ کھڑکی بند کر دی رات خوب بھیگ چکی تھی دماغ چیخ رہا تھا میں نے رات کو پہننے کا لباس نکالا اور اسے پہننے لگی لباس بدلتے ہوئے نگاہ بازو کے زیور پر

پڑی اور میری آنکھوں میں خون اتر آیا پُراسرار زیور میری شناخت.........یہ میری
شناخت ہے جس کے بارے میں کچھ نہیں جانتی میں' ہونہہ خواہ مخواہ کی مصیبتیں اب یہ
میرے ذہن کو بھٹکاتا رہے گا سارے عذاب مجھ پر ہی نازل ہوتے رہیں گے میں نے
زیور کو بازو سے نوچا' سنہرا تھا مگر کم بخت سونا لگتا ہی نہیں تھا لجلجا سا بالکل سانپ کے پھن
کی مانند میں نے اسے نوچ کر دیوار سے دے مارا سنہری زنجیر دروازے کے پاس گری
میں نے لباس درست کیا اور بستر پر بیٹھ گئی طبیعت کافی خراب ہو گئی تھی پھر یونہی نظر
سامنے اٹھ گئی اف میرے خدا آخر یہ سب کچھ کیا ہے سنہری زنجیر رینگ رہی تھی ہاں
یہ نظر کا دھوکہ نہیں تھا وہ یقیناً رینگ رہی تھی اس کا باریک بدن سانپ کی طرح لچکتا
ہوا دروازے کی طرف بڑھ رہا تھا میں اچھل کر کھڑی ہو گئی زنجیر رینگتی ہوئی دروازے
کی جھری کے نیچے سے باہر نکل گئی تھی میں بری طرح دروازے کی طرف بھاگی اور
برق رفتاری سے دروازہ کھول کر زمین کو گھورا باہر راہداری میں بھی دبیز قالین بچھا
ہوا تھا لیکن زنجیر دروازے کے سامنے موجود نہیں تھی میں نے اسے آس پاس دیکھا مگر
وہ کہیں نہیں تھی پھر میری نگاہ راہداری کے آخری سرے کی طرف اٹھ گئی وہاں
سنہری لباس میں ملبوس سنہری بالوں والی ایک لڑکی نظر آئی جو سیڑھیوں کی طرف بڑھ
رہی تھی فاصلہ بہت زیادہ نہیں تھا لڑکی کا لباس اور سنہرے بال بہت عجیب تھے
سیڑھیوں کے پاس رک کر اس نے مجھ پر نگاہ ڈالی خدایا گہری فیروزی آنکھیں پُراسرار
انداز میں چمکتی ہوئی سنہری چہرہ ہونٹ تک سنہری تھے لیکن اس کی آنکھوں میں نفرت
بھرا انداز تھا۔ دوسرے لمحے وہ سیڑھیاں اترتی ہوئی نیچے چلی گئی نہ جانے مجھ پر کیا
کیفیت طاری ہوئی میں دیوانہ وار اس کی طرف دوڑی اور اتنی رفتار سے دوڑی کہ
سیڑھیوں کے قریب پہنچ کر بھی خود پر قابو نہ پا سکی میرا بدن جھونک میں اس جگہ سے
بہت آگے بڑھ گیا جہاں سے سیڑھیوں کا آغاز ہوتا تھا میرے حلق سے چیخ سی نکل گئی
اگر سیڑھیوں پر نرم قالین نہ بچھا ہوتا تو شاید اپاہج ہو جاتی پھر بھی خوب بلندی سے نیچے
گری سر کا پچھلا حصہ کسی ٹھوس شے سے ٹکرایا غالباً سیڑھیوں کے ساتھ لگی ریلنگ تھی
میں پُرسکون ہو گئی یہ سکون شاید بے ہوشی کی شکل میں ملا تھا۔

☆------☆------☆

ہوش آیا تو کانوں میں گھنٹیاں بج رہی تھیں بدن ہچکولے کھا رہا تھا یہ ہچکولے
تکلیف دہ تھے۔ نہ جانے میں کہاں ہوں یہ کیا ہو رہا ہے۔ میں نے آنکھیں پھاڑ دیں خدا
کی پناہ کیا ہے یہ سب کچھ' سمجھ میں ہی نہیں آ رہا تھا کوئی چھوٹا سا کمرہ تھا جو رنگین
کپڑوں سے ڈھکا ہوا تھا میرے نیچے بان کی چارپائی جیسی چیز تھی بس وہی ہل رہی تھی۔
کمرہ اتنا چھوٹا تھا کہ میں ہاتھ بڑھا کر اس پردے کو سرکا سکتی تھی جو ریشمی تھا میں نے
ایسا ہی کیا پردے کے دوسری طرف جو کچھ مجھے نظر آیا اس نے میرے حواس مزید گم
کر دیئے۔ ریت کے عظیم الشان ٹیلے تھے جو تاحدِ نگاہ بکھرے ہوئے تھے شاید میں اب
بھی ہوش و حواس کے عالم میں نہیں تھی۔ یہ سب کیا ہے پھر مجھے احساس ہوا کہ زمین
مجھ سے خاصی نیچے ہے بس بے اختیار ہی یہاں بھی عمل کر ڈالا' بلندی سے نیچے چھلانگ
لگا دی تقدیر ہر جگہ یاوری کر رہی تھی نرم ریت پر گرنے میں تکلیف کی بجائے کچھ لطف
ہی محسوس ہوا البتہ نظر اٹھا کر دیکھا تو حیرت سے منہ پھاڑ کر رہ گئی یہ ایک اونٹ تھا جس
کی گردن میں گھنٹیاں بندھی ہوئی تھیں اور اس کے اوپر زمانہ قدیم کا محمل سجا ہوا تھا
وہ کمرہ درحقیقت اونٹ کی پشت پر محمل تھا جس میں' میں بے ہوشی کے عالم میں سفر کر
رہی تھی۔ اونٹ کی مہار ایک شخص نے پکڑی ہوئی تھی چار اونٹ اس سے آگے اور
پانچ چھ پیچھے قطار کی شکل میں آ رہے تھے ان کے ساتھ بھی لوگ موجود تھے انہوں نے
مجھے محمل سے کودتے دیکھ کر ایک دم سے اونٹوں کی مہاریں کھینچیں اور پھر عجیب
و غریب آوازوں میں کچھ چلانے لگے۔ میرے ساربان نے بھی مجھے دیکھا اور میں نے
اسے۔ لمبے چوڑے بدن کا عربی لباس میں ملبوس سیاہ رُو آدمی تھا جس کے کالے چہرے
پر سفید آنکھیں بڑی خشمناک اور خونخوار لگ رہی تھیں وہ کچھ بولتا ہوا آگے بڑھا اور
اس نے بالوں سے پکڑ کر مجھے اٹھا کر کھڑا کر دیا۔ میرے حلق سے دلدوز چیخیں نکلنے لگیں
چونکہ سر کی پشت دکھ رہی تھی پیشانی کی تکلیف ابھی پورے طور پر رفع نہیں ہوئی تھی
کہ سیڑھیوں سے گرتے ہوئے سر کے عقب میں بھی چوٹ لگ گئی تھی پورے بال

کھینچے تھے اس لئے کربناک ٹیسیں اٹھنے لگیں اور میں جیسے چیخنے کی مشین بن گئی۔

سیاہ رُو آدمی کے چوڑے ہاتھ کا تھپڑ میرے رخسار پر پڑا اور میری چیخیں ایک دم رک گئیں۔ زندگی کا سب سے نیا سب سے انوکھا تجربہ تھا سب کچھ ہوا تھا میری زندگی میں لیکن تھپڑ یا تشدد تو درکنار کبھی مجھ سے کسی نے تیز لہجے میں بات بھی نہیں کی تھی اول تو بالوں کے کھینچنے سے ہی تکلیف ہو رہی تھی پھر اس تھپڑ نے رہی سہی کسر بھی پوری کردی میری ہچکیاں بندھ گئیں ایسا بلک بلک کے روئی میں کہ سارے کے سارے میرے گرد جمع ہو گئے۔

وہ سیاہ چہرے والے بدو تھے جن کا تعلق یقیناً کسی مصری قبیلے سے ہو گا لیکن میں یہاں کہاں آ پھنسی؟ روتے ہوئے بھی میں یہی سوچ رہی تھی وہ لوگ میرے بارے میں طرح طرح کی باتیں کرنے لگے اور ان کا کوئی لفظ میری سمجھ میں نہیں آیا پھر انہوں نے آپس میں کوئی مشورہ کیا اور اس کے بعد انتہائی وحشیانہ انداز میں مجھے اٹھا کر اسی محمل میں اچھال دیا۔ پھر ان میں سے ایک شخص نے چمکدار مڑا ہوا خنجر دکھا کر مجھ سے کرخت لہجے میں کچھ کہا الفاظ بالکل سمجھ میں نہیں آئے تھے لیکن انداز سمجھ گئی تھی۔

وہ شخص مجھے قتل کرنے کی دھمکی دے رہا تھا میں نے سہمے ہوئے انداز میں خاموشی اختیار کرلی بان کی اس چارپائی یا بالفاظ دیگر محمل میں بیٹھنا ہی غنیمت سمجھا تھا میں نے چنانچہ میں خاموش ہو کر بیٹھ گئی خنجر بدست شخص نے دو تین بار پھر خنجر لہرا کر مجھ سے کچھ کہا اور اس کے بعد اونٹ کی مہار پکڑ کر چل پڑا میں ایک بار پھر ہچکولے کھانے لگی رونے کو تو اب بھی دل چاہ رہا تھا لیکن حیرت نے رونے نہ دیا۔ رخسار پر تھپڑ کی جلن بڑی عجیب لگ رہی تھی آج پتہ چلا تھا کہ مار کیا چیز ہوتی ہے لیکن خدا کی پناہ یہ سب کچھ کیسے ہوا ہے؟ ایک ایک لمحہ یاد تھا مجھے ایک ایک لمحہ یاد تھا وہ سنہری زنجیر بازو سے اتار کر پھینکی تھی اور وہ رینگتی ہوئی باہر نکل گئی تھی پھر وہ سنہری لڑکی جس کے بارے میں احمقانہ انداز میں سوچا جائے تو یہ کہا جاسکتا تھا کہ وہ سنہری زنجیر ہی کا دوسرا روپ تھی مگر عقل تسلیم بھی تو کرے۔ اس کے بعد کیا ہوا تھا ہاں سیڑھیوں سے نیچے گری تھی بے ہوش ہو گئی تھی اصولی طور پر مجھے کسی اسپتال میں ہونا چاہئے تھا مگر یہاں بدوؤں کے اس قافلے میں کیسے آ پھنسی؟ خدایا رحم کر کہیں میں اپنے جنون کا شکار نہ ہو جاؤں ان لوگوں کے چہرے سے تو ایسی وحشت عیاں ہے کہ جان ہی نکلی جا رہی ہے کچھ بھی ہو سکتا ہے کچھ بھی کر سکتے ہیں یہ وحشی میرے ساتھ۔ آخر یہ سب کچھ کیونکر

ہوا؟ کوئی بات جو سمجھ میں آئی ہو انتہائی پریشان ہو گئی تھی میں لیکن اب اس کے بعد فرار ہونے کی بالکل ہمت نہیں ہوئی وہ خنجر دکھا چکا تھا مجھے۔ کیا بھروسہ ہے استعمال بھی کر ڈالے آہ مرنا تو نہیں چاہتی تھی میں۔ ٹھیک ہے میرے حالات کچھ بھی تھے میری دیوانگی کیسی بھی تھی لیکن اس نوجوانی کی عمر میں موت کو گلے لگانا بھی تو ایک مشکل مرحلہ تھا میرے لئے لوگ گھبرا کر آسانی سے سوچ لیتے ہیں کہ کاش وہ مر جائیں لیکن مرنا اتنا آسان نہیں ہوتا جنون جب سر سے اتر جائے تو جینے کے علاوہ کسی اور چیز کو دل نہیں چاہتا۔ مجھے محسوس ہوا کہ میں واقعی انتہا پسند ہوں۔ ٹھیک ہے میرے حالات بہت عجیب تھے ذہن میں اپنی شناخت اپنے آپ کو جاننے کا احساس بھی اس لئے بیدار ہوا کہ ناز برداریاں ہوتی رہی تھیں اگر مشکلات میں زندگی گزرتی اگر احمد کمال سعدی میرے لئے وہ تاج محل نہ بنوا دیتا جس میں میں رہ رہی تھی تو آٹے دال کا بھاؤ معلوم ہو جاتا۔ ذہن اس حد تک جنون کا شکار نہ ہو جاتا اچھی خاصی دنیا تھی میری بس یہی ایک تصور تھا دل میں کہ ماں باپ نہیں ہیں لوگ تو یتیم خانوں میں بھی پلتے بڑھتے ہیں اور پوری زندگی وہیں گزار دیتے ہیں اور پھر اس کے بعد ہی کون سی کسر چھوڑی تھی میں نے اچھے خاصے لوگ تو مل گئے تھے مجھے کسی کا سہارا لے لیتی۔ مصر آنے کے بعد اپنے گھر جانے کا فیصلہ کرلیتی تو اس قدر دشواریوں میں نہ پڑنا پڑتا سسٹر زمرد اور خالد دونوں ہی کا ساتھ اختیار کرلیتی اور سیدھا سیدھا کہہ دیتی کہ میں اپنے گھر واپس جانا چاہتی ہوں اس کے بعد صمد بابا اور جہانی بیگم سے معافی مانگ لیتی ان سے کہتی کہ مجھے بھی زندگی کی ان راہوں پر چلنے دیا جائے جن پر چل کر زندگی بسر ہو جاتی ہے۔ یہ اپنے آپ کو منفرد سمجھنے کا نتیجہ تھا جو اس وقت بھی بھگت رہی تھی پتہ نہیں آگے کے حالات کیا ہوں۔

یہ صحرائی قافلہ سفر کرتا رہا اور میں عالم سکرات میں بان کے اس محمل میں بیٹھی رہی اب بدن میں بالکل جان نہیں تھی کہ اپنی بقا کے لئے کوئی جدوجہد کروں پھر بہت سی آوازیں آنے لگیں گاڑیوں کا شور بھی ان آوازوں میں شامل تھا۔

میں نے ہمت کر کے ایک بار پھر پردے سے باہر جھانکا' آبادیاں اطراف میں بکھری ہوئی تھیں سڑکیں بھی تھیں اور گاڑیاں بھی چل رہی تھیں شاید باقی قافلہ تو رک گیا تھا لیکن میرا اونٹ مسلسل چل رہا تھا میں باہر کے مناظر دیکھتی رہی پھر جس جگہ یہ اونٹ رکا وہاں کچھ عجیب وغریب لوگ نظر آئے جنہیں بعد میں' میں نے پہچان لیا یقینی طور پر یہ مقامی پولیس کی وردی تھی وہ بدو جو مجھے لے کر آیا تھا اور جس نے اپنا

قافلہ آبادی کے کنارے چھوڑ دیا تھا ان لوگوں کو میری طرف اشارہ کر کے کچھ بتانے لگا۔ ایک قوی ہیکل پولیس افسر محمل کے قریب آیا اور اس نے پردہ اٹھا کر اندر جھانکا پھر مجھ سے نیچے اترنے کے لئے کہا میں محمل سے آگے بڑھی تو اس نے دونوں ہاتھ اوپر کر دیئے لیکن میں نے اس کا سہارا نہیں لیا اور نیچے کود پڑی لیکن اس بار کودنے سے وہ فرحت انگیز تصور نہیں جاگا میرے ذہن میں جو ریت پر کودنے سے جاگا تھا بلکہ میں توازن قائم نہیں رکھ سکی اور بری طرح نیچے گری پیروں میں چوٹ بھی لگی تھی۔

پولیس افسر نے جلدی سے آگے بڑھ کر مجھے سہارا دیا وہ عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا میں کھڑی ہو گئی تو اس نے پھر مقامی زبان میں کچھ کہا میں غراتے ہوئے لہجے میں بولی۔

"میں تمہاری زبان نہیں جانتی۔" میں نے انگریزی زبان استعمال کی تھی پولیس افسر نے معذرت آمیز لہجے میں کہا۔ "کیا آپ مقامی نہیں ہیں خاتون؟"

"نہیں۔"

"ٹھیک ہے آیئے میرے ساتھ اندر آیئے............ آیئے براہ کرم آپ کے پیروں میں یقیناً اتنی چوٹ نہیں لگی ہوگی کہ آپ چل نہ سکیں۔"

میں خاموشی سے اس کے ساتھ آگے بڑھ گئی۔ کم از کم اللہ نے مجھ پر اتنی مہربانی کی تھی کہ وہ بدو مجھے نقصان پہنچانے پر نہیں تل گئے تھے بلکہ غالباً وہ شہر آ رہے تھے اور مجھے اپنے ساتھ ہی لے آئے تھے۔ اب کیا کہتی' کس سے کہتی' خاموشی سے اس پولیس افسر کے ساتھ کمرے میں داخل ہو گئی۔ پولیس افسر نے بدو کو بھی اشارہ کر دیا تھا۔ وہ میرے پیچھے آ گیا۔ کمرے میں پہنچ کر پولیس افسر نے مجھ سے کرسی پر بیٹھنے کے لئے کہا۔ بدو ایک گوشے میں کھڑا رہا تھا پولیس آفیسر اس سے عربی زبان میں سوالات کرنے لگا اور بدو ہکلا ہکلا کر اسے جواب دیتا رہا۔ پھر پولیس آفیسر نے اسے شاید جانے کی اجازت دے دی اور اس کے بعد وہ میری جانب متوجہ ہو کر بولا۔ "آپ شاجرا میں کیاں کر رہی تھیں؟"

"کہاں؟"

"نخلستان شاجرا۔ شہر سے اٹھائیس میل دور ہے کیا کرنے گئی تھیں آپ وہاں.........اور آپ کا تعلق کہاں سے ہے۔ کون سے ملک کی باشندہ ہیں آپ؟"

"تم پولیس افسر ہو؟"

"ہاں۔ میرا نام الجمالی ہے اور میں اس علاقے کے پولیس اسٹیشن کا انچارج ہوں۔"

"میں غیر ملکی ہوں آفیسر اور ایک ہوٹل میں ٹھہری ہوئی تھی۔ شاید مجھے میرے ہوٹل سے اغوا کیا گیا ہے۔"

پولیس آفیسر کے چہرے پر حیرت کے نقوش پھیل گئے۔ اس نے کہا۔ "کون تھے آپ کے اغوا کنندگان' کیا یہ بدو............؟"

"میں کچھ نہیں جانتی۔ بس میں اپنے ہوٹل کے کمرے میں تھی کسی نے میرے سر کی پشت پر ضرب لگائی اور میں بے ہوش ہو گئی اس کے بعد میں نے اپنے آپ کو اونٹ کی پشت پر ہی پایا تھا۔"

پولیس آفیسر نے حیران نگاہوں سے اِدھر اُدھر دیکھا پھر بولا۔ "آپ کون سے ملک سے تعلق رکھتی ہیں' مصر کب پہنچیں؟" میں نے اپنے ملک کا نام اور پھر ڈی پارلو کا نام بتایا جو حادثے کا شکار ہونے کے بعد مختلف مسائل سے گزرتا ہوا یہاں تک پہنچا تھا۔ پولیس آفیسر چونک پڑا' وہ عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے شاید کسی کو بلانے کے لئے گھنٹی بجائی۔ آنے والا اس کا ماتحت تھا۔ پولیس آفیسر نے ماتحت سے عربی زبان میں کچھ کہا اور وہ باہر نکل گیا۔ تھوڑی ہی دیر کے بعد وہ ایک اخبار لے کر واپس آیا............ اور اس نے اخبار پولیس آفیسر کے حوالے کر دیا۔ پولیس آفیسر نے اخبار کو چہرے کے سامنے کر لیا۔ پھر وہ اخبار کی اوٹ سے مجھے دیکھنے لگا اور اس نے اخبار میرے سامنے رکھ دیا۔ "یہ آپ ہی کی تصویر ہے نا............؟"

میں نے حیران نگاہوں سے تصویر کو دیکھا۔ یہ تصویر وہ تھی جو میرے پاسپورٹ پر لگی ہوئی تھی۔ میرا سر بے اختیار اثبات میں ہل گیا اور میں نے اقرار کیا کہ یہ تصویر میری ہی ہے لیکن اخبار کی تحریر میں نہیں پڑھ سکتی تھی چونکہ وہ عربی میں تھی۔ میں نے آفیسر سے انگریزی میں پوچھا۔ "کیا میری گمشدگی کی خبر درج کرائی گئی ہے؟"

"ہاں............ خاتون فردوسہ آپ کی گمشدگی کی خبر امیر باسط العزیزی نے درج کرائی ہے۔"

"کک' کیا بکواس کر رہے ہو؟ میرا نام فردوسہ نہیں روشن جمال ہے۔ یہ امیر باسط العزیزی کون ہے؟"

"ابھی آپ کی ان سے ملاقات ہوئی جاتی ہے۔ امیر باسط العزیزی۔ وہ اس

قبائلی نے تو میری تقدیر ہی جگا دی۔" اس نے جلدی سے ٹیلیفون سامنے کرلیا اور ریسیور اٹھا کر کسی کے نمبر ڈائل کرنے لگا۔ پھر اس نے ریسیور کان سے لگالیا اور میں اپنی بدقسمتی پر سر دھننے لگی۔ کاش میں عربی زبان جانتی تو مجھے یہ پتہ چل جاتا کہ وہ کیا گفتگو کر رہا ہے اس کے انداز میں بڑا ادب پیدا ہوگیا تھا۔ میں صرف باسط العزیزی کا نام سنتی رہی تھی۔ پھر اس نے ٹیلیفون رکھ کر مسکراتے ہوئے مجھے دیکھا اور کہا۔

"آپ کا بے حد شکرگزار ہوں خاتون فردوسہ کہ آپ نے مجھے عزت عطا فرمائی اور اس کے ساتھ ساتھ ہی میرے لئے تو آپ دولت کی دیوی کی حیثیت رکھتی ہیں۔ بہت بہت شکریہ خاتون فردوسہ' بے حد شکریہ.........."

"آفیسر میں اپنے سفارتخانے سے رابطہ قائم کرنا چاہتی ہوں۔ براہ کرم کسی بھی طرح اس کا انتظام کرو' ایک غیر ملکی کا تحفظ تم پر فرض ہے اور پھر میں تو جہاز ڈی پارلو سے تعلق رکھتی ہوں جس کے مسافروں کو حکومت مصر نے نہایت عزت واحترام کے ساتھ قیام کی اجازت دی تھی اور کہا تھا کہ بہت جلد ہمیں ہمارے وطن واپس بھجوا دیا جائے گا۔"

پولیس آفیسر مسکراتا رہا۔ اس نے میری باتوں کا کوئی جواب نہیں دیا۔ کچھ دیر کے بعد چار آدمی دھڑدھڑاتے ہوئے اندر گھس آئے.......... یہ عمدہ لباس کے سوٹ پہنے ہوئے تھے لیکن ان میں سے ایک مقامی لباس میں تھا۔ کسی قدر فربہی مائل یہ شخص شکل وصورت کا بہت اچھا تھا' اس نے اپنے ہاتھوں میں قیمتی انگشتریاں پہن رکھی تھیں۔ پولیس آفیسر اسے دیکھ کر احترام سے کھڑا ہوگیا اور اس شخص نے گھور گھور کر مجھے دیکھنا شروع کردیا۔ اس کی گہری براؤن آنکھوں میں عجیب سی وحشیانہ چمک تھی۔

میں ایک بار پھر دہشت کا شکار ہوگئی تھی۔ میں نے انگریزی زبان میں کڑک کر اس سے کہا۔

"کیا جانوروں کی طرح آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھ رہے ہو۔ میں ایک غیر ملکی لڑکی ہوں۔ اگر تم لوگوں نے مجھے کوئی نقصان پہنچانے کی کوشش کی تو میرے ملک کا سفارت خانہ تمہارے خلاف کارروائی کرے گا۔ حکومت مصر کے ہمارے ملک سے بہت اچھے تعلقات ہیں تمہیں ان کا احترام کرنا چاہئے۔"

اس شخص نے افسردہ نگاہوں سے پہلے مجھے اور پھر پولیس آفیسر کو دیکھا اور اس کے بعد عربی میں ہی کچھ کہا۔ پولیس آفیسر بھی مغموم انداز میں گردن ہلانے لگا تھا۔

"انگریزی میں بات کرو' تمہاری باتیں میری سمجھ میں آنی چاہئیں۔"

"عزیزہ فردوسہ' میں تمہارا بھائی باسط العزیزی ہوں خدا کے لئے اپنے آپ کو سنبھالو' کہاں غائب ہوگئی تھیں تم۔ آہ تمہاری تلاش میں کیا کچھ نہیں کرڈالا میں نے۔ خداوند عالم یہ کیسی نحوست ہم پر نازل ہوئی ہے۔ میری نوجوان بہن کا دماغ الٹ گیا ہے' کیا کیا علاج میں نہیں کراچکا اس کا آفیسر۔ ارے ہاں' میں نے اس کی بازیابی پر انعام رکھا تھا۔ مگر یہ تمہیں ملی کہاں سے..........؟"

"ایک قبائلی اسے ہمارے پاس چھوڑ گیا ہے۔"

"تو پھر تو انعام کا حقدار وہ ہوا۔"

"آپ جو کچھ بھی تصور فرمائیں امیر باسط العزیزی لیکن اب اس کا کوئی وجود نہیں ہے' وہ جاچکا ہے۔" پولیس آفیسر افسردگی سے بولا۔ غالباً بے خیالی میں دونوں ہی انگریزی زبان میں بات کرنے لگے تھے۔ پھر باسط العزیزی کو کچھ خیال آیا اور اس نے بقیہ گفتگو پولیس آفیسر سے عربی زبان میں ہی کی۔ اس کے بعد اس نے اپنے تینوں ساتھیوں کو اشارہ کیا اور وہ میرے اردگرد آکھڑے ہوئے۔ باسط العزیزی نے پھر انگریزی میں کہا۔

"عزیزہ فردوسہ چلو گھر چلو' تمہیں ہر طرح سے مطمئن کردیا جائے گا.......... ہاں اگر تم نے جدوجہد کی یا فرار ہونے کی کوشش کی تو مجبوراً مجھے تمہیں یہ انجکشن دینا پڑے گا جو تمہیں سکون کی گہری نیند سلا دیتا ہے۔"

"ہوسکتا ہے امیر محترم آپ کو غلط فہمی ہو رہی ہو۔ آپ چاہیں تو میرے سفارت خانے سے میرے بارے میں تصدیق فرماسکتے ہیں' خدارا کسی غلط فہمی میں مجھ پر یہ ظلم نہ کریں۔ میں بہت مظلوم ہوں' ایسی بے کس اور بے بس کہ اگر میری داستان آپ سن لیں تو آپ کی آنکھوں سے آنسو نکل آئیں گے.........."

"تمہیں میرے ساتھ چلنا ہے عزیزہ۔ تمہاری کہانی میں گھر چل کر سن لوں گا۔"

"میں نہیں جاؤں گی' سنو پولیس آفیسر' مجھے تحفظ چاہئے میں حکومت مصر کے ایک ذمہ دار افسر سے مدد طلب کر رہی ہوں' پہلے میرے سفارت خانے سے رابطہ قائم کرکے میرے بارے میں تفصیلات معلوم کرلو' اگر حقیقت سامنے آجائے تو ٹھیک ہے ورنہ اس کے بعد جو کچھ تم لوگ کہو گے وہ میں کروں گی۔"

امیر باسط العزیزی نے غمناک نگاہوں سے اپنے ساتھیوں کی جانب دیکھا اور

انہوں نے مجھے بری طرح دبوچ لیا۔ امیر باسط العزیزی نے خود اپنے لباس میں سے ایک پیکٹ نکالا' اس میں سے ایک سرنج اور پھر ایک انجکشن کا اگلا سرا توڑ کر' سرنج کا عرق اس میں کھینچا............ میں چیختی چلاتی رہی لیکن اس نے وہ عرق میرے بازو میں انجیکٹ کردیا اور ایک بار پھر میری آنکھوں کے سامنے پرچھائیں رقص کرنے لگیں' جنہوں نے بالآخر مربوط ہو کر تاریکی کی شکل اختیار کرلی اور میں پھر بے ہوش ہوگئی۔

ہوش وحواس تو اصل میں اسی دن گنوادیئے تھے میں نے جس دن مجھ پر اپنی شناخت کا جنون سوار ہوا تھا۔ ایک پُرسکون زندگی کس بری طرح برباد کی تھی میں نے لیکن اب کف افسوس ملنے سے کیا فائدہ اب تو مشکلات کا آغاز اس طرح ہوا تھا کہ اختتام ہی نہیں ہوتا تھا۔ یہ ہوش مستقل ہی چھن جاتا تو خود کو خوش نصیب سمجھتی۔ مگر یہ بھی بدنصیبی تھی کہ بار بار ہوش آجاتا تھا۔ اس بار جہاں ہوش آیا تھا وہ بھی ایک طلسمی جگہ تھی۔ بالکل کسی الف لیلوی بادشاہ کی آرام گاہ معلوم ہوتی تھی۔ کسی دھات سے بنا ہوا منقش چھپر کھٹ' جس پر بہت موٹا فوم بچھا ہوا تھا اطراف میں سرخ پردوں سے سجی ہوئی دیواریں۔ ظروف اور ڈیکوریشن پیس جس میں سے کچھ سونے کے بنے معلوم ہوتے تھے۔ ایک مدھم سی موسیقی بھی ابھر رہی تھی۔ یہ آواز باہر سے آرہی تھی۔ اچانک مجھے اپنے جسم پر بدلے ہوئے لباس کا احساس ہوا اور میں کانپ گئی۔ کسی بہت نفیس ریشمی کپڑے کا ڈھیلا لباس میرے بدن پر تھا۔ میں تڑپ کر بستر سے اٹھ گئی۔ میرا لباس کس نے تبدیل کیا۔

"کوئی ہے۔ کوئی ہے یہاں؟" میں حلق پھاڑ کر چیخی اور بستر سے اتر کر گداز قالین پر کھڑی ہوگئی۔ میرا رواں رواں غصے سے کانپ رہا تھا۔ میری آواز پر موسیقی فوراً بند ہوگئی۔ پھر اچانک دروازہ کھلا اور دو خوبصورت لڑکیاں اندر داخل ہوگئیں۔ انہوں نے قدیم طرز کے لباس پہنے ہوئے تھے۔ دونوں کے چہرے پر خوف کے آثار تھے۔

"میرا لباس کس نے تبدیل کیا؟" میں غرائی اور وہ دونوں خشک ہونٹوں پر زبان پھیر کر ایک دوسرے کے قریب ہوگئیں۔ جیسے خوفزدہ ہوگئی ہوں۔ میں نے دوسری بار وہی سوال کیا اور ان میں سے ایک نے سہمی ہوئی آواز میں کہا۔

"ہم آپ کے الفاظ نہیں سمجھتے خاتون............!" یہ جملے اس نے انگریزی میں ادا کیے تھے۔

مجھے ایک دم احساس ہوا کہ میں اردو میں سوال کر رہی ہوں۔ میں نے فوراً انگریزی میں کہا۔ "میرا لباس کس نے تبدیل کیا۔"

"میں نے خاتون۔ کوئی غلطی ہوگئی؟" ان میں سے ایک نے سہمے ہوئے لہجے میں کہا۔

"کون ہو تم؟" میں نے سانسوں پر قابو پانے کی کوشش کی۔

"آپ کی خادمائیں۔ میں عدلہ ہوں۔ یہ نغمہ ہے۔" ان میں سے دوسری نے کہا۔

"اور میں کون ہوں؟"

"آپ............" دونوں نے حیرت سے ایک دوسرے کی شکل دیکھی۔ پھر نغمہ بولی۔ "آپ خاتون فردوسہ ہیں۔" اس کا جواب سن کر میں چند قدم آگے بڑھی اور وہ دونوں سہمے ہوئے انداز میں پیچھے ہٹنے لگیں میں نے ان میں سے ایک کا لباس سینے کے پاس سے پکڑ لیا۔

"تم جانتی ہو۔ تم اچھی طرح جانتی ہو میں کون ہوں۔ یہ سب کچھ کیوں ہو رہا ہے میرے ساتھ۔ تمہیں یہ بھی معلوم ہے کہ ایسا کون کر رہا ہے۔ کیوں کر رہے ہو تم سب میرے ساتھ یہ۔ مجھے بتاؤ تم ایسا کیوں کر رہے ہو۔" میری آواز سسکیوں میں بدل گئی۔ بے اختیار رونا آگیا تھا۔ ان دونوں کے چہروں پر حیرت کے سوا کچھ نہیں تھا۔ میں اس کا لباس چھوڑ کر واپس پلٹی اور دوبارہ بستر پر آگئی۔ شدید دلگرفتہ تھی۔

وہی احساسِ تنہائی اسی بے بسی کا خیال آرہا تھا۔ کوئی نہیں تھا میرا اس کائنات میں۔ کوئی میرا رکھوالا نہیں تھا میں سب کا شکار تھی۔ خوب روئی اور نہ جانے کتنی دیر روتی رہی۔ دل ہلکا ہوگیا تھا۔ گردن اٹھا کر دیکھا تو وہ دونوں غائب تھیں موقع پا کر نکل گئی تھیں............ بڑی عجیب بات تھی۔ میں ہوٹل کے کمرے میں تھی میں نے سنہری زیور اتار پھینکا تھا۔ سنہری ناگن باہر نکل گئی اور پھر میں نے اس لڑکی کو دیکھا جو سنہری ناگن کا انسانی روپ تھی۔ مجھ پر ایسی دیوانگی طاری ہوئی کہ میں اس کے پیچھے دوڑی اور توازن نہ رکھ سکی۔ گری اور بے ہوش ہوگئی۔ پھر اس کے بعد کیا ہوا مجھے اس پُررونق اور مہذب ہوٹل سے کیسے اغوا کرلیا گیا۔ کیا یہ اتنا آسان کام تھا اور پھر وہ بدو' اونٹ کا سفر' کسی نخلستان کا نام لیا تھا پولیس افسر الجمالی نے۔ میں یہاں کیسے پہنچ گئی۔ یہ سب کچھ کیا تھا اور پھر اخبار میں میری تصویر۔ وہ مجھے خاتون فردوسہ کا نام دے رہے

تھے۔ وہ شخص امیر باسط العزیزی جو مجھے اپنی بہن کہتا تھا ایک پاگل بہن جو گم ہو گئی تھی۔ یا خدا کیا ہے یہ سب کچھ کوئی ایک بات جو سمجھ میں آئے۔ میں غیر ملکی مہمان تھی حکومت مصر نے مجھے تحفظ دیا تھا اس کے بعد سب کچھ ختم ہو گیا۔ میرے لئے کسی نے تگ و دو کی۔ اخبار میں میری تصویر ایک دوسرے حوالے سے چھپی اور کسی نے نہ سوچا کہ میں کون ہوں۔ ایسا کیسے ہو سکتا ہے انتظامیہ کے نمائندوں نے یہ تصویر کیوں نظر انداز کر دی۔ ایک ہی وجہ ہو سکتی تھی میرا پُرسان حال کون ہے۔ کسے غرض پڑی ہے جو میرے لئے تگ و دو کرے۔ میں نے بھی تو سب کو ٹھکرایا ہے۔ سسٹرز مر دنے دوبارہ مجھ سے رجوع کیا مگر میں نے انہیں ٹھکرا دیا حالانکہ ان کے مجھ پر احسانات تھے اور خالد............

سوچوں کا سلسلہ منقطع ہو گیا۔ دروازہ کھلا تھا اور دو افراد اندر داخل ہو گئے تھے۔ جن میں ایک امیر عزیزی تھا دوسرا ایک ادھیڑ عمر شخص تھا جو ڈاکٹر تھا۔ اسٹیتھوسکوپ سے یہ اندازہ ہوا تھا۔ امیر عزیزی نے میری طرف اشارہ کیا۔

"یہ فردوسہ ہے؟"

"ہوں کیسی ہو بے بی۔ کیا میں تمہارا معائنہ کر سکتا ہوں۔" ڈاکٹر مسکراتا ہوا میرے قریب آ گیا۔ میں نے بے بسی سے ان دونوں کو دیکھا اور رندھے ہوئے لہجے میں بولی۔

"کیوں میری زندگی کو سولی پر چڑھا رہے ہو تم لوگ کیا بگاڑ سکتی ہوں میں تمہارا۔ بالکل بے سہارا ہوں میں جو کچھ تم چاہتے ہو اس میں کوئی رکاوٹ نہیں ہو گی۔ میں تمہاری ہر خواہش کے سامنے سر جھکا دوں گی یہ سب کچھ نہ کرو............ میں ٹھیک ہوں تم جانتے ہو میں بالکل ٹھیک ہوں۔ میں بالکل ٹھیک ہوں ڈاکٹر میرا نام فردوسہ ہے۔ پہلے میں پاگل تھی اب ٹھیک ہوں............!"

امیر باسط العزیزی کے چہرے پر ایک لمحے کے لئے خجالت کے آثار ابھرے پھر وہ مجھ سے نظریں چرا کر ڈاکٹر سے بولا۔ "یہ تمہارے قدموں کی برکت ہے ڈاکٹر نصران۔ اب تو یہ بالکل ٹھیک معلوم ہوتی ہے۔"

"کوئی وقتی حادثہ بھی بعض اوقات دماغ معطل کر دیتا ہے ہو سکتا ہے کسی حادثے نے دماغ الٹ دیا ہو مجھے بھی اب یہ بالکل ٹھیک نظر آتی ہیں۔"

"آؤ چلیں۔" امیر عزیزی بولا۔ پھر ڈاکٹر سے پہلے وہ دروازے کی طرف بڑھ

گیا۔ وہ کسی قدر بوکھلایا ہوا سا لگ رہا تھا۔ ڈاکٹر بھی اس کے پیچھے پیچھے باہر نکل گیا تھا۔ میں بستر پر پاؤں لٹکائے بیٹھی رہی سخت بھوک لگ رہی تھی میں نے اِدھر اُدھر دیکھا کچھ فاصلے پر سفید رنگ کا ایک گھنٹہ لٹکا ہوا تھا اس کے قریب ایک ہتھوڑی رکھی ہوئی تھی۔ اپنی جگہ سے اٹھ کر میں نے ہتھوڑی سے گھنٹے پر ضرب لگائی۔ بڑی مترنم آواز ابھری تھی۔ دوسرے لمحے عدلہ اور نغمہ اندر داخل ہو گئیں۔ میں نے طنزیہ مسکراہٹ سے انہیں دیکھا اور بولی۔

"میرا دماغ اب بالکل ٹھیک ہو گیا ہے۔ تم لوگ مجھ سے خوفزدہ نہ ہو تم میری خادمائیں ہو کیا............؟"

"جی خاتون فردوسہ۔" نغمہ بولی۔

"میں بھوکی ہوں کچھ کھلا سکو گی؟"

"جی............ ابھی!" عدلہ بولی۔

"چائے یا کافی ساتھ ہو تو بہتر ہے۔"

"جی............" دونوں واپسی کے لئے مڑیں۔

"سنو!" میں نے پکارا............ اور دونوں ٹھٹک کر رک گئیں "تم دونوں جڑواں ہو کیا؟"

"جی۔ نہیں۔ نہیں تو۔"

"تم میں سے ایک یہاں رکو۔ ایک جا کر میرے لئے کھانا لاؤ۔" میں نے تحکمانہ کہا اور نغمہ جلدی سے چل پڑی۔ عدلہ رک کر ہراساں نظروں سے مجھے دیکھنے لگی۔ نغمہ باہر نکل گئی تھی۔ "کیوں ڈرتی ہو مجھ سے بولو۔" میں نے عدلہ کو دیکھ کر کہا۔

"نہیں خاتون۔ نہیں۔" وہ جلدی سے بولی۔

"تمہیں مجھ سے کوئی نقصان نہ ہو گا۔ وعدہ کرتی ہوں۔ آؤ بیٹھو۔ بیٹھ جاؤ۔" میں نے نرمی سے کہا اور وہ بیٹھ گئی۔ "مجھے کب سے جانتی ہو؟"

"جی وہ!" عدلہ ہچکچاتے ہوئے انداز میں بولی۔

"سچ بولنا۔ تمہیں خدا کا واسطہ سچ بولنا۔ اگر تمہیں اپنی زندگی کا خطرہ بھی ہو تو۔" میں نے لجاجت سے کہا۔ عدلہ کے انداز میں کچھ تبدیلی ہوئی تھی۔ اس نے آہستہ سے کہا۔ "نہیں خاتون' میں سچ بولوں گی۔"

"مجھے کب سے جانتی ہو؟"

"صرف چند گھنٹے پہلے سے۔"

"اس سے پہلے تم نے مجھے یہاں نہیں دیکھا؟"

"نہیں ہم اسکندریہ میں تھے؟"

"اسکندریہ میں؟ وہاں کہاں؟"

"خاتون البانہ کے خدمت گار تھے ہم لوگ۔"

"خاتون البانہ کون ہیں؟"

"امیر عزیزی کی چچی حضور ہیں۔ انہوں نے ہی امیر کی پرورش کی ہے۔"

"تم نے پہلے کبھی فردوسہ کا نام سنا تھا؟"

"ہاں ہمیں علم تھا کہ خاتون فردوسہ امیر کی بہن ہیں اور وہ قاہرہ میں رہتی ہیں۔"

"اور ان کا دماغی توازن درست نہیں ہے۔"

"جی۔ جی ہاں۔"

"امیر عزیزی کبھی اسکندریہ اپنی چچی کے پاس نہیں جاتے۔"

"تین سال میں صرف دو دفعہ گئے ہیں۔ ان کا سارا کاروبار وہیں قاہرہ میں ہے۔"

"کیا کاروبار ہے امیر عزیزی کا؟"

"سنا ہے بحری جہازوں کی کمپنی ہے۔"

"کبھی خاتون فردوسہ امیر کے ساتھ اسکندریہ نہیں گئیں۔"

"تین سال میں تو نہیں۔"

"تین سالوں کا تذکرہ کیوں کرتی ہو تم؟"

"ہم دونوں کو امیر کی ملازمت میں آئے ہوئے تین سال ہی گزرے ہیں۔ اس سے قبل ہم لیبیا میں تھیں۔"

سلسلہ گفتگو نغمہ کی آمد سے ختم ہوگیا۔ خوشبودار کافی کی بھاپ اڑ رہی تھی۔ خشک میوے، سرخ لبنانی سیب انگور اور سینڈوچ تھے۔ میری بھوک چمک اٹھی اور میں کھانے میں مصروف ہوگئی۔ ان ہوشربا حالات سے سمجھوتہ کرنا ضروری تھا۔ میرا اضطراب مجھے کیا دے رہا تھا۔ کب سے مضطرب تھی کہیں بھی پناہ نہیں مل رہی تھی۔ جو کچھ بھی ہے جہنم میں جائے۔ اب جو ہوگا دیکھا جائے گا۔ بہرحال میں نے ان دونوں

خادماؤں کو دوست بنالیا۔ اب وہ مجھ سے کھل کر باتیں کرنے لگی تھیں۔

"یہ جگہ کون سی ہے عدلہ۔" میں نے پوچھا اور وہ اچنبھے سے مجھے دیکھنے لگی۔

"خوفزدہ نہ ہو۔ تمہیں معلوم ہے میرا ذہنی توازن خراب ہوگیا تھا۔ اب میں ٹھیک ہوں۔ ماضی کی کوئی بات مجھے یاد نہیں ہے۔"

"اوہ یہ جبل العمامہ ہے بہت خوبصورت محل ہے امیر عزیزی کا' پہاڑی دامن میں ہے۔"

"امیر یہیں رہتے ہیں؟"

"ہاں!"

"دوسرے لوگ بھی یہیں ہیں میرا مطلب ہے امیر کے بیوی بچے۔"

"انہوں نے شادی ہی کہاں کی۔ وہ خود بھی تو........." عدلہ کہتے کہتے رک گئی۔

"ہاں ہاں کہو۔ رک کیوں گئیں۔" میں نے کہا عدلہ نے نغمہ کو دیکھا اور نغمہ آہستہ سے بولی۔

"لوگ یہی کہتے ہیں۔ ہم اپنی زبان کو گستاخی کی اجازت نہیں دے سکتے۔"

"اس کا مطلب ہے کہ تمہیں میری دوستی پر اعتماد نہیں ہے تم دونوں میری خادمائیں نہیں دوست ہو۔ تمہاری کہی ہوئی کوئی بات نہ مجھے بری لگے گی اور نہ میں کسی کو بتاؤں گی۔"

"لوگ کہتے ہیں کہ امیر کا دماغی توازن بھی ابھی تک درست نہیں ہے ان پر پُراسرار دورے پڑتے ہیں۔ وہ ایک سال تک منصورہ کے دماغی اسپتال میں بھی رہ چکے ہیں۔"

"اوہ۔" میرے ہونٹ سکڑ گئے۔ میں دیر تک ان دونوں کو دیکھتی رہی۔ پھر گہری سانس لے کر بولی۔ "کیا اب بھی امیر پر وہ دورے پڑتے ہیں؟"

"ہمیں نہیں معلوم' لیکن انہوں نے شادی نہیں کی۔"

"تمہیں کیا کہہ کر اسکندریہ سے بلایا گیا ہے۔"

"بس وہاں سے ہمیں قاہرہ پہنچنے کی ہدایت ملی' یہاں آئے تو آپ کا خدمت گار تعین کیا گیا یہ بتا کر کہ........."

"میں بھی پاگل ہوں۔" میں نے ہنس کر کہا۔

"خدا کے فضل سے آپ تو بالکل ٹھیک ہیں۔" اس کے بعد دونوں تمام دن میرے ساتھ رہیں۔ رات کو بھی اس وقت اٹھیں جب مجھے نیند آنے لگی۔ پھر میں سوگئی تھی دوسری صبح وہ پھر میرے پاس تھیں۔ انہوں نے مجھے غسل کرایا۔ مشک و عنبر میں بسا ہوا پانی تھا جس سے میں نے غسل کیا۔ کمرے میں عود کی دھونی دی گئی تھی جس سے وہ مہک رہا تھا۔ میں نے ان سے فرمائش کی کہ میں چہل قدمی کرنا چاہتی ہوں وہ مجھے لے کر باہر نکل آئیں۔ درحقیقت قابلِ رشک عمارت تھی ہر کمرہ بے مثال، بہترین پائیں باغ۔ جدید قدیم کے لوازمات سے آراستہ۔ میں باغ میں ٹہل رہی تھی کہ ایک طرف ڈسٹ بن میں مجھے وہ اخبار نظر آیا جس پر میری تصویر نمایاں تھی۔ غالباً پرانا اخبار تھا جسے یہاں ڈال دیا گیا تھا کیونکہ میری تصویر صاف نظر آرہی تھی اس لئے میں نے آگے بڑھ کر اسے اٹھالیا۔ بالکل وہی اخبار تھا جو الجمالی نے مجھے دکھایا تھا۔ دونوں لڑکیوں نے بھی شاید یہ تصویر دیکھ لی تھی کسی خیال کے تحت میں نے عدلہ سے کہا۔

"عدلہ ذرا پڑھو تو۔ میری تصویر کے ساتھ کیا لکھا ہے۔" عدلہ نے اخبار لے لیا اور پڑھنے لگی۔ "غیر ملکی لڑکی ہوٹل سے فرار۔ یہ جہاں بھی نظر آئے پولیس کو اس کی اطلاع دی جائے۔" اس کے بعد عدلہ نے جو کچھ پڑھا اس نے مجھے شدت حیرت سے دیوانہ کردیا۔ ڈی پارلو سے میری آمد' یہاں قیام اور اس کے بعد پُراسرار فرار کی کہانی۔ ایک اور انکشاف بھی تھا۔ یہ خالد نامی ایک نوجوان کے بارے میں تھا جو اپنے سامان کے ساتھ فرار ہوچکا تھا لکھا گیا تھا کہ ہم دونوں ایک ہی ملک کے باشندے ہیں اور ہمارے درمیان گہرا رابطہ ہے ہم کسی خطرناک ارادوں سے فرار ہوئے ہیں۔

خادمہ میری تصویر کے ساتھ یہ تحریر پڑھ کر خود بھی حیران رہ گئی تھی۔ اس نے تعجب خیز انداز میں دوسری لڑکی نغمہ کی طرف دیکھا اور اخبار اس کی طرف بڑھا دیا لیکن میرا ذہن ہواؤں میں اڑ رہا تھا۔ پے در پے ایسے ایسے ذہنی حادثوں سے دوچار ہونا پڑا تھا کہ اب سب کچھ سہنے کی عادت پڑگئی تھی۔ میں بے بسی سے باغ میں لگے ایک درخت کے تنے کو دیکھنے لگی۔ کیا کرسکتی تھی۔ میں ہمیشہ ہی بے بس رہی تھی۔ اب بھی اتنی ہی بے بس ہوں لیکن آخر یہ سب کیا ہوا ہے۔ ذرا مختلف ہے جو پہلے ہوتا رہا ہے اس سے مختلف ہے یہ۔ قبائلیوں کے ایک قافلے نے مجھے نخلستان شاجرا میں پایا اور اپنے ساتھ قاہرہ لے آئے۔ انہوں نے بلاشبہ مجھے خلوص کے ساتھ پولیس کے حوالے کردیا لیکن وہ پولیس انسپکٹر........ اس نے یہ فریب کیوں کیا........ یہی اخبار تھا

جو اس کے پاس تھا۔ اس نے میری تصویر دیکھ کر یہ غلط کارروائی کیوں کی۔ میرا ذہن پولیس آفیسر کی اس وقت کی حرکات کا تجزیہ کرنے لگا۔ سو فیصد اس کا انداز چوروں جیسا تھا۔ اس نے مجرمانہ طور پر اپنے فرض سے غداری کی تھی۔ یقیناً کسی طرح باسط العزیزی سے اس کا گٹھ جوڑ تھا اور اس نے مقامی زبان سے میری ناواقفیت کا فائدہ اٹھایا تھا۔ مگر کیوں........ آہ مگر کیوں؟ باسط العزیزی ایک مصری سرمایہ دار ہے۔ غیر شادی شدہ ہے کہیں اس کے ارادے فاسد تو نہیں لیکن اس دولت مند شخص کے لئے تو برائیوں کے ہزاروں راستے کھلے ہوں گے۔ میرا خصوصی انتخاب ہی کیوں؟ اور پھر مجھے بہن کا درجہ دے کر یہاں لایا ہے۔ انسان اتنا برا تو نہیں ہوسکتا۔ آہ نہ جانے کیا ہے۔

"خاتون فردوسہ........ یہ تصویر تو آپ کی ہے لیکن اس کے ساتھ تحریر بڑی عجیب ہے۔" عدلہ بولی' میں نے غمناک نظروں سے اسے دیکھا پھر حزنیہ مسکراہٹ سے بولی۔

"تمہار کیا خیال ہے؟"

"ہم دونوں حیران ہیں۔"

"شاید یہ اخبار والوں کی دیوانگی ہو۔ صرف ہم دو ہی دیوانے تو نہ ہوں گے پورے قاہرہ میں۔"

میں نے بدستور مسکراتے ہوئے کہا۔

"شاید........!" نغمہ جھونک میں بولی اور پھر چونک کر سہمے ہوئے انداز میں مجھے دیکھنے لگی۔

"نغمہ اور عدلہ تمہیں میرے بارے میں کیا ہدایات ملی ہیں؟"

"یہی کہ ہمیں آپ کی اطاعت کرنی ہے آپ کی ہر طرح کی خدمت کی جائے آپ کو خوش رکھا جائے۔"

"امیر عزیزی نے خود تمہیں ہدایت کی ہے؟"

"نہیں حسان امینی نے۔"

"حسان امینی کون ہے؟"

"جبل العمامہ کے اس محل کا نگراں اعلیٰ........ بلکہ امینی نے ہی ہمیں لیبیا سے یہاں بلا کر یہ نوکری دلائی تھی۔ وہ ہمارے خاندان کا قدیم شناسا ہے اور وہ خود ہمیں

لینے اسکندریہ گیا تھا۔"

"اور کوئی خاص بات کہی تھی اس نے میرے بارے میں۔"

"نہیں صرف ایک ہدایت کی تھی۔"

"کیا؟"

"یہ بات اس نے تین سال قبل بھی کہی تھی۔ اس وقت جب اس نے ہمیں یہ ملازمت دلائی تھی۔"

"کیا بات کہی تھی اس نے؟ براہ کرم مجھے بتاؤ............" میں نے لجاجت سے کہا۔ وہ دونوں ہچکچا رہی تھیں۔ مگر عدلہ باہمت تھی اس نے کہا۔ "امینی نے کہا تھا دولت مند گھرانوں میں نوکری کرنی ہے تو ایک بات گرہ میں باندھ لو' یہاں کان کھلے اور زبان بند رکھنا ہوتی ہے۔ آنکھوں سے دیکھو' کانوں سے سنو' دماغ سے سمجھو مگر زبان سے کچھ نہ بولو۔ یہی ہدایت اس نے ہمیں یہاں لاکر دہرائی تھی اور پوچھا تھا کہ ہمیں اس کی یہ ہدایت یاد ہے............ کہ نہیں۔"

"اوہ۔" میں نے آہستہ سے کہا............ ان الفاظ کی اہمیت کا مجھے احساس تھا۔ اس طرح ان دونوں لڑکیوں سے کسی امداد کے حصول کا تو تصور ہی ختم ہو جاتا تھا۔ کچھ دیر خاموش رہ کر میں نے کہا۔ "تم دونوں نے کتنی تعلیم حاصل کی ہے؟"

"بہت معمولی سی' عربی پڑھ لیتے ہیں انگریزی بول اور سمجھ لیتے ہیں۔ بس اس سے زیادہ کچھ نہیں۔" نغمہ نے جواب دیا۔ میں نے کچھ دیر خاموشی اختیار کی پھر کہا۔ "میری خدمت کرنا' مجھے خوش رکھنا تمہاری ذمہ داری ہے۔"

"ہاں! بالکل۔"

"تو پھر تمہیں میرا ایک کام کرنا ہے۔ محل میں ہر جگہ آجا تو سکتی ہو؟"

"ہاں کوئی پابندی نہیں ہے۔"

"کہیں سے میری' میرا مطلب ہے کہ خاتون فردوسہ کی کوئی تصویر حاصل کر کے مجھے لادو لیکن تمہیں یہ کام نہایت رازداری سے کرنا ہے۔ وعدہ کرو میری دوستوں کی حیثیت سے میری باتوں کو راز رکھو گی۔"

وہ دونوں احمق نہیں تھیں۔ اخبار میں میری تصویر کے ساتھ تحریر پڑھ کر وہ بھی بہت حیران تھیں۔ عدلہ نے ہچکچاتے ہوئے لہجے میں کہا۔ "ایک سوال کرنے کی گستاخی کر سکتی ہوں خاتون۔"

"میں نے تمہیں خادماؤں کے بجائے دوستوں کا درجہ دیا ہے' اور دوستوں کے رمیان کوئی سوال گستاخی نہیں ہوتا۔"

"آپ خاتون فردوسہ نہیں ہیں...........؟"

"نہیں۔"

"پھر آپ کون ہیں؟"

"وہ جو اخبار میں لکھا ہے۔"

"آپ ہوٹل سے فرار ہوئی ہیں؟"

"نہیں مجھے وہاں سے اغوا کیا گیا ہے؟"

"کس نے اغوا کیا؟"

"یقیناً امیر باسط العزیزی نے۔" میں نے جواب دیا اور وہ دونوں خوف زدہ وگئیں پھر نغمہ نے کہا۔

"ایسے محلات میں کسی قسم کی غداری کرنے والے کو خاموشی سے گردن دبا کر ک کردیا جاتا ہے اور ان کی لاشیں تاریک غاروں میں ڈال دی جاتی ہیں جہاں کوئی بھی انہیں تلاش نہیں کرتا۔ ہمیں ایسے بے شمار واقعات معلوم ہیں خاتون چنانچہ اپنی مت کرانے میں ہماری زندگی خطرے میں نہ ڈالیں۔ ہمیں افسوس ہے کہ ہم آپ کی ہر خدمت کرسکتے ہیں لیکن کوئی ایسا کام جس میں امیر عزیز کی رضا نہ ہو' نہیں رسکتے۔ اگر آپ نے ہمیں اس کے لئے مجبور کیا تو ہم حسان امینی کو اس بارے میں طلاع دے دیں گی۔" نغمہ نے کہا۔

میں نے مایوس نظروں سے انہیں دیکھا۔ پھر ٹھنڈی سانس لے کر بولی۔ "ٹھیک ہے مجھے بھی تمہاری زندگی عزیز ہے۔ جو تمہارا دل چاہے کرنا میری یہ باتیں حسان کو ینا اسے تم پر مزید اعتماد ہو جائے گا۔"

"نہیں خاتون.......... خدا کی قسم ہم ایسا بھی نہیں کریں گی۔ یہ ہمارا وعدہ ہے۔"

میں نے مزید کچھ نہ کہا اور وہاں سے واپس پلٹ آئی۔ ناشتے کے بعد میں نے ان نوں سے اپنے کمرے میں چلے جانے کے لئے کہا اور دونوں خاموشی سے باہر نکل ئیں۔ انہیں میری کبیدگی کا احساس تھا اور پچھلے دن کی نسبت وہ بجھی بجھی نظر آرہی ھیں۔ کل کی نسبت آج مجھے یہاں کے بارے میں زیادہ معلومات حاصل ہوگئی تھیں

لیکن واقعات کے الجھاوے بدستور تھے۔ پولیس آفیسر عزیزی سے ملا ہوا تھا اور یہ سازش عزیزی کے سوا اور کسی نے نہیں کی تھی مگر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیوں............ آخر کیوں............؟ پھر میں نے حسان امینی کے بارے میں سوچا' وہ امیر باسط کا دست راست ہے یہاں دوسرے تمام افراد یہ اچھی طرح جانتے ہوں گے کہ میں فردوسہ نہیں ہوں لیکن امینی کا اثر اس بات کو کہیں باہر نہ نکلنے دے گا۔ خیر اور کچھ ہو یا نہ ہو امیر عزیزی کو میں تباہ کردوں گی۔ کبھی تو یہاں سے فرار کا موقع ملے گا سیدھی پولیس کے پاس جاؤں گی اور اپنے اغوا کی داستان سناؤں گی۔ تمام ہی پولیس افسر تو عزیزی کے وفادار نہ ہوں گے ایک غیر ملکی لڑکی کو حبس بے جا میں رکھنے کا مزا چکھنا پڑے گا اس امیر زادے کو۔ اور اسی دوران' جب تک مجھے کوئی بہتر موقع میسر نہ آجائے میں کوئی ناکام جدوجہد نہیں کروں گی سوائے اپنی آبرو کے تحفظ کے۔ اس خیال کے ساتھ ہی اچانک خالد کا خیال آگیا۔ باقی کوئی تذکرہ نہیں تھا اخبار میں سوائے خالد کے' اسے بھی مفرور قرار دیا گیا ہے کیوں؟ آخر اسے کیوں؟ اسے بھی اغوا کیا گیا ہے یا میری گمشدگی کی وجہ سے وہ بھی روپوش ہو گیا ہے۔ ہو سکتا ہے ایسا ہی ہو۔ بے چارہ صرف میری وجہ سے ایک مفرور مجرم قرار پایا ہے دل یہ گواہی دے رہا تھا کہ اب تک اس نے جس طرح میرا ساتھ دیا ہے اب بھی اسی انداز میں میرے لئے کام کر رہا ہے ہو سکتا ہے اسے مجھ پر پڑنے والی یہ بپتا معلوم ہو اور وہ میرے لئے کوئی راستہ نکالے' اس وقت بالکل پہلی بار دل بری طرح اس کے لئے پسیجا تھا اور میں دیر تک اس کے بارے میں غور کرتی رہی تھی۔ قصوروار تھا وہ۔ میں تو آنکھیں بند کرکے اس پر بھروسہ کر بیٹھی تھی' میں نے اپنے اور اس کے درمیان کوئی راز' راز نہیں رکھا تھا اپنا دل رکھ دیا تھا اس کے سامنے لیکن وہ دولت کے لئے زاغ کا آلۂ کار بنا تھا اس نے اپنی منگیتر اپنی محبوبہ کو بہن کہہ کر متعارف کرایا تھا۔ کسی بھی صاحب کردار شخص کے منہ سے یہ الفاظ نہیں نکل سکتے' چاہے کتنی ہی بڑی مجبوری ہو اس کی۔ اس احساس سے دل ایک بار پھر لرز گیا۔ مجھے یاد آیا کہ امیر عزیزی نے بھی مجھے بہن کہہ کر حاصل کیا ہے کہیں وہ بھی زبانی طور پر اتنا ہی بدکردار نہ ہو............ خالد نے بے شک بعد میں میرے لئے بہت کچھ کیا ہے لیکن وہ بدترین مجرم ہے میں اس کی مدد حاصل نہیں کروں گی۔

پھر زاغ کا خیال آگیا تھا اس نے اپنے آپ کو زعورس بن طلابی بتایا تھا اور اپنی

پُرسوز داستان سنائی تھی لیکن کون جانے کون سچا ہے کون جھوٹا............ ہاں وہ نصیب جس پر تھوڑا بہت اعتماد کیا جاسکتا تھا اتنی دور تھی مجھ سے کہ اس نے اس کے بعد کبھی میری قربت نہیں اختیار کی تھی کبھی مجھے کوئی دلاسہ نہیں دیا تھا جو الجھی ہوئی کہانیاں احمد کمال سعدی کی میرے علم میں آئی تھیں ان سے بھی یہ احساس ہوتا تھا کہ وہ خود پرست انسان ہے چاہے میرا باپ ہی کیوں نہ ہو' لیکن اس نے اپنی ذات کے لئے ہمیشہ ہی سب کچھ کیا ہے اور آج بھی اگر یہ کہانیاں سچ ہیں تو وہ اپنی ذات ہی کے لئے سرگرداں ہیں۔ اب تو ان احساسات پر اپنے آپ کو جھنجلاہٹ ہونے لگتی تھی کیوں سوچنے لگتی ہوں میں بار بار ایسی احمقانہ باتیں بمشکل تمام ذہن کو جھٹکا............

یہ دن بھی گزر گیا............ عدلہ اور نغمہ دونوں میرے کمرے کے دروازے سے کچھ فاصلے پر موجود تھیں ان کی ذمہ داری اس کے سوا کچھ نہیں تھی کہ جو کچھ میں کہوں اس کی تعمیل کریں لیکن دونوں نے مجھ سے تعاون نہ کرکے میری محبت کھو دی تھی۔

☆------☆------☆

دوپہر کا کھانا بس معمولی سا ہی کھایا شام کو چائے مسترد کردی' دل نہیں چاہ رہا تھا نہ تو باسط العزیزی نے دوبارہ مجھ سے ملاقات کی نہ ہی کوئی اور شخص میرے قریب آیا............ یہاں تک کہ رات ہو گئی میں سوچنے لگی تھی کہ اب مجھے کیا کرنا چاہئے رات کے کھانے پر میں نے نغمہ اور عدلہ سے کہا کہ میں ان کی صورتیں دیکھ دیکھ کر بیزار ہو گئی ہوں کیا امیر عزیزی اس محل میں کہیں موجود ہے؟ اگر وہ ہے تو اسے میرا پیغام دیا جائے کہ میں اس سے ملنا چاہتی ہوں لیکن مجھے جواب ملا کہ امیر عزیزی محل میں موجود نہیں ہیں یہ بات نغمہ نے مجھے بتائی تھی۔ پھر میں نے رات کا کھانا کھایا اور آرام کرنے کے لئے لیٹ گئی لیکن کھانے سے فراغت کرتے ہی طبیعت کچھ بوجھل بوجھل سی محسوس ہونے لگی تھی اور لیٹنے کے بعد نیند کچھ اس طرح ذہن پر طاری ہونے لگی کہ مجھے خود بھی حیرانی ہوئی لیکن ذہن حیران ہونے کے لئے آزاد نہ رہا اور مجھ پر نیند طاری ہو گئی۔ پھر یہ اندازہ نہیں ہو سکا کہ کب تک سوتی رہی' آنکھ کھلی تھی اور اس کی وجہ نامعلوم تھی۔ کھلی آنکھوں سے جو ہلکا سا منظر دیکھا اس نے چونکا دیا............ ایک انوکھی سبز روشنی پھیلی ہوئی تھی اور اس روشنی میں بڑی وسعت تھی' خواب گاہوں کے بلب اتنی دور تک روشنی نہیں پھیلاتے میں نے آنکھیں بھینچ

کر دوبارہ کھولیں اور اپنے اطراف میں نظر ڈالی بڑی حیرتوں کا سامنا کرنا پڑا تھا۔

یہ روشنی بہت مدہم تھی اور اس میں سے جگہ جگہ کرنیں سی پھوٹ رہی تھیں۔ میں نے اپنے آپ کو سنبھالا ذہن مزید بیدار ہوا تو احساس ہوا کہ میں کسی بستر پر دراز نہیں ہوں بلکہ میرے پاؤں نیچے لٹکے ہوئے ہیں اور میں کسی آرام کرسی جیسی جگہ پر کمر ٹکائے بیٹھی ہوئی ہوں۔

حیرت کے شدید جھٹکے لگے مجھے اور میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر چاروں طرف دیکھنے لگی۔ تب ہی مجھے اس عجیب و غریب ماحول کا احساس ہوا جو خوابوں کی سی کیفیت رکھتا تھا تاحدِ نگاہ وسعتیں ہی وسعتیں تھیں اور ان وسعتوں میں زمردیں روشنی پھیلی ہوئی تھی جگہ جگہ لوگ نظر آ رہے تھے مدہم مدہم موسیقی کہیں دور سنائی دے رہی تھی۔

میرا دل دھک سے ہو گیا.......... اگر یہ خواب ہے تو پھر یہ ہوش جیسا کیوں محسوس ہو رہا ہے' نتھنوں سے بہت ہی نفیس قسم کی خوشبو ٹکرا رہی تھی اور یہ خوشبو ایک بڑے سے برتن سے اٹھ رہی تھی جس سے ہلکا ہلکا لطیف سفید دھواں خارج ہو رہا تھا۔

خوشبو عود و عنبر کی تھی جسے میں نے فوراً ہی پہچان لیا تھا۔ وہ مدہم مدہم سائے جو زرد روشنی میں اِدھر اُدھر آ جا رہے تھے زمانۂ قدیم کے فراعنہ کے دور کے لباس پہنے ہوئے تھے' ان میں سے بعض کے جسم برہنہ تھے اور ان پر سونے کے چمکدار نقوش نظر آ رہے تھے جو غالباً قدیم مصر کے زیورات کی شکل میں ان کے جسموں سے لپٹے ہوئے تھے۔ خوف و دہشت کے عالم میں چاروں طرف نظریں دوڑانے لگی۔ مجھے اندازہ ہو گیا تھا کہ جس جگہ بیٹھی ہوئی ہوں وہ تخت بھی زمرد کا تھا اس پر انتہائی نفیس غلاف چڑھا ہوا ہے سونے کے پتے بنے ہوئے تھے۔ آہ یہ خواب نہیں ہے یقیناً یہ خواب نہیں ہے میں بے اختیار اپنی جگہ کھڑی ہوئی تو ایک دم جیسے سکوت چھا گیا جو ہلکی ہلکی آوازیں موسیقی اور انسانوں کے ملے جلے شور سے گونج رہی تھیں وہ ایک دم بند ہو گئیں۔ ذہن اس سناٹے سے چیخنے لگا میں اپنے آپ کو یہ باور کرانے کی کوشش کر رہی تھی کہ یہ خواب نہیں ہے بلکہ مکمل ہوش میں ہوں میں۔ پھر یہ کیا ہے؟ کیا ہے یہ سب کچھ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اس عظیم الشان ہال کی وسعتوں میں بکھرے ہوئے ہیولوں کو دیکھا' سفید باریک سنگی مجسمے آویزاں اور ان کے جسموں میں جڑے ہوئے زمرد اور ان سے پھوٹتی ہوئی سبز روشنیاں..........

میرے خدا میں نیند میں نہیں ہوں' جاگ رہی ہوں اور ایک طلسمی ماحول سے روشناس ہوں لیکن یہ سب کچھ کہاں سے آ گیا۔ میں کہاں تھی۔ اپنی کوٹھی میں؟ پرنگال میں؟ نہیں نہیں اس جزیرے پر.......... نہیں بالکل نہیں مصر میں' امیر عزیزی کی قیدی' اس کی کسی سازش کا شکار.......... لیکن یہ طلسم خانہ.......... یہ کیا اسرار ہے' سامنے سے دو کنیزیں آتی ہوئی نظر آئیں انہوں نے اپنے ہاتھوں میں طشت اٹھائے ہوئے تھے ان کی گردنیں جھکی ہوئی تھیں جسامت بے مثال تھی چال میں بھی ایک انوکھا بانکپن تھا میرے قریب پہنچ کر انہوں نے وہ دونوں بڑے بڑے طشت زمین پر رکھ دیئے اور گردن خم کر کے کھڑی ہو گئیں۔

میں نے پھٹی پھٹی آنکھوں سے ان طشتوں میں رکھا ہوا سامان دیکھا..........

ایک انوکھے کپڑے سے بنا ہوا سبز رنگ کا لباس جس میں باریک حسین موتی جگمگا رہے تھے' دوسرے طشت میں انتہائی قدیم طرز کے بنے ہوئے انتہائی حسین زیورات' جن میں یاقوت زمرد اور فیروزے جگمگا رہے تھے۔ آنے والی دونوں عورتوں میں سے ایک نے عبرانی زبان میں کہا..........

"تقدیس ہو تیری' تقدیس ہو تیری' ابراعیس کی بیٹی' تقدیس ہو تیری اناتوخ کی منظورِ نظر' فرعونِ وقت کی ملکہ انالازیہ' تیرے لئے یہ خلعت زمردی آیا ہے ہمارے ساتھ چل اور یہ خلعت پہن لے کہ ہم تیری کنیزیں ہیں اور اناتوخ تجھ تک پہنچنے والا ہے' تقدیس ہو تیری' تقدیس ہو تیری.......... تقدیس ہو تیری.........."

میں نے شدید غیض کے عالم میں کہا.......... "کیا بکواس کر رہی ہو تم کیا بک رہی ہو' میری سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا۔ میں نہ ابراعیس کی بیٹی ہوں اور نہ ہی اناتوخ کی ملکہ.......... پاگل ہو تم سب' میں.......... میں روشن جمال ہوں' احمد کمال سعدی کی بیٹی' یہ کیا طلسم خانہ ہے' کیا ہے یہ سب کچھ کیوں مجھے پریشان کر رہے ہو تم لوگ.......... کیوں مجھے دیوانہ بنائے دے رہے ہو۔ ہٹا لو یہ سب کچھ میرے سامنے سے.......... مجھے اپنے گھر واپس جانے دو.......... آہ میں جانا چاہتی ہوں' میں جانا چاہتی ہوں.......... میں واپس جانا چاہتی ہوں۔"

میری آواز بری طرح گونج رہی تھی۔ دونوں کنیزیں خوف زدہ ہو کر کئی قدم پیچھے ہٹ گئیں' تب میں نے ایک سمت ایک سفید سی روشنی دیکھی اس ہال کی وسعتوں کے ایک حصے سے کچھ افراد آ رہے تھے۔ میں نے دانت پیستے ہوئے ان پر نظر ڈالی آگے

آگے چند پروہت تھے ان کے ساتھ کچھ لوگ عجیب سی ہیئتیں بنائے چل رہے تھے انہوں نے انسانوں جیسے سر کے ساتھ حیوانوں کے جسم لگائے ہوئے تھے ایک شخص ان کے درمیان موجود تھا جو کچھ اور آگے آیا تو میں نے اسے پہچان لیا۔

شانوں سے لے کر ٹخنے تک کے سفید لبادے میں ملبوس سر پر فرعون کا تاج پہنے یہ شخص لازمی طور پر امیر عزیزی تھا۔ اس کے چہرے پر عجیب سے رنگ چڑھے ہوئے تھے لیکن خدوخال سے وہ صاف پہچانا جاسکتا تھا اس کے ہاتھوں میں ایک سفید سی لمبی شے دبی ہوئی تھی' جسے وہ دونوں ہاتھوں سے پکڑے ہوئے چہرے کے مقابل اٹھائے ہوئے تھا۔ میں نے غصیلی نظروں سے اس ڈرامہ باز شخص کو دیکھنے لگی۔ میں نے فیصلہ کرلیا تھا کہ وہ قریب آجائے تو اس کی خبرلوں............ نہ جانے کم بخت نے کس مصیبت میں پھنسا دیا ہے۔

آہستہ آہستہ وہ میرے قریب آیا اور اس کے اطراف میں پھیلے ہوئے پروہت قسم کے لوگ ایک سمت ہٹ گئے میرے قریب پہنچ کر اس نے کہا...........

"اناتوخ کی زندگی' تیرے چہرے پر غصے کے آثار' کچھ سمجھ میں نہیں آتے..........."

"میں تجھے جانتی ہوں بہروپیے........... تُو مجھے پریشان کررہا ہے میں تجھے پولیس کے حوالے کردوں گی۔ دیکھ لینا میں تجھ سے اس بدتمیزی کا ایسا بدلہ لوں گی کہ تُو زندگی بھر یاد رکھے گا۔"

"میں تیری نظرِ کرم کا طالب ہوں انالازیہ............ میری جان' یہ لباس پہن' میں تجھے وہاں لے چلوں گا جہاں سورج غروب ہوتا ہے میں تجھے کائنات کی تمام خوشیاں مہیا کردوں گا۔ اناتوخ ہے میرا نام' مجھے پہچان اپنے دماغ کو روشن کر........... ماضی کی وسعتوں میں کھو جا سب کچھ یاد آجائے گا تجھے سب کچھ یاد آجائے گا تجھے۔"

"کمین ذلیل........... میں کہتی ہوں مجھے میرے گھر جانے دے میں کہتی ہوں" میں اتنے زور سے چیخی کہ میری آواز پھٹ گئی' سر چکرا گیا۔ اسی وقت پروہت نے آگے بڑھ کر ایک تھال میرے سامنے رکھ دیا اور دوسرے پروہت نے کوئی باریک سا برادہ مٹھی بھر کر اس میں ڈالا دھویں کا مرغولہ بلند ہوا اور یہ دھواں میرے نتھنوں میں بری طرح چڑھ گیا۔ مجھے زور کی کھانسی آئی اور گرنے سے بچنے کے لئے مجھے اسی تخت کا سہارا لینا پڑا۔ مین چند ہی لمحات کے بعد دوبارہ ہوش وحواس کھو چکی تھی۔

☆======☆======☆

پھر اس کے بعد مجھے ہوش نہ رہا۔ البتہ زندگی کا تعلق عقل وہوش ہی سے ہوتا ہے سورج کی کرنیں کسی رخنے سے اندر داخل ہورہی تھیں میں نے آنکھیں کھولیں تو ان کی تیز چمک آنکھوں کو بہت بری محسوس ہوئی۔ میں نے دونوں ہاتھ آنکھوں پر رکھ لئے۔ آہستہ آہستہ اپنے آپ کو روشنی کا عادی بنایا اور اس کے بعد دوبارہ آنکھیں کھول دیں۔ دل کو ایک دھکا سا لگا تھا' رات کے واقعات ایسے نہیں تھے کہ ذہن سے محو ہوجاتے............ لیکن اس وقت میں اس عجیب وغریب جگہ نہیں تھی بلکہ میرا اپنا ہی کمرہ تھا............ وہی کمرہ جہاں باسط العزیزی نے میرے قیام کا بندوبست کیا تھا۔ ہر چیز وہی تھی وقت بھی صبح کا محسوس ہوتا تھا لیکن پیشانی درد سے پھٹی جارہی تھی۔ آنکھوں پر جو بوجھ تھا اس سے یہ احساس ہوتا تھا کہ رات کی نیند بھرپور نہیں رہی۔ کہاں سے بھرپور رہتی' میں تو ایک انوکھے طلسم میں گرفتار تھی۔ میں خواب میں بھی نہیں سوچ سکتی تھی کہ وہ سب کچھ ایک خواب تھا۔ پورے ہوش وحواس میں تھی جب میں نے وہ انوکھا ڈرامہ دیکھا............ ایک ایک لمحہ ایک ایک منظر یاد تھا مجھے شیطان باسط العزیزی بھی یاد تھا اس کا وہ نام بھی یاد تھا جو اس نے مجھے بتایا تھا اناتوخ........... اور میرا نام اس نے انالازیہ لیا تھا۔ وہ سچ مچ مجھے دیوانہ کرنا چاہتا ہے' وہ سچ مچ میرا ذہنی توازن کھونا چاہتا تھا۔ آہ کیا اس پوری کائنات میں سب ہی میرے دشمن ہوگئے ہیں۔ آخر کیوں؟ وحشت کے عالم میں چیخ چیخ کر عدلہ اور نغمہ کو پکارنے لگی' صمد بابا اور جہانی بیگم کو تو آواز دینا تو بے سود ہی تھا کیونکہ سچ مچ دیوانی نہیں ہوئی تھی ورنہ انہی کو پکارتی............ دونوں بری طرح دوڑتی ہوئی اندر آئی تھیں اور پھٹی پھٹی آنکھوں سے مجھے دیکھنے لگی تھیں۔ میں نے غرائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"رات کو کہاں تھیں تم لوگ..........."

"یہیں آپ کے دروازے کے سامنے آپ کی خدمت میں..........."

"رات کو بھی تمہیں یہیں موت آتی ہے؟"

"ہمارے لئے یہی حکم ہے کہ دن اور رات آپ کی غلامی کریں باہر ہمارے لئے آرام کا بندوبست بھی کردیا گیا ہے کوئی غلطی ہوگئی تو شرمسار ہیں عزیزہ فردوسہ' کیا آپ نے ہمیں آواز دی تھی' ہوسکتا ہے ہم گہری نیند سوگئے ہوں۔" عدلہ نے خوفزدہ لہجے میں کہا۔

"تم لوگ زمانے بھر کی مکار ہو' ظاہر ہے چند سکّوں کے عوض پیٹ بھرنے کے لئے تم نے یہاں غلامی کی زندگی قبول کی ہے تمہارے دل میں انسان دوستی کیسے جاگ سکتی ہے' لیکن فکر نہ کرو میرا بھی وقت آئے گا چن چن کر ایک ایک سے بدلہ لوں گی۔ پولیس کو باسط العزیزی کے جرم میں تمہیں برابر کا شریک بتاؤں گی اور اس کے بعد تمہیں جو دُرّے کھانے پڑیں گے تم ان کا تصور بھی نہیں کر سکتیں۔ لعنت ہے تم پر.......... میں نے تم سے تمہاری دوستی طلب کی تھی' لیکن روٹی کے چند ٹکڑوں کے لئے جینے والیاں بھلا دوستی کے نام سے کیسے واقف ہو سکتی ہیں' رات کے کھانے میں مجھے کیا دیا گیا تھا مجھ پر بے ہوشی کیوں طاری ہو گئی تھی؟"

"جی..........؟" نغمہ نے حیرت سے منہ پھاڑ کر کہا۔

"معصوم مت بنو.......... تمہاری ملی بھگت کے بغیر کچھ بھی نہیں ہو سکتا۔"

دونوں نے ایک دوسرے کو دیکھا.......... پھر عدلہ نے گھگھیاتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"خدا کی قسم ہم سے کوئی سی بھی قسم لے لیجئے خاتون فردوسہ' شاید ہم بھی کسی نشہ آور شے کا شکار ہو گئے تھے۔ ہم نے جب رات کا کھانا کھایا تو اس کے بعد ہمارے حواس بھی کچھ دیر بعد گم ہو گئے۔ ایسی ٹوٹ کر نیند آئی کہ ہم اپنے بستروں پر دراز ہو گئے۔ آہ آپ کا کہنا بالکل درست ہے۔ رات کو ہم پر موت جیسی نیند طاری تھی۔ ہم اس کوتاہی پر معافی کی خواستگار ہیں۔ ہمیں معاف کر دیجئے گا اس کے بعد آپ کو بھی ہماری ذات سے زحمت نہ ہو گی۔"

"مکار ہو تم دونوں جھوٹی ہو میں نے تمہیں غلط سمجھا تھا۔ راز دار بنانے کی کوشش کی تھی۔ میری غلطی تھی تم فطری طور پر کنیز ہو غلام ذہنیت کی مالک تمہیں اپنی ذات کی آسائش سے غرض ہے' تم دوستی اور محبت کی بات کیا جانو۔" میں ان پر لعن طعن کرتی رہی اور وہ گردن جھکائے سنتی رہیں۔ جب میرے دل کی بھڑاس نکل گئی تو میں نے کہا۔ "امیر عزیزی کہاں ہے؟"

"ہمیں علم نہیں ہے۔" عدلہ نے آہستہ سے کہا۔

"جاؤ معلوم کرو.......... اور اگر نہ معلوم کر سکو تو مجھے اپنی صورت نہ دکھاؤ تم میری خادمہ ہو یا نگراں' میں جانتی ہوں کہ تم دونوں مجھ پر نگرانی کے لئے متعین کی گئی ہو۔ جاؤ عزیزی سے کہو کہ وہ مجھ سے ملاقات کرے۔" میں نے غرا کر کہا اور وہ دونوں

سر پر پاؤں رکھ کر بھاگیں۔

☆======☆======☆

ایک بار پھر مجھ پر جنون طاری ہو گیا تھا اور میں آپے سے باہر ہو گئی تھی۔ ہر شخص فریبی ہے ہر شخص صرف اپنی ذات کے لئے سوچتا ہے اس وقت مجھے کسی پر غصہ نہیں تھا سوائے اپنی ذات کے کتنا غلط قدم اٹھایا تھا میں نے۔ اپنی پُرسکون زندگی پر اتنی ساری الجھنیں لادلی تھیں اور اب زمانے بھر میں ذلیل و خوار ہو رہی تھی' ان تمام خود غرضوں کے درمیان مجھے بھی خود غرضی ہی سے جینا چاہئے تھا جہنم میں جاتے ماں باپ نہیں تھے نہ سہی میرے لئے زندگی کون سی مشکل تھی' میں نے بلاوجہ ان کی چاہتوں میں اپنے آپ کو دربدر کیا' آہ کاش اب اگر موقع مل جائے تو یہاں سے سیدھی اپنے گھر واپس چلی جاؤں اور اس کے بعد سب سے پہلا کام یہ کروں کہ اس کتب خانے کو جلا ڈالوں' اس کمرے کی ہر چیز کو تہس نہس کر دوں جس سے میری ان مشکلات کا آغاز ہوا تھا' احمد کمال سعدی کا اگر کوئی وجود ہے اگر اس کی ذات سے کوئی کہانی وابستہ ہے تو اس میں بھی خود غرضی کا نشان ملتا ہے۔ وہ اپنی ذات کے لئے سرگرداں ہے اور اس نے مجھے قربانی کا بکرا بنا رکھا ہے کچھ سمجھ میں نہیں آتا میری کچھ بھی سمجھ میں نہیں آتا اب میں اپنے طور پر جینا چاہتی ہوں' خود غرضوں کی اس دنیا میں خود غرضی ہی سب سے انمول شے ہے' صرف اپنی ذات کے لئے سوچو' باقی کسی کا کوئی تصور بھی نہ کرو' خالد' ہاں وہ بھی اپنی ذات کی بہتری کے لئے مجھ تک پہنچا تھا اس نے اپنے حالات بہتر بنانا چاہے تھے اور کون جانے اب بھی وہ جو کچھ کر رہا ہے اس کی گہرائیوں میں اس کی وہی غرض پوشیدہ ہو گی۔ ہاں خالد اس کے علاوہ تمہارا اور کیا مقصد ہو سکتا ہے اگر تم واقعی یہاں میرے لئے روپوش ہوئے ہو تو اس کا پس منظر بھی وہی ہے ایثار محبت اور قربانی کے جذبوں کا اظہار کر کے تم اپنے لئے ایک پُرسکون زندگی چاہتے ہو لیکن جب یہ دنیا ہی فریب اور مکاری سے پُر ہے تو پھر میں کیوں نہ اس کے رنگ میں رنگ جاؤں' اسی فریب اور اسی مکاری سے کام لوں۔ آؤ ذرا میرے سامنے آؤ اب تم مجھے بالکل بدلا ہوا پاؤ گے کیونکہ تمہارے ذریعے میں اپنے وطن کا رخ کرنا چاہتی ہوں' تمہارا سہارا لے کر میں اپنے گھر اپنی جنت میں واپس لوٹنے کی خواہش مند ہوں۔ سوری سسٹرز مرد' کم از کم تم اس قدر مخلص ضرور تھیں کہ تم نے پرتگال اور اس سے آگے تک میرا ساتھ دیا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ تم بھی انسان تھیں کہاں تک سایوں کے پیچھے

بھاگتیں' تمہارا بھی پورا مستقبل خطرے میں پڑ گیا تھا اگر ایسے حالات میں تم نے مجھ سے برگشتہ ہو کر ڈاکٹر الیاس کا سہارا حاصل کر لیا تو میں یہ سمجھتی ہوں کہ تم دوسروں سے بہتر ہو کاش آخری وقت میں بھی اپنی ضدی فطرت کا اظہار کر کے میں تم سے رُوگردانی نہ کرتی خاموشی سے چلی جاتی تمہارے ساتھ واپس' کتنی الجھنیں پالوں میں اپنے لئے' کیا میں اس قدر طاقتور ہوں۔

انہی سوچوں میں گم تھی کہ کوئی میرے کمرے کے دروازے سے اندر داخل ہوا' لمبے چوڑے بدن کا مالک تنگ پیشانی سیاہ چہرہ' چھوٹی آنکھیں گھنگھریالے بال ادھیڑ عمر کا یہ شخص بہت تیز و طرار معلوم ہوتا تھا' اندر آیا اور سینے پر دونوں ہاتھ باندھ کر جھکا پھر سیدھا کھڑا ہو کر بولا۔

"خاتون فردوسہ نے اپنے غلام حسان امینی کو پہچان لیا ہو گا؟"

"تو تم حسان امینی ہو.........؟"

"آپ کا دیرینہ خادم۔"

"جعلسازوں کا پورا گروہ موجود ہے یہاں واقعی خیر تم حسان امینی ہو یا روم کے بادشاہ مجھے اس سے کوئی غرض نہیں ہے نہ میں نے تمہیں اس وقت طلب کیا تھا میں امیر باسط العزیزی سے ملنا چاہتی ہوں۔ کیا تم اس سلسلے میں میری کوئی مدد کر سکتے ہو یا تمہارے پاس بھی کوئی کہانی موجود ہے جسے سنا کر تم مجھے مطمئن کرنے کی کوشش کرو.........؟"

"نہیں خاتون فردوسہ' امیر باسط العزیزی ذرا مصروف ہیں یقیناً شام کو چار بجے تک وہ آپ سے ملاقات کریں گے اگر کوئی اور حکم ہو تو فرما دیجئے اور براہ کرم اپنی خادماؤں سے سختی کا اظہار نہ کیجئے.......... وہ آپ کی خدمت میں مصروف رہنا چاہتی ہیں اور وہی آپ کے لئے سب سے مناسب ہیں اگر آپ ذہنی انتشار محسوس کر رہی ہوں تو براہ کرم اس کا اظہار فرما دیجئے میں ڈاکٹر نصران کو طلب کر لوں' وہ آپ کو یقیناً پُرسکون رہنے کی کچھ دوا دے دیں گے۔"

میں نے شدید غصے کے عالم میں اسے دیکھا اور کہا۔ "خوب حسان امینی بہت خوب دھمکی دینے کا یہ انداز واقعی بہت خوب ہے گویا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ اگر میں نے اپنا یہ سخت رویہ جاری رکھا تو مجھے ڈاکٹر نصران کے حوالے کر دیا جائے گا اور اس کے بعد میرے جسم میں انجکشن بھونکے جائیں گے واقعی اس طرح سے دھمکیاں اس

سے پہلے کبھی نہ دی گئی ہوں گی۔"

حسان امینی گردن جھکائے کھڑا رہا پھر بولا۔ "آپ اپنے آپ کو پُرسکون رکھنے کی کوشش کیجئے میں امیر عزیزی سے جس طرح بھی بن پڑے گا رابطہ قائم کرنے کی کوشش کروں گا اور اگر وہ مجھے دستیاب ہو گئے تو آپ اطمینان فرمائیے بہت جلد ان کی آپ سے ملاقات ہو جائے گی کیا میں آپ کے لئے ناشتے کا بندوبست کر دوں؟"

سینے میں سانس نہیں سما رہی تھی' شدید غصہ آ رہا تھا ہر شے پر لیکن پھر دماغ کو ٹھنڈا کرنا ہی مناسب سمجھا جن لوگوں کے درمیان ہوں وہ اپنا کردار نبھانا بخوبی جانتے ہیں سوائے اپنے آپ کو دکھ دینے کے اور کچھ حاصل نہیں ہو گا۔ بہتر یہ ہے کہ وقت کا انتظار کروں کر بھی کیا سکتی ہوں اگر ان لوگوں سے انحراف کروں اور غل غپاڑہ مچاؤں تو وہی حشر ہو گا جو تھانے میں ہوا تھا۔ انجکشن دے کر سلا دیا جائے گا اور جب جاگوں گی تو اس کے بعد پھر یہی ماحول ہو گا۔ مناسب نہیں ہے پہلے ہی جو فیصلہ کیا تھا اس پر کاربند رہوں۔ میں نے اعتراف کر لیا تھا ڈاکٹر نصران کے سامنے کہ میں وہی ہوں جو یہ لوگ مجھے بنانا چاہتے ہیں چنانچہ اب بھی وہی انداز اختیار کرنا مناسب ہو گا کوئی فائدہ نہیں واقعی بالکل فائدہ نہیں ہے۔ وقت کا انتظار کروں صرف وقت کا انتظار بے بس ہوں بے کس ہوں اس کے علاوہ کر بھی کیا سکتی ہوں ہاں زندگی کھو دینا سب سے آسان ہے مگر ایسا کیوں کیا جائے اس کے بجائے جدوجہد کر لینے میں کیا حرج ہے۔

میں نے آہستہ سے کہا۔ "میرے لئے ناشتے کا بندوبست کیا جائے۔"

"بہت خوب محترمہ ابھی لیجئے گا۔" حسان امینی واپسی کے لئے مڑا پھر دروازے پر رک کر بولا۔ "عدلہ اور نغمہ کے لئے کیا حکم ہے اگر یہ دونوں خادمائیں آپ کو ناپسند ہوں تو میں انہیں تبدیل کر دوں۔"

"نہیں مجھے خادماؤں کا اچار نہیں ڈالنا جس کو دل چاہے میری نگرانی پر مامور کر دو۔"

حسان نے گہری نگاہوں سے مجھے دیکھا اور پھر خاموشی سے باہر نکل گیا کچھ دیر کے بعد میرے لئے ناشتہ آ گیا اور میں ناشتے میں مصروف ہو گئی۔ نغمہ اور عدلہ کو اس کے بعد میں نے منہ نہیں لگایا۔ مجھے ان دونوں سے بھی نفرت ہو گئی تھی باقی وقت میں نے مختلف سوچوں میں گزارا.......... شام کو ٹھیک چار بجے باسط العزیزی مجھ سے اجازت لے کر میرے کمرے میں داخل ہو گیا۔

میں نے گہری نظروں سے باسط عزیزی کو دیکھا۔ پختہ کار انسان تھا ورنہ مجھ سے نگاہ ملاتے ہوئے اس کی آنکھوں میں جھجک ہوتی۔ اس کے برعکس وہ مطمئن اور مسرور نظر آتا تھا۔ اندر آکر اس نے مخصوص انداز میں مجھے تعظیم دی اور پھر مدھم لہجے میں بولا۔ "خاتون فردوسہ نے مجھے طلب کیا ہے؟" میں زہریلے انداز میں مسکرائی پھر میں نے کہا۔

"تم میرے بھائی ہونا باسط عزیزی؟" میرے الفاظ پر وہ ایک لمحے کے لئے گڑبڑایا۔ کچھ سوچتا رہا' مجھے دیکھتا رہا پھر بولا۔ "یہ تم بہتر جانتی ہو؟"

"نہیں باسط عزیزی میں تمہاری زبان سے سننا چاہتی ہوں۔"

"اس وقت مجھے یہ اعتراف کرنے میں عار نہیں ہے کہ یہ حقیقت نہیں۔"

"پھر میں کون ہوں؟"

"یہ سوال قبل از وقت ہے اگر موجودہ وقت میں اپنے بارے میں پوچھو تو میں بھی تسلیم کرتا ہوں کہ تمہارا نام روشن جمال ہے۔ تم ڈی پارلو کی مسافر ہو لیکن تمہارا ذہن بھی گرد آلود ہے' میری طرح۔ تم بھی وقت کے عمل سے گزر رہی ہو اور جب ماحول سے دھند چھٹ جائے گی تو تمہیں یاد آجائے گا کہ تم انالازیہ ہو' ابراعیس کی بیٹی انالازیہ جسے نیل کے مشرقی ساحل پر اناتوخ نے دیکھا اور اپنی کائنات اس پر قربان کردی پروہتوں نے فرعون وقت کو خبر دی کہ انالازیہ آدھے سورج کی بیسویں کرن کے زیر اثر ہے۔ اس کا قرب نحوستیں لائے گا لیکن اناتوخ نے محبت پر سب کچھ قربان کردیا اور پورے چاند کی رات جب دونوں ایک بجرے میں نیل کی لہروں پر محبت میں ڈوبے سفر کررہے تھے تو اچانک نیل میں طغیانی نمودار ہوئی اور دونوں گرداب میں سما گئے۔ ہمیں موت نہیں آئی انالازیہ بلکہ سورج دیوتا نے ہم پر نیند طاری کردی تھی تاکہ جب نحوستوں کا دور ختم ہوجائے تو ہم ایک دوسرے کے ہاتھ میں ہاتھ ڈالے نمودار ہوں۔ تم ملکہ مصر ہو اور میں فرعونِ مصر' وہ وقت زیادہ دور نہیں ہے ایمناس کے فرشتوں نے پیش گوئی کی ہے اور فرشتے سچ کہہ رہے ہیں۔ آثار ظاہر ہورہے ہیں۔ کاش تمہیں بھی اس کا احساس ہوجائے۔ کاش تم بھی اس وقت کے انتظار میں مجھ سے تعاون کرلو..........!" اس کی آواز میں حسرت بیدار ہوگئی۔

میں پھٹی پھٹی آنکھوں سے اسے دیکھ رہی تھی۔ اس کی بکواس کا ایک نقطہ بھی میری سمجھ میں نہیں آرہا تھا۔ البتہ مجھے عدلہ اور نغمہ سے ہونے والی گفتگو یاد آرہی

تھی۔ ان میں سے کسی نے کہا تھا کہ خود میری عزیزی بھی صحیح الدماغ نہیں ہے۔ بظاہر وہ ٹھیک تھا اس نے اعتراف کیا تھا کہ وہ میری اصلیت جانتا ہے لیکن اس کے ساتھ ہی یہ بے تکی کہانی.......... یہ کیا بکواس ہے؟ وہ خیالات میں کھو گیا تھا میں نے اسے چونکایا۔ "تم نے مجھے ہوٹل سے اغوا کرایا تھا!"

"ایں؟" وہ چونک پڑا۔ "اس کے بعد تم نے مجھے نخلستانِ شاجرا کیوں پھکوا دیا۔ یہاں سے بدو مجھے اٹھا کر لائے؟"

"میں نے؟" وہ حیرت سے بولا۔ "آدھے سورج کی قسم۔ میں نے ایسا کچھ نہیں کیا۔ مجھے اس بارے میں کچھ نہیں معلوم۔ مجھے تو تمہاری تلاش تھی۔ ایمناس کے فرشتوں نے میری رہنمائی تم تک کی لیکن تمہارے پاس پہنچنے سے پہلے ہی مجھے خبر ملی کہ اب تم اس ہوٹل میں نہیں ہو' میں نے تمہاری تلاش کے لئے جدوجہد شروع کردی اور اسی دوران سرکاری طور پر تمہارے فرار کی تفصیل اخبارات میں شائع ہوگئی۔ یہاں بھی ان نیک فرشتوں نے میری رہنمائی کی اور مجھ سے کہا کہ تمہیں حکام کے ہاتھوں تک نہ پہنچنے دیا جائے ورنہ سارا کھیل ختم ہوجائے گا۔ حسان امینی میرا ملازم مگر نہایت بااثر شخص ہے اس نے ناکہ بندی کروادی اور اپنے اختیارات سے کام لے کر پولیس ناکوں کے سربراہوں کو تیار کرلیا کہ اگر تم کسی طرح ان میں سے کسی تک پہنچ جاؤ تو حکام بالا کو خبر کرنے کے بجائے ہمیں خبر کی جائے۔ حسان نے ہی تمہیں میری بہن فردوسہ کا نام دیا۔ یہ میری کارروائی نہیں ہے۔ اسی احمق نے ایسا کیا اور اب ہم اس بات کو نباہ رہے ہیں۔"

میں اس کی باتوں کے الجھاؤ میں گم رہی۔ پھر ہوٹل سے مجھے کون لے گیا۔ اس نخلستان تک مجھے کس نے پہنچایا۔ کچھ دیر کے بعد میں نے کہا۔ "کیا فردوسہ نامی تمہاری کوئی بہن ہے؟" میرے ان الفاظ پر اس کے چہرے پر غم کے تاثرات پھیل گئے۔ اس نے آہستہ سے کہا۔

"ہے نہیں تھی۔ وہ اپنا فرض پورا کرچکی ہے؟"

"کیا مطلب؟"

"ویلی آف کنگز کے تہہ خانے میں اس کا حنوط شدہ جسم ایک تابوت میں محفوظ ہے۔ اس نے زہر پی کر اپنے بھائی کے لئے قربانی دے دی ہے تاکہ پھر کوئی نحوست اس کا تعاقب نہ کرے

"اس نے خودکشی کرلی؟"

"ہاں اور یہ بات صیغہ راز میں ہے۔ حسان نے اپنے ہاتھوں سے اسے زہر پلایا تھا۔ لوگ یہی جانتے ہیں کہ وہ ذہنی مریضہ ہے اور کہیں گم ہوگئی ہے لیکن میرے اور حسان کے بعد اب تم تیسری رازدار ہو۔"

"حسان نے اسے زہر پلایا تھا۔ کیا زبردستی؟" میں نے دہشت سے جھرجھری لے کر کہا۔

"یہ ضروری تھا.......... ورنہ میری سلطنت کی حدود کشادہ نہ رہ پاتیں۔ مجھے لاتعداد دشمنوں کا سامنا کرنا پڑتا۔" اس نے سادگی سے جواب دیا اور اچانک مجھے شدید خطرے کا احساس ہوا۔ مجھے ایک دم محسوس ہوا کہ میں ایک نہایت خطرناک پاگل کے سامنے ہوں۔ ایک ایسے پاگل کے سامنے جو بظاہر صحیح الدماغ ہے۔ سازشیں کرسکتا ہے ہلاکتیں کرسکتا ہے اور اپنے عقائد میں اٹل ہے۔ اس کا ذہنی توازن خطرناک حد تک بگڑا ہوا ہے۔ وہ سمجھتا ہے کہ وہ زمانہ قدیم کا کوئی فرعون ہے۔ اس نے اس تصور میں اپنی بہن کو ہلاک کردیا ہے اور یہ شخص حسان اس کا دست راست اور خطرناک انسان ہے۔ میں نے خوف کے عالم میں کہا۔

"تم غلطی پر ہو امیر عزیزی۔ تم ایک مسلمان ملک کے مسلمان شہری ہو اور تم آدھے سورج کی قسم کھاتے ہو۔ خدارا خود کو سنبھالو۔ یہ تمہاری بھول ہے تم صرف باسط العزیزی ہو۔ یہ خطرناک خیال نہ جانے کیسے تمہارے ذہن میں بیٹھ گیا ہے۔"

اس نے گردن ہلائی اور بولا۔ "نہیں انالازیہ.......... ہم ابھی گرد آلود ہیں جب ہمارے ذہنوں کی گرد چھٹ جائے گی تو ہم ایک دوسرے کو پہچان لیں گے۔ اس کا اظہار کرچکی ہو رات کو.......... مجھے بتاؤ تم عبرانی زبان جانتی ہو؟" اس نے پہلا جملہ چھوڑ کر دوسرا سوال کیا۔

"عبرانی زبان؟ نہیں.......... بالکل نہیں۔"

"تب پھر یاد کرو۔ رات کو تم نے اپنی تقدیس کرنے والی کنیزوں سے جو تمہارے لئے خلعت لائی تھیں، ان سے اور مجھ سے عبرانی زبان میں اظہار ناراضگی کیا تھا۔ یاد کرو دماغ پر زور دو۔ تم عبرانی زبان نہیں جانتیں لیکن تم نے اسے سمجھا اسے بولا۔ اس بات کا اظہار ہے کہ ایمنیاس کے فرشتے سچ کہتے ہیں۔" میرا دماغ تاریک ہونے لگا۔ میں بری طرح چکراگئی۔ کم از کم یہاں وہ سچ کہہ رہا تھا۔ رات کے ان ہوشربا لمحات

میں جو میں نے سنا جو بولا، وہ نہ تو اردو زبان میں تھا نہ انگریزی میں۔ مجھے اچھی طرح یاد تھا۔

مجھے ان دونوں کنیزوں کی صورتیں تک یاد تھیں جو اپنے ہاتھوں میں طشت اٹھائے ہوئے تھیں۔ انہوں نے کہا تھا۔ تقدیس ہو تیری ابرائیس کی بیٹی، اناتوخ کی منظورِ نظر۔ مجھے ان کے یہ الفاظ تک یاد تھے۔ یہ بھی یاد تھا کہ میں نے اسی زبان میں جواب دیا تھا مجھے اپنے جواب کے الفاظ بھی یاد تھے۔

"ہمارے ذہن پر صدیوں کی گرد چھائی ہوئی ہے انالازیہ، ہم وقت کے گرداب میں پھنسے ہوئے ہیں لیکن صدیاں گردش کرتی ہیں آج کی سائنس بھی یہی کہتی ہے کہ زمین سورج کے گرد چکراتی ہے کون جانے ہم پچھلی صدیوں کے کون سے دور سے گزر رہے ہیں لیکن راع امون کی پاک کرنیں بہت جلد ہمارے دور کو لوٹانے والی ہیں اس کا ثبوت ہمارے جسموں میں دوڑنے والی زندگی ہے۔ ہمارے جسم جاگ اٹھے ہیں۔ بس ہمارے ذہنوں کے صاف ہونے کی دیر ہے اور وہ ہمارے ساتھ ہی لوٹیں گے جو ہمارے ہم سفر تھے، جو ہمارے دست و بازو تھے۔ جو ہماری سلطنت کے رکھوالے تھے وہ تصدیق کریں گے کہ یہی اناتوخ ہے اور دیکھو یہ اس کی ملکہ انالازیہ ہے۔ اہلِ مصر جھک جاؤ ان کے سامنے، تقدیس کرو ان کی اور لوگ فرعونِ وقت کو پہچان لیں گے۔ سرزمین مصر پر ایک بار پھر دور فرعون آجائے گا۔ یہ سلطنتِ وقت ہماری ہوگی۔ آہ، مصر پر ہماری حکومت ہوگی انالازیہ تم.........."

اس کی آنکھیں خوابناک ہوگئیں۔

☆------☆------☆

مصر کی قدیم تاریخ سے دلچسپی رکھنے والوں کیلئے ایک دلچسپ اور حیرتناک داستان
فرعون
ایم اے راحت
2

میں پھٹی پھٹی آنکھوں سے اسے دیکھ رہی تھی۔ یقیناً وہ صحیح الدماغ نہیں تھا۔ اس کے بارے میں لوگوں کا تجزیہ درست تھا۔ مجھے اس کی بکواس سے کوئی دلچسپی نہیں تھی میں تو بس اس بات پر حیران تھی کہ ایک نامانوس زبان میں نے کیسے سمجھ لی، کیسے بول لی........... جبکہ وہ کتابیں تک میرے لئے بالکل اجنبی تھیں جو میرے والد کی لائبریری میں تھیں جنہیں میں نے بارہا سمجھنے کی کوشش کی تھی۔ اب اس وقت جب ایک انوکھا ماحول میرے سامنے تھا، میں سخت مشکل میں گرفتار تھی، میری برہمی مجھے کچھ نہیں دے سکتی تھی۔ اس کی دیوانگی ہی میرے لئے بچت کا ذریعہ تھی۔ کم از کم میرا ذہن تو صاف ہو۔ مجھے پہلی بار اپنے آپ پر حیرانی ہوئی تھی۔ وہ خاموش تھا۔

"تم قدیم مصری زبان بھی بول سکتے ہو؟" میں نے پوچھا۔

"بخوبی انالازیہ، بخوبی۔ مجھے یہ زبان سکھائی گئی ہے موجودہ اہلِ مصر یہ زبان نہیں جانتے لیکن میں جانتا ہوں اور جب میرا دور واپس آئے گا تو مصر میں بے شمار تبدیلیاں رُونما ہوں گی۔"

"مجھ سے اسی زبان میں بات کرو۔" میں نے پُرشوق لہجے میں کہا اور وہ مسکرایا۔

"عظیم ملکہ انالازیہ جب سرزمین مصر پر اپنا پہلا حکم نافذ کرے گی تو اہلِ مصر اسے اپنا قانون بنالیں گے کسی کی مجال نہیں ہوگی کہ اس حکم سے سرتابی کرے۔"

"آہ میں سمجھ رہی ہوں مگر یہ سب کچھ میری سمجھ میں کیسے آرہا ہے۔ امیر عزیزی کیا میں یہ الفاظ قدیم مصری زبان میں ادا کررہی ہوں؟"

"مجھ سے کہیں زیادہ سلیس لہجے میں اور تمہیں یقین آگیا ہوگا کہ ایمناس کے فرشتے جھوٹ نہیں کہتے۔" باسط عزیزی نے جھوم کر کہا۔

"مجھے میرے ہوٹل سے تم نے اغوا کرایا تھا۔"

"ہرگز نہیں، اناتوخ انالازیہ سے جھوٹ نہ بولے گا۔ میں نے جو کچھ تمہیں اب تک بتایا ہے وہ سچ ہے کیونکہ تاریخ کا سب سے گہرا رشتہ جھوٹ کی نذر نہیں کیا

جا سکتا۔"

"پچھلی رات مجھے کھانے میں خواب آور دوا دی گئی تھی؟"

"ہاں.........!"

"کیوں؟"

"میں تمہیں بے حواسی کے عالم میں اپنے معبد لے جانا چاہتا تھا تاکہ تم وہاں ہوش میں آؤ تو خود کو اپنے ماحول میں محسوس کرو اور اس کا بہتر نتیجہ برآمد ہوا ہے۔ آہ تم کتنی آسانی سے دور فراعنہ کی زبان بول رہی ہو جسے سیکھنے کے لئے مجھے روم، یونان اور امریکہ سے استادوں کو بلانا پڑا تھا اور جس کے لئے میں نے دن رات ایک کر دیئے تھے۔"

"تمہارا معبد؟" میں نے سوالیہ انداز میں اسے دیکھا۔

"ہاں۔ اس معبد کا نقش جو اناتوخ کے منظرِ عام پر آنے کے بعد سرزمین مصر پر وجود میں آئے گا۔ میں نے اس کا ہلکا سا خاکہ جبل العمامہ میں بنایا ہے۔ ان پہاڑیوں کے نیچے جو میری اس رہائش گاہ کی پشت پر ہیں۔"

"وہ سب کچھ تم نے بنایا ہے؟"

"اربوں مصری پونڈ خرچ کر کے۔ قدیم تحقیق کے ماہرین کے مشوروں کے مطابق۔"

"وہاں جو لوگ موجود تھے؟" میں نے پوچھا۔

"میرے خادم تھے۔ یہ سب وہیں رہتے ہیں۔ اپنے فرائض سرانجام دیتے ہیں۔ میں کافی وقت وہاں گزارتا ہوں۔ اس ماحول کو اپنے ذہن میں اتارتا ہوں جس میں آئندہ چل کر مجھے زندگی گزارنی ہے۔" وہ پُرمسرت لہجے میں بولا۔ میں اسے محسوس کر رہی تھی۔ اسے پڑھ رہی تھی۔ وہ دہری شخصیت کا مالک تھا۔ ایک طرف اس میں مجرمانہ کام کرنے کی صلاحیت تھی تو دوسری طرف وہ ذہنی مرض کا شکار تھا اور خود کو زمانہ قدیم کا کوئی فرعون سمجھتا تھا۔ میں نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔

"تم اتنے برے انسان نہیں ہو امیر عزیز۔ میں بلاوجہ تم سے خوفزدہ تھی۔ تم خود سوچو جس انداز میں مجھے یہاں لایا گیا جس طرح مجھے یہاں رکھا گیا اس سے مجھے خوفزدہ تو ہونا ہی چاہئے تھا۔"

"میں جانتا ہوں انالازیہ۔ مجھے اچھی طرح علم ہے کہ بالآخر سب کچھ ٹھیک

ہو جائے گا۔ بالآخر وقت میرے حق میں فیصلہ دے گا اور مجھے اپنا منصب مل جائے گا۔ تمہارے دل میں میرے لئے گنجائش پیدا ہونا فطرت کے مطابق ہے۔ معبد کی پہلی جھلک نے تمہیں بھولی ہوئی کہانیاں یاد دلانا شروع کر دی ہیں۔ تمہیں اپنے دور کی زبان یاد آ گئی ہے۔" اس نے کہا۔

یہیں چکرا جاتی تھی اور یہاں سے میرا ذہن بھٹکنے لگتا تھا۔ تاہم میں نے خود کو سنبھال لیا۔ اسے رام کرنا ضروری تھا۔ وہ میرے شکنجے میں آ جائے بس اسی طرح گلوخلاصی ہو سکتی تھی۔ میں نے کہا۔

"امیر تمہیں یہ علم کب اور کیسے ہوا کہ تم زمانہ قدیم کے فرعون اناتوخ ہو؟" اس نے گہری سانس لی۔ پھر بولا۔ "میری زندگی بہت عجیب گزری ہے انالازیہ.......... ہوش سنبھالنے سے بہت پہلے وہ لوگ مر گئے جو مجھے خود سے منسوب کئے ہوئے تھے۔ یعنی خود کو میرے ماں باپ کہتے تھے۔ اصل میں انہیں میری پرورش و پرداخت کی ذمے داری سونپی گئی تھی اور انہوں نے اپنا یہ فرض پورا کرنے سے قبل یہ دنیا چھوڑ دی۔ مگر مرنے سے قبل انہوں نے خاتون البانیہ کو میری نگرانی سونپ دی۔ کاروبار زندگی چل رہے تھے۔ قاہرہ میں میرا ایک مقام ہے۔ لوگ مجھے بہت احترام سے پکارتے ہیں لیکن کوئی احمق ابھی میری اصلیت سے واقف نہیں ہے۔ اصل میں لمحے اپنا حساب رکھتے ہیں۔ گردش وقت کی ہر گھڑی کا عمل متعین ہوتا ہے۔ میں نے ایک طویل وقت خود سے ناواقف رہ کر گزارا۔ پھر ایک دن، ایک ضروری کام سے مجھے وادی ارمناس میں جانا پڑا۔ ارمنا کے ریگستان پُراسرار خصوصیات کے حامل ہیں۔ یہ سب جانتے ہیں کہ دن کی روشنی میں یہ ریگستان بے ضرر ہوتے ہیں لیکن اگر دن میں رات ہو جائے تو یوں سمجھ لو کہ مشکلات کا آغاز ہو گیا۔ رات میں ان صحراؤں کو عبور کرنا ممکن نہیں ہوتا۔ تیز ہوائیں ریت کی دیواریں ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرتی رہتی ہیں اور ان دیواروں میں ماضی کے دروازے کھلتے ہیں۔ اگر کوئی ان دیواروں میں کھلنے والے کسی دروازے سے اندر داخل ہو جائے تو وہ ماضی میں پہنچ جاتا ہے۔ یہ قدیم روایت ہے اور بہت سے احمق اس روایت پر یقین نہیں رکھتے۔ ان کا کہنا ہے کہ ہواؤں سے بلند ہونے والے ریت کے ذرات میں ماضی نہیں چھپ سکتا یہ ایک وہم ہے لیکن بند آنکھوں والے ان باتوں کو کیا جانیں۔ مجھ سے پوچھو۔ ارمنا کی آبادی سے واپس لوٹا تو زیادہ وقت نہیں ہوا تھا لیکن بیچ صحرا میں میری جیپ کی

گیس کٹ جل گئی اور میرے ڈرائیور کے ہوش اڑ گئے۔ جگہ ایسی مشکل تھی وہ کہ کسی آبادی میں پیدل نہیں جاسکتا تھا۔ اس کے سوا کوئی چارہ کار نہیں تھا کہ ہم کسی گاڑی کا انتظار کریں اور اس سے قاہرہ پہنچیں لیکن کوئی گاڑی نہ گزری اور ہمیں وہیں رات ہوگئی آہ۔ میں نے رات کو وادی ارمناس کا حسن دیکھا۔ دیوتاؤں کی وادی میں ہواؤں کے جھکڑ اترنے لگے۔ چاندی کے پیرہن میں ملفوف دیوتا' ریت کے بگولوں کی آڑ میں رقصاں تھے ایک انوکھا منظر تھا لیکن میراڈرائیور خوفزدہ تھا کہ بالآخر صحرا میں دفن ہوجائیں گے۔ میں خوفزدہ نہیں تھا۔ بلکہ ان دیوتاؤں کا رقص دیکھ رہا تھا' پھر فضا میں انوکھی خوشبوئیں چکرانے لگیں۔ بے خود کردینے والی خوشبوئیں۔ میری آنکھیں بند ہونے لگیں اور اچانک ریت کی دیوار میں ماضی کا کوئی دروازہ کھل گیا۔ میں عالم بے خودی میں آگے بڑھا اور اس دروازے سے اندر داخل ہوگیا۔ تب میں نے خود کو اپنے دور میں پایا۔ میری تعظیم کرنے والوں نے باآواز بلند میرے بارے میں اعلان کیا۔ انہوں نے کہا کہ خداوند اناتوخ اپنی رعایا کو شرفِ دیدار بخش رہے ہیں۔ حسین و جمیل کنیزوں نے مترنم آواز میں میرے استقبال کے لئے گیت گائے لیکن انالازیہ' تمہاری طرح میں بھی قدیم مصری زبان سے ناواقف تھا۔ ان گیتوں کے بول میری سمجھ میں نہیں آئے' میں حیران و پریشان تھا کہ ایک پروہت نے آگے بڑھ کر میرے قدموں کو بوسہ دیا۔ پھر اس زبان میں بولا جو میری سمجھ میں آرہی تھی۔

"اناتوخ' کیا تیرے ذہن کے بند دریچے کھل رہے ہیں؟"

"کون اناتوخ' میں تو امیر باسط العزیزی ہوں بھائی۔" میں نے گھبرا کر کہا۔

"آہ' تیرے ذہن پر گرد چھائی ہوئی ہے۔ تیرے ذہن پر گرد چھائی ہوئی ہے۔ تیرے ساتھ جو کچھ ہوا ہے وہ انوکھا ہے!" پروہت نے کہا۔

"میں کچھ سمجھا نہیں میرے بھائی!"

"ان در و دیوار کو دیکھ۔ یہ کچھ بول رہے ہیں۔ ان کی آواز سن اور بتا کہ تُو نے کیا سمجھا!"

"عزیزہ انالازیہ' دیواروں پر نقش بنے ہوئے تھے۔ یہ نقوش کوئی داستان بیان کررہے تھے لیکن ایسی داستان جو میری سمجھ میں نہیں آتی تھی۔" میں نے بدستور گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"میری سمجھ میں کچھ نہیں آرہا۔"

"آہ تو پھر ادھر دیکھ۔ اسے پہچانتا ہے۔" پروہت نے ایک طرف اشارہ کرکے کہا۔ تب میں نے اس پیکر حسن و جمال کو دیکھا جو تُو تھی لیکن نقاب میں لپٹی ہوئی' تیری آنکھیں میری جانب نگراں تھیں مگر میں نے نہ سمجھا' میں نے نہ جانا اور جب میں نے پروہت سے اس کا اظہار کیا تو وہ زار و قطار رونے لگا۔ اس نے سورج دیوتا سے فریاد کی کہ اس کی چمک نے دلوں میں اتنے فاصلے بڑھا دیئے کہ محبوب کے لئے مرمٹنے والا محبوب کو نہیں پہچان سکا۔ پھر اس نے مجھے میری کہانی سنائی اس نے بتایا کہ میں فرعون ہم اناتوخ ہوں' میں نے انالازیہ کے ساتھ نیل کی موجوں میں پناہ لے لی تھی اور وقت مجھ پر منجمد ہوگیا۔ ہمارے "کا" حیات بعد الموت کا انتظار کرنے لگے۔ پروہت نے مجھے سب کچھ سمجھایا اور بتایا کہ بالآخر میں نے اپنا منصب پالیا انالازیہ مجھ تک آنے والی ہے پھر نیل پر میری حکومت قائم ہوجائے گی لیکن اس کے لئے مجھے ایک طویل عمل سے گزرنا ہوگا جو اپنے مدارج خود طے کرے گا۔ اس نے مجھے فردوسہ کے بارے میں بتایا جو موجودہ وقت میں میری بہن تھی۔ اس نے کہا کہ وہ دور فرعون میں میری دشمن تھی اور اسی کی وجہ سے مجھے نیل کی پناہ میں آنا پڑا۔ فردوسہ کو دور کا سفر اختیار کرنا ہوگا۔ تاکہ وہ دوبارہ ہمارے راستے نہ روکے۔ انالازیہ تجھے علم ہے کہ وہ پروہت کون تھا۔ انالازیہ وہ حسان امینی تھا۔ میرا قدیم ہمدرد' میرا دوست۔ وہاں مجھے ایسی تعظیم دی گئی ایسا سماں باندھا گیا کہ اس دن سے آج تک وہاں واپس جانے کی آرزو میں تڑپ رہا ہوں۔ مجھے سمجھایا گیا کہ مجھے واپس جانا ہوگا۔ اسی دور میں جہاں سے مجھے لایا گیا ہے۔ انتظار کرنا ہوگا عمل کرنا ہوگا اور بالآخر مجھے اپنے دور کی حکومت حاصل ہوجائے گی۔ پھر سورج دیوتا نے میرے لئے واپسی کا اشارہ کیا۔ دن کے اجالے روشن ہوگئے۔ میں روحوں کی وادی سے قاہرہ واپس پہنچا دیا گیا۔ میری اور میرے ڈرائیور کی آنکھ کل میں کھلی' آج تک کوئی نہیں بتاسکا کہ ہم اس ہولناک صحرا سے کیسے واپس آئے مگر میرا دل تڑپنے لگا۔ میں واپس اپنے دور میں جانا چاہتا تھا۔ ایک بار دیکھ کر دوبارہ دیکھنے کی ہوس نے مجھ سے زندگی کی ساری خوشیاں چھین لیں۔ میں دیوانہ ہوگیا۔ میں ایک ایک سے فریاد کرنے لگا کہ مجھے میری دنیا میں پہنچا دو' میں فرعون ہوں۔ میں اناتوخ ہوں لیکن میری دنیا کے لوگ میری طرح ریت کی دیواروں کے دروازے سے اندر نہیں گئے تھے۔ وہ میری بات کیا سمجھتے۔ میری سنائی ہوئی داستان اخبار نے چھاپی۔ میرے انٹرویو ہوئے' اخباری نمائندوں نے مجھ سے سوالات کئے۔ میں نے انہیں

اپنے دور کی کہانیاں سنائیں لیکن یہ باتیں احمقوں کے سمجھنے کے لئے نہیں تھیں۔ البتہ وہ میری لگن کو نہ روک سکے۔ میں جانتا تھا کہ مجھے کیا کرنا ہے۔ حسان امینی کے سوا میرا کوئی وفادار نہیں تھا دور قدیم میں وہ پروہت تھا لیکن حال میں جی رہا تھا۔ اس نے دوسروں کی طرح میری داستان پر یقین تو نہیں کیا لیکن فطری طور پر وہ میرا قدیم رازدار تھا۔ اس نے پوری سچائی کے ساتھ مجھ سے تعاون کیا۔ ہم نے جبل العمامہ میں یہ معبد بنوایا جس کے بارے میں باہر کے لوگ کچھ نہیں جانتے۔ ہم بتدریج منازل طے کر رہے ہیں۔ میری سچائی کا ثبوت صرف ویلی آف کنگز میں موجود ہے جہاں اناتوخ کی پوری تاریخ نوادرات کی شکل میں موجود ہے۔ حرف بہ حرف وہی جو میں جانتا ہوں۔ یہ دریافت بھی حسان امینی کی ہے۔"

"ویلی آف کنگز؟" میرے منہ سے نکلا۔

"بادشاہوں کی وادی۔ یہاں قدیم تاریخ' فراعنہ کے مقبرے' سب کچھ محفوظ ہے۔"

"لیکن تمہیں مجھ پر انالازیہ کا شبہ کس طرح ہوا؟" میں نے پوچھا۔

"میری تمام کاوشوں کے دوران مجھ پر مسلسل انکشافات ہوتے رہے ہیں۔ وقت اپنا سفر طے کر رہا ہے۔ میں اپنی منزل کی طرف بڑھ رہا ہوں۔"

"میرے بارے میں کیسے معلوم ہوا؟"

"ایمنیاس کے فرشتے میرے رہنما تھے۔"

"کیا کہا انہوں نے؟"

"اخبار میں تمہارے ہوٹل سے فرار کی داستان چھپی۔ میں نے تمہاری تصویر پر غور نہیں کیا تھا لیکن اسی رات مجھ پر فرشتوں کا ظہور ہوا۔ انہوں نے کہا کہ میں نے انالازیہ کو نہیں پہچانا۔ وہ ظہور پذیر ہو گئی ہے۔ اس سے قبل کہ وہ روپوش ہو جائے' مجھے اس تک پہنچ جانا چاہئے۔ انہوں نے مجھے بتایا کہ وہ قاہرہ یا اس کے نواح میں بھٹک رہی ہے کسی اور کے ہاتھوں میں لگنے کے بجائے اسے میرے پاس آنا چاہئے۔ بس میں نے کوششیں شروع کر دیں۔ میں نے حسان کو ہدایت کی کہ انالازیہ کو جس طرح بھی بن پڑے حاصل کرلے۔ وہ میرا وفادار ہے اور بڑا صاحب اثر' نواحی حلقوں میں اس نے خصوصیت سے اپنے شناسا پولیس افسروں کو ہدایت کردی ان سے کہا کہ تمہیں فردوسہ کے نام سے یاد کیا جائے اور اگر کہیں تم نظر آجاؤ تو دوسرے لوگوں کو خبر دینے

کے بجائے مجھے باخبر کیا جائے۔"

"گویا یہ سچ ہے کہ تم نے مجھے ہوٹل سے اغوا نہیں کرایا.........!"

"تجھ سے کہہ چکا ہوں جانِ عزیز کہ ہمارے درمیان سچ کے رشتے ہیں۔"

"فردوسہ کا کیا ہوا؟"

"آہ۔ اس کی داستان المناک ہے۔ میری بہن کے نام سے آگئی تھی اس کائنات میں اس کا دکھ ہے مجھے لیکن عظیم مصر کے قیمتی مستقبل کے لئے اس سے قربانی طلب کرلی گئی۔ اسے زہر قبول کرنا پڑا۔"

"وہ مر گئی؟"

"یہ ضروری تھا۔ ورنہ شاید وہ ہمیں یکجانہ ہونے دیتی۔"

"اسے زہر پلایا گیا تھا؟"

"حسان زمانہ قدیم کا پروہت ہے۔ غیر فطری طور پر وہ تمام عمل کر رہا ہے جو ضروری ہیں۔ میرے لئے یہ خدمت بھی اسی نے سرانجام دی تھی۔"

"اپنی بہن کی ہلاکت کا تمہیں دکھ نہیں ہوا؟"

"یہ تاریخ کا عمل ہے۔ کسی نہ کسی شکل میں پورا ہونا ہے۔" اس نے جواب دیا۔

"تمہاری چچی خاتون البانہ تمہارے بارے میں جانتی ہے۔"

"وہ مجھے دیوانہ قرار دے چکی ہے اور مجھ سے بہت کم رابطہ رکھتی ہے۔"

"مجھے کیا کرنا ہوگا اب عزیزی.........؟"

"کیا تم مجھے اناتوخ کہہ کر مخاطب نہیں کر سکتیں؟"

"ابھی اس کا وقت تو آنے دو۔" میں نے کہا۔

"مجھے اعتراض نہیں ہے۔ میں خوش ہوں کہ ہر عمل بتدریج ہو رہا ہے۔ تمہارے ذہن کے دریچے کھل رہے ہیں۔ آہستہ آہستہ تم واپس لوٹ رہی ہو۔ بس یہ کافی ہے۔ اب تم ہر رات میرے ساتھ معبد چلا کرو۔ اس ماحول میں تمہیں سب کچھ یاد آجائے گا اس کے علاوہ تم اگر چاہو تو تمہیں بادشاہوں کی وادی بھی لے جاؤں گا۔ ہم وہاں اپنی تاریخ دیکھیں گے۔ وہ بھی تمہیں بہت کچھ یاد دلائے گی۔ چلو گی وہاں.........؟"

"ہاں' ضرور چلوں گی۔"

"میں بہت خوش ہوں انالازیہ............ بہت خوش............ ہمیں بہت جلد ہمارا ماضی واپس مل جائے گا۔ سرزمین مصر پر میری حکومت ہوگی۔ میں مصر کو ایک بار پھر اس کی قدیم صورت میں واپس لے آؤں گا۔ یہاں ایک مثالی حکومت قائم ہوگی۔ کسی دن میں تمہیں اپنا کتب خانہ بھی دکھاؤں گا۔ تم مجھ سے مکمل تعاون کرو انالازیہ۔ میں جانتا ہوں ماضی قبول کرنے میں تمہیں کتنی دشواریاں پیش آئیں گی کیونکہ تمہارا رشتہ حال سے ہے لیکن ہم حال کے رشتوں پر بھروسہ نہیں کرسکتے۔ ہم نہیں جانتے ان میں کون ہمارا دوست ہے۔ کون دشمن۔ کون ہمارا راہبر اور کون راہزن' میں فردوسہ سے محبت کرتا تھا لیکن وہ............ وہ ہماری راہ کی رکاوٹ تھی۔ ایک بار پھر اس کی وجہ سے ہمیں نیل کی لہروں کی نذر ہونا پڑتا۔ اس کی قربانی ضروری تھی۔ ہمیں اپنی سلطنت حاصل کرنے کے لئے اور بھی نہ جانے کتنے رشتے قربان کرنے ہوں گے۔"

میں خاموشی سے اسے دیکھتی رہی۔ دیوانگی کی آخری منزل سے الگ کوئی گفتگو کرنا شدید خطرہ مول لینے کے مترادف تھا اور مجھے اس سے احتیاط کرنی تھی۔ جس شخص نے اپنے جنون کی تسکین کے لئے اپنی اکلوتی بہن کی جان لے لی تھی وہ کسی اور کو کہاں معاف کرسکتا تھا۔ پھر میں نے کہا۔

"تمہارے کتب خانے میں کیا ہے؟"

"کتابیں۔ مصرقدیم سے متعلق تواریخ۔ نادر کتابیں۔"

"کیا وہاں احمد کمال سعدی کی کوئی کتاب بھی ہے؟" میں نے بے اختیار پوچھا۔

"یہ نیا نام ہے میرے لئے۔ اصل میں یہ ساری کتابیں میرے لئے حسان امینی نے مہیا کی ہیں۔ میں نے تو ان کا جائزہ بھی نہیں لیا ہے۔ اپنے اس کتب خانے میں بیٹھ کر میں مصر کی تعمیرِنو کے نقشے بناتا ہوں۔ فرعونِ مصر کی حیثیت سے اہلِ مصر کے لئے نئے قوانین ترتیب دیتا ہوں تاکہ جب میں عنانِ حکومت سنبھالوں تو میرے پاس نئی حکومت مصر کے لئے آئینِ فرعون تیار ہو۔"

"میں کسی دن تمہارا کتب خانہ بھی دیکھوں گی۔"

"جبل العمامہ میں فی الوقت' اور بعد میں وادی مصر میں جو کچھ موجود ہے وہ سب تمہاری ملکیت ہے انالازیہ۔ ملکہ مصر کے ورثے کو کون روک سکتا ہے۔ آج سے تم بلاروک ٹوک ہر جگہ جاسکتی ہو۔ میں خدام کے لئے احکامات صادر کردوں گا۔" امیر

عزیزی نے فراخ دلی سے کہا۔ کچھ دیر کے بعد اس نے اجازت طلب کرلی تھی۔

☆------☆------☆

دماغ کی چولیں ہلادی تھیں کمبخت نے۔ ایسی عجیب کہانی سنائی تھی کہ عقل ساتھ چھوڑ دے۔ وادی ارمناس کے دروازے اور ہر دروازے کے دوسری طرف ایک ئ داستان ہے۔ آہ قدیم مصری عقائد نے آج تک اس جدید دور میں بھی اہلِ مصر کا یچھا نہیں چھوڑا۔ تہذیب جدید کے اس گہوارے کی فضائیں آج تک اس قدر پُراسرار ہیں۔ اس کی ہواؤں میں اب بھی اس قدر پُراسراریت رچی ہوئی ہے کہ نہ صرف مقامی لوگ بلکہ بیرونی دنیا بھی دیوانی ہوجاتی ہے۔ یہاں موجود دورِ فراعنہ کے آثار' مقبرے اور اہرام آج کے انسان کو بھی عقل و ہوش سے عاری کئے ہوئے ہیں۔ کچھ ہے۔ بے شک کچھ ہے مثلاً میں۔ آہ میں قدیم مصری زبان کیسے بولنے اور سمجھنے لگی۔ آخر کیسے۔ میں تو کوئی کمزور عقیدہ نہیں رکھتی۔ میرے باپ نے ہی مجھے عجیب بناڈالا ہے کہ یہ ایک اور روپ مجھ پر مسلط ہوگیا۔ کون ہوں میں' احمد کمال سعدی کی کوئی تاریخی بھول' یا مصرقدیم کی فرعونہ انالازیہ' کون ہوں میں آخر؟

سر میں درد ہونے لگا اور میں اس درد سے بے چین ہوگئی۔ میں نے نغمہ اور عدلہ کو بلانے کے لئے گھنٹہ بجایا۔ دونوں گھنٹے کا ارتعاش ختم ہونے سے قبل آگئیں۔

"حکم عالیہ۔" عدلہ نے کہا۔

"کافی مل سکتی ہے اور سردرد کی کوئی دوا بھی۔"

"ابھی چند لمحوں کے اندر۔" عدلہ نے گردن خم کرکے کہا۔

ان دونوں چیزوں کے استعمال سے سکون ملا تھا۔ البتہ رات کو بہت دیر تک اگ کر عزیزی کی کہانی پر غور کرتی رہی تھی' اس پوری کہانی میں حسان امینی پیش پیش ا۔ یہ ان واقعات میں سب سے اہم کردار تھا' اس کے بعد سوگئی۔ عزیزی نے اپنے یر کردہ معبد کی سیر کی دعوت ضرور دی تھی لیکن اس رات اس نے مجھے معبد لے انے کی کوشش نہیں کی تھی۔ دوسرے دن میں نے خود کو بہت سنبھال لیا۔ مجھے اس ت کا اندازہ ہوگیا تھا کہ واقعات کچھ بھی ہوں' کم از کم مجھے کوئی اور خطرہ لاحق نہیں ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ اگر میں اس خطرناک دیوانے کی ہاں میں ہاں ملاتی رہوں مجھے کافی آسانیاں حاصل ہوجائیں گی۔ میں موقع کی تاک میں رہوں گی اور جونہی قع ملا نکل بھاگوں گی۔ اس کے بعد سیدھی اپنے ملک کے سفارت خانے پہنچ جاؤں گی

اور پوری کہانی وہاں سنادوں گی۔ یقیناً مجھے وہاں سے مدد حاصل ہوجائے گی۔ شام کی گفتگو کے بہتر اثرات ظاہر ہوگئے۔ میں پہلی بار اپنے اس کمرے سے ہوش و حواس کے عالم میں باہر نکلی تھی۔ باہر عدلہ اور نغمہ موجود تھیں دونوں جلدی سے کھڑی ہوگئیں۔

"حکم عالیہ۔" دونوں نے بیک وقت کہا۔

"کچھ نہیں.......... میں سیر کروں گی۔"

"تشریف لائیے۔"

"نہیں تم میرے ساتھ نہیں جاؤ گی۔"

"جی.......... بہتر ہے۔ کوئی ضرورت پیش آسکتی ہے آپ کو۔"

"کوئی ضرورت نہیں پیش آئے گی۔" میں نے کہا اور وہاں سے آگے بڑھ گئی۔

یہ عمارت میرے اندازے کے مطابق تھی۔ سرپھرے رئیس کے پاس دولت کی فراوانی تھی۔ پورے محل کے فرشتے پر سرخ ایرانی قالین بچھے ہوئے تھے دیواریں منقش، جگہ جگہ حسین مجسمے آویزاں، باہر وسیع باغ جس میں پھلوں کے درخت پھلوں سے لدے ہوئے، فرش سرسبز اور تروتازہ نایاب قسم کے پھولوں کے تختے۔ صدر دروازے سے اندرونی عمارت تک تین روشیں آتی تھیں گاڑیوں کے لئے دو پختہ شفاف سڑکیں درمیان میں سرخ بجری کی روش پیدل چلنے کے لئے۔ ایک سمت حوض بنا ہوا۔ اس طرف نظر پڑی تو چند افراد نظر آئے۔ ان میں ایک امیر عزیزی تھا۔ دو اور آدمی تھے جو ڈھیلے ڈھالے گندمی رنگ کے چغے پہنے ہوئے تھے۔ امیر ان سے باتیں کررہا تھا۔ ایک پختہ سڑک پر ایک بھدی سیاہ فورڈ کار کھڑی ہوئی تھی جو غالباً ان لوگوں کی تھی جو امیر کے ساتھ تھے۔ امیر عزیزی غالباً انہیں رخصت کررہا تھا۔ دونوں چغہ پوش پلٹے اور اچانک میری آنکھیں شدت حیرت سے پھیل گئیں۔ فاصلہ اتنا زیادہ بھی نہیں تھا کہ مجھے ان کی صورتیں نظر نہ آتیں۔ ان میں سے ایک بیساکھی کے سہارے چل رہا تھا۔ دونوں کے ہاتھوں میں موٹے دانوں والی فیروزی تسبیح تھیں۔ یہ دونوں میرے شناسا تھے۔ ان میں ایک پروفیسر ڈان ایرن اور دوسرا نادر ہاشمی تھا۔ وہی دونوں مکار تھے یہ لیکن یہ انہوں نے حلیہ کیا بنا رکھا ہے اور یہ ابھی تک قاہرہ میں ہیں۔ آہ انہیں تو میں بھول ہی گئی تھی۔ یہ بھی تو میرے دشمن تھے لیکن امیر باسط العزیزی سے ان کا کیا تعلق؟ بڑی پُراسرار بات تھی۔

میں نے فوراً آڑ اختیار کرلی تاکہ وہ دونوں مجھے نہ دیکھ سکیں۔ مگر میرے ذہن

میں سخت ہیجان برپا ہوگیا تھا۔ کیا یہ دونوں میری تلاش میں سرگرداں ہیں۔ کیا انہیں علم ہوچکا ہے کہ میں یہاں موجود ہوں۔ اگر انہیں میری یہاں موجودگی کا علم ہوگیا ہے تو اب؟ پروفیسر ڈان ایرن کار کے اسٹیئرنگ پر بیٹھ گیا اور نادر ہاشمی اس کے برابر، فورڈ اسٹارٹ ہوکر عمارت سے باہر نکل گئی۔ امیر مجھے دیکھ کر ایک دم خوش ہوگیا تھا۔ اس نے مجھے ہاتھ کے اشارے سے اپنے پاس بلایا اور میں اس کے قریب پہنچ گئی۔

"ملکہ انالازیہ تمہیں دیکھ کر میرے دل کو بے پایاں مسرت ہوئی ہے۔ آہ حالات نے میری موافقت کا سفر شروع کردیا ہے۔"

"آپ چہل قدمی کررہے تھے امیر؟"

"ہاں میرے ملاقاتی آئے تھے وہ دونوں باغ میں ہی مجھ سے ملاقات کرتے ہیں۔ کبھی اندر نہیں آتے۔"

"کون تھے وہ؟"

"ایمیناس کے فرشتے۔" امیر نے کہا اور میرے دماغ میں ایک شدید دھماکا ہوا۔ چودہ طبق روشن ہوگئے تھے۔ میرے کان امیر کے الفاظ کی بازگشت سے گونجنے لگے۔ تو یہ تھے ایمیناس کے فرشتے۔ امیر عزیزی کی کہی ہوئی تمام باتیں یاد آگئی تھیں۔ ایمیناس کے فرشتوں نے اسے بتایا تھا کہ انالازیہ آگئی ہے وہ اپنا ماضی بھولے ہوئے ہے۔ اسے قبضے میں لے لو، اسے گزرے ہوئے واقعات یاد دلاؤ۔ تو یہ ڈان ایرن اور نادر ہاشمی تھے۔ آہ یہ تھے میرے دونوں دشمن.......... اور.......... اور.......... اب تو..........

اب تو یہ بات بھی صاف ہوگئی تھی کہ مجھے ہوٹل سے کس نے اغوا کیا۔ میرا ذہن الجھن میں رہتا تھا کہ اگر امیر نے خود یہ عمل نہیں کیا ہے تو پھر وہ کون تھا۔ یہ دونوں تھے وہ سو فیصد یہی دونوں۔ نادر ہاشمی نے سازش کرکے مجھے ڈی پارلو سے بھی اغوا کرنے کی کوشش کی تھی اور اس میں ناکام رہا تھا۔ اس بار ڈان ایرن کے ساتھ مل کر وہ کامیاب ہوگیا۔ کم بختوں نے مجھے مصیبت میں پھنسا دیا۔ نہ جانے کیا چاہتے ہیں مجھ سے، لیکن.......... ان سے انتقام لینا چاہئے مجھے انہیں چھوڑنا نہیں چاہئے۔ امیر عزیزی نے کہا۔

"کیا سوچ رہی ہو انالازیہ؟"

"نہ جانے کیا۔ نہ جانے ان کے نام کے ساتھ مجھے کیا یاد آرہا ہے؟"

"یاد کرو انالازیہ.......... دماغ پر زور دو.......... یاد کرو.......... سوچو کیا

یاد آرہا ہے۔ یاد کرنا بہت ضروری ہے۔"

"میں غور کر رہی ہوں۔ ان دونوں کے نام کیا ہیں؟"

"نام.......... وہ مجھے نہیں معلوم۔"

"آپ انہیں کیا کہہ کر پکارتے ہیں؟"

"فرشتے کہہ کر۔" امیر نے جواب دیا۔

"کہاں رہتے ہیں وہ؟"

"آسمانوں میں۔"

"اس فورڈ گاڑی میں بیٹھ کر وہ آسمان سے اترے ہیں۔"

"نہیں۔ یہ تو ان کی دنیاوی شکل ہے۔"

"آپ انہیں کب سے جانتے ہیں۔"

"اس وقت سے جب انہوں نے تمہاری نشاندہی کی تھی۔"

"اس سے پہلے تم نے انہیں کبھی نہیں دیکھا..........؟"

"یقیناً دیکھا ہوگا۔ قدیم دور میں ضرور دیکھا ہوگا.......... لیکن میرا ذہن بھی تو گرد آلود ہے۔"

"اس وقت کیا کہہ رہے تھے.........."

"تمہارے بارے میں ہی پوچھ رہے تھے۔ وہ کہتے ہیں کہ چونکہ تم سورج کی منفی شعاعوں کے زیر اثر ہو۔ اس لئے شیطان تمہارے قریب ہے وہ تمہیں کسی بھی وقت بہکا سکتا ہے۔ میں تم پر نگاہ رکھوں۔"

"اور کیا کہہ رہے تھے..........؟"

"میں نے انہیں خود بتایا تھا کہ تم نے اچانک قدیم مصری زبان بولنا اور سمجھنا شروع کر دیا ہے۔"

"اس پر انہوں نے کوئی تبصرہ کیا..........؟"

"نہیں۔"

میں خاموش ہوگئی۔ کچھ دیر کے بعد میں نے کہا۔ "میرے ذہن میں ایک خلش سی بیدار ہوگئی ہے جیسے مجھے ان کے بارے میں کچھ یاد آیا ہو.......... لیکن خیر میں یاد کر کے تمہیں بتاؤں گی۔"

"ضرور.......... ایک بات کہوں انالا زیہ.........."

"ہاں ضرور۔"

"آج معبد میں میرے ساتھ چلو گی..........؟"

"جیسا تم چاہو امیر.........." میں نے آمادگی کا اظہار کر دیا۔ جس سے وہ خوش ہوگیا تھا۔ اس کے پاس سے آنے کے بعد میں غم وغصے کے عالم میں ایرن اور نادر ہاشمی کے بارے میں سوچنے لگی۔ نادر ہاشمی تو بدکردار منوچہر خلازی کا ساتھی ہے مگر ڈان ایرن تو میرے باپ کا دوست تھا۔ کیا کسر چھوڑی اس نے یہاں تک کہ میرے تابوت میں آخری کیل ٹھونک دی۔ ایسا انہوں نے کیوں کیا۔ ہو سکتا ہے انتقاماً۔ انہوں نے مجھ سے الجزائر چلنے کے لئے کہا تھا۔ مگر میں نے ان سے تعاون نہیں کیا۔ انہوں نے اس کا یہ بدلہ لیا مجھ سے لیکن اب.......... اب نہیں چھوڑوں گی انہیں۔ ٹھیک ہے انکل ایرن میں تمہیں دکھاؤں گی کہ عورت کا انتقام کیا ہوتا ہے۔ میری تو خیر قسمت ہی تاریک ہے لیکن تمہیں کیفر کردار تک پہنچا کر رہوں گی میں۔ بہت دیر تک میں اپنے ذہن میں منصوبے بناتی رہی تھی۔

رات کو عدلہ اور نغمہ میرے لئے وہی حریری لباس لائیں جو بقول عزیزی "معبد" میں مجھے پیش کیا گیا تھا۔ میں نے قدیم مصری طرز کے اس حسین لباس کو پہننے میں تعرض نہیں کیا تھا۔ انہی دونوں لڑکیوں نے مجھے سنوارنا شروع کیا تھا۔ عجیب اشیاء تھیں یہ۔ جدید دور کے میک اپ کی کوئی شے ان میں شامل نہیں تھی۔ بہرحال میں نے خود کو ان کے رحم وکرم پر چھوڑ دیا اور جب میں نے خود کو آئینے میں دیکھا تو اپنی آنکھوں پر یقین نہیں کر سکی۔ ایک عجیب ساحرانہ حسن تھا میرا' اپنے خدوخال تک بدلے ہوئے محسوس ہو رہے تھے۔ نغمہ اور عدلہ باکمال تھیں کہ انہوں نے مجھے خود سے اجنبی کر دیا تھا۔ میں وادی نیل کی کوئی قدیم روح نظر آرہی تھی۔ وہ اپنے کام سے فارغ ہوگئیں۔ پھر دو اوپری لباس سے عاری پروہت نظر آئے جنہوں نے آدھا جھک کر مجھے تعظیم دی اور قدیم مصری زبان میں بولے۔

"ملکۂ مصر کا قتدار آسمان کی بلندیوں کو چھولے۔ ہم آپ کو لینے آئے ہیں۔"

"چلو۔" میرے منہ سے تمکنت بھرے لہجے میں نکلا اور وہ دونوں مجھے آگے چلنے کا اشارہ کر کے میرے پیچھے ہوئے۔ مجھے محل کے عقبی حصے میں بنے ہوئے ایک کمرے میں لے جایا گیا جس کی ایک دیوار کھلی ہوئی تھی۔ اس کے فرش کے اختتام پر نہایت چوڑی سیڑھیاں بنی ہوئی تھیں جو خوب روشن تھیں اور نہایت گہرائیوں میں چلی گئی

تھیں۔ اس کا اندازہ دیواروں میں نصب مشعلوں سے ہوتا تھا جو روشنی کی لکیر بناتی ہوئی نیچی چلی گئی تھیں۔ میں دونوں پروہتوں کی رہنمائی میں سیڑھیاں طے کرتی رہی ان کا اختتام ایک بڑے سے کمرے پر ہوا تھا جس کے دونوں طرف سے ناقابلِ فہم موسیقی کی آوازیں آرہی تھیں۔ یہاں اس بڑے کمرے میں ایک عجیب وغریب شے رکھی ہوئی تھی۔ اس میں لمبی لکڑیاں لگی ہوئی تھیں اور آٹھ لڑکیاں اس کے اردگرد کھڑی ہوئی تھیں۔

"تشریف رکھیئے ملکۂ مصر..........." پروہتوں میں سے ایک نے کہا اور میں خاموشی سے کرسی پر جابیٹھی۔ تب لڑکیوں نے کہاروں کی مانند وہ لکڑیاں اپنے شانوں پر اٹھالیں اور پھر سامنے بنے ہوئے وسیع وعریض دروازے کی جانب چل پڑیں دونوں پروہت وہیں رک گئے تھے' موسیقی کی وہ آوازیں تیز ہوگئیں اور میرے اطراف وہی ماحول بن گیا جسے اس دن ہوش میں آنے کے بعد میں دیکھ چکی تھی قرب وجوار میں وسعتیں تھیں' سبز روشنیاں پُرسحرانداز میں چاروں طرف پھیلی ہوئی تھیں' خاموش عورتیں اور مرد وہاں موجود تھے میں آگے بڑھتی رہی اور پھر چند لمحات کے بعد قدیم مصری زبان میں وہی الفاظ ابھرے۔

"تقدیس ہو مقدس انالازیہ کی' تقدیس ہو مقدس انالازیہ کی' تعظیم ہو ملکۂ مصر کی وادی مصر کی۔ فرعونہ ملکہ انالازیہ تمہارے درمیان ہے جھک جاؤ تعظیم کرنے والو' تعظیم کرو ملکۂ مصر کی' جو مقدس اناتوخ کی ملکہ ہے اور سرزمین مصر کی مالک اور برکتیں جس کے قدموں کے ساتھ سفر کرتی ہیں۔ ترانے گاؤ اس مقدس دور کے جس میں تم سانس لے رہے ہو اور عزت کرو انالازیہ کے اپنے درمیان آنے کی' تقدیس ہو ملکہ انالازیہ' تقدیس ہو تیری.......... تقدیس ہو تیری۔ تقدیس ہو تیری.........."

اور اس کے بعد ایک عجیب وغریب آواز میں ایک نظم سنائی دی۔

یہ نظم میں سنتی رہی اور میرا یہ عجیب وغریب سفر جاری رہا پھر میں نے وہی تخت دیکھا اور اس تخت کے کنارے امیر باسط العزیزی والہانہ انداز میں کھڑا مسکراتی نگاہوں سے میری جانب دیکھ رہا تھا اس نے اپنے جسم پر موٹے کپڑے کا سفید لباس پہنا ہوا تھا اور اس کی شکل بالکل فرعونوں جیسی نظر آرہی تھی میں اس کے قریب پہنچ کر تخت سے اتر گئی اور اس نے میرا ہاتھ پکڑ کر فضا میں لہرایا پھر میرے ہاتھ کو بڑی تعظیم کے ساتھ پشت کی جانب سے بوسہ دیا اور پُرمسرت لہجے میں بولا۔

"اناتوخ آج سے اپنی تاریخ کو پھر سے دہرا رہا ہے مجھ سے محبت کرنے والو' میرے جاں نثارو' مصر قدیم کے اہم ترین ستونو!.......... بالآخر وہ وقت واپس آگیا جب اناتوخ ملکۂ مصر کو اپنے معبد میں خوش آمدید کہہ سکے ہاں میرے محسنو' میرے وفادارو تمہاری دعاؤں سے مجھے یہ عظیم زندگی ملی ہے اور میں خوش ہوں کہ نیل کی موجوں نے ہمیں واپسی کی اجازت دے دی۔ ان لمحات کا انتظار کرو جب میں سرزمین مصر پر تمہارے لئے خیر وبرکت کا اعلان کروں' تم میں سے ہر شخص خوشحال ہوجائے' میں فرعونِ دور تمہیں اس نئے دور کی مبارکباد دیتا ہوں۔"

بے شمار آوازیں ابھری تھیں۔ مجھ پر درحقیقت ایک سحرطاری تھا اس وقت تھوڑی دیر کے لئے سوچنے سمجھنے کی تمام قوتیں سلب ہوگئی تھیں پھر یہ طوفان رکا تو امیر باسط العزیزی نے مجھے اس تخت پر بیٹھنے کے لئے کہا جس پر ایک بار میں نے خود کو عالمِ بے ہوشی کے بعد ہوش میں پایا تھا لیکن آج میں اس سے مکمل طور پر تعاون کر رہی تھی وہ میرے بالکل قریب بیٹھ گیا اس منحوس شخص کی یہ قربت مجھے انتہائی قابلِ نفرت محسوس ہورہی تھی لیکن مجبوری تھی کیا کرتی میں اس سے مکمل تعاون کرکے اس کا دماغ بالکل ماؤف کردینا چاہتی تھی تاکہ اس کے بعد مجھے موقع مل جائے اور میں اس کی بربادی کا سامان مکمل کردوں۔ اس نے تھوڑی دیر وہاں بیٹھ کر چاروں طرف نگاہیں دوڑائیں پھر دونوں ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "تمام لوگ اپنی اپنی عیش گاہوں میں چلے جائیں مجھے ملکۂ مصر کے ساتھ تنہا چھوڑ دیا جائے۔" لوگ سر جھکائے مختلف سمتوں کو چل پڑے۔ کچھ دیر کے بعد وہاں سناٹا پھیل گیا عزیزی نے مجھے دیکھا اور مسرور لہجے میں بولا۔ "حسین انالازیہ.......... کچھ یاد آتا ہے یہ سب کچھ دیکھ کر دل میں کوئی تحریک پیدا ہوتی ہے؟"

"ہاں.......... یہ سب کچھ شناسا ہے' سب کچھ جانا پہچانا محسوس ہوتا ہے آہ.......... وہ ستون کیسے ہیں۔" میں نے دو سیاہ ستونوں کو دیکھ کر دہشت زدہ لہجے میں کہا اور عزیزی ان ستونوں کو دیکھنے لگا۔

"وہ.......... وہ ستون ہیں بس' ستون ہیں۔"

"نہیں۔" میں نے چیخ کر کر دہشت زدہ لہجے میں کہا۔ "تم بھول گئے اناتوخ' تم بھول گئے آہ.......... وہ ایمنیاس کے شیطان ہیں وہی دونوں شیطان جو ملاح بن کر ہمیں نیل کی لہروں پر لے گئے تھے پھر انہوں نے ہمیں اس طغیانی میں تنہا چھوڑ دیا

آہ........... اناتوخ مجھے یاد آگیا آہ........... میرے ذہن کے دریچے کھل گئے
نے کہا تھا نا ایمنیاس کے فرشتوں کو دیکھ کر مجھے کچھ یاد آرہا ہے یہ وہی تو تھے ہاں یہ و
تو ہیں آہ........... وہ روپ بدل کر پھر ہمارے پاس پہنچ گئے ہیں تُو نے انہیں نہیں پ
اناتوخ تُو نے انہیں بھلا دیا ہمارے سب سے بڑے دشمنوں کو۔"

"اناتوخ حیرت سے منہ پھاڑے ان ستونوں کو دیکھ رہا تھا۔ میں نے پھر کہا
"تیری یادداشت ساتھ نہیں دے رہی اناتوخ میں نے انہیں پہچان لیا یہ ہمارے دشم
ہیں یہ پھر ہمارے پاس آگئے ہیں یہ پھر ہماری راہ میں کانٹے بچھائیں گے۔"

"رأ امون کی قسم........... اب یہ ایسا نہ کرسکیں گے تُو سچ کہہ رہی۔
انالازیہ........... ہاں میں نے انہیں پہچان لیا ہے یہ وہی تو ہیں افسوس میں نے انہیں
دیر سے پہچانا........... پروہت اعظم........... حسان امنی...........!" آخر میں ا
نے زوردار آواز لگائی اور پروہت کے روپ میں حسان امنی نمودار ہوگیا۔

"یہ دونوں ستون مسمار کرادو اور ایمنیاس کے فرشتوں کو تلاش کرو وہ مکار ہیں
وہ فرشتوں کا روپ دھار کر رہتے ہیں لیکن وہ ہمارے دشمن ہیں وہ جہاں بھی نظ
آئیں، انہیں گرفتار کرلو۔"

میں نے دونوں ہاتھ جھاڑے اس شخص کی دیوانگی سے پہلا فائدہ حاصل ہوا
ڈان ایرن اور نادر ہاشمی کا تو قصہ پاک ہوگیا تھا اب یہ انہیں نہیں چھوڑے گا۔ بہت
سے مراحل سے گزر کر جو بہرطور ناخوشگوار نہیں تھے، اس بھوت گھر سے واپسی ہوئی
تھی دوسری صبح بھی بہتر تھی مگر کچھ اور بہتر وہ اس وقت ہوگئی جب میں نے محل کے
بیرونی برآمدے سے بڑے گیٹ کو دیکھا اس گیٹ سے وہی فورڈ کار اندر آرہی تھی جسے
میں پچھلے دن دیکھ چکی تھی اور جس میں پروفیسر ایرن اور نادر ہاشمی واپس گئے تھے۔

میرا دل خوشی سے دھڑک اٹھا ان لوگوں نے میرے لئے گڑھا کھودا تھا اور خو
اس میں گرنے آگئے تھے۔ میں نے پروفیسر ڈان ایرن کو فورڈ سے اترتے ہوئے دیکھا
وہ ایک خادم سے بات کرنے لگا اور خادم شاید امیر کو ان کی آمد کی اطلاع دینے اند
آنے لگا میں دلچسپی سے ایک آڑ میں چھپی آنے والے وقت کا انتظار کرنے لگی کچھ ہی
دیر گزری تھی کہ میں نے حسان امنی کو دیکھا وہ چار آدمیوں کے ساتھ تیز رفتاری سے
فورڈ کی طرف بڑھ رہا تھا ڈان ایرن سادگی سے انہیں دیکھتا رہا پھر شاید اسے آنے
والوں کے انداز سے کسی خطرے کا احساس ہوا اور وہ کسی قدر بوکھلایا ہوا نظر آنے لگا

حسان امنی نے جھپٹ کر ڈان ایرن کو دبوچ لیا اور اس کے ساتھی فورڈ کا دروازہ
کھولنے لگے پھر انہوں نے بڑی بے دردی سے نادر ہاشمی کو بھی فورڈ سے نیچے کھینچ لیا
نادر ہاشمی نیچے گر پڑا تھا ایک آدمی نے گاڑی سے بیساکھی نکال کر اس کی بغل میں تھمائی
پھر وہ انہیں دھکے دیتے ہوئے اندر لانے لگے وہ کچھ بول رہے تھے کچھ کہہ رہے تھے
لیکن ان کی آوازیں نہیں آرہی تھیں پھر وہ میری نظروں سے اوجھل ہوگئے۔

☆======☆======☆

آج ناشتے کے لئے مجھے خصوصی طور پر امیر عزیزی نے مدعو کیا اور میں نے محل
کے اس نئے حصے کو دیکھا وسیع ڈائننگ ٹیبل کے گرد امیر عزیزی ایک کرسی پر میرا منتظر
تھا اس نے کرسی سے کھڑے ہو کر میرا استقبال کیا اس کے عین سامنے کی کرسی میرے
لئے گھسیٹ دی گئی اور میں اس پر بیٹھ گئی۔

"تمہارے لئے ایک خوشخبری ہے انالازیہ۔"

"کیا؟" میں نے پوچھا۔

"جھوٹے فرشتے گرفتار ہوگئے۔"

"واقعی خوشی کی خبر ہے امیر۔" میں نے کہا۔

"اوہ........... تم نے اپنا تخاطب کیوں بدل دیا؟"

"کون سا تخاطب؟"

"پچھلی رات تم نے مجھے ہر بار اناتوخ کہہ کر پکارا تھا اور مجھے یوں محسوس ہوا
جیسے سارے مرحلے طے ہوگئے ہیں سرزمین مصر پر میرے نام کا ڈنکا بجنے لگا ہو مجھے بے
حد خوشی ہوئی تھی انالازیہ..........."

"ہم جبل العمامہ کے محل میں ہیں امیر عزیزی جہاں تمام لوگ یہ سب کچھ نہیں
جانتے وہاں معبد میں تمہارا نام لینا مناسب تھا لیکن بہتر ہے یہاں ہم ایک دوسرے کو
موجودہ نام سے پکاریں۔"

"خیر اس میں کوئی حرج نہیں ہے میرے لئے یہ کیا کم ہے کہ تم نے خود کو تلاش
کرلیا البتہ ایک بات میرے لئے پریشان کن ہے۔"

"کیا امیر عزیزی...........؟"

"ایمنیاس کے فرشتوں نے تمہاری سمت رہنمائی کی تھی ان بدکار فرشتوں نے
ایسا کیوں کیا؟"

"اگر میں تم تک نہ پہنچتی امیر تو یہ اپنے کام کا آغاز کس طرح کرتے؟ تم کیوں بھول جاتے ہو کہ یہ بدی کے نمائندے ہیں انہوں نے ہمارے درمیان صدیوں کی خلیج حائل کی تھی یہ ابتدا میں ہی ہم پر نیک بن کر نازل ہوگئے ہیں تاکہ زمانہ قدیم کی مانند یہ ہماری قربت اختیار کرکے بالآخر ہمیں فنا کے گھاٹ اتار دیں۔"

امیر عزیزی کا سانس غصے سے پھولنے لگا تھا اس نے نفرت بھرے لہجے میں کہا۔

"آہ میں انہیں نیست و نابود کردوں گا میں خود انہیں کتے کی موت مار دوں گا میں نے انہیں قید خانے میں ڈلوا دیا ہے اب انہیں آسمان دیکھنا نصیب نہ ہوگا۔"

"ان کے لئے سزا میں تجویز کروں گی امیر عزیزی ان کا معاملہ اب تم مجھ پر چھوڑ دو۔"

"تمہیں اختیار ہے انالازیہ۔"

"کیا میں قید خانے میں ان سے مل سکوں گی؟"

"جب تمہارا دل چاہے حسان کو بلا بھیجنا۔"

"ابھی انہیں طویل عرصہ زندہ رکھنا ہے جب ہم مصر کی عنان سنبھالیں گے اور ان مجرموں کو سزا دیں گے جنہوں نے زمانۂ قدیم میں ہم سے غداری کی ہے تو یہ سرفہرست ہوں گے۔" میں نے کہا اور عزیزی مسکرانے لگا پھر ہم ناشتے کے کمرے سے واپس نکل آئے تھے۔ عزیزی مجھ سے اجازت لے کر چلا گیا اور میں اپنی رہائش گاہ واپس آگئی۔ ایک کرسی پر بیٹھ کر میں نے آنکھیں بند کرلیں ان دونوں کے لئے میرے دل میں رحم کا کوئی جذبہ نہیں تھا انہوں نے بھی تو میرے ساتھ کتنا برا کیا تھا دل چاہتا تھا ان سے ملاقات کروں مگر جلد بازی نہیں کرنا چاہتی تھی اس لئے صبر کیا اور پورا دن گزار دیا امیر عزیزی کے بارے میں اب اچھی طرح اندازہ ہوگیا تھا کہ وہ کس قسم کا آدمی ہے اگر اس کے ساتھ تعاون کیا جاتا رہے تو بے ضرر ثابت ہوگا بلکہ دوسرے لوگ یہاں خاصے خطرناک موجود تھے ان سے ہوشیار رہنا ہوگا۔ سرفہرست حسان امینی تھا۔

رات کو امیر عزیزی پھر میرے پاس آیا اور اس دوران نغمہ اور عدلہ میرا میک اپ کرچکی تھیں امیر عزیزی مجھے تیار دیکھ کر بہت مسرور ہوا کہنے لگا۔

"مجھے یقین نہیں تھا انالازیہ کہ تو اس طرح اتنی جلدی اپنے ماضی میں واپس آجائے گی لیکن یہ سب کچھ کیا دھرا ان ایمناس کے فرشتوں کا تھا وہ صاف دل نہیں

تھے انہوں نے اپنے مفاد کو مدِ نظر رکھا تھا بے شک انہوں نے مجھے تیرا نشان دیا لیکن ساتھ ہی ساتھ تیرے سلسلے میں مجھے غلط اطلاعات بھی فراہم کرتے رہے خیر انہوں نے اپنا کام بھی پورا کرلیا اب اس کے بعد تو ہمارا کام شروع ہوتا ہے کیا تجھے بھی معبد سے اتنا ہی لگاؤ ہے کہ تو وہاں جانے کے لئے تیار رہتی ہے؟"

مجھے موقع مل گیا میں نے نہایت حلیمی سے کہا۔ "معبد کی تعمیر میں آپ نے جس قدر کاوشوں سے کام لیا ہے امیر عزیزی مجھے اس کا افسوس ہے لیکن آپ نے اپنے دل کی تسکین کے لئے یہ سب کچھ کیا ہم بھٹکنے والوں میں سے نہیں ہیں ایک جھوٹے معبد کا سہارا لے کر ہم اپنے آپ کو دھوکا کیوں دیں جبکہ بہت مختصر وقت باقی ہے کہ سرزمین مصر ہمارے زیرنگیں ہوگی اور ہم فرعون وقت ہوں گے پھر بھی اگر آپ کو اس معبد میں جاکر دلی سکون ملتا ہے تو مجھے آپ کے ساتھ وہاں جانے میں کوئی اعتراض نہیں ہے البتہ میں یہ سمجھتی ہوں کہ ہمیں اپنے منصب کے حصول کی کوششیں کرنی چاہئیں۔"

امیر عزیزی نے مجھ سے اتفاق کرتے ہوئے کہا۔ "یقیناً یقیناً میں نے وہ سب اپنے دل کی تسکین کے لئے کیا تھا اور اس وقت کیا تھا انالازیہ جب تیرا وجود نہیں تھا لیکن اب میں اپنی ذات میں مکمل ہوں اپنے ماحول میں مکمل ہوں۔ کل یوں کریں گے کہ شام کو ویلی آف کنگز چلیں گے بادشاہوں کی بستی میں تجھے اپنی تاریخ دکھاؤں گا میں' وہاں ایک پورا حصہ اناتوخ اور انالازیہ کی تاریخ پر مشتمل ہے اور وہاں ہماری قدامت کے نشان ملتے ہیں لیکن آج اگر تو پسند کرے تو معبد کی سیر کرلے وہاں مجھے تجھ پر سارے حقوق حاصل ہوتے ہیں۔"

"میں اس کے لئے تیار ہوں امیر عزیزی۔" میں نے جواب دیا اب اپنے کام کے لئے میں نے جس منافقت کا لبادہ اوڑھا تھا اس میں مکمل ہوگئی ہوگئی تھی اور اب سب کچھ کرلینے کے ڈھنگ آگئے تھے۔ ہم معبد کی جانب چل پڑے میں نے جس کام کا آغاز کیا تھا اس کی تکمیل ہوگئی تھی۔

ڈان ایرن اور نادر ہاشمی کیفر کردار کو پہنچ گئے تھے میرا ایک اشارہ انہیں زندگی سے محروم کرسکتا تھا لیکن اس حد تک جانے کا ارادہ نہیں تھا میرا' میں تو یہاں سے نکل جاؤں اپنے ملک کے سفارت خانے پہنچ جاؤں اور اس کے بعد وہاں سے اپنے وطن بس اس کے علاوہ میرا اور کوئی مقصد نہیں تھا اس دوران جو غیر یقینی واقعات ہوچکے تھے ان پر بآسانی لعنت بھیجی جاسکتی تھی' اپنے اس تجسس اور ضد کے ہاتھوں میں نے

جس قدر پریشانیاں اٹھائی تھیں بس وہی کافی تھیں۔ نادر ہاشمی اور ڈان ایرن کا معاملہ امیر عزیزی جانے اور اس کا کام میرے نکل جانے کے بعد وہ ان کے ساتھ جو دل چاہے سلوک کرے مجھے بھلا اس سے کیا غرض ہو سکتی تھی۔

کچھ دیر کے بعد ہم معبد میں داخل ہو گئے میں نے سب سے پہلے ان ستونوں کو دیکھا جنہیں میں نے ایمنیاس کے فرشتوں سے تشبیہہ دی تھی دونوں ستون مسمار کر کے اس جگہ سے ہٹا دیئے گئے تھے اور وہ جگہ بالکل صاف کر دی گئی تھی اب چونکہ میں ذہنی طور پر اس ماحول کو تسلیم کر چکی تھی اس لئے میں نے زیادہ دلچسپی اور پوری توجہ سے اس عظیم الشان معبد کو دیکھا جو جبل العمامہ میں نہ جانے کتنی وسعتوں میں پھیلا دیا گیا تھا اتنی دولت خرچ کی تھی یہاں اس احمق رئیس نے کہ نہ جانے اس دولت سے کیا کیا کچھ ہو سکتا تھا۔ بہرحال یہ اس کا اپنا معاملہ تھا میں نے اپنی اداکاری کا معیار برقرار رکھا یہاں میں نے امیر عزیزی کو اناتوخ کہہ کر ہی پکارا اور امیر عزیزی کے چہرے پر انبساط پھیل گیا۔ بہت دیر تک ہم یہاں دلچسپیوں سے لطف اندوز ہوتے رہے اور اس کے بعد واپس محل میں آ گئے بستر پر لیٹ کر میں کافی دیر تک سوچوں میں گم رہی اور تو جو کچھ تھا سو تھا ہی لیکن بس ایک بات آج تک میری سمجھ میں نہیں آسکی تھی میں آخر اس قدیم مصری زبان سے کیسے واقف ہو گئی جس کا تصور میں نے کبھی خوابوں میں بھی نہیں کیا تھا لیکن اس اہم بات کو بھی نظر انداز کر دینا ضروری تھا۔ میں بالآخر گہری نیند سو گئی۔

☆======☆======☆

دوسرا دن حسب معمول تھا امیر عزیزی نے میرے ساتھ ہی ناشتہ کیا اور پھر کسی ضروری کام سے چلا گیا جاتے ہوئے اس نے کہا تھا کہ آج شام کو بادشاہوں کی وادی میں چلے گا میں اس کے لئے تیار رہوں اس کے جانے کے بعد میرے دل میں پروفیسر ڈان ایرن اور نادر ہاشمی سے ملنے کا خیال بیدار ہوا امیر عزیزی اس کی اجازت دے ہی چکا تھا میں نے نغمہ اور عدلہ کو طلب کر کے ان سے کہا کہ حسان امینی کو میرے پاس لے آئیں۔ لازمی امر تھا کہ اب اس نہج تک پہنچنے کے بعد امیر عزیزی نے حسان امینی کو میرے احکامات کی تعمیل کی ہدایت کر دی ہوگی اور اس کا اندازہ اسی لمحے ہو گیا جب حسان امینی، نغمہ اور عدلہ کے ساتھ فوراً ہی میرے سامنے حاضر ہو گیا میں نے سرد لہجے میں کہا۔ "میں ان دونوں قیدیوں سے ملنا چاہتی ہوں جنہیں قید کیا گیا ہے۔"

"جو حکم عالیہ آپ براہ کرم میرے ساتھ تشریف لائیے۔"

قید خانہ بھی جبل العمامہ کی ایک پہاڑی کو تراش کر بہت اہتمام سے بنایا گیا تھا مصری رئیس نے نہ جانے کیوں اس محل میں کسی ایسی جگہ کی ضرورت محسوس کی تھی جہاں کسی کو باقاعدہ قید کیا جا سکے۔ چٹانوں میں فولادی جنگلہ لگا ہوا تھا جس کے بیرونی حصے میں تالا پڑا ہوا تھا جنگلے کی پشت پر ایک وسیع و عریض غار کو کمرے کی شکل دے دی گئی تھی وہیں پر ضروریات کا بندوبست بھی کر دیا گیا تھا سامنے کی سمت چٹانی برآمدہ تھا جس کا فرش کسی قدر ناہموار لیکن صاف ستھرا تھا۔ اس کے بعد انسانی ہاتھوں سے تعمیر شدہ دیوار جس کے دوسری جانب قید خانے کے محافظ موجود تھے۔ حسان امینی مجھے لئے ہوئے دیوار کی دوسری جانب پہنچا برآمدے میں پہنچ کر میں نے اس قید خانے کا جائزہ لیا سلاخوں کے دوسری طرف ڈان ایرن اور نادر ہاشمی موجود تھے میں نے حسان امینی سے کہا کہ وہ واپس جائے میں قیدیوں سے کچھ گفتگو کرنا چاہتی ہوں۔

حسان امینی ایک لمحے کے لئے ٹھٹکا کچھ سوچتا رہا اور پھر گردن خم کر کے وہاں سے واپس مڑ گیا میں نے اسے دیوار کے دوسری طرف جاتے ہوئے دیکھا نادر ہاشمی اور ڈان ایرن کھڑے ہو کر سلاخوں کے پاس آ گئے تھے۔ نادر ہاشمی کی حالت زیادہ خراب تھی جبکہ پروفیسر ڈان ایرن بری طرح جھلایا ہوا نظر آ رہا تھا جیسے ہی حسان امینی دروازے کے دوسری جانب پہنچا اور میں ان لوگوں کی جانب متوجہ ہوئی ڈان ایرن نے تلخ لہجے میں کہا۔

"آؤ ناسپاس لڑکی۔ آؤ احسان فراموش تم یقیناً ہماری قید کا تماشا دیکھنے آئی ہوگی ٹھیک ہے بعض اوقات نیکیوں کا صلہ اس طرح بھی ملتا ہے افسوس ہے مجھے خود پر کہ ایک بے مقصد کام کے لئے ایک ایسے احمق دوست کے کہنے پر جو خود تو اپنی زندگی کھو چکا ہے میں نے بھی حماقتوں کا آغاز کیا۔ ہونا چاہئے تھا یہ میرے ساتھ یقیناً ہونا چاہئے تھا۔"

میں نے تیکھی نگاہوں سے ان دونوں کو دیکھا پھر کچھ اور قریب پہنچ گئی ان کے تب میں نے ان سے کہا۔ "آپ لوگوں نے سوچا تھا کہ میں ایک بے بس بے سہارا لڑکی ہوں میرا کوئی سرپرست نہیں ہے آپ لوگ جس طرح چاہیں گے مجھے استعمال کر لیں گے یہی سوچا تھا نا آپ نے.......... اور آپ نے اپنی تمام خواہشات کی تکمیل کر ڈالی بہت شرم اور بہت افسوس کی بات ہے خصوصاً پروفیسر ڈان ایرن آپ میرے والد کے

ان دوستوں میں سے تھے جن پر شاید احمد کمال سعدی کو بہت زیادہ اعتماد تھا ورنہ وہ اس نادیدہ حالت میں بھی مجھے آپ کے پاس نہ بھیجتے۔ آپ نے بے شک میرے ساتھ تعاون کیا محبت کا سلوک کیا آپ نے مجھ سے لیکن آپ کو میری ذہنی کیفیت کا اندازہ نہیں تھا میں آج بھی آپ سے تعاون کرنے کے لئے تیار ہوں لیکن مجھے ایک ایک لفظ بتایا جائے آپ مجھے بتایئے پورا کھیل کیا ہے میں کون ہوں میرا کیا بنے گا آپ لوگ کیوں اس قدر احمقانہ کاوشوں میں مصروف ہیں؟ مجھے بتایئے اور اس کے بعد مجھے فیصلہ کرنے کا حق دیجئے کہ میں آپ لوگوں کے ساتھ کیا سلوک کروں۔"

"ہم تمہارے محکوم ہیں نہ تم سے معاوضہ لے کر ہم کچھ کر رہے ہیں' لڑکی ہمیں ہماری غلطیوں کا اور شدت سے احساس نہ دلاؤ اصل میں انسان کے اپنے شوق ہوا کرتے ہیں ہم محقق ہیں تاریخ مصر سے ہمیں عشق ہے اور ہم نے اپنی زندگی کو مکمل طور پر اس تحقیق میں صرف کر دیا ہے اس شوق کی دیوانگی کی تکمیل کے لئے کوئی پہلو نہیں چھوڑا ہم نے۔ احمد کمال سعدی بے شک ہم سب سے بڑی شخصیت تھا اس نے جس قدر کام کیا ہے ہم میں سے کسی نے اس کا عشرِ عشیر بھی نہیں کیا لیکن یہ اعتراف تمہاری ذات کے لئے نہیں ہے احمد کمال سعدی نے مجھ سے کچھ چاہا ثالث ظاہری کو اس سلسلے میں میرا ساتھی بنایا ہمیں ابھی آگے کا سفر کرنا تھا اور اس انوکھی تحقیق کی تکمیل کرنی تھی لیکن تم خود بتاؤ جب انسان اپنی ذات کے سارے حقوق کھو بیٹھے تو پھر دوسروں کے بارے میں وہ اس انداز میں کیسے سوچ سکتا ہے۔ ڈی پارلو کو جو حادثہ پیش آیا اس میں ہم میں سے کسی کا ہاتھ نہیں تھا بعد میں جو حالات پیدا ہوئے وہ بھی ہمارے لئے ناگزیر تھے منوچہر خلازی اور نادر ہاشمی بھی اسی مرض کا شکار ہیں۔ منوچہر خلازی تو اپنی زندگی کھو بیٹھا لیکن یہ سحر ایسا ہے کہ اس سے نکلنا آسان نہیں ہوتا نادر ہاشمی نے مجھ سے تعاون کیا اور میرا مددگار بن گیا جب ان لوگوں کو یہ احساس ہوا تھا کہ زاغ اور وہ دیوانہ جو جہاز پر قبضہ کر بیٹھا تھا سازش کر رہے ہیں اور تمہارا وہاں سے نکلنا ممکن نہیں ہوگا تو ان لوگوں نے تمہیں حاصل کر کے وہاں سے لے جانا چاہا لیکن تم نے یہ کوشش ناکام بنادی۔ اصل میں لڑکی یہ سب کچھ تمہارے باپ کے ایماء پر ہی ہو رہا تھا مگر تم نے اس سلسلے میں کوئی خاص تعاون نہیں کیا بلکہ کچھ ایسا اظہار کیا جیسے ہم پر احسان کر رہی ہو حالانکہ یہ سب کچھ تمہارے بھلے کے لئے تھا۔"

"خوب بہت خوب اور اس کے بعد کیا ہوا؟"

"وہ سب کچھ جو تمہاری حماقتوں سے ہونا تھا تم کیا سمجھتی ہو' تم تاریخ کے طلسم میں گرفتار ہو اور یہ طلسم اتنا کمزور نہیں ہے کہ تم اپنی کسی احمقانہ کوشش میں کامیاب ہو جاؤ۔ تم سرزمین مصر تک پہنچ چکی ہو اور تمہیں اپنی تھوڑی بہت تفصیل معلوم ہے تمہارا کیا خیال ہے قدیم روحوں کے اس حصار سے تم باہر نکل سکو گی؟ ناممکن ہے روشن جمال ناممکن' ہے ایسا تمہارے لئے ممکن نہیں ہوگا خواہ تم کتنی ہی کوشش کرو۔"

"ایمیناس کے فرشتوں کو بہت سی آگے کی باتیں معلوم ہوں گی مجھے علم ہو سکتا ہے کہ مجھے میرے ہوٹل سے کیوں اغوا کیا گیا؟"

"کس نے اغوا کیا تمہیں تم جھوٹ بولتی ہو تم خود وہاں سے فرار ہوئیں اور تم نے اپنے آپ کو قاہرہ میں کہیں گم کرنا چاہا لیکن تمہارا روپوش ہو جانا بھی تمہارے ہی لئے نقصان دہ تھا ہم اگر کوشش کرتے تو پولیس کو تمہارے بارے میں اطلاع دے دیتے لیکن ہم نے ایسا اس لئے نہیں کیا کہ پولیس تمہیں حاصل کر کے فوراً تمہارے ملک پہنچانے کے انتظامات شروع کر دیتی اور یہ گناہ ہم پر ہی لاگو ہو جاتا۔ ہم روحوں کے حصار سے تمہیں نکلنے کے مجرم قرار پاتے چنانچہ ہم نے یہ سوچا کہ تمہیں تلاش کرنے کے لئے کوئی اور ذریعہ اختیار کیا جائے۔ یہ احمق رئیس زادہ جو ناقابلِ یقین دولت کا مالک ہے اس خبط کا شکار ہے کہ یہ زمانۂ قدیم کا فرعون ہے اس کے عجیب وغریب بیانات ہم بہت پہلے مصر سے متعلق اخبارات میں پڑھتے رہے ہیں اچانک ہی ہمیں اس کا خیال آیا اور ہم نے سوچا کہ اس وقت تمہیں مصر میں روکنے کا بہترین ذریعہ یہ احمق بن سکتا ہے بشرطیکہ اسے احساس دلایا جائے کہ تمہارا روکے جانا ضروری ہے چنانچہ ہم ان سے اس کی اپنی پسند کی شخصیت میں ملے اور ایمیناس کے فرشتے بن کر ہم نے اسے تمہارے بارے میں بتایا ہمارا داؤ کارگر رہا اور اس احمق نے اپنی دولت کے بل پر ایسا جال پھیلا دیا کہ تم اس جال میں گرفتار ہو گئیں اس سے تمہارے خلاف کوئی کام کرنا مقصود نہیں تھا بلکہ تمہیں مصر میں روکنا چاہتے تھے ہم اور یہ بھی چاہتے تھے کہ تم بے سکون نہ رہو۔ یقینی امر ہے کہ تم نے ہمارے خلاف یہ سازش کی ہے ناسپاسی اور طوطا چشمی کی انتہا ہے یہ۔ خیر ہمارا تو کچھ نہ کچھ ہو ہی جائے گا لیکن تم اب اپنی تمام ہمدردیاں کھو چکی ہو۔"

"تم لوگ میری تقدیر کے مالک ہو............ ہیں............ یہی بات ہے نا تم نے

ہمیشہ سازشیں کر کر کے مجھے مصیبت میں گرفتار کرانا چاہا میں اگر الجزائر جانا نہیں چاہتی تھی اور سارے مسئلے ختم کرنا چاہتی تھی تو تمہیں اس میں کیا اعتراض تھا میں اپنی مرضی کی مالک ہوں۔ تم نے جو کچھ کیا ہے میں نے وہی تمہارے اوپر الٹ دیا ہے سمجھے اور اب بھگتو اپنے کئے کو میں تو صرف تم سے ملنے آگئی تھی یہ بتانے کہ کبھی کبھی کوئی کمزور ہستی بھی اپنے دفاع کے لئے بہت بڑے اقدامات کر سکتی ہے۔ اس وقت امیر عزیزی پر میرا مکمل اختیار ہے کیونکہ مجھے انالازیہ تم نے ہی بنایا ہے میں اگر چاہوں تو تاریخ ہی کے کسی حوالے سے تمہیں موت کے گھاٹ اتار سکتی ہوں لیکن پروفیسر ڈان ایرن میرے والد کے دوست ہو تم.......... جاؤ رعایت کرتی ہوں تمہارے ساتھ زندہ رہو لیکن طویل عرصہ تک اسی قید میں رہو' میں نے امیر عزیزی سے یہ کہہ کر تمہیں گرفتار کرایا ہے کہ تم ایمنیاس کے جھوٹے فرشتے ہو اور وہ ہو جنہوں نے ماضی کی تاریخ میں ہم لوگوں کو نقصانات پہنچائے ہیں میں اگر اسے چند الفاظ کہہ کر اس بات پر اکساؤں کہ تمہاری موت ہمارے حق میں فائدہ مند ہو گی تو یہیں اسی قید خانے میں تمہاری گردنیں تمہارے شانوں سے اتار کر تمہیں یہیں آس پاس کسی گڑھے میں پھینک دیا جائے گا۔ تمہارے احسان کا صلہ تمہاری زندگی ہے تم لوگوں نے ایک اچھے کام کے لئے غلط راستے اپنائے ہیں کسی کی زندگی کو اس طرح مفلوج کر دینا کوئی انسانیت کی بات تو نہیں تھی ٹھیک ہے آرام کرو میرا خیال ہے امیر عزیزی تمہارے ساتھ کوئی سخت سلوک اس وقت تک نہیں کرے گا جب تک میں نہ چاہوں۔"

میں واپسی کے لئے مڑی وہ لوگ مجھے کینہ توز نگاہوں سے گھورتے رہے آخری نگاہ ان پر ڈال کر میں دروازے سے باہر نکل آئی دل بڑا ہلکا ہلکا محسوس ہو رہا تھا لیکن جو پُراسرار واقعات میری زندگی سے چمٹ گئے تھے ان کا کوئی حل مجھے یہاں بھی نہیں ملا تھا مثلاً یہ کہ میں ہوٹل سے نکل کر اس صحرا میں کیسے پہنچ گئی جہاں بدوؤں نے مجھے پایا اور یہ زبان مجھے کیسے آگئی لیکن دماغ میں اب اس قدر قوت نہیں تھی کہ ان باتوں پر سوچ سوچ کر اپنے آپ کو تھکا لیتی چنانچہ انہیں نظرانداز کر دیا اور شام کا انتظار کرنے لگی امیر عزیزی پر یقین تھا کہ وہ آج کے پروگرام کو نہیں بھولے گا سر شام وہ اس محل میں واپس آگیا اور کچھ دیر کے بعد عدلہ نے آکر پوچھا کیا میں تیار ہوں۔

"امیر سے کہو کہ میں انتظار کر رہی ہوں۔" میں نے جواب دیا کچھ دیر کے بعد ہم ایک کار میں سفر کرنے لگے اسے حسان ڈرائیو کر رہا تھا راستے میں عزیزی نے کہا۔

"مصر کتنا جدید ہو گیا ہے دنیا بھر سے یہاں سیاح آتے ہیں اور ان مقبروں کی پراسرار زندگی کے بارے میں طرح طرح کی قیاس آرائیاں کرتے ہیں نام نہاد جمہوری حکومتوں نے ہمارے مصر کو جدیدیت کے رنگ میں ڈھال لیا ہے لیکن انالازیہ' یہ سب کچھ مصنوعی لگتا ہے یہ پُررونق زندگی بڑی کھوکھلی ہے میرا دل و دماغ اس زندگی کو بالکل قبول نہیں کرتا ہم برسرِاقتدار آکر مصر کو اس کا قدیم رنگ دیں گے وہی طرزِ حکومت ہو گا وہی طرزِ بادشاہت' دیکھو ہمارے نیل کو کتنا بدشکل کر دیا گیا ہے تمہیں یاد ہے نیل کے پانی پر جب ہمارا بجرہ تیرتا تھا لہروں پر سونے کی سڑک بنی ہوتی تھی اور ہم اسے دیکھتے رہتے تھے اب نیل کے سینے میں یہ مینار بنا دیا گیا ہے وہ اسے قاہرہ ٹاور کا نام دیتے ہیں۔ بے شمار سیاح یہاں سے پورے قاہرہ کا نظارہ کرتے ہیں میں نیل کو دوبارہ قدیم روایتوں کی تصویر بنا دوں گا۔" امیر عزیزی مسلسل کچھ نہ کچھ بولے جا رہا تھا۔

"یہ ابوالہول ایونیو ہے اور ہمیں قصبہ کرناک پہنچنا ہے ہمارے دور میں یہ ممفس کہلاتا تھا یہیں فراعنہ کے مقبرے پھیلے ہوئے ہیں تمام معبد اسی جگہ ہیں اب یہاں سیاحوں کا مجمع رہتا ہے لیکن چاندنی راتوں میں مقبروں میں بھٹکنے والے بعض اوقات ذہنی توازن کھو بیٹھتے ہیں۔ وہ فرعونوں کے جلال کی تاب نہیں لا پاتے کچھ عرصہ کے لئے یہاں چاندنی راتوں کی سیر پر پابندی لگا دی گئی تھی لیکن محکمہ سیاحت کو احساس ہوا کہ اس طرح سیاحوں کی دلچسپی کچھ کم ہونے لگی ہے چنانچہ اب یہ اجازت دے دی گئی ہے کہ سیاح اپنے رسک پر راتوں میں بھی یہاں آسکتے ہیں۔"

میں دلچسپی سے اس کی باتیں سنتی رہی حسان کسی روبوٹ کی مانند گردن اکڑائے بالکل خاموش تھا پورے سفر میں اس کی گردن نے جنبش بھی نہیں کی تھی پھر اس نے معبدوں کے سامنے کار روک دی نگاہ کی آخری حد تک مصر کے پُراسرار قدیم کھنڈرات بکھرے ہوئے تھے ماحول پر ہیبت ناک سناٹا مسلط تھا میں باسط عزیزی کے ساتھ نیچے اتر آئی میرے دل میں کپکپاہٹ سی ہو رہی تھی یوں محسوس ہوتا تھا جیسے کچھ نظر نہ آنے والوں نے میرا استقبال کیا ہو جیسے مجھے دیکھ کر اچانک یہاں خاموشی چھا گئی ہو بہت سی نگاہیں میرا جائزہ لے رہی ہوں۔

"آؤ!" اچانک امیر عزیزی کی آواز ابھری اور میں اچھل پڑی میں نے سہمی ہوئی نگاہوں سے اسے دیکھا اور پھر آواز پر قابو پانے کی کوشش کرکے کہا۔ "یہاں تو کوئی نہیں ہے؟"

"آہ.......... تم نے محسوس نہیں کیا یہاں تو ہزاروں ہیں دیکھو وہ سب تمہیں دیکھ رہے ہیں انالازیہ وہ سب تمہیں دوبارہ دیکھ کر انگشت بدنداں ہیں وہ ملکۂ مصر کی تعظیم کے لئے خاموش ہیں۔ آؤ اندر چلو اس وقت ہمیں کوئی نہیں روکے گا آؤ ملکۂ مصر.........." اس نے میرا ہاتھ پکڑا اور آگے بڑھنے لگا۔

بغیر چھت کے لامتناہی وسعتوں کے حامل قبرستان میں فراعنہ اور ان کی ملکاؤں کے خاموش مجسمے ایستادہ تھے۔ مدہم چاندنی میں یہ سب سانس لیتے ہوئے محسوس ہو رہے تھے۔ عزیزی میرا ہاتھ پکڑے ان کے درمیان سے گزرتا رہا اچانک ہی سرسراہٹیں ابھرنے لگیں ہمیں بالکل یوں لگا جیسے کسی نے تھک کر پہلو بدلا ہو۔ میں دہشت زدہ ہو کر بار بار پلٹ کر دیکھنے لگتی لیکن عزیزی کسی خوف سے بے نیاز مسلسل آگے بڑھتا جا رہا تھا حسان قبرستان کے باہر گاڑی میں ہی بیٹھا رہ گیا تھا۔ عزیزی نے کہا۔

"بادشاہوں کی وادی میں اوپر جو کچھ ہے وہ کچھ نہیں ہے اصل معبد اس کے نیچے ہیں کچھ ظاہر کچھ پوشیدہ.......... زمین کی گہرائیوں میں ہمارے خاندانوں کی پوری تاریخ پوشیدہ ہے مگر میں تمہیں دور اناتوخ میں لے جاتا ہوں آؤ اپنا ماضی دیکھو۔" عزیزی ان مجسموں کے درمیان سے گزرتا ہوا دور تک گیا پھر ایک ٹوٹے ہوئے دروازے کے پاس آگیا اس نے جیب پر آویزاں ایک خاص جوہری لیمپ روشن کرلیا جس کی روشنی نے ماحول کو اجاگر کر دیا تھا پھر ہم دونوں اس ٹوٹے دروازے سے اندر داخل ہوگئے۔ مدہم اُجالوں نے ایک سرنگ نمایاں کی جو ڈھلان کی شکل میں نیچے جا رہی تھی ہم اس میں آگے بڑھتے رہے سرنگ کا اختتام بھی ایک دروازے پر ہوا تھا جس کے دوسری طرف ایک وسیع ہال تھا ہال میں چھت پر کچھ ایسے سوراخ رکھے گئے تھے جن سے چاند کی مدہم روشنی چھن رہی تھی انہی سوراخوں کی وجہ سے وہاں گھٹن بھی نہیں تھی۔ پورے ہال میں چاروں طرف تابوت رکھے ہوئے تھے صدیوں پرانے بوسیدہ تابوت جو صاف نظر آرہے تھے۔ فضا میں مکھیوں کی بھنبھناہٹ جیسی مدہم گونج پھیلی ہوئی تھی یوں لگتا تھا جیسے یہ آوازیں ان تابوتوں سے اٹھ رہی ہوں ان تابوتوں میں سینکڑوں سال قبل کے انسان سو رہے تھے موت کی ابدی نیند' نہ جانے یہ کتنی صدیوں کی داستانیں سمیٹے ہوئے تھے۔ میرا دل سوکھے پتے کی مانند کانپ رہا تھا امیر عزیزی آہستہ آہستہ کسی پُراسرار روح کی مانند آگے بڑھ رہا تھا ایک بار پھر اس کی آواز نے میرے رونگٹے کھڑے کر دیئے۔

"یہ ہماری داستان ہے ان تابوتوں میں ہمارے جاں نثار سو رہے ہیں وہ سب جو ہمارے ہم سفر ہوں گے۔ سونے والے جاگ اٹھیں گے وہ وقت بالکل قریب ہے ہاں ملکہ انالازیہ وہ وقت اب بہت نزدیک ہے۔ آ دیکھ یہ میرا تابوت ہے آ میرے ساتھ آ.........." وہ میرا ہاتھ پکڑ کر آگے بڑھ گیا ایک بلند و بالا چبوترے پر منقش تابوت رکھا ہوا تھا اس کے عقب میں دوسرا تابوت بھی تھا چبوترے کی چار سیڑھیاں چڑھ کر ہم تابوتوں کے پاس پہنچ گئے امیر عزیزی نے ایک تابوت کا ڈھکن کھول دیا تابوت خالی تھا۔ "جانتی ہو یہ خالی کیوں ہے؟" عزیزی نے پوچھا۔

"نہیں۔" میرے منہ سے بے اختیار نکل گیا۔ "کیونکہ اب میں اس میں موجود نہیں ہوں پہلے میری لاش اس میں رکھی ہوئی تھی انالازیہ دیکھ یہ دوسرا تابوت تیرا ہے دیکھ تو بھی اس میں موجود نہیں۔ حسان کہتا تھا کہ تو بھی بھٹک رہی ہے مجھ تک پہنچنے کے لئے بے قرار ہے پہچان لے یہ تیری صدیوں کی استراحت گاہ رہی ہے۔"

"حسان کہتا تھا..........؟" میں نے آہستہ سے کہا۔

"ہاں اس کے سوا اور کون ہمیں ہماری شناخت کرا سکتا تھا۔"

"تمہیں تمہاری شناخت حسان نے ہی کرائی تھی اناتوخ؟"

"اور کون ہو سکتا ہے وہ ہمارا جاں نثار اول ہے آ.......... میں تجھے اسالیس سے ملاؤں اسالیس کے جاگنے کا مجھے شدید انتظار ہے بس اسالیس جاگ جائے ہمارے دور کا آغاز ہو جائے گا۔"

"اسالیس کون ہے..........؟"

"سالار اعظم اسی کے شانوں پر سلطنت کا بوجھ تھا اور یہی جاگ کر ہمارے راستے ہموار کرے گا آ.......... وہ بھی میرا عظیم جاں نثار ہے۔" عزیزی مجھے چبوترے سے اتار لایا پھر کچھ فاصلے پر رکھے ہوئے ایک تابوت کے پاس جا کر اس نے تابوت کا ڈھکن کھول دیا۔ آہ اس تابوت میں ایک لاش لیٹی ہوئی تھی اس کے بدن پر قیمتی زیورات سجے ہوئے تھے غالباً ہیروں کے زیورات تھے جن سے مدہم روشنی پھوٹ رہی تھی۔

میرے بدن پر شدید کپکپی طاری تھی اس لاش پر نگاہیں نہیں ڈالی جا رہی تھیں بمشکل میں نے کہا۔ "تابوت کا ڈھکن بند کر دو۔" امیر عزیزی نے مسکرا کر ڈھکن بند کر دیا۔

"تُو نے اسالیس کو دیکھا..........؟"

"ہاں اب یہاں سے واپس چلو۔"

"کیوں اتنی جلدی کیوں؟"

"میرا دم گھٹ رہا ہے یہاں۔"

"آہ ہم نے یہاں صدیاں گزاری ہیں سینکڑوں نہیں ہزاروں صدیاں، ہمارا دم کیسے گھٹ سکتا ہے۔"

"چلو عزیزی چلو اب یہاں سے چلو آؤ............" میں نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے باہر کی طرف گھسیٹتے ہوئے کہا اور وہ گہری سانس لے کر وہاں سے واپس پلٹ پڑا۔ ہال سے باہر نکل کر سرنگ میں داخل ہوئے تو عزیزی نے الیکٹرو لیمپ دوبارہ روشن کر دیا اور ہم چڑھائی چڑھنے لگے۔ عزیزی اس عالم میں بھی کچھ بول رہا تھا لیکن میں اس کی باتوں پر توجہ نہیں دی میں سفر کی رفتار تیز رکھنا چاہتی تھی تاکہ اس منحوس سرنگ سے جلد چھٹکارا ملے۔ پھر ہم اس ٹوٹے دروازے سے باہر نکل آئے دروازے کے دوسری طرف وہی سناٹا وہی خاموشی طاری تھی فرعونوں کے پتھریلے مجسمے ساکت کھڑے تھے اور ہوا ان کے درمیان سرسراتی پھر رہی تھی۔

"یہ ہماری تاریخ تھی انالازیہ جو بہت جلد دوبارہ شروع ہوگی لیکن میں نے تمہیں کچھ دہشت زدہ پایا۔"

"ہاں نہ جانے کیوں۔" میں نے آواز کی کپکپاہٹوں پر قابو پانے کی کوشش کر کے کہا۔

"تم نے پہلی بار اپنا ماضی دیکھا ہے شاید اس لئے۔"

"آپ یہاں آتے رہتے ہیں امیر............؟"

"اکثر، یہاں مجھے بے حد سکون ملتا ہے۔"

"اب ہم چلیں گے............؟"

"جیسا تم چاہو............" اس نے کہا اور میں نے اس سے واپسی کی فرمائش کر دی ہم پیچ در پیچ راستوں سے گزرتے ہوئے باہر جانے والے راستے پر چل پڑے۔ جگہ جگہ فراعنہ کے مجسمے قبر کے کتبوں کی مانند راہ میں مزاحم تھے اچانک کسی نے میرا لباس پکڑ لیا اور میرے حلق سے آواز نکلتے نکلتے رہ گئی۔ عزیزی کئی قدم آگے بڑھ گیا تھا میں نے پلٹ کر دیکھا اور گہری سانس لے کر گردن ہلائی میرا لباس ایک پتھریلے مجسمے کے سنگی ہاتھ میں پھنس گیا تھا چنانچہ مجھے پلٹ کر اپنا لباس اس کے ہاتھ سے چھڑانا پڑا

میں نے اس کے قریب جا کر اس کا ہاتھ چھوا اور پھر بری طرح کانپ کر رہ گئی وہ گوشت پوست کا ہاتھ تھا نرم گرم لچکدار............ میرا لباس جان بوجھ کر پکڑا گیا تھا میں نے سخت خوف و دہشت کے عالم میں مجسمے کا چہرہ دیکھا اور ایک اور ذہنی جھٹکا مجھے برداشت کرنا پڑا۔ مجسمے نے دوسرے ہاتھ کی انگلی اپنے ہونٹوں پر رکھی ہوئی تھی جیسے وہ مجھے خاموش رہنے کی تلقین کر رہا ہو۔ یہ زندہ مجسمہ خالد تھا بادشاہوں کی وادی میں ایستادہ سنگی مجسموں کے رنگ جیسا چست لباس پہنے ہوئے وہ ان مجسموں کے درمیان کھڑا ہوا تھا اور اس کی آنکھیں مجھ سے کچھ کہہ رہی تھیں۔ میں نے شدید حیران نگاہوں سے اسے دیکھا اور کچھ بولنے کا ارادہ کیا لیکن دوسرے لمحے مجھے خود یہ احساس ہو گیا کہ یہاں میرے منہ سے نکلنے والی ہلکی سی سرگوشی بھی بآسانی سنی جا سکتی ہے۔ گہرے سکوت اور سناٹے میں ہواؤں کی آواز ہی کافی زور دار لگ رہی تھی ایسے عالم میں اگر میرے منہ سے آواز نکلی تو صرف چند گز کے فاصلے پر مسلسل آگے بڑھتا ہوا امیر باسط العزیزی یہ آواز سن لے گا یہ اندازہ تو ایک لمحے میں ہو گیا تھا کہ خالد زندہ سلامت یہاں موجود ہے اور اسی نے مجھے روکا ہے جب خالد کو یہ احساس ہو گیا کہ میں بے اختیار بولنے کی کوشش نہیں کروں گی تو اس نے میرا لباس چھوڑ دیا اور برق رفتاری سے اپنے ہاتھ کو اپنی پشت پر لے جا کر غالباً اس عجیب و غریب لباس میں بنی ہوئی کسی جیب سے ایک بند لفافہ نکالا اور میری جانب بڑھا دیا میں نے بے اختیاری کے عالم میں وہ لفافہ اس کے ہاتھ سے لے لیا اور اسی وقت امیر عزیزی کی آواز ابھری۔

"ارے تم کہاں رہ گئیں انالازیہ کیا ہوا کیا بات ہے؟" میں بے شک اس وقت شدید ذہنی بحران میں مبتلا تھی لیکن نہ جانے کہاں سے میرے اندر یہ صلاحیت پیدا ہو گئی کہ میں موقع کی نزاکت کو سمجھ لوں خالد کی یہاں موجودگی یہ لفافہ اور یہ سارا ماحول میرے ہوش اڑا دینے کے لئے کافی تھا لیکن میں نے آگے کی جانب قدم بڑھا دیئے امیر عزیزی خود ہی واپس پلٹا اور بولا۔ "تم کہاں رہ گئی تھیں انالازیہ مجھے اچانک ہی احساس ہوا کہ میرے قدموں کی آواز میں تمہارے قدموں کی آواز شامل نہیں ہے۔" میں نے انتہائی مشکل سے اسے جواب دیا۔ "میرا لباس ایک مجسمے میں پھنس گیا تھا امیر۔"

"آؤ آؤ میں تمہارے ساتھ چلتا ہوں۔" اس نے کہا میرے وجود کی کپکپاہٹوں کا کوئی ٹھکانہ نہیں تھا خالد کا دیا ہوا لفافہ میری مٹھی میں بھنچا ہوا تھا اور میں نہیں چاہتی

تھی کہ وہ امیر عزیزی کی نگاہوں میں آئے بہرحال اس وقت مجھ پر جو کچھ بیت رہی تھی میرا دل ہی جانتا تھا نہ جانے کیوں اس وقت خالد سے شدید ہمدردی اور محبت کا احساس ہوا اس کا یہاں نظر آ جانا خواب کی سی بات لگتی تھی نظر کا دھوکا معلوم ہوتا تھا یہ کیسے ممکن ہے یہاں اس عالم میں اس پُراسرار اور ہولناک ماحول میں وہ یہاں کیسے ہو سکتا ہے لیکن مٹھی میں دبا ہوا لفافہ یہ احساس دلا رہا تھا کہ یہ سب کچھ ہوا ہے سب کچھ سچ ہے۔ بے اختیار دل میں شدید خواہش ابھری کہ یہاں رکوں اور اس سے باتیں کروں عزیزی پر لعنت بھیج دوں لیکن جانتی تھی کہ یہ ممکن نہیں ہے امیر عزیزی اپنی بکواس لگائے ہوئے تھا اسے میرے رک جانے سے کسی طرح کا شبہ نہیں ہوا تھا کچھ دیر کے بعد ہم اس احاطے سے باہر نکل آئے کچھ فاصلے پر ہماری گاڑی کھڑی ہوئی تھی اور حسان بونٹ سے ٹکا ہوا ہماری واپسی کا انتظار کر رہا تھا۔

"یہ اتفاق ہے کہ اس وقت یہاں کوئی سیاح نہیں ہے۔ کیا تم نے کوئی اور گاڑی دیکھی حسان!"

"نہیں کوئی نہیں امیر۔" حسان نے کہا اور پچھلا دروازہ کھول دیا۔

"حالانکہ ایسا کم ہی ہوتا ہے خصوصاً چاندنی راتوں میں اکثر سیاح یہاں فرعونی جلال دیکھنے آتے ہیں آؤ بیٹھو۔" امیر نے کہا ہم دونوں کے بیٹھنے کے بعد حسان نے ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ کر گاڑی اسٹارٹ کی اور اسے واپس موڑ لیا۔

"اس جگہ آ کر دل کی خواہشیں شدت اختیار کر لیتی ہیں اور مزید انتظار مشکل ہوتا جاتا ہے آہ کتنی شدت سے میں بدلنے والے وقت کا منتظر ہوں تم خاموش کیوں ہو انالازیہ..........؟"

"مجھ پر سحر طاری ہے امیر۔" میں نے کہا۔

"ہاں یہ وادی سحر ہے۔" عزیزی ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ میں نے کئی بار پلٹ کر پیچھے دیکھا بے چارہ خالد نہ جانے کیسے یہاں آیا ہوگا نہ جانے کیسے یہاں سے واپس جائے گا اس ہولناک ماحول میں وہ یہاں تنہا ہے۔ بڑی ہمت کی بات ہے کلیجہ پھٹ سکتا ہے خوف سے لیکن اس نے صرف مجھ سے ملاقات کے لئے یہ سب کچھ کیا ہے بہت بڑی بات ہے اس کا مطلب ہے کہ اسے میرے بارے میں سب کچھ معلوم ہے وہ صحیح معنوں میں میرے لئے سرگرداں ہے۔ ظاہر ہے اتنی اہم اور مشکل جگہ وہ مجھ سے ملاقات نہیں کر سکتا تھا پتہ نہیں اس لفافے میں کیا ہے پتہ نہیں۔ بہت سی سوچیں بہت

سے خیالات دل میں آ رہے تھے امیر عزیزی کی قربت اس وقت زہر لگ رہی تھی دل مچل رہا تھا تڑپ رہا تھا میں کسی بھی طرح خالد سے تفصیلی ملاقات کر لوں اخبار کی اس خبر کو بھولی نہیں تھی جس میں میرے فرار کی داستان تھی خالد کا تذکرہ بھی تھا اس میں اور اسی وقت مجھے یہ خیال آیا تھا کہ وہ صرف میری وجہ سے روپوش ہوا ہے نہ جانے کس طرح قاہرہ میں پولیس کی نگاہوں سے بچ کر وقت گزار رہا ہوگا میرا معاملہ تو امیر عزیزی نے سنبھال لیا تھا لیکن اس کے لئے مفرور حالت میں پولیس کی نگاہوں سے بچ بچ کر زندگی گزارنا کتنا مشکل ہو رہا ہوگا۔ احمق ہے دیوانہ ہے آخر کیوں میرے لئے وہ اس قدر ایثار کر رہا ہے صاف الفاظ میں تو کہہ چکی ہوں اس سے کہ میری طبیعت میں بے پناہ ضد ہے اسی ضد نے تو مجھے تباہ و برباد کیا ہے اگر یہی ضد نہ کرتی تو ان مصیبتوں میں کیسے پڑتی میں اسے کیسے قبول کر سکتی ہوں وہ کسی اور کی امانت ہے کتنا ہی کچھ کر لے میرے لئے احسان مند ہو سکتی ہوں اس کی لیکن شاید دل سے اسے کبھی نہ چاہ سکوں کیونکہ اس نے میری چاہتوں کا مذاق اڑایا ہے۔

امیر عزیزی نے پھر کچھ کہا اس کی آواز کی بھنبھناہٹ میرے کانوں تک بے شک پہنچی تھی لیکن الفاظ نہیں سمجھ سکی تھی اس نے ایک نگاہ مجھے دیکھا اور پھر خاموشی سے سامنے دیکھنے لگا کچھ دیر کے بعد ہم محل میں واپس پہنچ گئے امیر عزیزی نیچے اترتا ہوا بولا۔

"بہتر ہے کہ اب تم آرام کرو انالازیہ لیکن اپنی رات بادشاہوں کی وادی کے تصور کی نذر نہ کر دینا تم عام شخصیت نہیں ہو تمہیں اپنی قلمرو کے اہم ترین معاملات سنبھالنا ہوں گے۔ ہاں اگر دل چاہے تو مستقبل کی منصوبہ بندی کر سکتی ہو لیکن اس کے لئے دن کا وقت ہی بہتر ہوگا۔" پھر ایک مخصوص جگہ پہنچ کر اس نے مجھے الوداع کہا اور اپنی آرام گاہ کی جانب بڑھ گیا۔ کم از کم اس کم بخت میں اتنی انسانیت ضرور تھی کہ اس نے مجھے اس ذہنی بیماری کے علاوہ اور کسی قسم کا صدمہ نہیں پہنچایا تھا وہ درحقیقت ایک ہوشمند دیوانہ تھا ہر معاملے میں ٹھیک لیکن نہ جانے کیوں اس پر فرعونیت کا بھوت سوار ہو گیا تھا۔ ویلی آف کنگز میں جو کچھ دیکھا تھا اس کا سحر خالد کے اس طرح مل جانے سے ٹوٹ گیا اور اب میں اس کے دیئے ہوئے لفافے کو کھولنا چاہتی تھی۔ کمرے کا دروازہ بند کر کے میں نے وہ لفافہ چاک کیا اور اس میں رکھا ہوا پرچہ نکال لیا میری نظریں اردو میں لکھی اس تحریر پر بے صبری سے دوڑنے لگیں۔

"روشن جمال.........

نہ کوئی تمہید کروں گا نہ کسی کیفیت کا اظہار......... تم کسی بھی طلسم میں گرفتار ہو مجھ پر صرف تمہارا طلسم طاری ہے ہزار کوششوں کے باوجود تم سے چشم پوشی نہیں کرسکا تم گم ہوگئیں تو مجھ پر دیوانگی طاری ہوگئی زاغ اگر رہنمائی نہ کرتا تو شاید میرے فرشتے بھی تمہارا سراغ نہ لگا سکتے اس نے مجھے تمہارے بارے میں بتایا اور تمہاری ایک حماقت کی نشاندہی کی جس کی وجہ سے تم ان مشکلات کا شکار ہوئی ہو میں تو اس بارے میں کچھ نہیں جانتا لیکن وہ کہتا ہے کہ اس نے تمہیں ایک محافظ سونپا تھا جس سے بے اعتنائی اور جس کی بے قدری نے تمہیں اس حالت میں پہنچایا ہے ورنہ وہ تمہارا پورا پورا تحفظ کرتا۔ زاغ نے اس محافظ کا نام ارطن طلائی بتایا ہے بہرحال زاغ اب مادی شکل میں نہیں ہے بلکہ وہ بھی نادیدہ حیثیت اختیار کرگیا ہے اس کی آواز مجھے ہواؤں میں سنائی دیتی ہے اس لئے میں اپنی کوششوں سے اس سے نہیں مل سکتا بس وہ جب چاہتا ہے مجھ سے نادیدہ شکل میں مل لیتا ہے شاید وہ میرا تحفظ کررہا ہے ورنہ میں اب تک مصری پولیس کے ہاتھ لگ گیا ہوتا۔ میں نے اس سے درخواست کی ہے کہ وہ تمہیں اس مشکل سے بچائے اس نے وعدہ کیا ہے اور کہا ہے کہ مقدور بھر کوشش کرے گا دیکھیں اونٹ کس کروٹ بیٹھتا ہے اپنے بارے میں کچھ لکھنا تمہارے لئے بے مقصد ہوگا اس لئے خداحافظ۔ مشکل حالات سے بددل نہ ہونا تمہیں کوئی جسمانی نقصان پہنچا تو زندگی تم پر نچھاور کردوں گا تمہاری مشکلات کے حل کے لئے مسلسل کوشاں ہوں۔"

خالد۔

سکتہ طاری ہوگیا تھا یہ خط پڑھ کر وہ تاثر اور گہرا ہوگیا تھا جو راستے بھر طاری رہا تھا۔ اس نے درحقیقت اپنی زندگی داؤ پر لگادی تھی میرے لئے......... بہت مشکل تھا یہ سب کچھ اتنا کوئی کسی کے لئے نہیں کرسکتا تھا۔ یہ سب کسی لگن ہی سے کیا جاسکتا ہے کوئی بھی لالچ کسی کو اس طرح زندگی کھونے پر آمادہ نہیں کرسکتا۔ اس کے بعد اس خط میں کئے گئے انکشافات نے اپنے بھنور میں پھنسالیا......... زاغ نادیدہ شکل اختیار کرگیا ہے۔ زاغ ایک انوکھا کردار تھا۔ اگر اس کی سنائی ہوئی کہانی پر یقین کرلیا جائے تو پھر خود سے متعلق پوری داستان پر یقین کرنا پڑے گا۔ زعورس طہابی کی داستان تو ان

تمام انوکھی باتوں سے منسلک تھی جن پر یقین نہیں آتا تھا۔ پھر وہ سنہرا زیور' جسے زاغ نے میرا محافظ قرار دیا تھا......... کون کون سی باتوں کو نظرانداز کروں۔ اس زیور کی ناقابلِ یقین تحریک میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھی تھی۔ مجھے وہ سنہری لڑکی بھی یاد تھی۔ خدایا کس طلسم میں گرفتار ہوگئی ہوں میں۔ اس سے نکلنے کا کوئی ذریعہ ہے کہ نہیں......... آنکھوں میں آنسوؤں کی دھندلاہٹ آگئی۔ خالد کا چہرہ بار بار ذہن میں ابھر رہا تھا۔ پتہ نہیں اسے کس حد تک تفصیل معلوم ہے پتہ نہیں وہ امیر عزیزی کے جنون کو جانتا ہے یا نہیں۔ اور زاغ' اس کی سنائی ہوئی کہانی تو کچھ اور تھی۔ میں بھلا اناالازیہ کہاں سے ہوسکتی ہوں اور سب سے حیرت ناک بات یہ تھی کہ کہیں ایک لفظ معلوم ہوئے بغیر مجھے قدیم مصری زبان کیسے آگئی۔ یہ مجھ سے متعلق سب سے تعجب خیز بات تھی میرے لئے۔

دماغ بری طرح دکھنے لگا۔ حسبِ معمول ان باتوں سے کوئی نتیجہ نہیں اخذ کرسکی۔ پھر اس خط کا خیال آگیا بے شک یہ اردو میں ہے لیکن خطرناک ہوسکتا ہے مصر میں کسی اردو داں کا مل جانا غیر ممکن تو نہیں ہوسکتا۔ خالد بھی خطرے میں پڑ جائے گا۔ میں نے سب سے پہلے اس خط کو پرزے پرزے کیا اور واش روم میں جاکر اسے پانی میں بہادیا پھر بستر پر لیٹ کر گہری سوچوں میں گم ہوگئی۔ دیکھو آگے کیا ہوتا ہے خالد سے دوسری ملاقات کہاں ہوتی ہے۔ اس رات خالد کو خواب میں دیکھتی رہی۔ ماحول میرے شہر کا تھا خالد میرے ساتھ تھا اور نینا دور کھڑی حسرت بھری نظروں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔

☆------☆------☆

دوسرے دن امیر عزیزی کے بھروسے پر ناشتے کے کمرے میں پہنچی تو امیر کا موڈ بے حد خراب نظر آیا۔ کسی بات پر ملازموں کو ڈانٹ رہا تھا۔ مجھے دیکھ کر اس نے گردن خم کی اور غلاموں سے کمرے سے باہر نکل جانے کے لئے کہا۔ غلام باہر چلے گئے۔

"کوئی نہیں بتاسکتا مجھے......... کسی کے پاس اس بات کا جواب نہیں ہے کہ زمانہ قدیم میں اس عورت کا کیا کردار تھا۔ اس وقت یہ کون تھی۔ میری دوست تھی یا دشمن......... آہ اس کا پتہ نہیں چلتا۔"

"کون عورت ہے وہ عزیزی.........؟" میں نے کرسی پر بیٹھ کر پوچھا۔

"میری چچی.......... خاتون البانہ.........."

"یہ کون ہے اناتوخ.......... تم نے مجھے ان سے کبھی نہیں ملایا.........."

"آہ.......... دعا کرو انالازیہ کہ وہ وقت کبھی نہ آئے۔ دعا کرو کہ ایسا کبھی نہ ہو ورنہ وہ سارے کھیل بگاڑ دے گی۔"

"کیا وہ بھی اسی محل میں رہتی ہے..........؟"

"دعا کرو ایسا کبھی نہ ہو.......... اف.......... ناشتہ کرو.......... مجھے اس کے پاس جانا ہے۔ وہ اسکندریہ میں رہتی ہے۔"

"تمہیں اس کے پاس جانا ہے..........؟"

"ہاں اس کے قاصد آئے ہیں۔ آج بڑی منحوس صبح کا آغاز ہوا ہے۔"

"تم جانے سے انکار کردو.........."

"میں بے حد بزدل انسان ہوں۔ دنیا بھر میں اس کے سوا کسی سے نہیں ڈرتا نہ جانے کیوں میرے دل پر بچپن سے اس کا خوف طاری ہے میں نہیں چاہتا کہ وہ اس محل میں قدم رکھے ورنہ تباہی آجائے گی۔"

"وہ یہاں کبھی نہیں آئی..........؟"

"کبھی نہیں.......... ورنہ تمہیں یہ آباد نہ نظر آتا۔ اصل میں اس نے میری پرورش کی ہے اس نے مجھے مار مار کر جوان کیا ہے۔ پتہ نہیں وہ مجھ سے نفرت کرتی ہے یا محبت.......... حالانکہ سبحان الناصر اور فیضان الناصر کے ساتھ اس کا رویہ حقیقی ماؤں جیسا ہے.......... اف.......... اس بار نہ جانے کیا کیا سوالات کرے مجھ سے۔"

"یہ دونوں کون ہیں..........؟" میں نے پوچھا۔

"میری چچی کے بیٹے.......... دونوں انتہائی اوباش طبع ہیں' کون جانے وہ اس وقت بھی قاہرہ کے کسی ہوٹل میں مقیم ہوں۔ افسوس میں تمہیں اس وقت ان لوگوں کے بارے میں زیادہ کچھ نہیں بتا سکتا مجھے جانے کی تیاریاں کرنی ہیں۔"

"تمہاری واپسی کب تک ہوگی امیر..........؟"

"ہو سکتا ہے کل ورنہ پرسوں ضرور واپس آجاؤں گا مجھے کوئی عمدہ بہانہ درکار ہے۔ خیر وہ ہوجائے گا۔ اچھا جان عزیزی اب میں تم سے رخصت چاہتا ہوں' حسان تمہارا خیال رکھے گا بہتر ہوگا کہیں باہر نہ جاؤ اور میری واپسی کا انتظار کرو.........."

"اگر میرا دل گھبرائے تو کیا میں حسان کے ساتھ قاہرہ کے دلچسپ مقامات کی سیر نہیں کرسکتی۔ جیسے دریائے نیل میں بنا ہوا قاہرہ ٹاور.........." میں نے اس خیال سے کہا کہ ممکن ہے اس طرح مجھے خالد سے دوبارہ ملاقات کا موقع مل جائے۔

"میرے خیال میں یہ بہتر نہ ہوگا۔ اس کے لئے تم میری واپسی کا انتظار کرو۔"

میں خاموش ہوگئی۔ دوپہر کو عدلہ نے بتایا کہ امیر سکندریہ جاچکا ہے۔ ان دونوں لڑکیوں پر قطعی اعتبار نہیں کیا جاسکتا تھا۔ اس لئے اب میں دل کی کوئی بات ان سے نہیں کرتی تھی۔ شام کو چھ بجے کے قریب حسان امینی میرے پاس آیا اور بہت نرم لہجے میں بولا۔ "اپنے کمرے سے باہر نکلئے عالیہ.......... ایک ہی جگہ وقت گزارتے ہوئے آپ کا دم گھٹتا ہوگا.........."

"شکریہ امینی.......... میں ٹھیک ہوں۔"

"باہر موسم بے حد خوشگوار ہے اس کے علاوہ مجھے آپ سے اہم گفتگو کرنی ہے۔ ممکن ہے دوبارہ اس کا موقع نہ ملے۔" میں نے چونک کر اسے دیکھا تو اس نے آنکھیں بند کرکے گردن ہلائی اور بولا.......... "ہاں بعض لمحات بے حد قیمتی ہوتے ہیں بشرطیکہ انہیں گنوانہ دیا جائے۔"

"ٹھیک ہے تم چلو' میں آتی ہوں.........."

"تنہا آئیے.......... میں آپ کا منتظر ہوں۔" کچھ دیر کے بعد میں باغ میں پہنچ گئی۔ اس نے مجھے احترام سے خوش آمدید کہا اور بڑے ادب سے ایک جگہ بیٹھنے کی پیش کش کی۔ پھر خود بھی مجھ سے چند قدم کے فاصلے پر بیٹھ گیا۔

"خاتون بعض لوگوں کو ساری زندگی اپنے مزاج اور خواہش کے برعکس جینا ہوتا ہے۔ میں خود کو انہی میں سمجھتا ہوں۔ مجھے امیر عزیزی کے لئے بہت سے ایسے کام کرنے پڑتے ہیں جنہیں میرا دل نہیں قبول کرتا لیکن آپ کو یقیناً اس کا علم نہ ہوگا کہ میں خاتون البانہ کا زر خرید غلام ہوں۔ ان کا اور اس خاندان کا قدیم غلام.......... مجھے حکم ہے کہ امیر کی وفاداری کروں اور ان کی کسی جائز اور ناجائز بات سے انحراف نہ کروں۔"

"مجھے یہ سب کچھ کیوں بتا رہے ہو..........؟"

"اس لئے کہ میرا دل آپ کی طرف سے صاف ہوچکا ہے۔"

"کیا مطلب..........؟" میں نے چونک کر پوچھا وہ کچھ دیر خاموش رہا پھر

بولا............ "پچھلے دنوں میں آپ کے بارے میں خفیہ طور پر تحقیق کرتا رہا ہوں مجھے یہ علم ہوگیا ہے کہ آپ ایک معصوم خاتون ہیں اور کسی سازش کے تحت یہاں نہیں پہنچیں.........."

"تمہاری تمام باتیں الجھی ہوئی ہیں حسان امینی.......... میری سمجھ میں کچھ نہیں آتا۔"

"صرف ایک بات کی یقین دہانی چاہتا ہوں۔"

"کہو.........؟"

"میرا کچھ بھی کہا آپ کے خلاف نہیں ہوگا.......... لیکن آپ سے ہمدردی بھی مجھے آپ سے کچھ کہنے پر مجبور کر رہی ہے۔ آپ مجھ سے وعدہ کریں کہ آپ امیر باسط سے کچھ نہ کہیں گی۔"

"کہو.......... میں وعدہ کرتی ہوں کہ امیر سے کچھ نہ کہوں گی.........."

"کیا آپ اس بات پر یقین رکھتی ہیں کہ آپ زمانہ قدیم کے مصر کی کوئی ملکہ ہیں.........؟" اس نے سوال کیا اور میں چند لمحات کے لئے ساکت رہ گئی.......... بڑا ٹیڑھا سوال تھا.......... میرے لئے خطرناک بھی ہوسکتا تھا لیکن اب خطرناک ہو بھی تو جہنم میں جائے کچھ نہ کچھ تو ہونا ہی ہے۔

"نہیں میں یقین نہیں رکھتی.......... بالکل یقین نہیں رکھتی.........."

"تب آپ اس کا اعتراف کیوں کرتی ہیں۔"

"تم سے زیادہ اس بارے میں اور کون جانتا ہے؟ کیا تمہیں علم نہیں ہے کہ مجھے کس قدر بے بس کردیا گیا ہے۔ بتاؤ میرے پاس کون سا راستہ ہے کیا تم خود اس بارے میں دھمکیاں نہیں دے چکے ہو.......... تم مجھے بتاؤ کیا تم زمانہ قدیم کے پروہت ہو.........؟"

"نہیں اور میں نے آپ کو دھمکی بھی نہیں دی ہے میں ایک غلام ہوں صرف ایک زر خرید غلام.......... یہ جواب ہے میرا' آپ کی سمجھ میں آگیا۔"

"لیکن یہ سب کیا ہے حسان.......... آخر یہ سب کیا ہے؟"

"آپ مجھ سے وعدہ کرچکی ہیں کہ اس گفتگو کو راز میں رکھیں گی۔ امیر باسط عام حالت میں ذہین انسان ہیں بہترین کاروباری لیکن نہ جانے کیوں ان کے دماغ کی گہرائیوں میں یہ خیال جما ہوا ہے کہ وہ زمانۂ قدیم کے حکمراں ہیں اور وہ دوبارہ مصر

کے مالک ہوں گے۔ انہوں نے اس خیال کو یقین بنالیا ہے اور آپ نے خود دیکھا ہے انہوں نے اپنے تمام راستے اسی سمت موڑ دیئے ہیں۔ اس معبد کی تعمیر میں جو کچھ خرچ ہوا ہے وہ ناقابلِ یقین ہے۔ اس کے تحت لاکھوں پاؤنڈ تنخواہوں کی مد میں ہر ماہ خرچ ہوتے ہیں۔ اس دیوانگی نے اس معصوم لڑکی کو زندگی سے محروم کردیا۔ آہ.......... فردوسہ.......... وہ.......... وہ۔" حسان کی آواز بھرا گئی۔

"اسے تم نے زہر دیا تھا حسان.........."

"نہیں.......... بالکل نہیں لیکن آقا غلام کے بارے میں جو کچھ بھی کہے وہی سچ ہوتا ہے۔"

"فردوسہ کو زہر کس نے دیا.........؟"

"خود امیر باسط نے.......... اسی جنون کے عالم میں.........."

"اوہ.........." میں نے آہستہ سے کہا کچھ دیر خاموش رہی' پھر میں نے کہا۔

"امیر کہتے ہیں کہ ارمناس کی وادی میں ہوجانے والی رات کو ان پر یہ انکشاف ہوا سنہری بگولوں میں نمودار ہونے والے دروازے کے دوسری طرف انہوں نے اپنا ماضی دیکھا.........."

"مصری قدامت پرستوں کے ایک محدود طبقے میں ارمناس کے ریگستانوں کے بارے میں یہ روایات پائی جاتی ہیں لیکن یہ کوئی خاص بات نہیں ہے مصر کی ہواؤں میں آج تک زمانۂ قدیم کے اثرات رچے ہوئے ہیں کون سی روایت میں کیا سچائی ہے فیصلہ مشکل ہے۔"

"امیر کا کہنا ہے کہ اس رات تم بھی اس کے ساتھ تھے؟"

"ہاں مجھ پر بھی بے ہوشی طاری ہوگئی تھی لیکن ہمیں ساتھ ہی ہوش آیا تھا۔"

"کیا تم نے ماضی میں قدم نہیں رکھا.........؟"

"نہیں خاتون.......... خدا نے مجھے صحیح الدماغ رکھا بعد میں آقا کا حکم ملا کہ میں ان کا ہم آواز بن جاؤں۔"

"گویا وہ سب کچھ.........؟"

"آپ صاحبِ عقل ہیں خاتون.........." حسان امینی بالکل بدلا ہوا نظر آرہا تھا۔

"کیا دیوانگی لاعلاج ہے؟"

"شاید نہ ہو لیکن رُوئے زمین پر انہیں سمجھانے والا کون ہے۔"

"خاتون البانہ بھی نہیں..........؟"

"وہ بیوہ خاتون ہیں اپنی عزت سے ڈرنے والی امیرا اپنے والدین کی چھوڑی ہوئی بے پناہ دولت کے وارث ہیں خاتون ڈرتی ہیں کہ کوئی ان پر انگلی نہ اٹھادے۔"

"حالانکہ امیر عزیزی ان سے ڈرتے ہیں۔"

"تھوڑا بہت فرض پورا کرتی ہیں وہ آخر انہوں نے امیر کی پرورش کی ہے اس کے باوجود وہ امیر کو زیادہ سرزنش نہیں کرتیں صرف اپنی عزت کی خاطر.........."

"عجیب کہانی ہے حسان امینی۔"

"لیکن آپ اس داستان میں کیوں شامل ہوگئیں خاتون معاف کیجئے گا پہلے میں کچھ اور سمجھا تھا۔"

"کیا..........؟" میں نے دلچسپی سے پوچھا۔

"میری گستاخی معاف کردیجئے پہلے وہ دونوں بوڑھے فرشتے بن کر امیر سے ملے اور انہوں نے انکشاف کیا کہ انالازیہ مصر میں وارد ہوگئی ہے انہوں نے اخبار کی تصویر کے ذریعہ آپ کی نشاندہی کرکے امیر کو مختلف حوالوں سے یقین دلایا کہ آپ انالازیہ ہیں اور امیر کا دور واپس آنے والا ہے۔ انہوں نے کچھ ایسی معلوماتی گفتگو کی کہ امیران سے بہت متاثر ہوگئے۔ اس کے بعد آپ کو معلوم ہے کہ کیا ہوا میں امیر کا ایک مہرہ ہوں اور انہی کی زبان بولتا ہوں میری کیا مجال تھی کہ میں امیر کی خواہش کے خلاف کچھ بول سکتا۔ انہوں نے آپ کو انالازیہ کہا میں نے اس کی تصدیق کی لیکن میرا خیال کچھ اور تھا؟" وہ رکا تو میں نے پوچھا۔

"کیا خیال تھا تمہارا..........؟"

"میں سمجھتا تھا کہ یہ ٹھگوں کا کوئی گروہ ہے جو تین افراد پر مشتمل ہے پہلے دو ٹھگوں نے امیر عزیزی کو اپنے سحر میں جکڑا امیر اکثر اخبارات و رسائل میں اپنے بارے میں یہ انکشاف کرتے رہے ہیں کہ ان کا رابطہ قدیم روحوں سے ہے اور روحیں انہیں بتاتی ہیں کہ وہ اناتوخ اول ہیں بالآخر مصر کی حکمرانی انہیں ملے گی اور وہ قدیم دور واپس لے آئیں گے۔"

"اخبارات امیر کے یہ بیانات چھاپتے رہے ہیں۔" میں نے تعجب سے پوچھا۔

"ہاں وہ جانتے تھے کہ دوسرے دن انہیں خرید کر دریائے نیل میں غرق کردیا

جائے گا اور کوئی ان کا پُرسانِ حال نہ ہوگا دولت کی طاقت کا اعتراف کون نہیں کرتا۔"

"خیر.......... آگے کہو۔"

"میں نے سوچا تھا کہ آپ تینوں مل کر امیر سے دولت اینٹھنا چاہتے ہیں اور امیر کے خلاف کوئی بہت بڑا فراڈ ہونے جارہا ہے لیکن اس وقت میرے ذہن کو جھٹکا لگا جب آپ نے معبد کے دونوں ستونوں کو ایمیناس کے فرشتے کہہ کر انہیں مسمار کرنے کا حکم دیا اس کے بعد ان دونوں فرشتوں کی گرفتاری کے احکامات مجھے ملے اور پھر قید خانے میں آپ نے ان سے ملاقات کی' میں معافی کا خواستگار ہوں کہ آپ کی ملاقات کے دوران آپ کے حکم پر میں وہاں سے ہٹ تو ضرور گیا تھا لیکن وہاں سے دور نہ گیا اور میں آپ لوگوں کی باتیں سنیں ان سے مجھ پر یہ انکشاف ہوا کہ آپ ان بوڑھوں کی سازش میں شریک نہیں تھیں بلکہ انہوں نے ایک نامعلوم مقصد کے تحت آپ کو بھی اس جال میں پھانسا ہے۔ مجھے شدید حیرت ہوئی اس کے بعد میں نے آپ کے بارے میں خفیہ تحقیق کی اور میرے خیال کی تصدیق ہوگئی اسی وقت سے میں مسلسل کوشاں تھا کہ کسی طرح آپ سے تنہا ملاقات کروں یہ اتفاق ہے کہ خاتون البانہ نے غیر متوقع طور پر امیر کو طلب کرلیا اور مجھے یہ موقع مل گیا۔"

"اف میرے خدا.......... کیا ہی الجھی ہوئی داستان ہے میری' حسان تم بھی انسان ہو کیا صرف اس غلامی ہی کو زندگی سمجھتے ہو تم.........."

"نہیں خاتون۔"

"کیا انسانیت کے نام پر تم میری مدد نہیں کرسکتے؟"

"میں نے اسی جذبے کے تحت یہ خطرہ مول لیا ہے اور آپ کو ساری حقیقت بتا دی ہے لیکن کچھ باتیں میرے ذہن میں الجھن بنی ہوئی ہیں۔"

"کیا..........؟"

"آپ نے یہ کیوں تسلیم کرلیا کہ آپ انالازیہ ہیں..........؟"

"کیا کرتی میں کمزور ہوں' بے سہارا ہوں' کوئی مددگار نہیں ہے میرا' خطرات میں گھری ہوئی تھی' ہمت نہیں تھی مجھ میں ان حالات میں زندگی گزارنے کی امیر کی ہاں میں ہاں ملا کر میں اس کا اعتماد حاصل کرنا چاہتی تھی اور.......... اور موقع پاکر یہاں سے نکل بھاگنا چاہتی تھی۔"

اب بھی آپ کا یہی ارادہ ہے.........؟"

"ہاں......... تمہارے سامنے یہ اعتراف کرتے ہوئے میں خطرہ نہیں محسوس کرتی اگر تم نے میرے خلاف کوئی قدم اٹھایا تو......... پھر......... میں بھی تمہیں نہیں چھوڑوں گی۔" میں نے کہا۔

"آپ کو اس کا حق حاصل ہو گا خاتون میں بھلا آپ کے خلاف کیوں قدم اٹھاؤں گا لیکن یہاں سے بھاگ کر آپ کہاں جاتیں.........؟"

"اپنے ملک کے سفارت خانے میں وہاں سب کچھ بتا کر حکومت سے مدد مانگتی اور پھر......... اپنے وطن واپس چلی جاتی۔"

حسان اپنی سوچ میں ڈوب گیا پھر بولا۔ "میں آج بھی اپنے آقا کا وفادار ہوں لیکن میں آپ کی مدد بھی کرنا چاہتا ہوں کیا آپ میری مدد قبول کریں گی؟"

"کیا مدد کر سکتے ہو تم میری.........؟"

"وہی جو آپ چاہتی ہیں' میں خود آپ کو آپ کے ملک کے سفارت خانے تک پہنچا کر آؤں گا لیکن میں یہ نہیں چاہوں گا کہ میرے آقا پر آپ کے اغوا کا الزام عائد ہو آپ کو علم ہے کہ وہ پاگل پن میں مبتلا ہیں اور سب کچھ عالم دیوانگی میں کر رہے ہیں میں انہیں بھی بچانا چاہتا ہوں اس کے علاوہ یہ بھی نہیں چاہتا کہ میں خود پھنس جاؤں امیر باسط کو اگر یہ علم ہو جائے گا کہ میں نے آپ کی مدد کی ہے تو پھر میرا زندہ رہنا مشکل ہو گا آپ کو میری پوزیشن کا اندازہ ہو رہا ہے نا.........؟"

"ہاں۔" میں نے آہستہ سے کہا۔

"تین تین ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں مجھ پر ایک بے بس خاتون کی مدد اپنے آقا کو قانون کے شکنجے سے بچانا اور اپنے آپ کو آقا کے عتاب سے......... چنانچہ میں ایک خواہش کرنا چاہتا ہوں۔"

"بتاؤ۔"

"چند روز توقف فرمالیں مجھ پر اعتماد کریں کوئی ایسی ترکیب نکال لوں گا کہ یہ سب کچھ بآسانی ہو جائے۔"

"مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے حسان......... ظاہر ہے یہاں میرے نگراں تم ہو تمہیں دھوکا دے کر ہی یہاں سے نکلتی اب تم ہی مدد پر آمادہ ہو تو پھر ٹھیک ہے تمہاری ہدایت کے بغیر میں کچھ نہیں کروں گی۔"

"آہ......... میں اس وقت کو مبارک سمجھتا ہوں بہت سی مشکلات کا حل دیا ہے ان لمحات نے اب آپ آرام کریں آپ جو چاہتی ہیں وہی ہو گا بہت جلد......... یقیناً بہت جلد........."

"شکریہ حسان......... خدا تمہیں اس نیکی کا اجر دے گا۔" میں نے کہا اور وہاں سے اٹھ گئی۔

☆------☆------☆

امیر باسط عزیزی تیسرے دن واپس آ گیا مجھے نغمہ نے اس کی آمد کی اطلاع دی تھی امیر مجھ سے فوراً ملنے نہیں آیا اس ملاقات کے بعد حسان نے بھی مجھ سے کوئی ملاقات نہیں کی تھی بلکہ وہ مجھے نظر تک نہیں آیا تھا۔ ظاہر ہے مصروف ہو گا اور پھر وہ اپنے منصوبے کے تحت مجھ سے قربت کا اظہار بھی نہ کرنا چاہتا ہو گا امیر باسط کی آمد کی اطلاع مجھے کوئی دس بجے دن کو ملی تھی لیکن شام چھ بجے تک باسط عزیزی مجھ سے ملنے نہیں آیا پھر سوا چھ بجے کے قریب وہ میرے کمرے میں داخل ہوا ایک نگاہ میں اس کا چہرہ کچھ بدلا بدلا سا محسوس ہوا۔ دروازے پر رک کر وہ مجھے کچھ دیر عجیب سے انداز میں گھورتا رہا تھا پھر دروازے سے ہٹ کر اس نے دروازہ بند کر دیا میرے دل کو دھچکا سا لگا تھا نہ جانے اس پر کیا بھوت سوار ہے وہ مڑا اور الجھے الجھے قدموں سے چلتا ہوا ایک کرسی پر آ کر بیٹھ گیا۔

"آپ اسکندریہ ہو آئے امیر؟" میں نے پوچھا۔

"ہیں......... ہاں!" وہ کھوئے کھوئے سے لہجے میں بولا۔

"خیریت سے ہیں.........؟"

"خیریت.........؟ شاید نہیں.........!"

"کیا بات ہے.........؟"

"کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا......... الجھ گیا ہوں تم میری الجھن میں کوئی مدد کر سکتی ہو اچانک ہی یوں محسوس ہو رہا ہے جیسے بالکل تنہا رہ گیا ہوں۔"

"کوئی خاص بات ہے.........؟" میں نے متجسس لہجے میں پوچھا اس نے جواب نہیں دیا بلکہ دیر تک ایک سنہری برتن پر نگاہ جمائے کچھ سوچتا رہا پھر بولا۔ "تمہارا کیا نام ہے.........؟"

"جی.........؟" میں اچھل پڑی۔

"کیا نام ہے تمہارا..........؟"

"آپ مجھے انالازیہ کہہ کر پکارتے ہیں امیر.........."

"ہاں لیکن اس سے پہلے بھی تو تمہارا کوئی نام تھا ہم نے پہلے تمہیں فردوسہ کہہ کر پکارا پھر تمہیں انالازیہ کے نام سے روشناس کرایا فردوسہ تمہیں اس لئے کہا گیا تھا کہ اس نام سے تمہیں اپنی تحویل میں لینے کا جواز پیدا کیا جائے اس کے بعد میں نے تمہیں انالازیہ کا نام دیا اور تم نے اس سے شدید انحراف کیا اس سے پہلے تمہارا کیا نام تھا..........؟"

"کیوں پوچھ رہے ہیں امیر..........؟" میں نے بے چینی سے کہا۔

"سخت الجھن میں ہوں بہت پریشان ہوں بہتر ہو گا اس وقت مجھے صرف جواب دو کوئی سوال نہ کرو مجھ سے.......... بتاؤ تمہارا نام کیا تھا..........؟"

"روشن جمال۔"

"تمہارا کوئی ماضی ہو گا اتنی عمر ہے تمہاری کچھ واقعات ہوں گے، رشتہ دار، ان کے ساتھ گزری ہوئی زندگی..........؟"

"ہاں کیوں نہیں..........؟"

"اس زندگی میں تمہیں کبھی یہ احساس ہوا کہ تم وہ نہیں ہو جو محسوس کرتی رہی ہو تم.......... کوئی ایسی بات جس سے تم نے محسوس کیا ہو کہ تمہارا تعلق زمانۂ قدیم سے ہے۔"

"نہیں.......... میں نے کبھی ایسا محسوس نہیں کیا۔" میں نے جواب دیا اور وہ سوچ میں ڈوب گیا۔ پھر بولا۔ "اور اب..........؟"

"کیا بات ہے امیر، مجھے کچھ نہیں بتائیں گے۔"

"میں پاگل نہیں ہوں مجھے یاد ہے تمہارے ساتھ زبردستی کی گئی ہے مگر تم نے زمانہ قدیم کی زبان کہاں سے سیکھی اچانک ہی تم نے خود کو انالازیہ تسلیم کر لیا ایک بات بتاؤ.......... کیا میرا ذہنی توازن خراب لگتا ہے تمہیں..........؟"

"آپ کی باتوں میں ربط نہیں ہے امیر آپ واقعی بے حد پریشان لگتے ہیں۔"

"فیصلہ کرنا مشکل ہو رہا ہے مجھے یوں لگتا ہے جیسے کچھ ہے کوئی ایسی بات جو میری سمجھ میں نہیں آ رہی۔ وہ دونوں سنو تم نے کہا تھا وہ جھوٹے فرشتے ہیں گویا وہ زمانۂ قدیم میں تھے وہ جھوٹے سہی، ہمارے دشمن سہی لیکن وہ ہماری اصلیت کے شناسا ہیں

وہ ہمارا ماضی جانتے ہیں۔" اس نے نچلا ہونٹ دانتوں میں دبا لیا کچھ دیر اسی طرح بیٹھا رہا پھر اٹھ گیا۔

"کہاں جا رہے ہیں امیر..........؟" میں نے پوچھا۔

"ممکن ہے میں دماغی مریض ہوں، ممکن ہے کوئی سازش کی گئی ہو میرے ساتھ میں آؤں گا کچھ دیر کے بعد آؤں گا تمہارے پاس۔" وہ اٹھا اور تیز قدموں سے باہر نکل گیا میں منہ پھاڑے دروازہ دیکھتی رہ گئی تھی البتہ مجھے فوراً احساس ہوا تھا کہ اس میں کوئی تبدیلی ہوئی ہے کوئی ایسی بات ہوئی ہے جس نے اسے خود پر غور کرنے پر مجبور کر دیا ہے پتہ نہیں یہ میرے حق میں اچھا ہو گا یا خراب..........

بہت دیر گزر گئی وہ واپس نہیں آیا میں انتظار کرتی رہی یہاں تک کہ کئی گھنٹے گزر گئے تب میں خود ہی دروازہ کھول کر باہر نکل آئی عدلہ اور نغمہ بدستور موجود تھیں۔

"امیر کہاں ہیں..........؟"

"شاید کمرہ طعام میں گئے ہیں۔"

"ہوں۔" میں نے کہا اور آگے بڑھ گئی میرے دل میں شدید تجسس جاگا ہوا تھا ایک عجیب سی بے چینی محسوس ہو رہی تھی کمرہ طعام خالی تھا ایک ملازم میز سجا رہا تھا۔

"امیر نہیں آئے..........؟"

"نہیں.......... شاید نہ آئیں آپ کے لئے کھانا لگا دوں..........؟"

"نہیں.......... حسان کہاں ہیں..........؟"

"وہ محل میں موجود نہیں ہیں۔"

"امیر مجھے طلب کریں تو مجھے اطلاع دینا۔" میں نے کہا اور واپس اپنے کمرے کی طرف چل پڑی بڑی سنسنی سی محسوس ہو رہی تھی، رگیں کھنچی کھنچی لگ رہی تھیں کمرے میں داخل ہو گئی اپنے بستر پر پاؤں لٹکا کر بیٹھ گئی۔ کیا ہوا ہے۔ آخر کیا ہوا ہے، کیا اس شخص کو ہوش آ رہا ہے، کیا وہ اس دماغی دورے سے آزاد ہو رہا ہے جس کے زیر اثر یہ خود کو اناتوخ سمجھنے لگا تھا، اسکندریہ میں اسے کسی اور ذہنی حادثے سے دوچار ہونا پڑا ہے کیا، اگر ایسا ہو گیا تو مجھ پر اس کے کیا اثرات مرتب ہوں گے بہت غور کیا، میرے حق میں برا نہیں ہو گا ممکن ہے مجھے اس کی مدد حاصل ہو جائے وہ بااختیار انسان ہے میں ہر مشکل سے آزاد ہو جاؤں گی پھر نہ فرار کی ضرورت رہے گی نہ حسان کی مدد کی ہاں بس ایک خطرہ دامن گیر تھا اگر وہ کسی تصدیق کے لئے ڈان

ایرن اور نادر ہاشمی کے پاس گیا تو وہ اسے کسی اور ہی جال میں جکڑنے کی کوشش نہ
کریں میرے اور ان کے درمیان اب باقاعدہ دشمنی تھی اور وہ میرے خلاف ہر
سازش کر سکتے تھے سب کچھ ہو سکتا ہے' ہر جگہ سے کچھ بھی ہو سکتا ہے' کسی بھی سلسلے
میں آخری فیصلہ کرنا مشکل ہے بہت دیر گزر گئی عدلہ نے اندر آنے کی اجازت طلب
کی۔

"کھانا کھا لیجئے عالیہ بہت وقت ہو گیا ہے۔"

"امیر نے کھانا کھا لیا.........؟"

"ہمیں نہیں معلوم۔"

"لے آؤ۔" میں نے کہا اور کچھ دیر کے بعد عدلہ نے کھانا لگا دیا ہلکا پھلکا کھانا کھایا
ان دونوں خود غرض لڑکیوں کو پہلے ہی آزما لیا تھا ان سے کوئی بات کرنا بے معنی تھا
چنانچہ میں نے انہیں گھاس نہیں ڈالی۔ کھانے کے بعد تھوڑی دیر تک سامنے والے
کوریڈور میں ٹہلتی رہی یہ خیال بھی تھا کہ کوئی نظر آ جائے عزیزی یا حسان امینی' لیکن
خاموشی چھائی ہوئی تھی اکتا کر اندر آئی لباس تبدیل کیا اور مسہری پر لیٹ گئی سوچوں
کے بھنور پڑنے لگے امیر مجھ سے بالکل غیر متعلق ہو گیا ہے' اس کے انداز میں وہ کیفیت
بھی نہیں تھی پہلے اس کی نگاہ مجھ پر پڑتی تھی' محبت پاش ہوتی تھی لیکن آج وہ خود میں
کھویا ہوا تھا' اس نے ایک بار بھی غور سے مجھے نہیں دیکھا تھا اونہہ.......... وہ بھاڑ
میں جائے بس مجھے یہاں سے نکال دے خدا کرے وہ ہوش و حواس کی دنیا میں واپس
آ جائے اگر وہ مجھ پر عنایت کرے تو اسی سے خالد کے بارے میں بات کروں گی اس
سے کہوں گی کہ میرا ایک ساتھی بھی ہے جو بے چارہ میری تلاش میں سرگرداں ہے
اور حکومتِ مصر کا مجرم بن گیا ہے اسے بھی میرے ساتھ یہاں سے نکال دے۔ خالد
سے اب مجھے واقعی ہمدردی تھی یہ تسلیم کر لیا تھا میں نے کہ وہ میرے معاملے میں سچا
ہے باقی معاملات اپنی جگہ.......... وطن پہنچ کر بھی میں اس سے قطع تعلق نہیں کروں
گی بلکہ اس سے کہوں گی کہ میرے لئے ہی سہی وہ نینا سے شادی کر لے' میں کسی کی
محبت پر ڈاکہ نہیں ڈال سکتی سب کچھ اپنی جگہ لیکن نینا کا اس پر حق ہے بس ایسی ہی
باتیں سوچتی رہی پھر آنکھوں میں نیند کی دھندلاہٹیں ابھرنے لگیں تیز روشنی بند کرنے
کو جی چاہا ان دونوں خادماؤں کو آواز دینے کے بجائے میں خود اٹھی اور میں نے تیز
روشنی گل کر کے مدھم روشنی والا بلب جلا دیا واپس پلٹی تھی کہ فرش پر کوئی چیز چمکتی

ہوئی نظر آئی مدھم مدھم رنگین روشنیاں.......... چونک کر اس چیز کے قریب پہنچ گئی
مدھم بلب کی روشنی میں بھی وہ خنجر نظر آ گیا تھا جو فرش پر پڑا ہوا تھا میں نے اس چمکدار
برہنہ خنجر کو اٹھا لیا اور اسے حیرت سے دیکھنے لگی۔

یہ یہاں کہاں سے آیا انتہائی قیمتی خنجر تھا جس کے دستے پر ننھے ننھے ہیرے جڑے
ہوئے تھے اور روشنی کی یہ کرنیں انہی ہیروں سے اٹھ رہی تھیں۔ حیرانی سے اس خنجر
کو دیکھنے لگی کس کا ہو سکتا ہے اس سے پہلے تو یہاں موجود نہیں تھا اور پھر اتنا قیمتی اور
نفیس خنجر.......... اچانک ہی خیال آیا کہ یہ امیر باسط العزیزی ہی کا ہو سکتا ہے اسی
کرسی کے پاس پڑا ہوا تھا جہاں امیر اس وقت آ کر میرے پاس بیٹھا تھا یقینی طور پر اپنے
الجھاؤ میں وہ اس کی جانب توجہ نہیں دے سکا کوئی ایسی اہم بات نہیں تھی جس پر حیرت
ہوتی میں تھوڑی دیر تک اس کی بناوٹ کا جائزہ لیتی رہی دستے کو مٹھی میں لے کر بھی
دیکھا تھا پتہ نہیں یہ خنجر کسی پر استعمال بھی ہوا ہے یا بس یونہی دکھاوے کے طور پر ہے
بہرحال کل دن میں عدلہ اور نغمہ سے اس کے بارے میں معلومات حاصل کروں گی
اور پھر امیر کو واپس کر دوں گی۔"

خنجر ایک خوبصورت منقش میز پر رکھ کر میں بستر پر آ لیٹی اور ماضی کی سوچوں کو
ذہن میں بسا کر سونے کی کوشش کرنے لگی اور اس کوشش میں' میں جلد ہی کامیاب
ہو گئی تھی۔

☆------☆------☆

ذہن خوابوں سے آزاد رہے تو نیند کا لطف آ جاتا ہے لیکن بعض خواب بھی اتنے
دلکش ہوتے ہیں کہ انسان ان کی آرزو کرے نا آسودہ خواہشوں کی تکمیل ان خوابوں
سے ہو جاتی ہے تاہم میرے دل میں کسی خواب کو دیکھنے کی آرزو بھی نہیں تھی سوتی
رہی اور رات کا نہ جانے کون سا پہر تھا جب اچانک ایک دہشت ناک چیخ میرے کانوں
میں گونجی اور میں چونک پڑی۔

نیم خوابیدہ ذہن کچھ سوچ تو نہ سکا لیکن اچانک ہی میرے سینے پر ایک زور دار
ضرب لگی اور میرے حلق سے بے اختیار آواز نکل گئی ابھی اس ضرب سے نہیں
سنبھلی تھی کہ میرے گھٹنوں پر دوسری ضرب لگی اور پھر کسی کا ہاتھ میرے پیٹ پر آ پڑا
کسی نے زور سے میرے لباس کو مٹھی میں جکڑ لیا اب میں پوری طرح بیدار ہو گئی تھی
کوئی میرے قریب موجود تھا میری مسہری پر تھا اور مجھ پر حملہ آور تھا۔ میرے حلق سے

دہشت آمیز چیخیں نکلنے لگیں اور میں نے پوری قوت سے خود پر آپڑنے والے بوجھ کو دور دھکیلا اور مسہری سے نیچے چھلانگ لگادی میرا حلق چیخنے کی مشین بنا ہوا تھا بے تکے انداز میں مسہری سے نیچے چھلانگ لگائی تھی اس لئے پاؤں اپنے ہی لباس میں الجھ گئے اور میں دھڑام سے نیچے گر گئی اگر نہایت موٹا قالین نہ بچھا ہوتا تو خوب زور سے چوٹ لگتی اٹھنے کی کوشش کی تو پاؤں پھر الجھ گئے چیخیں مسلسل نکل رہی تھیں فوراً ہی دروازہ کھلا نغمہ اور عدلہ دھڑدھڑاتی ہوئی اندر داخل ہوگئیں وہ بھی شاید سوتے سے جاگ کر آئی تھیں اس لئے بدحواس تھیں مجھ سے آٹکرائیں اور پھر خود بھی چیخنے لگیں حواس کچھ اس بری طرح معطل ہوگئے تھے کہ سوچنے سمجھنے کی صلاحیت ہی گم ہوگئی تھی پھر انہیں ہی ہوش آیا عدلہ نے جلدی سے تیز روشنی جلائی اور میں اس وحشت خیز منظر کو دیکھنے لگی پھر اچانک ہی اس کے حلق سے بھی ایک سماعت خراش چیخ بلند ہوئی اور وہ چکرانے لگی اس کے منہ سے چیخ کے ساتھ الفاظ بھی نکل رہے تھے۔

”قتل.......... قتل.......... خون.......... خون امیر عزیزی کا خون ہوگیا خون ہوگیا۔“ وہ بے تحاشا سنبھل کر باہر کی جانب بھاگی دروازے سے دھاڑ سے ٹکرائی اور دروازہ کھل گیا وہ باہر نکل گئی ادھر نغمہ پھٹی پھٹی نگاہوں سے میری مسہری کی جانب دیکھ رہی تھی۔ میں نے نہ جانے کس طرح اپنے آپ کو سنبھالا اور پلٹ کر مسہری کی جانب دیکھا اور اس کے بعد میرے بدن پر شدید تھرتھراہٹ پیدا ہوگئی میں نے اپنی صاف وشفاف مسہری کی چادر کو خون سے رنگین دیکھا اور وہ ہوشربا منظر بھی جس نے نہ جانے کس طرح میرے حواس قائم رہنے دیئے ورنہ مجھے پاگل ہوجانا چاہئے تھا امیر عزیزی شب خوابی کے لباس میں ملبوس میری مسہری پر مڑا تڑا پڑا ہوا تھا اس کے سینے میں دستے تک پیوست خنجر صاف نظر آرہا تھا اس کے اعضاء اب بھی متحرک تھے لیکن بس ان میں ہلکی سی پھڑپھڑاہٹ تھی جیسی جان نکلتے وقت ہوا کرتی ہے آنکھیں چڑھی ہوئی تھیں' دونوں ہاتھ مڑ گئے تھے' چہرہ بے حد بھیانک ہوگیا تھا پھر دیکھتے ہی دیکھتے اس کے بدن کی یہ پھڑپھڑاہٹ بھی ختم ہوگئی یقینی طور پر صرف چند لمحے قبل یہ خنجر اس کے سینے میں پیوست کیا گیا تھا اور یہ وہی تھا جس نے شدید تکلیف کے عالم میں میرے سینے پر ہاتھ مارا تھا اور اس کے بعد اس کا شدت تکلیف سے تڑپتا ہوا جسم بار بار میرے جسم سے ٹکرایا تھا غالباً اب اس کی مشکل آسان ہوگئی تھی وہ دم توڑ چکا تھا اور ساکت تھا۔ عدلہ کی چیخیں باہر سنائی دے رہی تھیں اور اس کے ساتھ ہی مختلف

آوازیں.......... جبکہ نغمہ جو خود بھی الجھ کر نیچے گری تھی' اپنی جگہ ساکت سینے پر ہاتھ باندھے پھٹی پھٹی آنکھوں سے درودیوار کو دیکھ رہی تھی۔ میں چکراتی ہوئی ایک دیوار سے جا ٹکی عدلہ کے ساتھ آس پاس موجود چند ملازم دوڑتے ہوئے آئے اور پھر خود بھی امیر کی خون میں ڈوبی ہوئی لاش کو دیکھ کر چیخنے دھاڑنے لگے دیکھتے ہی دیکھتے پورا محل روشن ہوگیا چاروں طرف سے آوازیں ابھرنے لگیں اور اس کے بعد لاتعداد افراد میرے کمرے میں گھس آئے میں پتھرا گئی تھی اور اپنی جگہ دیوار سے لگی ہوئی کھڑی تھی جو کچھ ہو رہا تھا سچی بات یہ ہے کہ پوری طرح سمجھ میں بھی نہیں آرہا تھا کچھ ہی دیر گزری کہ حسان امینی اندر داخل ہوگیا اس نے اندر موجود لوگوں کو دیکھا اور غرائی ہوئی آواز میں بولا۔

”تم سب یہاں کیوں آمرے' باہر نکلو.......... میں کہتا ہوں باہر نکلو تم سب..........“ بہت سے لوگ کان دبائے دروازے سے باہر نکل گئے تھے۔

حسان امینی نے مسہری کے قریب پہنچ کر امیر عزیزی کی لاش کو دیکھا پھر گلوگیر لہجے میں بولا۔ ”آہ.......... آقا قتل کردیئے گئے آہ.......... میرے مالک کو ہلاک کردیا گیا عدلہ' نغمہ کہاں مرگئیں تم..........“ دونوں لڑکیاں برے حال اندر آگئیں۔

”فراہی کہاں ہے..........؟“ حسان پھر دھاڑا۔

”میں باہر موجود ہوں سالار۔“ باہر سے آواز آئی۔

”اندر آؤ..........!“ امین نے کہا اور محل کا ایک اور منتظم اندر آگیا۔ ”امیر قتل ہوگئے ہیں پولیس کمشنر شہابی کو فون کرکے خبردو۔“

”جی سالار۔“

”اور سنو' فوراً ہی خاتون البانہ کو اس سانحے کی اطلاع کرو۔“

”جی سالار۔“

”کیا جی جی کر رہے ہو جلدی جاؤ پہلے کمشنر کو فون کرکے خبردو اور پھر خاتون البانہ لو..........“ فراہی باہر نکل گیا اس دوران امینی نے ایک بار بھی مجھ پر نظر نہیں ڈالی نی مجھ میں تو نہ ہلنے جلنے کی سکت تھی اور نہ بولنے کی.......... یہ سب کچھ مجھے ایک داب ہی معلوم ہو رہا تھا محل میں کہرام مچا ہوا تھا۔ اچانک ہی وفاداروں کو خیال آیا کہ یر کی موت پر رونا بھی ضروری ہے چنانچہ باہر سے رونے کی آوازیں بلند ہوئیں اور رایسا شور وغوغا مچا کہ الامان الحفیظ۔

میرے پیروں کی جان نکلی جارہی تھی پھر جب مجھ سے کھڑا نہ رہا جاسکا تو میں دیوار ہی کے سہارے اپنی جگہ بیٹھ گئی۔ مراحل طے ہوتے رہے میری ذہنی قوتیں واپس آتی جارہی تھیں اور میں اب اس انتہائی سنگین صورتِ حال کو سمجھ رہی تھی ایک خاص بات جو میں نے محسوس کی تھی وہ یہ تھی کہ امینی نے ایک بار بھی مجھ سے نظر نہیں ملائی تھی اس کے چہرے پر میرے لئے رحم کے آثار نظر نہیں تھے اور یہ کیفیت اس کی اس گفتگو سے بالکل مختلف تھی جو اس نے مجھ سے کی تھی۔ کیا ہے یہ سب کچھ ناقابلِ یقین نہ سمجھ میں آنے والا۔

پھر ایک توانا ادھیڑ عمر شخص کمشنر کے لباس میں اندر داخل ہوگیا اس کے ساتھ دو افراد اور تھے امینی نے اسے دیکھ کر افسردگی سے کہا۔

"آہ............ شہابی' امیر باسط العزیزی قتل کردیئے گئے۔"

پولیس کمشنر نے ایک نظر کمرے کے ماحول پر ڈالی' مجھے دیکھا' چند لمحات مجھ پر نگاہیں جمائے کھڑا رہا پھر آہستہ آہستہ بڑھتا ہوا مسہری کے قریب پہنچ گیا ہاتھ لگائے بغیر اس نے باسط العزیزی کو قریب سے دیکھا اور اس کے بعد امینی کی طرف دیکھ کر بولا۔

"لاش اسی عالم میں پائی گئی ہے' کسی نے اس میں کوئی تبدیلی تو نہیں پیدا کی............؟"

"نہیں۔" امینی نے بھاری آواز میں جواب دیا۔

پولیس کمشنر شہابی نے اپنے ساتھ آنے والے دونوں افراد میں سے ایک سے کہا۔ "فوٹو گرافر کو اندر بلالو۔" وہ شخص دروازے کی جانب بڑھ گیا اور غالباً فوٹو گرافر کو آواز دینے لگا پولیس کمشنر نے کہا۔ "میں نے محل کے چاروں طرف ناکہ بندی کرادی ہے فکر نہ کرنا حسان امینی' کوئی شخص باہر نکل کر نہیں جاسکے گا۔"

"آہ............ شاید اس کی ضرورت ہی نہ پیش آئے۔" حسان امینی نے مدہم لہجے میں کہا پھر پولیس کمشنر شہابی میری جانب متوجہ ہوا اور بولا۔ "یہ کون خاتون ہیں............؟"

"اس کی تفصیل تمہیں بعد میں بتادی جائے گی شہابی............"

"کیا اسکندریہ میں خاتون البانہ کو اس بارے میں اطلاع دے دی گئی............؟"

"ہاں............ انہیں ٹیلیفون کیا گیا ہے فراہی ابھی آکر مجھے بتائے گا کہ خاتون

البانہ نے اس بارے میں کیا جواب دیا ہے۔" کچھ دیر کے بعد فوٹو گرافر اندر آگیا اور اس نے مسہری پر پڑی ہوئی لاش کی مختلف زاویوں سے تصاویر بنانا شروع کردیں میں اب بھی ایک تماشائی کی مانند ان تمام مناظر کو دیکھ رہی تھی۔ ذہن کے پردوں سے عجیب عجیب خیالات ٹکرا رہے تھے اور یہ احساس پوری طرح ہوچکا تھا کہ میں ایک بار پھر کسی بہت بڑے جال میں گرفتار ہوچکی ہوں اور یہاں اس عمارت میں میرا کوئی بھی ہمدرد نہیں ہے یقینی طور پر میری زندگی کا ایک اور مشکل دور شروع ہوچکا ہے دیکھیں اب اس سلسلے میں مزید کیا ہوتا ہے۔

فوٹو گرافر اپنا کام مکمل کرچکا حسان امینی کی آواز ابھری۔ "فراہی' فراہی کہاں مر گیا............ فراہی۔" محل کا منتظم اندر آگیا حسان بولا۔ "خاتون البانہ کو فون کیا............؟"

"جی سالار بڑی مشکل سے رابطہ قائم ہوا ہے۔"

"کیا بات ہوئی............؟"

"امیر سبحان الناصری نے کہا ہے کہ وہ قاہرہ آنے کی تیاری کرکے جلد از جلد پہنچ رہے ہیں ان کے آنے سے قبل کوئی عمل نہ کیا جائے۔" حسان نے پولیس کمشنر کو دیکھا اور بولا۔ "خاتون البانہ کے آنے سے قبل کچھ کرنا مناسب نہ ہوگا۔"

"جیسا پسند کیا جائے تاہم میری رائے ہے کہ لاش کو سنبھال لیا جائے تاکہ وہ اس کیفیت میں اکڑ نہ جائے ہم تصاویر بنا چکے ہیں آپ امیر کے مردہ جسم کو سنبھال کر سیدھا کردیں بلکہ میں اپنی نگرانی میں ایسا کرائے دیتا ہوں اجازت ہو تو اس خنجر کو امیر کے سینے سے نکال لیا جائے۔"

"پولیس بہتر سمجھتی ہے۔ خنجر کے دستے پر قاتل کی انگلیوں کے نشانات محفوظ رکھے جائیں۔"

"ہاں یقیناً!" کمشنر نے کہا پھر دوسری کارروائیاں ہونے لگیں لاش کو سیدھا کرکے لٹا دیا گیا پولیس کمشنر بولا۔ "میں مزید کچھ لوگوں کو اطلاع کرنا ضروری سمجھتا ہوں قتل کسی معمولی شخصیت کا نہیں ہے مصر کے بہت بڑے سرمایہ دار کو زندگی سے محروم کردیا گیا ہے۔"

"آپ جو مناسب سمجھیں کرتے رہیں کمشنر' میں ذہنی طور پر معطل ہوں۔" امینی نے کہا۔ کمشنر باہر نکل گیا کچھ دیر کے بعد وہ دوبارہ اندر آگیا تھا۔

"پولیس کے اعلیٰ افسران پہنچ رہے ہیں آپ براہ کرم ان کے لئے ہدایات جاری کردیں۔"

"فراہی جانتا ہے کہ اسے کیا کرنا ہے۔" حسان امینی نے کہا۔ پولیس کمشنر نے ایک بار پھر مجھے دیکھا اور حسان سے بولا۔ "یہ خاتون وہاں کیوں بیٹھی ہیں ان کا تعارف نہیں کرایا آپ نے حسان امینی............"

"قاتل کو قاتل ہی کہنا مناسب ہے کمشنر اور کیا کہہ کر اس کا تعارف کراؤں یہ میرے مالک کی قاتل ہے۔" حسان امینی نے نفرت بھرے لہجے میں کہا۔

حسان امینی کے الفاظ ناقابل یقین تھے۔ سماعت انہیں تسلیم نہیں کر رہی تھی۔ اس نے کچھ اور کہا ہے۔ ضرور اس نے کچھ اور کہا ہے وہ میرے بارے میں سب کچھ جانتا ہے۔ وہ مجھ سے ہمدردی کا اظہار کرچکا ہے۔ وہ میری مدد کرنا چاہتا ہے۔ ایسی بات وہ نہیں کہہ سکتا وہ ہمدرد انسان ہے لیکن اس کی آنکھوں سے جھانکنے والی نفرت ان الفاظ کی تصدیق کر رہی تھی۔ میں حیران نگاہوں سے حسان کو دیکھنے لگی۔ شاید کمشنر کو بھی اس کی سماعت نے دھوکہ دیا تھا۔

"کیا کہا آپ نے مسٹر امینی؟" کمشنر بولا۔

"یہ لڑکی۔ یہ لڑکی میرے مالک کی قاتل ہے کمشنر۔ افسوس امیر باسط اپنی نادانی کا شکار ہوگئے۔"

"لیکن............؟" کمشنر نے کہا۔

"آپ اس کی حالت نوٹ نہیں کررہے کمشنر۔ دیکھئے اسے یہ بدنصیب ہے کہ اسے فرار کا راستہ نہیں مل سکا۔ امیر کی دلدوز چیخوں نے مستعد محافظوں کو فوراً یہاں پہنچادیا۔ ورنہ یہ ضرور نکل جاتی۔ اس کے علاوہ میں نے اسے اس کے ساتھیوں کی مدد نہ حاصل ہونے دی۔ اسے یقین ہوگا کہ وہ پائیں باغ میں اس کے منتظر ہوں گے۔ شاید یہ اب بھی انہی کا انتظار کر رہی ہے۔"

"آپ نے مجھے حیران کردیا ہے مسٹر امینی۔" کمشنر بولا۔

"کاش اپنے آقا کی موت کا انتقام لینے کا حق مجھے دے دیا جائے۔ میں نے زندگی میں کسی چڑیا کے بچے کو بھی نہیں مارا لیکن کمشنر، میں تین افراد کو قتل کرنا چاہتا ہوں۔ کمشنر مجھے اس کی اجازت دے دیں۔" امینی کی آواز بھرا گئی۔ کمشنر نے اس کے شانے پر تھپکی دے کر اسے خود پر قابو پانے کی تلقین کی۔

میرے دل کی دھڑکنیں بے قابو ہو رہی تھیں۔ سر اس بری طرح چکرا رہا تھا کہ میں بیٹھے بیٹھے جھومنے لگی تھی۔ کمشنر نے اپنے ایک ساتھی سے موبائل طلب کیا اور مدھم لہجے میں کسی سے باتیں کرنے لگا۔ پھر فون بند کرکے اس نے امینی سے کہا۔

"میں نے لیڈی پولیس فورس طلب کی ہے۔ ویسے آپ سے درخواست ہے مسٹر امینی کہ اعلیٰ افسران کے سامنے اس طرح کی کوئی بات نہ کریں۔ کیا خیال ہے اس لڑکی کو کہیں اور منتقل کردیا جائے۔"

"جیسا آپ مناسب سمجھیں۔"

"ہرگز نہیں۔ بکواس کرتے ہو تم۔ میں کہیں نہیں جاؤں گی۔ بکواس مت کرو۔ تم سب۔ تم سب۔" میں نے اٹھنے کی کوشش کی۔ دیوار کا سہارا لیا لیکن کم بخت پاؤں بے جان تھے۔ وہ میرے بدن کا بوجھ سنبھالنے سے عاری تھے۔ میں گر پڑی۔ پولیس کمشنر نے پستول نکال کر مجھ پر تان لیا تھا۔

"خبردار...... ساکت رہو۔ ورنہ............"

اسی وقت فراہی دوڑتا ہوا اندر داخل ہوگیا۔ "اعلیٰ حکام آگئے ہیں۔" کمشنر ذرا مستعد ہوگیا۔ پھر جلدی سے بولا۔ "اسے سنبھالے رکھو۔ میں ان لوگوں کا استقبال کرتا ہوں۔" وہ باہر نکل گیا۔

☆------☆------☆

میں نے آنکھیں بند کرلی تھیں۔ جو کچھ میں کرنا چاہتی تھی نہیں کر سکتی تھی۔ میرے اعصاب بالکل ساتھ چھوڑ گئے تھے۔ چند افراد اندر داخل ہوئے۔ کمشنر نے کافی باتیں باہر ہی کرلی تھیں۔ یہاں داخل ہو کر نو واردوں نے صرف امیر باسط کی لاش دیکھی۔ اس کے ساتھ تصویریں بنوائیں۔ میری طرف کسی نے توجہ نہیں دی تھی۔ ایک شخص نے کہا۔

"ملک ایک بہت بڑی شخصیت سے محروم ہوگیا۔"

لاش کب اٹھوائیں گے کمشنر............؟"

"صبح سے پہلے ممکن نہیں ہے سر۔"

"کیوں............؟"

"خاتون البانہ کی آمد ضروری ہے۔"

"وہ سرد خانے میں اسے دیکھ سکتی ہیں۔"

"انہوں نے درخواست کی ہے۔"

"خیر صبح ہونے میں زیادہ دیر نہیں ہے۔ آپ اپنی تحقیق کی رپورٹ جلد پیش کیجئے۔"

"میں بذات خود اس قتل کی تفتیش کروں گا۔"

"اپنی سابقہ روایات برقرار رکھئے۔"

"پوری کوشش کروں گا جناب۔" پولیس کمشنر نے نیازمندی سے کہا۔ رسمی باتیں کرکے وہ لوگ چلے گئے۔ اس کے بعد پولیس کمشنر نے دروازہ اندر سے بند کرلیا۔ اس نے اپنے ساتھیوں کو باہر مستعد رہنے کی ہدایت کردی تھی پھر وہ بولا۔
"میں نے اعلیٰ حکام سے اس کیس کی تفتیش خود کرنے کا وعدہ کیا ہے۔ اب آپ مجھے اس بارے میں مکمل تفصیل بتائیں مسٹر امینی۔"

"مسٹر کمشنر' بڑے انوکھے انکشافات ہیں۔ کاش آقا عزیزی ایک بار سنجیدگی سے میری بات سن لیتے۔ میری باتوں کو مان لیتے لیکن آپ کو شاید ان کے بارے میں علم ہو۔"

"کس بات کا علم.........؟" کمشنر نے پوچھا۔
"امیر باسط العزیزی ایک عجیب سے ذہنی فتور کا شکار تھے عام حالات میں آپ کو علم ہے کہ وہ اپنا کاروبار نہایت خوش اسلوبی سے سنبھالے ہوئے تھے۔ ان کی دماغی کیفیت نارمل تھی لیکن وہ خود کو زمانۂ قدیم کا فرعون سمجھتے تھے۔ فرعون اناتوخ.......!"

"اوہ۔ ہاں مجھے یاد آیا۔ کسی نے مجھ سے تذکرہ کیا تھا۔ ایک بار کسی پارٹی میں ہمیں سیکورٹی کے انتظامات کرنے تھے تو میرے کسی ساتھی نے امیر کے بارے میں ازراہ تمسخر مجھے بتایا تھا کہ دیکھو۔ وہ زمانۂ قدیم کا فرعون ہے اور غالباً یہی نام لیا تھا شاید اناتوخ۔"

"جی.......... یہ بات امیر کے ذہن میں گھر کرگئی تھی۔"

"یعنی پوری سنجیدگی سے؟"

"بالکل سنجیدگی سے۔ انہوں نے باربار اخبارات اور رسائل کو انٹرویو بھی دیئے تھے۔ صرف یہی نہیں بلکہ انہوں نے زرِ کثیر صرف کرکے ایک زیرِ زمین معبد تک بنوایا تھا۔ جہاں انہوں نے قدیم مصر کا ماحول پیدا کیا تھا۔ ہم تو غلام ہیں آقا کی ہدایت تھی کہ

معبد کی بات کہیں باہر نہ جائے مگر.......... یہ ان کی زندگی کی بات ہے۔ اپنے اس جنون کے ہاتھوں وہ زندگی ہار بیٹھے۔ اب کیا چھپایا جائے۔"

"اوہ۔ مائی گاڈ۔ وہ اس قدر سنجیدہ تھے۔"

"اتنے سنجیدہ کہ بالآخر مرگئے۔"

"آپ براہ کرم پوری بات بتایئے۔" کمشنر نے کہا۔

"میرا دل غم سے پھٹ رہا ہے جناب۔ میں نے تو پوری زندگی ان کے قدموں میں گزاری ہے۔ آقا کی اس دیوانگی سے مجھے ہمیشہ یہی خوف دامن گیر رہتا تھا کہ کہیں کوئی جرائم پیشہ گروہ ان کی طرف متوجہ نہ ہوجائے اور ان کی اس دیوانگی سے فائدہ اٹھا کر انہیں مالی زک نہ پہنچائے۔ بالآخر یہی ہوا اس لڑکی کا گروہ تین افراد پر مشتمل ہے۔"

"خوب۔ باقی افراد کہاں ہیں؟"

"اس کے دونوں ساتھی میری قید میں ہیں لیکن مجھے نہیں معلوم تھا کہ یہ آج کوئی بھیانک ارادہ رکھتی ہے۔ میں نے تو انہیں بس مشتبہ حالت میں محل کے ایک گوشے سے گرفتار کیا ہے۔ محل کی سیکورٹی کے انتظامات میرے سپرد ہیں۔ میرا ارادہ تھا کہ صبح کو آقا سے ان کے بارے میں بات کروں گا۔"

"بات میری سمجھ میں نہیں آئی؟" کمشنر نے کہا۔

"دو معمر افراد۔ جن میں سے ایک لنگڑا ہے عجیب سا حلیہ بنا کر محل میں داخل ہوئے اور میرے آقا سے ملے۔ انہوں نے خود کو ایمیناس کے فرشتوں کے نام سے روشناس کرایا اور مصر قدیم کے بارے میں ایسی شاندار معلومات کا مظاہرہ کیا کہ امیر باسط ششدر رہ گئے۔ انہوں نے امیر باسط کو اناتوخ تسلیم کرتے ہوئے انہیں بتایا کہ اناﻻزیہ قاہرہ میں آچکی ہے امیر کو فوراً اسے حاصل کرلینا چاہئے اور بھی بہت سی باتیں انہوں نے امیر سے کہیں اور وہ پوری طرح ان کی گرفت میں آگئے۔ پھر یہ لڑکی یہاں پہنچ گئی اور اس نے بقیہ کسر پوری کردی لیکن مجھے ان تینوں پر شبہ تھا۔ اس کے دو ساتھی یہاں آتے رہتے تھے اور امیر باسط سے عجیب عجیب باتیں کرتے رہتے تھے۔ رات کو وہ مشتبہ انداز میں محل میں داخل ہوئے۔ محافظوں نے انہیں دیکھ لیا۔ اتنی رات گئے وہ اس سے قبل کبھی نہیں آئے تھے اور پھر وہ بھی چوروں کی طرح۔ چنانچہ محافظوں نے انہیں پکڑ لیا اور مجھے اطلاع دی۔ میں نے ان سے ان کی [illegible] وقت آ[illegible]

کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا کہ وہ امیر سے ملاقات کرنے آئے ہیں۔ امیر ا
وقت گہری نیند سو رہے تھے۔ میں نے ان سے کہا کہ صبح کو امیر ہی ان کے بارے م
فیصلہ کریں گے۔ وہ چوروں کی طرح محل میں داخل ہوئے ہیں اور ہمارا فرض ہے
ہم ان کی اس طرح آمد کی تفتیش کئے بغیر انہیں نہ جانے دیں۔ انہوں نے خوب واو
کیا۔ اسی وقت امیر سے ملاقات پر زور دیا لیکن میں نے انہیں قید خانے پہنچا دیا۔
مجھے کیا معلوم تھا کہ امیر کی زندگی خطرے میں ہے۔"

"کیا وہ لوگ تمہاری تحویل میں ہیں؟"

"ہمارا قید خانہ بہت مضبوط ہے۔" حسان امینی نے کہا میرا حلق خشک ہو رہا تھا کوشش کے باوجود منہ سے آواز نہیں نکل رہی تھی۔ حسان امینی نے جس ذہانت سے یہ کہانی گھڑی تھی اس پر میں عش عش کر رہی تھی۔ ایسا خوبصورت جال پھینکا تھا اس نے کہ نکلنا ممکن نہیں رہا تھا۔ گویا اس نے پہلے مجھ سے جو چکنی چپڑی باتیں کی تھیں و فریب پر مبنی تھیں اور اس کے بعد......... مگر پھر یہ قتل۔ امیر باسط کو کس نے قتل کیا ہے۔ کیا حسان امینی نے.........؟ اور اب......... اب کمشنر کو معلوم ہو گا کہ میں ایک مفرور ہوں جس کی تلاش کے لئے پولیس سرگرداں ہے تو یہ کیس مکمل ہو جائے گا۔ جہنم میں جائے جو ہوتا ہے ہو جائے گا۔ میرے کچھ کہنے سے کیا ہو گا۔ امینی بالکل محفوظ ہے۔ کمشنر اس کے سامنے بھلا میری کیا مانے گا۔

"یہ خنجر اس لڑکی کا ہے؟" کمشنر نے پوچھا۔

"نہیں......... امیر کا ہے۔ انہی کے خنجر سے انہیں ہلاک کیا گیا۔ اسے ہمیشہ اپنے ساتھ رکھتے تھے۔"

"ہوں۔" کمشنر نے گہری سانس لے کر مجھے دیکھا پھر حسان سے بولا۔ "آج رات یہ فرار ہو رہی تھی۔ اس کا مطلب ہے کہ اس نے اپنا ٹارگٹ حاصل کر لیا ہے۔"

"اوہ ہاں یقیناً اوہ۔" وہ متجسس نگاہوں سے چاروں طرف دیکھنے لگا۔ پھر کرسی اور مسہری کا جائزہ لینے لگا۔ اچانک وہ مسہری کے پیچھے پہنچا اور اس نے عقب میں ہاتھ ڈال کر کچھ باہر کھینچ لیا۔ سرخ کپڑے کی ایک پوٹلی تھی۔ اس نے اسے کھولا اور اس سے کرنیں پھوٹ پڑیں۔ پھر وہ کمشنر کی طرف دوڑا تھا۔

"یہ کیا ہے؟"

"ہیرے۔ زیورات۔ لاکھوں پونڈ کی مالیت کے زیورات۔" حسان نے سنگین لہجے میں کہا۔ "یہ وہ قیمتی نوادرات ہیں جو امیر انتہائی خفیہ رکھتے تھے۔ خصوصاً یہ ہیرے۔"

"گویا ہمارا اندازہ بالکل درست نکلا۔" کمشنر نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

میں بھی یہ سب کچھ دیکھ رہی تھی۔ اب سب کچھ سمجھ میں آ گیا تھا۔ مجھے حسان جیسے چالاک آدمی نے پھنسایا ہے۔ خنجر کا اس طرح پڑے ملنا اور پھر اس خنجر سے قتل......... اف......... اس نے خاص طور سے ہدایت کی تھی کہ لاش کے سینے سے خنجر اس طرح کھینچا جائے کہ اس سے انگلیوں کے نشانات ضائع نہ ہوں اور یہ نشانات میری انگلیوں کے ہوں گے کیونکہ خنجر میں نے اٹھا رکھا تھا.........! جواہرات کی یہ پوٹلی بھی میرا جرم مکمل کرنے کے لئے رکھی گئی تھی۔ یہ کام حسان کے لئے کیا مشکل تھا لیکن حسان نے یہ سب کیوں کیا ہے۔ کوئی گہری سازش معلوم ہوتی تھی۔ بہت بڑی سازش امیر کا میرے بستر پر پائے جانا جبکہ میں نے کبھی ایسی کوئی برائی نہیں کی تھی۔ اسے میرے بستر پر ہی قتل کیا گیا تھا۔ میں نے اس کی لاش تڑپتے دیکھی تھی۔ سارا عمل مکمل تھا۔ حسان امینی نے کوئی پہلو کمزور نہیں چھوڑا تھا۔ سوال یہ تھا کہ اب کیا کروں۔ ابھی تو کمشنر کو یہ بھی نہیں معلوم کہ میں ایک مفرور لڑکی ہوں۔ بے کار ہے کچھ کہنا بے کار ہے سوائے اس کے کہ وقت کا انتظار کروں۔

کمشنر نے چونکہ اس بڑے آدمی کے کیس کی تفتیش اپنے ذمے لی تھی اس لئے اس نے باقی رات وہیں گزاری۔ اسے خاتون البانہ کا انتظار تھا۔ کوئی سوا سات بجے صبح خاتون البانہ اسکندریہ سے قاہرہ پہنچیں۔ عمر رسیدہ لیکن نہایت حسین نقوش کی مالک تھیں۔ اگر ان کا ماضی موجودہ شکل میں تصور کیا جاتا تو ان میں مصر کی ساحرہ قلوپطرہ کے نقوش پائے جاتے تھے۔ دو تقریباً ہم شکل نوجوان ان کے ساتھ تھے۔ یقیناً یہ سبحان اور فیضان الناصر تھے۔ سب کے چہرے غم واندوہ میں ڈوبے ہوئے تھے۔ خاتون البانہ نے امیر باسط کی لاش دیکھی اور بری طرح سسک پڑی۔ فیضان اور سبحان کے سر بھی جھکے ہوئے تھے۔ ایک لمحے کے لئے دل میں جوار بھاٹا سا اٹھا۔ جی چاہا کہ خاتون البانہ کو بتا دوں کہ قاتل کون ہے لیکن ہمت نہ ہو سکی۔ کمشنر نے اظہارِ ہمدردی کیا اور لاش اٹھانے کی اجازت طلب کی۔

"ہمیں اب اس بے جان وجود کا کیا کرنا ہے کمشنر لیکن میں اس کے قاتل چاہتی

ہوں۔ میری آرزو ہے کہ ان قاتلوں کو میرے حوالے کر دیا جائے' پولیس انہیں بھول جائے۔"

نہ جانے کہاں سے میرے اندر جرأت ابھر آئی۔ میں سنبھل کر کھڑی ہو گئی۔ میں نے غرائی ہوئی آواز میں کہا۔ "ان تمام لوگوں نے مجھے امیر عزیزی کی قاتل قرار دیا ہے خاتون البانہ۔ میں آپ کے سامنے موجود ہوں۔ مجھے اپنی تحویل میں لے لیں اور اپنی وہ آرزو پوری کر لیں جو آپ کے دل میں ہے۔ آپ اپنی اس خواہش سے کیوں محروم ہیں۔"

سب نے چونک کر مجھے دیکھا۔ دونوں نوجوانوں میں سے ایک نے کہا۔ "یہ کون ہے کمشنر؟"

"یہ سچ ہے مسٹر فیضان۔ یہی لڑکی امیر کی قاتل ہے لیکن ابھی ہمیں اس کے بارے میں تفتیش کرنی ہے۔"

"مگر یہ کون ہے؟" خاتون البانہ نے پوچھا۔

"یہ اس سے پوچھنا ہے ہمیں۔"

"کیا یہ سچ ہے کہ اسی نے میرے بھتیجے کو قتل کیا ہے؟" خاتون البانہ نے جذباتی لہجے میں پوچھا۔

"یہ سچ نہیں ہے۔ یہ بالکل جھوٹ ہے لیکن یہ لوگ اسے سچ ثابت کر دیں گے۔ اصل قاتل کو میں جانتی ہوں۔ آپ یقین کریں صرف میں آپ کو اصل قاتل کا چہرہ دکھا سکتی ہوں۔ بشرطیکہ آپ اس کا چہرہ دیکھنا چاہیں دوسری صورت میں آپ بھی ان کی باتوں پر یقین کر لیں۔ انہوں نے مجھے بہت مضبوط جال میں پھانسا ہے۔"

"ہر مجرم خود کو بے گناہ کہتا ہے۔ یہ تو وقت ہی بتائے گا کہ کیا سچ ہے اور کیا جھوٹ۔ مسٹر حسان اب مجھے اجازت دیں۔ میں اس سے زیادہ وقت نہیں دے سکتا۔" کمشنر نے کہا۔

"اوکے کمشنر۔ اس تعاون کا شکریہ............!"

☆------☆------☆

زنانہ پولیس آچکی تھی۔ مجھے اس کی تحویل میں دے دیا گیا اور وہ مجھے ایک بند گاڑی میں لے کر چل پڑی میں نے اب اپنے ذہن کو ہر فکر سے آزاد کر لیا تھا۔ فکر کرنے سے ہوگا بھی کیا۔ میرے بس میں کچھ ہوتا تو کرتی۔ غالباً وہ پولیس ہیڈ کوارٹر کی

ارت تھی۔ مختلف راستوں سے گزار کر مجھے ایک لاک اپ نما کمرے میں پہنچا دیا گیا۔ ے کمرے کے آدھے حصے میں کٹہرا بنا ہوا تھا۔ سامنے کے حصے میں چند میزیں لگی ئی تھیں جن پر چند عورتیں اور مرد بیٹھے ہوئے کام کر رہے تھے۔ لاک اپ میں ایک وچ اور دو کرسیاں پڑی ہوئی تھیں۔ میں کوچ پر جا بیٹھی۔ سر بُری طرح چکرا رہا تھا۔ نکھوں میں نیند بھری ہوئی تھی۔ دونوں ہاتھوں پر چہرہ رکھ کر آنکھیں بند کر لیں اور ھنے لگی۔ نہ جانے اس طرح کتنی دیر گزر گئی۔ پھر لاک اپ کا دروازہ کھول کر ایک ڈی کانسٹیبل اندر داخل ہو گئی۔ ناشتہ لائی تھی۔ اس نے ناشتہ میرے سامنے رکھ دیا۔ ں نے چائے کی طلب محسوس کی اور ایک پیالی چائے اپنے لئے تیار کر لی۔ پھر کوئی یک گھنٹے کے بعد چند لوگ اندر آئے۔ کچھ فوٹوگرافر تھے کچھ اور ٹیکنیشن تھے۔ میرے ئی پوز بنائے گئے اس کے بعد فنگر پرنٹس لئے گئے اور وہ لوگ خاموشی سے اپنا کام رکے چلے گئے۔ کوئی تین بجے یہ کمرہ خالی ہو گیا اور میں کوچ پر دراز ہو گئی۔ سارا بدن وڑے کی طرح دکھ رہا تھا۔ رات بھر کی جاگی ہوئی تھی۔ گہری نیند سو گئی۔ پھر کسی نے نجھوڑ کر جگایا تھا۔ رات ہو چکی تھی کمرے میں بلب جل رہا تھا۔ مجھے جگانے والی ایک ڈی کانسٹیبل ہی تھی۔

"ساڑھے نو بجے ہیں۔ اب جاگ جاؤ۔" اس نے کہا اور میں اٹھ کر بیٹھ گئی۔ میرے ساتھ آؤ۔ تمہیں یقیناً بھوک لگی ہوگی۔"

"نہیں۔ میں ٹھیک ہوں۔"

"آؤ پلیز............ مجھے میری ڈیوٹی سرانجام دینے دو............!" لیڈی کانسٹیبل نے نرم لہجے میں کہا۔ میں اٹھ کھڑی ہوئی۔ وہ مجھے اس کمرے سے نکال کر ایک راہداری میں لائی۔ پھر واش روم لے گئی۔ وہاں سے مجھے ایک اور کمرے میں لے ایا گیا جہاں چھوٹی سی میز پر کھانا لگا ہوا تھا۔

"مجھے واقعی بھوک نہیں لگی۔"

"تمہارا کچھ نہ کھانا کوئی مدافعتی عمل نہ ہوگا۔ آئندہ جو کچھ بھی ہوگا تمہیں اس کے لئے تیار رہنا چاہئے۔ اپنے آپ کو پُرسکون رکھنے کے لئے زندگی کی ضروریات پوری کرنا ضروری ہیں۔ کھانا کھا لو۔"

"کھانے کے لئے مجبور کیا جائے گا؟"

"دیکھو ضد نہ کرو۔ میری بات مان لو۔" لیڈی کانسٹیبل نے کسی قدر پریشانی سے

کہا اور مجھے ہنسی آ گئی۔ چند لقمے زہر مار کئے اور اسے مطمئن کر دیا۔ ہاں کھانے کے بعد جو کافی ملی وہ زیادہ قابلِ توجہ تھی لیکن ابھی میں کافی ختم بھی نہیں کر پائی تھی کہ چار افراد کمرے میں داخل ہو گئے۔

"کیا آپ فارغ ہو چکی ہیں میڈم..........؟"

"جی فرمائیے.........." میں نے کہا۔

"آیئے ہمارے ساتھ..........!" میں بقیہ کافی چھوڑ کر اٹھ گئی اور ان کے ساتھ چل پڑی۔ اس وقت بھی میں پُرسکون تھی اس بار مجھے کافی بڑے کمرے میں لایا گیا تھا۔ یہاں بہت سے افراد مختلف میزوں پر کام کر رہے تھے۔ ایک گوشے میں نیم دائرے کی میز لگی ہوئی تھی۔ اس کے سامنے صرف ایک کرسی رکھی تھی۔ میز کے پیچھے تین کرسیاں تھیں جن میں سے ایک پر پولیس کمشنر بیٹھا ہوا تھا۔ باقی دونوں کرسیوں پر بھی دو افراد بیٹھے ہوئے تھے لیکن ان کے چہرے میرے لئے اجنبی تھے۔ سامنے کی کرسی میرے لئے تھی۔ میں بیٹھ گئی۔ تینوں میرا جائزہ لے رہے تھے۔ پھر ان میں سے ایک نے کہا۔ "آپ کا نام..........؟"

"روشن جمال!"

"تعلق کہاں سے ہے؟" میں نے اپنے ملک کا نام بتا دیا۔

"مصر میں کب داخل ہوئیں؟"

"تاریخ یاد نہیں۔ ڈی پارلو نامی جہاز پر سفر کر رہی تھی جو سمندری طوفان کا شکار ہونے کے بعد یہاں پہنچا تھا۔"

"آپ کو واپس اپنے وطن جانا تھا لیکن آپ ہوٹل سے فرار ہو گئیں۔"

"مجھے ہوٹل سے اغوا کیا گیا تھا۔"

"کس نے اغوا کیا تھا؟"

"وہ جو مجھے امیر عزیزی کے قتل میں ملوث کرنا چاہتے تھے۔ ان میں وہ لوگ بھی شامل ہیں جنہیں میرا ساتھی قرار دیا گیا ہے۔ حالانکہ وہ بھی میرے دشمن ہیں۔ میرا ان سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ یہ کوئی گہری سازش ہے جس میں ایک مہرے کی حیثیت سے مجھے استعمال کیا گیا ہے۔"

"اس سازش کی تفصیل بتایئے۔"

"بہتر ہے۔" میں نے کہا۔ پھر میں نے تھوڑی سی ردوبدل کے ساتھ جس میں

رف وہ احمقانہ کہانی چھپا لی گئی تھی جو میری ذات سے منسوب تھی انہیں سب کچھ بتا یا۔ آخر میں حسان کے بارے میں تفصیل بتاتے ہوئے میں نے کہا۔ "یہ شخص براہ است امیر عزیزی کے قتل میں ملوث ہے بلکہ ممکن ہے اس نے انہیں اپنے ہاتھوں ے قتل کیا ہو۔"

"اور آپ بے قصور ہیں۔" کمشنر نے کہا اور ہنس پڑا۔ دوسرے آدمی نے کہا۔

"یہ معمولی لڑکی نہیں ہو سکتی۔ اس نے بے شک ایک کمزور کہانی سنائی ہے جس ں جگہ جگہ سقم ہیں۔ اس کے باوجود اس نے بڑی احتیاط سے اپنے آپ کو بری الذمہ ار دینے کی کوشش کی ہے۔ لڑکی آخری سوال کا جواب دو۔ ایک اور شخص تمہارے اتھ فرار ہوا ہے۔ وہ تمہارا ہم وطن ہے اور اس کا نام خالد شیخ ہے وہ کہاں ہے؟"

"ایسی کوئی بات مجھے نہیں معلوم..........!"

"وہ تمہارا ساتھی نہیں ہے؟"

"میں نے کہا ایسے کسی شخص کے بارے میں مجھے کچھ نہیں معلوم۔ ویسے کیا پ بین الاقوامی اصول کے مطابق مجھے میرے ملک کے سفارت خانے سے رابطے کی جازت نہیں دیں گے۔"

"سوری۔ ابھی نہیں۔ ہمارے ملک کی ایک اہم شخصیت کے قتل کی مجرم قرار ی گئی ہو تم۔ ہم ابھی اپنی تفتیش میں کوئی مداخلت پسند نہیں کریں گے۔ یہ تفتیش مکمل نے کے بعد ہی تمہاری اس خواہش کا جائزہ لیا جائے گا۔"

"ٹھیک ہے۔ جیسا آپ لوگ پسند کریں..........!"

مجھے قاہرہ جیل بھجوا دیا گیا۔ شاید یہ خصوصی جیل تھی کیونکہ بہت بہتر تھی ورنہ پنے وطن میں جیلوں کی کہانیاں سنی تھیں میں نے۔ بڑا سا ایک کمرہ تھا جس میں تین ہریاں لگی ہوئی تھیں ایک میز اور کرسیاں بھی تھیں ملحق باتھ بھی تھا جو صاف ستھرا ا۔ تین مسہریوں کا مقصد اس وقت سمجھ میں آیا جب نادر ہاشمی اور ڈان ایرن بھی یں پہنچا دیئے گئے۔ میں نے سخت احتجاج کرتے ہوئے کہا۔

"یہ ناجائز ہے۔ میں ان دو ذلیل انسانوں کے ساتھ اس کمرے میں نہیں رہ ی۔" لیکن میرا احتجاج مسترد کر دیا گیا اور انہیں یہاں لانے والے انہیں چھوڑ کر چلے ے۔ دونوں کی حالت کافی خراب نظر آ رہی تھی۔ میں انہیں دیکھ کر ہنس پڑی۔ مگر یں بے غیرتی سے مسکراتے دیکھ کر میرا پارہ چڑھ گیا میں نے نفرت بھرے لہجے میں

کہا۔

"نادر ہاشمی اور منوچہر خلازی تو کبھی میرے لئے محترم نہیں رہے پروفیسر ڈا
ایرن' افسوس اس بات کا ہے کہ کچھ عرصہ میں نے تمہارا احترام کیا ہے تمہیں کچھ ک
ہوئے مجھے اب بھی افسوس ہوتا ہے۔"

"تم نے میرا احترام کیوں ترک کردیا بے بی؟" ڈان ایرن نے پوچھا۔

"تمہارا خود غرض چہرہ مجھے جزیرے پر نظر آگیا تھا تم کسی بھی طرح دوسروں
مختلف نہ ثابت ہوئے۔"

"وہاں اس جزیرے پر کوئی کسی کے لئے کیا کرسکتا تھا۔"

"جسے کچھ کرنا تھا اس نے کیا پروفیسر اس بات کو جانے دو تم ان جرائم پیشہ لوگو
کے ساتھ شامل ہوگئے جو ابتدا سے مجھے نقصان پہنچاتے رہے ہیں۔"

"یہ بھی تمہاری ناسمجھی ہے بے بی اور ابھی تمہیں کوئی سمجھا بھی نہیں سکتا
میں تمہارا قصور نہیں ہے۔ رہی اس کی بات جس نے تمہارے لئے کچھ کیا تو وہ ا
ان گہرائیوں کو کیا جانے ہمارے لئے تم نے جو کچھ کیا اور جو اب ہمارے ساتھ ہو
ہے تمہیں شاید یہ سن کر خوشی ہو کہ یہی ہمارے لئے بہتر ہے خرابی ہوئی ہے تو
ایک۔ کاش ثالث ظاہری بھی ہمارے ساتھ ہوتا۔"

"یہ سب کچھ تمہارے لئے بہتر ہے؟"

"ہاں بے بی۔ اس طرح تمہاری قربت ہمیں حاصل ہے۔"

"تب میں کوشش کروں گی کہ میرے ساتھ تمہیں بھی سزائے موت ہو
کرو پروفیسر تمہاری اس بات نے مجھے ایک راستہ دکھا دیا ہے؟" میں نے دانت پیس
کہا۔

"کیسا راستہ؟"

"میں تو زندگی سے بے زار ہوں کوئی دلچسپی نہیں ہے مجھے اس زندگی سے
بخوشی موت اپنالوں گی تاکہ تمہیں بھی میرے ساتھ موت ملے۔ مزا چکھو تم اپنی
سازشوں کا میں امیر عزیزی کے قتل کا اعتراف کرلوں گی اور یہی کہوں گی کہ یہ ساز
تم دونوں نے مل کر کی تھی اور مجھے اپنا آلۂ کار بنایا تھا میں نے یہ سب تمہارے ایما
تھا۔ کیا سمجھے پروفیسر۔"

"ہاں اس طرح تم بے شک ہمیں نقصان پہنچا سکتی ہو لیکن بے بی ابھی نو عم

شوق کے نشے کو نہیں سمجھتیں تاریخ مصر ہماری زندگی ہے یہ شوق ہے ہمارا اسے جاننے
کی کاوشیں اگر موت سے ہمکنار کردیں تب بھی کیا حرج ہے لیکن یہ خوشخبری سن لو کہ
تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچے گا ان میں سے کوئی تمہارا بال بیکا نہیں کرسکے گا کیونکہ تم
تاریخ کی امانت ہو اگر تمہیں کوئی نقصان پہنچ گیا تو تاریخ مسخ ہوجائے گی ایسا کبھی ہوا
ہے نہ ہوگا۔ نادیدہ ہوائیں تمہاری نگراں اور محافظ ہیں تمہاری زندگی' تمہاری آبرو
اس وقت تک محفوظ ہے جب تک تاریخ اپنا فیصلہ نہ سنا دے۔ ہمارے بارے میں جو
دل چاہے کرو تمہاری مرضی ہے تمہیں بتا دیا تھا ہم نے کہ صرف تمہیں محفوظ رکھنے
کے لئے ہم نے تمہیں ایک مضبوط شخص تک پہنچایا تھا ہمارا خیال تھا کہ وہ اپنے خبط کا
شکار ہوکر تمہیں ہر طرح تحفظ دے گا۔ یہ نہیں معلوم تھا کہ خود اس کے خلاف کوئی
سازش ہوگی اور وہ موت سے ہمکنار ہوجائے گا بات بے شک اس وقت الجھ گئی ہے
لیکن سلجھ جائے گی یہ تمہارا معاملہ ہی نہیں ہے تم تو صرف لمحات کا سفر کررہی ہو وہ
وقت پورا کررہی ہو جو تمہیں تاریخ کی عدالت تک لے جائے گا۔ یہ بھی بتا چکا ہوں
میں تمہیں کہ اگر تم اپنی جگہ سے جنبش بھی نہ کرتیں اپنے شہر میں اپنی پسند کے مطابق
رہتیں تب بھی وقت پورا ہونے پر تمہیں طلب کرلیا جاتا نہ جانے اس وقت راستے
کون سے ہوتے۔"

"بند کرو اپنی بکواس۔ تم نے میرا دماغ خراب کرکے رکھ دیا ہے۔ تم سب پاگل
ہو' دیوانے ہو۔"

"نہیں بے بی ہم دیوانے ہیں احمد کمال سعدی تو دیوانہ نہیں تھا۔"

"مت لو میرے سامنے یہ نام نفرت ہے مجھے اس نام سے۔

"تم ذہنی بحران کا شکار ہو اپنی مسہری پر آرام کرو ہم تمہیں بالکل پریشان نہیں
کریں گے اور سنو جو دل چاہے کرنا ہمیں اعتراض نہ ہوگا ہم تمہاری جیسی تقدیر نہیں
رکھتے پھر بھی بہت کچھ حاصل ہوا ہے بہت سے نئے باب کھلے ہیں یہاں آکر ہماری
کاوشوں کا صلہ مل چکا ہے ہمیں۔ زندگی کہیں نہ کہیں تو ختم ہونی ہی ہے ہم تشنہ نہیں
ہیں۔" میں خاموش ہوکر انہیں دیکھتی رہی۔ شوق واقعی آدمی کو دیوانہ کردیتا ہے ان
لوگوں کا اور کوئی مقصد نہیں تھا اس کے سوا کہ وہ مصر کی قدیم تاریخ کے بارے میں
مزید معلومات حاصل کریں اس کے لئے زندگی وقف کردی تھی انہوں نے۔

☆------☆------☆

دونوں بوڑھے واقعی میرے لئے باعثِ تکلیف نہ ثابت ہوئے بلکہ ان کی موجودگی سے ذہن بٹ گیا تھا ان سے بات چیت تو کرسکتی تھی تقریباً چھتیس گھنٹے گزر چکے تھے اور کسی نے ہم لوگوں سے کوئی رابطہ نہیں کیا تھا۔ پروفیسر ایرن نے کئی بار مجھ سے بات کرنے کی کوشش کی تھی لیکن میں نے ہاں ہوں کر کے ٹال دیا تھا اس وقت سخت بیزاری طاری تھی اور میں مسہری پر پاؤں لٹکائے بیٹھی تھی۔

"چہل قدمی کرنے نکل جاؤ روشنی' ورنہ بیمار پڑ جاؤ گی۔" نادر ہاشمی نے کہا۔

"نہیں میرا دل نہیں چاہتا۔" میں نے جواب دیا جیل میں شام کو پانچ بجے سے چھ بجے تک زیر تفتیش ملزموں کو یہ رعایت دی جاتی تھی مجھ سے بھی کہا گیا تھا پچھلے دن' لیکن میں نے انکار کر دیا تھا۔

"تم نے بلاوجہ اپنی زبان بند رکھی ہے باتیں کرو دل بہلتا ہے۔" ڈان ایرن نے کہا۔

"آپ لوگ بے حد خود غرض ہیں کیا باتیں کروں آپ سے؟"

"صرف ان لمحات کو لے کر بیٹھ گئی ہو تم جو جزیرے پر گزرے تھے اگر ٹھنڈے دل سے غور کرو تو کسی کا قصور نہیں تھا اس لڑکی کو لے لو جو تمہارے ساتھ آئی تھی وہ بھی تم سے دور ہو گئی تھی۔"

"اس سے زیادہ مجھے آپ سے شکوہ ہے انکل ایرن میں طویل فاصلہ طے کر کے آپ کے پاس آئی تھی۔"

"مجھے اعتراف ہے لیکن جزیرے پر سب ایک دوسرے سے بد دل ہو گئے تھے لڑکی وہ وقت گزر گیا۔"

"احمد کمال سعدی نے آپ سے کیا چاہا تھا آپ اب بھی مجھے نہیں بتائیں گے۔"

"اگر تمہارے باپ کے بارے میں کوئی سخت جملہ استعمال کر جاؤں تو برا تو نہیں مانو گی؟"

"بالکل نہیں مجھے ان سے کیا ملا ہے؟"

"تو پھر سنو اس میں کوئی شک نہیں کہ تاریخ مصر پر ریسرچ کرنے والوں میں وہ سرفہرست ہے رُوئے زمین پر اس سے اعلیٰ محقق کوئی نہیں ہے اسے نہ صرف اس تحقیق پر عبور حاصل تھا بلکہ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ اسے دور فراعنہ کے کچھ پُراسرار کرداروں کی ہم نشینی بھی حاصل ہو گئی تھی اور اس کا ان سے رابطہ تھا اس کی لکھی

ہوئی کتابوں میں ایسے اشارے ملتے ہیں لیکن وہ صحیح معنوں میں خود غرض ہے۔ اس نے اپنی قیمتی معلومات عام نہیں کیں اور انہیں اپنے پاس محفوظ رکھا حالانکہ چراغ سے چراغ جلتا ہے اگر ماہر فنون اپنا علم منتقل نہ کرتے تو اب تک سارے علوم فنا ہو چکے ہوتے سعدی نے انتہائی قیمتی معلومات پوشیدہ رکھیں پھر شاید اپنے علم کے سہارے وہ دور قدیم میں پہنچ گیا وہاں وہ کسی مشکل کا شکار ہو گیا اس کے بعد کی کہانی نہیں ملتی۔"

"پھر کیا ہوا انکل؟"

"وہ روپوش ہو گیا لیکن اس کے باوجود اس کی کچھ کتابیں شائع ہوئیں تازہ ترین تحقیق کے ساتھ کوئی اسے نہ پا سکا لیکن کچھ نے کہا کہ وہ نادیدہ شکل میں ہے بہت لوگوں نے اسے تلاش کیا مگر نہ پاسکے۔"

"آپ کو انہوں نے کیا لکھا تھا؟"

"نہ صرف لکھا تھا بے بی بلکہ پرتگال میں اس نے مجھ سے ملاقات بھی کی تھی اور میرا دعویٰ ہے کہ ڈی پارلو پر بھی وہ ہمارے ساتھ تھا اور جزیرے پر بھی اور میں دعوے سے کہتا ہوں کہ یہاں مصر میں بھی وہ موجود ہے نہ صرف وہ بلکہ اس کی نگراں انطاریہ بھی۔"

مجھے جزیرے کے وہ لمحات یاد آ گئے جب میں نے انطاریہ کو دیکھا تھا اور زاغ وہاں پہنچ گیا میں نے ان دونوں کو وہ سب کچھ بتایا اور وہ سخت ہیجان کا شکار ہو گئے۔

"آہ یہ تصدیق ہے نادر ہاشمی تم سن رہے ہو نا گویا ہمارے راستے مبہم نہیں ہیں ہم جو کچھ کر رہے ہیں وہ درست ہے۔"

"آپ کیا کر رہے ہیں انکل؟"

"احمق نہیں ہیں ہم ہمارا کام بھی حسب توفیق جاری رہا ہے اور جاری ہے اس کا مطلب ہے کہ سب کچھ معمول کے مطابق ہو رہا ہے اس کے اشارے سمجھ میں آ رہے ہیں۔ اصل میں اس نے مجھے لکھا تھا کہ وہ ایک تاریخی المیے کا شکار ہو گیا ہے وہ تاریخ کا قیدی بن چکا ہے اور ایک بچی کا بھی' یہ بچی ایک تاریخی تنازع کی حیثیت رکھتی ہے اور سورج کے حساب سے جب وہ ایک مخصوص عمر پائے گی تب ہی اس مشکل کا تصفیہ ہو سکے گا اس نے لکھا تھا کہ وہ وقت قریب ہے اگر ہم اس کے ساتھ ہوئے تو ہمیں بھی زمانۂ قدیم کی ایک جھلک دیکھنے کو مل جائے گی اس نے لکھا تھا کہ وہ اپنے نادیدہ بدن کو بھی روپوش رکھنا چاہتا ہے تاکہ اس کا ایک خاص دشمن اسے نہ پا سکے وہ اسے اس عالم

میں بھی حاصل کر سکتا ہے کیونکہ وہ بھی تاریخ کا ایک پراسرار راز ہے اس نے لکھا
کہ انطاریہ اس کی نگرانی کر رہی ہے اور اگر میں اس کے لئے کچھ کرنا چاہتا ہوں تو ا
کا بہتر صلہ پاؤں گا۔ وہ چاہتا تھا کہ ان کی ممیاں ثالث ظاہری کے پاس پہنچا دی جائی
کیونکہ وہ جانتا ہے کہ آگے کیا کیا جاسکتا ہے۔ میں نے سب کچھ اس کی ہدایت کے
مطابق ہی کیا تھا کاش وہ تھوڑی سی وضاحت اور کردیتا آہ کاش کاش۔"

"مگر وہ ممیاں تو صرف کپڑے کا ڈھیر تھیں انکل۔"

"وہی ان کے نادیدہ اجسام کا گھر تھیں۔"

"وہ ڈی پارلو سے غائب ہوگئیں۔"

"بدبخت زاغ کی وجہ سے زاغ نے انہیں تلاش کرلیا تھا۔"

زاغ کا نام سن کر مجھے زاغ کی کہانی یاد آگئی لیکن اسی وقت یوں محسوس ہوا کہ
جیسے کسی نے میرے منہ پر ہاتھ رکھ کر مجھے خاموش کردیا ہے ورنہ شاید میں انہیں
زعورس طماہی کے بارے میں بھی بتا دیتی۔

"چالیس سال قبل کی ایک کتاب میں ایک وادی کا تذکرہ ملا ہے ہمیں' یہ کتاب
یمن کی ایک عظیم محققہ سیرا یمنی کی کتاب ہے سیرا یمنی بھی پُراسرار طور پر اسی طرح
روپوش ہوگئی تھی۔ پھر اس کا نشان نہیں ملا لیکن اس کی تحقیق میں ایک ایسی وادی کا
تذکرہ تھا جس میں اڑنے والے ریت کے بگولوں میں ماضی کے دروازے کھلتے ہیں کوئی
ان دروازوں کو پالے تو ماضی میں جاسکتا ہے۔"

"کیا؟" میں اچھل پڑی اور وہ دونوں چونک کر مجھے دیکھنے لگے مجھے امیر
عزیزی کی سنائی ہوئی کہانی یاد آئی تھی۔

"کیوں بے بی تم اس بات پر کیوں چونک پڑیں۔"

"اس وادی کا کیا نام ہے؟"

"نہیں معلوم بے بی نہیں معلوم۔"

"کیا یہ روایت درست ہے انکل کیا واقعی یہ روایت درست ہے کہ وادی
ارمناس کے بگولوں میں ماضی کے دروازے کھلتے ہیں۔"

"وادی ارمناس؟" دونوں کے منہ سے بیک وقت سرسراتی آوازیں نکلیں۔

"ہاں اس کے بارے میں امیر عزیزی نے مجھے بتایا تھا ایسے ہی ایک دروازے
سے اندر داخل ہو کر اسے اپنے اناتوخ ہونے کا پتہ چلا تھا میں نے عزیزی کی داستان

انہیں سنائی۔"

"وادی ارمناس آہ یہ وادی تو مصر میں موجود ہے۔"

"یہ روایت مصر میں تسلیم کی جاتی ہے۔"

"ہوسکتا ہے کچھ قدامت پرست بزرگ یہ کہتے ہوں جدید مصر میں اس طرح کا
کوئی تذکرہ نہیں ہے مگر امیر عزیزی وہ تو خبط الحواس تھا جو کچھ وہ کہتا تھا وہ کم از کم
درست نہیں تھا قدیم مصری عقائد میں حیات بعد الموت کا تصور ضرور ملتا ہے لیکن یہ
ہندو عقیدے آواگون سے بہت مختلف ہے اور پھر اگر یہ سب کچھ حقیقی ہوتا تو پھر اس
کی موت کیا معنی رکھتی ہے؟ یہ تو مقدر ہوتا اسے قدیم تاریخ کی صحت کے لئے جینا پڑتا
ہم نے آج تک وادی ارمناس کی روایت کے بارے میں نہیں سنا۔"

"ہوسکتا ہے اس کے قدیم دشمنوں نے اسے دوبارہ نہ جینے دیا ہو۔"

"مگر وہ تمہیں انالازیہ کہتا تھا۔"

"میں اسے بالکل نہیں مانتی مگر ایک ایسی انوکھی بات ضرور ہوئی جس پر میں آج
بھی حیران ہوں۔"

"وہ کیا؟"

"اس نے جبل العمامہ میں ایک مصنوعی معبد بنایا تھا اور میں اس معبد میں جاکر
قدیم زبان بولنے اور سمجھنے لگی تھی جبکہ زندگی میں کبھی اس سے میرا کوئی واسطہ نہیں
رہا۔ میرے والد کی خواب گاہ میں بہت سی ایسی کتابیں تھیں جو قدیم مصری زبان کے
حوالے سے مزین تھیں لیکن کبھی ایک لفظ بھی میری سمجھ میں نہیں آسکا میں اس معبد
میں جاکر اچانک یہ زبان سیکھ گئی یہ کیسے ہوا پروفیسر ایرن؟"

وہ آنکھیں پھاڑے مجھے دیکھتے رہے بہت دیر تک خاموش رہے پھر نادر ہاشمی
ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ "کیا امیر عزیزی بھی قدیم زبان سمجھتا اور بولتا تھا۔"

"ہاں۔"

"اس نے بتایا کہ یہ قدیم زبان اسے کیسے آئی؟"

"اس نے باقاعدہ اسے استادوں سے سیکھا تھا۔"

"تمہیں یاد نہیں کہ تم نے کبھی اس کے لئے کوشش کی ہو؟"

"تصور بھی نہیں کیا میں نے۔"

"آہ کتنے انوکھے انکشافات کئے ہیں تم نے کیا تم اب بھی وہ زبان بول سکتی ہو؟"

"بخوبی' امیر عزیزی بے شک خبط الحواس تھا لیکن اس کی کچھ باتیں بہت پُراسرار تھیں اور میں اپنے اندر پیدا ہو جانے والی اس صفت پر سب سے زیادہ حیران ہوں۔" میں نے قدیم مصری زبان میں کہا اور دونوں بوڑھے دیوانے ہوگئے کچھ دیر کے بعد ڈان ایرن بولا۔

"آج بھی سرزمین مصراتنی ہی پُراسرار ہے جتنی روزِ اول تھی یہاں کیا کیا ہے کون جانے۔"

"روشن جمال کے سلسلے میں تو یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ اس کا تعلق بہرحال مصر کی پُراسرار تاریخ سے ہے اور اسے مصر قدیم کے ایک مقدمے میں پیش ہونا ہے۔ ممکن ہے یہ پُراسرار ہواؤں کی پیش قدمی ہو۔" نادر ہاشمی نے کہا۔

"ہاں شاید!" اس کے بعد دونوں بوڑھے اونگھنے لگے میں اپنا دل کچھ ہلکا ہلکا محسوس کر رہی تھی۔ بے شک وہ دونوں اب بھی میرے لئے قابلِ نفرت تھے۔

☆------☆------☆

میری انتہا پسند فطرت اب کسی طور انہیں مخلصانہ طور پر قبول نہیں کرسکتی تھی حالانکہ اگر فطرتِ انسان کے مطابق غور کیا جاتا تو ڈان ایرن کا کہنا بالکل درست تھا سنز زمرد نے بھی وہی کیا جو ڈان ایرن نے کیا تھا۔ وہاں کوکونٹ آئی لینڈ پر ہر شخص بے بسی کا شکار ہوگیا تھا اس بے بسی نے اسے جھنجلاہٹ میں مبتلا کر دیا تھا کون کس کی خبر گیری کرتا لیکن یہ تصور کرتے ہوئے ایک بار پھر خالد کی صورت نگاہوں میں آگئی وہ تو روزِ اول سے اس وقت سے جب ڈی پارلو پر سفر کا آغاز ہوا تھا میرے ہی لئے مصروف رہا تھا کیا کیا کچھ نہ کیا تھا میں نے اس کے ساتھ۔ ہر طرح سے توہین کی تھی اس کی اور بعد میں خاصی حد تک یہ بات ثابت ہوگئی تھی کہ اب اس کا تعلق براہ راست زاغ سے نہیں رہا ہے لیکن بس یہ میری ضدی فطرت ہی تھی جس کی بنا پر میں نے اسے آج تک کوئی حیثیت نہیں دی تھی وہاں کوکونٹ آئی لینڈ پر بھی اس نے وہ تمام فرائض پورے کئے جو کوئی بے پناہ چاہنے والا کرسکتا ہے۔ بعض اوقات اس کے لئے دل کے گوشے اتنے نرم ہو جاتے تھے کہ مجھے خوف محسوس ہونے لگتا تھا وہ مسلسل میرے لئے سرگرداں تھا کہیں ایسا نہ ہو کہ میں اپنی فکر میں لچک کھا جاؤں لیکن اس خیال پر خود ہی ہنسی آنے لگتی تھی میری زندگی کی ڈور تو اتنی الجھی ہوئی تھی کہ کوئی اگر اس پر پاؤں بھی رکھتا تو خود الجھ جاتا جیسے مجھ سے متعلق یہ چند افراد الجھے ہوئے تھے۔

وہ دونوں اونگھتے رہے اور میں بھی ان کے ساتھ اونگھنے لگی لیکن خیالات کا بھنور ذہن میں چل رہا تھا اب بالکل ہی اپنے آپ کو ان معاملات سے بری الذمہ قرار نہیں دے سکتی تھی۔ لاتعداد کہانیاں میرے کانوں تک پہنچی تھیں بلکہ یہ میری کہانیاں تھیں اور میں خود ہی ان سے ناواقف لیکن اب یہ احساس ہو رہا تھا کہ کچھ ہے بے شک کچھ ہے۔

رات ہوگئی اس گفتگو کے بعد ڈان ایرن اور نادر ہاشمی نے مجھ سے کوئی بات نہیں کی تھی لیکن وہ خود ایک دوسرے کے سر میں سر گھسائے کھسر پھسر کرتے رہے تھے

نہ جانے کیا باتیں کر رہے تھے۔ میں نے ان لوگوں میں شوق کی جو دیوانگی پائی تھی اس شعبے میں وہ میرے مشاہدے میں کبھی نہیں آئی تھی ان کی یہ عمریں آرام کرنے کی تھیں پوری زندگی انہوں نے اپنے شوق کو سونپ دی تھیں لیکن آج بھی ان کا تجسس انہیں دربدر کئے ہوئے تھا نہ جانے یہ کیفیت کن عوامل سے گزر کر پیدا ہو جاتی ہے۔

رات کے کھانے پر وہ پھر میرے پاس آگئے ہم نے مل کر کھانا کھایا کھانے کے بعد ڈان ایرن نے لجاجت سے کہا۔ "کیا ایک بار پھر تم ہمیں وادی ارمناس کے بارے میں بتانا پسند کرو گی روشنی۔"

"میں اس کے بارے میں کیا بتاؤں؟"

"وہ جو تمہیں عزیزی نے بتایا تھا۔"

"اس نے کہا تھا کہ وہاں دن پرسکون ہوتے ہیں رات کو ہوائیں تیز ہو جاتی ہیں ریت کے بگولے پوری وادی میں سفر کرتے ہیں انہی بگولوں میں روشن بگولے ہوتے ہیں جن میں اچانک دروازے نمودار ہو جاتے ہیں کوئی اگر نمودار ہو جانے والے دروازوں کے اچانک اندر داخل ہو جائے تو وہ ماضی میں پہنچ جاتا ہے۔"

دونوں سکتے کے عالم میں میری بات سنتے رہے تھے انہوں نے مزید کچھ نہ پوچھا بہت دیر کے بعد ہم آرام کرنے لیٹ گئے میں نے ان دونوں کو بے چین اور مضطرب پایا تھا رات کو دوبار آنکھ کھلی اور میں نے انہیں جاگتے ہوئے ہی پایا۔ پاگل ہیں دونوں پاگل ہیں۔ میں نے دل میں سوچا۔

☆------☆------☆

صبح نہایت سنسنی خیز تھی کئی افراد قید خانے میں موجود تھے ان کی آوازوں سے ہی میری آنکھ کھلی تھی میں ہڑبڑا کر اٹھ گئی ایک ڈاکٹر قسم کا آدمی مسہری پر لیٹے پروفیسر ایرن کا اسٹیتھوسکوپ سے جائزہ لے رہا تھا دوسرے چند وردی پوش ان کے آس پاس کھڑے تھے۔ میں نے پھٹی پھٹی آنکھوں سے ان کی یہ حرکات دیکھیں پھر نادر ہاشمی کی مسہری کی طرف دیکھا وہ مسہری پر بے سدھ پڑا ہوا تھا وہ لوگ کئی منٹ تک ان پر مصروف رہے پھر ان میں سے ایک نے مشتبہ نگاہوں سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔ "لڑکی کیا تم ہمیں ان دونوں کی اچانک موت کے بارے میں کچھ بتا سکتی ہو۔"

میرے حلق سے چیخ نکلتے نکلتے رہ گئی، میں نے پھٹی پھٹی نظروں سے ان دونوں کی طرف نظر ڈالی۔ پھر پولیس افسر کی طرف دیکھا۔ میں اس کے الفاظ پر غور کر رہی تھی جو

کچھ اس افسر نے کہا ہے میں نے وہی سمجھا ہے یا کوئی غلط فہمی ہو گئی۔

"آپ۔ آپ نے کیا کہا ہے آفیسر۔"

"غالباً آپ کو ان کی موت کی خبر نہیں ہے جبکہ ڈاکٹر کا اندازہ ہے کہ تقریباً ساڑھے پانچ اور چھ بجے کے درمیان ان کی موت واقع ہوئی۔" آفیسر نے کہا۔

"مر گئے یہ دونوں۔ مر گئے؟"

"کیسے مرے۔ یہ آپ بتائیں گی۔" آفیسر کرخت لہجے میں بولا اور میں نے آنکھیں بند کر لیں میرے اعصاب بہت کمزور ہو گئے تھے کتنا برداشت کرتی آخر انسان تھی ہر لمحہ ایک نیا ذہنی جھٹکا۔ ہر بات انوکھی اب تو کسی انوکھی بات پر حیران ہونے کو بھی جی نہیں چاہتا تھا۔ ڈاکٹر قریب آکر بولا۔

"لاشوں کو اسپتال بھجوانے کی تیاری کریں آفیسر پتہ چلے کہ ان کی موت کا کیا سبب ہے۔ ویسے یہ مجھے زہر خورانی کا کیس معلوم ہوتا ہے میرے خیال میں انہیں زہر دیا گیا ہے تاہم صحیح پتہ پوسٹ مارٹم رپورٹ سے ہو گا۔"

"ٹھیک ہے ڈاکٹر۔" آفیسر ضروری تیاریاں کرنے لگا میں بدستور دم سادھے بیٹھی ہوئی تھی کچھ دیر کے بعد دونوں کی لاشیں وہاں سے اٹھالی گئیں۔ میں بس خالی خالی نظروں سے ساری کارروائی دیکھتی رہی۔ کیا سوچتی کیا غور کرتی کچھ سمجھ میں تو آئے کوئی ایک بات تو ایسی ہو جسے عقل تسلیم کرے۔ دل دکھ رہا تھا ان کے لئے واقعی دل میں دکھن تھی حالانکہ انہوں نے میرے ساتھ کون سا اچھا سلوک کیا تھا۔ مگر کیسے مر گئے۔ کس نے انہیں زہر دے دیا۔ رات کو بے چین تھے مضطرب تھے۔ تقریباً ساری رات جاگتے رہے تھے کون ہو سکتا ہے ان کا قاتل آخر کون۔ اس کا مطلب ہے کہ مجھ پر دو افراد کے قتل کا الزام اور لگنے والا ہے۔ آفیسر مجھے ہی شبے کی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ اس کا شبہ بجا تھا ہم تین افراد تھے اس قید خانے میں دو مر گئے ایک زندہ ہے ایک ہی کیوں زندہ ہے چلو ٹھیک ہے ایک قتل کے الزام میں گرفتار ہو۔ دو انسانوں کے قتل کا الزام اور سہی ایک بار ہی تو سزا ملے گی۔

میرا خیال تھا کہ اب مجھ پر سختیاں شروع ہو جائیں گی آخر کتنی رعایت کریں گے وہ میرے ساتھ لیکن پورا دن گزر گیا شام کو مجھے حسبِ معمول واک کی دعوت بھی دی گئی جسے میں نے قبول کر لیا۔ جیل کے وسیع و عریض باغیچے میں بہت دیر تک چہل قدمی کرتی رہی۔ چاروں طرف قیدی بکھرے ہوئے تھے انہیں دیکھتی رہی۔ پھر سورج چھپا تو

واپس اپنی جگہ آ گئی۔ شاید پوسٹ مارٹم رپورٹ کا انتظار کیا جارہا تھا۔ رات بھر البتہ بڑی بے چینی رہی۔ دونوں بہت یاد آئے تھے لیکن ان یادوں میں بڑے متضاد احساسات تھے۔ دوسرا دن بھی گزر گیا البتہ شام کو اس وقت جب میں باغیچے میں گھاس پر ننگے پاؤں ٹہل رہی تھی دو پولیس مین میرے پاس پہنچ گئے۔

"آپ کو جیلر کے آفس میں بلایا گیا ہے۔"

"چلو............؟" میں نے کہا اور ان کے ساتھ چل پڑی جیل کا احاطہ بہت وسیع تھا بہت دور چلنا پڑا پھر میں جیل آفس کی عمارت میں داخل ہو گئی کئی راہداریوں سے گزر کر مجھے ایک بڑے کمرے میں لایا گیا جہاں کئی افراد کرسیوں پر بیٹھے ہوئے تھے مقامی لوگ بھی تھے اور اگر میرا اندازہ غلط نہیں تھا تو ان میں سے تین افراد کا تعلق میرے وطن سے تھا۔ مگر تمام صورتیں اجنبی تھیں۔ نہ جانے کون تھے۔ البتہ ایک بات میں نے محسوس کر لی تھی کہ ان کے چہروں پر خوشگوار تاثرات نہیں تھے وہ مجھے ملامت آمیز انداز میں دیکھ رہے تھے۔

"آپ یہاں بیٹھئے۔" ایک پولیس انسپکٹر نے مجھے کرسی پیش کی اور میں بیٹھ گئی۔ اسی وقت ایک اور شخص اندر داخل ہوا میں نے اسے فوراً پہچان لیا یہ پولیس کمشنر تھا۔ اس نے چند لوگوں سے ہاتھ ملایا اور خود بھی بیٹھ گیا۔

"کیا نام ہے تمہارا؟" ان لوگوں میں سے ایک نے اردو زبان میں پوچھا جن کے بارے میں میرا اندازہ تھا کہ وہ میرے ملک سے تعلق رکھتے ہیں اب تصدیق ہو گئی تھی البتہ اس کا لہجہ بے حد خراب تھا میں نے اسے سرد نظروں سے دیکھا اور کہا۔

"روشن جمال۔"

"والد کا کیا نام ہے؟"

"احمد کمال سعدی۔"

"احمد کمال سعدی کیا کرتے ہیں۔" وہ اسی انداز میں بولا اور مجھے ہنسی آ گئی۔

"آپ لوگوں کو دیکھ کر مجھے اندازہ ہو گیا تھا کہ آپ کا تعلق میرے وطن سے ہے اور اب آپ کے اندازِ گفتگو سے اس کی تصدیق ہو گئی ویسے آپ لوگ یہاں کیا کرتے ہیں بتانا پسند کریں گے؟"

"افسوس ہمارا تعلق سفارت خانے سے ہے آپ جیسی عظیم ہستیاں ہمارے لئے باعثِ شرم ہیں کہ آپ اپنی مجرمانہ کاوشوں سے ہمارے سر غیروں کے سامنے جھکا دیتی

ہیں۔" اس شخص نے کہا اسی وقت کمشنر نے مداخلت کرتے ہوئے کہا۔ "میں درخواست کرتا ہوں کہ گفتگو انگریزی میں کی جائے۔"

"سوری کمشنر۔" اس شخص نے کہا پھر انگریزی میں بولا۔ "جی میڈم آپ اپنے بارے میں بتانا پسند کریں گی۔"

"کیوں اپنا وقت ضائع کر رہے ہیں آپ جو کچھ آپ کو معلوم ہو چکا ہے بس اس پر قناعت کریں۔"

"حکومتِ مصر نے آپ کے سلسلے میں ہم سے رابطہ قائم کیا ہے ہم آپ سے تفصیل سننا چاہتے ہیں یہ ضروری ہے۔"

"صرف تفصیل سنیں گے یا اس پر یقین بھی کریں گے؟"

"کیوں نہیں آپ بتائیے۔"

"تو پھر مختصر سنئے جو کچھ میرے نام سے منسوب کیا گیا ہے بالکل غلط ہے میں اپنے وطن میں کروڑوں روپے کی دولت اور جائیداد کی تنہا وارث ہوں آپ پورے وثوق سے اس کی تصدیق کر لیں میں آپ کو تفصیلات فراہم کئے دیتی ہوں اس سے آپ کو یہ اندازہ ہو جائے گا کہ مجھے مزید دولت کی ضرورت نہیں ہے۔ کسی کام سے پرتگال گئی تھی وہاں سے ڈی پارلو نامی جہاز سے الجزائر جا رہی تھی کہ ڈی پارلو سمندری طوفان کا شکار ہو گیا ہم مشکلات میں گھرے رہے پھر اسی جہاز سے مصر پہنچے یہاں میں ایک ہوٹل میں مقیم تھی مجھے وہاں سے اغوا کر لیا گیا اور ایک پولیس افسر نے رشوت لے کر مجھے ایک دیوانے رئیس کے حوالے کر دیا وہ پاگل رئیس قتل کر دیا گیا اور مجھے یہاں تک لے آیا گیا اس کے بعد مجھے مزید دو افراد کے قتل میں ملوث کر دیا گیا جو ڈی پارلو میں میرے ہم سفر تھے اس سے زیادہ میرے لئے کچھ نہیں تھے۔ یہ مکمل کہانی ہے نہ اس سے زیادہ مجھے معلوم ہے نہ اس کے بعد کسی اور سوال کا جواب دوں گی۔ مجھے اب کسی کی مدد بھی درکار نہیں ہے۔ اگر ان تین افراد کے قتل کا ذمے دار مجھے سمجھا جاتا ہے تو میرا مشورہ ہے کہ مجھے تین بار سزائے موت دے دی جائے۔"

"صرف ایک سوال اور مس روشن جمال کیا وہ دونوں افراد بھی آپ کے ہم وطن تھے؟"

"بالکل نہیں۔ ان میں سے ایک انڈونیشیا کا باشندہ تھا اور دوسرا پرتگال کا۔" میں نے کہا۔

"کمشنر! کیا خاتون روشن جمال کو ان دونوں کے بارے میں نہیں معلوم؟"

"خاتون روشن جمال وہ دونوں بوڑھے مرے نہیں بلکہ زندہ ہیں وہ شاید حبس دم کے ماہر تھے ان کے جسم مُردہ سمجھ کر اسپتال لے جائے گئے تھے جہاں وہ دونوں پوسٹ مارٹم ٹیبل سے اٹھ بھاگے انہوں نے دو ڈاکٹروں کو زخمی کر دیا اور صاف نکل گئے۔" کمشنر نے بتایا۔

"کیا؟" میں پھر اچھل پڑی۔

"وہ عمل انہوں نے قید سے فرار ہونے کے لئے کیا تھا بہرحال مسٹر کمشنر' اس رابطے کے لئے شکریہ۔ خاتون روشن جمال کو آپ بے شک اپنی تحویل میں رکھیں لیکن اب یہ سفارت خانے کے ریکارڈ پر ہیں انہیں کسی طرح کا ذہنی یا جسمانی نقصان نہ پہنچے یہ آپ کی ذمہ داری ہے۔ ان پر جو الزامات عائد کئے گئے ہیں انہوں نے آپ کے سامنے ان سے انحراف کیا ہے ہم درخواست کرتے ہیں کہ نہایت باریک بینی سے اس بارے میں تحقیقات کی جائے۔ اتنا اندازہ تو آپ کو بھی ہو گیا ہو گا کہ وہ دونوں ان کے ساتھی نہیں تھے اگر ایسا ہوتا تو تیسری لاش ان کی ہوتی جسے آپ پولیس اسپتال لے جاتے اور یہ بھی فرار ہو جاتی اس کے باوجود آپ کو حق حاصل ہے کہ آپ تفتیش کریں اور اگر ان کے بارے میں آپ کو ٹھوس ثبوت مل جائے تو بین الاقوامی قانون کے مطابق عمل کریں۔ ہمارا سفارت خانہ آپ کی ضروریات کے مطابق ہر معلومات فراہم کرنے کا پابند ہے۔ ان سے تفصیلی کوائف تحریری طور پر حاصل کر کے آپ ہمیں فراہم کریں ہم بہت جلد آپ کو تفصیل فراہم کر دیں گے۔"

"او کے جس قدر مراعات مناسب ہوں گی انہیں ضرور دی جائیں گی البتہ ان کی ضمانت ممکن نہیں ہو گی۔"

"وہ بعد کی بات ہے۔" وہ لوگ اٹھ گئے کمشنر نے باہر کھڑی ہوئی لیڈی پولیس کو اندر بھیج دیا جنہوں نے مجھے دوبارہ میرے قید خانے میں پہنچا دیا۔ اس سے قبل مسلسل یہ آرزو کرتی رہی تھی کہ کسی طرح اپنے ملک کے سفارت خانے تک رسائی حاصل کر لوں۔ میرا خیال تھا کہ وہاں مجھے مکمل تحفظ حاصل ہو جائے گا وہ میرے اپنے ہوں گے اور میری بپتا سن کر تڑپ جائیں گے۔ اس وقت تک سکون سے نہیں بیٹھیں گے جب تک میری مشکل حل نہ ہو جائے۔ مل لی تھی ان سے۔ یوں لگتا تھا جیسے مقامی لوگوں سے زیادہ وہ مجھے مجرم سمجھتے ہوں اور میرے گناہوں کے چشم دید گواہ ہوں۔ چلو

جھوٹی آس بھی ختم ہوئی۔ اب سوچ کے انداز میں فرق آ جائے گا پھر ذہن ان شاطروں کی طرف گیا اور دل میں دھواں سا ابھرنے لگا بے حد خود غرض لوگ ہیں۔ واقعی میں انہیں نہیں سمجھ پائی تھی انہیں دنیا سے کوئی غرض نہیں تھی۔ وہ صرف اپنے مقاصد کی تکمیل کے لئے سرگرداں تھے کمال ہے واقعی اب دنیا کا تجربہ ہو رہا تھا ہر شخص اپنی ذات سے پیار رکھتا ہے۔ صرف اپنی ذات سے' جینے کا صحیح طریقہ یہی ہے کہ صرف اپنے بارے میں سوچو کسی پر تکیہ نہ کرو اگر کسی سے کوئی کام لینا ہو تو پہلے اس پر غور کر لو کہ اسے تمہاری ذات سے کیا فائدہ حاصل ہو سکتا ہے۔ وہ تمہارا کوئی کام کیوں کرے گا؟ یہ چال خوب چلی انہوں نے۔ ڈاکٹروں تک کو چکمہ دے دیا۔ یہ کام انہوں نے حبس دم کی مہارت کی بنیاد پر کر ڈالا اگر وہ اس کے ماہر نہ ہوتے تو شاید یہ سب کچھ ان کے لئے ممکن نہ ہوتا..........! لیکن اب وہ کیا کریں گے۔ اب تو وہ مفرور مجرم ہیں حکومت مصر براہ راست ان کا تعاقب کرے گی۔"

بھاڑ میں جائے سب کچھ جو ہو گا دیکھا جائے گا میں نے خود کو سنبھال لیا سفارت خانے کے دو نئے افراد مجھ سے ملنے آئے ان میں سے ایک نے کہا۔

"آپ خود کو تنہا نہ سمجھیں مس روشن جمال۔ آپ کے ملک کا سفارت خانہ آپ کے لئے سرگرم ہے ہمیں آپ کے کوائف چاہئیں تاکہ وطن سے ان کی تصدیق کی جا سکے۔"

"بہتر ہے میں حاضر ہوں۔"

"مقامی حکام نے آپ سے کوئی بیان لیا؟"

"نہیں بس ابتدا میں ہی پوچھ گچھ کی گئی تھی۔"

"آپ کے والد احمد کمال سعدی وطن میں ہیں۔"

"نہیں وہ ماہر مصریات کی حیثیت سے شہرت رکھتے ہیں مہم جو ہیں اور عموماً وطن سے باہر رہتے ہیں۔"

"گویا انہیں آپ کی اس مشکل کے بارے میں نہیں معلوم۔"

"شاید نہیں۔"

"وہاں کچھ اور لوگ؟"

"میرا گھر ہے وہاں اس کا پتہ لے لیجئے وہاں ملازمین ہی میری دیکھ بھال کرتے ہیں۔"

"کوئی ایسا عزیز جو آپ سے خون کا رشتہ رکھتا ہو؟"
"کوئی نہیں ہے۔"
"آپ کے قانونی مشیر۔"
"سالک جلال۔ یہ ہمارے تمام معاملات کے نگراں.........." میں رک
سالک جلال کے بارے میں مجھے معلوم تھا لیکن ان لوگوں کو کیا تفصیل بتاتی بہر
سالک جلال کے دفتری معاملات کسی نے تو سنبھالے ہوں گے میں تفصیل کی الجھن
کیوں پڑوں۔ ان لوگوں نے میرے رک جانے پر غور نہیں کیا تھا۔ سالک جلال کا
پوچھا جو میں نے دے دیا۔
"پرتگال میں آپ کیوں گئی تھیں؟" انہوں نے سوال کیا میں اس سوال کے
تیار تھی کیونکہ پہلے ہی ان سے اجنبیت ظاہر کر چکی تھی بیان میں تبدیلی مجھے مشکوک کر
سکتی تھی چنانچہ میں نے کہا۔ "وہاں میری ایک عزیز دوست رہتی تھی اس سے ملنے
تھی۔"
"آپ کی اس سے ملاقات ہوئی؟"
"نہیں۔"
"کیوں؟"
"وہ الجزائر چلی گئی تھی مجھے پہلے اس بارے میں معلوم نہیں تھا۔"
"اس سے ملنے آپ الجزائر جا رہی تھیں۔"
"ہاں۔"
"معاف کیجئے اس کے لئے آپ نے سمندری سفر کا انتخاب کیوں کیا۔"
"بس تفریحاً تھوڑی سی ایڈونچر پسندی مجھے ورثے میں ملی ہے۔"
بڑی صفائی سے اتنے جھوٹ بولے تھے میں نے شاید اب کچھ عقل آ گئی تھی
اس کی وجہ خود حفاظتی کا احساس تھا۔ وہ لوگ مجھے تسلیاں دے کر چلے گئے۔ اس
بعد وہی دن وہی راتیں البتہ اس حقیقت سے انکار نہیں کروں گی کہ جیل میں
انسانی ضرورتیں پوری کی جاتی تھیں اور مجھے کوئی ذہنی اذیت نہیں ہوئی تھی۔ شا
چہل قدمی کی اجازت دی جاتی تھی۔ سفارت خانے کی طرف سے مجھے انگریزی ا
اور رسالوں کی فراہمی کا بندوبست کر دیا گیا تھا۔

☆------☆------☆

یوں تقریباً پندرہ دن گزر گئے۔ اس شام موسم ابر آلود تھا میں چہل قدمی کے لئے
طے سے نکل آئی گہرے کالے بادلوں نے آسمان کو سیاہ کر رکھا تھا۔ احاطے میں بے
رقیدی بیٹھے ہوئے خوش گپیاں کر رہے تھے بارش کی چند ننھی ننھی بوندیں آسمان
ٹپکیں تو مجھے وطن یاد آ گیا۔ ایک عجیب سی کیفیت دل پر طاری ہو گئی میں گھاس پر
گئی۔ زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ میں نے ایک شخص کو اپنی طرف بڑھتے ہوئے
وس کیا۔ میلے کچیلے لباس میں تھا' داڑھی مونچھیں بے تحاشا بڑھی ہوئی تھیں ایک
ں شاید دوسرے پاؤں سے چھوٹا تھا۔ خاص طریقے سے لنگڑا کر چل رہا تھا میری اس
کوئی شناسائی نہیں تھی' نہ جانے کون ہے۔ میں نے سوچا۔
"یہاں بیٹھ سکتا ہوں؟" اس نے پوچھا۔
"کیا بات ہے کوئی کام ہے مجھ سے؟" میں نے اسے بغور دیکھ کر کہا اس کی ایک
نکھ بھی خراب تھی اور اس پر سفیدی آ گئی تھی۔
"ہاں۔" وہ کھرکھراتی آواز میں بولا۔
"بیٹھ جاؤ۔" میں نے کہا اور وہ چند فٹ کے فاصلے سے بیٹھ گیا۔
"پہچانا؟" اس نے کہا۔
"نہیں میں نے پہلے تمہیں نہیں دیکھا۔"
"میں خالد ہوں۔" اس نے کہا اور میں اچھل پڑی۔
"آواز سے بھی نہیں پہچانا۔"
"اوہ میرے خدا یہ' یہ سب کیا ہے کیا حلیہ بنا رکھا ہے اور تمہاری آنکھ؟" میں
اب اس کی آواز شناخت کر لی تھی۔
"یہی حلیہ بنائے پھر رہا ہوں ورنہ پولیس شناخت کر لے مجھے۔"
"کیا یہ سب کچھ مصنوعی ہے؟"
"ہاں' داڑھی وغیرہ اصلی ہے آنکھ پر جھلی چڑھی ہوئی ہے اور چال میں لنگڑاہٹ
پیدا کر لی ہے۔"
"اوہ۔ خدا مگر جیل میں؟ میرا مطلب ہے یہاں کیسے آ گئے۔"
"ایک چھوٹا سا جرم کرنا پڑا یہاں آنے کے لئے ایک شخص کو نشے میں زخمی کر دیا
ات دن کی سزا ہوئی ہے۔"
"نشے میں زخمی کر دیا تھا۔"

"او بابا تم سے ملنے کے لئے جیل جو آنا تھا۔ تین دن کی سزا کاٹ چکا ہوں آج
چوتھا دن ہے۔"

"پہلے کیوں نہ ملے تھے۔"

"آج پہلی بار چہل قدمی کی اجازت ملی ہے۔" اس نے کہا اور میں عجیب سے
جذبات کا شکار ہوگئی۔ اس شخص نے بڑا ایثار کیا تھا میرے لئے اور یہ سچ تھا کہ اب تک
یہ دوسروں سے بہت مختلف ثابت ہوا تھا میں نے اسے گہری نگاہوں سے دیکھا۔

"وہاں ویلی آف کنگز میں بھی تم نے..........."

"ہاں۔ میرا خط پڑھ لیا تھا؟"

"ہاں۔" میں نے کہا۔

"اس وقت خوفزدہ تو ہوگئی ہوگی جب میں نے تمہیں خط دیا تھا۔"

"ظاہر ہے۔ وہاں کا ماحول ہی ایسا تھا تم وہاں تنہا تھے؟"

"یہ نہ پوچھو تو بہتر ہے۔"

"کیوں؟"

"جواب سن کر ناراض ہو جاؤ گی۔"

"کیا مطلب؟"

"میں کہیں بھی تنہا نہیں ہوتا۔ میرے ساتھ ہمیشہ تمہارا تصور ہوتا ہے روشنی او
اس پر میرا حق ہے تم اسے مجھ سے نہیں چھین سکتیں اگر میں تنہا ہوتا تو کیا اس خوف
ناک ماحول میں ایک لمحہ گزار سکتا تھا۔"

میری گردن جھک گئی وہ فوراً بولا۔ "سوری روشنی تم نے پوچھا تھا تو میں
بتایا۔"

"تم یہاں کیوں رکے ہوئے ہو، تمہیں علم ہے کہ مجھے تو ہوٹل سے پُراسرار طو
پر اغوا کرلیا گیا تھا۔ تم خود وہاں سے غائب ہوئے تھے یا تمہارے ساتھ بھی کوئی وا
پیش آیا تھا؟"

"نہیں میرے ساتھ کوئی واقعہ نہیں پیش آیا بلکہ تمہاری گمشدگی کے بعد میں
تمہیں مختلف جگہوں پر تلاش کیا اس دوران حکومتِ مصر کی طرف سے ڈی پارلو
مسافروں کو ان کے وطن بھجوانے کا بندوبست کردیا گیا۔ مسز زمرد اور ڈاکٹر الیاس
خیال تھا کہ تم جان بوجھ کر روپوش ہوگئی ہو۔ وہ واپس لوٹ گئے۔ میرے پاس ا

کے سوا چارہ کار نہیں تھا کہ میں بھی روپوش ہو جاؤں تمہیں اس طرح بے یارومددگار
تو چھوڑ نہیں سکتا تھا۔"

"پھر کیا ہوا؟" میں نے پوچھا۔

"تمہاری تلاش میں سرگرداں تھا۔ ایک مقبرے میں زاغ کی آواز سنائی دی اس
نے مجھے مخاطب کر کے کہا کہ اسے تمہارے بارے میں معلوم ہے۔"

"صرف آواز سنائی دی؟"

"ہاں اس نے خود مجھے بتایا کہ اب وہ مجھے نظر نہیں آسکتا اس کی وجہ وہ مجھے
نہیں بتائے گا اس نے کہا کہ وجہ میری سمجھ میں بھی نہیں آسکے گی اس نے مجھے بتایا کہ
تم ایک مشکل میں گرفتار ہو لیکن حقیقت یہ ہے کہ وہ مشکل نہیں ہے تمہارے لئے بلکہ
یہ ایک عمل ہے جس سے تمہیں گزرنا ہے۔ وہ وقت پورا کرنے کے لئے جب اصل
کام شروع ہوگا۔"

"اصل کام کیا ہے؟"

"میں نے اس سے اس بارے میں سوال نہیں کیا۔ اس نے خود ہی بتایا کہ تمہیں
ایک مخصوص وقت گزارنا ہے جو کسی نہ کسی طرح گزرے گا ظاہر ہے اس وقت کی کوئی
نہ کوئی کہانی تو ہوگی۔"

"اور میرا یہ خوبصورت وقت جیل میں گزرا ہے۔"

"ہاں۔ یہ ایک المیہ ہے تمہاری اپنی کیا خواہش ہے روشنی۔ تمہیں یہاں سے
آزادی مل جائے تو تم کیا کرو گی۔"

"خدا کی قسم اپنے وطن جانا پسند کرو گی وہاں جاکر اپنے گھر کا نقشہ تبدیل کردوں
گی۔ فرنیچر، قالین، ڈیکوریشن ہر چیز ہٹا دوں گی وہاں سے۔ احمد کمال سعدی کے بیڈ
روم کی ہر شے کوٹھی سے باہر رکھ کر جلوادوں گی۔ اس کے بعد میں اپنے نام کے ساتھ
احمد کمال کا نام کبھی سننا گوارہ نہیں کروں گی۔ چاہے مجھے اس کے ترکے سے محروم ہونا
پڑے۔ کسی جھونپڑے میں زندگی گزارنی پڑے۔"

"بہت برگشتہ ہو روشنی؟" خالد مسکرایا۔

"تم خود غور کرو خالد۔ کیا حشر ہوا ہے، میری کیا درگت بنی ہے ماں باپ کی
طلب۔ ان کے بارے میں جاننے کی خواہش کا یہی نتیجہ ہونا چاہئے تھا۔ یہی سب کچھ
ہونا چاہئے تھا میرے ساتھ۔"

"زاغ کا کہنا ہے کہ اس نے تمہیں بہت کچھ بتایا تھا۔"

"سب ناقابلِ یقین۔ بے ربط' فضول میری کوئی کہانی نہیں ہے۔ یہ سب کچھ مجھ پر مسلط کیا گیا ہے۔ تمہیں معلوم ہے ڈان ایرن اور نادر ہاشمی نے کیا کیا؟"

"اس کی تفصیل بھی مجھے زاغ نے ہی بتائی ہے۔ ہو سکتا ہے خود تمہیں اس بارے میں پوری طرح علم نہ ہو۔ میں نے اس پرزے میں لکھا تھا کہ کسی وقت تمہیں اس کی تفصیل بھی پتہ چل جائے گی۔ امیر باسط العزیزی کو یہ مرض بہت عرصے سے لاحق تھا وہ خود کو زمانۂ قدیم کا فرعون سمجھتا تھا اور اس وقت کا انتظار کر رہا تھا جب اس کی بادشاہت اسے واپس مل جائے گی اور وہ مصر کو پھر قدیم خطوط پر استوار کر کے اس پر حکمراں ہو گا۔ ان دونوں نے اس کے یہ بیانات پڑھے تھے اور صرف تمہیں روکے رکھنے کے لئے اسے باور کرایا تھا کہ تم انالازیہ ہو اس کے باوجود زاغ کا کہنا ہے کہ تمہیں نہ تو امیر باسط نے اغوا کرایا نہ ان دونوں نے بلکہ یہ ارطن طلائی کی بے حرمتی کا شاخسانہ ہے۔"

"ہاں تم نے لکھا تھا۔ مگر ارطن طلائی کے بارے میں اس نے کچھ اور بتایا۔"

"نہیں۔"

"امیر عزیزی قتل کر دیا گیا اور میں اس کی قاتلہ کی حیثیت سے یہاں قید ہوں۔"

"ہاں۔ لیکن تمہارا بال بیکا نہیں ہو گا۔ عزیزی کے قاتل منظرِ عام پر آجائیں گے۔"

"تمہیں کچھ معلوم ہے کہ اس کے قاتل کون ہیں؟"

"وہ جنہوں نے اسے یہ باور کرایا تھا کہ وہ فرعونِ مصر ہے اور اسے یہ باور کرانے والی اس کی چچی البانہ اور اس کے دونوں اوباش بیٹے سبحان الناصری اور فیضان الناصری ہیں۔ وہی دولت کی ہوس کی کہانی ہے۔ البانہ اسکندریہ میں رہتی ہے اس کا شوہر یعنی عزیزی کا چچا مر چکا ہے مگر وہ عزیزی کے باپ کے مقابلے میں دولت کے لحاظ سے کچھ بھی نہ تھا اور اس نے جو ترکہ چھوڑا تھا وہ اس کے عیاش بیٹوں نے اڑا دیا۔ ان کی نگاہ عزیزی کی بے شمار دولت پر لگی ہوئی تھی چنانچہ حسان امینی کی مدد سے انہوں نے اس کھیل کا آغاز کیا اور سخت محنت کر کے بالآخر عزیزی کو یہ باور کرایا کہ وہ دورِ قدیم کا فرعون ہے۔ انہوں نے مصرِ قدیم کی کچھ پُراسرار روایات کا سہارا بھی لیا تھا اور عزیزی اس جال میں پھنس گیا۔ اس کی بہن فردوسہ کو ان شاطروں نے اس کے ہاتھوں مروا دیا اور ایک کانٹا صاف ہو گیا۔ عزیزی پر وہ آسانی سے ہاتھ نہیں ڈال سکتے تھے کیونکہ انہیں اپنا قانونی تحفظ بھی کرنا تھا۔ شاید یہ سب کچھ اتنی جلدی نہ کر پاتے وہ اگر اچانک تم عزیزی کو حاصل نہ ہو جاتیں۔ ابتدا میں وہ تم سے خوفزدہ رہے اور یہ معلوم کرتے رہے کہ تم کون ہو اور یہ سب کچھ کیسے ہوا ہے لیکن حسان امینی نے سب کچھ معلوم کر کے ایک پلان ترتیب دے لیا اور پھر اس نے عزیزی کے خنجر پر تمہاری انگلیوں کے نشانات حاصل کر کے اسی خنجر سے عزیزی کو قتل کر دیا۔ تم پر دوہرا جرم عائد ہو گیا۔ حکومت نے تمہیں مفرور تو قرار دیا ہی تھا بعد میں یہ مشکل نہ سمجھا گیا کہ تم پر باقاعدہ سازش کا کیس بنا دیا جائے اور ان دونوں احمقوں کو تمہارا ساتھی قرار دے دیا جائے۔"

"میرے خدا تو یہ البانہ کی سازش تھی؟"

"ہاں۔"

"اور وہ کامیاب ہو گئی۔"

"زاغ کا کہنا ہے کہ ایسا نہ ہو گا۔"

"مطلب میں سمجھی نہیں۔"

"تمہاری گلوخلاصی اسی شکل میں ہو گی کہ اصل مجرم پکڑے جائیں اور ان پر جرم ثابت ہو جائے۔"

"ایسا کیسے ہو گا خالد؟"

"یہ میں نہیں جانتا۔"

"کب تک ہو گا۔"

"اس نے اس بارے میں بھی کچھ نہیں بتایا۔" خالد نے جواب دیا اور میں سوچ میں ڈوب گئی پھر میں نے کہا تمہارا کیا ہو گا خالد؟"

"میں نہیں جانتا لیکن روشنی' میری فکر مت کرو کچھ نہ کچھ ضرور ہو جائے گا۔ میرا کچھ نہیں بگڑے گا اپنا بندوبست کر لوں گا۔"

"میں تم سے بہت متاثر ہوں خالد اعتراف کرتی ہوں کہ تم نے میرے لئے بہت ایثار کیا ہے مگر خالد۔ میں اس لڑکی کو نہیں بھول سکتی جو تمہیں چاہتی ہے۔ نہ جانے تمہاری جدائی میں اس کا کیا حال ہوا ہو۔ اس کے علاوہ خالد۔ تمہیں اب بہت کچھ معلوم ہو جائے گا تمہیں علم ہے کہ میری زندگی میری اپنی نہیں ہے میں ایک پُراسرار

بھنور میں پھنسی ہوئی ہوں۔ میں اس سے چھٹکارا چاہتی ہوں مجھے اب نہ اپنی شناخت سے غرض ہے نہ ماں باپ کا پتہ ٹھکانہ چاہتی ہوں۔ کچھ نہیں چاہئے اب مجھے۔ میں اپنی پسند سے جینا چاہتی ہوں لیکن یہ لوگ کہتے ہیں ایسا نہیں ہو سکتا۔ مجھے یہاں رہنا ہے وہ منحوس وقت پورا کرنا ہے جو مخصوص کردیا گیا ہے۔ میں اس بھنور کی قیدی ہوں خالد۔ میں اس بھنور سے نجات حاصل کرنا چاہتی ہوں۔ بتاؤ میں کیا کروں؟"

خالد کے چہرے پر جھلاہٹ سی نظر آئی۔ کچھ لمحے خاموش رہنے کے بعد اس نے کہا۔ "تمہاری زندگی تمہاری اپنی نہیں ہے روشنی' اگر اپنی ہوتی تو بھی تم صرف اتنا کرتیں کہ مجھے نینا کی زندگی میں شامل کرنے کی تلقین کرتیں۔ بس اتنا ہی کیا سنو روشنی' اگر میں اپنے بارے میں تم سے کچھ کہتا ہوں تو اس کا مقصد تمہارے دل میں جگہ پیدا کرنا نہیں ہوتا۔ وہ منزل اب بہت پیچھے رہ گئی ہے۔ تم نے مجھے اتنا ذلیل کرلیا ہے کہ میرے خیال میں اب اس سے زیادہ ذلیل کرنے کا تمہیں حق نہیں ہے۔ تم اپنا انتقام لے چکی ہو مجھ سے' رہی میری بات تو شاید میں اب لاشعوری طور پر اپنے ماضی کا کفارہ ادا کررہا ہوں۔ کچھ حاصل کرنے کے لالچ میں تمہارے قریب پہنچا تھا۔ وہ باتیں کی تھیں جن سے میرا معیار بہت پست ہوگیا تھا۔ بعد میں تم سے حقیقی محبت کرنے لگا تم سے بہت کچھ کہا مگر تم نے مجھے معاف نہ کیا۔ اب کوئی احساس نہیں ہے سوائے اس کے کہ تمہیں نقصان نہ پہنچے۔ میں نہیں جانتا کہ اس جیون کا سفر کتنا ہوگا۔ بہرحال دیکھنا ہے۔ رہی تمہاری بات تو میرے خیال میں تم غیر محفوظ نہیں ہو جو کچھ ہوگا بہتر ہوگا۔"

"پتہ نہیں کیا بہتر ہوگا۔" میں نے گہری سانس لے کر کہا۔ شام کے جھٹپٹے مزید گہرے ہوگئے تو مجھے واپس اپنے قید خانے میں آنا پڑا۔ خالد سے اس کے بعد کوئی اور خاص گفتگو نہیں ہوئی تھی اور وہ چلا گیا تھا۔ میرے پاس سوچوں کا سمندر تھا اور سوچوں کی کوئی کمی نہیں تھی۔ ایک ایک کردار یاد آرہا تھا۔ مجھے تو پہلے ہی اندازہ ہوگیا تھا کہ یہ سارا کیا دھرا احسان اپنی کا ہے۔ وہ امیر عزیزی کے محل پر اقتدار رکھتا تھا اور سب اس سے خوف زدہ رہتے تھے لیکن یہ امیر عزیزی بھی بدنصیب انسان تھا دولت کے ہاتھوں شکار ہوگیا اور وہ عورت جو اسکندریہ سے آنے کے بعد امیر عزیزی سے بہت زیادہ الفت کا اظہار کررہی تھی اور اس کے لئے سسک رہی تھی درحقیقت اس کی قاتلہ تھی۔ تجربات میں کچھ اور اضافہ ہوا تھا۔ دولت کے لئے رشتے اس طرح ترک کردیئے جاتے ہیں اور یوں بھیانک انداز میں زندگیاں چھین لی جاتی ہیں یہ بھی

ایک تجربہ تھا میری زندگی میں۔ ظاہر ہے اس سے پہلے ایسے واقعات کا سامنا نہیں کرنا پڑا تھا۔ الغرض یہ کہ ان لوگوں نے بڑی خوبصورتی سے اپنا کام مکمل کرلیا تھا لیکن نہ جانے وہ کیسے منظرِ عام پر آئیں گے۔ زاغ کہتا تھا کہ میرا ان معاملات سے کوئی تعلق نہیں ہے آخر وہ وقت کیسے پورا ہوگا اور کس کس طرح سے پورا ہوگا۔ بات پھر وہیں آجاتی تھی۔ صبر و سکون سے زندگی گزارتی رہتی' کم از کم ان بھیانک واقعات سے تو واسطہ نہ پڑتا جن سے گزری ہوں کہنا تو یہ چاہئے کہ میں نے اپنے لئے یہ ساری مصیبتیں مول لی تھیں اور اب ان لمحات کی اس ماحول کی آرزو کررہی تھی جس میں رہتی تھی۔ حکمرانی تھی میری گھر پر' صمد بابا' جہانی بیگم میرے لئے کیا کچھ نہیں کرتے تھے۔

پھر اس مخمصے میں پھنس جاتی کہ جب یہ سب کچھ ہونا تھا تو ہونا ہی تھا۔ ہو سکتا ہے یہ واقعات بھی اس ساری کہانی کا ایک حصہ ہوں اور ان سے بھی کوئی داستان ہی بن رہی ہو' آہ کاش سکون آجائے مجھے میں ان واقعات میں دلچسپی لینا سیکھ لوں۔ دیکھوں تو سہی کہ یہ سارے کے سارے دیوانے جو مجھے غیر انسانی کہانیاں سنا رہے ہیں کتنے سچے ہیں۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ صرف ان کی اپج ہو اور اس کہانی میں کوئی جان ہی نہ ہو۔ میں ان سارے جھگڑوں سے نجات پاکر اپنے گھر واپس لوٹ جاؤں اس کے بعد اپنی زندگی کا ایک لائحہ عمل مقرر کرنا میرے لئے مشکل نہیں ہوگا۔ یہ جنون تو کبھی کا ختم ہوچکا ہے کہ میری اپنی کوئی شناخت ہو بس اتنا ہی کافی ہے بھرپائی میں اس شناخت سے' ماں باپ کا تصور اب میرے لئے وحشت کا باعث بن گیا تھا جن لوگوں کے ماں باپ ایسے ہوں انہیں بغیر ماں باپ کے ہی رہنا زیادہ اچھا.......... توبہ توبہ۔

پھر خالد کی کیفیت کے بارے میں سوچا۔ اب اس بات سے انکار نہیں کرسکتی تھی کہ اس نے میرے لئے بہت کچھ کیا ہے۔ کوئی بھی شخص کتنی ہی دولت کے لالچ میں اتنا کچھ نہیں کرسکتا۔ سوچتی رہی' بہت کچھ سوچا اور پھر ایک فیصلہ کرلیا۔ کل کی ملاقات میں اس سے بات کروں گی۔ اپنے رویئے میں لچک پیدا کروں گی حالانکہ سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ بعد میں کیا کروں گی مگر دوسرے دن خالد نہیں ملا۔ مزید چار دن کی سزا باقی تھی اس کی۔ اسے یہیں ہونا چاہئے تھا آیا کیوں نہیں میرے پاس کوئی پابندی بھی نہیں تھی۔ بہت دیر اس کا انتظار کیا پھر تلاش کی لیکن نہ ملا دوسرے اور تیسرے دن بھی وہ نہیں نظر آیا تو میں بھی جھنجلا گئی۔ زیادہ ہی نخرے کررہا ہے تو کرتا رہے۔ اب یہاں

خود کو اڈجسٹ کر لیا تھا۔ کچھ پتہ نہیں تھا کہ آئندہ کیا ہوگا! اس رات بھی معمول کے مطابق تمام امور سے فارغ ہو کر اپنے بستر پر سوئی تھی صبح کو جلدی آنکھ کھل جاتی تھی۔ آس پاس کے قیدی جاگ اٹھتے تھے اور چہل پہل ہو جاتی تھی لیکن آج خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ حالانکہ وقت بتا رہا تھا کہ سورج چڑھ چکا ہے۔ دن عام معمول سے کچھ زیادہ ہو گیا ہے۔ ایسا کیوں ہے۔ آنکھیں بند کر کے سر زور زور سے جھٹکا اور پھر سلاخوں کے دوسری طرف نگاہ ڈالی لیکن سلاخیں کہاں گئیں۔ ارے سلاخیں کہاں گئیں اور پھر یہ دیوار۔ حریری پردہ۔ سامنے لگی ہوئی ایک خوبصورت وادی کی تصویر۔

☆------☆------☆

دماغ میں ایک چھناکا سا ہوا۔ دل نے کہا پھر کچھ ہو گیا۔ آہ ضرور منظر بدل گیا۔ اچھل کر بستر پر بیٹھ گئی۔ ہاں بالکل ٹھیک۔ نہ عالم خواب میں ہوں۔ نہ عالم مدہوشی میں لیکن منظر بدل چکا ہے کب اور کیسے۔ یہ نہیں پتہ چل رہا تھا۔ وسیع و عریض خواب گاہ تھی۔ حسین آرائشی اشیاء سے آراستہ ڈیکوریشن کا سامان' قیمتی اور بے مثال! مگر سب کچھ اجنبی! حیرت کے بجائے ہنسی آنے لگی۔ جو کچھ بھی ہو جائے اس پر حیران ہونا حماقت کے سوا کچھ نہیں ہے۔ ایک دیوار میں ٹوائلٹ کا بورڈ لگا ہوا تھا چنانچہ اپنی جگہ سے اٹھی اور ٹوائلٹ کی جانب بڑھ گئی طبیعت پر کوئی بوجھ نہ تھا۔ تر و تازہ ہی تھی اور کسی خاص کیفیت کا اظہار نہیں ہوتا تھا۔ ٹوائلٹ میں داخل ہوئی' فینسی فٹنگ سے آراستہ کسی امیر ترین شخص کی خواب گاہ معلوم ہوتی تھی بہرحال ٹھنڈے پانی کی موٹی دھار کے نیچے نہ جانے کتنی دیر رکی اور سر پر پانی گراتی رہی' بس دیوانہ ہو جانے کی کسر باقی تھی۔ آہ کاش پاگل ہی ہو جاؤں۔ ان دیوانہ کر دینے والے واقعات سے چھٹکارا تو ملے۔ سوچنے سمجھنے کی صلاحیت نہ رہے۔ باہر سے ہلکی سی دستک سنائی دی اور پھر ایک مہین سی آواز جس نے انگریزی میں کہا۔ "لباس موجود ہے محترمہ روشن جمال۔ میں باہر جا رہی ہوں۔ دروازہ بند ہو گا براہ کرم لباس لے لیجئے گا۔"

میں نے جلدی سے نل بند کر دیا۔ بے اختیار اپنی جگہ سے اٹھی لیکن دروازہ کھولنا مناسب نہیں سمجھا ہاں اس سے کان لگا کر جاتے ہوئے قدموں کی آواز سنتی رہی جس آواز نے مجھے میرے اصل نام سے مخاطب کیا تھا وہ بالکل اجنبی تھی۔ پھر تھوڑا سا دروازہ کھول کر باہر دیکھا ایک اسٹینڈ پر گلابی رنگ کا مخصوص طرز کا لباس لٹکا ہوا تھا' ساتھ ہی ساتھ مقامی طرز کا لباس' میرے نئے کرم فرماؤں کا تحفہ' جنہوں نے نہ جانے

کس طرح سے مجھے جیل سے نکال لیا تھا۔ دل پر انتہائی سختی کے ساتھ قابو حاصل کیا۔ دیوانہ کرنے والے تو دیوانہ کرنے کی کوشش میں مصروف تھے لیکن کامیاب نہیں ہو پا رہے تھے کم بخت دماغ ایک بھی حقیقت کو قبول نہ کرنے کے باوجود اپنے آپ پر قابو پائے ہوئے تھا۔ یہ بھی مجھ سے باغی تھا لعنت ہے اس پر۔ بہرحال وہ خوبصورت لباس پہن لیا۔ آئینے کے سامنے کھڑے ہو کر بال خشک کئے اور انہیں سنوارنے لگی۔

تبھی دروازے پر دستک ہوئی۔

"آ جاؤ۔" میں نے پرسکون لہجے میں کہا اور وہ اندر داخل ہو گئی۔ نوجوان لڑکی تھی جس کی قومیت کے بارے میں اندازہ نہیں ہو سکا رنگ و روپ یورپ کا سا تھا۔ البتہ بال سیاہ تھے آنکھوں پر خوبصورت چشمہ لگائے ہوئے تھی۔ ناشتہ لائی تھی۔ ٹرالی پر تر و تازہ بسکٹ ابلے ہوئے انڈے اور چائے کے برتن تھے۔

"ذائمہ۔ آپ کی خادمہ۔ سوئچ بورڈ پر سرخ بٹن میرے لئے ہے۔ ناشتہ کر لیجئے۔"

"شکریہ۔ میرے نئے میزبان کون ہیں؟"

"گیارہ بجے آپ سے ملاقاتیں کریں گے۔" اس نے مسکرا کر کہا۔

"اوہ اچھا۔" میں نے سکون سے کہا اور ناشتے کی ٹرالی کی طرف متوجہ ہو گئی۔ خوب ڈٹ کر ناشتہ کیا۔ دل میں سوچا کہ یہ میرا نیا قید خانہ ہے۔ خیر کوئی حرج نہیں ہے۔ چائے کے کئی کپ لئے اور پھر لڑکی کو دیکھنے لگی۔

"کسی اور شے کی ضرورت ہے۔" اس نے پوچھا۔

"ہاں۔" میں نے مسکرا کر کہا۔

"فرمائیے؟"

"آزادی چاہئے۔" میں نے کہا اور وہ بھی مسکرا دی۔ پھر وہ خاموشی سے ٹرالی دھکیلتی ہوئی باہر نکل گئی۔ گیارہ نہ جانے کس طرح بجے لیکن ذائمہ کی دی ہوئی اطلاع غلط نہیں تھی۔ ٹھیک گیارہ بجے دروازے پر دستک ہوئی اور میں نے ان مہذب لوگوں کو اندر آنے کی اجازت دے دی لیکن جو لوگ اندر داخل ہوئے تھے وہ شناسا چہرے تھے حالانکہ چند لمحات کے لئے انہیں دیکھا تھا لیکن پہچان گئی تھی! سب سے آگے خاتون البانہ تھی۔ اس کے پیچھے فیضان اور سبحان تھے تینوں پرسکون انداز میں داخل ہوئے۔ خاتون البانہ نے گہری نظروں سے مجھے دیکھا اور پھر میرے سامنے صوفے پر بیٹھ گئی

سجان اور فیضان صوفے کے عقب میں کھڑے ہو گئے۔

"تعارف ہو جائے!" خاتون البانہ نے کہا۔

"خوش قسمتی سے میں آپ سے متعارف ہوں خاتون البانہ!" میں نے کہا اور خاتون البانہ مسکرا پڑیں پھر بولیں۔

"یہ اچھی بات ہے' خیر یہ دونوں میرے بیٹے سجان اور فیضان ہیں تمہارے بارے میں مجھے تفصیلی علم ہو چکا ہے روشن جمال اور میں نہایت صاف گوئی سے تمہیں وہ سب کچھ بتائے دیتی ہوں جس نے تمہیں یقینی طور پر متجسس کر رکھا ہو گا۔"

"جی فرمائیے۔" میں نے کہا۔

"اصل میں یوں سمجھ لو کہ ہم لوگ اپنی زندگی کے ایک اہم مشن پر کام کر رہے تھے کائنات میں دولت ایک ایسی چیز ہے جو اگر نہ ہو تو زندگی کا مزہ ختم ہو جاتا ہے تمہارے اوپر امیر باسط العزیزی کے قتل کا الزام ہے۔ میں نہیں کہہ سکتی کہ یہ الزام قائم رہے گا یا ختم ہو جائے گا لیکن مجھے کچھ ایسے شواہد ملے تھے جن سے یہ اندازہ ہو رہا تھا کہ لوگ امیر عزیزی کے اصل قاتلوں کے بارے میں غور کر رہے ہیں۔ تمہیں یقیناً اس بات کا علم نہیں ہو گا کہ امیر عزیزی کے اصل قاتل کون ہیں لیکن اتنا تم ضرور جانتی ہو گی کہ تم نے انہیں قتل نہیں کیا بہرطور قاتلوں سے تمہارا تعارف کرا دیا جائے' وہ ہم لوگ ہیں۔ میں نے اور میرے ان دونوں بیٹوں نے مل کر یہ پروگرام تیار کیا تھا حالانکہ ہمیں اپنے کام میں آسانی کی اتنی امید نہیں تھی لیکن تمہاری آمد نے ہماری مشکل آسان کر دی اور وہ کام جس کے لئے کوئی ٹھوس منصوبہ بندی نہیں کی جا سکتی تھی تمہاری شمولیت سے مکمل ہو گیا۔ یہ کہنا بے سود ہی ہو گا کہ ہم امیر باسط کو اس کی دولت کے لئے قتل کرنا چاہتے تھے۔ تمہاری شخصیت سے ہمیں ایک مضبوط بیک گراؤنڈ مل گیا امیر عزیزی قتل کر دیا گیا' تم گرفتار ہو گئیں۔ اس کے بعد کے حالات سے بھی ہمیں مسلسل واقفیت رہی یعنی یہ کہ تمہارے وہ دونوں ساتھی بوڑھے فرار ہو گئے جو اس قتل میں ملوث قرار دیئے گئے تھے۔ تحقیق بہرطور ہو رہی تھی اور پولیس اتنی احمق بھی نہیں کہ وہ بالکل ہی آگے کام نہ کر سکتی ہمیں اپنے آپ کو اس مشکل سے نکالنا تو تھا ہی چنانچہ جہاں ایک منصوبہ بندی کی گئی تھی وہاں کچھ اور منصوبے بنا لئے گئے۔ پولیس کمشنر ہمارا دست راست ہے۔ ہمارے مفادات کا نگراں۔ اس نے ہمیں لمحہ لمحہ حالات سے باخبر رکھا پتہ چلا کہ وہ دونوں بوڑھے پولیس کو چکمہ دے کر فرار

ہو گئے۔ گویا انہوں نے دوسری بار ہماری مدد کی پہلے بھی انہوں نے تمہیں انالازیہ کے ہم سے عزیزی کے پاس پہنچا کر ہمارے لئے ایک بہترین موقع فراہم کیا تھا۔ اس بار پھر ہی ہمارے کام آئے۔ سنا ہے تمہارا سفارت خانہ تمہارے لئے کافی تگ و دو کر رہا ہے لیکن ہم اسے زیادہ تکلیف نہیں دینا چاہتے۔ ہوا یوں کہ تمہیں رات کے کھانے میں خواب آور دوا دے کر بے ہوش کیا اور پھر ہمارے دوستوں نے تمہیں ہمارے حوالہ کر دیا۔ اس وقت تم اسکندریہ میں ہو۔"

"اسکندریہ میں؟" میرے منہ سے بے اختیار نکلا۔

"ہاں' اخبارات تمہارے بارے میں جو کچھ لکھیں گے وہ یوں ہو گا جرائم پیشہ افراد کے ایک سہ رکنی گروہ نے جو امیر عزیزی کی دیوانگی سے فائدہ اٹھا کر لاکھوں پونڈ کے ہیرے چرانے کا منصوبہ رکھتا تھا امیر عزیزی کو قتل کیا لیکن بدقسمتی سے وہ ہیرے لے جانے میں کامیاب نہ ہو سکے اور گرفتار ہو گئے۔ پھر اس گروہ کے دو افراد موت کا ڈرامہ رچا کر پولیس کے چنگل سے نکل گئے اور اب اس وقت جب جیل کے حکام نے کچھ تحقیقی امور کے لئے گروہ کی تیسری فرد لڑکی کو دفتر تحقیق میں طلب کیا تھا اسی گروہ کے افراد نے خواب آور گیس کا بم مار کر جیل کے حکام اور پولیس کمشنر کو بے ہوش کیا اور لڑکی کو نکال لے گئے۔ وہاں باقاعدہ یہ سب کچھ ہوا ہے اور اخبارات کو یہ خبر ریلیز کر دی گئی ہے۔" خاتون البانہ نے مسکرا مسکرا کر یہ تفصیل بتائی اور میں ششدر اسے دیکھتی رہ گئی۔ پھر فیضان بولا۔

"میری ماں اس کائنات کی سب سے ذہین عورت ہے مس روشن جمال لیکن ہم بددیانت اور خودپسند نہیں ہیں۔ تم لوگ جو کوئی بھی ہو تم نے نادانستگی میں ہماری بہت مدد کی ہے اور ہم تمہیں بہ عافیت مصر سے نکال کر جہاں تک تم چاہو گی پہنچا دیا جائے گا اور اگر تمہیں ان سے دلچسپی نہ ہو تو تم خود جہاں جانا چاہو گی ہم بندوبست کر دیں گے۔"

ان لوگوں کی داستان پر مجھے حیرت نہیں ہوئی تھی۔ یہ تفصیل خالد بھی مجھے سنا چکا تھا لیکن ان کے الفاظ کے آخری حصے نے میری توجہ سمیٹ لی تھی۔ میں نے ایک لمحے میں فیصلہ کر لیا کہ ان سے مفاہمت رکھی جائے بس اور کچھ نہیں چاہئے تھا مجھے۔ میں یہاں سے نکل جاؤں گی۔ جس طرح بھی ہو میری گلو خلاصی ہو جائے میں نے کہا۔

"سنئے جناب۔ میری گزارش ہے کہ آپ لوگ میری باتوں پر یقین کریں۔ مجھے

جھوٹ بول کر کچھ حاصل نہیں ہو گا۔ ان تمام واقعات سے مجھے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ یہ آپ کے اور حکومتِ مصر کے معاملات ہیں۔ آپ نے جو کچھ کیا وہ آپ بہتر جانتے ہیں۔ میں بس یہاں سے نکل جانا چاہتی ہوں۔ آپ اگر مناسب سمجھیں تو اس میں میری مدد کر دیں۔"

"ہم نے اس کا وعدہ کیا ہے روشن جمال۔ وہ دونوں بوڑھے کہاں ہیں؟"

"میرا ان سے کوئی واسطہ نہیں ہے وہ سب ڈی پارلو کے مسافر تھے اور وہی امیر عزیزی کو دھوکہ دے کر اپنا اُلّو سیدھا کرنا چاہتے تھے انہوں نے ہی یہ سازش کی تھی۔"

"ان کا کوئی مقصد تو ہو گا؟"

"یقیناً لیکن انہوں نے مجھے اس کی ہوا بھی نہیں لگنے دی۔"

"ایسا کیسے ہو سکتا ہے۔" فیضان بولا۔

"حقیقت یہی ہے۔ آپ لوگوں سے زیادہ کون جان سکتا ہے کہ میرا ان تمام واقعات سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اس کا ایک ثبوت یہ بھی ہے کہ اگر ان بوڑھوں کو مجھ سے کوئی دلچسپی ہوتی تو جس طرح وہ خود فرار ہوئے اسی طرح میرے لئے بھی کوشش کر سکتے تھے۔"

اس دلیل نے شاید انہیں کچھ متاثر کیا تھا وہ ایک دوسرے کی صورت دیکھنے لگے۔ پھر سبحان الناصری بولا۔ "کیا فیصلہ کرتی ہیں مادر مہربان!"

"وہ دونوں شیطان کون تھے اور کہاں روپوش ہو گئے۔ تم ان کے بارے میں کچھ اور بتاؤ لڑکی۔"

"ان میں سے ایک کا نام پروفیسر ڈان ایرن ہے اور اس کا تعلق پرتگال سے ہے۔ دوسرا نادر ہاشمی ہے جو انڈونیشیا سے پرتگال پہنچا تھا اور وہیں سے یہ دونوں جہاز ڈی پارلو پر سوار ہوئے تھے۔ یہ قدیم مصر پر تحقیق کے شوقین ہیں۔"

"تم سے ان کی شناسائی کیسے ہوئی؟"

"وہیں ڈی پارلو پر' میں بھی ایک محقق کی بیٹی ہوں۔"

"ختم کرو سبحان۔ لڑکی شاید ٹھیک ہی کہہ رہی ہے۔ اس کا کام کر دو بوڑھوں کو ہم دیکھ لیں گے۔" خاتون البانہ نے کہا۔

"تم اب کیا چاہتی ہو لڑکی؟"

"صرف اپنے وطن جانا چاہتی ہوں۔"

"اگر ہم تمہارا لیبیا تک جانے کا بندوبست کر دیں تو وہاں سے تم اپنے وطن جا سکو گی؟"

"مجھے اس بارے میں کچھ نہیں معلوم جناب۔ میں تو بس زندہ رہنا چاہتی ہوں۔ اگر آپ میرے وطن تک جانے کا بندوبست کر دیں تو آپ کی عنایت ہو گی۔ اس کے سوا مجھے کچھ نہیں چاہئے۔"

"یہ ہمارے لئے مشکل ہو گا۔ اب تمہارے جیل سے نکل جانے کے بعد ان تمام راستوں کی نگرانی کی جائے گی جہاں سے تم اپنے وطن جا سکو۔ اس لئے یہی بہتر ہے کہ تم لیبیا چلی جاؤ۔ وہاں سے تم خود جدوجہد کر لینا۔"

"جیسا آپ بہتر سمجھیں۔"

"بے فکر ہو جاؤ۔ تمہیں کچھ وقت یہاں گزارنا ہو گا۔ اس کے بعد ایک صحرائی سفر کرا کر تمہیں ایسی جگہ پہنچا دیا جائے گا جہاں سے تم لیبیا جا سکو باقی کام تمہیں خود کرنا ہے۔"

میں خاموش ہو گئی۔ کچھ دیر کے بعد وہ تینوں چلے گئے۔ میرا دل بھر آیا۔

دو دن اس قید میں گزرے۔ کوئی تکلیف نہیں ہوئی۔ ہر طرح میرا خیال رکھا گیا۔ تیسری صبح ناشتہ کر رہی تھی کہ ایک شخص میرے کمرے میں داخل ہوا۔ اسے دیکھ کر دم بخود رہ گئی تھی۔ وہ حسان امینی تھا۔

"ہیلو مس روشن جمال۔" میرے ہونٹ ہیلو کہنے کے لئے ہلے لیکن منہ سے آواز نہیں نکلی تھی۔ "تم جانتی ہو میں تو حکم کا غلام ہوں۔ بہرحال وطن واپسی مبارک ہو۔ ناشتہ کرو۔"

"شش.......... شکریہ جناب۔ کیا؟" میرے منہ سے بمشکل نکلا۔

"ہاں۔ بس تیار ہو جاؤ کچھ دیر کے بعد ہم روانہ ہو جائیں گے۔" اس نے کہا اس کے بعد ناشتہ کیا حیثیت رکھتا تھا۔ حسان امینی چلا گیا اور میں شدید اعصابی دباؤ کا شکار ہو گئی۔ لیبیا بھیج رہے ہیں یہ مجھے۔ بہرحال اس عذاب سے تو نکلوں اس کے بعد تقدیر آزماؤں گی۔ ہو سکتا ہے وطن پہنچنے میں کامیاب ہو ہی جاؤں۔

☆------☆------☆

سفر ایک پرانے طرز کی لینڈ کروزر سے کیا گیا تھا۔ ڈرائیور تھا دو آدمی اور تھے

اور حسان امنی تھا۔ لینڈ کروزر میں ایک تابوت رکھا ہوا تھا جس میں دونوں طرف چھوٹے چھوٹے سوراخ تھے۔ اندر ریشم کے گدے لگے ہوئے تھے۔ حسان نے اس کا ڈھکنا کھول کر مجھے اشارہ کیا۔

"کک کیا مطلب؟" میں نے سہم کر کہا۔

"ایک خوفناک' لیکن دلچسپ سفر............!" وہ مسکرا کر بولا۔

"لل............ لیکن............!"

"اپنی عقل سے بھی سوچا کرو بے بی۔ مصری پولیس تمہاری تلاش میں ہے۔ راستہ طویل ہے۔ اگر کہیں چیکنگ ہوگئی تو تمہارے ساتھ ہم بھی مارے جائیں گے۔ بس آبادیوں سے نکل جائیں۔ اس کے بعد نکل آنا۔"

"میرا دم گھٹ جائے گا اس میں۔"

"نہیں۔ ان سوراخوں سے تمہیں پوری ہوا ملے گی۔" تھوڑی سی رد و قدح کے بعد میں تابوت میں لیٹ گئی۔ پھر لینڈ کروزر اسٹارٹ ہو کر چل پڑی۔ میں نے اس قبر میں آنکھیں بند کرلی تھیں۔ آنکھیں کھولتی تو کلیجہ حلق میں آنے لگتا۔ واہ مجھے اس دنیا میں لانے والو کیا حسین زندگی دی ہے تم نے مجھے۔ تمہارا یہ احسان کبھی نہ بھولوں گی۔ آنکھوں کی کوروں سے آنسو بہتے رہے۔ ایک بار خالد کا خیال بری طرح حواس پر چھا گیا۔ اب مجھے اس کے خلوص پر شک نہیں تھا لیکن میں اتنی بے بس تھی کہ اس کے لئے کچھ نہیں کرسکتی تھی۔ کوئی چالیس منٹ تک اس قبر میں دفن رہی' پھر اچانک تابوت کا ڈھکن کھول دیا گیا۔ تاریکی روشنی میں بدل گئی اور میں نے دہشت زدہ انداز میں آنکھیں کھول دیں۔

"کیا ہوا............ کیا ہوگیا۔"

"کچھ نہیں بے بی۔ اب باہر آجاؤ۔" حسان امنی کی آواز سنائی دی اور میں پھرتی سے تابوت سے باہر نکل آئی۔

"خطرہ ٹل گیا؟"

"ہاں۔ آرام سے بیٹھو۔ کافی پیو گی؟"

"پانی مل سکتا ہے۔"

"کیوں نہیں۔ پانی دو۔" امنی نے اپنے ساتھی سے کہا۔ بلوری گلاس میں مجھے پانی دیا گیا۔ اس کے بعد کافی۔ حالانکہ گرمی تھی لیکن چکراتے ہوئے سر کے لئے بہت

چھا ثابت ہو رہا تھا۔ امنی کا رویہ بے حد نرم تھا۔ باہر کے مناظر نمایاں تھے۔ تاحدِ نگاہ یت کے ٹیلے بچھے ہوئے تھے کہیں کہیں ٹوٹے پھوٹے اہراموں کی چوٹیاں نظر آرہی یں۔ جن کے بقیہ حصے ریت میں دفن ہوگئے تھے۔ مصر کی روایتی شکل نمایاں تھی۔ ں انہیں دیکھتی رہی مزید کوئی پچیس منٹ تک یہ سفر جاری رہا۔ سیاہ رنگ کا وہ بلند بالا مقبرہ مجھے کوئی چھ سات منٹ سے نظر آرہا تھا۔ وہ قریب آتا جا رہا تھا۔ لینڈ کروزر ناید ریت کے درمیان بنی ہوئی کسی سڑک پر چل رہی تھی لیکن ایک جگہ سے اس نے راستہ بدل دیا۔ صاف ظاہر ہوگیا کہ اب وہ ریت پر سفر کر رہی تھی۔ میں سمجھ نہیں ی............ لیکن اونچا اہرام اب قریب آگیا تھا اور اس کے قریب لینڈ کروزر رک ئی۔ میرے اعصاب پھر کشیدہ ہوگئے۔ یہاں رکنے کی وجہ سمجھ میں نہیں آئی تھی۔ ہرحال میں تو اب ان لوگوں کے رحم و کرم پر تھی۔ میری سمجھ میں تو بہت سی باتیں آرہی تھیں لیکن بے کس تھی کیا کرتی۔ اہرام بہت پُراسرار نظر آرہا تھا' یہ پہلا فرعونی مقبرہ تھا جسے میں نے اتنے قریب سے دیکھا اس کی ہیبت میرے دل پر طاری ہو رہی تھی' عظیم الشان مقبرے کے سامنے کے حصے میں بوسیدہ دروازہ نظر آرہا تھا جو بند تھا' زمانہ قدیم کا یہ عظیم الشان اہرام جس سے نہ جانے کتنی داستانیں وابستہ ہوں گی اس ق و دق ریگستان میں بہت خوفناک منظر پیش کر رہا تھا۔ حسان امنی اور اس کے ساتھی نیچے اتر گئے۔ میں اپنی جگہ بیٹھی رہی تھی۔ انہوں نے مجھ سے مخاطب ہوئے بغیر پُراسرار کارروائیوں کا آغاز کردیا۔ تابوت نیچے اتارا گیا اور وہ لوگ اسے لئے ہوئے اہرام کے دروازے کے پاس پہنچ گئے۔ اس کے بعد اس کا ڈھکن کھول دیا گیا۔ پھر حسان امنی آہستہ آہستہ چلتا ہوا میرے قریب پہنچا اور اس نے نرم و ملائم لہجے میں کہا۔

"آؤ روشن جمال نیچے اتر آؤ۔ یہ ریگزارِ تماسرا ہے اور یہ اہرام بھی تماسرا ہی کے نام سے مشہور ہے۔ یہاں زمانہ قدیم کے بہت سے لوگ موجود ہیں ان کی گلی سڑی لاشیں ہڈیوں کی شکل میں تبدیل ہوگئی ہیں اور یہ ہڈیاں بوسیدہ تابوتوں میں دفن ہیں............ لیکن اصل میں یہ خاتون البانہ کا نوادر خانہ ہے اس کی قدیم تاریخ میں خاتون البانہ کی تاریخ بھی شامل ہوگئی ہے اصل میں تمہیں اندازہ نہیں قلوپطرہ کی سرزمین پر اس جیسی فطرت کی بے شمار خواتین جنم لیتی ہیں۔ کچھ کے نام تاریخ میں بھی محفوظ ہیں شاید ہر دور میں یہاں کم از کم ایک قلوپطرہ ثانی ضرور رہی ہے۔ کسی بھی نقطۂ نگاہ سے اس پر غور کیا جائے تو اس کی فطرت میں ایک خاص بات پائی جاتی ہے جو

قلوپطرہ کے مزاج سے مل جاتی ہے۔ خاتون البانہ کو تم اس دور کی قلوپطرہ کہہ سکتی ہو۔ اس نوادر خانے میں وہ عتاب زدہ افراد موجود ہیں جن سے کسی نہ کسی طرح خاتون البانہ کی مخاصمت رہی ہے خاتون البانہ نے ان کی تاریخ ان کے ساتھ یہاں دفن کردی ہے۔ شاید تمہیں اس بات پر یقین نہ آئے کہ امیر باسط العزیزی کی اصل لاش بھی ایک تابوت میں یہاں پہنچ گئی ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ اس کا مدفن بظاہر کہیں اور ہے۔ بڑے آدمیوں کے کھیل ہیں اور انہیں یہ کھیل کھیلنا مشکل نہیں ہوتے۔ امیر باسط العزیزی کی تدفین جہاں کی گئی وہاں سے پوشیدہ طور پر ان کی لاش نکال کر خاتون البانہ کے حکم سے یہاں تک پہنچادی گئی تاکہ ان کے کشتگان منتشر نہ ہوں۔ فردوسہ کی لاش بھی یہیں ایک تابوت میں موجود ہے اور بھی کئی ایسے ہیں جن کا تذکرہ اس وقت بے مقصد ہوگا اور افسوس مس روشن جمال کہ آپ بھی کسی نہ کسی طور ان افراد میں شامل ہوگئیں جن کے بارے میں خاتون البانہ کا خیال ہے کہ انہیں مرجانا چاہئے اور ان کی زندگی خاتون البانہ کے حق میں بہتر نہ ہوگی۔"

میرے پورے جسم میں پھریریاں دوڑ گئیں' میں لینڈ کروزر سے نیچے تو اتر آئی تھی......... لیکن ان الفاظ پر وحشت زدہ ہوکر کئی قدم پیچھے ہٹ گئی۔ میں نے پھٹی پھٹی آواز میں کہا۔

"تت......... تو کیا تم مجھے قتل کرنا چاہتے ہو۔ مجھے آزادی دلانے کا بہانہ کیا تھا تم نے۔ کیا میری دلجوئی فریب تھی؟"

"سو فیصد ورنہ تم خود سوچو مس روشن جمال بھلا فیضان' سبحان الناصری اور خاتون البانہ تمہارے سامنے اس بے تکلفی سے اپنے جرم کا اعتراف کرتے......... تم ناسمجھ ہو اگر تمہاری جگہ کوئی سمجھدار ہوتا تو فوراً یہ اندازہ لگالیتا کہ تمہیں یہ سب کچھ بتانے کا مقصد یہ ہے کہ تمہاری زندگی ختم ہوچکی ہے اور تم ان کا راز لے کر صرف قبر میں جاسکتی ہو۔ اب یہ تمہاری معصومیت ہے کہ اس اظہار کے باوجود تم نے اپنے آپ کو زندوں میں شمار کرلیا۔ خیر اب ان باتوں سے کچھ حاصل نہ ہوگا میں صرف اتنا کرسکتا ہوں کہ تمہاری گردن دبا کر تمہیں ہلاک کردوں۔ ورنہ کسی کو اگر زندہ تابوت میں رکھ کر قبر میں اتار دیا جائے تو ظاہر ہے اسے موت کی شدید تکلیف سے دوچار ہونا پڑے گا اور چونکہ تم اتنی بے ضرر رہی ہو ہمارے لئے کہ تم سے کوئی پرخاش ہی نہیں ہے ہمیں۔ میں ذاتی طور پر تمہیں یہ دکھ نہیں دے سکتا۔"

"دیکھو میں نے تم سے وعدہ کیا ہے کہ میں اپنی زبان بند رکھوں گی۔ بھول جاؤں گی وہ سب کچھ جو ہوچکا ہے' میری زندگی بخش دو' میں تو خود ہی ان حالات میں جیتی رہی ہوں جو موت سے بدتر ہوتے ہیں' مجھے بے بسی کی موت مت مارو' تمہیں اس سے کیا مل جائے گا۔"

"افسوس اس کائنات میں بعض لوگ اپنی مرضی سے ایک دن نہیں گزارتے میں بھی انہی میں سے ہوں مس روشن جمال۔ میری بدنصیبی نے مجھے غلام پیدا کیا اور میں غلاموں ہی کی مانند زندگی بسر کرتا رہا ہوں......... غلام کا صرف ایک کام ہوتا ہے آقاؤں کے حکم کی تعمیل کرے۔ میں نے آج تک یہی کیا ہے' براہ کرم میرے اندر کسی اور قسم کے جذبات نہ بیدار کرو۔ میں انہیں نباہ نہ سکوں گا۔ یہ دوسری بات ہے کہ اس حکم پر افسردہ رہوں جو مجھے میرے آقاؤں کی جانب سے ملا۔ دیکھو وہ تابوت خوبصورت ہے تم اس کا تجربہ کرچکی ہو۔ صدیوں کے بعد یا ہوسکتا ہے کچھ عرصے کے بعد کچھ محقق ریگزار تماسرا میں اہرام تماسرا کا معائنہ کریں تو تمہاری لاش پاکر تمہاری بھی کوئی تاریخ تعین کرلیں۔ آؤ اب زیادہ وقت نہیں ہے ہمارے پاس' ہم تمہاری آخری رسومات کے لئے تیار ہیں......... اور.........! لیکن اس کے ساتھ ہی حسان اچانک کو خاموش ہوجانا پڑا۔

ایک آواز فضا میں گونجی تھی' گو فاصلہ بہت تھا لیکن آسمان پر اڑنے والے ہیلی کاپٹر کے لئے یہ فاصلہ طے کرلینا کون سا مشکل تھا' حسان کے ساتھ ہی اس کے ساتھی بھی پلٹ کر آسمان کی جانب دیکھنے لگے۔ ہیلی کاپٹر بہت تیز رفتاری سے اس سمت آرہا تھا' حسان کے حلق سے دہشت بھری آواز نکلی.........

"اوہو......... اس کا رخ تو اس سمت ہے کون ہوسکتا ہے یہ کون ہوسکتا ہے.........؟"

میں بھی وحشت بھرے انداز میں اسی سمت دیکھ رہی تھی اس لئے عقبی سمت ہم لوگ توجہ نہ دے سکے۔ وہ تو جب پیچھے سے آواز سنائی دی تب ہم سب پلٹے تھے۔ اہرام تماسرا سے وہ تمام روحیں باہر نکل آئی تھیں جن کی تدفین یہاں کی گئی تھی اور ان میں سے ایک نے کہا۔ "تم لوگ اپنے ہاتھ بلند کردو۔ اگر ذرا بھی کوئی غیر ذمہ دارانہ حرکت کی تو گولیوں سے بھون ڈالے جاؤ گے۔"

ہم پھٹی پھٹی نگاہوں سے ان لوگوں کو تکنے لگے' اجنبی چہرے تھے' لیکن سب کے

سب مسلح' حسان امینی نے ہاتھ بلند کر دیئے اہرام سے نکلنے والے سمجھ میں نہیں آئے تھے۔ وہ لوگ آگے بڑھے اور انہوں نے پستولوں کی نالیں حسان امینی اور اس کے ساتھیوں کی کنپٹیوں پر رکھ دیں۔ پھر ان میں سے ایک نے جو مقامی ہی معلوم ہوتا تھا نہایت چابک دستی سے ان سب کے لباسوں کی تلاشی لے ڈالی' پستول موجود تھے ان کے پاس' لیکن انہیں ایک لمحے کی مہلت نہیں ملی تھی کہ مقابلے کے لئے پستول نکال سکیں چنانچہ ان کے سارے ہتھیار قبضے میں لے لئے گئے اور اس کے بعد تلاشی لینے والے شخص نے اپنی جیب سے آٹومیٹک ہتھکڑیاں نکالیں اور ان سب کو ایک لڑی میں پروتا چلا گیا۔ میری جانب کوئی متوجہ نہیں تھا۔ ان کے ہاتھ پشت پر کر لئے گئے تھے تاکہ وہ کوئی غلط حرکت نہ کر سکیں۔

میں ساکت کھڑی خواب آلود نگاہوں سے ان بدلتے ہوئے مناظر کو دیکھ رہی تھی......... اور میرے ذہن میں عجیب و غریب خیالات آرہے تھے۔

☆------☆------☆

پھر ہیلی کاپٹر نیچے اُتر آیا۔ فاصلہ ہم سے ذرا زیادہ رکھا گیا تھا تاکہ ریت اڑ کر ہمیں گرد آلود نہ کر دے پھر بھی ہیلی کاپٹر کے پروں کی ہواؤں سے اڑنے والی ریت نے ہیلی کاپٹر کو اپنے درمیان چھپا لیا تھا۔ البتہ جب وزنی ریت چند لمحوں میں دوبارہ بیٹھ گئی تو تین افراد نمودار ہوئے۔ یہ بہترین شخصیت کے مالک تھے۔ ہیلی کاپٹر کا پائلٹ بدستور اپنی سیٹ پر موجود رہا' البتہ اس نے مشین بند کر دی تھی۔ آنے والوں نے گہری نگاہوں سے حسان امینی' اس کے ساتھیوں کو اور مجھے دیکھا۔ پھر ان میں سے ایک مطمئن انداز میں گردن ہلا کر بولا۔

"ان لوگوں کو آپ اپنی گاڑی میں لے جائیے کرنل اسامہ۔ میں مس روشن جمال کو اپنے ساتھ لئے جاتا ہوں۔ آپ میں سے چند افراد کو ان کی گاڑی سنبھالنا ہوگی' احتیاط سے اسے لے کر ہیڈ کوارٹر پہنچ جائیے......... اور کوئی خاص بات.......؟"

"نہیں جناب ویسے اس شخص نے وہی سب کچھ کیا ہے جس کی توقع ہم لوگ رکھتے تھے۔ اس کی یہاں ہونے والی گفتگو بھی ریکارڈ کر لی گئی ہے۔" اہرام سے برآمد ہونے والے شخص نے بتایا۔ وہ تندرست و توانا شخص جو مقامی ہی معلوم ہوتا تھا' اعلیٰ شخصیت کا مالک تھا' نرم لہجے میں مجھ سے بولا۔ "آئیے مس روشن جمال تشریف لائیے۔"

میں نے قدم آگے بڑھائے لیکن لہرا گئی۔ تب اس نے ہمدردانہ انداز میں مجھے سہارا دیا اور آہستہ آہستہ قدموں سے چلتا ہوا ہیلی کاپٹر تک آگیا۔ ہیلی کاپٹر میں خاصی گنجائش تھی اور وہ یقیناً فوجی ہیلی کاپٹر تھا' مجھے اس میں سوار کرایا گیا' وہ شخص میرے برابر بیٹھ گیا اور ان میں سے ایک آگے پائلٹ کے ساتھ......... تیسرا آدمی مصری زبان میں ان لوگوں سے کچھ کہہ کر دوسرے افراد کی جانب چلا گیا تھا۔ ہیلی کاپٹر کا دروازہ بند ہوا اور پائلٹ نے چند لمحات کے بعد اسے فضا میں بلند کر لیا۔ میرے نزدیک بیٹھے ہوئے شخص نے مقامی زبان میں پائلٹ کو بھی کچھ ہدایات دی تھیں اور پھر اطمینان سے سیٹ سے پشت ٹکالی تھی۔ میں دم بخود بیٹھی ہوئی تھی۔ درحقیقت موت مجھ سے آنکھ مچولی کھیل رہی تھی۔ بہت عرصے سے یہی ہو رہا تھا۔ ایک لمحہ بھی میرے بس میں نہیں تھا۔ میں نہیں کہہ سکتی تھی کہ دوسرے لمحے کیا ہوگا۔ ابھی ابھی زندگی ختم ہونے میں کوئی کسر نہیں رہ گئی تھی۔ حسان جیسے درندہ صفت کے دل میں رحم کی کوئی گنجائش نہیں تھی وہ جو کچھ کہہ رہا تھا وہی کرتا مگر اچانک پانسہ پلٹ گیا تھا۔ میں بچ گئی تھی مگر یہ سب کچھ نہ جانے کیسے ہو گیا۔

ہیلی کاپٹر کا سفر جاری رہا۔ پھر وہ ایک بے حد وسیع تر جگہ اتر گیا۔ سرسبز و شاداب میدان تھا جس کے درمیان ہیلی پیڈ بنا ہوا تھا۔ کچھ فاصلے پر عمارتیں نظر آرہی تھیں۔ جگہ جگہ گاڑیاں کھڑی ہوئی تھیں۔ پہلے وہ لوگ اترے اس کے بعد اس ہمدرد شخص نے مجھے سہارا دے کر اتارا اور اسی نرم و مشفق لہجے میں بولا۔

"آپ خود کو سنبھال لیں مس روشن جمال۔ آپ بالکل محفوظ ہیں مطمئن رہیں کوئی آپ کا بال بیکا نہیں کر سکے گا۔"

"بہت شکریہ جناب!" میں نے حواس مجتمع کر کے کہا۔ ایک کار اسٹارٹ ہو کر ہیلی پیڈ کے قریب آگئی۔ مجھ سے اس کار میں بیٹھنے کے لئے کہا گیا اور میں نے ہدایت پر عمل کیا۔ ڈرائیور کے ساتھ وہ دوسرا آدمی بیٹھ گیا جو ہیلی کاپٹر میں پائلٹ کے ساتھ بیٹھا تھا۔ پھر کار اسٹارٹ ہو کر چل پڑی اور کوئی بیس منٹ تک اس کا سفر جاری رہا البتہ راستوں سے گزرتے ہوئے میں نے یہ ضروری معلوم کر لیا کہ میں اس وقت قاہرہ میں ہوں۔

اس بار بھی ایک وسیع و عریض عمارت میں مجھے لایا گیا تھا۔ یہاں باوردی افراد کو دیکھ کر مجھے اندازہ ہو گیا کہ یہ بھی پولیس ہیڈ کوارٹر ہے۔ میرا رہبر مجھے ساتھ لئے

ہوئے مختلف راستوں سے گزر کر ایک کمرے میں آ گیا جہاں آرام دہ نشستیں لگی ہوئی تھیں۔

"آپ یہاں بیٹھیں خاتون۔ ابھی آپ کے سفارت خانے............" اس نے اتنا ہی کہا تھا کہ دروازے سے کچھ لوگ اندر داخل ہوئے۔ سب سے آگے خالد تھا جو بے اختیار میری طرف لپکا اور اس نے محبت سے میرا ہاتھ پکڑ لیا۔ پھر بے صبری سے بولا۔

"تم ٹھیک تو ہو روشنی۔ آہ میں تو تمہاری زندگی سے مایوس ہو گیا تھا۔"

"ہاں میں ٹھیک ہوں۔"

"یہ ہمارے سفارت خانے کے ذمہ دار اراکین ہیں مسٹر ناصر سعیدی اور مسٹر رخسار حسین۔"

"میں تو جیل میں مس روشن جمال سے مل چکا ہوں۔ انہوں نے کچھ طنزیہ الفاظ بھی کہے تھے مجھ سے۔" رخسار حسین نے کہا۔ مجھے یاد آ گیا لیکن طنزیہ الفاظ میں نے نہیں بلکہ اس نے خود کہے تھے۔ البتہ میں نے خاموشی ہی اختیار کی یہی بہتر تھا۔

"آپ بالکل مطمئن رہیں مس روشن جمال۔ ہم لوگ ضابطے کی کارروائی کر رہے ہیں۔ ہو سکتا ہے کچھ ضروری امور کی تکمیل میں آپ کو یہاں ایک آدھ دن گزارنا پڑ جائے۔ اس کے بعد آپ کے لئے معقول بندوبست کر لیا جائے گا اور تیاریوں کے بعد آپ کو وطن روانہ کر دیں گے۔"

"بہتر ہے۔" میں نے کہا۔

"ہمیں اجازت دیجئے۔" دونوں نے کہا اور میں نے مضطربانہ انداز میں خالد کو دیکھا۔ "تم بھی خالد..........؟"

"نہیں۔ میں تمہارے ساتھ ہوں۔" خالد نے کہا اور میں نے اطمینان کی گہری سانس لی۔ وہ دونوں باہر نکل گئے اور میں ایک صوفے پر نڈھال ہو کر نیم دراز ہو گئی۔

"کچھ پیو گی؟" خالد نے پوچھا۔

"مل سکے گا؟"

"میرے خیال میں مل سکے گا۔ میں دیکھتا ہوں۔"

"نہیں رہنے دو۔ کوئی یہاں آ جائے تو ٹھیک ہے۔ خدا کے لئے تم کہیں نہ جاؤ۔"

"بے فکر رہو۔ اب ہم محفوظ ہیں۔ بس یہیں سے دیکھتا ہوں۔" خالد نے کہا اور

ٹھ کر دروازے سے باہر نکل گیا۔ میں اسے دیکھتی رہی اس وقت وہ صاف ستھرے نئی لباس میں ملبوس تھا اور پہلے کی مانند نظر آ رہا تھا۔ اس شخص نے واقعی خود کو میرے لئے وقف کر دیا تھا۔ اس سے زیادہ شاید ہی کوئی کسی کے لئے کچھ کر سکے اور اس قت........ میرے خدا........... یہ سوچ کر رونگٹے کھڑے ہو جاتے تھے بس چند ہی ات تو رہ گئے تھے اس کے بعد حسان امینی میری گردن دبا دیتا........... اور اس کے بعد........ میں دہشت سے سیدھی ہو کر بیٹھ گئی۔ پھر بے اختیار اٹھی اور دروازے کے پاس پہنچ گئی۔ سخت وحشت کا شکار تھی۔ خالد کچھ فاصلے پر ایک شخص سے بات کر رہا تھا۔ پھر وہ دروازے کی طرف پلٹ پڑا میں بھی اپنی جگہ آ بیٹھی تھی۔ وہ اندر آ کر میرے سامنے بیٹھ گیا۔ چند لمحات بالکل خاموشی طاری رہی۔ پھر میں نے کہا۔ "تمہیں معلوم ہے میں موت کے منہ سے نکل کر آئی ہوں۔"

"ہاں۔ میں جانتا ہوں اور تمہیں اس بارے میں تفصیلات بتانا چاہتا ہوں۔ یہ اچھی بات ہے کہ ہمیں دوسروں کے سامنے پیش ہونے سے قبل کچھ تنہائی کے لمحات ل گئے ہیں۔"

"تفصیلات..........؟" میں نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا۔

"جیل میں تمہیں معلومات فراہم کرنے کے بعد میری رہائی ہو گئی تھی۔"

"مگر اس میں تو چار دن باقی تھے۔"

"چار دن کے بعد ہی کی بات کر رہا ہوں۔"

"بعد میں تو تم مجھے نظر نہیں آئے تھے۔"

"تم پھر دھتکار دیتیں۔ فائدہ نہیں تھا۔ خیر.......... وہاں سے نکل کر پھر اپنے تحفظ میں مصروف ہو گیا۔ اس کے بعد تمہارے بارے میں علم ہوا کہ جیل سے فرار ہو گئی ہو۔ میں بے چین ہو گیا۔ یہ تو جانتا تھا کہ جو کچھ ہوا ہے تم نے نہ کیا ہو گا۔ پریشان پھر رہا تھا کہ زاغ نے پھر مجھ سے ملاقات کی۔"

"اوہ۔ وہ ملا تھا؟"

"اسی نادیدہ شکل میں۔ اس نے مجھے ایک کیسٹ دیا اور مجھے میرے آئندہ لائحہ ئل کے بارے میں بتایا۔ کیسٹ میں وہ گفتگو ریکارڈ تھی جو خاتون البانہ اور اس کے بیٹوں نے تم سے کی تھی اور جس میں انہوں نے امیر عزیزی کے قتل کا اعتراف کیا تھا۔ اس کے ساتھ ہی اس سے آگے کی گفتگو بھی تھی جس میں خاتون نے حسان امینی کو

ریگزارِ تماسرا میں تمہارے دفن کی ہدایات دی تھیں۔ پورے پروگرام کی تفہ
تھی۔ زاغ نے مجھے حکم دیا کہ یہ کیسٹ لے کر اپنے وطن کے سفارت خانے
جاؤں۔ وہاں ناصر سعیدی سے ملوں اور یہ کیسٹ اس کے حوالے کردوں۔ میں
اس کی ہدایت کے مطابق عمل کیا اور خدا کا شکر ہے کہ تمہیں بروقت بچالیا گیا۔"

"زاغ!" میرے منہ سے آہستہ سے نکلا۔ پھر میں نے چونک کر خالد سے پوچھ

"سفارت خانے کو تم نے اپنے بارے میں کیا بتایا؟"

"یہی کہ خاتون البانہ کا قیدی تھا۔ میں اپنے ہوٹل میں مقیم تھا اور وطن جا
کے لئے تیار تھا کہ مجھے کافی میں خواب آور دوا دے دی گئی اور میں ہوش میں نہ ر
پھر مجھے اسکندریہ میں خاتون البانہ کے محل میں ہوش آیا تھا جہاں مجھے میری قید کی
بھی نہیں بتائی گئی تھی۔ اس وقت سے میں وہیں قیدی تھا لیکن محل میں ایک خادمہ
گٹھ جوڑ کر کے میں نے کچھ آسانیاں حاصل کرلیں۔ خادمہ نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ
موقع ملنے پر مجھے اس قید سے رہائی دلا دے گی۔ اسی نے مجھے حالات سے باخبر رکھا تھ
اور بتایا تھا کہ خاتون البانہ امیر عزیزی کی دولت حاصل کرنے کے لئے ایک سازش
رہی ہے جس میں اس کے دونوں بیٹے بھی شامل ہیں۔ یہ خبر بھی مجھے خادمہ نے دی
کہ ایک لڑکی کو لایا گیا ہے جس پر عزیزی کے قتل کا الزام عائد کیا گیا ہے۔ اسی
خادمہ کی مدد سے مجھے ٹیپ ریکارڈر حاصل ہوا اور میں نے بڑے موقع سے ان لوگو
کی گفتگو ریکارڈ کی اور پھر صحیح وقت پر وہاں سے نکل بھاگا اور قاہرہ پہنچ گیا۔"

"میرے خدا.......... یہ کہانی تو فرضی ہے نا..........؟"

"ظاہر ہے۔" خالد مسکرا پڑا۔ "یہی ایک طریقہ تھا بچنے کا ورنہ میں تو صحیح معنو
میں مفرور ہوں۔"

"اس خادمہ کا تو کوئی وجود نہیں۔"

"ہاں وہ بھی میرے ذہن کی تخلیق ہے۔"

"اور اگر تفتیش میں اس کے بارے میں پوچھ لیا گیا تو..........؟"

"کوئی بھی فرضی نام لے دوں گا۔"

"طے کرلیا ہے؟" میں نے مسکرا کر کہا۔

"شامہ کیسا نام ہے؟"

"اچھا ہے۔"

"بس تو ٹھیک ہے۔"

"مگر شامہ ملے گی کہاں؟ ہو سکتا ہے یہ لوگ اسے بھی شامل تفتیش کرنا چاہیں۔"
میں نے کہا۔

"اس وقت صورت حال خاتون البانہ کے خلاف ہو چکی ہے۔ وہ نہ ملی تو اس کی
لاش بھی تلاش کی جائے گی۔" خالد ہنس کر بولا۔

"اور جب اس نام کا وجود ہی نہیں ملے گا تو..........!"

"تب یقیناً خادمہ نے مجھے اپنا نام غلط بتایا ہوگا۔ ویسے شاید اس کی ضرورت پیش
نہ آئے۔ جو ثبوت اس وقت پولیس کو حاصل ہو چکے ہیں اس کے بعد اتنی گہری تفتیش
کی ضرورت نہیں پیش آئے گی۔ ویسے یقیناً انہوں نے تمہیں ریگزار تماسرا سے حاصل
کیا ہوگا؟"

"ہاں۔"

"یہ بات میرے علم میں آگئی تھی کہ وہ انہیں رنگے ہاتھوں پکڑنا چاہتے ہیں۔"

"مجھے اب بھی خطرہ ہے خالد۔"

"کیا؟"

"خاتون البانہ کے ہاتھ بہت لمبے ہیں۔ پولیس کمشنر تک اس کے لئے سازش میں
شریک ہوگیا تھا۔"

"اب ایسا نہیں ہوگا۔"

"کیسے کہہ سکتے ہو؟"

"معاملہ سفارت خانے کا ہے اور فوجی حکام اس کیس میں ملوث کئے گئے ہیں۔
سفارت خانے نے اس کی خصوصی درخواست کی تھی اور چونکہ پولیس کمشنر کا تذکرہ
کیسٹ میں موجود تھا اس لئے فوجی حکام سفارت خانے کی مدد کرنے پر آمادہ ہوگئے۔
تماسرا میں کیا تمہیں اس کا اندازہ نہیں ہوا۔ ویسے تھوڑی سی تفصیل مجھے بتاؤ۔ میں
نے تو کوشش کی تھی کہ اس مہم جوئی میں مجھے شریک کرلیا جائے لیکن یہ نہ ہو سکا کیونکہ
معاملہ اونچے پیمانے کا تھا۔"

"میں تو موت کے قریب پہنچ چکی تھی خالد۔ یوں سمجھ لو بس کچھ دیر اور گزر جاتی
تو.......... لیکن نہیں۔ وہ لوگ مقبرے میں موجود تھے۔" میں نے خالد کو پوری
تفصیل بتائی اور اس نے مسرور لہجے میں کہا۔ "گویا وہاں انہوں نے مکمل بندوبست

کرلیا تھا۔" یہ بات مزید مستحکم ہو گئی حسان امینی نے اس کیسٹ کی پوری پوری تصدیق کردی۔

"اب کیا ہو گا خالد؟"

"میرا خیال ہے اب وطن واپسی ممکن ہو جائے گی۔" خالد نے کہا اور میرے دل میں ایک حسرت سی بیدار ہو گئی۔ "مجھے امید نہیں ہے۔"

"کیوں؟" وہ چونک کر بولا۔

"اب بھی یہ سوال کر رہے ہو۔ اب تو تم میرے بارے میں اتنا ہی جانتے ہو جتنا میں۔ میرے بارے میں تو یہ پیش گوئی ہے کہ مجھے یہاں ایک مخصوص وقت گزارنا ہے چاہے وہ کسی بھی طرح گزرے۔ خود زاغ کا بھی یہی کہنا ہے۔ زاغ جو میری مدد کر رہا ہے بلکہ اب تو اس پیش گوئی کی تصدیق بھی ہو رہی ہے بس انسانی فطرت سمجھو ورنہ مجھے تماسرا میں بھی خوفزدہ نہیں ہونا چاہئے تھا۔ وہ لوگ مجھے مار نہیں سکتے۔ میں سب کے کہنے کے مطابق بچ جاتی۔ کسی نہ کسی طرح بچ جاتی۔ کیونکہ روحیں میری محافظ و نگراں ہیں اور دیکھ لو میں بچ گئی۔ بچ تو گئی چاہے کیسے بھی ہو۔ ہاں اس طرح البانہ ضرور کیفر کردار کو پہنچ جائے گی۔ وہ دونوں بوڑھے بھی یہی کہتے تھے۔"

"پروفیسر ایرن اور ہاشمی؟"

"ہاں۔ جیل میں انہوں نے کہا تھا کہ یہ تو میری داستان ہی نہیں ہے کوئی میرا بال بیکا نہیں کر سکے گا۔ دیکھ لو یہی ہو رہا ہے۔"

"میں صرف ایک بات کہنا چاہتا ہوں روشنی!"

"ضرور کہو.........."

"دیکھو۔ ہر کہانی کا ایک اختتام ہوتا ہے اور یہ اختتام ہمارے علم میں نہیں ہوتا۔ ہم کچھ سوچتے ہیں کہانی کہیں اور ختم ہوتی ہے لیکن ختم ہو جاتی ہے۔ تم پریشان ہونے کے بجائے کہانی کے اختتام کا انتظار کرو۔ اس سے پہلے سوچو ہی نہیں کہ اختتام کیا ہو گا۔"

"یقین کرو یہ سب سے بہتر مشورہ ہے۔ آج کے بعد ہمیشہ یہی کوشش کروں گی اپنا دل پتھر کر لوں گی۔ حالات کیسے ہی ہوں ان سے تعاون کروں گی۔ جب اپنے بس میں کچھ نہیں ہے تو پھر کسی بات سے خوش یا کسی بات سے خوفزدہ ہونا بے سود ہے لیکن تم سے بھی کچھ کہنا چاہتی ہوں۔"

"کیا..........؟ کہو ضرور کہو۔"

"وطن واپسی کا موقع مل جائے تو ضرور چلے جانا۔ بس خالد اتنے احسانات کر چکے ہو مجھ پر کہ میں انہیں اتارنے کا تصور بھی نہیں کر سکتی۔ اب اور کیا کرو گے میرے لئے۔ میں وطن جانا چاہتی ہوں لیکن ہو سکتا ہے یہ میری تقدیر میں نہ ہو۔ وہاں تمہارے ساتھ ہی جانے کی خواہش مند ہوں لیکن اگر نہ جاسکوں تو میرے لئے مزید مشکلات مول نہ لینا۔ مجھ سے وعدہ کرو!"

"سوری روشنی۔ کوئی جھوٹا وعدہ نہیں کر سکتا تم سے..........!"

"کیوں؟"

"میں تمہارے بغیر نہیں جا سکتا اور پھر تم دیکھو۔ کتنی جگہ تمہیں میری مدد کی ضرورت پڑی ہے اور نہ جانے آئندہ کہاں تمہیں میری ضرورت پیش آجائے۔"

"مان لو میری بات خالد..........!"

"میں مجبور ہوں روشنی۔ ہاں ایک وعدہ کر سکتا ہوں تم سے.........."

"کیا؟"

"تمہیں خیریت کے ساتھ سرزمین وطن پہنچا دوں۔ اپنے شہر کے ایئرپورٹ پر اترنے کے بعد دوبارہ کبھی تمہارے سامنے نہیں آؤں گا۔ یہ وعدہ اٹل ہے میرا..........!"

میں اسے شکست خوردہ نگاہوں سے دیکھنے لگی تھی۔

☆------☆------☆

اورنج جوس کا جگ اور دو گلاس لائے گئے اور ہم جوس پیتے رہے۔ شام کو پانچ بجے چند پولیس افسران ہمیں لینے آگئے اور ہم ان کے ساتھ چل پڑے۔ ایک بہت بڑے ہال کے سامنے بے شمار لوگ موجود تھے۔ ان میں خواتین بھی تھیں اور مرد بھی۔ بہت سے لوگ کیمرے ہاتھوں میں لئے ہوئے تھے۔ بعد میں سمجھ میں آیا کہ یہ لوگ پریس سے تعلق رکھتے تھے۔ وہ دھڑا دھڑ تصویریں اتارنے لگے۔ کچھ لوگوں نے مجھ سے سوالات بھی کرنا چاہے لیکن مجھے ساتھ لانے والوں نے ہاتھ اٹھا کر کہا..........

"سوری جنٹلمین۔ آپ لوگوں کو جتنا بتایا گیا ہے صرف اسی پر قناعت کریں ابھی کسی سوال کا کوئی جواب نہیں دیا جائے گا آپ کو۔ سوری' راستہ چھوڑ دیجئے۔" ہم لوگ اندر داخل ہو گئے۔ بے شمار میزیں لگی ہوئی تھیں۔ ان پر افراد بیٹھے ہوئے تھے۔

ایک سمت خاتون البانہ ' سبحان اور فیضان تھے ان کے نزدیک حسان امینی اور پولیس کمشنر بھی تھا۔ اس وقت کسی کے ہاتھ میں ہتھکڑیاں نہیں تھیں۔ میں نے فوجی وردی میں ملبوس اعلیٰ عہدیداران کو بھی دیکھا اور پولیس کے حکام کو بھی۔ میرے اور خالد کے لئے بھی نشستیں تھیں۔ میرے وطن کے سفارت خانے کے تین افراد بھی وہاں موجود تھے۔ ہال میں مکمل خاموشی چھائی ہوئی تھی۔

"آپ لوگ تشریف رکھئے۔" کسی میز سے مائیک پر آواز ابھری۔ "یہاں بائیں طرف۔" ہم دونوں بیٹھ گئے۔ کچھ دیر سکوت طاری رہا۔ پھر اچانک ایک آواز ابھری۔

"تعارف ہو جائے۔ خوش قسمتی سے میں آپ سے متعارف ہوں۔ یہ میرے بیٹے سبحان اور فیضان ہیں اور میں نہایت صاف گوئی سے تمہیں سب کچھ بتائے دیتی ہوں۔ کائنات میں دولت ایک ایسی شے ہے۔ امیر عزیزی کے قاتل ہم ہیں۔"

اس تمام گفتگو کی ریکارڈنگ تھی جو خاتون البانہ نے مجھے اپنا کارنامہ سناتے ہوئے کی تھی۔ نہایت صاف اور ناقابلِ تردید۔ پوری گفتگو سنائی دی تھی۔ پھر وقفہ آگیا۔ اس کے بعد دوبارہ کھرکھراہٹ ابھری اور پھر حسان امینی کی آواز سنائی دی۔

"آؤ روشن جمال نیچے اتر آؤ یہ ریگزارِ تماسرا ہے اور یہ اہرام بھی تماسرا ہی کے نام سے مشہور ہے قلوپطرہ کی سرزمین پر اس کی فطرت کی بے شمار خواتین جنم لیتی رہی ہیں کچھ کے نام تاریخ میں بھی محفوظ ہیں' شاید ہر دور میں یہاں ایک قلوپطرہ ثانی ضرور رہی ہے۔ خاتون البانہ کو تم اس دور کی قلوپطرہ کہہ سکتی ہو۔ اس نوادر خانے میں وہ عتاب زدہ افراد موجود ہیں جن سے کسی نہ کسی طرح خاتون البانہ کی مخاصمت رہی ہے خاتون البانہ نے ان کی تاریخ یہاں دفن کردی ہے شاید تمہیں اس بات پر یقین نہ آئے کہ امیر باسط العزیزی کی اصلی لاش بھی ایک تابوت میں یہاں پہنچ چکی ہے۔"

یہ وہ گفتگو تھی جس کا تذکرہ سرسری طور پر اس وقت بھی کیا گیا تھا جب مجھے ریگزارِ تماسرا سے ہیلی کاپٹر کے ذریعے واپس لایا جارہا تھا۔ یہ گفتگو بھی بڑی نفاست سے ریکارڈ کی گئی تھی اور اس میں ہواؤں کی آوازیں بھی شامل تھیں لیکن حسان امینی کی آواز ہزاروں میں شناخت کی جاسکتی تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد یہ کیسٹ بھی ختم ہوگیا اور اس کے بعد ایک بھاری آواز مائیک پر ابھری.........

"خاتون البانہ کیا آپ اب بھی اس بات سے انکار کریں گی کہ کیسٹ میں سنائی دینے والی آواز آپ کی نہیں ہے کیا آپ اس بات سے انکار کریں گی خاتون البانہ کہ

پ نے اپنے بھتیجے امیر باسط العزیزی کو قتل نہیں کیا۔ حسان امینی کیا تم اس آواز کو ی آواز نہیں کہو گے جو ٹیپ ریکارڈر پر سنائی گئی ہے اور خاتون البانہ کیا آپ اس ت کا اعتراف نہیں کریں گی کہ اہرام تماسرا میں ایک تابوت میں دفن لاش دراصل یر عزیزی کی ہے اور دوسری لاش جو اس تمام لوازمات کے ساتھ وہیں پر پائی گئی ہے خاتون فردوسہ کی تھی اور اس وقت اس لڑکی کا سرزمین مصر پر کوئی وجود نہیں تھا ب خاتون فردوسہ کو قتل کیا گیا۔ خاتون البانہ آپ براہ کرم جواب دیجئے کیا آپ ان وازوں کی صحت سے انکار کرتی ہیں؟"

خاتون البانہ نے گردن اٹھائی اپنے دونوں بیٹوں کی جانب دیکھا پھر آہستہ سے لی۔ "یہ جرم میں نے کیا ہے اور اس سے پہلے بھی میں اپنے مخالفوں کو موت کے ھاٹ اتارتی رہی ہوں۔ میرا دست راست حسان امینی رہا ہے لیکن وہ صرف حکم کا لام ہے اس کا اپنا ان معاملات میں کوئی دخل نہیں ہے نہ ہی میرے بیٹے ان جرائم میں یرے ساتھ ملوث ہیں۔ جو کچھ کرتی رہی ہوں میں ہی کرتی رہی ہوں اس کا اعتراف رتی ہوں۔" البانہ خاموش ہوگئی اور ہال میں چاروں طرف مکھیوں جیسی بھنبھناہٹ ونجنے لگی وہ لوگ ایک دوسرے سے گفتگو کر رہے تھے اور ہم لوگ ساکت بیٹھے ہیں دیکھ رہے تھے۔ تب اس آواز نے کہا۔

"خاتون البانہ ' فیضان الناصری ' سبحان الناصری ' حسان امینی اور پولیس انسپکٹر کو یر باسط العزیزی ' خاتون فردوسہ اور ان تمام نامعلوم افراد کے قتل کے سلسلے میں رفتار کیا جائے۔ غیر ملکی لڑکی روشن جمال اور اس کے ساتھی خالد کو نہایت عزت احترام کے ساتھ مزید ایک لمحہ ضائع کئے بغیر ان کے ملک کے سفارت خانے کے سپرد کردیا جائے ہم معذرت کے ساتھ انہیں اس زحمت کا ہر وہ تاوان ادا کرنے کے لئے یار ہیں جو وہ طلب کریں۔" میرے سفارت خانے کے لوگ کھڑے ہوگئے۔ انہوں نے فوجی حکام کا شکریہ ادا کیا جنہوں نے پورے خلوص سے تعاون کرکے دو بے گناہ فراد کو مشکل سے نکالا تھا۔ مجھے اور خالد کو سفارت خانے کی کار میں بٹھا کر سفارت مانے لایا گیا۔ ناصر سعیدی ہمارے میزبان تھے۔ ہمیں سفارت خانے کی عمارت میں ہیں رکھا جاسکتا تھا چنانچہ ہمارے لئے قاہرہ کے ایک فائیو اسٹار ہوٹل میں بندوبست کیا کیا۔ رات کا کھانا ہم نے محترم سفیر کی رہائش گاہ پر کھایا تھا۔ اس کے بعد ہمیں ہمارے وٹل کے قیام کے بارے میں بتایا گیا۔ میں نے خدشے کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ "مصر

کی دولت مند عورت کے ہزاروں وفادار موجود ہوں گے۔ ہمیں ان سے خطرہ ہو سکتا ہے۔"

"اس کا تصور بھی نہ کریں خاتون۔ ہم ہزار آنکھوں سے آپ کی نگرانی کریں گے بس ضروری کارروائی کے لئے آپ کو بہت مختصر وقت یہاں گزارنا ہوگا۔ شاید آپ کو ایک آدھ بار عدالت میں پیش ہونا پڑے۔ آپ کے کاغذات ازسرنو تیار کرنے ہوں گے بس یہ چند کام ہیں جن کے لئے آپ کو کچھ وقت یہاں گزارنا ہوگا اس کے بعد ہم آپ کو خدا حافظ کہیں گے۔"

☆------☆------☆

فائیو اسٹار ہوٹل میں میرا اور خالد کا کمرہ برابر تھا۔ ضروری امور سے فراغت کے بعد خالد میرے کمرے میں آگیا۔ رات کے کوئی پونے بارہ بجے تھے۔ وہ مسکرا کر بولا۔ "میں جانتا تھا کہ آپ جاگ رہی ہوں گی۔ خوف تو نہیں محسوس ہو رہا مس روشنی!"

"نہیں۔ لیکن متجس ہوں۔"

"میں جانتا ہوں' لیکن میرا خیال ہے ہم وطن واپس پہنچ جائیں گے۔ یہ چند ہی روز رفاقت کے ہیں۔ کیا خیال ہے کل سے قاہرہ کی سیر کی جائے..........!" ابھی میں نے کوئی جواب بھی نہیں دیا تھا کہ اچانک فون کی گھنٹی بج اٹھی۔ ہم دونوں ساکت رہ گئے تھے۔ اس وقت ہمیں کون فون کر سکتا ہے اور پھر یہاں ہوٹل میں۔ خالد بھی متجس تھا۔ گھنٹی بج رہی تھی۔ خالد نے مجھے آنکھ سے اشارہ کیا اور میں کھڑی ہوگئی۔ نہ جانے کیوں یہ فون پُراسرار لگ رہا تھا۔ میں نے ریسیور کان سے لگالیا تھا۔ حلق سے آواز نہیں نکل پارہی تھی۔ دوسری طرف سے آواز سنائی دی۔

"مطمئن رہو' تمہارے تمام خدشات بے بنیاد ہیں۔ آرام کی نیند سوجانا..........!" آواز نسوانی تھی لیکن بالکل اجنبی۔ اچانک ریسیور میرے ہاتھ سے چھوٹ گیا۔ ایک دم مجھے ایک احساس ہوا تھا۔ جن الفاظ میں مجھے پُرسکون رہنے کی تلقین کی گئی تھی وہ عبرانی زبان میں ادا کئے گئے تھے۔

خالد اچھل کر کھڑا ہوگیا وہ تیر کی طرح میرے نزدیک پہنچا اور اس نے نیچے گرا ہوا ریسیور اٹھالیا اور اسے کان سے لگا کر اس نے دو تین بار "ہیلو ہیلو" کہا لیکن شاید دوسری طرف سے کوئی آواز نہیں سنائی دی تھی۔ اس نے ریسیور کریڈل پر رکھ دیا

اور پریشان نظروں سے مجھے دیکھنے لگا پھر بولا۔ "کون تھا؟"

اس دوران میں سنبھل گئی۔ میں صرف حیرت کا شکار ہوئی تھی۔ میں نے گہری سانس لے کر کہا۔ "ایک نسوانی آواز تھی خالد جسے میں بالکل نہیں پہچانتی اس نے مجھ سے کہا تھا کہ میں پُرسکون رہوں' میرے خدشات بے بنیاد ہیں۔ میں آرام سے سوجاؤں۔"

"تم پریشان کیوں ہوگئیں؟"

"اس نے یہ الفاظ عبرانی زبان میں کہے تھے اور میں نے اسے بخوبی سمجھا تھا۔ مجھے اس بات پر حیرت ہے خالد کہ یہ زبان میں کیسے سیکھ گئی۔ میں اسے آسانی سے بول بھی سکتی ہوں۔ کیسے آخر کیسے۔ میرا تو اس سے دور کا واسطہ بھی نہیں رہا۔"

"ہاں' حیرانی کی بات ہے۔ آؤ بیٹھو۔ پریشان ہونے سے کیا فائدہ ہوگا۔" میں خالد کے ساتھ واپس اپنی جگہ آبیٹھی۔ کچھ دیر خاموش رہی پھر میں نے مسکرا کر خالد سے کہا۔

"خالد تم مجھ پر حیران نہیں ہوتے کبھی۔ مجھے بتاؤ کیا میں عام انسانوں سے کچھ مختلف ہوں۔ کوئی فرق لگتا ہے مجھ میں اور عام لڑکیوں میں تمہیں۔"

"ہاں۔ لگتا تو ہے۔" خالد بھی مسکرا کر بولا۔

"کیا؟ مجھے بتاؤ کیا؟"

"تم عام لڑکی نہیں ہو۔"

"پلیز خالد' اپنے نظریات سے ہٹ کر بتاؤ' کیا میں زمانہ قدیم کی کوئی روح ہوں۔ تمہیں سچ بتاؤں میں نے زندگی کا بہت بڑا حصہ چند لوگوں کے درمیان گزارا' وہ سب میرے خادم تھے۔ جہانی بیگم کو میں ماں کا درجہ دیتی تھی لیکن ایک رات مجھے احساس ہوا کہ وہ میری ماں نہیں ہیں ان کے جذبے کرائے کے جذبے ہیں۔ ان کے دل میں وہ تڑپ نہیں ہے میرے لئے جو ماں کے دل میں اولاد کے لئے ہوتی ہے شاید اسی وقت میرے دل میں ماں اور باپ کا تصور پیدا ہوا تھا۔ اس سے پہلے میں جہانی بیگم کو ماں کا درجہ دیتی تھی باپ کی حیثیت اس بے جان تصویر کو حاصل تھی اور بس۔ اس دن سے مجھے کچھ اپنوں کی جستجو ہوئی۔ اس کے بعد میں کسی اپنے کی تلاش میں بھٹکتی رہی۔ میں نے بڑی احمقانہ کوششیں کیں اس کے لئے لیکن تمہیں حیرت ہوگی لوگ مجھ سے ڈرتے تھے۔ آج میں محسوس کرتی ہوں کہ ان کے اندر میری طرف سے خوف بیدار

ہو جاتا تھا۔ خالد تم اور نینا دو افراد تھے جو مجھ سے خوفزدہ نہیں ہوئے اور پھر تم نے مجھے محبت کے جذبے سے روشناس کرایا۔ میری پیار کی پیاس نے مجھے شدت پسند بنا دیا ہے۔ مجھے جب یہ علم ہوا کہ نینا تمہاری بہن نہیں منگیتر ہے تو میں دیوانی ہو گئی۔ تم بھی میرے نہیں کسی اور کے ہو' تم نے مجھے فریب دیا ہے' وہاں اس تشنگی نے میرے جنون کو ہوا دی اور میں تم سے دور ہو گئی۔ خالد میں پریشان ہو گئی ہوں۔ میں کیا کروں میں خود کو عام لڑکیوں سے مختلف نہیں پاتی۔ نہ میں مختلف ہونا پسند کرتی ہوں۔ مجھے بتاؤ.......... میں کیا کروں؟" خالد نے گردن جھکالی تھی۔ جب اس کی خاموشی کو بہت دیر گزر گئی تو میں نے اس سے کہا۔ "کچھ بولو گے نہیں۔"

"بولنا چاہتا ہوں روشنی مگر ہمت نہیں پڑ رہی۔"

"بولو.......... خدا کے لئے بولو۔"

"روشنی میں اب صرف تم سے محبت کرتا ہوں جو بیت گیا اسے بھول جاؤ۔ مجھ سے شادی کر لو۔ اپنے آپ کو مجھے سونپ دو' خود کچھ نہ رہو' جو گزرے گی ہم دونوں پر گزرے گی ہو سکتا ہے یہ تبدیلی تمہاری زندگی پر اثر انداز ہو۔ میں بے غرض انسان ہوں' میں تمہیں تمہاری ذات میں زندہ رکھوں گا بالکل اسی طرح جس طرح ہم کوکونٹ آئی لینڈ پر رہتے تھے۔ میری بات سمجھ رہی ہو نا۔ اگر اس عمل سے تمہیں سکون مل جائے تو میں ساری زندگی اسی طرح گزاروں گا۔ اپنی آسودگی کبھی چاہوں تو اسی لمحے مجھ پر لعنت بھیج دینا۔ میں صرف تمہارے لئے پُرسکون زندگی چاہتا ہوں۔ مجھے اس کا بالکل خوف نہیں کہ تم میری اس تجویز پر برافروختہ ہو جاؤ گی میرے دل میں تمہارے لئے جو سچے جذبے ہیں وہ کبھی نہیں مریں گے۔ تمہاری وجہ سے میں ہر مشکل کو قبول کر لوں گا۔ یہ کہنا چاہتا تھا میں۔"

میں غور کرنے لگی۔ اب مجھے اس کی سچائی پر یقین آ گیا تھا لیکن یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ میرا مستقبل نہ جانے کیا ہو' آثار بہتر نہیں تھے۔ وہ نینا کا پیار تھا میں بلی کا کردار نہیں ادا کرنا چاہتی تھی کھا نہ سکوں تو لڑھکا دوں۔ مگر اس وقت اس کی اس جذباتی پیش کش کو بے رحمی سے ٹھکرانا جائز نہیں تھا۔ میں نے بہت غور کر کے کہا۔

"زندگی جس طرح گزری ہے خالد اب تمہیں سب کچھ معلوم ہے شادی ایک خوشگوار تصور ہے۔ یہ تصور بھی مصلحت کے بوجھ تلے آ جائے کیا یہ مناسب ہے۔ مجھ سے میری یہ آخری خوشی بھی چھن جائے اچھا ہو گا۔"

"نہیں۔" اس نے کہا۔

"تب کچھ اور سوچو تمہارے جذبوں سے اب مجھے انحراف نہیں ہے۔ تم بہت ھے انسان ہو' مگر مجھے اپنی حد تک پہنچ جانے دو چاروں طرف سے یہی اشارے رہے ہیں کہ مجھے اپنی حد تک جانا ہے۔ خوفزدہ ہوں مگر کیا کر سکتی ہوں۔"

"او کے کوئی بات نہیں ہے یہ صرف تمہاری بہتری کے لئے ایک تجویز تھی اس ے زیادہ کچھ نہیں۔"

"میں جانتی ہوں۔"

"اب سو جاؤ مجھے بھی یقین ہے کہ حالات کچھ بھی ہوں تم محفوظ ہو' اچھا شب ر" وہ مجھ سے اجازت لے کر چلا گیا اور میں نے اندر سے دروازہ بند کر لیا۔

☆------☆------☆

دوسری صبح خوب دیر سے جاگی تھی دن کو دس بجے ناصر سعیدی ملاقات کرنے ئے مجھ سے خیریت وغیرہ پوچھی اور بے فکر رہنے کی ہدایت کر کے چلے گئے۔ شاید ری نیند سوئی تھی اس لئے طبیعت پر کوئی کہولت نہیں تھی۔ خالد بھی بہت خوشگوار ڈ میں تھا۔ کہنے لگا۔ "کیا خیال ہے قاہرہ کی سیر کی جائے خود کو قیدی سمجھنے سے کیا دہ۔"

"ٹھیک ہے۔ چلتے ہیں۔" میں نے بھی جولانی سے کہا پھر میں تیار ہو گئی اس کے ہم باہر آ گئے۔ ٹیکسی لے کر ہم قاہرہ کی سڑکوں پر آوارہ گردی کرنے لگے۔ قدیم ہرہ دیکھا عام زندگی سے ہٹ کر زندگی تھی یہاں کی۔ دوپہر کا کھانا ایک ہوٹل میں ایا' شام کو ابوالہول ایونیو کی سیر کی۔ پھر دریائے نیل میں بنے قاہرہ ٹاور پہنچے۔ دل شنیوں سے منور تھا۔ میں نے کسی دوسرے احساس کو دل میں نہ آنے دیا تھا۔ وہ دن آ گئے تھے جب خالد نیا نیا ملا تھا۔ میں نے اسے دل میں بسا لیا تھا اور ہم پورے شہر میں ارہ گردی کرتے پھرتے تھے بالکل ویسی ہی خوشی اس وقت دل میں تھی۔ خالد بھی رور نظر آتا تھا۔ پھر ہوٹل واپسی کی ٹھہری اور ہم ہوٹل چل پڑے۔ ہوٹل آ کر میں کہا۔ "تم لباس تبدیل کر آؤ خالد میں بھی تیار ہو جاتی ہوں اس کے بعد ہم ریکریشن چلیں گے۔"

"کتنی دیر میں آ جاؤں؟"

"بس آدھے گھنٹے میں۔"

"تھکی تو نہیں ہو؟"

"تھک گئی ہوں مگر اور تھکنا چاہتی ہوں۔"

"اوکے بس آدھے گھنٹے میں آتا ہوں۔" وہ چلا گیا میں نیا لباس نکال کر غ
خانے میں داخل ہو گئی۔ کتنا پُرلطف دن گزرا ہے۔ کتنی خوش ہوں میں۔ یہی تو چا
ہوں۔ یہی تو زندگی ہے۔ یہ زندگی مجھ سے کیوں چھین لی گئی ہے کیوں میں کچھ نا
ہاتھوں میں کٹھ پتلی بن گئی ہوں اتنی مغلوب کیوں ہو گئی ہوں میں ان حالات سے۔
طریقہ ہے ان حالات کے گرداب سے نکلنے کا۔ میں خود کچھ نہیں کر سکتی کیا میں خود ا
قوتوں کو شکست نہیں دے سکتی۔ کیا طریقہ اختیار کروں۔ اچانک ہی ذہن میں خالد
الفاظ گونجے۔ "مجھ سے شادی کر لو' اپنے آپ کو مجھے سونپ دو۔" میں چونک پڑ
خالد ایک مضبوط توانا نوجوان' ہنس مکھ' خوش مزاج' آج دن بھر وہ کتنا خوش رہا
کیسے لطیفے سناتا رہا ہے۔ بالکل اسی طرح جیسے پہلے سناتا تھا۔ کتنا اچھا ساتھی ہے وہ۔ ا
کے تمام راستے مجھ تک آتے ہیں صرف مجھ تک۔ نینا اب اسے نہیں حاصل کر سکتی
کون ہوتی ہوں اسے نینا کو اپنانے کے لئے مجبور کرنے والی۔ وہ اپنی زندگی کا مالک۔
جب میں اسے نینا کو اپنانے پر مجبور نہیں کر سکتی تو پھر خود کیوں نہ اس کی زندگی
شامل ہو جاؤں۔ اس سے زیادہ ہمدرد مجھے اور کون ملے گا۔ ہر طرح سے ایک مک
انسان ہے وہ۔ کچھ ایسا دماغ کو چڑھا یہ خیال کہ میں اسی میں کھو گئی۔ اپنے لئے بہت
تاویلیں گھڑ لی تھیں میں نے۔ جو کچھ مجھ سے منسوب کیا گیا ہے وہ میرے لئے ناقا
قبول ہے۔ مجھ پر ایک عذاب مسلط کر دیا گیا ہے اور میں اسے محسوس کر رہی ہوں
اس سے انحراف کرنا چاہئے جس طرح بھی ممکن ہو۔ شاید خالد نے باہر سے دستک
تھی۔ تب میں چونکی' لباس تبدیل کیا اور باہر نکل آئی۔

"میں ٹھیک آدھے گھنٹے کے بعد آ گیا تھا؟"

"مجھے کتنی دیر ہو گئی؟"

"کوئی پچاس منٹ۔"

"تم بیس منٹ سے انتظار کر رہے ہو۔"

"پورے بیس منٹ گزرے گئے۔" اس نے گھڑی دیکھ کر ہنستے ہوئے کہا اور
بھی ہنسنے لگی۔ پھر مجھے کوئی اور خیال آ گیا تھا مگر اس خیال کو میں زبان سے نہ
کر سکی۔ ہم دونوں ریکریشن ہال میں آ گئے۔ دنیا یہ بھی ہے ہر طرف خوش و خرم لو

ے ہوئے تھے مقامی یورپ اور دوسرے ممالک کے باشندے' آرکسٹرا موسیقی بکھیر
ہا تھا۔ نیم دائرے کی شکل میں بنے ہوئے اسٹیج پر ایک رقاصہ تھرک رہی تھی ہماری
اس اسٹیج کے قریب تھی میں کچھ نروس سی ہو گئی۔ خالد نے اسے محسوس کر کے کہا۔

"بات............؟"

"یہ سب کچھ میرے لئے عجیب سا ہے۔"

"میں جانتا ہوں لیکن فکر نہ کرو میں جو ہوں۔" اس نے یہ جملے اس قدر اپنائیت
کہے تھے کہ میں جذباتی سی ہو گئی میں نے نگاہ بھر کر اسے دیکھا اسی وقت ویٹر نے
لا کر رکھ دیا۔ خالد نے اسے کسی مشروب کا حکم دے دیا تھا۔

"آج کا دن کچھ عجیب سا نہیں گزرا خالد؟"

"کس لحاظ سے؟" خالد نے سوال کیا۔

"شاید تمہیں احساس نہ ہوا ہو لیکن میں بڑی الجھی الجھی سی رہی ہوں۔"

"واقعی مجھے محسوس نہیں ہوا لیکن تم اب بھی الجھی ہوئی ہو روشنی' اتنی ساری
ہونے کے باوجود............"

"بعض باتوں کے بارے میں فیصلے کر رہی تھی۔ بدقسمتی یہ ہے کہ مجھے ساری
ں خود ہی فیصلے کرنے پڑے ہیں۔ کوئی ایسی شخصیت نہیں رہی میری زندگی میں جس
تی طور پر مجھ سے یہ کہا ہو کہ نہیں روشنی تمہارا یہ خیال غلط ہے اس کام کو اس
ں کر ڈالو اور میں اس شخصیت کو اتنا ہی معتبر سمجھتی رہی ہوں کہ پھر اس کے بعد
اپنا خیال ترک کر دینا پڑا ہو۔ یقین کرو خالد میں اس سے محروم رہی ہوں۔"

"تم مجھے اس قابل کیوں نہیں سمجھ لیتیں روشنی' میں اتنا برا انسان تو نہیں
............"

"نہیں بھئی یہ بات نہیں ہے اگر فیصلہ خود تمہارے بارے میں کرنا ہو تو...... کیا
ے مشورہ کروں۔"

"کر لینے میں کوئی حرج بھی نہیں ہے۔" خالد شوخی سے بولا اور میں اس کی بات
راڑ پڑی میں نے اس سے کہا۔

"اب تم نے مجھ سے ایک بات کہی تھی بڑے جذباتی انداز میں وہ یہ کہ میں تم
ادی کرنا چاہوں تو کیا یہ مشورہ مناسب ہو گا............؟"

خالد ایک دم سنجیدہ ہو گیا۔ چند لمحات دیکھتا رہا پھر بولا۔ "روشنی اس بارے میں

تم نے جو کچھ کہا ہے سچ کہہ رہا ہوں دل سے تو نہیں مانا میں نے اسے' تم کہتی ہ
زندگی کی اس سچی خوشی میں اگر کوئی تکلیف دہ خیال قائم رہے تو وہ خوشی صحیح طو
حاصل نہیں کی جاسکتی' میری تجویز اس سے ذرا مختلف تھی روشنی' میں اس حصا
توڑنا چاہتا تھا جو نادیدہ قوتوں نے تمہارے گرد قائم کرلیا ہے وہ کہتے ہیں کہ تمہیں
نقصان نہیں پہنچے گا۔ پھر اگر تم اپنی مرضی سے کوئی کام کرلیتی ہو تو وہ تمہیں نقصان
پہنچا سکیں گے۔ یہ ایک تجربہ بھی ہوتا' ایک انحراف بھی یہ ظاہر کرنے کے لئے
مجبور ہوکر تو ان کی بات مان سکتی ہو اپنی خوشی سے نہیں۔"

"اگر اب میں تم سے اس بارے میں مشورہ مانگوں تو............؟"

"روشنی' تمہارے جواب پر میں خاموش ہوگیا تھا کیونکہ بات مجھ سے متعلق
لیکن تم سے متعلق نہیں تھی میں اب بھی یہی کہتا ہوں کہ اپنے محافظ کے طور پر تم
مستحکم کردو............"

"شوہر کو محافظ کا نام دینا کچھ عجیب نہیں لگتا۔" میں نے ہنس کر کہا۔

"لگتا تو ہے مگر حالات بھی ایسے ہیں پہلے ایک محافظ کی خدمات سرانجام دی
اس کے بعد اگر تقدیر ساتھ دے تو شوہر کی حیثیت سے بھی قبولیت مل جائے۔"

"خالد مجھے نینا کا خیال آتا ہے۔"

"روشنی ہر شخص اپنی زندگی کے سہارے تلاش کرلیتا ہے نینا نہیں جانتی
تم سے محبت کرتا ہوں تم مجھ سے منحرف ہو' مگر یقین کرو میں نے خودکشی کر
بارے میں کبھی نہیں سوچا اور نہ میں خودکشی کروں گا نینا بھی اپنا مستقبل تلاش ک
گی۔"

"ہوں۔ یہ شادی ہمیں کہاں کرنا ہوگی؟"

"یہیں' مصر میں' قاہرہ میں جلد سے جلد............" وہ پُرجوش لہجے میں بولا

"کب تک؟"

"روشنی مذاق کررہی ہو کیوں مجھے خواب دکھا رہی ہو' کوئی تبدیلی پیدا کی
نے اپنی سوچوں میں؟"

"ہاں خالد............ میری دماغی حالت بہتر نہیں ہے تم کچھ کرو خالد جو کر
کرو............ میں یہ جوا کھیلنا چاہتی ہوں۔ میں ان دیوانہ کردینے والے حالات
چھٹکارہ حاصل کرنا چاہتی ہوں خالد جو کچھ مجھ پر مسلط ہے وہ مجھے ذرہ برابر پسند

ہے۔ میں اس کے لئے تجسس بھی نہیں رکھتی۔ میں تو بس یہ چاہتی ہوں کہ مجھے نجات
حاصل ہوجائے۔ بڑی تکلیف محسوس کرتی ہوں میں' خالد بڑی تکلیف محسوس کرتی
ہوں میں۔ میں چاہتی ہوں جس طرح بھی بن پڑے میری گلو خلاصی ہوجائے' تم خود
سوچو ایک جیتی جاگتی دنیا کا انسان کیسے صدیوں پہلے کے ماضی کو اپنا سکتا ہے' بات ہی سمجھ
میں نہیں آتی کوئی سمجھاتا بھی نہیں ہے مجھے۔ ایک تو سہارا ہو میری زندگی کے لئے کسی
ایک کے حوالے اپنے آپ کو سونپ کر میں کچھ تو سکون پاؤں خالد' جو چاہتے ہو کرو'
میں تمہارا ساتھ دینے کے لئے تیار ہوں لیکن خدا کے لئے یہ سب کچھ کرنے کے بعد
اپنی انتہائی کوششیں اس بات پر صرف کردو کہ ہم لوگ یہاں سے نکل جائیں میں بس
اپنی دنیا میں واپس جانا چاہتی ہوں پلیز خالد پلیز۔" ویٹر نے ہمارا طلب کردہ مشروب لاکر
رکھا تو چند لمحات کے لئے خاموشی طاری ہوگئی اچانک ہی آرکسٹرا کی آوازیں تیز ہونے
لگیں وہ ایک طوفانی دھن بجانے لگا تھا ساتھ ہی اسٹیج پر روشنیوں کے جھماکے ہونے
لگے' رنگین روشنیوں کی لکیریں پورے ہال میں بکھر گئیں۔ غیراختیاری طور پر ہمیں
بھی اس جانب متوجہ ہونا پڑا۔ پھر ایک رقاصہ اسٹیج پر نمودار ہوئی اور انتہائی ہیجان خیز
رقص پیش کرنے لگی وہ روشنیوں میں نہائی ہوئی تھی اور اس کا رقص ایسا سیمابی تھا
کہ اس کے جسم کے کسی حصے پر نگاہ نہیں ٹک پارہی تھی۔ کچھ ایسا ہی مسحور کن رقص
تھا وہ کہ سب ہی اسے دیکھنے پر مجبور ہوگئے۔ میں اور خالد بھی خاموشی سے اسی سمت
متوجہ ہوگئے تھے اس دوران خالد کو بھی سوچنے کا موقع مل گیا تھا۔ رقص کوئی بارہ تیرہ
منٹ تک مسلسل اسی انداز میں جاری رہا اور اس کے بعد اچانک ہی سازوں کے
طوفانی جھٹکوں کے ساتھ سکوت چھا گیا رنگین روشنیاں ختم ہوگئیں' رقاصہ نے دونوں
ہاتھوں میں سر چھپا کر پورا بدن جھکا دیا اور اس کے بعد سیدھی کھڑی ہوگئی لیکن اسے
دیکھ کر میرے دل کو دھکا سا لگا تھا۔

☆------☆------☆

میری یادداشت اب اتنی کمزور بھی نہیں تھی کہ میں اس چہرے کو اس سنہری
رنگت کو اور ان سنہرے بالوں کو ناشناس قرار دے دیتی حالانکہ ایک نگاہ دیکھا تھا اسے
لیکن دل میں اتری ہوئی تھی وہ' سونے کے بدن والی سنہری رقاصہ وہی لڑکی تھی جسے
میں نے اس وقت سیڑھیوں پر دیکھا تھا جب ارطن طلائی میرے کمرے سے رینگتا ہوا
باہر نکل گیا تھا اور میں اس کے تعاقب میں دوڑی تھی............

سیڑھیوں کے قریب کھڑے ہو کر اس نے مجھے جن نگاہوں سے دیکھا تھا وہ نگاہیں مجھے اب بھی یاد تھیں اور اس کے بعد میں سیڑھیوں پر گر پڑی تھی۔ یہ وہی چہرہ تھا یہ وہی سنہرا بدن تھا۔

اچانک رقاصہ نے مجھے دیکھا اس کی آنکھوں میں تیکھی چمک تھی اور ہونٹوں پر طنزیہ مسکراہٹ اور پھر وہ اسٹیج سے اتر کر ہماری میز کی طرف بڑھی اس کی آنکھیں بدستور مجھ پر جمی ہوئی تھیں میرے مسامات نم ہونے لگے۔ اس دوران خالد میرے لئے گلاس میں مشروب انڈیل چکا تھا۔ میرا گلاس میرے سامنے رکھا ہوا تھا رقاصہ ایک کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گئی پھر اس نے میرے سامنے رکھا گلاس اٹھایا اور اسے ایک ہی سانس میں خالی کر کے واپس رکھ دیا۔ پھر اس کی کھنک دار ہنسی ابھری اور وہ کھڑی ہو گئی' معنی خیز نظروں سے مجھے دیکھا اٹھلاتی ہوئی چال چلتی وہ واپس مڑی اور اسٹیج کے پردے کے پیچھے چلی گئی۔

"یہ لوگ ایسی حرکتیں عموماً کرتی ہیں میں دوسرا گلاس منگواتا ہوں لو تم یہ گلاس لو۔"

"خالد............" میں نے آہستہ سے کہا۔

"نہیں روشنی' یقین کرو یہ کوئی خاص بات نہیں ہے ہر چیز سے متاثر نہ ہوا کرو ذہنی مریض بن جاؤ گی۔ میں تمہیں نروس محسوس کر رہا ہوں۔" خالد نے دلاسہ دینے والے انداز میں کہا۔

"خالد میں اسے پہچانتی ہوں۔"

"اس رقاصہ کو............؟"

"ہاں۔"

"کیسے؟ کون ہے یہ............؟"

"وہی لڑکی سو فیصد وہی۔" میں نے خالد کو ارطن طلائی کا واقعہ سنایا اور وہ ہم کچھ دیر کے لئے گنگ ہو گیا پھر بولا۔ "بات کچھ سمجھ میں نہیں آئی۔"

"اس نے ہماری طرف ہی رخ کیوں کیا اور بھی میزیں درمیان میں تھیں۔"

میری آواز سسکی کی طرح ابھری خالد سوچ میں ڈوبا رہا پھر بولا۔ "کچھ بھی ہو جائے روشنی' جب تم اس طلسم کو توڑنے پر تل گئی ہو تو اپنا ارادہ نہ بدلو' کچھ بھی ہو جائے میں تمہارے ساتھ ہوں۔" میں نے خالد کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ میرے

اعصاب ایک بار پھر کشیدہ ہو گئے تھے۔ دن بھر جو سرور و انبساط طاری رہا تھا وہ یکسر مفقود ہو گیا تھا ایک دم اضمحلال طاری ہو گیا تھا۔ خالد نے دوسرا گلاس منگوایا میں نے مشروب بھی پیا لیکن پھر حالت بہتر نہ ہو سکی میں نے عاجزی سے کہا۔ "اٹھو خالد پلیز اٹھو۔"

"اوکے............ چلو............" اس نے جواب دیا اور ہم دونوں اپنے کمروں پر پہنچ گئے۔ خالد نے مجھ سے پوچھا کہ کیا میں آرام کرنا چاہتی ہوں اور میں نے اثبات میں گردن ہلا دی۔ جاتے ہوئے وہ بولا۔ "میرا کمرہ تم سے دور نہیں ہے اگر ذرا بھی ذہنی گھٹن محسوس کرو تو میرے پاس آ جانا۔"

"ٹھیک ہے۔" میں نے آہستہ سے کہا اور اپنے کمرے میں داخل ہو گئی۔ لباس تبدیل کیا اور بستر پر گر پڑی خوشی کے جو لمحات حاصل ہوئے تھے وہ اداسیوں میں ڈوب گئے۔

دوسری صبح خالد مجھے باہر سے آوازیں لگا رہا تھا اس کی آواز سے آنکھ کھلی میں بستر سے کود کر باہر آئی اور دروازہ کھول دیا پھر بے اختیار پوچھا۔ "خیریت خالد!"

"تم ٹھیک ہو نا۔"

"ہاں ٹھیک ہوں اندر آ جاؤ کیا وقت ہوا ہے؟"

"سات بجے ہیں' سوری روشنی نہ جانے کیوں مجھے یوں محسوس ہوتا رہا جیسے تم پریشان ہو۔"

"اپنی حالت دیکھو۔ رات بھر نہیں سوئے شاید۔"

"ایسا ہی ہے۔" وہ گھٹی گھٹی آواز میں بولا۔

"کوئی خاص بات ہے............ بیٹھو............" میں نے کہا اور وہ بیٹھ گیا۔

"بہت بار دستک دی تم شاید بے خبر سو رہی تھیں۔ میں گھبرا گیا تھا روشنی جس طرح بھی بن پڑے ہمیں آج یہیں نکاح کر لینا چاہئے۔ تم بھروسہ رکھو۔ میں اپنا قول نبھاؤں گا تمہارا احترام کروں گا پورا پورا۔ ہم کمرہ بدل لیں گے۔ ڈبل روم حاصل کر لیں گے تاکہ ساتھ رہیں۔ روشنی تم نے اپنا ارادہ تو نہیں بدلا؟"

"تم بہت پریشان محسوس ہو رہے ہو خالد۔ بات کیا ہے مجھے نہیں بتاؤ گے۔" میں نے کہا اور اس نے گردن جھکا لی وہ اوبھی۔ اوبھی سانسیں لے رہا تھا۔ پھر اس نے منہ اوپر کر کے چھت کی جانب دیکھتے ہوئے کہا۔

"ہماری راہ میں روڑے اٹکائے جا رہے ہیں روشنی! میں نے تمہیں بتایا تھا کہ زاغ نادیدہ شکل میں موجود ہے اور اس نے ان معاملات میں میری رہنمائی کی تھی جنہوں نے تمہاری گلو خلاصی کرائی رات کو بھی وہ میرے کمرے میں موجود تھا۔"

"زاغ؟" میرے منہ سے چیختی ہوئی سی آواز نکلی۔

"ہاں.......... نادیدہ شکل میں اس نے مجھے مخاطب کیا اور پھر انتہائی سخت رویہ اختیار کرتے ہوئے اس نے مجھے سرزنش کی کہ جو کچھ میں کرنے جا رہا ہوں وہ میرے حق میں بہتر نہیں ہے۔ مجھے اس کے شدید نقصانات برداشت کرنا پڑیں گے۔ میں نے اس سے کہا کہ یہ میرے دل کا معاملہ ہے تو اس نے وہی پریشان کن باتیں کہیں جو نہ میری سمجھ میں آتی ہیں اور نہ تمہاری سمجھ میں آتی ہیں۔"

"کیا کہا اس نے؟" میں نے لرزتی ہوئی آواز میں پوچھا۔

"اس نے کہا کہ میں اپنے لئے گہری قبر کھود رہا ہوں اور جن سے میں بغاوت کر رہا ہوں انہیں اتنی قدرت حاصل ہے کہ مجھے زندہ دفن کر دیں۔ میں اپنی زندگی کا خطرہ مول لے رہا ہوں۔ روشنی ماضی کی امانت ہے اور اس امانت میں خیانت کے کسی مجرم کو معاف نہیں کیا جائے گا۔ اسے سزا ملے گی روشنی کو بھٹکانا تاریخ کا ایک جرم ہے مجھے اس خیال سے باز آ جانا چاہئے اور روشنی کو بھی سمجھانا چاہئے کہ وہ یہ سب کچھ نہ کرے' روشنی اس نے مجھے بری طرح پریشان کر کے رکھ دیا ہے اس کی آواز تو گم ہو گئی لیکن اس کے بعد سے میں ایک لمحہ بھی سکون حاصل نہیں کر سکا' شدید کشمکش کا شکار رہا ہوں اور یہی سوچتا رہا ہوں کہ مجھے کیا کرنا چاہئے۔ بالآخر میں نے یہی فیصلہ کیا ہے کہ روشنی' زندگی ہی جانی ہے ناں' ویسے بھی جائے گی اگر تمہاری قربت حاصل ہو سکی تو.......... اور اب تو میں دیوانہ ہو گیا ہوں' تمہارے منہ سے ایک بار اقرار سننے کے بعد میں نے اپنی حیات میں نہ جانے کتنی شمعیں روشن کر لی ہیں؟ میں ان شمعوں کو اب خود بھی نہیں بجھا سکتا روشنی مجھے تمہاری روشنی درکار ہے میں نے آخری فیصلہ کر لیا ہے کہ فوراً یہ کام سرانجام دے لوں۔ جو ہو گا دیکھا جائے گا۔ نقصان مجھے ہی پہنچے گا تمہیں نہیں.........."

میں کانپنے لگی تھی میں نے سرسراتی آواز میں کہا۔ "میری زندگی میں شامل ہونے کے بعد اگر تمہیں کسی نقصان سے دوچار ہونا پڑا خالد تو میرے پاس کیا رہے گا تمہارا جو سہارا مجھے حاصل ہے وہ بھی مجھ سے چھن جائے گا۔"

"ہمت کرو روشنی ہمت کرو' تم تو محفوظ ہو' میں تو ہر طرح سے اس کے لئے تیار ہوں خدا کے لئے ہمت کرو' میں آج ہی کسی ایسی جگہ کا پتہ لگاتا ہوں جہاں ہمارا یہ کام ہو سکے' روشنی خدا کے لئے میرا ساتھ دو.......... میں اتنی جلدی اٹھ کر تمہارے پاس اسی لئے آیا ہوں کہ تم سے اور بات کر لوں میں بس چند گھنٹوں کے اندر اندر یہ عمل مکمل کر لینا چاہتا ہوں پھر ہم ڈٹ کر حالات کا مقابلہ کریں گے۔ دیکھیں گے کہ تقدیر ہمیں کہاں سے کہاں لے جاتی ہے۔ نہ تم زندگی کا سکون پا رہی ہو نہ میں جب اسی بے سکونی میں بسر کرنی ہے ہمیں تو پھر ہم حالات سے لڑ کر بسر کریں گے خوف کا شکار ہو کر نہیں۔"

میں سہمے سہمے انداز میں اسے دیکھتی رہی۔ دل کی حالت عجیب ہو گئی تھی۔ ہاتھ پاؤں بری طرح سنسنا رہے تھے۔ میں نے کہا۔ "خالد میں تو بہت زیادہ خوفزدہ ہو گئی ہوں کیا یہ سب کچھ مناسب رہے گا؟"

"خدا کے لئے میں تم سے جھوٹ نہیں بولنا چاہتا تھا' ورنہ میرے ذہن میں یہ خیال بھی آیا کہ زاغ سے ہونے والی گفتگو میں تمہیں نہیں بتاؤں گا تم اور خوفزدہ ہو جاؤ گی۔ سب کچھ مجھ پر چھوڑ دو روشنی' سب کچھ مجھ پر چھوڑ دو یقین کرو سب ٹھیک ہو جائے گا' بالکل ٹھیک ہو جائے گا۔"

"جیسا تم مناسب سمجھو خالد میرے ذہن میں کچھ ہوتا تو میں تمہیں کوئی مشورہ دیتی اب میں کیا کہوں؟"

"تم بالکل اطمینان رکھو روشنی یہ سب کچھ تو ہمیں معلوم تھا اس کے بعد ہم نے یہ فیصلہ کیا ہے ہمیں اس فیصلے پر اٹل رہنا چاہئے میرے لئے روشنی' میرے لئے تمہاری یہ آمادگی کائنات کی سب سے بڑی خوشی ہے تمہیں کچھ نہیں ہو گا روشنی اس بات کا یقین ہے مجھے اگر اس کوشش میں موت بھی آ جائے تو اس سے خوبصورت موت اور کوئی نہ ہو گی۔ میں نے تم سے سچ بولا ہے میں اس سچ کی سزا برداشت نہیں کر سکوں گا۔"

"نہیں خالد اللہ تمہیں سلامت رکھے۔"

"ہمیں اپنا حلیہ درست کر لینا چاہئے جاؤ باتھ روم میں جاؤ میں بھی لباس تبدیل کر آؤں پہلے ناشتہ کریں گے اس کے بعد میں معلومات کرنے چلا جاؤں گا۔"

خالد نے شاید روم سروس کو ناشتے کے لئے فون کر دیا تھا کیونکہ اس کے آنے

کے تھوڑی دیر کے بعد ناشتہ آگیا تھا اس دوران میں بھی تیار ہوگئی تھی دن کے د
بجے تک ہم لوگ باتیں کرتے رہے خالد پر جنونی کیفیت طاری تھی بار بار اس کی آ
بھرا جاتی تھی وہ واقعی میرے لئے پاگل ہو چکا تھا۔

"دس بج چکے ہیں اب میں چلتا ہوں روشنی۔"

"کہاں جاؤ گے۔ طے کرلیا ہے؟"

"بس تھوڑی سی معلومات کرنا ہوگی بات کروں گا کسی مناسب آدمی سے یہ
مشکل کام نہیں ہے ہو سکتا ہے مجھے واپسی میں ایک گھنٹے سے زیادہ لگے تم ذہنی طور
تیار رہو۔"

"ٹھیک ہے۔" میں نے گردن ہلادی خالد چلا گیا میرے بدن میں ایک شد
سنسناہٹ تھی نہ جانے کہاں ایک عجیب سا احساس ہو رہا تھا۔ دل دوہری کیفیت کا شـ
تھا یہ زندگی کے سب سے انوکھے لمحات تھے وہ انوکھا تصور جسے شادی کہتے ہیں' وہ
بڑی دلکشی کا حامل ہوتا ہے میں نے کبھی سنجیدگی سے شادی کے مسئلے پر غور نہیں
تھا۔ اب تو وقت آیا تھا کہ میرے دل میں یہ امنگ جاگتی اور میں زندگی کے اس سہ
سے پُرلطف دور کے بارے میں سوچتی اور فیصلے کرتی کیونکہ فیصلے کرنے والا کوئی او
نہیں تھا' مجھے خود ہی یہ بھی کرنا تھا لیکن یہ سب کچھ اس طرح ہوگا سوچا بھی نہیں
کبھی اور اس کے بعد یہ تصور کہ ایسا ہوگا بھی یا نہیں' وہ پُراسرار قوتیں ہمیں یہ س
کچھ کرنے بھی دیں گی یا ہمارے راستے میں مزاحمت ہوگی اور اگر یہ سب کچھ ہوگیا تو
میں خوشدلی سے خالد کو اس حیثیت سے قبول کرلوں گی.........؟

پورے بدن میں سناٹے دوڑتے رہے' وقت گزرنے کا احساس بھی نہیں ہوسکا
غالباً گیارہ بجے تھے کہ دروازے پر دستک ہوئی اور میرے اعصاب بالکل ہی جواب
دے گئے۔

خالد آگیا تھا۔ وہ لمحات قریب آگئے تھے جنہیں فیصلہ کن تو نہیں کہا جاسکتا تھا لیکن
اس انوکھی اور عظیم الشان تبدیلی سے زندگی کا رخ ہی بدل جاتا تھا۔ دستک دوبار
ہوئی اور کسی نے آواز دی۔

"مس روشنی کیا آپ اندر موجود ہیں میں ناصر سعیدی ہوں۔ آپ سے ملنا چاہ
ہوں۔"

یہ توقع کے خلاف بات تھی بدن میں جیسے گرم گرم لہریں دوڑ گئیں میں نے خود کو

سنبھالا اٹھ کھڑی ہوئی' ناصر سعیدی کا نام اجنبی نہیں تھا۔ آگے بڑھی اور دروازہ کھول
دیا ناصر سعیدی کے ساتھ سفارت خانے کا ایک اور افسر تھا اس کے علاوہ ایک اور
شخصیت دبلے پتلے بدن کی مالک' لمبی سفید داڑھی' بلند وبالا قد بہت ہی جاندار آنکھیں'
چہرے سے ایک عجیب سی کیفیت ٹپکتی ہوئی اس نے ان روشن آنکھوں سے مجھے دیکھا
میں نے ان لوگوں کو اندر آنے کا راستہ دے دیا تھا۔ ناصر سعیدی نے اس شخص سے
کہا۔

"تشریف لائیے پروفیسر!" تینوں اندر داخل ہوگئے۔

ناصر سعیدی پھر بولا۔ "سوری مس روشن جمال' آپ سے فون پر رابطہ کئے بغیر
ہم چلے آئے پروفیسر کی یہی خواہش تھی۔"

"تشریف رکھئے آپ لوگ' میں کیا خدمت کرسکتی ہوں؟"

"بے بی' میرا نام ثالث ظاہری ہے۔ الجزائر کا باشندہ ہوں تمہارے والد احمد
کمال سعدی کے قدیم دوستوں میں سے ہوں۔"

"ثث' ثالث ظاہری؟" میری آواز بمشکل نکلی۔

"مجھے علم ہوا کہ تم مصر آئی ہوئی ہو تم سے ملنا بے حد ضروری تھا چنانچہ میں یہاں
آگیا یہاں کے اخبارات نے تمہارے بارے میں ایک عجیب کہانی لکھی تھی اسے پڑھ
کر میں ششدر رہ گیا' خواب میں بھی یہ سب کچھ نہیں سوچ سکتا تھا۔ میں نے پریشان
ہوکر محکمہ پولیس سے رابطہ کیا اس طرح سفارت خانے تک پہنچا اور ان نیک دل
انسانوں نے بالآخر مجھے تمہارے پاس پہنچا دیا۔"

"جی۔" میں نے آہستہ سے کہا۔

"میری خواہش ہے بیٹی کہ تم ان لوگوں کو مطمئن کردو اس کے بعد میں تم سے
کچھ وقت لوں گا بہت سی ضروری باتیں کرنی ہیں۔"

"جی سعیدی صاحب! میں ان کے نام سے آشنا ہوں آپ مطمئن رہیں کوئی بات
نہیں ہے۔"

"او کے ظاہری صاحب معاف کیجئے گا اصل میں مس روشن جمال کچھ ایسے
انوکھے حادثات کا شکار رہی ہیں کہ ہمیں ان کے لئے سیکورٹی کا انتظام کرنا پڑا۔"

"مسٹر سعیدی آپ کا بے حد شکریہ' آپ نے بے شک اپنا فرض پورا کیا ہے لیکن
میرے جگری دوست کی اس بیٹی کو تحفظ دے کر آپ نے مجھ پر احسان بھی کیا ہے۔"

ناصر سعدی پروفیسر ثالث ظاہری سے ہاتھ ملا کر باہر نکل گیا.......... میں نے پروفیسر سے شناسائی کا اظہار تو کر دیا تھا لیکن دل میں یہ سوچ رہی تھی کہ اب کہیں یہ پروفیسر صاحب کوئی نیا گل نہ کھلا دیں۔ پتہ نہیں یہ کیوں الجزائر سے یہاں آمرے ہو سکتا ہے ان کی موجودگی میں ہی خالد بھی اپنا انتظام کر کے آجائے اور یہ کباب میں ہڈی نہ بنیں میں نے خشک نگاہوں سے انہیں دیکھا اور بولی۔ "فرمایئے پروفیسر ظاہری صاحب میرے لئے کیا خدمت ہے؟"

"میں نے یہ غلط نہیں کہا بے بی کہ میں تمہارے والد کے گہرے دوستوں میں سے ہوں' مجھے اس بات کی خوشی ہے کہ میرا نام تمہارے لئے اجنبی نہیں ورنہ مجھے مشکل پیش آتی۔ احمد کمال سعدی کی اور میری کچھ نادر تصاویر میرے البم میں موجود تھیں تم سے ملاقات کے لئے آتے ہوئے میں یہ تصاویر اپنے ساتھ لے آیا ہوں اور تمہیں دکھانا ضروری سمجھتا ہوں تاکہ تمہارے ذہن میں کوئی شک باقی نہ رہے۔"

پروفیسر ثالث ظاہری نے اپنے کوٹ کی اندرونی جیب میں ہاتھ ڈالا تو میں نے آہستہ سے کہا۔

"میرے والد کے اور میرے درمیان جو رابطے رہے ہیں پروفیسر ان کے بارے میں تو شاید آپ کو علم نہ ہو لیکن پرتگال کے پروفیسر ڈان ایرن نے آپ کے بارے میں کافی کچھ بتا رکھا ہے۔"

"پوری کہانی میرے علم میں ہے اور بعد کی کہانی۔ بھی وہ دیوانے نہ جانے کس دیوانگی کا شکار ہو گئے میرے تصور میں بھی ان کی کوئی ایسی حماقت نہ تھی خیر اس کے بارے میں تم سے بعد میں تفصیل معلوم کر لوں گا لو یہ تصویر دیکھو۔" پروفیسر نے چار پرانی تصویریں نکال کر میرے سامنے ڈال دیں۔ احمد کمال سعدی کے اور میرے درمیان صرف ایک تصویر کا رشتہ تھا اس سے زیادہ میں ان کے بارے میں کچھ نہیں جانتی تھی ان تصویروں میں بھی وہ موجود تھے۔ خاصی پرانی تصویریں تھیں بہرحال مجھے ان سے کوئی دلچسپی نہیں ہوئی سوائے اس کے کہ ان سے ثالث ظاہری اور ان کے درمیان روابط کا اندازہ ہو گیا۔

"ہم نے بہت سے کام ساتھ ساتھ کئے مگر وہ جینئس تھا بلاشبہ وہ بہت آگے تھا اس بات کو سبھی تسلیم کرتے تھے کہ اگر سیرامینی کے بعد تحقیق مصر پر آفاقی کارنامے سرانجام دیئے تو وہ کمال سعدی نے۔ شاید اس کے جسم میں بھی مصر کی کوئی قدیم روح

ملول کر گئی تھی۔ خیر بے بی یہ بے مقصد باتیں ہیں میں تم سے کام کی باتیں کرنا چاہتا ہوں پہلے تمہیں یہ بتا دوں کہ پچھلے دنوں احمد کمال سعدی نے الجزائر میں مجھ سے ملاقات کی ہے۔"

"الجزائر میں؟"

"ہاں' میرے گھر' میری تجربہ گاہ میں الجزائر میں میرا گھر ہے بے شمار اہلِ خاندان ہیں' بیٹے' بیٹیاں ان کے بچے' میں اب دنیا سے کنارہ کش ہوں ہر طرح سے ہرزہ داری سے دور لیکن مصر کے چاہنے والے داستانِ مصر سے موت کے وقت تک کنارہ کش نہیں ہوتے' سعدی تحقیق کے جنون میں اپنی زندگی کے بائیس سال کھو چکا ہے اس نے جوشِ جنون میں وہ اقدامات کر ڈالے ہیں جن کے بعد اس جیتی جاگتی دنیا سے بہت سے رشتے ٹوٹ جاتے ہیں۔ اسے ایسا نہیں کرنا چاہئے تھا لیکن اس نے ایسا کر لیا اور اب وہ بہت سی مشکلوں میں گرفتار ہے بہت سی الجھنوں کا شکار ہے۔"

اچانک میرے ذہن میں سرسراہٹیں سی اٹھنے لگیں میرا دل بے اختیار چاہا کہ میں ثالث ظاہری سے معلومات حاصل کروں اس سے پوچھوں کہ آخر یہ کیا اسرار ہے۔

"سنئے مسٹر ثالث ظاہری' آپ نے اپنے آپ کو میرے والد کا انتہائی قریبی دوست کہا ہے پروفیسر ڈان ایرن نے بھی یہی کہا تھا اس سے پہلے منوچہر خلازی اور نادر ہاشمی بھی میرے والد سے قربت کا دعویٰ رکھتے تھے لیکن ان سب نے مجھے اندھیرے میں رکھا ہے الٹی سیدھی باتیں تو کی ہیں' لیکن اس طرح کہ میرا ذہن مزید الجھنوں کا شکار ہو گیا۔ مسٹر ثالث ظاہری آپ اگر اس موضوع پر گفتگو کرنا چاہتے ہیں تو اس سے پہلے آپ کو یہ بتانا ہو گا کہ آپ میرے والد کی داستان کہاں تک بتا سکتے ہیں۔ اگر آپ مصلحتوں میں لپٹے ہوئے یہاں تک پہنچے ہیں اور مجھے صرف اپنے مقصد کے لئے استعمال کرنا چاہتے ہیں تو میں آپ سے انتہائی واضح الفاظ میں یہ کہہ دینا چاہتی ہوں کہ میں کچھ سننا پسند نہیں کرتی آپ میرے والد کے کتنے ہی گہرے دوست کیوں نہ ہوں جب مجھے اس شخص سے کوئی دلچسپی نہیں رہی جس نے اپنے آپ کو میرا باپ کہا اور سمجھا ہے لیکن اگر کوئی آگے کی بات ہے تو آپ مجھے وضاحت کے ساتھ سمجھائیں گے۔ ورنہ میں آپ سے اس موضوع پر گفتگو کرنے سے انکار کرتی ہوں۔" میری توقع کے برعکس ثالث ظاہری کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی اس نے کہا۔

"میں بتاتا ہوں تمہیں اپنے باپ کے بارے میں اتنا تو جانتی ہو تم کہ وہ تحقیق مصر

کا ایک ماہر' ایک عظیم محقق ہے۔"

"ہاں۔ یہی سنتی آئی ہوں میں لیکن مجھے آج تک یہ نہیں بتایا گیا کہ میری ن کب کیسے اور کہاں ہوئی۔ سب کی زبانوں پر تالے لگا دیئے گئے خود مجھے میرے وج سے ناآشنا رکھا گیا آخر کیوں؟ آخر کیوں؟"

"یہ ایک بہت بڑی مجبوری تھی تمہیں دنیا کے سامنے لانے کا مطلب تھا تار کے ایک ناقابلِ یقین باب کا انکشاف۔ اگر تمہارے بارے میں کوئی تفصیل سا آجاتی تو دنیا کے بے شمار لوگ تمہارے گرد جمع ہو جاتے تمہارے لئے قتل و غار گری شروع ہو جاتی یہ دنیا ایسی ہی دیوانی ہے تمہارا جینا حرام کر دیتی وہ۔"

"اب بھی کیا کم ہے۔" میں نے کہا۔

"نہیں بے بی کچھ بھی نہیں ہے۔ یقین کرو یہ کچھ بھی نہیں ہے لوگ صر تمہارے باپ کے بارے میں جانتے ہیں میں تمہیں تمہاری ماں سے روشناس کراؤں میں آج تمہیں اس کے بارے میں بتاؤں گا۔" ثالث ظاہری نے کہا اور میرے دل میں ایک ہوک سی اٹھی' ماں! میں نے عجیب سے انداز میں سوچا اور میرے دل میں۔ چینی کی لہریں اٹھنے لگیں میری بے قرار نگاہیں ثالث ظاہری کے چہرے کا طواف کر۔ لگیں میں اس کے ہونٹوں کی اگلی جنبش کا انتظار کرنے لگی۔

☆======☆======☆

احمد کمال سعدی کو باپ کی حیثیت سے تصویر میں تو دیکھا تھا مگر ماں کے تو نقوش بھی نہیں معلوم تھے۔ اس کی تو کوئی کہانی بھی نہیں سنی تھی میں نے۔ پہلی بار کسی نے مجھے اس کے بارے میں بتانے کو کہا تھا۔ ثالث ظاہری نے توقف اختیار کیا تو میں نے کہا۔

"میری ماں کے بارے میں آپ کیا بتا سکتے ہیں' پروفیسر.......... براہ کرم جلدی بتایئے۔"

"میں تمہارے جذبات سے واقف ہوں' تمہاری ماں کو رُوئے زمین پر کسی نے کبھی نہیں دیکھا ہوگا اگر احمد کمال سعدی کی سنائی ہوئی داستان صحیح ہے تو یہ کائنات میں سب سے انوکھی کہانی ہے اور ماضی کے رازہائے سربستہ کی عقدہ کشائی کے شائقین کے لئے ایٹمی دھماکے جیسی حیثیت رکھتی ہے۔ اس داستان کی روشنی میں تمہاری حیثیت اتنی بڑھ جاتی ہے کہ دنیا بھر میں تمہارے لئے قتل و غارت گری ہو سکتی ہے

صوصاً مصری تہذیب کے شائقین تمہیں حاصل کرنے کے لئے کٹ مریں۔ نوادرات کے چوروں کو اگر تمہارے بارے میں پتہ چل جائے تو اس زندہ عجوبے کے حصول کے لئے وہ ہنگامہ ہو کہ دنیا یاد کرے۔ خیر میں نے اپنی گفتگو کی ابتدا تمہاری ماں سے کی ہے ور میں وعدے کے ایفا کے لئے پابند ہوں چنانچہ جس طرح مجھے بتایا گیا ہے وہ یہ ہے کہ تمہاری ماں زمانہ قدیم کی فرعونہ اناتم سلاطیہ ہے۔"

"زمانہ قدیم کی فرعونہ..........؟"

"ہاں فرعونہ نہم راعمن عوس کی بہن اناتم سلاطیہ جو دو ہزار چھ سو سال قبل مسیح اس دنیا سے کوچ کر گئی تھی لیکن سعدی کی تحقیق اور قدیم عقیدہ فرعونی کے مطابق حیات بعد الموت کے تصور کے تحت احمد کمال سعدی نے اسے تلاش کر لیا اس نے اناتم سلاطیہ سے روابط قائم کئے۔ وہ تاریخ کا سب سے انوکھا تجربہ کرنا چاہتا تھا اور سے اس میں کامیابی حاصل ہو گئی لیکن وہ واپسی کا سفر نہ طے کر سکا اور عالم ارواح میں عظیم جرم کا مرتکب قرار پایا۔ اسے قید نصیب ہوئی لیکن اس نے بہت سے علوم سیکھ لئے تھے۔ وہ اپنا جسم تو واپس نہ لا سکا' لیکن بوقت فرار تمہیں لے کر وہاں سے نکل آیا ور پھر اس نے تمہیں اس دنیا میں پرورش کیا۔ تم نے مجھ سے شکایت کی تھی کہ تمہیں لئے ہمدرد ملے انہوں نے تمہیں حقیقت نہ بتائی بلکہ صرف اپنی مطلب براری کرتے ہے لیکن میں نے تمہیں تمہاری ماں کے بارے میں بتا دیا ہے اب میں چاہتا ہوں کہ ں انکشاف کے بعد تمہیں تفصیل سے وہ کہانی سنا دوں جو مجھے احمد کمال سعدی نے لیہ ملاقات میں سنائی ہے۔"

"میری ماں زمانہ قدیم کی کوئی مردہ عورت ہے؟" میں نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

"ہاں' میری بات غور سے سنو ساری دنیا کی سائنس' تمام مذاہب کے عقیدے ل ہو جاتے ہیں اس انکشاف سے میں خود انگشت بدنداں ہوں بہ حمد اللہ میں خود سلمان ہوں' قرآن کریم اور روز قیامت پر پورا پورا ایمان رکھتا ہوں' ہندو عقیدے ں آواگون کا تصور بھی شاید مصری عقیدے یا یونانی توہمات کا ایک حصہ ہے حالانکہ ن کے یہاں بھی یگ ہوتے ہیں اور دنیا کی پیدائش کا کوئی تعین نہیں ملتا۔ مہابھارت ، مطابق اس جہان کی گردش چار ادوار پر ختم ہوتی ہے' ست یگ' ترتیا یگ' واپر یگ کل یگ' کل یگ کے خاتمے پر پہلا یگ یعنی ست یگ نئے سرے سے روع ہوتا ہے اور اس طرح یگوں کی گردش جاری رہتی ہے۔ یہ نہیں پتہ چلتا کہ دنیا

کی ابتدا کب ہوئی اور نہ انتہا کی کوئی پیش گوئی ہے۔ کسی نے حضرت علیؓ سے سوال کیا کہ اے امیرالمومنین حضرت آدم علیہ السلام سے تین ہزار سال قبل دنیا میں کون تھا۔ آپ نے جواب میں فرمایا آدم۔ اس شخص نے تین بار یہ سوال دہرایا اور حضرت علیؓ نے تینوں بار یہی جواب دیا پھر فرمایا کہ اگر تُو تیس ہزار بار مجھ سے یہ سوال کرتا تو میں تجھے یہی جواب دیتا۔ اس طرح اس دنیا کی مدت کا اندازہ ہوتا ہے برہمن عقیدے کے مطابق ست یگ کی مدت سترہ لاکھ اٹھائیس ہزار سال' ترتیا یگ کی مدت بارہ لاکھ چھیانوے ہزار سال' دواپر یگ کی مدت آٹھ لاکھ چونسٹھ ہزار سال اور کل یگ کی مدت چار لاکھ بتیس ہزار سال ہے۔ ان ادوار میں پیدا ہونے والے مختلف صفات کے حامل ہوتے ہیں۔ آواگون کا عقیدہ یگوں کی ترتیب رکھتا ہے یعنی دوبارہ جنم لینے والا ایک یگ کا فاصلہ رکھتا ہے اس طرح ان کے تصور میں خود انہی میں اختلاف پیدا ہو جاتا ہے لیکن تین ہزار آٹھ سو پینسٹھ دیوی دیوتاؤں کو ماننے والے کوئی ٹھوس مذہبی عقیدہ کہاں رکھتے ہیں جبکہ قرآن کریم کے فرمان کے مطابق ہمارا مذہب مکمل ہے اور ہمیں روزِ پیدائش سے لے کر روزِ قیامت تک کا حساب سمجھا دیا گیا ہے پھر بھلا اس میں یہ گنجائش کہاں نکلتی ہے کہ تمہاری نمود زمانۂ قدیم کی کسی مُردہ ہستی کے بطن سے ان کے عقیدے کے مطابق ہوئی ہے۔ احمد کمال سعدی اگر عالم حواس میں ہوتا تو خود بھی اس بات کو حقیقت نہ سمجھتا لیکن مجھے اندازہ ہے جن عوامل کا وہ شکار ہوا انہوں نے اس سے سوچنے سمجھنے کی صلاحیتیں چھین لیں وہ اس عقیدے کی تفسیر نہیں جان سکا۔ میں صرف اتنا کہنا چاہتا ہوں کہ تمہاری منسوبیت کا تعین غلط ہے ہم قدیم مصری عقیدے کی نفی کرتے ہیں۔"

"انکل' میں کند ذہن ہوں ان باتوں کی گہرائی نہیں سمجھتی براہ کرم مجھے ہر بات تفصیل سے سمجھائیے۔" میں نے کہا۔

"تم نے ابھی تعجب سے کہا تھا کہ کیا تم ایک ایسی عورت کی بیٹی ہو جو مُردہ تھی اور موجودہ حساب کے مطابق اسے مرے ہوئے چار ہزار چھ سو سال گزر چکے ہیں۔"

"آپ نے ہی مجھے یہ بتایا تھا.........!"

"میں نے نہیں یہ تمہارے باپ کی تحقیق ہے۔"

"کیا یہ ممکن ہے.........؟"

"ہرگز نہیں لیکن......... احمد کمال سعدی یہی انوکھا انکشاف کر رہا

ہے؟.........."

"کیسے انکل.........؟"

"میرے پاس ایک کیسٹ ہے جس میں اس کی آواز ریکارڈ کی ہے میں نے اس کیسٹ میں اس نے تمہارے لئے ہدایات ریکارڈ کرائی ہیں۔ میں تمہیں داستان سنا سکتا ہوں جو اس نے مجھے سنائی۔ یہاں تمہارے پاس ٹیپ ریکارڈر تو نہیں ہوگا خیر کوئی بات نہیں وہ بعد میں مل سکتا ہے میں تو دوسرے معاملات سے بھی نمٹ کر ہی تمہیں یہ تفصیل بتانا چاہتا تھا لیکن تم ان خود پرستوں کی ڈسی ہوئی ہو جنہوں نے جو کچھ کیا اپنے لئے کیا۔ اس سے پہلے یہ ضروری ہے کہ میں تمہیں سب کچھ تفصیل سے بتاتا چلوں ہے ہاں۔ میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ ہم تحقیق کے متوالے اپنی جستجو کو ہی زندگی سمجھتے ہیں اور اپنے شوق کی تکمیل کے لئے ہزار بار ملنے والی زندگی قربان کرنے کو تیار رہتے ہیں۔ سعدی بھی اپنے شوق کا دیوانہ ہے اس نے تمام زندگی یہی سب کچھ کیا اور اگر کوئی عورت اس طرح اس کی زندگی میں نہ آتی تو شاید وہ زندگی کا یہ رخ کبھی اختیار نہ کرتا۔ مصر قدیم پر اس کی ریسرچ جاری تھی اور اسے مصریات پر اس قدر عبور حاصل ہو چکا تھا کہ بقول اس کے حنوط شدہ اجسام اسے خود اپنی کہانیاں سنانے لگتے ہیں۔ وہ ان کی صحیح داستان قلمبند کرتا اور اس کی لکھی ہوئی کتابیں گواہ ہیں کہ جو کچھ وہ لکھ چکا ہے ابھی تحقیق بھی مکمل نہیں ہوئی ہے۔ اس پر تبصرہ کرنے والوں کا متفقہ خیال ہے کہ اس نے قدیم روحوں سے ہم کلام ہونے کا علم حاصل کر لیا ہے۔ سعدی نے مجھے بتایا کہ مصر کے صحراؤں میں ایک صحرا ایسا ہے جہاں چاند سورج کی گردش سے پیدا ہونے والے ارتعاش سے ماضی کے دروازے کھل جاتے ہیں ان دروازوں کے دوسری طرف ادوار متحرک ہوتے ہیں کوئی ذی روح اگر عالم ارتعاش میں کسی کھلے دروازے سے اندر داخل ہو جائے تو وہ اس دور میں پہنچ جاتا ہے جو اس دروازے کے عقب میں ہو اور احمد کمال سعدی نے ایسا ایک دروازہ پا لیا تھا۔"

میرے ذہن میں چھناکے ہونے لگے یہی کہانی مجھے زاغ نے سنائی تھی' اس نے کہا تھا کہ سورج کی کرنوں کے ساتھ واپسی کا سفر کر لیا جائے تو انسان ماضی میں پہنچ جاتا ہے۔ امیر باسط العزیزی کا دماغ بھی اس روایت کے تحت الجھا لیا گیا جدید مصر میں یہ روایت قدیم ذہنوں میں زندہ تھی ہر وہ بات جو داستان بن جائے کچھ نہ کچھ حقیقت رکھتی ہے۔ میں نے اپنی سوچ کا سلسلہ منقطع کر لیا اور ثالث ظاہری کی باتیں توجہ سے

سننے لگی۔ اس نے کہا۔
"دروازے کے دوسری طرف اسے راعمن عوس کا دور ملا جس کی بہن ا
سلاطیہ حسن بے مثال رکھتی تھی سعدی اس پر فریفتہ ہو گیا اور اس نے خود کو اس
کے ساحر کی شکل میں سلاطیہ کے سامنے پیش کیا سلاطیہ نے اس کی محبت قبول کرلی
وہ ایک محبت بھری زندگی گزارنے لگے لیکن پھر کاہنوں نے حساب لگالیا کہ تاریخ
اوارق میں سوراخ کیا گیا ہے اور اس میں تحریف کی کوشش نہایت کامیابی کے ساتھ
گئی ہے۔ کاہنوں نے کھوج کی اور سعدی کو تلاش کرلیا۔ سعدی نے سلاطیہ اور
بچی کو لے کر فرار ہونا چاہا لیکن اسے ہواؤں کا قیدی بنالیا گیا اور سعدی نے اپنے
سے خود کو اور اپنی بچی کو قید ہونے سے بچالیا لیکن اس طرح کہ اسے ان لوگوں کو
دینے کے لئے اپنا جسم وہاں چھوڑنا پڑا۔ سلاطیہ بھی وہیں رہ گئی اور سعدی اپنے نا
وجود کو بچی کے ساتھ لے کر اپنی دنیا میں آگیا۔ عہد جدید کے ایک دماغ نے تاریخ
کو ایسا زبردست چرکا لگایا کہ اس پر فخر کیا جاسکتا ہے اگر اس کہانی پر یقین کرلیا جا
سعدی کے فرار کا راز کھل گیا اسی دور کی ساحرہ انطاریہ نے آگ کے شعلوں میں
کر خود کو سعدی کے تعاقب میں لگالیا اور اسے پا بھی لیا لیکن وہ اسے قیدی بنا کر
لے جاسکی کیونکہ وہ بچی سعدی کے پاس نہیں تھی سعدی نے اسے پوشیدہ کردیا تھ
یہ طے تھا کہ جب وہ بچی ایک بالغ عمر پائے اور خود اپنی اصل کی تلاش میں نکلے تو
کے دروازے اس کے لئے کھلیں۔ سعدی خود کو ماضی کی عدالت میں پیش کرنے
لئے تیار ہے لیکن اس وقت جب اسے بچی کی وکالت حاصل ہو یہ اس کا نظریہ
حساب ہے۔ اس طرح اسے مراعات حاصل ہو سکتی ہیں کیسے' وہی جانتا ہے۔ اس
ہے۔

میں اس وقت کا منتظر ہوں جب میری بیٹی روشن جمال عمر کی وہ منزل پائے
اسے اپنے ماضی کی جستجو ہو' اس وقت تک میں اسے زمانے سے محفوظ رکھنا
ہوں۔ وہ کہتا ہے............ مگر میری بیٹی وقت سے بہت پہلے اپنی جستجو میں مبتلا
اور اس کی اس خواہش نے جنون کی شکل اختیار کرلی جو خود اس کے لئے نقصان د
اور میرے لئے بھی۔ سعدی کا خیال ہے کہ اس کے کچھ اور دشمن بھی اس کی
میں ہیں جو اس کہانی کو ایک نیا ہی رنگ دینا چاہتے ہیں وہ اس قدر طاقتور ہ
انطاریہ جیسی محافظ کو بھی دھوکا دے کر اسے قید کرسکتے ہیں۔ اس وقت جب وہ م

الت میں پیش نہ ہو تو واقعے کی نوعیت ہی بدل جائے گی پھر وہ نہ ہو سکے گا جس کی
دی کو امید ہے۔"

میرے ذہن میں ان دشمنوں کا تصور زاغ کے علاوہ اور کسی کا نہ تھا۔
"تمہیں یہ بتانا اب حماقت ہی ہے روشن جمال کہ وہ بچی تم ہی ہو۔" ثالث نے
امیں خاموشی سے اسے دیکھتی رہی پھر میں نے کہا۔ "کیا یہ سب کچھ ممکن ہے پروفیسر
ہری؟"
"میں تمہیں بتاچکا ہوں روشن جمال' مذہب کو سامنے رکھ کر پورے وثوق سے
تا ہوں کہ یہ ناممکن ہے لیکن یہ جاننا چاہتا ہوں کہ اس جینئس سے کہاں کیا غلطی ہوئی
ہ بہت سی عبرتناک صورتیں نمایاں ہیں' سعدی کا نادیدہ جسم............ جس کا میں
راہ ہوں۔"
"آپ وادی ارمناس کے بارے میں کچھ جانتے ہیں محترم پروفیسر............؟"
انے پوچھا۔
"آہ! تمہیں اس کے بارے میں کس نے بتایا؟"
"امیر عزیزی نے اپنی دیوانگی کے زمانے کی کہانی میں اس وادی کا تذکرہ کیا
"
"کیا کہا تھا اس نے............؟" ثالث نے پوچھا اور میں نے اسے عزیزی
جوم کی سنائی ہوئی داستان بتادی ثالث سوچ میں ڈوب گیا تھا پھر اس نے کہا۔
"ہاں ارمناس کا تذکرہ کچھ قدیم کہاوتوں میں موجود ہے۔"
"اس کہانی کے باوجود میری ماں کا تصور بھی ایک کہانی ہی کی حیثیت رکھتا ہے
فیسر............ حقیقت تو اب بھی معلوم نہ ہو سکی۔"
"یہ حقیقت ہی تو اصل مسئلہ ہے بے بی اور تمہیں اس کے لئے تیار ہونا ہے۔"
"تو اب مجھے کیا کرنا ہوگا............!"
"میں اس سلسلے میں ابھی کچھ نہیں کہہ سکتا پہلے تم اپنے باپ کی ریکارڈ شدہ آواز
او یہ کیسٹ تمہاری امانت ہے............" ظاہری نے جیب سے کیسٹ کا بکس نکال
مجھے دے دیا۔
"خالد آجائے تو............" میں نے کہا اور پھر میرے حلق سے ایک سسکی سی
گئی میں نے گھڑی دیکھی کافی وقت گزر گیا تھا' خالد ابھی تک واپس نہیں آیا تھا خدا

خیر کرے لیکن پروفیسر نے میری بات اچک لی تھی۔
"کون خالد..........؟"
"کیا ناصر سعیدی نے آپ کو اس کے بارے میں نہیں بتایا تھا۔"
"وہ نوجوان جو خود بھی عزیزی کا قیدی تھا..........؟"
"ہاں وہی وہ میرا ہمدرد ہے اور اسے آجانا چاہئے تھا اب تک نہ جانے
گیا ٹیپ ریکارڈر کا بندوبست کہیں سے ہو جاتا تو..........!"
"میں دیکھتا ہوں کیسٹ سن لینا ضروری ہے تمہیں فیصلہ کرنے میں آسا
مجھے کچھ دیر کے لئے اجازت دو۔" میں نے گردن ہلادی اور پروفیسر باہر نکل گیا
معقول شخصیت معلوم ہوتی تھی اس کی سنائی ہوئی تفصیل گزرے ہوئے وا
عقدہ کشائی کرتی تھی لیکن وہ اس کہانی سے منحرف نظر آتا تھا۔ اس کے دلا
تھا۔ یہ بات کسی طور ہضم نہیں ہوتی تھی کہ میں زمانہ قدیم کے ایک مُردہ بطن
ہوئی ہوں۔ بات کیسی ہی پُراسرار کیوں نہ ہو لیکن عقل سے بعید تو نہ ہو پھر ا
ہے..........؟ ایک بار پھر خالد کا خیال آگیا وہ جلدی آنے کے لئے کہ
دروازے سے ثالث ظاہری نے اندر آنے کی اجازت طلب کی پھر وہ ایک خو
ٹیپ ریکارڈر لئے اندر آگیا۔
"یہ کہاں سے مل گیا آپ کو..........؟"
"ہوٹل میں کئی عمدہ دکانیں ہیں جہاں ہر شے دستیاب ہے میں تمہارے
چیونگم بھی لایا ہوں۔" پروفیسر نے مجھے چیونگم بکس پیش کیا میں نے شکریہ کے سا
کرلیا وہ ٹیپ ریکارڈر آن کرنے میں مصروف ہوگیا پھر اس نے مجھ سے کیسٹ
اسے لگالیا کمرے کی خاموشی میں احمد کمال سعدی کی شناسا سی آواز ابھری۔
"میرا یہ پیغام میری بیٹی روشن جمال کے لئے ہے' روشن جمال' میری
میرے جگر کے ٹکڑے میں وہ بدنصیب باپ ہوں جو کسی بیٹی کو نہ ملا ہوگا میر
تمہارے لئے دکھوں کے سوا کچھ نہیں معافی مانگتے ہوئے بھی شرم آتی ہے'
میں یہ نہ کہوں گا کہ مجھے معاف کردو۔ یہ وقت کچھ دیر کے بعد آنا تھا جس سے
رہی ہو یہ تمہارا اور میرا دونوں کا مقدر تھا پروفیسر ثالث ظاہری سے
درخواست کی ہے کہ جتنا میں انہیں بتا رہا ہوں وہ روشنی کو بتادیں۔ مزید تفصیل
سے معلوم کرسکتی ہو تم نے وقت سے کچھ پہلے اپنی جستجو شروع کردی اور لوگ

طرف متوجہ ہوگئے۔ کچھ وقت اور گزر جاتا تو وہ عوامل پیش آتے جن سے ابھی تک
تمہارا واسطہ نہیں پڑا روشنی' زاغ سے ہوشیار رہو' وہ ہمارا بدترین دشمن ہے منوچہر
خلازی برا انسان نہیں ہے لیکن زاغ نے اسے اپنے مقصد کی راہ پر لگا کر ذہنی طور پر
تباہ کردیا نادر ہاشمی اس کے برعکس ایک غیر جانبدار انسان ہے اور وہ صرف اپنے علم کی
آسودگی کے لئے کام کر رہا ہے۔ تم نے میری جستجو میں معصومانہ اقدامات شروع
کردیئے جن کی وجہ سے بے چارے سالک جلال کی جان گئی اسے زاغ نے ہی ہلاک کیا
تھا اگر تم کچھ وقت اور خاموشی سے گزار دیتیں تو میں وقتِ مقررہ پر کسی طرح تمہیں
سامنے آتا اور اس کے بعد وہ عمل شروع ہو جاتا جسے بہرحال ہمارے مستقبل کا فیصلہ
کرنا ہے یہ وقت لازمی ہے روشنی تم لاکھ کوشش کرلو' مصیبتوں میں گرفتار رہو گی لیکن
ان لمحات سے فرار نہیں حاصل کرسکو گی میں نے تمہارے ساتھ پرتگال کا سفر کیا تھا
اس کے بعد میں جزیرے پر بھی تمہارے ساتھ تھا لیکن تمہارے قریب آنا میرے لئے
خطرناک تھا اس لئے تمہارے مشکل وقت میں بھی تمہارے قریب نہیں آسکا۔ روشنی
مجھے اس بے بسی پر معاف کردو' میں مجبور ہوں اگر میں زاغ کے ہاتھ لگ گیا تو وہ
حالات بدل دے گا وہ اتنی طاقت رکھتا ہے اس لئے میں تم سے دور رہوں گا جزیرے
پر میں نے خلازی کو حالات بتائے اور اسے آمادہ کیا کہ وہ تمہاری مدد کرے لیکن وہ
زاغ کی سازش کا شکار ہوگیا۔ زاغ انتقامی جذبے کا شکار ہے وہ ہمیں نیست و نابود
کردینا چاہتا ہے۔ میں نے ڈان ایرن کو تمہاری مدد پر آمادہ کیا اس نے کام بھی کیا لیکن
وہ حالات کا مقابلہ نہیں کرسکا اور بھٹک گیا اس کے بعد میں نے خود الجزائر میں ثالث
ظاہری کے پاس جا کر اس سے مدد کی درخواست کی ہے۔ ظاہری سے پورا تعاون کرو
روشنی.......... ان کی ہر بات آنکھ بند کرکے مان لو.......... ہوسکتا ہے ہمارے لئے
کوئی بہتر راہ نکل آئے۔ میں نے ظاہری کو بتا دیا ہے کہ آئندہ کیا کرنا ہے' میری
درخواست ہے میری بچی۔ اپنے مشکل میں گھرے ہوئے باپ کی مدد کرو..........!
"مجھے اب کیا کرنا ہے انکل..........؟"
"بہت کچھ بے بی بہت کچھ پہلے مجھے یہ بتاؤ کہ تم اپنے باپ کی ہدایات پر عمل
کرنے کے لئے راضی ہو؟"
"ہاں.........." میری آواز سسکی بن کر ابھری۔
"اگر میں یہاں نہ پہنچتا تو تمہارا کیا ارادہ تھا۔"

"یہاں آکر اور اس سے پہلے میں جن مشکلات کا شکار رہی ہوں انکل ظاہری
کاش کسی کو اندازہ ہوتا میرا ایک ہی سچا مددگار ہے جس نے ہر مشکل میں میرا ساتھ د
ہے جس نے میرے لئے ہمیشہ اپنی زندگی داؤ پر لگائی ہے انکل آج میں اس سے شادی
کرنے جا رہی تھی۔"

"شادی؟" پروفیسر چونک پڑا۔

"ہاں۔" میں نے سسکتے ہوئے کہا پھر انہی سسکیوں کے درمیان میں نے خالد کے
بارے میں پوری تفصیل ظاہری کو بتادی۔ پروفیسر غور سے سن رہا تھا کچھ دیر خاموش
رہ کر اس نے کہا۔

"یہ ممکن نہیں ہے روشنی تم خود کہہ چکی ہو کہ تم سے ملنے والے خود بخ
خوفزدہ ہو جاتے تھے اس کی وجہ سمجھتی ہو؟"

"نہیں انکل۔"

"تم تاریخ کی مقدس امانت ہو کوئی تمہاری زندگی کا مالک نہیں بن سکتا اگر تم
اس نوجوان سے شادی کر لی تو کوئی بھی حادثہ ہو سکتا ہے وہ پاگل ہو سکتا ہے مر سکتا
اس کے علاوہ اور کچھ نہیں ہوگا میرا دعویٰ ہے۔"

"آہ! نہیں' میں' میں اس کی زندگی چاہتی ہوں' وہ بہت اچھا انسان ہے۔"

"تو اس سے شادی کا خیال دل سے نکال دو.......... کچھ بھی کہہ دو اس سے
اس کی زندگی کے لئے ضروری ہے تم خود بھی اس بات کی گواہ ہو کہ تمہاری زندگی
خطرہ نہیں ہے۔ حالات کتنے ہی خراب ہو جائیں لیکن تمہیں گزند نہ پہنچے گی ہاں
ضرور متاثر ہوں گے جو راستے میں آئیں گے..........!"

"نہیں پروفیسر' وہ بہت اچھا آدمی ہے اسے زندہ رہنا چاہئے۔"

"اسے ٹال دو' اس طرح ٹال دو اسے کہ وہ تم سے متنفر ہو جائے واپس چلا جا
اگر تم نے اس سے نرم روی اختیار کی تو وہ تمہارے لئے ایثار جاری رکھے گا یہ اس
کے حق میں بہتر نہ ہوگا۔"

"حالانکہ اس نے مجھے عزیزی کے جال سے نکالنے میں شدید محنت کی تھی آپ
کیا بتاؤں پروفیسر۔ ویلی آف کنگز کے بھیانک ماحول میں وہ تنہا ایک مجسمے کا روپ
دھار کر مجھ سے ملا تھا اس نے.......... اس نے.........."

"تم بھی اس کی زندگی ہی بچا رہی ہو' یہ اس کے احسانات کا صلہ ہے۔"

"اس کے بعد کیا ہوگا۔ مجھے کیا کرنا ہوگا..........!"

"بہت کچھ' تمہیں متحرک رہنا ہوگا بے بی' اس وقت تک جب تک وہ وقت نہ
جائے۔"

"اس وقت کا کوئی تعین نہیں ہے کیا؟"

"شاید نہیں کیونکہ اس کے بارے میں سعدی بھی نہیں جانتا۔"

"آہ! یہ کتنا مشکل ہے۔"

"لیکن تمہیں کرنا ہے' سنو بے بی میرے خیال میں مجھے اب کچھ اور کام کرنے
ہیں مثلاً یہاں ایک کمرے کا حصول۔ ہمیں اس وقت تک یہاں رہنا ہوگا جب تک
لات ہمارا ساتھ دیں گے بعد کے لئے انتظامات بھی کرنے ہوں گے اس لئے اب مجھے
ازت دو۔"

"جی انکل۔" میں نے سعادت مندی سے کہا۔

"جو کچھ میں نے کہا ہے وہ ضروری ہے' خیال رکھنا۔" پروفیسر نے کہا اور اٹھ کر
ہر نکل گئے میرے دل پر شدید دباؤ تھا زندگی سے بیزاری محسوس ہو رہی تھی احمد کمال
ندی کی آواز کانوں میں گونج رہی تھی ایک عجیب سوز تھا اس آواز میں' میرے ابو
ور تھے بے بس تھے ورنہ وہ مجھے یوں تنہا نہ چھوڑتے اور خالد.......... میری جان
نکل میں تھی کیا کروں کیا نہ کروں۔

☆======☆======☆

خالد آگیا کئی پیکٹ ساتھ لایا تھا چہرہ خوشی سے گلنار ہو رہا تھا اور اس کی یہ مسرت دیکھ کر میرے دل میں تاریکیاں اترتی آرہی تھیں اعصاب بری طرح کھنچ رہے تھے۔

"سوری روشنی' مجھے اندازہ تھا کہ تم خوب پریشان ہو رہی ہو گی' بس اسے کچھ بھی سمجھ لو۔ تمہارا تعلق جس معاشرے سے ہے وہاں شادی کے تصور کے ساتھ نہ جانے کیا کچھ وابستہ ہے میں بھی اس معاشرے کا پرُوردہ ہوں۔ ہر چند کہ مجھے کچھ نہیں آ بس کچھ روایتیں ذہن میں تازہ کی ہیں تمہیں بھلا میں کیا دے سکتا ہوں وہ بھی دیارِ غیر میں' یہ کچھ خریدا ہے میں نے عروسی لباس ہے اور کچھ دوسری چیزیں ہیں لیکن مجھے غلط نہ سمجھنا تمہارا احترام تمہارا وقار مجھے اپنے ہر جذبے سے زیادہ عزیز ہے یہ بس میری خوشی ہے۔" وہ جذبات سے پُر لہجے میں کہہ رہا تھا اور میں شدید دکھ محسوس کر رہی تھی میں فیصلہ کر رہی تھی کہ مجھے اس سے کیا کہنا چاہئے پھر میں سنبھل گئی میں نے کہا۔

"پہلے تو میرا دل چاہا تھا کہ تم سے جھوٹ بول دوں' کوئی ایسی بات کہہ دوں جو تمہیں بہت بری لگ جائے تم مجھ پر تھوک کر مجھ سے علیحدہ ہو جاؤ لیکن......... اتنی توہین کر چکی ہوں تمہاری کہ اب میرا ضمیر مجھے ملامت کرتا ہے' خالد میں تم سے جھوٹ نہیں بول سکتی۔"

"کیا کہنا چاہتی ہو روشنی' کہیں تم نے شادی کا ارادہ ملتوی تو نہیں کر دیا ہے۔"

"ہاں.........!" میں نے آنکھیں بند کر کے کہا۔

"کیوں روشنی......... کیوں.........؟" اس نے کربناک لہجے میں پوچھا۔

"میں اب تمہاری زندگی چاہتی ہوں خالد........."

"کیا میرے سچ نے مجھے نقصان پہنچایا ہے روشنی کیا زاغ کے بارے میں بتا کر میں نے غلطی کی۔"

"نہیں خالد......... یہ بات نہیں ہے تمہارے جانے کے بعد ثالث ظاہری میرے پاس آئے تھے ثالث ظاہری وہی ہیں جو الجزائر میں رہتے ہیں انہوں نے مجھے

رے بارے میں بہت کچھ بتایا ہے ہر چند کہ یہ سب کچھ میری زندگی کا راز ہے لیکن تم ی اب میری زندگی سے متعلق ہو۔ میں تم سے کچھ نہیں چھپانا چاہتی خالد یہ کیسٹ تو........." میں نے ٹیپ ریکارڈر کیسٹ ریوائنڈ کیا پھر ٹیپ ریکارڈر آن کر دیا۔

الد سکتے کے سے عالم میں احمد کمال سعدی کی آواز سننے لگا' کیسٹ ختم ہو گیا تو اس نے ہا۔ "پھر......... روشنی......... اب تم کیا کرنا چاہتی ہو۔"

"آنے والے وقت کا انتظار۔"

"میں اس انتظار میں تمہارا ساتھی رہوں گا تمہیں جیسے بھی حالات پیش آئے میں ن میں شریک رہوں گا روشنی تم تو حالات بدلنے پر آمادہ ہو گئی تھیں۔ ہو سکتا ہے ہمارا عمل حالات میں تبدیلی پیدا کر دے۔"

"خالد اس عمل سے تمہاری زندگی کو خطرہ ہے۔"

"صرف میری زندگی کو نا۔ مجھے منظور ہے تم سے دوری کا تصور بھی میرے لئے وت ہے' روشنی۔ مجھے اپنی پسند کی موت مرنے دو......... پلیز روشنی' اتنی سی دیر ں میرے اس تاج محل کو مسمار نہ کرو.........!"

"نہیں خالد نہیں میں یہ نہیں کر سکتی۔" میں نے کہا اور وہ خاموشی سے مجھے دیکھتا ہا پھر اس نے آہستہ سے کہا۔ "میں اب بھی نہیں تھکا روشنی یقین کرو' اس تازہ وت کے بعد بھی میں نہیں تھکا۔ مجھے جو کرنا ہے وہ میں کرتا رہوں گا۔ اس میں مزہ ہے وشنی یہی زندگی میرے لئے دلکش ہے اوکے روشنی......... اوکے اگر ایسا ہو جاتا تو جھے تعجب ہوتا نہ ہونے پر مجھے تعجب نہیں ہے۔ اوکے میں چلتا ہوں۔" وہ اٹھا روازے کی طرف بڑھا پھر واپس پلٹا وہ پیکٹ اٹھائے اور باہر نکل گیا۔ میں نے اس ے کچھ نہیں کہا بس خاموشی سے دروازے کو دیکھتی رہی اب میرا دل مطمئن ہو گیا تھا ے کوئی دلاسہ دینا بے مقصد تھا خود اپنے آپ کو کوئی دلاسہ نہیں دے سکتی تھی اسے لیا دیتی۔

☆------☆------☆

شام پانچ بجے ثالث ظاہری میرے پاس آ گیا۔ "ہیلو روشنی......... کیا ہو رہا ہے ہوٹل میں ہی ہو یا کہیں باہر گئی تھیں۔"

"نہیں انکل۔ کہیں نہیں گئی۔"

"میں نے ہوٹل میں کمرہ لے لیا ہے روم نمبر سات سو دس۔"

"جی............" میں نے آہستہ سے کہا۔

"کوئی خاص بات تو نہیں ہے؟ ارے ہاں اس نوجوان سے ملاقات ہوئی جس کے بارے میں تم نے بتایا تھا۔"

"ہاں' میں نے اسے ٹال دیا ہے۔"

"ویری گڈ میں بھی کسی وقت اس سے ملاقات کر کے اس کا شکریہ ادا کروں گا اور اسے سمجھا دوں گا۔ بہرحال اب ہمیں فرصت ہے اصل میں ہمیں یہ فیصلہ کرنا ہے کہ اب یہ وقت کیسے اور کہاں گزارا جائے۔ مصر سے باہر جانا کسی طور بہتر نہ ہوگا لیکن جانے کتنا وقت باقی ہے ہمیں الجھنوں میں گرفتار ہونا پڑے گا ورنہ میں تمہیں الجزائر ہی لے جاتا۔"

"جیسا آپ پسند کریں انکل میں آپ کے ہر حکم کی تعمیل کے لئے تیار ہوں۔"

"میں اپنے یہاں قیام کے لئے جواز پیدا کر سکتا ہوں مگر تمہارا معاملہ ہے سفارت خانہ تمہاری واپسی کا انتظام کر رہا ہے۔ وہ لوگ تمہیں واپس بھیجنا چاہیں گے میں نہیں چاہتا کہ انہیں بھی الجھنوں کا شکار ہونا پڑے۔ انہوں نے اپنی ذمے داری پر تمہیں یہاں رکھا ہے۔ حکومتِ مصر تمہارے بارے میں ان سے سوالات کرے گی اور وہ مشکل میں پڑ جائیں گے۔ کوئی ایسی ترکیب ہو کہ انہیں جواب دہی نہ کرنی پڑے............ خیر............ دیکھتے ہیں کوئی ترکیب نکالیں گے۔"

ثالث ظاہری بعد میں مجھے اپنے کمرے پر لے گئے۔ وہاں ہم نے شام کی چائے پی پھر وہ بولے۔ "واقعات اس قدر ہوشربا ہیں کہ عقل ساتھ چھوڑ گئی ہے بہت سے ماہرین نے مصر پر کام کیا ہے۔ ہزاروں سال پرانے مقبرے کھنگال ڈالے ہیں ان پر تحقیق کی ہے انکشافات کئے ہیں لیکن احمد کمال نے تو جادوگری کی ہے۔ کئی شناساؤں نے اس کی کتابوں پر تبصرے کئے ہیں۔ ان میں سے کچھ کا کہنا تھا کہ سعدی نے خود کو منظرِ عام سے ہٹا کر مافوق الفطرت بننے کی کوشش کی ہے اور یہ شہرت حاصل کرنے کا ایک طریقہ ہے جو اس نے اپنایا ہے۔ اس نے اپنی طویل ترین گمشدگی کے دوران بھی کتابیں لکھی اور طبع کرائی ہیں پتہ نہیں اس نے اس کے لئے کیا طریق کار اختیار کیا ہو' لیکن اس سے اختلاف رکھنے والے بھی ان کتابوں کو مصریات پر ایک نادر سرمایہ کہنے پر مجبور ہو رہے ہیں۔ اس سے قبل سیرایمنی کو بھی یہی درجہ حاصل رہا تھا مگر وہ اپنی تحقیق خود نہ پیش کر سکی' بلکہ یمن کے ایک پبلشر نے اس کے بارے میں حیرت

انگیز انکشافات کئے۔ پہلی بار وادی ارمناس کی تفصیل اسی پبلشر نے سیرایمنی کی کتاب میں شائع کی تھی۔ ویسے بے بی یہ زاغ کا کردار میرے لئے اجنبی ہے۔ مصری محققوں میں اس کا نام نہیں ملتا۔ یہ کون ہے............؟"

"آپ اسے نہیں جانتے انکل؟"

"قطعی نہیں جانتا۔"

"آہ کیا............ احمد کمال نے بھی اس کے بارے میں کچھ نہیں بتایا............؟"

"بالکل نہیں............"

"الجزائر میں انہوں نے کب آپ سے ملاقات کی تھی؟"

"آج کا دن شامل کر کے کوئی ستائیس دن قبل............ اس کے بعد میں اس کے کہنے کے مطابق تیاریوں میں مصروف ہو گیا تھا۔"

"کس طرح ملاقات کی تھی؟"

"ہر ماہر مصریات کا اپنا ایک نوادر خانہ ہوتا ہے۔ یقیناً تمہارے وطن میں سعدی کا نوادر خانہ بھی ہوگا۔ میرے نوادر خانے میں بھی قدیم مصر سجا ہوا ہے جو بھی مجھے مل سکا میں نے اپنے نوادر خانے میں سجا لیا۔ میں وہیں موجود تھا کہ مجھے سرسراہٹیں سنائی دیں اور پھر سعدی کی آواز............ اس نے بڑے شگفتہ لہجے میں مجھے بتایا کہ میں پریشان نہ ہوں وہ احمد کمال سعدی ہے۔ اس کے لئے اس نے مجھے اپنے بارے میں پوری تفصیل بتا کر مجھ سے مدد کی استدعا کی۔ درمیان میں اس سے بہت سے سوالات کرتا رہا تھا میں پھر میں نے اپنی آمادگی کا اظہار کر دیا۔"

"انکل میں اس بات پر بہت حیران ہوں۔ آپ لوگ اتنے مشکل کام پر اتنی جلدی کیوں آمادہ ہو جاتے ہیں؟ منوچہر خلازی نے اس جستجو میں جان دے دی۔ نادر ہاشمی اپاہج ہونے کے باوجود ہزاروں تکلیفیں برداشت کرنے پر آمادہ ہو گیا۔ پروفیسر ژان ایرن نے اپنا سکون برباد کر لیا اور سب کچھ چھوڑ دیا۔ کیا صرف دوستی کے نام پر............ ایسی بے مثال دوستی ایک آدھ سے تو ہو سکتی ہے اتنے سارے مخلص دوستوں کا مل جانا کیا حیرت ناک نہیں ہے۔"

"یہ صرف دوستی نہیں ہے روشن جمال۔"

"پھر کیا ہے انکل............؟"

"مصر' تاریخ کا جادو.......... اس سحر کا نشہ ہی انوکھا ہے انسان موت کی قیمت پر بھی اس نشے میں ڈوبنا چاہتا ہے۔"

"وہ دونوں بھی یہی کہتے تھے۔ میری مراد ایرن اور ہاشمی سے ہے مگر مجھے تعجب ہے۔"

"سچ کہتے ہیں وہ اور وہ خود اس کا ثبوت ہیں۔ ویسے کاش وہ مجھے مل جائیں بڑے مددگار ہوسکتے ہیں وہ۔ ویسے بے بی پورے وثوق سے کہتا ہوں کہ وہ تم سے غیر مخلص نہیں تھے بس خود پرستی کا شکار ہوگئے۔ تمہارا ساتھ اپنائے رہتے تو زیادہ فائدہ تھا ان کے لئے لیکن ان کی اپنی سوچ ہے کیا کہہ سکتا ہوں۔ ممکن ہے قاہرہ میں ہی ان سے ملاقات ہوجائے ان کے مل جانے سے بہت فائدے ہوں گے ہمیں ایک دوسرے سے رہنمائی حاصل کی جاسکتی ہے۔ تم کسی طرح اس بات کی نشاندہی کرسکتی ہو جس سے کچھ اندازہ ہوسکے۔"

"میں نے ان سے وادی ارمناس کا تذکرہ کیا تھا اور انہیں اس کے بارے میں تفصیل بتائی تھی اس رات وہ دونوں جاگتے رہے تھے۔ پھر دوسری صبح انہوں نے موت کا سوانگ رچایا۔"

"اوہ۔ بات سمجھ میں آگئی۔ مجھے یقین ہے بے بی' اب وہ وادی ارمناس میں بھٹک رہے ہوں گے۔ ضرور ایسا ہی ہوگا۔"

"آپ میرے ابو کی بات کررہے تھے انکل۔"

"سوری۔ بھٹک گیا تھا۔ میں نے صدق دل سے سعدی سے وعدہ کیا۔ اس سے مزید رہنمائی حاصل کی اور پھر مصر آنے کی تیاریاں کرنے لگا۔"

"یہ کیسٹ.........؟"

"سعدی نے اس کی نشاندہی کی تھی۔ یہ مجھے ایک میز پر رکھا ملا تھا۔"

"آپ نے اسے سنا ہوگا؟"

"ہاں۔ انکار نہیں کروں گا لیکن زاغ کے بارے میں کوئی سوال کس سے کرتا سعدی جاچکا تھا۔"

"انکل' ڈیڈی نے جس دشمن کا تذکرہ کیا ہے وہ زاغ کے علاوہ کوئی نہیں ہے۔ زاغ مصر میں موجود ہے۔ یہ شخص ابتدا سے میرے ساتھ ہے اور اسی نے مجھے اپنی شناخت پر اکسایا تھا۔" اس کے بعد میں نے ثالث ظاہری کو زاغ کے بارے میں بتانا

ٗروع کیا اور جب میں زعورس بن طھابی تک پہنچی تو ثالث ظاہری اچھل پڑا۔

"پرندوں کا ساحر.......... طھابی۔ آہ۔ قدیم ترین کتابوں میں اس کا تذکرہ ہے .... وہ تو بہت قدیم ہے اور فرعون سے بھی بہت پہلے اس کا تذکرہ ملتا ہے۔"

"زعورس بن طھابی نے بھی اپنی داستان میں یہ بتایا تھا کہ وہ مصنوعی موت اپنا کر ین دوررز ہوگیا تھا۔ "سیت" کے دور میں جانے کے لئے لیکن وہ سوتا رہ گیا اور دور ےگے نکل گیا۔ پھر زاغ کے بیان کے مطابق اسے احمد کمال سعدی ملا۔" میں نے احمد کمال سعدی کی داستان بھی بیان کردی۔ مجھے اس میں کوئی قباحت محسوس نہیں ہوئی۔ ب میرے ابو نے مجھے ہدایت کردی تھی کہ میں ثالث ظاہری سے ہر طرح تعاون کروں تو مجھے یہ داستانیں اپنے سینے میں رکھنے کی کیا ضرورت تھی۔ میرا جو کچھ بھی ہوگا یکھا جائے گا۔ بے چارہ خالد بھی تو میری وجہ سے..........

ثالث ظاہری تصویرِ حیرت بنا ہوا تھا۔ اس پر عجیب سی کیفیت طاری تھی پھر اس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ "آہ زعورس بن طھابی کی داستان بالکل درست ہے۔ تو یہ ہے احمد کمال سعدی کی اصل کہانی۔ یوں وہ دورِ سیت میں پہنچا اور اس نے زعورس کی محبوبہ اناتم سلاطیہ کو اپنے فریب میں پھانس لیا۔ آہ بے بی۔ تم نے اس وقت میرے دماغ پر بڑی ضربیں لگائی ہیں۔ لاحول ولا قوۃ۔ کیا میں اس داستان کو صحیح تسلیم کرلوں؟"

"کیا مطلب انکل؟"

"گویا ہم تسلیم کرلیں کہ سورج کی جاتی ہوئی شعاعوں کے ساتھ دورِ سیت میں جاکر احمد کمال سعدی نے وہی سب کیا جسے عقل نہیں مانتی۔ گویا تم ایک مُردہ بطن کی تخلیق ہو۔"

"میں کیا جانوں انکل۔ ہاں اپنے بارے میں اتنا ضرور کہہ سکتی ہوں کہ قدیم تاریخ میں کیا ہے یہ مجھے نہیں معلوم لیکن تاریخِ وقت نے میرے ساتھ خوب مذاق کیا ہے۔"

"میں اب خود الجھ کر رہ گیا ہوں لیکن کیا فرق پڑتا ہے۔ پہلے حالات کون سے سلجھے ہوئے تھے۔ البتہ ایک بات کہہ سکتا ہوں کہ یہ سب کچھ اتنا دلچسپ ہے کہ اس کے لئے موت بھی قبول کی جاسکتی ہے۔"

"شاید میں نے تمام کہانیاں آپ کو سنادی ہیں انکل۔"

"تم نے میری بہت مدد کی ہے بے بی۔ یہ سب کچھ سعدی نے نہیں بتایا تھا۔ مگر

مجھے اصل کہانی معلوم ہو گئی۔ یہ نہیں معلوم تاریخ کا فیصلہ کیا ہے اصل ماجرہ کیا
لیکن یہ ضرور معلوم ہو گیا کہ سعدی نے کیا کیا۔ اس نے پرندوں کے ساحر کو اس
دانش کدے میں شکست دے دی۔ اوہ۔ آہ.......... آہ.........!" ثالث کے
سے ایسے بے ربط الفاظ نکلے کہ میں چونک پڑی۔

"کیا ہوا انکل؟"

"ایں.......... وہ بے بی۔ تمہیں زاغ پر زور دینا پڑے گا۔ پورے غور سے
کر کے مجھے بتاؤ۔ زعورس ابن طمابی نے دورِ سیت میں جانے کے سلسلے میں کیا الفا
کہے تھے۔"

"مجھے یاد ہیں انکل۔ مجھے یاد ہیں۔ جو اہم الفاظ اس نے کہے وہ مجھے ازبر ہیں۔

"پورے اعتماد کے ساتھ غور کر کے مجھے بتاؤ بے بی۔ میں آنکھیں بند کر رہا ہو
اس بات پر توجہ نہ دینا۔ غور کرو' یاد کرو کیا کہا تھا اس نے۔" میں نے اپنی ذہنی تو
ان لمحات پر مرکوز کر دیں اور میری زبان نے کہنا شروع کیا۔ ممفس کی داستانوں
زارم طمابی کا نام منفرد ہے۔ اہلِ مصر اسے پرندوں کا جادوگر کہتے تھے اور اس کے
زعورس نے باپ کی موت کے بعد اس کے علم سے استفادہ کیا اور آنے والے دور
ایک دیوی کو پایا لیکن وہ مستقبل کے لئے تھی تو زعورس نے خود کو زمین کے سپرد کر
کہ اس دور میں آنکھ کھولے لیکن وہ دیر سے جاگا اور اسے ایک محقق نے اس
دانش کدے میں پایا اور محقق نے اس سے معلوم کر لیا کہ تاریکیوں کو چرا کر خود
کس طرح پوشیدہ رکھا جائے کہ ہواؤں میں اپنی خوشبو بھی باقی نہ رہے اور سورج
روشنی کے ذریعہ بند آنکھوں سے تصور کیسے چرایا جاسکے اور جب سورج کی کرنی
واپسی کا سفر کریں تو ان کے ساتھ ماضی کا رخ اختیار کیا جاسکتا ہے۔" زاغ کی داستا
لفظ بہ لفظ تو نہ سنا سکی مین لیکن اس کا مفہوم میں نے بتا دیا تھا۔ ثالث ظاہری پر جی
سکتہ طاری تھا۔ مجھے خاموش ہوئے بہت دیر گزر گئی تو میں نے اسے پکارا..........
اور وہ اس طرح چونکا جیسے سو گیا ہو۔

"آپ سو گئے تھے انکل؟"

"خدایا.......... خدایا میرے ایمان کا تحفظ کر۔ میں تسلیم نہیں کر سکتا۔ مم
تسلیم نہیں کر سکتا۔"

"کیا انکل؟" میں نے پوچھا۔

"ساری باتیں ایک ہی اشارہ کرتی ہیں لیکن کیسے ممکن ہے یہ.......... آہ۔ میں
ایک منٹ کے لئے اجازت چاہتا ہوں۔"

"کہاں جا رہے ہیں انکل؟"

"واش روم۔" پروفیسر نے کہا اور شرابیوں کی طرح لڑکھڑاتا ہوا واش روم میں
داخل ہو گیا پھر میں بہت دیر تک پانی گرنے کی آوازیں سنتی رہی تھی پھر پروفیسر ظاہری
باہر نکل آیا۔ بری طرح بھیگا ہوا تھا آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں تولیہ سے بال اور چہرہ
خشک کرتے ہوئے وہ میرے سامنے بیٹھ گیا۔ "احمد کمال سعدی کی کہانی بالکل درست
ہے وہ کسی طرح ماضی میں داخل ہوا اس کا انکشاف زعورس ابن طمابی کی داستان سے
ہوتا ہے۔ آہ وہ جینئس ہے وہ عظیم ہے' اس نے وہ کارنامہ سرانجام دیا ہے کہ شاید کئی
صدیوں میں اس کی مثال نہ مل سکے لیکن اس کی داستان میں کوئی سقم ہے کوئی نکتہ
پوشیدہ ہے جو شاید اس پر بھی واضح نہیں ہوا۔ میری بچی میرے جگر گوشے بات صرف
ایک نکتے کی ہے اگر خود احمد کمال کو وہ نکتہ پتہ چل جائے تو وہ کسی کی مدد کا محتاج نہ
رہے آہ کچھ ضرور ہے' واہ کیا بات ہے احمد کمال سعدی اس دور کا ساحر ہے اس نے
بڑے بڑے ساحروں کے سحر کو پیچھے چھوڑ دیا ہے ایسے جینئس صدیوں میں پیدا ہوتے
ہیں۔ سنو روشنی میری بچی سنو میرے دل کی حالت عجیب ہو رہی ہے اہلِ مصران قدیم
داستانوں میں وہ اصل نہیں تلاش کر سکے تھے جو ہمیں مل گئی ہے میں ایک ایسے رمز
سے آشنا ہوا ہوں جس کا انکشاف ہو جائے تو نہ جانے کیا ہو جائے۔"

"کیا انکل؟"

"وادی ارمناس وادی سحر کو اہلِ مصر ایک پُراسرار وادی قرار دیتے ہیں امیر
عزیزی کہتا ہے کہ وادی ارمناس میں رات کے وقت منتشر ہوائیں ریت کے بگولے
اڑاتی ہیں اور ان بگولوں میں ماضی کے دروازے کھلتے ہیں.......... نہیں روشنی میری
بچی ایسا نہیں ہے اصل یہ ہے کہ سورج کی جاتی ہوئی شعاعیں کچھ ایسے زاویے ترتیب
دیتی ہیں جن سے وقت کے دریچے کھل جاتے ہیں اور اگر کوئی ذی روح خود کو ان
شعاعوں میں تحلیل کر دے تو ماضی میں چلا جاتا ہے۔ یہی فارمولا ٹائم مشین کا ہے جو ابھی
ذہنی تصور کی جاتی ہے ابھی وہ تصوراتی مراحل میں ہے انسانی ذہن کی اختراع کہی جاتی
ہے لیکن چاند پر پہلے آدمی کا تصور بھی تو معروف مصنف ایچ جی ویلز نے پیش کیا تھا۔
اس وقت لوگوں نے اسے ایک شاندار گپ قرار دیا تھا لیکن نیل آرمسٹرانگ چاند پر

پہلا آدمی تھا الف لیلوی جادوگر جادو کے گولے آبادیوں پر مارتے اور تباہی پھیل جا
ہیروشیما اور ناگاساکی انہی جادو کے گولوں سے تباہ ہوا جام جمشید' جمشید کا جہاں نما
آج یہ جہاں نما ٹیلیویژن پر سیٹلائٹ کے ذریعے سارے جہاں کو سمیٹ لیتا ہے جام ج
اس دور میں ڈش انٹینا کہلاتا ہے کیا ڈش کی شکل پیالے جیسی نہیں ہے۔ بتاؤ احمد کمال
سعدی اگر کہتا ہے کہ وہ ماضی میں پہنچ گیا تھا تو کیا یہ تمام چیزیں اس کی تصدیق نہیں
کرتیں! ایک نکتہ بے بی بس ایک نکتہ آہ کاش ہم اسے پا جائیں بے بی سائنس نے خا
کی کہانیاں سنائی ہیں برزخ کا تصور ہمارے ذہنوں میں ہے جہاں روحوں کا بسیرا ہے خا
میں ہی ایک ایسا جزیرہ ہے جہاں آوازوں کا ذخیرہ ہے آواز کبھی فنا نہیں ہوتی بلکہ و
قائم رہتی ہے۔ یہ سب کچھ ہے بے بی سب کچھ ایک دوسرے میں مدغم ہے تلاش
تلاش اور بس تلاش۔ قرآن کریم میں فرمایا گیا ہے میں نے کائنات تمہارے لئے مسخ
کردی تلاش کرو' پالو۔ آہ۔ وہ نکتہ۔" پروفیسر اپنے سر کے بال نوچنے لگا بہت دیر کے
بعد وہ خود پر قابو پا سکا تھا پھر وہ مجھے دیکھ کر مسکرایا اور بولا۔ "تم شادی کرکے ایک عا
زندگی گزارنا چاہتی تھیں محدود ہونا چاہتی تھیں۔ اپنے آپ کو تلاش کرو بے بی۔ خو
کو پانے کی جدوجہد کرو نہ جانے کیا نکلو۔ اتنی عظیم تحقیق کو روک دینا چاہتی ہو تم۔"

"میں نے خود کو آپ کے حوالے کردیا ہے انکل۔"

"ہاں۔ میں تمہیں تلاش کروں گا۔ میں صرف سعدی کی ہدایات پر عمل نہیں کروں گا بلکہ خود بھی بہت کچھ کروں گا اور تمہیں میری مدد کرنا ہوگی۔ اپنے ذہن کو آزاد چھوڑ دو۔ رات ہو چکی ہے۔ جاؤ اپنے کمرے میں جاکر لباس تبدیل کرو' تیار ہو جاؤ' ہم نیچے چلیں گے زندگی کو روشن نگاہوں سے دیکھیں گے۔" میں بوجھل بوجھل اپنے کمرے میں آگئی۔ دروازہ کھول کر اندر داخل ہوئی تھی کہ فون کا بزر چیخ اٹھا۔ میں نے ریسیور اٹھالیا۔ دوسری طرف سفارت خانے کا افسر ناصر سعدی تھا۔

"مس روشنی!"

"جی میں بول رہی ہوں۔"

"میں ناصر سعدی بول رہا ہوں مس روشنی۔ مسٹر خالد شاید اپنے کمرے میں موجود نہیں ہیں۔ آپ خود انہیں اطلاع دے دیں۔ آپ دونوں کے لئے خوشخبری ہے۔ کل شام ساڑھے پانچ بجے آپ کی فلائٹ ہے تمام انتظامات مکمل ہو چکے ہیں۔ آپ کے کاغذات تیار ہو چکے ہیں۔ میری طرف سے مبارک باد قبول کریں۔"

میں ریسیور پکڑے احمقوں کی طرح کھڑی رہی۔ دوسری طرف سے سعدی کی آواز پھر سنائی دی۔ "کل دن میں کسی بھی وقت میں خود آپ کے پاس پہنچوں گا اور تمام چیزیں آپ کے حوالے کردوں گا۔ میرے خیال میں آپ اب ہوٹل ہی میں رہیں۔ او کے مس روشنی۔ ہمیں خوشی ہے کہ ہم آپ کی کوئی خدمت کرسکے خدا حافظ!"

☆------☆------☆

دوسری طرف سے فون بند ہونے کے بعد میں نے بھی ریسیور رکھ دیا۔ دلی طور پر اضمحلال طاری ہو گیا تھا۔ میری وطن واپسی کا بندوبست ہو گیا تھا اور میں وطن نہیں جارہی تھی۔ ایک بار پھر دل میں لہر سی اٹھی کہ ہر احساس پر لعنت بھیج دوں۔ سعدی کو فون کرکے کہوں کہ مجھے سفارت خانے کی عمارت میں لے جایا جائے اور میری حفاظت کی جائے اور مجھے مقررہ وقت پر جہاز میں سوار کرادیا جائے۔ اس کے بعد جو ہوگا دیکھا جائے گا۔ جن حالات سے گزر چکی ہوں اس سے زیادہ کیا خراب حالات ہوں گے زیادہ سے زیادہ کیا ہو جائے گا۔ طیارے کو حادثہ پیش آجائے گا۔ اسے اغوا کرلیا جائے گا یا کچھ اور سہی لیکن پھر اس کیسٹ سے ابھرنے والی یاس انگیز آواز نے مجھے گھیر لیا۔ "روشنی میری لخت جگر مجھ سے تعاون کرو.........!" یہ معاملہ میرا نہیں میرے باپ کا بھی تھا۔ خالد سے کیا کہوں۔ وہ بھی پاگل ہے۔ کہتا ہے ابھی تھکا نہیں۔ مارا جائے گا' میرا تو خیر جو کچھ بھی ہوگا مگر وہ مارا جائے گا۔ کچھ دیر ان خیالات میں ڈوبی رہی۔ پھر تیار ہونے لگی اور پھر باہر نکل آئی۔ خالد کے کمرے کے دروازے پر بدستور تالا لگا ہوا تھا۔ وہاں سے پروفیسر ظاہری کے کمرے پر پہنچ گئی۔ وہ ایک خوبصورت سوٹ میں ملبوس میرا انتظار کررہے تھے۔

"بہت پیاری لگ رہی ہو۔ آؤ چلیں۔ میں چاہتا ہوں کہ تم ہر فکر سے بے نیاز ہو جاؤ۔"

"فکریں مجھ سے بے نیاز نہیں ہیں پروفیسر.........." میں نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔

"کوئی اور خاص بات تو نہیں ہوگئی؟"

"جی ہاں ہوئی ہے۔" میں نے کہا اور پروفیسر کو ناصر سعدی کے فون کے بارے میں بتایا۔ ان کا چہرہ بھی کچھ دیر کے لئے سوچ میں ڈوب گیا۔ پھر وہ گردن جھٹک کر

بولے۔ ”آؤ۔ نیچے چلیں۔ ابھی ہمارے پاس اکیس گھنٹے باقی ہیں۔ بہت وقت ہے
اس مشکل کا حل بھی سوچ لیں گے۔“

ہوٹل کی تفریحات پہلے دن سے مختلف نہیں تھیں۔ میں نے پروفیسر سے کہا
”آپ نے ارطن طلائی کے بارے میں کوئی انکشاف نہیں کیا پروفیسر۔“

”مجھے یاد ہے لیکن حقیقتاً میں اس کے بارے میں کچھ نہیں جانتا۔ ہاں تم نے جس
پرندے کا تذکرہ کیا ہے اس کے لئے میں نے کہیں پڑھا تھا۔ ایک قبیلہ اس پرندے کو
دیوتا مانتا ہے اور زاغ.......... خود کو ایک ایسے شخص کا بیٹا کہتا ہے جو پرندوں کا مالک
کہلاتا تھا۔ بات بہت پُراسرار ہے لیکن زارم کے بیٹے نے تمہیں اپنے بارے میں
کہانی سنائی ہے اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ ہزاروں سال پرانی روح ہے۔“

”ہم اسے روح تو نہیں کہہ سکتے پروفیسر۔“

”کیا مطلب؟“

”اس نے خود کو کسی عمل کے سہارے زمین کی تحویل میں دے دیا تھا اور پھر
بقیہ زندگی دوبارہ حاصل کرلی تھی۔ وہ میری عمر سے چند سال قبل ہی دوبارہ عالم وجود
میں آیا ہے۔ کیا اسے روح کہا جائے؟“

”بخدا تم نے بہت گہرا نکتہ سوچا ہے لیکن ایسا کوئی شخص انتہائی پُراسرار طاقتوں کا
مالک تو ہو سکتا ہے۔“

”وہ پُراسرار طاقتوں کا مالک ہے۔ مجھے بارہا اس کا احساس ہوا ہے۔ کوکونٹ آئی
لینڈ پر ایک بار مجھے انطاریہ نظر آئی تھی۔ وہ اس کے سامنے سجدہ ریز ہو گیا تھا۔
آدھے سورج کی قسم کھاتا ہے۔ وہ مسلمان نہیں ہے۔“

”ہو بھی نہیں سکتا۔ وہ سورج کے دور کا انسان ہے۔ دیکھو وہ سنہری لڑکی ان
لڑکیوں میں تو نہیں ہے۔“ پروفیسر نے مجھے رقاص لڑکیوں کی طرف متوجہ کیا۔

اور میں غور سے ان لڑکیوں کو دیکھنے لگی لیکن ان لڑکیوں میں وہ موجود نہیں
تھی۔ میں نے گردن ہلا کر پروفیسر سے کہا۔ ”نہیں پروفیسر وہ ان میں موجود نہیں
ہے۔“

پروفیسر نے خاموشی اختیار کرلی۔ میں بظاہر اپنے آپ کو پُرسکون رکھ رہی تھی
لیکن دل میں بہت سے احساسات جاگزیں تھے۔ کیا ہو گا اب کیا ہو سکتا ہے۔ ناصر
سعیدی نے میرے وطن واپس جانے کا بندوبست کردیا ہے اور ثالث ظاہری اس

ں کہہ رہا ہے' فیصلہ کرنا میرے اختیار میں نہیں تھا۔ اپنے آپ کو ہر ممکن طریقے
سے بہلانے کی کوشش کرتی رہی کہ جب میرے اختیار میں کچھ نہیں ہے تو پھر ان
احمقانہ خیالات سے کیا حاصل۔

ہوٹل کی تفریحات جاری رہیں اور ہم مشروبات سے شغل کرتے رہے۔ ہلکا پھلکا
کھانا بھی وہیں کھایا اور خاصی رات گئے پروفیسر ثالث ظاہری وہاں سے اٹھا۔ وہ
میرے کمرے تک آیا تھا۔ اس نے کہا۔ ”یہ ایک احمقانہ پیش کش ہے بے بی' لیکن
میں تمہارے باپ کا دوست بھی ہوں اور تمہارے لئے باپ ہی کی مانند' اگر تم اپنے
آپ کو کسی طور پر پریشان محسوس کررہی ہو تو میں رات کو تمہارے کمرے میں بھی رہ
سکتا ہوں' جب میں نے تمہاری تمام ذمے داریاں سنبھال لی ہیں اور تم مجھ سے تعاون
کررہی ہو تو پھر باقی سارے معاملات مجھے ہی سنبھالنے ہوں گے۔ میں چاہتا ہوں کہ تم
بالکل بے فکر ہو جاؤ' میں موجود ہوں تمہاری الجھنوں سے نمٹنے کے لئے۔“

میں نے مشکور انداز میں کہا۔ ”نہیں انکل ظاہری میں پُرسکون رہوں گی آپ
اطمینان رکھئے۔“

”تو پھر کل صبح میں ناشتہ تمہارے ساتھ ہی کروں گا۔“

پروفیسر ظاہری کے چلے جانے کے بعد میں نے لباس وغیرہ تبدیل کیا' کھڑکیاں اور
دروازے مضبوطی سے بند کئے اور اپنے بستر پر جا لیٹی' کم بخت خیالات نے رات کو تین
بجے تک سونے نہ دیا' تین بجے نیند مہربان ہوئی..........

☆======☆======☆

دوسری صبح ساڑھے آٹھ بجے جاگی' پروفیسر ظاہری کو ٹیلیفون کیا اور غسل خانے
میں داخل ہو گئی' ظاہری تھوڑی دیر کے بعد ہی پہنچ گئے تھے ناشتے کے لئے کہہ کر آئے
تھے۔ باقاعدہ لباس میں تھے' ناشتے کے بعد انہوں نے کہا۔

”رات کو میں بہت کچھ سوچتا رہا ہوں بے بی اور میں نے کچھ فیصلے بھی کر لئے ہیں
جا رہا ہوں' دعا کرنا جو کچھ میں نے سوچا ہے اس میں مجھے کامیابی حاصل ہو جائے۔
کی بہتر صورتِ حال ہو جائے گی اور ہمیں کچھ موقع مل جائے گا اور ہاں سنو' اگر
سعیدی میرے واپس آنے سے پہلے آجائے تو اس سے کوئی نئی بات نہ کہنا' اسی
طرح اگر تمہارا دوست خالد بھی تم سے مل جائے تو اس پر بھی یہ ظاہر نہ ہونے دینا کہ
تمہارے ذہن میں کچھ اور ہے' اس وقت ہمارا راز صرف ہم تک رہنا چاہئے کیا

سمجھیں؟ اس کے علاوہ اگر ناصر سعیدی تم سے یہ کہے کہ اپنے وطن روانہ ہونے
پہلے سفارت خانے چلو تو میرا نام لے کر انکار کردینا کہنا کہ پروفیسر ظاہری سے
ملاقات ہوگی۔ بہرحال مطلب یہ ہے کہ جب تک میں واپس نہ آؤں تم کوئی اور
نہ اٹھانا خدا تمہاری نگہبانی کرے۔"

ناشتے کے بعد پروفیسر ظاہری چلے گئے اور میں ایک کرسی میں نیم دراز ہوگئی۔
اچانک ہی خالد کا خیال آیا اور میں اپنی جگہ سے اٹھ کر باہر نکل آئی۔ خالد کے کر
کے دروازے پر پہنچی لیکن اس پر مسلسل تالا لگا ہوا تھا۔ اپنے کمرے میں واپس
کاؤنٹر سروس کو ٹیلیفون کیا اور اس سے خالد کے بارے میں معلومات حاصل کیں۔
چلا کہ وہ کل ہی سے غائب ہے رات کو بھی نہیں آیا نہ ہی اس نے یہ کمرہ چھوڑا۔
بس اس سے زیادہ وہاں سے اور کچھ معلوم نہیں ہوسکا تھا۔ میرے دل میں
احساس مسلسل تھا' خالد بددل ہوگیا تھا لیکن شاید ایک بار پھر دیوانگی کا شکار تھا۔ مجھ
الگ رہ کر میری نگرانی کرنا چاہتا تھا' آہ اس بدنصیب پر بری گزر رہی ہے۔ کتنا
تھا میرے تیار ہوجانے سے' حالانکہ ذہنی طور پر شاید میں وہ سب کچھ کرکے بھی
نہ ہوتی جس کا میں نے اقرار کرلیا تھا۔ بس ایک ذہنی فرار تھا جو میں اس طرح
کرنا چاہتی تھی۔ اپنے آپ کو اور اپنے اردگرد پھیلے ہوئے اس ماحول کو دھوکہ
چاہتی تھی میں جس نے مجھے برباد کررکھا تھا۔

گیارہ بجے کے قریب ٹیلی فون کی گھنٹی بجی اور میرا دل دھڑک اٹھا۔ فون
سعیدی کا تھا اس نے کہا۔ "مس روشن جمال اتفاق سے میں اپنے کچھ معمولات
مصروف ہوگیا ہوں۔ میں آپ کے کاغذات اور پاسپورٹ وغیرہ کسی اور کے
بھی آپ تک بھجوا سکتا تھا لیکن میں نے مناسب نہیں سمجھا تقریباً ساڑھے تین بجے
آپ کے پاس پہنچوں گا آپ تیار رہیں اور خالد صاحب کو بھی اس بات کی اطلاع
دیں بالکل مطمئن رہیں آپ کی روانگی میں کوئی دقت نہیں ہوگی سارا کام مکمل ہے"

"جی بہت بہتر کوئی بات نہیں ہے آپ کو جیسے ہی فرصت ملے تشریف
آیئے۔" میں نے کہا اور فون بند کردیا۔

میں نے اسے یہ تک نہیں بتایا تھا کہ خالد موجود نہیں ہے بلاوجہ ایک تشویش
ماحول پیدا ہوجاتا اور ہوسکتا تھا کہ اس تفصیل کے بعد ناصر سعیدی فوری طور پر
کارروائی کرتا جس سے پروفیسر ظاہری کا پروگرام متاثر ہوتا۔

پروفیسر ظاہری کوئی پونے ایک بجے آئے' کسی قدر تشویش کا شکار تھے۔ مجھے دیکھ
کر مطمئن انداز میں گردن ہلائی اور بولے۔ "اتنا خوفزدہ ہوگیا ہوں تمہاری جانب سے
کہ یہ وقت بہت عجیب سا گزرا لیکن پُرمسرت بات یہ ہے کہ جو کچھ میں نے سوچا اس
کی تکمیل کرنے میں کامیاب ہوگیا ہوں' اب ایسا کرو اپنے چند جوڑے کپڑے اس ہینڈ
بیگ میں رکھ لو اور یہاں سے چلنے کے لئے تیار ہوجاؤ۔"

"جی۔" میں نے آہستہ سے کہا۔

"مجھے اندازہ تھا کہ تمہارے پاس ایسا کوئی ہینڈ بیگ نہیں ہوگا اس لئے میں یہ
بیگ خرید لایا ہوں۔ اپنے عام استعمال کے کپڑے رکھ لو بس' باقی سب انتظام بعد میں
ہوجائے گا۔"

میں ثالث ظاہری کے ساتھ باہر نکل آئی۔ انہوں نے ایک ٹیکسی کی اور اس میں
بیٹھ کر چل پڑے۔ وہ بہت احتیاط سے کام لے رہے تھے۔ ایک بھرے پُرے بازار میں
ٹیکسی رکوائی۔ نیچے اترے کافی فاصلہ پیدل طے کیا اور اس کے بعد ایک دوسری ٹیکسی
لے کر چل پڑے۔

میں نے مکمل خاموشی اختیار کرلی تھی' جو کچھ ہو رہا تھا سحر کے سے عالم میں ہو رہا
تھا۔ میری سوچنے سمجھنے کی قوتیں سلب ہوگئی تھیں' سارا وجود ہلکا ہلکا سا لگ رہا تھا۔
طبیعت سخت نڈھال تھی لیکن سب کچھ برداشت کئے ہوئے تھی۔

پھر ساحل نیل کے ایک خوبصورت مکان کے سامنے ٹیکسی رک گئی' ثالث
ظاہری نے بل ادا کیا اور اس مکان کی جانب بڑھ گئے۔ حسین رہائش گاہ تھی'
دروازے پر ایک مقامی چوکیدار موجود تھا جس نے ثالث ظاہری کو سلام کیا اور اس
کے بعد ہماری رہنمائی کرتا ہوا اندر داخل ہوگیا۔ چھوٹا سا باغیچہ لگا ہوا تھا جس میں چند
درخت جھول رہے تھے۔ جگہ جگہ پھولوں کے کنج تھے جس کا بھی یہ مکان تھا اسے شاید
پھولوں سے بہت زیادہ دلچسپی تھی کیونکہ دنیا کے قیمتی ترین پھول وہاں نظر آرہے تھے۔
بڑا صاف ستھرا ماحول تھا ایک وسیع و عریض برآمدے سے گزرنے کے بعد ہم چوبی
دروازے سے اندر داخل ہوگئے' دروازے کے دوسری جانب سرخ قالین بچھا ہوا
تھا' بالکل گول کمرہ تھا جس میں نہایت قیمتی فانوس لٹکا ہوا تھا۔ کمرے میں تین دروازے
تھے چوکیدار کی رہنمائی میں ایک دروازے سے گزر کر ہم ایک رہداری میں پہنچے اور
پھر راہداری کے اختتام پر بنے ہوئے ایک اور کمرے کے دروازے پر۔ اس چوکیدار

کے علاوہ یہاں کوئی اور نظر نہیں آ رہا تھا۔ چوکیدار نے انگریزی میں کہا۔

"آپ لوگ آرام کیجئے میں باہر موجود ہوں اور عزیزہ سے کہئے کہ گھر کا جائز لے لیں یہاں میرے علاوہ اور کوئی نہیں ہے ضروریاتِ زندگی خاتون حریمہ کی طر آپ ہی کو سرانجام دینا ہوں گی۔"

"شکریہ طلحہ۔ تمہیں جو ہدایات دی گئی ہیں ان کا خیال رکھنا۔" چوکیدار سر خ کر کے باہر نکل گیا۔

"یہ کس کا مکان ہے؟" میں نے تعجب سے پوچھا۔

"بیٹھو۔" پروفیسر نے مجھے اشارہ کیا اور خود بھی ایک نشست پر بیٹھ گئے پھ بولے۔ "اس کی مالک خاتون حریمہ قدس ہیں۔ مصر کی ایک صنعت کار خاتون جو نک اور فاسفورس کا کاروبار کرتی ہیں۔ سوئٹزرلینڈ میں ان سے ملاقات ہوئی تھی اور و میری گرویدہ ہو گئیں۔ انہوں نے مجھے مصر آنے کی دعوت دی تھی۔ کئی سال قبل جب میں مصر آیا تو اسی گھر میں ان کے ساتھ قیام کیا تھا اور انہوں نے میری جس طر تعظیم و تکریم کی اس کے لئے میں آج تک ان کا شکر گزار ہوں۔ اس تازہ الجھن پر غو کرتے ہوئے مجھے وہ یاد آ گئیں اور میں ان سے ملنے آ گیا۔ وہ ان دنوں بھی سوئٹزرلینڈ میں ہیں۔ طلحہ بن عمار نے مجھے پہچان لیا اور جب میں نے اسے بتایا کہ میں خاتون حری کے پاس قیام کی غرض سے آیا تھا تو اس نے پیشکش کر دی کہ میں چاہوں تو یہاں قیا کر کے ان کا انتظار کر سکتا ہوں۔ میں نے اس موقع سے فائدہ اٹھایا ہے۔"

"میرے بارے میں اسے کیا بتایا ہے؟"

"یہی کہ میں اپنی بیٹی کے ساتھ ہوں لیکن ہم دونوں یہاں تحقیقی امور کے سلے میں آئے ہیں اور وہ کسی کو ہماری ہوا بھی نہ لگنے دے۔"

"آپ مطمئن ہیں پروفیسر؟"

"ہاں! بالکل۔ البتہ چوکیدار کے علاوہ یہاں کوئی اور ملازم نہیں ہے۔ خاتو حریمہ اپنے سارے کام اپنے ہاتھوں سے کرتی ہیں۔ یہ ان کا شوق ہے۔ تمہیں کچن بھ ہوا ملے گا۔ باقی ضروری چیزیں چوکیدار مہیا کر دے گا۔ بس دوسرے کام تمہیں خ کرنے پڑیں گے۔"

"میرے لئے بھی یہ دلچسپ تجربہ ہوگا۔ آپ میرے ساتھ ہی رہیں گے پروفیسر؟"

"ابھی کچھ روز نہیں۔ تمہارے سلسلے میں سفارت خانے کے لوگوں کو اور پولیس کو مطمئن کرنا ہوگا۔ ورنہ میں بھی تمہارے ساتھ فرار کا مجرم قرار دیا جاؤں گا۔" پروفیسر نے ہنس کر کہا۔ پروفیسر ظاہری کچھ دیر کے بعد چلے گئے۔ ان کے جانے کے بعد طلحہ اجازت لے کر میرے پاس آ گیا۔

"آپ میرے ساتھ چل کر گھر کا جائزہ لے لیجئے۔ یہاں سب کچھ موجود ہے اس کے باوجود اگر کوئی ضرورت ہو تو مجھے حکم دیجئے۔ ویسے آپ یہاں خود کو تنہا نہ محسوس کریں گی۔ بالائی منزل سے دریائے نیل کا نظارہ ہوتا ہے اگر آپ چھت پر چلی جائیں تو آپ کو بالکل کوفت نہ ہوگی۔"

"بہت شکریہ میں ضرور چھت پر جا کر دریائے نیل کا نظارہ کروں گی۔"

اور یہ ایک اچھا مشغلہ تھا ساحل نیل تھوڑے ہی فاصلے پر تھا اور درمیان میں کوئی رکاوٹ بھی نہیں تھی وسیع و عریض میدان پھیلا ہوا تھا اور اس میدان میں نیل کے مناظر سے لطف اندوز ہونے والوں کی گاڑیاں دوڑتی نظر آ رہی تھیں' چھوٹی چھوٹی کشتیاں نیل کی لہروں پر ڈول رہی تھیں اور کچھ عجیب وغریب مناظر بکھرے ہوئے تھے۔ میں نے دل ہی دل میں سوچا کہ یہ جگہ تو واقعی بہت دلکش ہے یہاں میرا دل لگا رہے گا۔ البتہ دل کی لگی کچھ اور ہی تھی ان تمام کارروائیوں کا کیا انجام ہوگا۔ اس کا کوئی اندازہ نہیں تھا۔

غرضیکہ وقت گزرنے لگا۔ شام ہو گئی اور میرا وہاں سے ہٹنے کو جی نہ چاہا' حالانکہ طلحہ دو بار میرے پاس پہنچا تھا اور اس نے کہا تھا کہ وہ کھانے پینے کا بندوبست کر چکا ہے۔ آج میں اس کی مہمان ہوں کل سے میں یہاں کا نظام خود سنبھالوں' لیکن میں نے اس سے معذرت کر لی تھی اور شکریہ ادا کر کے کہا تھا کہ وہ خود کھانا کھا لے مجھے بھوک نہیں ہے میں تو بس یہ سوچ رہی تھی کہ اب میری تلاش کا آغاز ہو گیا ہوگا اور ناصر سعیدی کو اس بات کا علم ہو چکا ہوگا کہ میں اپنی جگہ موجود نہیں ہوں' بدنصیب خالد نے بھی خود کو روپوش کر لیا تھا' بھلا اب اس بات میں شک بھی کیا تھا کہ وہ میری وجہ سے غائب ہو گیا تھا اور یقیناً وہ اس وقت تک یہاں سے نہیں جائے گا جب تک کہ اسے میری زندگی سے ناامیدی ہی نہ ہو جائے' عجیب بدنصیب انسان ہے ایک موہوم سی امید پر اپنا سب کچھ کھو چکا ہے اور نہ جانے کب تک مصیبتوں میں گرفتار رہے گا۔ میں کر بھی کیا سکتی ہوں میری اپنی زندگی خود میرے بس میں نہیں تھی تو میں کسی اور کی

زندگی کو سنوارنے کا کیا بندوبست کر سکتی۔ نیل پر شام اتر آئی۔
لیکن اس کے ساتھ وہاں کی رونق بھی بڑھ گئی۔ نیل کی سیر سیاحوں کے لئے دلچسپ مشغلہ تھی۔ اس دریا کے نام سے جس قدر تاریخ وابستہ ہے شاید ہی کسی اور دریا کے ساتھ ہو۔ بہت سے پُر سحر نام اس دریا سے منسوب ہیں۔ میں چھت سے نیچے آئی۔ یہ جگہ تو ایسی تھی کہ یہاں سے ہٹنے کو ہی دل نہ چاہے۔ رات کو پونے گیارہ بجے پروفیسر کا فون موصول ہوا۔ میں نے ڈرتے ڈرتے فون اٹھایا تھا۔ دوسری طرف سے پروفیسر نے فوراً کہا۔ "میں ثالث ظاہری بول رہا ہوں۔ مختصر بات کروں گا۔"

"جی فرمایئے۔"

"معاملات پوری سنسنی کے ساتھ آگے بڑھے ہیں۔ سب کچھ توقع کے مطابق ہے۔ گمشدہ لڑکی کو بے قصور قرار دیا گیا ہے۔ سارا الزام اسی مفرور نوجوان پر آیا ہے جو لڑکی کو دھوکا دے کر کہیں لے گیا ہے۔ پولیس اسے تلاش کر رہی ہے۔ بے فکر رہو میں مناسب وقت پر آؤں گا وقتاً فوقتاً فون پر رابطے رہیں گے۔ خدا حافظ.........!

لائن بے جان ہو گئی۔ میں منہ پھاڑے ریسیور کو گھورتی رہ گئی اور پھر میں نے ٹھنڈی سانس لے کر ریسیور کریڈل پر رکھ دیا۔ پروفیسر کی باتوں کا مفہوم سمجھ لیا تھا۔ بے چارہ خالد.........

☆------☆------☆

رات، صبح، دن۔ نیل، پھول۔ طلحہ بن عمار جو ایک نیک انسان تھا۔ پانچ دن گزر گئے۔ پروفیسر کا فون کئی بار موصول ہوا تھا لیکن اس نے نہایت محتاط گفتگو کی تھی البتہ چھٹے دن دوپہر کے وقت وہ آ گیا۔ میں لنچ کے بعد آرام کر رہی تھی۔

"بے بی روشن جمال۔ کیسی ہو.........!"

"ٹھیک ہوں۔" میں نے ہنس کر کہا۔

"گڈ۔ طلحہ کا بھی یہی خیال ہے اس نے مجھے تمہارا مشغلہ بتایا ہے کہ تم پورے گھر کی صفائی کرتی ہو۔ اسے تمہارے ہاتھ کا پکا ہوا کھانا بھی بے حد پسند ہے اور اس نے تمہیں ایک نفیس مہمان قرار دیا ہے۔"

"آپ مجھے باہر کی خبریں سنائیں پروفیسر.........."

"سب کچھ ٹھیک ہے سابقہ واقعات کی بنیاد پر تمہیں ایک آفت زدہ لڑکی قرار دیا گیا ہے جس کی دولت اس کے لئے عذاب بن گئی ہے۔ میں اس نوجوان کے لئے

شرمندہ ہوں جو اگر پولیس کے ہاتھ لگ گیا تو اس کے ساتھ بہت بھیانک سلوک ہو گا مگر تمہارے خیال میں وہ کہاں ہو سکتا ہے۔"

"خدا جانے.........!" میں نے افسردگی سے کہا۔

"اگر وہ ہمیں مل جائے تو ہم خفیہ طور پر اسے یہاں سے نکالنے کا بندوبست کر دیں مگر وہ احمق.........." پروفیسر گہری سانس لے کر خاموش ہو گیا۔

"یہ الزام اس پر کیسے آ گیا؟"

"اس کا ذمے دار میں ہوں۔ میں نے پولیس کو تمہاری داستان سنائی تھی اور اس کی تصدیق کے لئے تمہارے ملک کے سفارتی افسر موجود تھے۔ اس وقت یہی ضروری تھا۔ تمام الزام اسی نوجوان پر آ گیا ہے جو تمہارے وطن سے تمہارے پیچھے لگا ہوا ہے۔"

"یہ بہت برا ہوا ہے پروفیسر۔"

"ہاں لیکن اس بات پر بھی یقین کرو کہ میں اس دوران اسے ہر ممکنہ جگہ تلاش کرتا رہا ہوں۔ اگر وہ مجھے مل جاتا تو میں ہر قیمت پر اسے یہاں سے فرار کرا دیتا۔"

"اب ہمیں کیا کرنا ہے پروفیسر؟"

"عارضی طور پر یہ جگہ بہت مناسب ہے لیکن میں نے اس کی متبادل جگہ بھی تلاش کر لی ہے۔ اب ہمارے پاس دو جگہیں ہیں۔ کوئی پریشانی کی بات نہیں ہے۔"

"آپ مسلسل اسی ہوٹل میں قیام کریں گے؟"

"ابھی میں نے اپنا کمرہ نہیں چھوڑا، لیکن یہاں طویل قیام کا بندوبست کر لیا ہے۔ میں ایک مستند محقق ہوں اور حکومتِ مصر نے مجھے یہاں کام کرنے کے لئے اجازت دے دی ہے۔"

"دوسری جگہ کون سی ہے؟"

"ایک مصور کا مکان جو بہت وسیع ہے۔ وہاں ابن زماد کے علاوہ اور کوئی نہیں رہتا اور ابن زماد.......... وہ نیم پاگل شخص ہے۔ رنگ اور سرور کا رسیا۔ اسے تصویریں بنانے اور شراب پینے کے علاوہ کائنات میں کسی اور شے سے شغف نہیں ہے۔ بس یہ شخص بھی میری دریافت ہے۔ اس کے بارے میں پھر کبھی تفصیل بتاؤں گا۔ میں نے احتیاطاً اس کا گھر بھی ذہن میں رکھا ہے۔ فی الحال میں ہوٹل میں ہی قیام کروں گا۔ ذرا پولیس کی سرگرمیاں کم ہو جائیں تو تمہارے پاس آ جاؤں گا۔ تمہیں صبر

وسکون سے کام لینا ہوگا روشن جمال۔ میرے خیال میں یہ گھریلو طرز کی زندگی بھی بری نہیں ہوتی۔"

"جی.........!" میں نے پُرخیال لہجے میں کہا۔

"اس دوران کوئی اور خاص بات تو نہیں ہوئی۔ کوئی ایسی بات جس پر تم الجھی ہو؟"

"نہیں۔"

"ہوں' لیکن میں مسلسل کام کرتا رہا ہوں۔ میں نے وادی ارمناس کا جائے وقوع معلوم کیا ہے۔ قاہرہ کے نواح میں ویلی آف کنگز والی سڑک' قصبہ ربان جاتی ہے۔ ربان کے شمالی ریگستان کو ارمناس کہا جاتا ہے اس کے مشرقی حصے سے ایک سڑک صبرالخیمہ کو نکل جاتی ہے لیکن منصورہ سے اگر کوئی قاہرہ آتے ہوئے مختصر راستے کے جنون میں مقید ہوجائے تو وہ اس ریگستان سے گزرتا ہے جو ارمناس یا ارمناس کہلاتا ہے۔ ارمناس اس کا قدیم نام ہے۔ موجودہ دور میں یہ ریگستان رتاب کہلاتا ہے اور بے شمار مصری اسے ارمناس کے نام سے جانتے بھی نہیں ہیں۔"

"آپ نے کافی معلومات حاصل کرلی ہیں۔"

"یقیناً لیکن تمہاری مدد سے۔ اب ایک بات بتاؤں بے بی۔ تمہارے اندر کچھ قوتِ برداشت ہے؟"

"کیسی انکل؟"

"وادی ارمناس میں ہمیں چند راتیں گزارنی پڑیں تو تم ریگستان کی صعوبتیں برداشت کرلوگی؟"

"مجھے کوئی تجربہ نہیں ہے انکل!"

"خشک اور گرم دن۔ حبس آلود راتیں اور.......... ہوسکتا ہے کچھ مافوق العقل واقعات۔" پروفیسر پُراسرار لہجے میں بولا۔

"اس عالم سے تو میں نہ جانے کتنے عرصے سے گزر رہی ہوں پروفیسر۔"

"نہیں بے بی۔ وہ واقعی بے حد مشکل لمحات ہوں گے لیکن میں تمہیں ساتھ لے جانا چاہتا ہوں۔"

"میں ضرور چلوں گی پروفیسر' عاجز آگئی ہوں اس زندگی سے لیکن آپ وہاں کیوں جانا چاہتے ہیں؟" میرے ان الفاظ پر' ثالث ظاہری کے چہرے میں تبدیلی رونما

ہونے لگی۔ اس کی آنکھیں خوابناک ہوگئیں۔ پھر وہ سرگوشی کے سے انداز میں بولا۔

"محقق نے زعورس ابن طہابی کو گہری نیند سے جگایا تب طہابی کے بیٹے کو معلوم ہوا کہ "سیت" کا دور گزر چکا ہے اور وہ بہت آگے نکل آیا ہے زارم طہابی کے دانش کدے میں محقق کو معلوم ہوا کہ جب سورج کی کرنیں واپسی کا سفر کرتی ہیں تو ان کے ساتھ ماضی کا رخ اختیار کیا جاسکتا ہے اور محقق نے یہ عمل پالیا اور سیت کے دور میں پہنچ گیا جہاں اسے اناتم سلاطیہ کا وصال حاصل ہوگیا۔ گویا اسے اس سفر کے لئے کوئی طویل راستہ اختیار نہ کرنا پڑا۔ سورج کی کرنوں کی واپسی کا لفظ استعارہ بھی ہوسکتا ہے یعنی جب سورج چھپ جائے اور رات کے اندھیرے اترنے لگیں۔ قدیم مصری کہتے ہیں کہ وادی ارمناس میں رات کا قیام وحشت ناک ہوتا ہے کیونکہ ریت کے اڑتے ہوئے بگولوں میں ماضی کے دروازے کھلتے ہیں۔ گویا وادی ارمناس دونوں کیفیتوں کی کلید ہے۔ گویا سب کچھ وہیں ہے اور شاید ریت کے عظیم الشان تودوں کے نیچے زارم طہابی کا وہ دانش کدہ بھی جہاں محقق یعنی احمد کمال سعدی پہنچ گیا تھا۔"

"آپ کا خیال ہے کہ طہابی کا دانش کدہ وہیں ہوگا؟"

"پرندوں کے ساحر نے نہ جانے وہاں کیا کچھ محفوظ کیا ہوگا۔"

"آپ اسے تلاش کریں گے پروفیسر.........."

"کون جانے سعدی نے بھی اسی جگہ کو اپنا مسکن بنایا ہو.........!" پروفیسر پُرخیال انداز میں بولا۔

"ناممکن.........!"

پروفیسر چونک پڑا۔ اس نے بغور مجھے دیکھا اور بولا۔ "ناممکن کیوں؟"

"آپ زاغ کو بھول رہے ہیں پروفیسر جو زارم طہابی کا بیٹا ہے اور دانش کدے کا مالک جبکہ سعدی نے اب بھی یہی کہا ہے کہ زاغ اس کے بدترین دشمنوں میں سے ہے۔" ثالث ظاہری نے کچھ دیر سوچا' پھر مسکرا کر بولا۔

"مجھے خوشی ہوئی۔ تم ان معاملات پر اس ذہانت سے بھی سوچ سکتی ہو جبکہ میرے ذہن میں یہ نکتہ نہیں آیا تھا۔ تمہاری نشاندہی نے میری سوچ کو ایک اور نیا انداز دیا ہے۔ اب وادی ارمناس کا رخ کرتے ہوئے ہم اس بات کو بھی پیشِ نگاہ رکھیں گے کہ وہاں ہماری ملاقات زاغ سے ہوسکتی ہے۔ آہ اس طرح تو علم کے بہت سے باب روشن ہوسکتے ہیں۔" پروفیسر دیر تک سوچ میں ڈوبا رہا۔ "ہمیں جلد از جلد

وہاں جانا چاہئے۔"

"اور اگر وہاں زاغ سے ملاقات ہوگئی تو؟"

"آہ کاش ایسا ہو جائے۔ میں ایک کھیل کھیلنا چاہتا ہوں۔ زاغ تمہیں تو یوں بھی کوئی نقصان نہ پہنچائے گا لیکن میں.......... میں اسے اپنا دوست بنانا چاہتا ہوں۔"

"مشکل ہے انکل۔"

"کیوں؟"

"وہ جانتا ہے کہ احمد کمال سعدی آپ سے مدد لینا چاہتے تھے۔ ممکن ہے اسے معلوم ہو چکا ہو کہ سعدی آپ سے ملاقات کر چکے ہیں۔"

"ایسا ہے تو اور بھی اچھا ہے۔"

"میں نہیں سمجھی؟"

"زمانۂ قدیم کا انسان پُراسرار علوم کا ماہر ہو سکتا ہے لیکن اس دور کی ذہانت کا مقابلہ کرنا اس کے بس کی بات نہیں ہے اگر وہ اس ذہانت کا مقابلہ کر سکتا تو شاید سعدی اس کے علم سے فائدہ حاصل کر کے دورِ سیت میں نہ جا سکتا۔ تم بے فکر رہو بے بی۔ میں ہر طرح کے حالات کا مقابلہ کرنے کی اہلیت رکھتا ہوں۔"

کچھ دیر کے بعد پروفیسر چلا گیا۔ میں وادی ارمناس کا تصور کرنے لگی جہاں طہالی کا دانش کدہ ہو سکتا تھا۔ اگر زاغ نے اس جگہ کو اپنا مسکن بنایا ہے تو کیا خالد نے بھی وہیں پناہ نہ لی ہوگی۔ زاغ نے خالد سے مسلسل رابطہ رکھا تھا۔ خالد نے میری بہتری کے لئے اس سے تعاون کیا تھا۔ ممکن ہے اب بھی خالد نے اسی کا سہارا لیا ہو۔ آہ کاش ایسا ہی ہو' پُراسرار قوتوں کا مالک زاغ اسے ہر مشکل سے محفوظ رکھ سکتا ہے ورنہ خالد اس وقت سخت عذاب میں گرفتار ہو جائے گا۔

☆------☆------☆

یہاں اس عمارت میں چند مشغلے مجھے بہلائے دیتے تھے۔ دریائے نیل کا نظارہ بہت دلکش ہوتا تھا چشمِ تصور سے میں کبھی دورِ فرعون کو دیکھتی تھی' کبھی مجھے کلوپیٹرہ کا بجرہ تیرتا نظر آتا تھا۔ اس خوبصورت مکان کی صفائی اور کبھی کبھی طلحہ بن عمار کی باتیں بھی دل بہلاتی تھیں جو زیادہ تر خاتون حریمہ قدس کے بارے میں ہوتی تھیں جن کا خاندان پورٹ سعید میں آباد تھا لیکن وہ صرف ان کی مالی کفالت کرتی تھیں ان سے کبھی نہیں ملتی تھیں۔ اس کا پس منظر شاید طلحہ کو بھی نہیں معلوم تھا۔ دو دن تک

ث ظاہری نے مجھ سے بالکل رابطہ نہیں کیا۔ میں نے طلحہ سے کہہ کر اخبار منگانا روع کر دیا تھا تاکہ حالات سے باخبر رہوں لیکن اخبار میں بھی اس دوران کوئی خاص ہیں ملی تھی۔ تیسرے دن صبح ناشتے سے فارغ ہو کر سوچ رہی تھی کہ اب کوئی کام روں' کہ طلحہ کی کسی سے باتیں کرنے کی آواز سنائی دی۔ دل دھک سے ہو گیا۔ یہ ال آیا تھا کہ شاید خاتون حریمہ واپس آگئیں۔ تیزی سے باہر نکلی تو ایک دبلے پتلے ری شخص کو دیکھا جو عقال باندھے اور جبہ پہنے طلحہ کے ساتھ آ رہا تھا۔ طلحہ نے ہ ,ایک خوبصورت بیگ پکڑا ہوا تھا۔ میں ساکت رہ گئی۔ یہ کون ہو سکتا ہے میں ے سوچا۔ دونوں قریب آگئے تھے۔ طلحہ نہ جانے کیوں مسکرا رہا تھا۔ مصری نژاد شخص ے مجھ سے کہا۔

"عزیزہ روشن جمال۔ امید ہے خیریت ہوگی۔"

"اوہ میرے خدا۔ یہ آپ ہیں انکل ظاہری۔" میں نے ظاہری کی آواز پہچان کر رت سے کہا۔

"گڈ۔ اس کا مطلب ہے کہ میں کامیاب اداکار ہوں۔ طلحہ بھی مجھے نہیں پہچان کا تھا۔"

"لیکن آپ نے یہ سوانگ کیوں بھرا ہے۔ خیریت تو ہے؟"

"بالکل خیریت ہے۔ لاؤ طلحہ بیگ مجھے دے دو اور تم آرام کرو۔" ظاہری نے ب طلحہ کے ہاتھ سے لے لیا اور وہ مسکراتا ہوا چلا گیا۔ انکل ظاہری میرے ساتھ کمرے میں آگئے۔ میں دلچسپی سے ان کے میک اَپ کو دیکھ رہی تھی۔ "ہمیں آج رمناس چلنا ہے۔"

"بھیس بدل کر؟"

"احتیاطاً۔ اس بیگ میں تمہارے لئے مصری لباس موجود ہے۔ تمہیں چہرہ بدلنے کی ضرورت نہیں ہوگی کیونکہ تمہارے چہرے پر نقاب ہوگا۔ ناشتے سے فارغ ہو چکی و؟"

"جی انکل۔"

"تو پھر یہ لباس تبدیل کر لو اور تیار ہو جاؤ۔" میں تھیلا لے کر دوسرے کمرے یں پہنچ گئی۔ نہایت قیمتی لیکن سادہ لباس تھا۔ ایسا ہی لباس میں نے خاتون البانہ کو پہنے وئے دیکھا تھا۔ لباس خود اپنا رہنما تھا مجھے کوئی وقت نہیں ہوئی نقاب لگا کر خود کو آئینے

میں دیکھا۔ ایسے لباس مجھے خود بھی پسند تھے۔ انکل ظاہری کے پاس پہنچی تو وہ بھی اُ
اٹھے۔ انہوں نے کہا۔ "حقیقتاً یہ تمہارا ہی لباس ہے معمولی سی ردوبدل کے ساتھ۔"

"کیسے انکل؟"

"اگر یہ تمام کہانی درست ہے تو تم مصری نژاد ہی ہو۔"

"اوہ۔" میں نے آہستہ سے کہا۔ انکل ظاہری جانے کے لئے تیار تھے۔ مجھے
کیا اعتراض ہوتا۔ میں ان کے ساتھ باہر نکل آئی۔ دروازے پر ایک دیوہیکل ل
کروزر کھڑی ہوئی تھی۔ لینڈ کروزر کا انجن بے آواز تھا وہ اسٹارٹ ہو کر آگے بڑ
گئی۔ قاہرہ کے گلی کوچے اب آشنا لگنے لگے تھے اس راستے کی شناخت بھی ہوگئی
ویلی آف کنگز کو جاتا تھا۔ انکل ظاہری بالکل خاموش تھے۔ میں نے بھی انہیں مخاطب
نہیں کیا کچھ دیر کے بعد ایک چھوٹی سی آبادی نظر آئی۔ پروفیسر ظاہری نے لینڈ کروزر
رخ اس کی طرف کردیا۔ پھر وہ آبادی کے ایک سرے پر کسی مکان کے عظیم الشان
احاطے کے سامنے رکے۔ احاطہ نہایت وسعتوں میں پھیلا ہوا تھا۔ آخری سرے
رنگ وروغن سے بے نیاز گھر نظر آرہا تھا جس کے دروازے کھلے ہوئے تھے۔ پروفیسر
ظاہری نے ایک لمحے توقف کیا پھر لینڈ کروزر کو احاطے کے گیٹ سے اندر لے گئے۔
لکڑی کے بھدے گیٹ کو انہوں نے لینڈ کروزر سے ہی دھکیل کر کھول لیا تھا۔ جس
راستے سے گزر کر ہم عمارت تک آگئے تھے وہ ناہموار تھا۔ احاطے کے درمیان
درخت بھی تھے گھاس بھی لیکن سب کچھ بے ترتیب تھا۔ البتہ نیچے اتر کر پروفیسر خود ہی
بولا۔ "یہ ابن زماد کی رہائش گاہ ہے۔ اسی مصور کی جس کے بارے میں تمہیں بتایا
تھا۔"

"آہ........... لیکن آپ تو........."

"ہاں۔ میں نے پہلے ہی طے کرلیا تھا کہ راستے میں ابن زماد سے تمہارا تعارف
کراتا چلوں گا۔"

"بہت خوبصورت جگہ ہے لیکن انتہائی بے ترتیب۔"

"ابن زماد کی طرح۔" پروفیسر نے جواب دیا اور لینڈ کروزر روک دی۔ ہم
دونوں نیچے اتر آئے۔ پروفیسر نے ایک بڑا شاپنگ بیگ اتار کر ہاتھ میں لے لیا جس میں
شیشے کی بوتلیں بج رہی تھیں۔ پھر ہم اندر داخل ہوگئے دروازہ کھلا ہوا تھا لیکن پروفیسر
نے دروازے میں لگی گھنٹی بجائی اور پھر اندر داخل ہوگیا۔ وسیع و عریض کمرہ تھا جس

بے حد خوبصورت قالین بچھا ہوا تھا۔ آبنوسی فرنیچر تھا۔ صندل کے مجسمے سجے ہوئے
لیکن قالین پر جابجا پرانے کپڑے بکھرے ہوئے تھے۔ میز پر سوکھی ہوئی ڈبل روٹیاں
کے میلے کپ غالباً چاندی کا ایش ٹرے تھا لیکن غلیظ اور سگریٹوں سے بھرا ہوا۔ ہر
قیمتی لیکن غلیظ! "بیٹھو........... وہ آتا ہے۔" پروفیسر نے اتنا ہی کہا کہ گون میں
ایک بے حد خوبصورت آدمی اندر داخل ہوگیا اجڑے ہوئے گھنگھریالے بال۔
آنکھیں حسین نقوش' چوڑا چکلا جسم۔ قدرت کے بخشے ہوئے بے پناہ مردانہ
کو اس نے بری طرح تباہ کر رکھا تھا۔

"آہا میرے معزز دوست پروفیسر ثالث ظاہری' خوش آمدید۔ یہ لڑکی شاید وہی
جس کا تم نے تذکرہ کیا تھا........"

"تمہاری یادداشت بے مثال ہے ابن زماد..........!"

"بیٹھو معزز دوستو۔ اوہو یہ کیا ہے.........؟" اس نے پروفیسر کے ہاتھ میں
نظر آنے والے تھیلے کو دیکھ کر کہا۔ اس کا انداز للچایا ہوا سا تھا........

"تمہارے لئے ایک حقیر سا تحفہ..........!" پروفیسر نے تھیلا اس کے سامنے
رکھ دیا اور وہ اس میں رکھی ناپاک شے کی شان میں قصیدہ خوانی کرنے لگا۔ بہت خوش
نظر آرہا تھا۔ "ادھر سے گزرتے ہوئے میں نے سوچا کہ روشن جمال سے تمہارا
تعارف کراتا چلوں۔ ہوسکتا ہے تمہیں ان کی میزبانی کرنی پڑے۔" پروفیسر بولا۔

"خوبصورت بچی کے لئے میرا دل کسی باپ کی طرح کشادہ ہے۔ یہ بچی جب بھی
میرے پاس آئے گی میں اسے خوش آمدید کہوں گا۔" میں نے اس کے الفاظ دلچسپی سے
سنے۔ شاید وہ خود کو بوڑھا سمجھتا تھا حالانکہ اس کی عمر پینتیس چھتیس سال سے زیادہ
نہیں تھی۔

"تو پھر مجھے اجازت؟"

"خدا حافظ و ناصر........" اس نے بے تکان کہا اور پروفیسر اٹھ گیا۔ ہمارے
باہر نکلنے سے قبل ہی وہ اس دروازے سے اندر چلا گیا جس سے آیا تھا البتہ وہ پروفیسر کا
لایا ہوا تھیلا اٹھانا نہیں بھولا تھا۔ پروفیسر مسکراتا ہوا باہر نکل آیا۔ مجھے لینڈ کروزر میں
بیٹھنے کا اشارہ کرکے اس نے پھر اسٹیئرنگ سنبھال لیا اور گاڑی اسٹارٹ ہو کر واپس مڑ
گئی۔

"کائنات میں اس عجوبے کا نمبر کیا ہے؟" میں نے پوچھا اور پروفیسر ہنسنے لگا۔

"وہ بے حد پُراسرار ہے' بے حد!"

"کون ہے؟"

"مصور.......... انوکھی تصویروں کا خالق' لیکن اس نے ایک صحافی کو ا
وقت زناٹے دار تھپڑ رسید کر دیا تھا جب اس نے اسے اپنی تصویروں کی نمائش کر
کے لئے کہا تھا۔"

"گویا وہ..........؟"

"اگر اس کی بے مثال تخلیقات منظرِ عام پر آجائیں تو وہ آفاقی شہرت کا حامل ب
جائے۔"

"پاگل ہے؟"

"نہیں۔ سچا فنکار ہے۔"

"آپ سے کیسے ملاقات ہے۔"

"بس مجھے ایسے لوگوں سے عشق ہے۔ کسی نہ کسی طرح تلاش کر لیتا ہوں انہ
تم غور کرو میں نے اسے تمہیں ساتھ رکھنے کے لئے کیسے آمادہ کیا ہو گا جبکہ یہاں ا
احاطے اور عمارت میں اس کے علاوہ کوئی نہیں ہے۔" پروفیسر نے میری اصل بات
کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ میں نہ جانے کب تک اس انوکھے شخص کے بارے م
سوچتی رہی تھی۔

☆------☆------☆

سفر کی منازل طے ہوتی رہیں۔ مصر کی پُراسرار سرزمین اہرامین کے نقوش پی
کرتی رہی اور اس وقت شام قریب تھی جب ہم صحرائے رتاب میں داخل ہو گئے
ریت کے پہاڑ تاحدِ نگاہ پھیلے ہوئے تھے اور شام کے سائے ان کے درمیان رقصا
تھے۔ موسم ناخوشگوار نہیں تھا ہلکی ہوا ریت کو اوپر اوپر سے اڑا رہی تھی۔ اس م
میں بھی کہیں کہیں اہراموں کی چوٹیاں جھلک رہی تھیں۔ کسی جاندار شے کا وجود نہی
ملتا تھا۔ پروفیسر نے ٹیلوں سے ہٹ کر لینڈ کروزر روک دی۔

"مجھے بھوک لگ رہی ہے۔" میں نے کہا۔ "کھانے کے لئے کچھ ہے پروفیسر؟"

"بہت کچھ ہے۔ کافی سینڈوچز' پھل' بسکٹوں کے ڈبے۔ روسٹڈ چکن تم دیکھو
سہی۔" میں سب کچھ بھول کر لینڈ کروزر کے پچھلے حصے میں آگئی۔ خوب شکم سیر ہو
کے بعد کافی پیتے ہوئے پروفیسر نے کہا۔ "سورج کی کرنیں واپسی کا سفر کر چکی ہیں ا

ہو سکتا ہے بے بی کہ انہی مقبروں میں کہیں طھابی کا دانش کدہ بھی ہو۔"

"ریت میں مدفون یہ مقبرے کیا انسانی نگاہوں سے ابھی تک محفوظ ہوں گے
پروفیسر؟"

"کون جانے لیکن عظیم مصر کی مکمل تاریخ کا بہت بڑا حصہ ابھی تک پوشیدہ ہے
حالانکہ محقق صدیوں سے اس کی چھان بین کر رہے ہیں۔"

میں دور تک نظریں دوڑانے لگی۔ فضا پر ایک پُراسرار خاموشی چھائی ہوئی تھی۔
یوں لگ رہا تھا جیسے نظر نہ آنے والے اجسام ہمیں دیکھ رہے ہوں۔ ان کی آنکھیں
بدن میں چبھ رہی تھیں۔ پروفیسر بھی خاموش تھا بہت دیر اسی طرح گزر گئی۔ پروفیسر
نے کہا۔ "ہوا کچھ تیز ہوتی جا رہی ہے۔"

"ان ریگستانوں میں طوفان بھی آتے ہوں گے پروفیسر۔"

"عام طور سے نہیں۔ ان کا موسم ہوتا ہے۔ کیا خیال ہے روشن جمال۔ ہم یہاں
رکیں۔"

"جیسا آپ مناسب سمجھیں پروفیسر۔"

"تھکن تو نہیں ہو گئی؟"

"بالکل نہیں۔"

"تو پھر چلو' صحرائے ارمناس کے بگولے تلاش کریں جن میں ماضی کے دروازے
کھلتے ہیں۔" پروفیسر لینڈ کروزر اسٹارٹ کر کے آگے بڑھ گیا۔ ریت روشن تھی حالانکہ
آسمان پر نہ چاند تھا نہ ستارے نکلے ہوئے تھے لیکن مدہم روشنی میں ریگستان چمک رہا
تھا یہ روشنی ریت سے پھوٹ رہی تھی پُراسرار روشنی۔ لینڈ کروزر نہایت سکون سے
سفر کر رہی تھی۔ پھر چاند نے آسمان پر حکمرانی قائم کر لی۔ ہم لاتعداد اہراموں کی
چوٹیوں کے قریب سے گزرے۔ نہ جانے ان کا قد کتنا ہو گا لیکن سارے کے سارے
ریت میں دفن تھے۔ اچانک پروفیسر نے لینڈ کروزر روک دی۔

"وہ کیا ہے؟" اس نے کہا۔ میں نے بھی اس کے اشارے پر ان دو سیاہ دھبوں
کو دیکھا جو کچھ فاصلے پر ریت کے ایک ٹیلے کے درمیان نظر آ رہے تھے پروفیسر نے
کروزر کا رخ بدل دیا اور ہم ٹیلے کے بالکل قریب پہنچ کر اس سے نیچے اتر گئے۔ پھر
ہمیں تھوڑا سا اوپر چڑھنا پڑا اور ہم ان دھبوں کے پاس پہنچ گئے۔ ضبط کے باوجود
میرے منہ سے ہلکی سی چیخ نکل گئی تھی۔ وہ انسانی جسم تھے جو سینے اور بازوؤں سے کچھ

نیچے تک اس ریت میں دفن تھے۔ ان کے منہ بھیانک انداز میں کھلے ہوئے تھے ا
ان سے چند گز کے فاصلے پر ایک بیساکھی پڑی ہوئی تھی۔

ان کے چہرے دھوپ سے جھلس گئے تھے آنکھیں پگھل کر رخساروں پر بہہ رہ
تھیں۔ سفید دیدے انڈے کی کچی سفیدی کی مانند گالوں سے چپکے ہوئے تھے اکڑ
ہوئی زبانیں کھلے ہوئے منہ سے باہر نکل کر مڑ گئی تھیں۔ انسان کی اس سے بھیانک
شکل تصور بھی نہیں کی جاسکتی تھی۔ ثالث ظاہری کے منہ سے بھرائی ہوئی آواز نکلی۔

"آہ' میں انہیں پہچان چکا ہوں.......... ان میں سے ایک ڈان ایرن ہے
دوسرا یقیناً نادر ہاشمی ہوگا۔ میں نے تم سے کہا تھا نا بے بی کہ وہ وادی ارمناس میں بھٹک
رہے ہوں گے صحرا کے بگولوں میں کھلنے والے دروازوں کی تلاش میں۔"

"انکل!" میرے منہ سے بندھی ہوئی آواز نکلی اور میں نے اپنے بازوؤں میں
چہرہ چھپالیا۔ ان دونوں سے مجھے کوئی دلچسپی نہیں تھی لیکن اس وقت ان کے لئے دل
دکھ رہا تھا۔ بڑی بھیانک موت ان کے مقدر میں تھی۔ دونوں شاندار حیثیت کے مالک
تھے لیکن تقدیر کیا تھی ان کی۔

"دو عظیم محقق اس دنیا سے رخصت ہوگئے۔ بہت کام کیا ہے ان دونوں۔
لیکن کوئی نئی بات نہیں ہے۔ ہر عشق کا انجام یکساں ہوتا ہے۔"

"اب کیا کریں انکل.......... اب ہم کیا کریں..........؟"

"کچھ نہیں بے بی.......... اب آگے چلتے ہیں بس اب تم اس واقعہ کو بھول
جاؤ۔"

"انکل.........." میں نے دلسوزی سے کہا۔ "انکل آپ ان کی تدفین بھی
نہیں کریں گے؟"

"ان ریگزاروں میں ہواؤں کی حکمرانی ہے تم نے دیکھا نہیں ہواؤں نے ہی ان
کے آدھے جسم ریت میں دفن کردیئے ہیں۔ وہی ان کی تدفین مکمل کردیں گی۔ آ
اب چلیں۔" ثالث ظاہری نے میرا بازو پکڑا اور مجھے لینڈ کروزر تک لے آیا۔ میں دل
گرفتہ بیٹھ گئی اور ظاہری نے لینڈ کروزر آگے بڑھا دی۔ بہت غمگین ہوئی تھی بہت
سے خیالات آرہے تھے۔ چاندنی رات میں لینڈ کروزر آگے بڑھتی رہی۔ ہوائیں واقعی
تیز ہوگئی تھیں اور کہیں کہیں ہواؤں کے بھنور چکراتی ہوئی ریت کو بلند کر رہے تھے۔
ریت کی دبیز تہیں مرغولوں کی شکل میں اس طرح ٹیلوں پر دوڑ رہی تھیں جیسے کوئی

دیوہیکل وجود چمکتی اوڑھنی اوڑھے بھاگ رہا ہو' یہ مرغولے کچھ دور سفر کر کے فضا میں
تحلیل ہوجاتے تھے۔

مجھے سردی لگنے لگی اندر ہی اندر کپکپی سی دوڑ رہی تھی یہی ہیں وہ بھنور جن میں
ماضی کے دروازے کھلتے ہیں۔ پروفیسر ظاہری بھی دم بخود تھا اور اس وقت میرے منہ
سے بھنچی بھنچی سی چیخ نکل گئی جب سامنے سے ایک مرغولہ نمودار ہوکر ہماری طرف
بڑھا۔ پروفیسر کا پاؤں بے اختیار ایکسیلیٹر سے ہٹ گیا اور لینڈ کروزر جھٹکے لینے لگی۔
ریت پر اس کی رفتار بہت سست تھی اور پروفیسر اسے فرسٹ اور سیکنڈ گیئر میں چلا
رہا تھا۔ مرغولہ ہم پر سے گزر گیا چند ہی لمحات کے لئے ہم گہری تاریکی میں ڈوب گئے
تھے۔ پھر روشنی ہوگئی اور پروفیسر ہنس پڑا۔ اس کی ہنسی اس ماحول میں بے حد پُراسرار
محسوس ہوئی تھی۔

"اس میں کوئی دروازہ نہیں تھا لیکن کس قدر دلکش ہے یہ سب کچھ۔ آہ لگتا ہے
یہ داستانیں توہمات پر مبنی نہیں ہیں کچھ نہ کچھ صداقت ہے ضرور ان میں۔"

"انکل مجھے ڈر لگ رہا ہے۔"

"ایں.......... تمہیں.......... یہ کیسے ممکن ہے ایسا نہیں ہونا چاہئے کیونکہ
تم.......... تم.......... عام لڑکی نہیں ہو۔"

"میں بالکل عام لڑکی ہوں انکل.......... خدا کی قسم میں بالکل عام لڑکی ہوں۔
آپ لوگ مجھے طرح طرح کی باتیں بتاتے ہیں لیکن میری سمجھ میں کچھ نہیں آتا۔ مجھے
یوں لگتا ہے انکل جیسے سب کو میرے بارے میں غلط فہمی ہوئی ہے.......... مکمل غلط
فہمی۔"

"یہ تم پر اس ماحول کا اثر ہوا ہے روشن جمال.......... خود کو سنبھالے رکھو۔
ہمیں یہاں سے کچھ نہ کچھ ضرور حاصل ہوگا۔"

"خدا کے لئے انکل.......... خدا کے لئے یہاں سے واپس چلیں
انکل میں آپ کے ہاتھ جوڑتی ہوں.......... خدا کے لئے یہاں سے چلیں۔"

"روشن جمال.......... میں تو یہاں کئی راتیں گزارنے کا ارادہ رکھتا ہوں۔"

"میں یہاں ایک رات بھی نہیں گزار سکوں گی۔ مجھے شدید گھٹن ہو رہی ہے۔
میرا دل بند ہو رہا ہے انکل.......... خدا کے لئے۔" میری سسکیاں جاری ہوگئیں
اور پروفیسر گھبرا گیا۔ "نہیں روشن جمال' نہیں بیٹے ارے یہ کیا اوہ مائی گاڈ..........

اوہ.......... نہیں بیٹے روتے نہیں.......... ٹھیک ہے میں تمہاری مرضی کے بغیر کچھ
نہیں کروں گا۔ اوکے واپس چلتے ہیں.......... پلیز خاموش ہو جاؤ.......... مجھے دکھ
ہو رہا ہے۔ اوکے چلو.......... واپس چلو.........." پروفیسر نے جیپ دوبارہ اسٹارٹ
کردی وہ جھٹکے لے کر بند ہو گئی تھی ہم بہت دور نکل آئے تھے اس لئے وقت کے اس
صحرا کو عبور کر کے سڑک پر آنے میں کافی وقت لگ گیا۔ "تم ڈرائیونگ کر سکتی
ہو..........؟" پروفیسر نے پوچھا۔

"ہاں۔" تب میں نے جواب دیا۔

"اسٹیئرنگ پر آجاؤ.......... میں تھک گیا ہوں.......... کیا خیال ہے؟"

"مجھے راستے نہیں معلوم۔"

"سڑک رہنما ہے ہمیں سیدھے چلنا ہے رات کا یہ سفر پرسکون ہوگا۔" میں۔
ڈرائیونگ کرتے ہوئے کہا۔

"وہاں ریگستان میں تو آپ خاصے چاق وچوبند تھے انکل.........."

"شوق، عشق، انسان آپے میں کہاں ہوتا ہے۔"

"انکل مجھے افسوس ہے۔"

"نہیں روشن جمال کوئی بات نہیں ہے کل کی رات میں دوبارہ یہاں آجاؤں
جو کچھ میں نے دیکھا ہے اسے فراموش نہیں کر سکتا۔"

"انکل.......... خدانخواستہ..........؟" میں نے تشویش سے کہا۔

"نہیں بے بی میں خود بھی مرنا تو نہ چاہوں گا۔ ان دونوں نے حماقتوں پر حماقتیں
کی تھیں حکومت مصر کا شعبہ سیاحت سیاحوں کو بے حد مراعات دیتا ہے اور مصر
تحقیق کے متوالوں کی بہت پذیرائی کی جاتی ہے۔ وہ دونوں عام لوگ نہیں تھے۔ اپنی
حیثیت استعمال کرتے تو انہیں باقاعدہ پروٹوکول ملتا لیکن انہوں نے مجرمانہ طریق کار
اپنایا۔ نہ جانے کیوں.......... وہ اگر بے سروسامانی کے عالم میں صحرائے ارمناس میں
دوڑ پڑتے تو شاید اس حادثے کا شکار نہ ہوتے میں پورے انتظامات کے ساتھ وہاں
جاؤں گا لیکن مجھے تم پر حیرت ہے بے بی شدید حیرت ہے۔"

"آپ دیکھ لیجئے انکل کچھ بھی نہ ہوگا پہاڑ کھودیں گے چوہا نکلے گا۔"

"ایسا نہیں ہو سکتا روشن جمال.......... یہ ممکن نہیں ہے تم تمام باتوں کو نظر
انداز کر دو.......... صرف ایک بات پر غور کرو اور مجھے اس کا جواب دو..........

"جی پوچھئے۔"

"تمہارے اپنے بیان کے مطابق تم نے اچانک ایک ایسی زبان بولنا اور سمجھنا
شروع کر دی جس کی ابجد سے بھی تمہیں واقفیت نہیں تھی؟".......... میں
وش ہو گئی۔ اس بات کا کوئی جواب نہیں تھا میرے پاس.......... جب میں کچھ نہ
تو ثالث ظاہری نے کہا۔ "اور اس کی صرف ایک وجہ ہے وہ یہ کہ یہ تمہاری
ری زبان ہے۔"

ڈرائیونگ کرنے میں بہت لطف آرہا تھا سڑک بالکل سنسان تھی۔ میں خاموشی
ڈرائیونگ کرتی رہی۔ راستے میں ایک بار پروفیسر نے مجھ سے اسٹیئرنگ مانگا لیکن
نے منع کر دیا۔ پھر روشنی ہونے لگی تھی جب ہم قاہرہ واپس پہنچ گئے تو شہر میں
ل ہونے سے پہلے میں اسٹیئرنگ سے ہٹ گئی تھی۔

طلحہ بن عماد نے بلاتعرض ہمارے لئے گیٹ کھول دیا۔ اندر داخل ہو کر پروفیسر
کہا اب تم ناشتہ تیار کرو گی اور ناشتے سے فراغت حاصل کر کے ہم سو جائیں گے۔"
نیند بڑی ظالم شے ہے۔ دماغ کی چولیں ہلی ہوئی تھیں ہزاروں سوچیں تھیں مگر
ہی بستر پر لیٹی آنکھیں بند ہو گئیں جاگی تو شام کے پانچ بجے تھے۔

دماغ اب بھی سائیں سائیں کر رہا تھا۔ اس سے غسل کے ذریعے نجات حاصل
جا سکتی تھی۔ غسل کر کے باہر نکلی تو طلحہ بن عماد منتظر تھا۔

"میں نے چائے تیار کی ہے اور اس کے ساتھ کنعاس بھی ہے جو ابھی گرم اور
ہے اور چائے کے ساتھ لطف دے گا۔"

"پروفیسر جاگ گئے..........؟"

"دو بجے چلے گئے تھے۔ جاتے ہوئے کہہ گئے ہیں کہ فرصت ملنے پر آپ کو فون
یں گے۔ آپ اطمینان سے یہاں رہیں۔"

"اوہ وہ چلے بھی گئے۔" میں نے تاسف سے کہا پروفیسر نے مجھے یہ نہیں بتایا تھا
آئندہ مجھے کیا کرنا ہے۔ طلحہ نے عمدہ چائے اور کنعاس مجھے پیش کیا جو گوشت کے
وں سے بنائی گئی روٹی کی مانند تھا۔ اسے پیزا کی ایک قسم کہا جا سکتا تھا۔ اس کے بعد
اداسی دور کرنے کے لئے میں اوپری منزل پر چلی گئی جہاں سے دریائے نیل کا
رہ ہمیشہ دلکش ہوتا تھا۔ شام اداس تھی۔ میں زندگی سے لطف اندوز ہونے والوں کو
تی رہی۔ خالد کا تصور ذہن میں آگیا۔ جو کچھ میں کرنے جا رہی تھی اگر وہ ہوجاتا تو

اس کے بعد کیا ہوتا۔ ہمیں پُرسکون زندگی حاصل ہوتی یا اور مشکلات کھڑی ہو جاتیں
خوفناک کہانی بلا کی طرح میرے وجود سے چمٹ گئی تھی اس سے تو یہی اندازہ ہوتا تھا
اس سے چھٹکارا مشکل ہے۔ ثالث ظاہری عین وقت پر نازل ہو گیا تھا ورنہ خالد تو پ
انتظام کر کے آیا تھا۔ بے چارہ نہ جانے کہاں چھپا ہو گا۔ انہی سوچوں میں گم تھی
اچانک فائر کی آواز سنائی دی اور میں اچھل پڑی۔ دوسرا فائر ہوا اور میں جلدی
نیچے کی طرف بھاگی۔ مجھے اندازہ ہو گیا تھا کہ فائر اسی عمارت میں ہوا ہے۔ مجھے طلحہ
آیا پستول لئے کھڑا تھا۔

"کیا ہے۔ کیا ہو گیا..........؟" میں چیخی..........

"نہیں عالیہ.......... کچھ نہیں.......... ایک منحوس پرندہ صبح سے پریشان
رہا ہے۔ کمبخت بار بار آ کر درختوں پر بیٹھ جاتا ہے۔ نظر بچ گئی تو پھولوں کے
خراب کرے گا۔ مگر اس وقت بھی بچ کر نکل گیا۔"

"اوہ میں تو ڈر رہی تھی۔" میں نے گہری سانس لے کر کہا۔

"لیکن عالیہ.......... میں نے اپنی زندگی میں اتنا بڑا باز کبھی نہیں دیکھا۔ وہ
سیاہ رنگ کا۔"

"کیا..........؟"

"ہاں باز عموماً ایسے نہیں ہوتے۔" طلحہ نے اس پرندے کے بارے میں جو
بتایا اس نے میرے اوسان خطا کر دیئے۔ وہ شلاشلائی تھا۔ طلحہ نے بتایا کہ وہ صبح
کئی بار آ کر درختوں پر بیٹھا ہے اور وہ بار بار اسے اڑاتا رہا ہے۔ میں خوفزدہ ہو کر
آ گئی۔ بہت عرصے کے بعد شلاشلائی کے بارے میں میں نے سنا تھا۔ مگر وہ یہاں کیوں
تھا۔ بہت غور کرنے کے بعد کوئی دس بجے پروفیسر کو فون کیا۔ استقبالیہ سے معلوم ہو
پروفیسر کمرے میں موجود نہیں ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ پروفیسر وادی ارمناس
ہے اس پر جنون طاری تھا۔ وہ میری وجہ سے واپس آ گیا تھا۔ اب کیا ہو گا ایک بار
میں تنہا رہ گئی ہوں۔ کیا کروں.......... زاغ.......... کیا وہ پھر میرے سامنے آ
گا.......... شلاشلائی اس کا جاسوس تھا شاطر پرندہ کالا پرندہ۔

☆------☆------☆

کافی رات ہو گئی۔ چند خیالات مجھے پریشان کر رہے تھے۔ پروفیسر پر وا
ارمناس کا جنون سوار تھا۔ ہو سکتا ہے یہ موت کا جنون ہو۔ وہ دونوں بھی تو وہاں م

تھے۔ اگر پروفیسر بھی چل بسا.......... ایک بار پھر مجھے تنہا حالات سے لڑنا پڑے
گا.......... لڑوں گی۔ کیا کروں.......... بستر پر لیٹ گئی۔ زیادہ دیر نہیں گزری تھی
کہ دروازے پر دستک ہوئی۔ میں نے ابھی تیز روشنی نہیں بجھائی تھی۔ خیال تھا کہ
طلحہ ہو گا.......... یہاں اس کے سوا اور کون تھا.......... نہ جانے کیوں آیا تھا۔

"آ جاؤ دروازہ کھلا ہوا ہے۔" میں نے کہا اور دروازے کی طرف دیکھنے
لگی.......... پھر اچانک کلیجہ حلق میں آ گیا۔ آنے والا طلحہ بن عمار نہیں تھا۔ بلکہ ایک
ست سنہرے لباس میں وہی سنہری لڑکی تھی۔ دلکش، حسین مگر بے حد پُراسرار اس
کے چہرے کی رنگت اور کھلے ہاتھ پاؤں گردن اور سینہ سب کچھ سنہرا تھا یہاں تک کہ
آنکھوں کی پتلیاں بھی سنہری تھیں۔ اس نے بڑے اعتماد سے دروازہ بند کر دیا۔ میں
سہمے ہوئے انداز میں اٹھ کر بیٹھ گئی وہ بڑی دلکش چال چلتی ہوئی میرے پاس آ گئی۔ پھر
ایک کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گئی.......... اس کی نگاہیں مجھ پر جمی ہوئی تھیں۔ پھر اس کے
منہ سے آواز نکلی..........

"کیسی ہو روشن جمال.........." اس کی آواز نے پھر مجھے دہلا دیا یہ زاغ کی
آواز تھی ایک نرم و نازک خوبصورت لڑکی کے منہ سے بھیانک مردانہ آواز کا نکلنا
ویسے ہی دہشت ناک تھا پھر زاغ کی آواز، میں سہمی ہوئی نظروں سے اسے دیکھتی رہی
"دراصل میں کسی بھی سلسلے میں انتہا پسند نہیں ہوں روشن جمال۔ میں بات کی تہہ تک
پہنچنے کی کوشش کرتا ہوں اگر ایسا نہ ہوتا تو اس وقت تمہاری حالت عبرتناک ہوتی تم
اس باپ کی بیٹی ہو جس نے میرا متاعِ حیات لوٹ لیا ہے جس نے میری پشت میں خنجر
گھونپا ہے۔ میں تم سے انتقام لے سکتا ہوں لیکن میں اتنا برا انسان نہیں ہوں میں جانتا
ہوں تم نو عمر ہو کوئی فیصلہ کرنے کے قابل نہیں ہو اور وہ۔"

"تم۔ تم کون ہو؟" میرے حلق سے گھٹی گھٹی آواز نکلی۔

"تم جانتی ہو۔ میں کون ہوں اور یہ جو تمہارے ساتھ ہے اس کے بارے میں
کیا تم جانتی ہو میں نے اپنا جسم ایک طویل سفر پر روانہ کر دیا ہے اس کے بارے میں
میں تفصیل نہیں بتا سکتا اب میں بھی تمہارے باپ کی طرح نادیدہ وجود رکھتا ہوں۔
یہ ارطن طلائی ہے میری ہمزاد، میرے مفادات کی محافظ ایک طلسمی وجود جو میری
کاوشوں سے مجھے حاصل ہوا ہے۔ یہی شلاشلائی بھی ہے جسے تم بہت عرصے سے جانتی
ہو اس وقت میں نے خود کو اس میں سمو لیا ہے۔"

میں پھٹی پھٹی آنکھوں سے اس حسین دوشیزہ کو دیکھنے لگی جس کا حسن بڑے بڑوں کو دیوانہ کرسکتا تھا۔ مگر وہ کچھ نہ تھی بس ایک سحر تھی وہ اور یہی وہ منحوس پرندہ ہے، تصدیق کیسے کرتی کوئی بات ہی سمجھ میں نہیں آتی تھی اس نے پھر کہا۔ "خود کو سنبھالو میں ایک بار پھر تم سے بات کرنا چاہتا ہوں۔"

"مسٹر زاغ۔" میرے منہ سے بمشکل نکلا۔

"حالانکہ تم مجھ سے انحراف کرکے بار بار میرے غضب کو آواز دیتی ہو مصیبتوں کا شکار ہوتی ہو لیکن مجھے پھر تم پر رحم آجاتا ہے تمہارے لئے نہیں اس کے نام پر جس کے وجود سے تم نے جنم لیا ہے، اس کے نام پر جسے میں نے دو صدیوں چاہا ہے۔"

"مسٹر زاغ میں۔ میں بے بس ہوں۔"

"اچھی طرح جانتا ہوں ایک بار پھر تم سے کہتا ہوں کہ تمہاری مشکلات کا سبب تمہارا باپ ہے وہ عاقبت نااندیش انسان جو کچھ کامیابیاں حاصل کرکے خود کو زہانت کی آخری منزلوں پر فائز سمجھتا ہے اگر وہ اس طرح خود پرست نہ ہوتا تو۔ تو.........!"

میں نے آنکھیں بند کرلیں خود کو یکسو کرنا چاہتی تھی، زاغ نے پھر کہا۔ "اور وہ احمق۔ گدھوں کے سہارے حاصل کر رہا ہے وہ جو تاریخ کی ہواؤں کی گرد سے بھی آشنا نہیں ہیں ایک ایک کرکے تین گدھوں سے نجات حاصل ہوئی تھی کہ یہ چوتھا پھر آگیا۔ روشن جمال میں نے تمہیں پورا پورا اعتماد دیا تھا میں نے تمہیں ایک نوخیز اور گداز دل رکھنے والی لڑکی سمجھ کر اپنی داستان غم سنائی تھی مجھے توقع تھی کہ تم اپنے ظالم اور کمینے باپ پر نفرین کرو گی لیکن تم نے.........."

"مسٹر زاغ..........!" میں نے ایک دم آنکھیں کھول دیں۔ "میرے سامنے میرے باپ کو گالیاں دے رہے ہو تم۔"

"مجھے اندازہ ہوگیا ہے بے بی تمہاری رگوں میں آخر اسی کا خون ہے تم انصاف کربھی کیسے سکتی ہو۔"

"تمہیں سب کچھ معلوم ہے زاغ تمام باتیں جانتے ہو تم لیکن اس کے باوجود وہ میرا باپ ہے۔"

"میں نے اس کے ظالمانہ عمل کے باوجود تم سے کہا تھا کہ اس کی مشکل کا حل صرف میں ہوں گا تاریخ کی عدالت میں اس کا وکیل میرے علاوہ اور کوئی نہ ہوگا ورنہ تاریخ اسے بدترین سزا دے گی۔"

"ہاں تم نے کہا تھا مگر تمہارے خلوص کی پرکھ کیا تھی؟"

"وقت سے پہلے پرکھ ہو بھی کیسے سکتی ہے کیا تمہارے پاس پرکھ کا کوئی پیمانہ ہے تم نے ناکام سہارے حاصل کئے۔ منوچہر خلازی نے اپنی مطلب براری چاہی تمہارے باپ نے اس کا سہارا حاصل کیا وہ مرگیا ڈان ایرن بظاہر تمہارا ہمدرد تھا مگر اس کا تصور صرف اتنا تھا کہ وہ تمہارے باپ کی معلومات میں سے اپنا حصہ نکال لے اور اب ثالث ظاہری، تمہیں علم ہے کہ وہ کیا چاہتا ہے میں جانتا ہوں ان سب کے بارے میں جانتا ہوں اب اسے طمابی کے دانش کدے کی تلاش ہے تم دونوں ارمناس میں بھٹک رہے تھے وہ تمہارے سہارے طمابی کا دانش کدہ تلاش کرنا چاہتا تھا اور.......... اور.......... لیکن اب سنو.......... وہ رک گیا مجھے دیکھتا رہا اور میں اس حسین چہرے پر نظریں جمائے رہی جس کا کوئی وجود نہیں تھا جو صرف ایک فریب تھا۔

"آپ رک گئے مسٹر زاغ۔" میں نے کہا۔

"غور کرو روشن جمال غور کرو تم نے ہمیشہ موہوم اور ناپائیدار سہارے تلاش کئے حالانکہ میں دشمن کی بیٹی ہونے کے باوجود تم سے مخلص تھا میں نے تمہیں طلسمی زیور دیا اس کی حقیقت بھی بتادی لیکن تم نے اس مقدس زیور کی توہین کی اور اس جرم کی پاداش میں تمہیں باسط العزیزی کے عذاب میں گرفتار ہونا پڑا وہ حالات تمہارے اس جرم کا نتیجہ تھے۔"

"گویا وہ سب آپ کا کارنامہ تھا مسٹر زاغ۔"

"وہ اس زیور کی توہین تھی اگر تم اس کا ساتھ اپنائے رکھتیں تو وہ تمہارا تحفظ کرتا۔"

"اس کے باوجود آپ نے ہی میری مدد کی خالد کے ذریعہ۔"

"بات انتہا کو پہنچنے والی تھی تمہیں بچانا تو تھا۔"

"خالد آپ کے پاس ہے؟" میں نے اچانک سوال کیا۔

"نہیں اب مجھے اس کے بارے میں کچھ نہیں معلوم وہ دیوانگی میں جو قدم ٹھانے جارہا تھا اس سے بچ گیا ورنہ اسے صرف موت اپنانی پڑتی اس کی سزا موت کے سوا کچھ نہ ہوتی۔"

"آپ اب اس کی مدد نہیں کریں گے مسٹر زاغ! اس نے آپ کی کافی خدمت کی ہے۔"

"تم اس کی مدد کرنا چاہتی ہو۔"

"ہاں بس اتنا چاہتی ہوں کہ وہ زندہ سلامت یہاں سے نکل جائے اپنے وطن پہنچ جائے۔"

"ایسا ہو سکتا ہے لیکن.........."

"جی کہئے مسٹر زاغ۔"

"تمہیں کچھ بتانا ہو گا۔"

"کیا بتانا ہو گا؟"

"ثالث ظاہری تم تک کیسے پہنچا اسے وادی ارمناس کے بارے میں کیسے معلوم ہوا۔"

"اگر میں آپ کو یہ بتا دوں تو آپ وہی کریں گے جو میں نے کہا ہے۔"

"آدھے سورج کی قسم میں جھوٹ نہیں بولتا۔"

"اپنی ماں کی قسم میں بھی آپ سے جھوٹ نہیں بولوں گی لیکن یہ سودا اسی حد تک رہے گا باقی کوئی اور شرط نہ ہو گی۔"

"مجھے منظور ہے۔"

"احمد کمال سعدی الجزائر میں ثالث ظاہری سے ملے تھے انہوں نے ایک کیسٹ میں اپنی آواز ریکارڈ کر کے دی تھی جس میں آپ کو اپنا دشمن قرار دیا تھا اور کہا تھا کہ بس آپ سے بچوں۔ آپ سے اپنی حفاظت کروں ظاہری پر اعتماد کروں وہ میری مدد کرے گا ارمناس کی داستان مجھے باسط عزیزی نے سنائی تھی اور میں نے ڈان ایرن کو اور پھر ظاہری کو۔"

"اوہ اچھا تو یہ بات ہے دونوں بدبخت طمابی کے سرمائے تک پہنچ گئے تھے لیکن پھر ریت میں دفن ہو گئے۔ آہ سعدی بالکل احمق ہے میں جانتا ہوں وہ کیا سوچ رہا ہے اس کا خیال ہے کہ مقررہ وقت پر میں تمہیں عدالت تک نہ پہنچنے دوں گا۔ اور یوں فیصلہ اس کے حق میں ہو گا وہ صرف یہ سمجھتا ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے میں یہ کر سکتا تھا اور سعدی سے انتقام لینے کے لئے مجھے ایسا ہی کرنا چاہئے تھا لیکن وہ نہیں جانتا کہ محبت میں ڈوبے دل ظالم نہیں ہوتے۔ اناتم سلاطیہ کی لخت جگر کو میرے ہاتھوں تکلیف کیسے پہنچ سکتی ہے اور اب بھی ایسا نہیں ہے میں تاریخ کی عدالت میں خود کو مظلوم کی حیثیت سے پیش کر کے اناتم سلاطیہ کو اپنی محبت کی کہانی سنانا چاہتا ہوں۔ میں اسے حقیقتِ حال

بتانا چاہتا ہوں میں انصاف مانگنا چاہتا ہوں۔ میں نے صدیوں انتظار کیا ہے میں خود تمہیں گواہ بنا کر لے جانا چاہتا ہوں سلاطیہ ثانی! آہ اس سے زیادہ میں کچھ نہیں کرنا چاہتا ہاں میں تمہیں تاریک ہواؤں میں پوشیدہ کر سکتا ہوں میں تمہیں دانش کدے میں وہی نیند دے سکتا ہوں جو میں نے اپنائی تھی لیکن میرا یہ ارادہ نہیں ہے میں تو صرف اپنا حق چاہتا ہوں۔" زاغ کی آواز بھر آئی۔

"لیکن یہ میرے باپ کے حق میں نہ ہو گا۔"

"تم اس ظالمانہ انداز میں سوچو گی روشن جمال۔"

"اس دنیا میں رہنے والے اسی طرح سوچتے ہیں۔"

"یہ برائی ہے غلط بات ہے۔"

"میری مجبوری بھی ہے زاغ۔" میں نے کہا اور سنہری عورت نے گردن جھکا لی وہ صرف زاغ کے جذبات و تاثرات کی نمائندگی کر رہی تھی حالانکہ یہ بات ذہن کو نہیں لگتی تھی مگر زاغ بول رہا تھا تسلیم کیوں نہ کرتی۔

"میں نے اس دنیا کو بہت مشکل سے سمجھا ہے روشن جمال۔ اگر مجھے پہلے سے علم ہوتا کہ اس دور کے لوگ اتنے شاطر اتنے ظالم ہیں تو شاید احمد کمال اپنی سازش میں کامیاب نہ ہو سکتا لیکن تمہارا تعلق صرف اس دنیا سے نہیں ہے روشن' انسانیت کے نام پر سوچو۔ میرا ساتھ دو میں تمہیں تاریخ کی عدالت میں لے جاؤں گا اور تم میری گواہی دو گی۔"

"اپنے باپ کے خلاف؟"

"سچائی کے نام پر۔"

"جھوٹ نہیں بولوں گی۔ مسٹر زاغ میں اپنے باپ کے خلاف کچھ بھی نہیں کر سکتی۔"

"اناتم سلاطیہ کی لخت جگر۔ رائمن عوس کی غیرت! یہ مناسب وقت ہے کہ میں تجھے حالات سے آگاہ کر دوں حقیقت یہی ہے کہ میں آج تک تیرے گرد اسی لئے چکراتا رہا ہوں تیرے وطن میں منوچہر خلازی کے ساتھ میں یہی مقصد لے کر گیا تھا۔ میں چاہتا تھا کہ میں احمد کمال سعدی کو گرفتار کر لوں۔ حالانکہ میں جانتا ہوں کہ انطاریہ اس کی نگراں ہے۔ میں چاہتا تھا کہ میں انطاریہ کو بھی اصل صورتِ حال بتا دوں۔ میں تاریخ کے اس دور سے انحراف نہیں کرتا جس میں یہ جرم ہوا لیکن اس جرم کے لئے میں اپنے

گواہی پیش کرنا چاہتا تھا تاکہ اناتم سلاطیہ پر سچ ظاہر ہو اور وہ ایک مجرم کے برعکس میری محبت قبول کرلے لیکن یہ خیال بھی تھا میرا کہ میں سعدی کی وکالت کروں اور اسے آزادی دلاؤں مگر سعدی میرا مجرم ہے وہ چور ہے اس لئے وہ مجھ سے چھپتا پھرتا ہے وہ اپنا جرم قبول کرلے میرے پاس ایک ایسا نکتہ ہے کہ میں اسے آزادی دلادوں گا وہ مجھ سے پوشیدہ ہے ایسی حالت میں تجھے میرا ساتھ دینا ہوگا۔ مقررہ وقت پر وہ عدالت میں ضرور حاضر ہوگا لیکن تُو میرے ساتھ ہوگی میری گواہ کی حیثیت سے میں آج بھی وعدہ کرتا ہوں کہ تجھے تیرے باپ کے حوالے کردوں گا لیکن جو کچھ میں چاہتا ہوں..........."

"وہ ناممکن ہے زاغ..........!"

"سوچ لے روشن جمال غور کرلے۔"

"جو کچھ تم مجھے سنا رہے ہو زاغ وہ آج بھی میرے لئے بس ایک کہانی ہے ایک الجھی ہوئی ماورائے عقل کہانی۔ اس پر یقین نہ کرتے ہوئے بھی میں یہی کہتی ہوں کہ میں اپنے باپ کے خلاف کبھی قدم نہ اٹھاؤں گی۔"

"روشن جمال ایک بار پھر سوچ لے۔"

"کوئی گنجائش نہیں ہے۔"

"گویا میرے دل میں رحم کے جذبات پھر فنا کررہی ہے تُو۔"

"میں کچھ نہیں جانتی۔"

"جان لے گی اب تُو بھی بہت کچھ جان لے گی۔" سنہری عورت کھڑی ہوگئی اس نے کھڑے ہو کر کہا پہلی خوشخبری تجھے سنادوں اگر وادی ارمناس سے تیرا حالیہ گزر ہو تو وہاں دو انسانی ڈھانچوں کے بجائے تجھے تین ملیں گے تیسرا ڈھانچہ ثالث ظاہری کا ہوگا۔"

"کیا؟" میں دہشت سے کانپ اٹھی۔

"ہاں اس کی کہانی بھی اسی صحرا میں ختم ہوجائے گی اور یہی نہیں اب تجھ سے ہمدردی کرنے والے، تیرے کام آنے والے تجھ سے پناہ مانگیں گے، غلطی میری ہی ہے میں ناسمجھی میں حماقتیں کرتا رہا میں نے شر سے پلٹنا چاہا مگر میں کیا کروں۔"

"تم ثالث ظاہری کو۔ ثالث ظاہری کو۔" میں نے چیخ کر کہا مگر وہ باہر نکل گئی میں دوڑتی ہوئی باہر آئی۔ "سنو.......... سنو رک جاؤ.......... سنو.........." میں نے

بے تحاشا دروازے سے باہر نکلتے ہوئے کہا لیکن باہر سناٹا پھیلا ہوا تھا سنہری عورت کا ہیں پتہ نہیں تھا باہر مکمل سناٹا چھایا ہوا تھا میں دیر تک وہیں کھڑی پلکیں جھپکاتی رہی پھر اپس کمرے میں آگئی۔

☆======☆======☆

سب سے منحوس خبر میرے لئے یہی تھی کہ وہ پروفیسر ظاہری کو ختم کردے گا۔ آہ ب تو خالد کا سہارا بھی نہیں تھا اب کیا ہوگا ایک بار پھر میں نے اسی ہوٹل فون کیا لیکن ھے یہی جواب ملا تھا کہ پروفیسر اپنے کمرے میں موجود نہیں ہے وہ دیوانہ یقیناً وادی رمناس میں طھابی کا دانش کدہ تلاش کررہا ہوگا۔ مایوس ہو کر بستر پر لیٹ گئی سوچوں کے علاوہ میرے پاس اور کیا تھا پریشان رات گزر گئی دوسری صبح مکمل تھی ناشتے کے ساتھ اخبار دیکھ رہی تھی کہ ایک خبر نے مجھے متوجہ کرلیا۔

"خاتون البانہ کو سزائے موت سنادی گئی اس کے دست راست حسان امینی کو عمر بد کی سزا۔ پوری خبر کا لبِ لباب یہ تھا کہ اسکندریہ کی ایک دولت مند عورت خاتون لبانہ کو دہرے قتل کا جرم ثابت ہونے پر خصوصی عدالت نے سزائے موت کا حکم سنایا ہے اس نے اپنے بھتیجے باسط العزیزی اور بھتیجی فردوسہ کو اس کی جائیداد قبضے میں کرنے کے لئے گہری سازش کرکے موت کے گھاٹ اتار دیا تھا یہ کام اس نے اپنے خاندانی لام حسان امینی کے ہاتھوں کرایا تھا۔ حسان امینی کو اس کی معاونت کرنے کے جرم میں رقید کی سزا دی گئی ہے جبکہ عدالت نے خاتون البانہ کے دو بیٹوں سبحان الناصر اور یفان الناصر کو اس جرم سے ناواقف قرار دے کر باعزت بری کردیا ہے۔"

اس خبر نے بھی مجھ پر گہرا اثر چھوڑا تھا اخبار کی دوسری تمام خبریں دیکھ ڈالیں یرے بارے میں کوئی خبر نہیں تھی۔ طلحہ بن عمار بدستور میری خدمت کررہا تھا وہ دن اور پھر دوسرا دن بھی گزر گیا اب تو سوچنے کے لئے بھی کچھ نہیں تھا اس دوران کئی بار ہوٹل فون کیا تھا مگر ظاہری کا کوئی پتہ نہیں تھا میری اپنی اتنی استطاعت کہاں تھی کہ میں ارمناس کے صحرا میں اس کی تلاش کرنے جاتی۔ پھر اس کا فائدہ بھی کچھ نہیں تھا مجھے پورا یقین تھا کہ ظاہری اب اس دنیا میں نہ ہوگا ارطن طلائی کی زبانی زاغ کی آواز میں جو کچھ میں نے سنا تھا اس پر بھی غور کیا تھا یہ اندازہ پوری طرح ہوگیا تھا مجھے کہ اگر یہ بے سروپا کہانی درست ہے تو زاغ بے شک میرے باپ کا دشمن تھا وہ کا طور احمد کمال سعدی کے لئے سودمند نہیں ہوسکتا تھا۔ اس کا مجھ سے التفات بھی

سعدی کو زک پہنچانے کے لئے ہے خواہ وہ کچھ بھی کہتا رہے لیکن آخر میں وہ جو کچھ سے کہہ کر گیا تھا وہ میرے لئے بہت ہولناک تھا۔ نہ جانے کب اس کی ابتدا ہو جائے اس کے لئے بھی زیادہ انتظار نہیں کرنا پڑا۔ اس رات کھانا وغیرہ کھا کر بستر پر پہنچی ہی تھی کہ باہر کچھ آہٹیں محسوس ہوئیں۔ ابھی سنبھل کر سوچ بھی نہیں پائی تھی کہ دروازے پر زوردار دستک ہوئی۔ بدحواسی میں دروازے تک گئی اور دروازہ کھول دیا۔ باہر ایک خوبصورت عورت کھڑی ہوئی تھی اس کے پیچھے طلحہ بن عماد پریشان سا کھڑا ہوا تھا۔

"ہوں تو تم روشن جمال ہو۔"

"جی.........جی.........!" میں نے سہمے ہوئے لہجے میں کہا۔

"ابھی تک تم یہاں سے قیمتی اشیا سمیٹ کر فرار کیوں نہیں ہو گئیں۔"

"جی؟" میں نے تھوک نگل کر کہا۔

"میرا نام حریمہ قدس ہے میرا خیال ہے کہ اس گھر کی مالک میں ہوں جس میں تم عیش سے رہ رہی ہو۔"

"اوہ خاتون حریمہ قدس پروفیسر ظاہری مجھے آپ کے بارے میں........."

"میں کہتی ہوں میری غیر موجودگی میں تم لوگوں کو یہاں قیام کی جرأت کیسے ہوئی یہ کوئی مسافر خانہ ہے۔" اس نے مجھے بات نہ پوری کرنے دی۔

"وہ خاتون ہم یہ دراصل پروفیسر........."

"یہ نہایت کمینہ پن ہے ایک گھٹیا اور غیر معیاری حرکت پروفیسر کی علمیت کچھ بھی ہو لیکن وہ ایک گھٹیا انسان ہیں میں یہاں موجود ہوتی تو دوسری بات تھی تم لوگوں نے میرے ملازم کی سادگی سے فائدہ اٹھا کر میرے گھر کو ہوٹل بنا دیا اور یہ طلحہ' اس کا فیصلہ تو میں بعد میں کروں گی۔" حریمہ قدس نے طلحہ کو گھورتے ہوئے کہا۔

"خاتون......... میں........." میرے حلق سے بھرائی ہوئی آواز نکلی۔

"کہاں ہیں پروفیسر ان سے میری بات کراؤ۔" وہ اندر داخل ہو گئی۔

"پروفیسر اپنے ہوٹل میں موجود نہیں ہیں۔"

"بکواس کرتی ہو۔"

"آپ یقین کریں میں اس سے خود ملنا چاہتی ہوں آپ ہوٹل فون کر کے معلوم کر لیں میں آپ کو نمبر دیتی ہوں۔"

"میں نوکر نہیں ہوں تم دونوں کی سمجھیں......... تمہیں بتانا پڑے گا کہ تم لوگ یہاں کیوں داخل ہوئے ہو۔ میں چاہوں تو ابھی پولیس کو طلب کر کے تمہیں اس کے حوالے کر سکتی ہوں لیکن میں ایسا نہیں کر رہی۔ پہلے اپنے گھر کا جائزہ لے لوں' یہ اندازہ لگا لوں کہ تم لوگوں نے ان دو دنوں میں یہاں سے کیا کیا صاف کیا ہے۔ پورے تخمینے کے بعد تمہیں پولیس کے حوالے کر دوں گی اور ساتھ ہی اس شخص کو بھی۔" اس نے طلحہ کو گھورتے ہوئے کہا۔ میری آنکھوں میں آنسو آ گئے تھے۔

"مجھے معاف کر دیں خاتون۔ مجھے تو پروفیسر........." میرے حلق سے رندھی ہوئی آواز نکلی۔

"پروفیسر بھی بچ کر کہاں جائے گا۔ میں دیکھوں گی' چلو اسے اسٹور روم میں لے چلو۔ رات بھر اسے بند رکھوں گی' خدا کی پناہ کس آرام سے میرے گھر میں قبضہ جمالیا گیا تھا۔"

خاتون حریمہ کی اس برگشتگی کے باوجود طلحہ کا رویہ مجھ سے خراب نہ ہوا لیکن مالکہ کے حکم کی تعمیل تو اسے کرنی ہی تھی چنانچہ چند لمحوں میں میری یہ آرام گاہ ایک خوبصورت بیڈ روم سے ایک بدنما اسٹور میں بدل گئی جہاں ننگا فرش تھا جس پر گرد جمی ہوئی تھی چاروں طرف پردے' فرنیچر اور دوسرے کاٹھ کباڑ کے انبار لگے ہوئے تھے۔ میں ہراساں ننگے فرش پر بیٹھ گئی۔ ایسے شدید ذہنی جھٹکے تو اب میری تقدیر بن چکے تھے اور سچ بات تو یہ تھی کہ اب مجھ میں حوصلہ پیدا ہو گیا تھا ان تکلیفوں کو سہنے کا۔ اسٹور روم میں خوفزدہ بیٹھے رہنے اور تقدیر پر ماتم کرنے کے بجائے مجھے آئندہ پیش آنے والے واقعات کے لئے خود کو تیار کرنا چاہئے۔ یہ تو ایک حقیقت تھی کہ میرا مصر سے نکلنا ناممکن ہے۔ مجھے یہاں رہنا ہے' ایک نامعلوم مدت تک رہنا ہے اور اب کوئی سہارا نہیں ہے جو کچھ کرنا ہے' خود ہی کرنا ہے۔ میں حکومت مصر کی مجرم ہوں اگر دوبارہ سفارت خانے پہنچنے کی کوشش کروں تو شرمندگی ہی ہو گی۔ کتنی کہانیاں سناؤں گی میں انہیں۔ دوسری بات یہ کہ زاغ کی آلۂ کار کبھی نہیں بنوں گی۔ وہ میرے باپ کا دشمن ہے۔ اپنے نادیدہ باپ کے لئے میں بھی جدوجہد کروں گی۔ کوئی تو انجام ہو گا اس جدوجہد کا۔ ان خیالات نے میرا حوصلہ بلند کیا اور وہ مایوس کن خیالات میرے دل سے نکل گئے جنہوں نے مجھے ہراساں کر دیا تھا۔ ایک نیا عزم' نئی ہمت میرے اندر پیدا ہو گئی تھی۔ اس کے بعد اسٹور روم میں رات گزارنا بھی بہت مشکل نہیں ہوا۔ میں

نے اس رات بہت سے اہم فیصلے کئے تھے۔ دوسری صبح طلحہ اور خاتون حریمہ ساتھ آئے تھے۔ خاتون حریمہ نے مجھے باہر آنے کا اشارہ کیا اور میں باہر آگئی۔ خاتون حریمہ مجھے اپنے بیڈ روم میں لے گئی تھی۔ اس نے کہا.........

"تم چاہو تو غسل کرسکتی ہو۔ طلحہ نے ناشتہ تیار کرلیا ہے۔"

"کھلا پلا کر پولیس کے حوالے کریں گی۔" میں نے مسکرا کر پوچھا۔

"رات کو مجھے پروفیسر کی حرکت پر بہت غصہ آیا تھا۔ میرے اس سے ایسے تعلقات بالکل نہیں تھے کہ وہ میری غیر موجودگی میں میرے گھر پر قابض ہو جائے۔ طلحہ سادہ فطرت ہے' میں بے شک پروفیسر کا احترام کرتی تھی۔ پروفیسر نے طلحہ کو دھوکہ دے کر ایسا کیا۔ اسے یہ نہیں کرنا چاہئے تھا تاہم تم غسل کرلو۔"

"آپ کے قیمتی سامان کی کیا کیفیت ہے؟"

"وہ اگر کم ہوتا تو میرا رویہ تمہارے ساتھ اتنا نرم نہ ہوتا۔ ویسے بھی اصل قصور پروفیسر کا ہے۔ وہ تمہارے پاس کب آئیں گے؟"

"پتہ نہیں۔"

"تم سے ان کا کیا رشتہ ہے؟"

"یہ معلومات پولیس بھی کرلے گی۔ آپ کو وہیں پتہ چل جائے گا۔"

"تم مجھ پر طنز کیوں کر رہی ہو؟" حریمہ نے خشک لہجے میں کہا۔

"نہیں خاتون حریمہ۔ بخدا آپ اپنے عمل میں حق بجانب ہیں۔ کسی اور کے ساتھ ایسا کیا جاتا اس کا یہی ردعمل ہوتا۔ میں اس لئے بے قصور ہوں کہ مجھے اصل بات معلوم نہیں تھی۔ پروفیسر یہ کہہ کر مجھے یہاں لائے تھے کہ خاتون حریمہ سے ان کے اتنے گہرے تعلقات ہیں کہ ہم ان کے گھر میں قیام کرکے ان کی واپسی کا انتظار کرسکتے ہیں۔ اس کا اظہار آپ کے ملازم نے بھی کیا۔ پروفیسر یا تو اس سلسلے میں غلط فہمی کا شکار ہوگئے یا پھر انہوں نے مجھے دھوکا دیا۔"

"تمہارا ان سے کیا رشتہ ہے؟"

"میرے لئے کیا حکم ہے۔ آپ مجھے پولیس کے حوالے کردیں گی یا.........

میں نے اس کے سوال کو نظر انداز کرکے کہا۔

"نہیں۔ میں تمہیں بے قصور سمجھتی ہوں لیکن پروفیسر سے ضرور بات کروں گی۔"

"تو پھر مجھے اجازت دیجئے۔" میں نے کہا۔

"بیٹھو لڑکی۔ مجھے اپنے رویے پر افسوس ہے۔" خاتون حریمہ نے نرم لہجے میں

"میڈم۔ مصر میرا وطن نہیں ہے میرا پتہ ذہن نشین کرلیجئے۔ اگر کبھی وہاں آنا [illegible]براہ کرم میرے پاس ضرور آیئے گا۔ میرے گھر میں ایک درجن ملازم ہیں اور خدا [illegible]قسم ہر بیڈ روم آپ کے بیڈ روم سے ہزار گنا زیادہ شاندار ہے۔ آپ کے اسٹور [illegible]میں رات گزار کر مجھے کوئی پریشانی نہیں ہوئی بلکہ اس تبدیلی سے لطف آیا۔ کاش [illegible]آپ کے وطن میں آپ کا قرض ادا کرسکتی' پولیس کے حوالے نہ کرنے کا [illegible]یہ۔" میں واپس پلٹی اور دروازے سے باہر نکل آئی۔

"اوہ۔ جذباتی لڑکی ہو......... رکو......... رک جاؤ لڑکی! طلحہ.........

[illegible]اسے روکو۔" خاتون حریمہ طلحہ کو آوازیں دینے لگی مگر میں اب وہاں نہیں رہنا [illegible]تی تھی۔ عمارت سے باہر آگئی۔ قاہرہ میں بے یارومددگار تھی۔ ایک راستے پر آگے [illegible]تی رہی۔ پھر راستہ بدل دیا۔ عمارت کی چھت سے دریائے نیل نظر آتا تھا سوچا ان [illegible]ظر کو قریب سے دیکھوں۔ وہاں سے جو کچھ نظر آتا تھا وہ مجھے ازبر ہوگیا تھا۔ دیکھوں اب قاہرہ میں میرے لئے کوئی جگہ بنتی ہے۔ ویسے رات کو دل میں جو کچھ سوچا تھا [illegible]ز میں اسی پر عمل کرنے کا ارادہ تھا۔ تاریخ کے عظیم ترین دریا کا نظارہ میری [illegible]لھوں کے سامنے تھا۔ تاحدِ نگاہ سناٹا تھا۔ اتنی صبح وہاں سیاح بھی نہ آئے تھے۔ میں [illegible]ذہن بٹانے کے لئے اس دریا کی تاریخ کے بارے میں سوچنا شروع کردیا۔ نہ جانے اس دریا کا کون سا حصہ ہوگا جہاں سے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اسے پار کیا تھا [illegible]فرعون کا لشکر دریا برد ہوگیا تھا۔ نیل کی ساحرہ لیزا کے ساتھ اپنے بجرے میں کہاں [illegible]سوار ہوئی ہوگی۔ میری آنکھیں خوابناک ہوگئیں۔ قلوپطرہ کو تو نہیں دیکھا تھا لیکن [illegible]بتھ ٹیلر کو قلوپطرہ کے روپ میں نیل میں تیرتے ہوئے بجرے میں ضرور دیکھا تھا۔ [illegible]تمام مناظر آنکھوں میں گھوم رہے تھے اور میں ان کا تصور کرتی ہوئی آگے بڑھتی [illegible]ہی تھی۔ نہ جانے کتنا فاصلہ طے کرلیا تھا کوئی اندازہ نہیں ہوسکا۔ اس وقت چونکی [illegible]ب ایک قیمتی لمبی کار میرے قریب آکر رکی۔ میں نے کھلی چھت والی لمبی کار میں بیٹھے [illegible]ان کو دیکھا اور ایک نظر میں پہچان لیا۔ پچھلی سیٹ پر سبحان الناصر اور فیضان الناصر [illegible]ے ہوئے تھے۔ ڈرائیور کے ساتھ ایک مسلح گارڈ بیٹھا ہوا تھا' سب مجھے دیکھ رہے

تھے۔

"وہی ہے۔" فیضان نے چیخ کر کہا اور دونوں نیچے اتر آئے ڈرائیور اور ا
ساتھی بھی نیچے اتر آیا۔ میں نے ایک لمحے میں خطرہ بھانپ لیا۔ یہ لوگ مجھ سے
چاہتے ہیں اور میرے ساتھ کیا سلوک کریں گے۔ یہ سوچنے کا موقع نہیں تھا ہار
کے انداز سے پتہ چل گیا تھا کہ میں خطرے میں ہوں چنانچہ میں نے ایک لمبی چھ
لگائی اور بے تحاشا دوڑ پڑی۔

"دوڑو........ نکل کر نہ جانے پائے۔" انہی میں سے کوئی چیخا........
میں نے سانس روک کر پوری قوت سے دوڑنا شروع کر دیا۔ کوئی پریکٹس نہیں
کبھی اس طرح کی ایکٹیویٹی میں حصہ نہیں لیا تھا لیکن اس وقت شاید میں بہت تیز
رہی تھی۔ وہ لوگ میرے پیچھے آ رہے تھے لیکن میرے اور ان کے درمیان ف
بڑھتا جا رہا تھا۔ میں مڑ مڑ کر انہیں دیکھتی جا رہی تھی۔ چاروں ہی دوڑ رہے تھے یہ
بہت دور تک جاری رہی۔ اب میرے پیروں کے نیچے چٹانی زمین تھی اور ج
سمیت اس پر دوڑنا سخت مشکل ہو گیا تھا۔ بائیں ہاتھ پر دریا بالکل قریب تھا۔ کنار
تقریباً آٹھ فٹ نیچے دریا بہہ رہا تھا۔ اگر سنبھل کر نہ دوڑتی اور ذرا بھی بھٹکتی تو ی
میں گر سکتی تھی۔ میرا جوتا ہائی ہیل تھا صاف زمین پر تو آسانی سے دوڑی تھی
پتھریلی ناہموار زمین پر دونوں پاؤں بار بار مڑ رہے تھے۔ میری نسبت وہ چاروں
آسانی سے دوڑ رہے تھے اور میری تیز رفتاری نے جو فاصلہ بڑھایا تھا وہ اب کم
جا رہا تھا۔ پھر اچانک میرے منہ سے چیخ نکل گئی۔ سامنے ایک کٹاؤ آ گیا تھا جسے میں
دور سے نہیں دیکھا تھا........ ایک دم ہی کٹاؤ سامنے آیا تھا اور میں جھونک میں
خود کو نہیں سنبھال پائی تھی۔ چھپاکے کی آواز خود میں نے بھی سنی پھر خود کو پا
گہرائیوں میں پایا۔ ہوش و حواس سے بیگانہ نہیں ہوئی تھی' آنکھیں بند کر لیں
زندگی کی جدوجہد کرنے لگی۔ مجھے احساس ہوا کہ پانی کا بہاؤ مجھے آگے لئے جا رہا
میں بھلا اس کا کیا مقابلہ کرتی تنکے کی طرح بہتی ہوئی دور نکل آئی۔ کچھ دیر کے
دماغ سو سا گیا تھا لیکن پھر بدن زور سے پتھروں سے ٹکرایا اور حواس جاگ گئے
نہیں اس ٹکر سے چوٹ لگی تھی یا نہیں میرے ہاتھوں نے ابھرے ہوئے پتھر پکڑ
تھے۔ کچھ ایسے پتھر تھے جو میرے ہاتھوں کی گرفت میں آ بھی گئے۔ جسم کے تمام ا
باعمل ہو گئے تھے اور دماغ کی ہدایت کے بغیر اپنی بقاء تلاش کر رہے تھے۔ دماغ تو

ے جاگا جب میں پتھروں کو پکڑ کر اوپر چڑھ آئی تھی سینہ دھونکنی بنا ہوا تھا اور میں
ناہموار چٹان پر بیٹھی بری طرح ہانپ رہی تھی۔ کچھ فاصلے پر ہی چٹانوں کا ایک
ل سلسلہ دور تک چلا گیا تھا۔ اطراف میں دیکھ کر دل پر دہشت سوار ہوتی تھی۔
ئے نیل چنگھاڑ رہا تھا بھلا اس زبردست بہاؤ میں یہ سب کچھ ہو سکتا تھا نہ جانے ایسا
ے ہو گیا تھا۔ کچھ فاصلے پر پتھروں کے لڑھکنے کی آوازیں سنائی دیں اور میں اچھل
۔ پتہ نہیں پانی میں کتنا فاصلہ طے کیا ہے وہ لوگ کنارے کنارے دوڑ کر بھی میرا
ب کر سکتے ہیں۔ شاید مجھے نگاہوں میں رکھے قریب آ گئے ہوں۔ اس تصور نے بدن
بجلیاں بھر دیں اور میں اٹھ کر پھر دوڑنے لگی لیکن اب ان چٹانوں نے راستہ
ل لیا تھا۔ بائیں سمت دریا تھا' دائیں سمت دور تک چٹانیں بکھری ہوئی تھیں۔ اس
ف جانے کی ہمت بالکل نہیں کر سکتی تھی کیونکہ اس طرح دیکھ لئے جانے کا خطرہ تھا۔
وں کے پاس پہنچی۔ اونچی اونچی چٹانوں کے عقب میں پناہ حاصل کی جا سکتی تھی۔
خیال نے آگے بڑھایا اور میں چٹان در چٹان دور تک چلی گئی۔ پھر مجھے ایک غار کا
نظر آیا اور میں سوچے سمجھے بغیر اس میں داخل ہو گئی لیکن آہ' یہاں ایک نئی افتاد
ی منتظر تھی۔ جونہی غار میں داخل ہوئی میرا بدن غیر متوازن ہو گیا۔ دہانے کے
ری سمت ہموار زمین کے بجائے ڈھلان تھی۔ چکنے پتھریلے گہرے' بے رحم
لان۔

بھیگا ہوا لباس جس سے پانی کی دھاریں بہہ رہی تھیں۔ پورے چہرے پر بکھرے
ئے بھیگے بال جنہیں بمشکل آنکھوں سے ہٹایا تھا۔ اعصاب کشیدہ اور اس عالم میں یہ
افتاد۔ میں کسی طرح نہ سنبھل پائی اور غیر متوازن ہو کر گر پڑی۔ چکنے ڈھلانوں پر
ڑی دور لڑھکی لیکن وہ اتنے گہرے نہیں تھے کہ لڑھکتی چلی جاتی۔ البتہ اس عالم میں
اپ کھڑے ہو کر چلنا ممکن نہیں تھا۔ گھٹنوں اور کہنیوں پر کچھ چوٹیں بھی لگی تھیں جو
یف دے رہی تھیں' لیکن میرے دشمن باہر موجود تھے اور جس شدومد سے انہوں
تعاقب کیا تھا' اس سے ان کے خطرناک ارادوں کا پتہ چلتا تھا۔ میں ڈھلانوں پر
ادہانے کی طرف کان لگائے رہی۔ اب کوئی آواز نہیں سنائی دے رہی تھی۔ فیضان
ریحان کو بخوبی پہچان لیا تھا۔ حکومت مصر نے انہیں بے قصور قرار دے کر چھوڑ دیا
۔ حالانکہ وہ اپنی ماں کے ساتھ پوری طرح شریک جرم تھے۔ نہ جانے کمبخت میرے
ے کیوں لگ گئے تھے مجھ سے کیا چاہتے تھے حالانکہ میرا مسئلہ تو ختم ہو چکا تھا۔ اب وہ

کیوں میرا پیچھا کر رہے تھے۔ ہو سکتا ہے مجھ سے انتقام لینا چاہتے ہوں۔ ابھی کچھ د
اوپر جانا مناسب نہیں تھا۔ انہیں معلوم ہے کہ میں اس علاقے میں موجود ہوں ا
کہیں چھپی ہوئی ہوں ممکن ہے وہ کچھ دیر خاموش رہ کر میرے دوبارہ نمودار ہونے
انتظار کریں اس لئے یہاں رکنا چاہئے بلکہ کیوں نہ ان ڈھلانوں کا اختتام تلاش کرا
ممکن ہے کوئی دوسرا راستہ نظر آجائے۔ میں نے دونوں ہاتھ پھیلا کر اس سرنگ نما
کے پھیلاؤ کا جائزہ لیا۔ گھپ اندھیرے میں کچھ نظر تو آنہیں رہا تھا۔ سرنگ چوڑی تھ
میرے ہاتھوں کے پھیلاؤ کو کوئی سہارا نہیں ملا۔ چونکہ میں نے کھڑے ہو کر چلنے
بجائے زمین پر کھسکنا شروع کردیا۔ کافی آگے بڑھنے کے بعد اچانک بائیں سمت ای
روشنی کا احساس ہوا۔ ادھر رخ کر کے آنکھیں پھاڑنے لگی۔ کچھ دیر کے بعد اندا
ہوا کہ سامنے کا راستہ بند ہے اور اب یہ سرنگ بائیں سمت مڑ گئی ہے' لیکن ا
گہرائیوں میں یہ روشنی کیسی ہے۔ کیا وہاں کوئی موجود ہے۔ ہمت کرکے اسی سم
بڑھنے لگی۔ روشنی قریب آتی جارہی تھی اس کے ساتھ ہی ایک خوشبو کا احساس
ہو رہا تھا۔ غالباً عود و عنبر کی خوشبو تھی۔ پھر میرے اس سفر کا اختتام ایک اور کشا
دہانے والے غار پر ہوا۔ ملگجی مدھم روشنی نے غار کے ماحول کو اجاگر کردیا تھا۔ نہایت
وسیع و عریض غار تھا اور اس میں جابجا سالخوردہ بوسیدہ تابوت رکھے ہوئے تھے۔ غا
کی دیوار میں ایک مشعل بنی ہوئی تھی۔ شاید خوشبو بھی اسی شے کے جلنے کی تھی مگر
بہت اچھی خوشبو تھی۔ میں حیران ہوگئی۔ یہ مشعل جلانے والا کون ہو سکتا ہے۔ ا
یہاں انسانی گزر ہے۔ کیا کسی ذی روح کا ان صدیوں پرانے تابوتوں سے اب ت
رشتہ قائم ہے۔ مجھے معلوم تھا کہ دور فراعنہ میں محض شہنشاہوں کے مقبرے نہی
بنائے جاتے تھے بلکہ اس دور کے امراء کی لاشیں بھی حنوط کرکے تہہ خانوں میں ر
دی جاتی تھیں اور ایسے لاتعداد مقبرے پورے مصر کی گہرائیوں میں جابجا موجود تھے
ممکن ہے یہ بھی کوئی ایسا ہی مقبرہ ہو۔ یہ مقبرہ کافی وسیع تھا حیرانی کی بات یہ تھی کہ
روشنی پورے غار کو منور کئے ہوئے تھی اور میں بہت دور تک دیکھ سکتی تھی۔

بہت دیر تک ایک جگہ ساکت رہ کر اس ماحول کا جائزہ لیتی رہی۔ آہستہ آہستہ
دل سے خوف نکلتا جارہا تھا۔ دہشت تو چاروں طرف تھی باہر فیضان وغیرہ موجود تھے
ممکن ہے وہ پھر مجھے کسی جال میں پھنسا کر کوئی نئی چال چلنا چاہتے ہوں۔ یہاں الب
صدیوں پرانے انسانوں کے ساتھ کچھ وقت گزار لیا جائے تو کیا حرج ہے۔ دل میں ج

ختیار آرزو ابھری کہ ان صدیوں کے سونے والوں کو دیکھو۔ حالانکہ اس ویران اور
ہیبت ناک ماحول میں میرا دم نکل جانا چاہئے تھا لیکن اس وقت وہ مصرع مجھ پر صادر
آتا تھا کہ ؎

مشکلیں اتنی پڑیں مجھ پر کہ آساں ہوگئیں

میں نے سب سے قریبی تابوت کے ڈھکنے پر ہاتھ رکھا اور میرے ہاتھ کے دباؤ
ے بھربھری لکڑی منتشر ہوگئی۔ پورا تابوت اتنا خستہ ہوگیا تھا کہ تیز ہوا کا ایک جھونکا
ے ذرات میں تبدیل کرسکتا تھا۔ اس سے اس کی قدامت کا احساس ہوتا تھا اب
ے چھیڑنا بے معنی تھا بلاوجہ اس میں سونے والے کو پریشانی ہوگی۔ میں وہاں سے
آگے بڑھ گئی پھر ایک دوسرے تابوت کو ہاتھ لگایا وہ درست حالت میں تھا ہمت کرکے
س کا ڈھکن اٹھایا اندر ایک حنوط شدہ جسم موجود تھا۔ یہ ایک عجیب سی شکل تھی۔ مصر
ریم کے ماہرین کی مہارت کا اعلیٰ نمونہ سونے والا اس طرح سکون سے سو رہا تھا کہ بس
یوں لگتا تھا جیسے ابھی آنکھ لگی ہو۔ اس کے جسم پر ریشمی لباس تھا۔ میں نے اس ریشمی
باس پر ہاتھ پھیر کر دیکھا یہ اندازہ لگانا چاہتی تھی کہ اس دور کے پارچہ جات کیسے
وتے تھے۔ لباس بھی خستہ نہیں تھا کچھ دیر اس کا جائزہ لیتی رہی پھر ڈھکن بند کردیا۔ یہ
شغلہ بہت دلچسپ لگا چنانچہ بہت سے تابوت اسی طرح دیکھ ڈالے۔ کچھ تابوت ایسے
ی تھے جو خالی تھے کچھ میں نادر اشیاء رکھی ہوئی تھیں۔ زیورات' لباس مجھے اندازہ
وا کہ یہ مرنے والوں کی ملکیت تھی جو ان کے ساتھ ہی دوسرے تابوت میں دفن
کردی جاتی تھیں۔ البتہ جن چیزوں کو دیکھ کر ایک اور خیال دل میں ابھرا تھا وہ یہ کہ
ہ مقبرہ ابھی نہ تو مقبروں کی تلاش میں رہنے والے سیاحوں کی نگاہوں میں آیا تھا اور
ہی حکومتِ مصر اسے پاسکی تھی اگر ایسا ہوتا تو یہ قیمتی زیورات اور دوسرے
ادرات موجود نہ ہوتے یا تو یہ سیاحوں کی ملکیت بن چکے ہوتے یا پھر حکومت مصر کی
ویل میں ہوتے۔ گویا اس کی دریافت کا سہرا میرے سر ہے۔ ایک عجیب سی حسرت
ل میں پیدا ہوگئی مگر میرا ان چیزوں سے کیا واسطہ۔ کچھ ایسی کھو گئی تھی کہ اس ماحول
ل اور یہاں کے عجائبات میں کہ نہ تو وقت احساس ہوا اور نہ کوئی خیال دل میں آیا۔
وک پیاس کا تصور بھی ختم ہوگیا تھا۔ اس وقت میں ایک تابوت سے برآمد شدہ اشیاء
ا جائزہ لے رہی تھی کہ ایک خوبصورت لباس میرے ہاتھ لگا۔ اس میں قیمتی موتی ٹنکے
وئے تھے زنانہ لباس تھا نہ جانے جی میں کیا آئی کہ میں نے اِدھر اُدھر دیکھا پھر اپنا لباس

جو میرے بدن کی حدت سے اب تقریباً خشک ہو چکا تھا اتار کر ایک طرف ڈالا اور یہ صدیوں پرانا لباس پہن لیا۔ پھر اس کے ساتھ رکھے ہوئے زیورات بھی بدن پر سجائے۔ کاش یہاں کوئی آئینہ ہوتا اور میں خود کو دیکھ سکتی۔ ویسے بھی میرے نام کے ساتھ ایک پُراسرار کہانی وابستہ کردی گئی تھی۔ اس وقت میں سچ مچ میں وہی پُراسرار کردار بن گئی تھی۔ ابھی اس بارے میں سوچ ہی رہی تھی کہ اچانک تیز روشنی کا طوفان امنڈ پڑا۔ خوف و دہشت سے میری روح تک کانپ اٹھی اعضاء سن ہوگئے۔ یہ کیا ہوا۔ روشنی اتنی تیز تھی کہ آنکھیں بند ہوگئیں اور ان کے درمیان جھائیاں سی نمودار ہوگئیں۔ سر میں چکر سا آگیا تھا۔ پھر کچھ انسانی آوازیں میرے کانوں سے ٹکرائیں۔ انہوں نے میرے اعصاب پر اچھا اثر ڈالا تھا اور میرے ساکت اعضا متحرک ہوگئے تھے اور کچھ تو ذہن میں نہیں آیا۔ برق رفتاری سے اس کھلے ہوئے تابوت میں داخل ہوگئی جس سے یہ لباس برآمد ہوا تھا۔ ڈھکن ہلکا سا کھلا رہنے دیا تاکہ گھٹن سے دم نہ نکل جائے۔ باہر کی آوازیں بھی بخوبی سنائی دے رہی تھیں۔ وہ روحوں کی آوازیں نہیں تھیں بلکہ انسان ہی تھے جو باتیں کر رہے تھے۔ روشنی بھی زاویے بدلتی محسوس ہو رہی تھی۔ معاً دل میں خیال آیا کہ یہ فیضان اور سبحان وغیرہ ہوسکتے ہیں۔ انہوں نے ان اطراف کی ناکہ بندی کرلی ہے اور چپے چپے کی تلاشی لینے کے بعد مؤثر انتظامات کرکے بالآخر اس مقبرے میں آپہنچے ہیں۔ روشنی کا راز بھی معلوم ہوگیا یقیناً اتنی تیز روشنی سرچ لائٹ کی ہوسکتی ہے۔ وہ مجھے تلاش کرنے میں اس قدر دلچسپی رکھتے ہیں۔ اس سے اندازہ ہوتا تھا کہ وہ میرے لئے کوئی نہایت خطرناک منصوبہ رکھتے ہیں۔ ممکن ہے کسی نہ کسی طرح امیر عزیزی کی موت کا الزام مجھ پر ثابت کرکے وہ اپنی ماں اور امینی کو بچانا چاہتے ہوں۔ کیا وہ مجھے تلاش کرلیں گے۔ کیا وہ اس تابوت کو کھول کر دیکھیں گے۔ یقیناً وہ ایسا کرسکتے ہیں بشرطیکہ ان کی نگاہ میرے اتارے ہوئے لباس پر پڑ جائے۔ وہ فوراً سمجھ جائیں گے کہ میں نے کیا چالاکی کی ہے۔ آہ خدا کرے وہ میرا لباس نہ تلاش کرپائیں۔ کمبخت بری طرح میرے پیچھے پڑ گئے ہیں۔ خدا تمہیں غارت کرے......... میں دم سادھے قدموں کی چاپ سن رہی تھی۔ ہوا کے لئے بنائی ہوئی ہلکی سی دراز سے تیز روشنی متحرک نظر آرہی تھی۔ ساتھ ہی ان کے باتیں کرنے کی آواز سنائی دے رہی تھی۔

☆======☆======☆

"اب کہو مائیکل گرے۔ اس نقشے کو تم زیادہ بہتر سمجھے تھے یا میں' اس مقبرے کو دیکھ کر کوئی اندھا بھی کہہ سکتا ہے کہ یہاں آج تک انسانی قدم نہیں پہنچے۔"

"میں آپ کی عظمت کا اعتراف کرتا ہوں پروفیسر جین۔ بلاشبہ آپ کے تمام نظریات درست تھے مگر کیا یہ چراغ تلے اندھیرے والی بات نہیں ہے۔ زمانے بھر کے محققوں نے مصر کے گوشے گوشے کو کھنگال ڈالا ہے اور قاہرہ کے دل دریائے نیل کے ایک ایسے حصے میں جہاں قاہرہ کے باشندے صبح شام مٹرگشت کرتے نظر آتے ہیں ایک ایسی جگہ موجود ہے جہاں دور فراعنہ کا ایک نایاب باب پوشیدہ ہے۔"

"بس یہ تقدیر کا کھیل ہے۔ سرزمین مصر کا ایک بٹا آٹھ حصہ بھی ابھی دنیا کی تحقیق کی زد میں نہیں آیا۔ اگر یہ کتاب پوری کھل جائے تو پھر مصر میں کشش ہی کیا رہے۔ آہ ذرا روشنی اس لوح کے قریب کرو۔"

یہ تمام باتیں انگریزی زبان میں ہو رہی تھیں اور انہیں سمجھ کر مجھ پر ایک نیا انکشاف ہوا تھا۔ یہ سبحان گروپ نہیں تھا بلکہ مصری تحقیق کے دیوانے تھے جنہوں نے یہ مقبرہ دریافت کیا تھا۔ ان کے الفاظ سے میرے خیال کی تصدیق بھی ہوتی تھی یعنی یہاں ابھی انسانی قدم نہیں پہنچے دوسری طرف کی خاموشی ٹوٹ گئی۔

"یہ افاتون کا مقبرہ ہے۔ لوح کی تحریر کے مطابق یہ خاندان تیرہ سو چھتر قبل مسیح میں مصر پر حکمران تھا۔ فرعون آتون نے سورج کے مذہب کی تبلیغ کی اور قرص خورشید تشکیل کی۔ ایسی ٹکیہ جس سے شعاعیں نکلتی تھیں اور ہر شعاع انسانی ہاتھ پر ختم ہوتی تھی۔ سورج دیوتا بہت سے دیوتاؤں کے ساتھ انسانی شکل میں پیش کیا جاتا تھا۔ افاتون کا اصل نام آمنوفس تھا اور اس کے افکار بہت بہتر تھے اور اس کا عقیدہ بائیبل کے عقیدے سے بہت قریب تھا۔ آہ ہمیں ایک نایاب مقبرہ مقدر سے ملا جلد کچھ کام کرلو یہ علاقہ بے حد مخدوش ہے۔"

خدا جانے کیا کام ہوتا رہا۔ پھر مجھے اپنے تابوت کے پاس قدموں کی آہٹ محسوس ہوئی اور میں نے دراز بند کردی لیکن اس کے بعد میں تیز سفید روشنی میں نہا گئی۔ کسی نے کہا۔

"اسے دیکھئے پروفیسر جین۔ یہ کوئی عورت ہے پورے مقبرے میں سب سے بہتر حالت میں ہے۔ میرے خیال میں اس سے بہتر ممی اور کوئی نہیں ہے۔"

"ہنو.........!" بوڑھی آواز نے کہا۔ پھر شاید میرا جائزہ لینے کے بعد اس نے

کہا۔ "تمہارا کہنا درست ہے۔"
"ہم اسے تحویل میں لے لیں؟"
"بہت احتیاط سے۔" منظوری دے دی گئی۔ چلو چھٹی ہوئی یہاں سے نکلنے کا انتظام تو ہوگیا۔ وہ لوگ ایک زندہ ممی کو لئے جا رہے تھے۔ میرے تابوت میں جنبش ہوئی اور پھر وہ متحرک ہوگیا۔ میرا یہ سفر کافی طویل تھا لیکن مجھے کوئی گھٹن محسوس نہیں ہو رہی تھی۔ تابوت بوسیدہ ہونے کی وجہ سے کئی جگہ سوراخ بنے ہوئے تھے پھر دریا کا شور سنائی دیا اور اس کے بعد مجھے کسی ایسی جگہ پہنچا دیا گیا جہاں ہچکولے لگ رہے تھے۔ آسانی سے اندازہ ہوگیا کہ وہ کوئی اسٹیمر ہے۔ باقی لوگ بھی شاید اسٹیمر پر آ رہے تھے کیونکہ اسے مسلسل ہچکولے لگ رہے تھے۔ اس کے بعد اس کا انجن اسٹارٹ ہوا اور وہ چل پڑا۔ مجھے کوئی مشکل نہیں ہو رہی تھی بس معدے میں تکلیف تھی جسے میں مستقل نظر انداز کئے ہوئے تھی۔ ویسے بھی حالات ایسے تھے کہ بھوک زیادہ پریشان نہیں کر رہی تھی۔ دوسرے خیالات ہی بھوک اڑانے کے لئے کافی تھے۔ اسٹیمر کا سفر طویل تھا میری کہانی نے ایک اور موڑ اختیار کیا تھا۔ تازہ ترین صورت حال بھی بہت دلچسپ تھی۔ ان مہم جوؤں کو جب یہ معلوم ہوگا کہ میں ممی نہیں بلکہ ایک زندہ وجود ہوں تو پھر ان پر کیا گزرے گی۔ تابوت میں سفر کے دورانیے کا اندازہ نہیں ہو سکا۔ لیکن جوڑ جوڑ دکھ کر رہ گیا تھا۔ خدا خدا کر کے یہ شور ختم ہوا۔ لوگ نیچے اترنے لگے۔ مجھے بھی نیچے اتارا گیا پھر کسی ٹرک میں رکھا گیا۔ ٹرک نے سفر کرنا شروع کیا اور پھر اس طویل ترین سفر کا اختتام ہوگیا۔ اب میرے اطراف میں سناٹا چھایا ہوا تھا کوئی آواز نہیں تھی۔ اب بھوک کی وجہ سے الٹی آ رہی تھی ذہن کو سکون کا احساس ہوا تھا اس لئے بھوک چمک اٹھی تھی میں سناٹے پر غور کرنے لگی۔ جب کوئی آہٹ نہیں ملی تو میں نے تابوت کا ڈھکن تھوڑا سا اوپر اٹھایا۔ میرے عین سامنے ایک پیلا بلب روشن تھا جس کی بیمار روشنی نے ماحول کو سوگوار سی کیفیت بخش رکھی تھی۔ ایک وسیع کمرہ تھا لیکن رنگ و روغن سے عاری' جگہ جگہ سے پلاسٹر ادھڑا ہوا تھا۔ نہایت بدہیئت ماحول تھا۔ تابوت کے ڈھکن کو احتیاط سے کھول کر میں نے چاروں طرف دیکھا اور یہ دیکھ کر جھرجھری سی آگئی کہ میرے بالکل قریب دو تابوت اور رکھے ہوئے ہیں۔ ان میں سے ایک کا ڈھکن تو گل سڑ کر غائب ہو چکا تھا۔ دوسرا سالم تھا۔ آہ زمانہ قدیم کے مُردہ انسان ہیں۔ ان سے نگاہ ہٹا کر کمرے کے دروازے کو دیکھا۔ بس ایک در جیسا بنا

ہوا تھا۔ جس میں کواڑوں کے نشان ضرور تھے کواڑ نہیں تھے۔ یہ دیکھ کر کچھ اطمینان ہوا۔ میں بے آواز تابوت سے نکل آئی۔ برابر والے کھلے تابوت پر نگاہ پڑنا فطری امر تھا۔ ایک نہایت پُرہیبت پُرجلال چہرہ نگاہوں کے سامنے آگیا' اس چہرے پر نیلے رنگ کا کوئی سیال پینٹ کیا گیا تھا۔ ہونٹ سرخ تھے اس پر ابدی سکون چھایا ہوا تھا' لباس بھی قدیم مصریوں کا تھا۔ دوسرے تابوت کو کھول کر دیکھنے کی ہمت نہیں ہوئی۔ مجھے ان سے کوئی غرض بھی نہیں تھی۔ میں دبے قدموں دروازے کی طرف بڑھی اور اس سے باہر نکل آئی۔ دوسری طرف تنگ اور ٹوٹی پھوٹی سیڑھیاں نظر آ رہی تھیں۔ انہیں عبور کر کے اوپر پہنچی تو ایک قدیم اور بوسیدہ حال کمرے میں آگئی جس کے دوسری طرف راہداری تھی۔ راہداری کے چند کمرے روشن تھے۔ دوسری طرف بیرونی منظر نظر آ رہا تھا۔ وسیع احاطہ تھا جس میں نہایت بے ترتیبی سے گھاس اگی ہوئی تھی۔ کہیں کہیں یہ گھاس قدِ آدم تھی۔ کچھ درخت بھی تھے اور آخری حصے میں ایک مضبوط آہنی گیٹ نظر آ رہا تھا۔ بہت عجیب عمارت تھی۔ رنگ و روغن بے شک نہیں تھا لیکن در و دیوار مضبوط تھے۔ روشن کمروں میں یقیناً وہ مہم جو موجود ہوں گے۔ یہ اندازہ بھی ہوگیا کہ یہاں ان کا قیام عارضی ہے اس لئے کچن وغیرہ کا تو کیا ہی انتظام ہوگا۔ پھر بھی قسمت آزمانے میں کیا حرج تھا۔ میں کسی آوارہ روح کی مانند عمارت میں بھٹکنے لگی۔ یہاں تقدیر نے مایوس نہیں کیا کچن بھی تھا چولہا بھی۔ میں گیس سلنڈر اور کھانے پینے کی اشیاء دیکھ کر سب کچھ بھول گئی اپنے لئے خوراک حاصل کی اور ایک پُرسکون گوشہ تلاش کر لیا۔ مہم جو گہری نیند سو رہے تھے۔ شکم سیر ہو کر خدا کا شکر ادا کیا۔ پھر اس عمارت کا مزید جائزہ لینے کا فیصلہ کیا اور کچھ دیر میں پوری عمارت دیکھ ڈالی۔ عجیب ہولناک عمارت تھی۔ ویران' سنسان حالانکہ آباد علاقہ تھا کچھ فاصلے پر دوسری عمارتیں روشن تھیں جن کمروں میں یہ لوگ مقیم تھے ان کے عقب میں بھی پتلی راہداری تھی جس میں کمروں کی کھڑکیاں تھیں ان سے بآسانی اندر جھانکا جا سکتا تھا۔ وہ لوگ سوئے ہوئے نظر آ رہے تھے۔ اب مجھے کیا کرنا چاہئے اس وقت بالکل آزاد تھی۔ بآسانی باہر جا سکتی تھی کوئی روکنے والا نہیں تھا لیکن اس لباس میں اس حلیے میں باہر کیسے جا سکتی تھی پھر کوئی ٹھکانہ بھی تو ہو۔ کہاں جاؤں گی۔ نہیں ابھی انتظار کرنا چاہئے لیکن کیا اس تابوت میں۔ خوف تو بہرحال تھا تلاش کے دوران ایک اور جگہ بھی دیکھی تھی۔ یہ بھی ایک ویران سا کمرہ تھا مگر ایسا کہ یہاں پوشیدہ ہوا جا سکتا تھا۔ کمرے میں ایک

دو چھتی جیسی جگہ تھی۔ میں نے اسے ہی اپنا مسکن بنایا۔ اسے صاف کیا اور لیٹ گئی۔
دوسری صبح سورج خوب چمک رہا تھا۔ جب آنکھ کھلی تیز روشنی دو چھتی کی
دیوار سے بھی آرہی تھی۔ یہ روشندان تھا جس سے ساری رات ٹھنڈی ہوا آتی ر
تھی اس لئے گھٹن کا کوئی احساس نہیں ہوا تھا۔ اس روشندان سے عمارت کے گرد
منظر صاف نظر آرہا تھا۔ اور پھر اِدھر اُدھر دیکھنا میرے لئے سودمند ثابت ہوا تھا۔
پانچ افراد نظر آئے تھے جن کا تعلق یورپ کے کسی ملک سے تھا۔ ایک نوجوان لڑکی
تھی۔ کچھ فاصلے پر ایک لمبی جیپ بھی نظر آئی جس کے اسٹیئرنگ پر ایک شخص مو
تھا۔ رات کو یہ جیپ یہاں نہیں تھی آہنی گیٹ بھی کھلا ہوا تھا۔ پتہ نہیں یہ لوگ کہ
سے آئے تھے یا کہیں جارہے تھے۔ میں انہیں دیکھتی رہی۔ چند ہی ساعت کے بعد
جیپ میں سوار ہوگئے اور جیپ اسٹارٹ ہوکر باہر نکل گئی۔ میں نے خوشی کی گہ
سانس لی ہوسکتا ہے سب چلے گئے ہوں اور عمارت خالی ہو۔ پتہ نہیں انہیں میر
گمشدگی کا علم ہوا یا نہیں یا پھر انہوں نے اس قید خانے میں جانا ضروری ہی نہ سمجھا
کچھ بھی ہوسکتا ہے۔ اب پہلے مجھے یہ جائزہ لینا چاہئے کہ یہاں کوئی موجود ہے یا نہیں
میرا ٹھکانہ بہت شاندار تھا یہاں سے تمام صورتِ حال کا جائزہ لیا جاسکتا تھا۔ کچھ
وہیں سے اندازہ لگاتی میں پھر دو چھتی سے نیچے اتر آئی۔ عمارت خالی تھی۔ میں نے
کا رخ کیا خدا ان کا بھلا کرے کھانے پینے کا ذخیرہ خوب کر رکھا تھا۔ پنیر کے سینڈ
بنائے' کافی بنائی' خوب ڈٹ کر ناشتہ کیا پھر کافی دیر چہل قدمی کرتی رہی۔ اس کے
حالات کی نزاکت کو مدِنگاہ رکھتے ہوئے کچھ اشیاء دو چھتی میں محفوظ کیں' اس کے
اس کمرے کا جائزہ لیا جہاں لڑکی رہتی تھی۔ دل ہی دل میں معذرت کرتے ہوئے
نے اس کے دو جوڑے کپڑے نکالے۔ ایک اسکرٹ بلاؤز پہن لیا دوسرا محفوظ کر
اور پھر وہیں دو چھتی پر آگئی۔ رات کو نیند پوری ہوچکی تھی اس لئے نیند تو نہیں آ
لیکن یہ جگہ ہوادار تھی اس لئے وہیں لیٹ گئی اور تو جو کچھ بھی ہو لیکن یہ مہم جو
تلاش نہیں کرسکیں گے۔ باہر جانا بھی مناسب نہیں ہے یہ عمارت بہترین عارضی ٹھکا
ثابت ہوسکتی ہے بس کچھ ضروریات پوری کرنی ہوں گی۔ شاید ٹھنڈی ہوا کے جھونکو
کا اثر تھا۔ پھر رات ہی کو آنکھ کھلی تھی دیر تک پلکیں جھپکاتی رہی۔ جب سب کچھ
آگیا تو ہوشیار ہوگئی۔ پتہ نہیں مہم جوؤں کا کیا حال ہے۔ تجسس نیچے لے آیا اور
جانی پہچانی جگہوں پر چہل قدمی کسی طور پریشان کن نہ رہی۔ تھوڑی دور جاکر

ازہ ہوگیا تھا کہ عمارت کے مکین واپس آگئے ہیں۔ کمروں میں مدھم روشنیاں جل
تھیں۔ باہر رات کے اتھاہ سناٹے پھیلے ہوئے تھے۔ اس سے اندازہ ہوتا تھا کہ
رات گزر گئی ہے۔ اچانک کوئی گاڑی اسٹارٹ ہوئی اور میں اچھل پڑی۔ شاید
باہر جارہا تھا پھر بھی میں احتیاطاً کمروں کے عقبی حصے میں آگئی ایک کمرے میں شاید
روشنی کا بلب جلایا گیا تھا۔ پھر دروازہ کھلنے کی آواز سنائی دی تھی اس کے بعد پھر
چھا گیا۔ پتہ نہیں یہ لوگ کن سرگرمیوں میں مصروف تھے ابھی میں ایک کمرے کے
حصے میں کھڑی انہی سوچوں میں گم تھی کہ اچانک دوڑتے قدموں کی آوازیں سنائی
اور پھر ایک چیختی ہوئی نسوانی آواز سنائی دی۔
"ڈیڈی' ڈیڈی' جاگئے ڈیڈی' غضب ہوگیا۔"
"ایں کیا ہوا روشنی جلاؤ۔" مرد کی آواز ابھری اور جس کمرے کے عقب میں
ڑی ہوئی تھی اس میں روشنی ہوگئی۔
"مائیکل گھر سے فرار ہوگیا۔ وہ ہمیں چوٹ دے گیا۔"
"تمہیں کیسے معلوم............؟"
"تمام لوگ ابھی ابھی گئے ہیں۔ گاڑی اسٹارٹ ہونے کی آواز پر میں باہر دوڑ گئی
وہ سب چلے گئے ڈیڈی............ وہ سب کچھ لے گئے۔"
"بیٹھو............ بیٹھ جاؤ............" مرد نے پُرسکون لہجے میں کہا۔
"آپ............ آپ کچھ کریں گے نہیں ڈیڈی............ آپ اتنے سکون سے
یوں بیٹھے ہوئے ہیں۔"
"بیٹھ جاؤ لاکس............ میں نے ہمیشہ تم سے کہا ہے کہ بدترین حالات میں بھی
پر قابو رکھنا سیکھو۔"
میں نے احتیاط سے اندر جھانکا تیز روشنی میں گاؤن میں لپٹی لڑکی اور مسہری پر
بیٹھا ہوا شخص صاف نظر آرہے تھے۔ لڑکی نے سسکی سی لے کر کہا۔
"میں نے آپ سے پہلے بھی کہا تھا ڈیڈی' وہ اچھا آدمی نہیں ہے' وہ مجھے شروع
سے اچھا نہیں لگا تھا۔"
"تم ابھی تک پریشان ہو............؟"
"اس نے ہماری محنت اکارت کردی وہ سب کچھ لے گیا ہوگا۔"
"یقیناً لیکن وہ کوئی محقق نہیں تھا کیا تم نے اسے تابوت لے جاتے ہوئے دیکھا

تھا۔"

"پتہ نہیں۔"

"اس نے انہیں ہاتھ بھی نہ لگایا ہو گا حالانکہ اصل نوادرات وہ ممیاں ہی ہیں۔"

"قدیم زیورات نہایت قیمتی تھے۔" لڑکی افسردگی سے بولی۔

"بے شک' لیکن کیا تم اپنے باپ کو احمق سمجھتی ہو لاکس جین.......... میں نے پوری زندگی مہمات میں گزاری ہے۔ مائیکل گرے جیسے دو کوڑی کے انسانوں کو میں نے کبھی کچھ نہیں گردانا وہ کچھ نہیں لے جاسکا۔"

"یہ آپ کیسے کہہ سکتے ہیں ڈیڈی۔"

"اس لئے کہ اصل نوادرات میرے پاس محفوظ ہیں جو کچھ وہ لے گیا ہے وہ ان کی نقل یا معمولی اشیاء ہیں۔"

"ڈیڈی...........!" لڑکی نے خوشی کے عالم میں کہا۔

"بے وقوف لڑکی' میں نے دھوپ میں بال سفید نہیں کئے۔ مائیکل پر میں نے روزِ اول سے اعتبار نہیں کیا۔ میں نے اسے اور اس کے ساتھیوں کو صرف مزدوروں کی حیثیت دی ہے۔ اس سے زیادہ وہ کچھ نہیں تھے۔"

"اصل نوادرات کہاں ہیں.........."

"اسی تہہ خانے میں جہاں تابوت رکھے ہیں ایک اونچے تابوت کے نیچے۔" بوڑھے نے جواب دیا۔

"لیکن آپ نے ان کی نقل کہاں سے حاصل کرلی ڈیڈی!"

"قاہرہ کے بازاروں میں سب کچھ ملتا ہے۔"

"تب ٹھیک ہے ورنہ میں تو.........." لڑکی جملہ ادھورا چھوڑ کر خاموش ہو گئی۔" بوڑھے نے کہا۔

"لیکن اب ہمیں یہ عمارت چھوڑنا ہوگی۔ مائیکل گرے کو بہت جلد یہ پتہ چل جائے گا کہ اس کی مکاری نے اسے ڈبو دیا ہے۔ ایمانداری سے کام کرتا تو اسے آدھا حصہ مل جاتا۔ اب وہ کھسیانی بلی بن کر لوٹے گا لیکن ہم اسے نہیں ملیں گے۔"

"آپ کا خیال درست ہے ڈیڈی.......... کب نکلیں گے یہاں سے۔"

"کل دن میں' تم بے فکر رہو میں تمام انتظام کرلوں گا۔ مائیکل اس معاملے میں اول نمبر کا گدھا ہے۔"

"میں تو حواس کھو بیٹھی تھی ڈیڈی۔"

"آرام کرو بیٹے' مجھے ایسے ہزاروں واقعات کا سامنا کرنا پڑا ہے لوگ ایسے ہی پروفیسر جین کو مہم جو نہیں تسلیم کرتے۔" بوڑھے نے ہنس کر کہا۔ میں وہاں سے ہٹ آئی۔ میں آرام نہیں کرسکتی تھی یہ سب کچھ میرے لئے بھی لمحۂ فکریہ رکھتا تھا۔ اس بہتی ندی سے میں بھی کچھ ہاتھ دھولوں یہ نہیں کہہ سکتی تھی کہ میری مصیبتوں کا دور کتنا طویل ہے۔ ٹھیک ہے میرے بارے میں جو پیش گوئیاں ہوئی ہیں وہ مجھے زندہ رکھیں گی، مگر زندہ رہنے کے لئے انتظامات کہاں سے ہوں گے یہ نہیں معلوم تھا۔ مجھے تو متحرک ہونا ہی پڑے گا پھر زاغ کی دشمنی' زاغ کی قوت تسلیم نہ کرنا حماقت کے سوا کچھ نہیں تھا۔ وہ اب تک مجھ سے ملاقات کرنے والے تمام افراد سے زیادہ طاقتور تھا اور اپنے کہے کو نبھانے کی صلاحیت رکھتا تھا لیکن جن شرائط پر وہ میری مدد کرنا چاہتا تھا وہ مجھے قبول نہیں تھیں۔ کم از کم اپنے خون سے اتنی وفا تو کرنی چاہئے تھی مجھے۔

میں نے تہہ خانے کا رخ کیا اور وہاں پہنچ گئی۔ میرا تابوت خالی تھا۔ دوسرے تابوت میں تاریخ مصر کا ایک کردار سو رہا تھا۔ تیسرے تابوت میں کیا ہے یہ دیکھنے کی خواہش میرے دل میں بیدار ہی نہیں ہوئی تھی۔ یہی تابوت اونچا تھا اس میں پائے لگے ہوئے تھے اس کے نیچے مجھے چمڑے سے بنے ہوئے چند تھیلے ملے اس میں سے ایک تھیلے میں مصر سے متعلق دستاویزات تھیں کچھ انتہائی بوسیدہ لوح جن پر عبرانی زبان کی تحریریں تھیں دوسرے تھیلے میں قدیم زیورات' تیسرے تھیلے میں سونے کے سکے۔ خالص سونا معلوم ہوتا تھا بس یہی تھیلا میں نے اپنے قبضے میں کرلیا۔ اس کے بعد میں نے اپنی وہی کمیں گاہ آباد کرلی اور سو گئی۔

☆======☆======☆

دوسرے دن نہ جانے کب تک سوتی رہی تھی۔ جاگی اور روشن دان سے دوسری طرف دیکھا تو آنکھیں چندھیا گئیں۔ سورج خوب چڑھ چکا تھا۔ نہ جانے کیا وقت ہوگیا۔ باہر کے لوگ یاد آئے پروفیسر جین دوسرے دن جانے کا ارادہ رکھتا تھا پتہ نہیں جاچکا ہے یا موجود ہے۔ اتنی دلیری کا مظاہرہ نہ کرسکی کہ اسے جا کر دیکھوں۔ چنانچہ وہیں وقت گزارتی رہی۔ جو کچھ باسی چیزیں بچی تھیں۔ انہی کو زہر مار کیا پھر جب دو ڈھائی گھنٹے گزر گئے اور عمارت کے سامنے کے حصے میں کوئی تحریک نظر نہیں آئی تو میں دو چھتی سے نیچے آگئی۔ پھونک پھونک کر قدم رکھتی ہوئی پہلے کمروں کی قطار کے

عقب میں پہنچی اور وہاں سے اندر جھانکا۔ تمام کمرے غیر آباد تھے اور ویرانی چھائی ہوئی تھی۔ پھر سامنے رک کر جائزہ لیا۔ پتہ چل گیا کہ پروفیسر جین جاچکا ہے تہہ خانے سے دو تابوت غائب تھے تیسرے تابوت کو وہیں چھوڑ دیا گیا تھا۔ اب یہ عمارت خالی ہوچکی تھی لیکن میں نے فیصلہ کیا تھا کہ اب میں اسے اپنا مسکن بناؤں گی کم از کم اس وقت تک جب تک کوئی اور اس میں آکر آباد نہیں ہوجاتا۔ بعد میں دیکھا جائے گا۔ اس کے بعد اصل جگہ یعنی کچن دیکھا۔ میرے اندازے کے مطابق وہاں جھاڑو پھری ہوئی تھی۔ وہ سب کچھ لے گئے تھے۔ میں وہاں سے باہر نکل آئی۔ سورج کی کیفیت کوئی تین بجے کا احساس دلا رہی تھی مجھے باعمل ہوجانا چاہئے۔ زندگی گزارنا اتنا آسان نہیں ہوتا کہ بس جان کا خوف کھاتے رہو۔ باہر کی فضائیں مسموم تھیں۔ سبحان اور فیضان میرے دشمن تھے۔ قاہرہ کی پولیس کو میری تلاش تھی لیکن یہاں ایسے ہی تو زندگی نہیں گزاری جاسکتی۔ عمارت کے نلوں میں پانی موجود تھا غسل خانہ بھی تھا گو غلیظ اور ناقابل استعمال تھا لیکن سب کچھ گوارہ تھا۔ وہ نازو نخرے کبھی کے بھول چکی تھی جس میں پرورش پائی تھی۔ غسل کیا اور پھر بے چاری مس لاکس جین کا دوسرا لباس زیب تن کرکے عمارت کے عقبی حصے کی طرف بڑھ گئی۔ کوئی چھ فٹ اونچی دیوار کودنا میرے لئے مشکل نہیں ہوا۔ آس پاس کوئی عمارت نہیں تھی اور یہ اجاڑ باغ جیسی جگہ پھیلی ہوئی تھی البتہ جب سامنے کے حصے میں آئی تو خاصی آبادی دیکھی۔ میں پُراطمینان قدموں سے آگے بڑھنے لگی۔ تھوڑی ہی دور پہنچی تھی کہ عمر رسیدہ عورت اور مرد نظر آئے۔ دونوں غیر مقامی نظر آتے تھے۔ میں ان کی طرف بڑھ گئی اور میں نے خوش اخلاقی سے انہیں ہیلو کہا اور پوچھا۔ "معاف کیجئے کیا آپ لوگ اسی علاقے میں رہتے ہیں۔"

"ہاں وہ سامنے والا گھر ہمارا ہے۔" عورت نے ایک سمت اشارہ کرکے کہا۔

"تب آپ ضرور میری مدد کرسکتی ہیں۔ محترم خاتون' لیکن آپ مصری نہیں معلوم ہوتیں۔"

"ہمارا تعلق یمن سے ہے۔" مرد نے کہا۔

"کیا آپ لوگ پروفیسر جین کو جانتے ہیں؟"

"پروفیسر جین.........؟ نہیں ہماری ان سے واقفیت نہیں ہے۔"

"اس سامنے والی عمارت میں رہتے ہیں وہ جس کا دروازہ بے رنگ اور بند

ہے" میں نے اشارہ کیا اور انہوں نے میرے اشارے پر عمارت کے دروازے کو ا پھر خوفزدہ ہوگئے۔

"اس عمارت میں.........؟" عورت نے پھولے ہوئے سانس کے ساتھ کہا۔

"یقیناً اسی میں۔"

"تمہیں شدید غلط فہمی ہوئی ہے وہ عمارت پچھلے دس سال سے غیر آباد ہے۔ ج چھنے کے بعد لوگ اس کے سامنے سے نہیں گزرتے تم اس میں کسی کے رہنے ت کررہی ہو۔"

"لیکن میں نے پروفیسر جین کو پچھلی رات اسی عمارت کے سامنے ٹیکسی سے اتارا ہوسکتا ہے وہ کسی اور عمارت میں چلے گئے ہوں!"

"ایسا ہی ہوا ہوگا بے بی۔ وہ عمارت تو آسیب زدہ ہے کوئی اِدھر نظر بھر کر بھی دیکھتا رہنا تو درکنار۔"

"عمارت کا مالک بھی یہاں نہیں رہتا؟"

"وہ مرچکا ہے اور اب یہ عمارت سرکاری تحویل میں ہے۔ اس کا کوئی وارث ہے۔"

"بے حد شکریہ۔ ہوسکتا ہے پروفیسر جین کہیں اور رہتے ہوں ضرور مجھے غلط فہمی ہے یہ کون سا علاقہ کہلاتا ہے؟"

"الحملان۔" مرد نے جواب دیا۔

"کیا یہاں آس پاس ٹیکسی مل سکتی ہے؟"

"سامنے کی طرف مصروف سڑک ہے وہاں سے مل جائے گی۔" میں نے ایک بار دونوں کا شکریہ ادا کیا اور آگے بڑھ گئی۔ آسیب زدہ عمارت۔ میں نے وہاں کے ے ملاقات نہیں کی تھی۔ بہرحال ان دشمن انسانوں سے تو بہتر ہی ہوں گے لئے ان کے ساتھ گزارہ کیا جاسکتا ہے۔ سامنے کی سمت آگئی درحقیقت ایک ن شاہراہ میرے سامنے آگئی تھی۔ اس شاہراہ پر مجھے ایک ٹیکسی سامنے ہی نظر ڈرائیور سیاہ رُو اور چہرے سے خوش مزاج نظر آتا تھا۔ میں ٹیکسی کے قریب ا۔

"یس مم' آیئے کہاں جانا ہے۔" اس نے خوش اخلاقی سے کہا۔ میں نے سونے کا لکہ نکال کر زور سے بانٹ پر رکھ دیا۔ ڈرائیور نے تعجب سے میری اس حرکت کو

دیکھا۔ پھر سکے کو۔ پھر وہ سکے پر جھک گیا۔ اس نے اسے ہاتھ میں اٹھا کر آنکھوں کے
قریب کیا پھر ہتھیلی پر گھس کر دیکھا اور تھوک نگل کر بولا۔ "سونے کا ہے؟"
"خالص سونے کا۔ کیا تم اس کے مالک بننا چاہتے ہو۔"
"کیسے بن سکتا ہوں؟"
"میرے پاس ایسے چھ سکے ہیں۔ ایک سکہ تمہارا باقی پانچ سکوں کی قیمت مجھے دلا
دو۔ لیکن..........." میں نے آواز خوفناک بنالی۔
"نہیں مم.......... میں شریف آدمی ہوں اگر آپ خوشی سے یہ سکہ مجھے دیں
گی تو قبول کرلوں گا ورنہ میری زندگی اس سے کہیں قیمتی ہے۔"
"یہ سکہ اسی وقت میں تمہیں خوشی سے دے سکتی ہوں جب تم مجھے باقی سکے
فروخت کرنے کی محفوظ جگہ بتا سکو۔"
ڈرائیور نے مجھے غور سے دیکھا پھر بولا۔ "سیاح ہو؟"
"اگر ہوں تو..........؟" میں نے سوال کیا۔
"میں سمجھ گیا ہوں کبھی کبھی سیاحوں کو مقبروں سے کچھ دستیاب ہو جاتا ہے اور وہ
قلاش ہو جاتے ہیں تو ایسے نوادرات فروخت کر دیتے ہیں یہاں ایک مارکیٹ ایسی ہے
جو ان سیاحوں کی مددگار ہوتی ہے اور ایسی چیزوں کی بہتر قیمت ادا کر دیتی ہے دوسری
صورت میں یہ نہایت مشکل کام ہوتا ہے۔"
"چلیں..........؟" میں نے پوچھا اور اس نے ٹیکسی کا پچھلا دروازہ کھول دیا
کوئی مشکل بھی پیش آسکتی تھی لیکن اول تو میں نے صرف چھ سکے اپنے پاس رکھے
اور پھر یہ خطرہ مول لینا ہی تھا ورنہ کس کے سہارے تلاش کرتی اس لئے کسی قدر بے
فکر ہوگئی تھی۔ ڈرائیور واقعی شریف آدمی تھا اس نے پوری ایمانداری سے سارا
معاملہ طے کرادیا اور میری جیب میں ڈھائی ہزار مصری پونڈز آگئے۔ ایک سکہ میں نے
پوری ایمانداری سے ڈرائیور کو دے دیا تھا۔ سکہ خریدنے والے دکاندار نے مجھے
دعوت دی تھی کہ اگر قیمتی ظروف اور دوسری نادر اشیاء میرے پاس موجود ہوں تو
اس کے سوا کسی سے رجوع نہ کروں اس نے مجھے اپنا کارڈ بھی دے دیا تھا۔ پھر میں نے
نہایت اعتماد کے ساتھ قاہرہ کے بازاروں سے خریداری کی۔ کچھ مقامی طرز کے لباس
میک آپ کا سامان ایک دو برتن' جوتوں کے دو جوڑے اور ایسی ہی دوسری اشیاء جن
میں کافی' شکر' دودھ اور خشک خوراک شامل تھی۔ بس اتنا وزن رکھا تھا جسے میں ا

سکوں۔ شام کے جھٹ پٹوں میں ایک ٹیکسی نے مجھے الحملان کے مصروف علاقے میں
اتار دیا اور میں چھپتی چھپاتی آسیب زدہ عمارت کے عقب میں آگئی۔ سامان کے تھیلے
دیوار کے دوسری طرف پھینک کر میں خود بھی اندر کود گئی لیکن رہائش کے لئے میں
نے وہی دو چھتی منتخب کی تھی۔ کوئی خطرہ مول نہیں لینا چاہتی تھی۔ سامان وغیرہ بھی
اس پر محفوظ تھا کچن کو ضرورت کے تحت استعمال کرنا مناسب تھا چنانچہ ہمت کر کے میں
نے کچن میں کافی بنائی اور اسے برتن میں بھر کر واپسی آگئی۔ رات ہوگئی عمارت کے
آسیب شاید میرے لئے دل میں اچھے جذبات رکھتے تھے اس لئے وہ مجھ سے تعاون
کر رہے تھے۔ دیکھیں یہاں کب تک بود و باش ہے۔
دو دن تک اس عمارت سے باہر نہیں نکلی اور اس دوران کسی نے اِدھر کا رخ
نہیں کیا تھا۔ البتہ اس تنہائی اور ویرانی نے خود مجھے آسیب بنا دیا تھا۔ دل پر ایک
خفقانی کیفیت طاری رہنے لگی تھی۔ تیسرے دن موت کی حد تک بیزار ہوگئی۔ کچھ نئے
فیصلے کئے غسل کر کے خریدے ہوئے لباسوں میں سے ایک لباس پہنا۔ دوسرے لباس
پیک کر کے ساتھ لے لئے۔ بیس سکے ساتھ لئے اور خاصا حلیہ بدل کر باہر نکل آئی۔
مصری طرز کے لباس میں نقاب کی خوبی نے مجھے سب سے زیادہ فائدہ پہنچایا تھا بس
عمارت سے باہر نکلنے کے لئے ذرا سی زحمت ہوئی اس کے بعد سب ٹھیک تھا۔
نوادرات کی خریداری والے بازار میں سکے فروخت کر کے میں نے رقم حاصل کی اور
پھر کئی ٹیکسیاں بدل کر بالآخر ایک درمیانہ درجے کے ہوٹل پہنچ گئی جہاں خاتون الغزالہ
کی حیثیت سے میں نے ایک کمرہ حاصل کیا اور اس میں پہنچ گئی۔ مجھے اب احساس
ہو رہا تھا کہ خود اعتمادی بڑی چیز ہوتی ہے جب تک خوف کھاتے رہو کچھ نہ کر پاؤ گے
کچھ کرنے کے لئے میدان میں قدم رکھنا ضروری ہوتا ہے اب میں نے حالات سے
سمجھوتہ کر لیا تھا۔ قاہرہ میں رہنا ہے' وہ وقت پورا کرنا ہے جو مجھ پر مسلط کر دیا گیا ہے۔
تو پھر آزادی سے رہوں۔ سنہرے سکے بڑی تعداد میں تھے۔ طویل عرصہ تک ساتھ
دے سکتے تھے۔ بس احتیاط سے خرچ کرنا ضروری تھا۔ ہوٹل آکر سکون ہوا تھا۔ کم از
کم انسانوں کی صورتیں تو دیکھنے کو ملتی تھیں۔ زندگی تو نظر آتی تھی۔ وہ عمارت میری
خفیہ پناہ گاہ تھی کسی مشکل وقت میں اِدھر کا رخ کر سکتی تھی۔ یہاں کافی وقت سکون
سے گزرا۔ ایک کھڑکی سامنے سڑک پر کھلتی تھی وہاں سے باہر کا نظارہ کر لیتی تھی۔
یہاں قیام کے تیسرے دن مجھے کچھ اور سوجھی میں نے پروفیسر ظاہری کی تلاش کے لئے

ان کے ہوٹل فون کیا اور ان کے بارے میں پوری تفصیل معلوم کی لیکن آپریٹر نے اُلٹے مجھ سے سوالات شروع کر دیئے۔

"آپ کون ہیں خاتون۔ اگر ثالث ظاہری سے آپ کا کوئی تعلق ہے تو براہ کرم الجزائر کے سفارت خانے سے رابطہ قائم کیجئے وہاں سے ہمیں ہدایات دی گئی ہیں۔"

"وہ ہوٹل واپس نہیں آئے؟"

"طویل عرصہ ہو گیا۔ ان کا کمرہ ہوٹل کے قوانین کے تحت خالی کرا لیا گیا ہے اور ان کا سامان سفارت خانے کے حوالے کر دیا گیا ہے۔ آپ اپنے بارے میں بتانا پسند کریں گی۔"

"سوری۔" میں نے کہا اور فون بند کر دیا مجھے یقین تھا کہ ثالث ظاہری اب اس دنیا میں نہ ہو گا۔ زاغ نے دعویٰ کیا تھا کہ اسے زندہ نہیں چھوڑے گا۔ کیسی قیمتی زندگیاں ضائع ہوئی ہیں اس انوکھے کھیل میں۔ یہ لوگ بھی عجیب ہوتے ہیں شوق جنون کی شکل اختیار کر جائے تو کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ اختتام کیا ہو۔ پھر خالد یاد آیا.......... وہ بھی میرے لئے جنونی ہی ہو گیا تھا۔ خدا کرے خیریت سے ہو ممکن ہے زاغ کے ہاتھ لگ گیا ہو اس کے بارے میں کہیں سے معلومات حاصل ہونی چاہئے۔ ناصر سعیدی ذہن میں آیا اس سے رابطے کا نمبر میرے پاس موجود تھا میں نے اس کا نمبر بھی گھما ہی ڈالا۔ دوسری طرف کسی اور کی آواز سنائی دی تھی لیکن مجھ اردو اسپیکنگ خاتون کے ساتھ تعاون کیا گیا اور چند لمحات کے بعد ناصر سعیدی فون پر آ گیا۔

"کون صاحب ہیں؟"

"آپ کی مجرم ہوں۔ سعیدی صاحب' روشن جمال۔"

"خدا کی پناہ آپ.......... آپ عجیب خاتون ہیں کہاں ہیں آپ۔ جانتی ہیں آپ نے اپنے لئے کیا عذاب مول لے لیا ہے۔"

"جانتی ہوں سعیدی صاحب۔"

"آخر کہاں غائب ہو گئیں آپ.......... یوں لگتا ہے جیسے آپ کو مصیبتیں خریدنے کا شوق ہو۔ اب تو ہمارے لئے بھی آپ کو سزا سے بچانا مشکل ہو گا۔ آپ حکومتِ مصر کی مجرم بن چکی ہیں۔"

"میں جانتی ہوں۔"

"ہم الگ مصیبت میں گرفتار ہو گئے ہیں۔ آپ کو جاسوس قرار دیا جا رہا ہے اور

ہم پر آپ سے تعاون کا الزام لگایا جا رہا ہے۔"

"مجھے بے حد افسوس ہے۔ کیا مسٹر خالد بھی آپ سے نہیں ملے؟"

"نہ صرف وہ بلکہ اب تو ثالث ظاہری کے بارے میں ہم سے پوچھا جا رہا ہے وہ بھی گم ہیں اور ان کے سفارت خانے کو ان کے بارے میں کچھ نہیں معلوم۔ مس روشن جمال آپ فوراً سفارت خانے پہنچیں ورنہ پھر ہم آپ کی کوئی مدد نہیں کر سکیں گے اگر کسی مشکل کا شکار ہیں تو جلدی بتایئے تاکہ پولیس سے مدد حاصل کر کے آپ کی گلوخلاصی کرائی جا سکے۔"

"خالد کا کوئی پتہ نہیں ہے..........؟"

"بالکل نہیں۔ اسے آپ کا مفرور ساتھی قرار دیا جا رہا ہے۔"

"او کے مسٹر سعیدی۔ خدا حافظ.........." میں نے کہا اور فون بند کر دیا۔ کیسا عجب کھیل ہے۔ کتنے لوگ پریشان ہوئے ہیں میری وجہ سے لیکن میرا کیا قصور ہے۔ میں خود بھی تو بے گناہ ہوں۔ کچھ نہیں کہا جا سکتا تھا۔ البتہ دوسرے دن میں ہوٹل سے باہر نکل آئی۔ مقامی لباس تھا چہرہ نقاب میں پوشیدہ تھا۔ ایک ٹیکسی لے کر چل پڑی۔ تقریباً سارا دن قاہرہ کے مختلف پارک اہرام' ابوالہول ایونیو اور دوسرے مقامات پر گزارا۔ آنکھیں خالد کو تلاش کر رہی تھیں لیکن خود بھی یقین نہیں تھا کہ وہ اس طرح مل جائے گا اس بار وہ بھی مجھے کھو بیٹھا ہے یا اب وہ مجھ سے بالکل روٹھ گیا ہے۔ اس دن کے بعد ممکن ہے اس نے مجھ پر لعنت بھیج دی ہو۔ خاصی رات گئے واپسی ہوئی کوئی مشکل نہیں پیش آئی تھی لیکن دل میں یہ خیال ضرور تھا کہ زیادہ عرصہ مطمئن نہ رہ سکوں گی زاغ سے دشمنی کا اعلان کر دیا تھا۔ سب مجھ سے غافل ہو جائیں لیکن وہ مجھے نظر انداز نہیں کرے گا۔

☆------☆------☆

پچیس سکوں کے عوض جو رقم حاصل ہوئی تھی وہ ساتھ چھوڑتی جا رہی تھی اب رقم کی ضرورت تھی حالانکہ جان نکلتی تھی وہ چور بازار ہی سہی لیکن یہ خطرناک کام تھا اگر پولیس کے ہاتھ لگ گئی تو سب کچھ چوپٹ ہو جائے گا۔ سعیدی کی باتیں نظر انداز نہیں کر سکتی تھی لیکن اور کوئی ذریعہ بھی نہیں تھا چنانچہ عمارت سے مزید سکے لانے کا فیصلہ کر لیا۔ شام کا وقت طے کیا تھا۔ جھٹپٹے میں ہوٹل سے نکلی تھی۔ باہر زندگی پُرہجوم تھی۔ حسین قاہرہ گہما گہمی کی آغوش میں تھا ایک ٹیکسی روکی اور اس میں بیٹھ گئی اور

ڈرائیور سے کہا۔

"الحملان۔"

ڈرائیور نے ٹیکسی آگے بڑھا دی تھی۔ الحملان کے علاقے کو اب اچھی طرح پہچان گئی تھی۔ جب شاہراہ پہنچی تو میں نے کہا۔ "عقبی سمت چلو۔" ڈرائیور نے چونک کر مجھے دیکھا پھر کسی قدر ہچکچائے ہوئے انداز میں ٹیکسی آگے بڑھا دی۔ سڑک کے درمیانی فاصلے کو طے کرکے وہ عقبی حصے میں آیا اور کسی قدر کانپتے ہوئے لہجے میں بولا۔

"اب کہاں..........؟"

"آگے چلو..........!" میں نے کہا پھر میں نے ٹیکسی ویران عمارت کے سامنے رکوائی اور دروازہ کھول کر نیچے اتر گئی۔ "کتنی رقم ہوئی۔" میں نے پرس کھولتے ہوئے کہا مگر میرے نیچے قدم رکھتے ہی ڈرائیور نے ٹیکسی طوفانی رفتار سے بھگا دی۔ میرے حلق سے قہقہہ نکل گیا تھا شاید یہ بے چارہ اس عمارت سے واقف تھا۔ تاریکی میں ڈوبی عمارت بے حد بھیانک لگ رہی تھی مگر اس کے آسیبوں سے میری دوستی تھی۔ چنانچہ میں اندر داخل ہوگئی۔ صحن عبور کرکے اندر پہنچی۔ پوری عمارت سائیں سائیں کر رہی تھی۔ معمولی دل گردے والا اس میں قدم بھی نہیں رکھ سکتا تھا میں نے برآمدہ عبور کرکے اندر قدم رکھا اور اچانک میری چھٹی حس نے مجھے احساس دلایا کہ کوئی گڑبڑ ہے۔ سمجھنے بھی نہ پائی تھی کہ اچانک کئی مضبوط ہاتھوں نے مجھے چاروں طرف سے گرفت میں لے لیا۔ میرے حلق سے وحشت بھری چیخ نکل گئی۔ عمارت کے آسیب آج سرکشی پر آمادہ تھے۔

اس عمارت میں' میں نے کئی راتیں تنہا گزاری تھیں اور کبھی کسی آسیب سے واسطہ نہیں پڑا تھا لیکن آج شاید مجھے آسیبوں نے دبوچ لیا تھا پھر ان میں سے ایک آسیب نے لرزتی آواز میں کہا۔ "لڑکی ہے۔" یہ آسیب انگریزی بول رہا تھا۔

"کیا لاکس جین؟" دوسرے آسیب نے پوچھا۔

"پتہ نہیں۔"

"روشنی میں لے چلو۔" تیسرے آسیب نے کہا اور وہ لوگ مجھے اسی طرح دبوچے ہوئے اندر لے چلے ذہن بے قابو نہیں ہوا تھا انگریزی زبان اور لاکس جین کے نام نے دل کو ڈھارس دی کہ معاملہ آسیبی نہیں ہے بلکہ دوسرا چکر ہے ان کے ہاتھوں میں بے بس تھی لیکن ذہن نے برق رفتاری سے ساتھ دیا۔ وہ اگر لاکس جین کا

لے رہے ہیں تو ممکن ہے پروفیسر جین سے ان کا تعلق ہو۔ اتنا یقین تھا کہ وہ مجھے نہیں پہچان پائیں گے انہوں نے تو مجھے تابوت میں لیٹی لاش کی شکل میں دیکھا تھا۔ اس کے اور اب کے چہرے میں زمین آسمان کا فرق تھا اس لئے پہچاننا مشکل تھا لیکن دوسری مشکلات پیش آسکتی تھیں کمبخت کوئی بھی مصیبت کھڑی کرسکتے تھے اس لئے کیوں نہ انسانی فطرت کی کمزوری سے فائدہ اٹھایا جائے میں اگر انہیں آسیب سمجھ کر خوفزدہ ہوگئی تو کیا یہ خوف ان کے دل پر طاری نہیں کیا جاسکتا۔ بس ایک لمحے میں فیصلہ کرلیا تھا کمرے میں ایک لیمپ روشن تھا جسے اس طرح چھپا کر رکھا گیا تھا کہ اس کی روشنی باہر نہ جائے اسی لئے باہر سے میں یہ روشنی نہیں دیکھ سکی تھی لیکن مجھے اندر لانے کے بعد انہوں نے تیز روشنی کردی۔ میرا اندازہ اگر غلط نہیں تو وہ مائیکل گرے اور اس کے ساتھی تھے۔ انہوں نے مجھے اندر لاکر چھوڑ دیا اور آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر مجھے دیکھنے لگے۔ میں نے اپنی اداکاری کا آغاز کردیا خوفزدہ ہونے کے بجائے میں نے اپنے ہونٹوں پر تضحیک آمیز مسکراہٹ سجائی اور انہیں نگاہیں ملا کر دیکھنے لگی۔ ایک لمحے میں ان کے خدوخال بدل گئے اور وہ میرے انداز سے نروس ہوگئے ان میں سے ایک نے خشک ہونٹوں پر زبان پھیر کر کہا۔ "نہیں یہ وہ نہیں ہے۔"

"پھر یہ کون ہے؟"

"پپ۔ پتہ نہیں۔"

"کون ہو تم؟" اس بار اس شخص نے ایک قدم آگے بڑھ کر پوچھا جو میرے خیال میں مائیکل گرے تھا میں نے اپنا منصوبہ مکمل کرلیا تھا چنانچہ میں نے عبرانی زبان میں کہا "اناتم سلاطیہ۔ کیا تم مجھے جانتے ہو۔" اس کے ساتھ ہی خوفزدہ ہونے کے بجائے میں بھی ایک قدم آگے بڑھی تھی مائیکل گرے گھبرا کر دو قدم پیچھے ہٹ گیا۔

"یہ۔ یہ کون سی زبان بول رہی ہے مصری زبان تو نہیں۔" اس نے گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"عبرانی زبان ہے مسٹر گرے۔" دوسرے آدمی نے سرگوشی میں کہا۔

"کیا کہہ رہی ہے؟"

"پتہ نہیں؟" وہ سب بوکھلاہٹ کا شکار ہوگئے تھے اور ان کے چہروں سے خوف پیدا ہونے لگا تھا پھر بھی مائیکل گرے نے سہمے ہوئے لہجے میں کہا۔

"ہم۔ ہم تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچانا چاہتے دراصل کچھ دن پہلے ہم اسی

عمارت میں قیام رکھتے تھے ہمارے ایک ساتھی نے ہمیں بہت بڑا دھوکہ دیا ہے ہ
کی تلاش میں آئے تھے اگر تمہارے ساتھ کوئی زیادتی ہوگئی ہو تو ہم معافی م
ہیں۔"

"میرا دل چاہتا ہے تمہیں سزا دوں لیکن میں جانتی ہوں کہ تم بے قصور ہو
لئے معاف کرتی ہوں۔" میں نے بدستور عبرانی زبان میں کہا۔ یہ زبان پُراسرار ط
مجھے آگئی تھی لیکن اس وقت خوب ساتھ دے رہی تھی مائیکل گرے نے پھر بھی
سے کام لیا اور بولا۔ "مگر تم کون ہو؟"

میں نے ابتدا میں ہی اس کا اظہار کیا تھا جیسے میں ان کی باتیں سمجھ رہی ہو
اپنی زبان بول رہی ہوں انہیں خوش کرنے کے لئے میں نے کچھ اور کارروائی کی
آگے بڑھ کر وہ لیمپ اٹھالیا جو پہلے سے روشن تھا پھر انہیں اس نگاہ سے دیکھا جیسے
ساتھ آنے کی دعوت دے رہی ہوں اس کے بعد میں آگے بڑھ گئی ان کے اع
کشیدہ ہو چکے تھے اس کے باوجود نہ جانے کس امید پر وہ سب سہمے سہمے میرے
چل پڑے۔ میں بھی ستم ظریفی کے موڈ میں آگئی تھی چنانچہ میں روشنی لئے ہ
سیدھی تہہ خانے میں پہنچی۔ ان کے قدموں کی آوازیں پیچھے سن رہی تھی تہہ خ
میں خالی تابوت موجود تھا میں نے لیمپ ایک اونچے مقام پر رکھا اور پُراسرار انداز
چلتی ہوئی تابوت کے پاس پہنچ گئی۔ اس کا ڈھکن کھولا اور اطمینان سے اس میں دا
ہو کر لیٹ گئی پھر ڈھکن بند کرلیا دل میں لطف لے رہی تھی وہ لوگ کسی طور خطر
نہیں تھے یا اگر خطرناک ہیں بھی تو اس وقت ان کے حواس گم تھے میں کان لگائے
کی آوازیں سن رہی تھی ان کی موجودگی کا احساس ہو رہا تھا۔ سانسوں کی بازگشت
دے رہی تھی لیکن سب پر سکتہ طاری تھا کوئی ایک منٹ کے بعد سکوت ٹوٹا کسی
سرسراتے لہجے میں کہا۔ "کچھ سمجھ میں نہیں آیا۔"

"تمہیں اس کے چہرے کے نقوش یاد نہیں آئے۔" دوسری آواز نے کہا۔

"ساحل نیل کے قریب مقبرے سے ہم ایک ممی لائے تھے۔"

"ہاں بالکل۔"

"یہی نقوش تھے۔ یہی وہ ممی ہے۔"

"مگر کیا.........وہ........." گھٹی گھٹی آواز ابھری۔

"روشنی اٹھاؤ۔" یہ آواز مائیکل گرے کی تھی کسی نے اسے لیمپ اٹھا کر

ا۔ میں مائیکل گرے کے آگے بڑھنے کی آواز سن رہی تھی پھر اس نے آہستہ آہستہ
مکن اٹھایا۔ میں نے حتی الامکان بھیانک چہرہ بنا لیا زبان منہ سے نکال کر دانتوں کی
ف ٹیڑھی کرلی آنکھیں انتہائی حد تک پھاڑ لیں ناک چڑھالی پتہ نہیں کیسا چہرہ بن گیا
لیکن مائیکل گرے کی چیخ اتنی بھیانک تھی کہ میں خود ڈر گئی۔ اس نے لیمپ میری
ف پھینکا اور چیختا ہوا باہر بھاگا لیڈر کا یہ عالم ہوا تھا تو ساتھیوں کا کیا ہوگا۔ اصل میں یہ
دل کا اثر تھا خوب سوجھی تھی مجھے ورنہ نہ جانے کن مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا میں
بے اختیار ہنستی رہی تھی لیکن اس سے میرے اندر اعتماد بھی بیدار ہوا تھا یہ حق صرف
دوسروں کو ہی حاصل نہیں تھا کہ مجھے پریشان کرتے رہیں میں خود اگر تھوڑی سی ہمت
سے کام لوں تو خود کو پریشان کرنے والوں سے بدلہ لے سکتی ہوں کچھ دیر انتظار کے بعد
بوت سے باہر نکل آئی تہہ خانے میں دوبارہ اندھیرا چھا گیا تھا کیونکہ لیمپ گر کر بجھ چکا
لیکن مجھے راستہ معلوم تھا اس کے باوجود باہر آہٹوں کا خیال رکھا تھا چند منٹ میں
ندازہ ہوگیا کہ اب وہاں کسی کا وجود نہیں ہے۔ پوری طرح اطمینان کرکے اپنے
زانے کی طرف بڑھ گئی۔ چرمی بیگ محفوظ تھا میں نے اسے قبضے میں کیا اور عمارت
سے باہر نکل آئی ٹیکسی کے حصول کے لئے مجھے کافی پیدل چلنا پڑا۔ کوئی قابلِ ذکر واقعہ
ش نہیں آیا اور ہوٹل پہنچ گئی۔ پھر کئی دن خاموشی سے گزر گئے ہوٹل نہایت پسماندہ
ا کوئی اچھا مسافر اِدھر کا رخ نہیں کرتا تھا اس لئے عملہ بھی مہمانوں کے ساتھ بہت
چھی طرح پیش آتا تھا میں نے اپنا خزانہ بڑی احتیاط سے پوشیدہ کردیا لیکن اب پھر
کتاہٹ کا شکار ہوگئی تھی اخبارات میں بھی اب کوئی خاص خبر نظر نہیں آئی تھی۔ مجھے
مدت سے کسی شناسا کی ضرورت محسوس ہونے لگی کوئی تو ہو جس سے کچھ بات چیت
کروں خالد سے تو اب بالکل مایوس ہوگئی تھی اپنا تجزیہ کرکے خود ہی یہ بات محسوس
کرلی تھی کہ میں ذہنی طور پر خود کو قاہرہ میں قیدی کی حیثیت سے قبول کرچکی ہوں اب
ہ وطن کا خیال آتا تھا اور نہ ہی یہاں سے باہر نکلنے کا کوئی تصور بس ایک نامعلوم
نتظار تھا پھر اس گھٹن سے تنگ آگئی اور کئی دن کے بعد تیار ہو کر باہر نکل آئی۔ باہر کی
فضا کافی خوشگوار محسوس ہوئی تھی کچھ دیر پیدل چلتی رہی پھر ایک ٹیکسی روکی اور اس
میں بیٹھ گئی۔

"کہیں میڈم!" ڈرائیور نے ٹیکسی آگے بڑھاتے ہوئے کہا۔

"چلتے رہو مجھے کسی خاص جگہ نہیں جانا بس یونہی مصر کے بازاروں کی سیر کرنے

نکلی ہوں۔" میں نے کہا اور ڈرائیور نے ادب سے گردن جھکا دی۔

ادھیڑ عمر کا آدمی تھا مقامی معلوم ہوتا تھا لیکن انگریزی بہت صاف بول رہا تھا کچھ دور چل کر کہنے لگا۔ "میڈم سرزمین مصر سیاحوں کی جنت ہے لیکن مزاج کی بات ہوتی ہے یہاں آپ کو وہ ساحل نہیں ملیں گے جہاں مصنوعی زندگی بکھری ہوتی ہے یا پھر ایسی جگہیں جنہیں بے شک کافی محنت سے بنایا گیا ہوتا ہے اور وہاں بس سیاحوں کے لئے تفریح کا سامان پیدا کر دیا جاتا ہے حالانکہ مصنوعی چیزیں کبھی روح کو سکون نہیں دیتیں جبکہ سرزمین مصر روحانی سکون کا مسکن ہے یہاں کے مناظر میں صدیاں سانسیں لے رہی ہیں شاید میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ سرزمین مصر کی تاریخ ہی یہاں کا حسن ہے اور اگر سیاح خوش ذوق ہوں تو پھر انہیں اس سے زیادہ حسین جگہ اور کوئی نظر نہیں آئے گی۔"

میں نے ڈرائیور کی باتوں میں دلچسپی لیتے ہوئے کہا۔ "یوں لگتا ہے جیسے تمہارا واسطہ سیاحوں سے پڑتا رہتا ہے؟"

"یقیناً میڈم ٹیکسی چلاتا ہوں اور ہر طرح کے لوگوں سے واسطہ پڑتا ہے دراصل میڈم یہاں کے اہرام کھنڈرات اور دوسری عمارتیں اپنی تاریخ رکھتی ہیں کوئی بھی جگہ ایسی نہیں ہے جس کا کوئی پس منظر نہ ہو لیکن بہت سی جگہیں ایسی ہیں جنہیں سیاح نظرانداز کر دیتے ہیں اور وہ گائیڈ بھی جو صرف تھیوری پڑھ کر لوگوں کی رہنمائی کرتے ہیں۔ بے شمار ایسے کھنڈرات ہیں یہاں ایسی چیزیں موجود ہیں یہاں جن میں تاریخ کا حسن چھپا ہوا ہے۔ میں گائیڈ کا کام کرتا ہوں میڈم ٹیکسی ڈرائیور اگر گائیڈ بھی ہو تو آپ یوں سمجھ لیجئے کہ بعض اوقات بہت کچھ دیکھنے کو مل جاتا ہے۔"

"یقیناً کیوں نہیں۔"

"اگر آپ حکم دیں تو میں آپ کو ویلی آف کنگز لے چلوں۔ بادشاہوں کی وادی۔ ہزاروں نگاہوں سے دیکھی گئی ہو گی لیکن اس کے باوجود اس وادی کا حسن نہیں ہوتا اس کی تاریخ آج تک شاید کبھی مکمل نہ ہو سکی ہو۔"

میں نے کہا۔ "جہاں جی چاہے چلو' میں تو بس یونہی مٹرگشت کے لئے نکلی ہوں۔"

اس نے گردن ہلا دی میں بے خیالی کے انداز میں کھڑکی سے باہر دیکھتی رہی اور ٹیکسی اپنا سفر طے کرتی رہی ڈرائیور بہت بول چکا تھا چنانچہ اس نے خاموشی اختیار کر مسافروں کے بہت زیادہ کان کھانا بھی بعض اوقات نقصان دہ ہوتا ہے۔ میری نگاہیں

انے کیا تلاش کر رہی تھیں بہت سے چہرے گڈمڈ تھے اور ان کے ساتھ ساتھ ہی رزمین مصر کے وہ جانے پہچانے نقوش جن سے میں گزر چکی تھی۔

سڑک سیدھی اور سنسان تھی بس کبھی کبھی کوئی گاڑی اوورٹیک کر کے آگے ل جاتی تھی کبھی سامنے سے آتی نظر آ جاتی تھی پھر اچانک ہی مجھے ایک خیال آیا ریت کا شکار تھی تنہائی جان لیوا ہو رہی تھی ایسے میں یہ خیال ایک دم سے دلکشی کا ث بن گیا اور یہ خیال ابن زماد کا تھا جس کا تعارف ثالث ظاہری نے کرایا تھا ثالث ظاہری نے میرے سامنے ہی ابن زماد سے بات کی تھی اور ابن زماد نے کہا تھا کہ اس وبصورت بچی کے لئے میرا دل کسی باپ کی طرح کشادہ ہے یہ بچی جب بھی میرے پاس آئے گی میں اسے خوش آمدید کہوں گا۔ گویا اس کے امکانات ہیں کہ ابن زماد کا ساتھ حاصل ہو سکے۔ ایک نگاہ دیکھا تھا اس شخص کو' حسن و جمال کا مرقع تھا یونانی خدوخال کا مالک زیادہ عمر بھی نہیں تھی لیکن اس کے اندر ایک عجیب سی بزرگی پائی جاتی تھی اگر ابن زماد اپنے قول کے مطابق مجھے اپنے گھر میں پناہ دینے پر آمادہ ہو جائے تو کم از کم یہ تنہائی کا عذاب تو ختم ہو جائے گا چنانچہ میں ایک دم سنبھل گئی میں نے ڈرائیور سے کہا۔

"مجھے اچانک ہی اپنا ایک عزیز یاد آ گیا ہے بادشاہ کی وادی کا ارادہ ترک کر کے ہمیں اس طرف چلنا ہے۔"

ڈرائیور نے ٹیکسی کی رفتار بہت سست کر دی اور اپنی عادت کے مطابق نرم روی سے بولا۔ "کیا میں ٹیکسی واپس موڑ لوں۔"

"نہیں نہیں چلتے رہو حالانکہ میں ایک بار وہاں گئی ہوں' ہو سکتا ہے تمہیں تھوڑا سا ٹیکسی آگے پیچھے کرنی پڑے' میں اسے تلاش کرنا چاہتی ہوں۔"

"ضرور ضرور اس کی تو آپ بالکل فکر نہ کریں جب تک آپ میری ٹیکسی میں تشریف فرما ہیں میں آپ کے ہر حکم کی تعمیل کرنے کا پابند ہوں۔" نستعلیق آدمی نے کہا اور میں نگاہیں جمائے اس راستے کو تلاش کرتی رہی جہاں سے گزر کر پروفیسر ثالث ظاہری ابن زماد کے پاس پہنچا تھا ہر چند کہ اس دن میں نے رستے پر توجہ نہیں دی تھی لیکن اب میں پوری توجہ کے ساتھ اس جگہ کو دیکھ رہی تھی پھر مجھے چھوٹی سی آبادی نظر آئی اور میں نے فوراً ٹیکسی ڈرائیور کو اس طرف چلنے کا اشارہ کیا چند ہی لمحات کے بعد ٹیکسی اس احاطے کے سامنے جا کر رک گئی جسے میں پہلے بھی دیکھ چکی تھی بالکل صحیح جگہ پہنچی تھی۔ یہاں میں نے ٹیکسی سے نیچے اتر کر ڈرائیور سے کہا۔ "مجھے افسوس ہے

کہ ہم وعدے کے مطابق سیاحت نہ کر سکے لیکن تم بد دل نہ ہونا یہ رقم رکھو، م
خیال ہے یہ آنے جانے کے لئے کافی ہوگی۔" میں نے میٹر سے کوئی تین گنا زیادہ ر
اس کے حوالے کرتے ہوئے کہا۔ یہاں اس نے کسی تکلف سے کام نہیں لیا تھا اس د
کے لوگ اپنی سعادت مندی کے مظاہرے صرف اس لئے کرتے ہیں کہ مسافر خو
ہو کر انہیں ٹپ وغیرہ بھی دے دیں میں نے اس بات کو اس کا حق سمجھا تھا اس۔
پوچھا۔ "تو کیا میں واپس چلا جاؤں؟"

"ہاں چلے جاؤ۔" میں نے اعتماد سے کہا حالانکہ یہاں کوئی بھی مشکل واقعہ پیش
آسکتا تھا ہو سکتا تھا ابنِ زماد عمارت میں موجود نہ ہو، ہو سکتا تھا وہ مجھے اپنے ساتھ رکھ
پر آمادہ نہ ہو لیکن یہ خطرہ تو مول لینا ہی تھا اگر وہ موجود نہ ہوا تب بھی میں یہاں انتظ
کروں گی اب اس معاملے میں خاصی ڈھیٹ ہوگئی تھی کیا کرتی اس ماحول میں اسی د
کے انوکھے لوگوں کے ساتھ گزارا کرنا تھا۔ منفرد رہ کر زندگی گزارنا نہایت مشکل کا
ہوتا ہے اور اب مجھ میں اس کی سکت نہیں تھی میں اپنے سارے اقدار سار
تصورات چھوڑ چکی تھی دنیا نے مجھے جو رنگ دیئے تھے انہی رنگوں میں جی کر زند
گزاری جاسکتی ہے ورنہ مشکلات کے علاوہ اور کچھ ہاتھ نہیں آتا۔ ڈرائیور نے ٹیک
موڑی اور مجھے سلام کر کے واپس چلا گیا تب میں لکڑی کے ادھ کھلے گیٹ سے اند
داخل ہوگئی۔ وسیع وعریض کھیتی بے ترتیب احاطے کا نظارہ پہلے بھی کر چکی تھی اگ
اس خوبصورت جگہ کی ترتیب کر دی جاتی تو یہ ایک حسین لان کی شکل میں سامنے آسک
تھی جوہڑ میں بدستور بطخیں تیر رہی تھیں میں آگے بڑھ کر عمارت کے نزدیک پہنچ گ
پروفیسر ظاہری نے داخل ہونے سے پہلے گھنٹی بجائی تھی لیکن اس دن بھی سامنے
دروازہ کھلا ہی ہوا تھا میں گھنٹی بجائے بغیر آگے بڑھی اور اس شناسا ہال میں داخل ہوگ
جسے ثالث ظاہری کے ساتھ دیکھا تھا۔ یہاں کوئی تبدیلی نہیں آئی تھی بلکہ یوں لگتا
جیسے اس دن کے بعد جس دن ہم یہاں آئے تھے کسی نے اس ہال میں قدم ہی نہ رکھا
قیمتی قالین پر البتہ سوکھی ڈبل روٹیوں کے ٹکروں میں اضافہ ہو گیا تھا پھلوں کے چھلکے ک
جگہ پڑے ہوئے تھے صندل کے مجسمے اوندھے لڑھک گئے تھے ہر چیز بے ترتیب۔ م
نے ہال کے وسط میں کھڑے ہو کر جائزہ لیا پھر اچانک ہی ایک احمقانہ خیال ذہن م
ابھرا کیوں نہ اس ہال کو درست کیا جائے حالانکہ بہت ہی فضول خیال تھا یہ اندازہ بھ
نہیں ہو سکا تھا کہ صاحب خانہ گھر میں موجود ہے یا نہیں اس کے علم میں آئے بغیر گھ

ہی آئی تھی۔ یہاں وہ مثل صادق آتی تھی کہ مان نہ مان میں تیرا مہمان۔ اس دن بے
ک ابن زماد بہت اچھی طرح پیش آیا تھا اس کے الفاظ حوصلہ افزا تھے پھر بھی کچھ
آداب ہوتے ہیں کسی کے گھر آنے کے ایک طریقہ ہوتا ہے۔ دیکھا جائے گا نتیجہ کچھ
ہی ہو مجھے یہ کرنا چاہئے۔ بس کمربستہ ہوگئی اِدھر اُدھر نگاہیں دوڑا کر بکھرے ہوئے
کپڑوں میں سے چند ناکارہ کپڑے ڈسٹر کے طور پر منتخب کئے اور جھاڑ پونچھ میں لگ
گئی۔ پہلے میں نے پورے فرش پر بکھرے ہوئے ڈبل روٹی کے ٹکڑے چنے پھلوں کے
چھلکے اٹھائے کوئی ڈسٹ بن تو تھا نہیں، انہیں باہر لا کر ایک سمت جمع کر دیا آبنوسی مجسّمے
بدھے کئے ہر چیز کی جھاڑ پونچھ کرنے لگی بعض چیزوں پر گرد کی تہیں جمی ہوئی تھیں
کپڑوں سے انہیں چمکایا تمام کپڑے اٹھا کر ایک گٹھری میں باندھ دیئے۔ گرد سے میرا
باس اٹ گیا تھا چہرے پر بھی گرد پڑ گئی تھی بال منتشر ہو گئے تھے لیکن اس انوکھے کام
میں اتنا لطف آیا کہ دنیا و مافیہا کو بھول گئی وقت کا کوئی اندازہ بھی نہ رہا یہ احساس بھی نہ
آیا کہ کوئی دیکھے گا تو کیا سوچے گا بالکل غیر حقیقی عمل تھا شاید کوئی بھی اجنبی کسی گھر میں
داخل ہو کر ایسا بے تکا کام نہ کرتا لیکن مجھے جو سکون مل رہا تھا وہ لازوال تھا۔ کمرے کی
حالت نکھرنے لگی اس کی شکل ہی بدل گئی پھر انتہائی محویت کے عالم میں، میں نے رخ
تبدیل کیا تو ایک دروازے میں مجھے انسانی پاؤں نظر آئے۔ ایک جھٹکے کے ساتھ گردن
اٹھا کر دیکھا تو ابن زماد کو دروازے میں کھڑے ہوئے پایا وہ چوکھٹ سے شانہ ٹکائے
پُرخیال نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔

میرے چہرے پر خجالت بیدار ہوگئی اور میں نے بدحواسی کے عالم میں اسے کئی بار
سلام کر ڈالا وہ خاموش نگاہوں سے میرا جائزہ لے رہا تھا میں سیدھی اٹھ کھڑی ہوئی پھر
میں نے ایک مضمحل مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔ "یقیناً آپ کو اپنے گھر میں میری یہ
مداخلت ناپسند آئی ہوگی جناب بس جی چاہا تھا کہ یہ سب کچھ کر ڈالوں آپ شاید مجھے
پہچان نہیں پائے میں پروفیسر ثالث ظاہری کے ساتھ یہاں آئی تھی اور آپ نے میرے
سامنے اس سے کہا تھا کہ اگر کبھی مجھے آپ کی مدد کی ضرورت پیش آئے تو میں آپ کے
پاس حاضری دوں بس اسی خیال کے تحت یہاں پہنچی تھی نہ جانے کیوں دل چاہا کہ اس
جگہ کو صاف ستھرا کر دوں اگر آپ کو میرا یہ عمل ناگوار گزرا ہے تو اس کے لئے معافی
چاہتی ہوں۔"

وہ ہنس پڑا، کیا ہی حسین ہنسی تھی بڑا فرحت بخش احساس ہوا تھا اس کی آنکھوں

میں بھی زندگی پیدا ہو گئی دو قدم آگے بڑھا اور کہنے لگا۔
"میں بہت دیر سے تمہیں تمہارے کام میں منہمک دیکھ رہا ہوں میری بچی! میں
نے مداخلت نہیں کی جس عمل سے تمہیں سکون مل رہا تھا اس سے تمہیں چونکا
میرے نزدیک گناہ تھا اور نہ ہی تمہارے اس عمل سے مجھے کوئی تکلیف ہوئی ہے بس
نظریاتی فرق ہے لیکن اپنا نظریہ کسی اور پر مسلط کرنا درندگی ہے اور مجھے درندگی سے
سخت نفرت ہے البتہ میں خود کو تمہارا مجرم سمجھتا ہوں کیونکہ میں نے تمہارے ایک
پسندیدہ مشغلے میں بے جا مداخلت کی ہے چاہو تو اپنا کام جاری رکھو میں چلا جاتا ہوں لیکن
اگر تمہیں کسی شے کی ضرورت ہے تو براہ کرم مجھے ضرور بتا دینا تاکہ میں تمہیں وہ م
کر دوں۔"

میں نے سکون کی گہری سانس لی اور بولی۔ "خدا کا شکر ہے کہ آپ نے میری
اس خاموش آمد اور اپنے گھر میں اس بے تکی مداخلت کو درگزر فرما دیا میں آپ کی شکر
گزار ہوں............"

اس نے کوئی جواب نہیں دیا چند قدم اور آگے بڑھ کر پورے کمرے کو دیکھا اور
پھر مجھے دیکھنے لگا اس کے بعد بولا۔ "میرا خیال ہے تم نے یہاں اپنا سارا کام مکمل کرا
ہے خیر ٹھیک ہے کیا اب میں تم سے کچھ باتیں کر سکتا ہوں۔"

"تشریف رکھئے میں بتا نہیں سکتی کہ مجھے کس قدر روحانی خوشی نصیب ہو رہی ہے
یہاں آکر، میں نہیں جانتی کہ پروفیسر ثالث ظاہری سے آپ کے تعلقات کیسے تھے لیکن
انہوں نے مجھ سے کہا تھا کہ میرے لئے ایک ایسی جگہ موجود ہے جہاں اگر ضرورت
پیش آئے تو میں پناہ لے سکتی ہوں میں آپ سے صاف دلی سے یہ عرض کرنا چاہتی ہوں
کہ میں یہاں پناہ کے لئے آئی ہو مجھے یہاں ایک طویل وقت گزارنا ہو گا۔"

"ثالث ظاہری ایک عالم ہے اور اس کا علم بے پناہ ہے بس یوں سمجھ لو میں اس
کی عزت کرتا ہوں اس نے ایک چھوٹی سی خواہش کا اظہار کیا میں اس پر آمادہ ہو گیا
حالانکہ میرے اس ویران گھر میں کسی زندگی سے بھرپور شخص کا دل لگنا مشکل ہے
میرے مشاغل اور ہیں میں انہی میں خوش رہتا ہوں جبکہ زندگی کے بہرہ ور ہونے
والوں کے لئے وہ بالکل ناپسندیدہ ہوں گے اس کے باوجود لڑکی، ارے ہاں اب اپنا نام
بھی بتا دو نہ میں نے اس دن پوچھا اور نہ اب تک........."

"روشن جمال۔" میں نے جواب دیا اور وہ میرا چہرہ دیکھنے لگا انداز کچھ کھویا کھویا

سا ہو گیا تھا چند لمحات وہ اسی طرح مجھ سے نگاہیں ملائے کھڑا رہا حالانکہ میں نگاہیں جھکا لینا
چاہتی تھی لیکن اس کی آنکھوں میں کچھ ایسا سحر تھا کہ کوشش کے باوجود میری پلکیں نہ
جھپک پائیں نہ ہی آنکھیں جھکیں پھر جیسے وہ ہوش میں آگیا اس نے کہا۔ "ٹھیک ہے
ٹھیک ہے ٹھیک ہے۔"

"تو میں آپ سے یہ عرض کر رہی تھی............؟"

"آؤ میرے ساتھ۔" اس نے کہا اور واپسی کے لئے مڑ گیا۔ اس نے میرے
الفاظ نظر انداز کر دیئے تھے۔

عجیب و غریب شخصیت تھی۔ اس مین ہال سے گزر کر اس دروازے سے اندر
داخل ہو گئی جس سے وہ نکل کر آیا تھا یہ اندرونی دروازہ تھا دروازے کے دوسری
جانب بھی ایک وسیع و عریض کمرہ تھا اور اس کے بعد کمرے در کمرے، رہداریاں
سامنے کی سمت سے یہ عمارت اتنی وسیع نظر نہیں آتی تھی لیکن عقبی سمت دور تک
پھیلتی چلی گئی تھی وہاں ہر چیز موجود تھی اس نے مجھے کچن دکھایا اور کہنے لگا۔ "یہاں
سب کچھ موجود ہے لیکن بس ترتیب نہیں ہے تمہارے لئے یہ ایک دلچسپ مشغلہ ہو گا
کہ تم ان تمام چیزوں کو ترتیب کر ڈالو تمہیں اس کا شوق بھی ہے۔"

"ہاں کیوں نہیں ابن زماد۔"

"ضروریات کی تمام چیزیں تمہیں دستیاب ہو جائیں گی ہو سکتا ہے عارضی طور پر
کچھ مشکلات پیش آئیں لیکن میرے مداح یہاں آتے رہتے ہیں اور میں ان سے
ضرورت کی چیزیں منگوا لیا کرتا ہوں۔ بس کسی کے آنے کا انتظار کرنا ہو گا اس وقت
تک کے لئے یہاں تھوڑی بہت چیزیں موجود ہیں میری بالکل فکر نہ کرنا میں ضرورت
پڑنے پر ہر چیز سے شکم سیری کر لیا کرتا ہوں، ویسے عقبی سمت کچھ پھل اور ترکاریاں بھی
لگی ہوئی ہیں تم اگر چاہو تو ان سے استفادہ کر سکتی ہو۔ دیکھو میرا صنم کدے میں جانے
کا وقت ہو رہا ہے میں خود ہی فرصت ملنے پر تمہارے پاس پہنچوں گا تمہیں مکمل آزادی
ہے بس وہ سامنے جو ایک حصہ ہے اس طرف رخ نہ کرنا وہ میری عبادت گاہ ہے اور
وہاں میں کسی کی مداخلت پسند نہیں کرتا۔ تمہیں اس کے لئے برا نہیں ماننا چاہئے باقی
تمام عمارت تمہاری تحویل میں ہے چاہو تو از سر نو معماروں کو بلا کر اسے تڑوا کر
بنوا سکتی ہو۔"

میں نے مسکراتے ہوئے گردن خم کی اور آہستہ سے کہا۔ "بے حد شکریہ ابن

زماد۔ آپ نے مجھے جو اعتماد بخشا ہے اس کے لئے میں تازندگی آپ کی احسان مند رہوں گی لیکن ایک عرض اور کرنا چاہتی ہوں۔"

"کہو..........؟"

"میرا قیام ایک ہوٹل میں تھا وہاں میرا سامان بھی موجود ہے کیا آپ مجھے اس کی اجازت دیں گے کہ میں اس سامان کو وہاں سے اٹھالاؤں۔"

"مناسب نہیں ہوگا اب تم یہاں آئی ہو تو یہیں قیام کرو وہاں جو کچھ ہے اس سے بدرجہا زیادہ تمہیں یہاں حاصل ہو جائے گا خود تلاشی لے لو اور اگر ضرورتیں پوری نہ ہوں تو مجھے بتا دینا' بس ایک درخواست ہے کہ اس وقت تک مجھے طلب نہ کرنا جب تک میں خود تمہارے پاس نہ آؤں۔"

"بہت بہتر۔" میں نے کہا اور ابن زماد گردن ہلاتا ہوا وہاں سے چلا گیا جس جگہ کو اس نے اپنی عبادت گاہ اپنا صنم کدہ بتایا تھا وہ تھوڑا سا فاصلہ طے کر کے الگ بنی ہوئی تھی ایک گول سی عمارت تھی جس کے اوپر کھپریل کی چھت پڑی ہوئی تھی۔ دروازہ عام سائز سے چھوٹا تھا اس نے دروازہ کھولا اور اندر داخل ہو گیا میں خاموشی سے اسے دیکھتی رہی تھی پھر میں نے شانے ہلائے۔ ٹھیک ہے اگر زبن زماد ہر وقت دستیاب نہیں ہو سکتا تو نہ سہی' یہاں مجھے آزادی تو ہے.......... اس کی باتیں بڑی سکون بخش تھیں یوں لگ رہا تھا جیسے اب میں صحیح جگہ آ گئی ہوں یہاں مجھے بھٹکنا نہ پڑے گا نہ جانے کب تک وہیں کھڑی ابن زماد کے بارے میں سوچتی رہی بے حد عجیب انسان ہے وہ مجھ سے میرے بارے میں معلومات حاصل کر رہا تھا میں نے اسے اپنا نام بتایا اور وہ میری آنکھوں میں دیکھنے لگا پھر اس کے بعد جیسے سب کچھ بھول گیا۔ کیوں کیا اسے میرے بارے میں سب کچھ معلوم ہو گیا تھا لیکن کیسے کیا صرف میرا چہرہ دیکھ کر۔ ویسے بڑی پُراسرار شخصیت تھی اور یقیناً یہ عمارت بھی بے حد عجیب لیکن ہنستی ہوئی عمارت تھی کہیں بھی ویرانی کا احساس نہیں ہوتا تھا ایک بہترین مشغلے کے طور پر میں نے اس عمارت کے گوشے گوشے کی تلاشی لینا شروع کر دی کچن میں کافی کے ڈبے' بسکٹوں کے ٹن' دودھ کے ڈبے' وہ تمام اشیاء موجود تھیں جنہیں بآسانی استعمال کیا جا سکتا تھا عقبی حصے میں جیسا کہ اس نے کہا' سبزیاں اُگی ہوئی تھیں یہاں تو باہر کی کسی شے کی ضرورت ہی نہیں تھی میں نے ساری عمارت کا چپہ چپہ چھان مارا اس نے جس طرح مجھے آزادی بخشی تھی اس کے تحت میں نے اپنے لئے آرام گاہ بھی تلاش کر لی' دل میں تو یہ سوچا

اکہ اگر ابن زماد متلون مزاج نہیں ہے اور جو الفاظ اس نے ادا کئے ہیں ان کی
بندی کرتا ہے تو میرے لئے اس سے بہتر جگہ اور کوئی نہیں ہو سکتی اور کچھ نہیں تو کم
زکم ایسے شخص کا سہارا ضرور حاصل ہو گا جس سے کبھی کبھی دل کی باتیں کہی جا سکتی
ں۔

☆======☆======☆

وقت گزرتا رہا اور پھر رات ہو گئی میرا خیال تھا کہ رات سے قبل وہ میرے
ں ضرور آئے لیکن نہیں آیا میں نے بڑے اعتماد سے اپنے لئے تھوڑی سی سبزی تیار
ی اور اسے زہر مار کر لیا۔ کوئی ایسی مشکل پیش نہیں آئی تھی جس میں اس کی لازمی
ضرورت ہوتی گہری رات ہو گئی اس کی عبادت گاہ یا بقول اس کے صنم کدے میں
روشنی ہو رہی تھی میں نے ایک ایسی جگہ منتخب کی تھی جہاں سے اس احاطے کے
سامنے والے حصے پر نظر رکھی جائے اور وہیں ایک کھڑکی سے اس کی عبادت گاہ کا نظارہ
ی ہوتا رہے۔ یہاں بستر وغیرہ اسی معیار کے موجود تھے جس معیار کا سارا سامان اس
مارت میں نظر آتا تھا ابن زماد کے بارے میں جتنا سوچتی الجھتی جاتی پھر اپنے آپ کو
نبھال لیا مجھے ایک سہارا مل گیا ہے زیادہ کرید میں پڑنے کی کیا ضرورت ہے جس طرح
ں شخص کے خیالات ہیں اس سے عزت کے تحفظ کا احساس بھی ہوتا ہے اتنی خدمت
روں گی اس کی کہ اس کی ضرورت بن جاؤں گی تب تو میں اس پر بوجھ نہیں رہوں
ی۔ انہی تمام باتوں کو سوچتے سوچتے ذہن پر غنودگی سی طاری ہو گئی نہ جانے کتنی دیر
وئی تھی کہ مدہم مدہم موسیقی کی آوازیں ابھرنے لگیں میں چونک کر جاگ اٹھی یہاں
دور دور تک نہ کوئی مکان تھا نہ اس قسم کے امکانات کہ موسیقی سنائی دے' چند ہی
ات میں یہ اندازہ ہو گیا کہ یہ آوازیں اسی صنم کدے سے ابھر رہی ہیں۔ ایک دم سے
ل میں تجسس جاگ اٹھا۔ کیا ابن زماد موسیقی کا شوقین ہے پوری طرح جاگ گئی طبیعت
ز نہ رہ سکی اپنی جگہ سے اٹھی اور فاصلے طے کرتی ہوئی اس صنم کدے کے عقب میں
آ گئی۔ موسیقی کے ساتھ ہی گھنگھروؤں کی جھنکار بھی ابھر رہی تھی گویا اندر باقاعدہ
فل جمی ہوئی ہے پھر میں نے بہت سی بھنبھناہٹیں بھی سنیں آوازیں بے شک مدہم مدہم
آ رہی تھیں لیکن ساری آوازیں سنائی ضرور دے رہی تھیں اندر بہت سے لوگ
جود تھے لیکن نہ تو کوئی ایسا رخنہ تھا جس سے اندر جھانکا جا سکے نہ میں اس کی جرأت
ر سکی ابھی تو میرا پہلا ہی دن ہے۔ ابن زماد کے احکامات کی حکم عدولی کہیں عذاب نہ

بن جائے۔ تیز نسوانی چیخیں اور بہت سی آوازیں بہت دیر تک سنتی رہی پھر ٹھنڈی سانس لے کر وہاں سے واپس آ گئی۔ یہ محفلیں خفیہ طور پر جمتی ہیں لیکن ابھی دیکھنا کیا ہے ابن زماد کی شخصیت تو آہستہ آہستہ کھل کر سامنے آئے گی روشن جمال احتیاط تجسس کا شکار نہ ہو جن برے لمحات میں مبتلا ہوا سے گزارنے کی کوشش کرو، ہوٹل میں میرا کمرہ تو ابھی محفوظ رہے گا کسی وقت موقع ملنے پر وہاں سے سونے کے وہ سکے نکال لاؤں گی اور کمرہ چھوڑ دوں گی جیسا بھی ہو جس طرح بھی بن پڑے اس جگہ کو اپنی پناہ گاہ بنائے رکھنا چاہئے بس ابن زماد میرے حق میں برا نہ ثابت ہو۔ اس آخری احساس کے ساتھ سو گئی اور پھر علی الصباح ہی جاگی۔

ناشتہ تیار کیا ابن زماد کے لئے بھی ناشتہ بنالیا تھا اس ہال میں جا پہنچی وہاں وہ ایک صوفے پر بیٹھا صوفے کی پشت سے گردن ٹکائے چھت کی جانب دیکھ رہا تھا میرے قدموں کی چاپ پر سیدھا ہو کر بیٹھ گیا اور مسکرا کر بولا۔

"بیٹیوں میں یہی ایک خوبی ہوتی ہے میں ناتجربہ کار نہیں ہوں۔" میں نے ناشتہ میز پر رکھا اور وہ اسے دیکھنے لگا پھر ہنس کر بولا۔

"یہ قرینہ زندگی کا مظہر ہے لیکن بوجھ محسوس ہوتا ہے زمانۂ حال کا انسان بہت بوجھل ہے اس نے تعیشات زندگی عمر کے ماہ و سال کے عوض حاصل کئے ہیں بے ترتیبی کا الگ حسن ہے روح کو آزادی کا احساس ہوتا ہے لاؤ مجھے کافی دو۔"

"آپ مصور ہیں ابن زماد۔"

"ہاں میں نے رنگ اور لکیروں کو اپنی حیات کے سفر کا ساتھی بنایا ہے مجھے ان پر اعتماد ہے میں جتنے پیار سے انہیں تخلیق کرتا ہوں وہ اتنی ہی سچائی سے میرا ساتھ دیتی ہیں۔"

"آپ یہ تصویریں کسی کو نہیں دکھاتے مجھے پروفیسر ظاہری نے بتایا تھا۔"

"اپنی حرم کو بے سود کیسے بنا دوں، اپنی محبوباؤں کو کوٹھے پر کیسے سجا دوں۔ تم خود سوچو کیا انہیں دیکھنے والی نگاہیں وہ پاکیزگی حاصل کر سکیں گی جو ان پر نگاہ اٹھانے کے لئے درکار ہوگی۔"

"آپ نے شادی نہیں کی۔"

"کی ہے طنابیہ میری شریک حیات ہے۔"

"وہ یہاں نہیں رہتیں؟"

"اور کہاں رہے گی وہ میرے صنم کدے میں رہتی ہے۔"

"بچے ہیں آپ کے۔"

"بے شمار، سینکڑوں، کافی اور دو۔" اس نے پیالی میرے سامنے رکھ دی۔

"وہ سب بھی وہیں ہیں؟"

"تم اسے چھوٹی سی جگہ سمجھتی ہو شاید ایسا نہیں ہے لخت جگر وہاں جو کچھ ہے اس کی سیر کے لئے ایک عمر درکار ہے پھر بھی تمہیں دکھاؤں گا ایک بار تمہیں ضرور دکھاؤں گا۔"

"آپ کی عمر زیادہ نہیں ہے ابن زماد، لیکن آپ کے انداز میں بہت شفقت ہے۔"

"میری عمر۔" اس نے پیالی رکھ کر مسکراتے ہوئے کہا پھر ہنسا اور پھر قہقہے لگانے لگا دیر تک ہنستا رہا پھر خاموش ہو گیا۔

"کتنی عمر ہے آپ کی؟"

"تھیبس کے زوال کے وقت دریائے نیل قاہرہ کے وسط میں بہتا تھا اور اس نے اپنا رخ میری نگاہوں کے سامنے بدلا تھا اس کے بعد کرناک سے آبادیوں کا آغاز ہوا میں نے اس کچے کچے مکانوں کی تعمیر میں معمار کا کام کیا ہے۔"

"میں نہیں سمجھی۔"

"سب کچھ سمجھنا مناسب نہیں ہوتا اب مجھے اجازت دو کچھ کام کرلوں۔"

"کچھ دیر اور رکیں ابن زماد۔" میں نے لجاجت سے کہا اور وہ مسکرانے لگا۔

"میں آپ کی تصویروں کے بارے میں جاننا چاہتی ہوں۔"

"ایک بار کچھ چوروں نے کارستانی دکھائی تھی چند تصویریں لے گئے بڑی محنت کی تھی انہوں نے اس کے لئے لیکن اس طویل رات کی صبح ان کے لئے مایوس کن رہی صبح کو انہیں وہ فریم سادہ ملے ان میں ایک بھی نقش نہیں تھا تمام نقش صنم کدے میں واپس آ گئے تھے۔ شام کو تمہیں کچھ تصویریں دکھاؤں گا اب چلتا ہوں۔" یہ کہہ کر وہ اٹھ گیا۔

اس شام ابن زماد تصویروں کا ایک انبار لے کر میرے پاس آ گیا میں اس وقت جوہڑ کے پاس بیٹھی بطخوں کو سوکھی ڈبل روٹی کے ٹکڑے ڈال رہی تھی وہ مجھ سے کچھ فاصلے پر بیٹھ کر بولا۔ "آؤ تمہیں تمہاری تصویریں دکھاؤں یہ میں نے رات کو بنائی

تھیں۔"

"میری؟" میں حیرت سے، بولی۔

"ہاں انہیں دیکھو میرے فن کی تصدیق کرو میں نے تم سے تمہارے بارے میں پوچھا تمہاری آنکھوں میں ماضی رقصاں ہوگیا اور میں نے تمہیں دیکھ لیا کچھ پوچھنے کی ضرورت ہی باقی نہ رہی۔ دیکھو یہ تمہارا بچپن ہے تمہارے اردگرد بکھرے لوگ ہیں اس نے ایک تصویر میرے سامنے پھیلادی۔ میں ششدر رہ گئی جہانی بیگم تھیں، صمد بابا تھے سب ہی تھے میرا گھر تھا۔ وہ تصویریں میرے سامنے پھیلاتا رہا ان میں میری داستانِ حیات تھی میرے ابو کا کمرہ تھا اس میں ان کی تصویر تھی میں ان تصویروں کو دیکھ دیکھ کر پاگل ہوئی جارہی تھی میری آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے یہ میری اب تک کی داستان تھی جو اس جادوگر نے لکیروں میں لکھ دی تھی میں نے سسکتے ہوئے کہا۔

"ان میں میری ماں کی کوئی تصویر نہیں ہے ابن زماد۔"

"اس کا نقش تمہارے دماغ میں نہیں ہے یہ سب تو وہ ہے جو تمہاری آنکھوں میں نظر آتا ہے۔"

"آپ اس فن کے جادوگر ہیں ابن زماد صرف آنکھوں میں جھانک کر آپ نے میری داستان نقش کردی۔"

وہ ہنسنے لگا پھر بولا۔ "آنکھ اور دماغ کو جس قدر توانائی عطا کی گئی ہے اسی سے کام لیا جاسکتا ہے جو پوشیدہ رکھا گیا ہے اس کا پوشیدہ رہنا ضروری ہے۔ میں ماضی کو حال تک نقش کرسکتا ہوں مستقبل کی آنکھ بند ہے اس شعبے کا مصور کوئی اور ہے جو خود بھی پوشیدہ ہے اور ہم صرف اسے سجدہ کرسکتے ہیں، اسے محسوس کرسکتے ہیں اس کے نقوش نہیں ترتیب دے سکتے یہ ہمارے دائرہ اختیار میں نہیں ہے یہ تصویریں تمہاری نذر، میں نے تمہارے لئے بنائی تھیں۔" وہ اٹھ گیا اور مزید کچھ کہے بغیر اندر چلا گیا میں ایک ایک تصویر کو الٹتی رہی روتی رہی ماضی زندہ ہوگیا تھا نگاہوں کے سامنے تھا۔ غم واندوہ نے حیرانی پر غلبہ پالیا تھا اس وقت چونکی جب کسی کی آواز سنائی دی میری نگاہیں چوبی پھاٹک کی طرح اٹھ گئیں ایک قیمتی کار اندر داخل ہورہی تھی۔ نہ جانے کون ہے میں نے جلدی جلدی تصویریں سمیٹ کر یکجا کرلیں کار سُست رفتاری سے چلتی ہوئی میرے پاس آرکی اس سے ایک پُروقار عورت نیچے اتری اور میری طرف آنے لگی میں حیران ہوکر کھڑی ہوگئی اس عورت کو میں پہچانتی تھی اچھی طرح جانتی تھی یہ حریمہ

قدس تھی اس نے بھی مجھے پہچان لیا۔

"تم؟" وہ حیرت سے بولی۔

"آداب عرض کرتی ہوں خاتون۔"

"تم یہاں؟"

"ہاں پروفیسر ظاہری کے ابن زماد سے بھی تعلقات ہیں اور شاید ابن زماد کو پروفیسر پر اعتماد ہے وہ ہم پر شک نہیں کرتے۔"

"آؤ، کیا پروفیسر ظاہری یہاں موجود ہیں؟" وہ سخت شرمندہ لہجے میں بولی۔

"نہیں صرف میں ہوں۔" میں نے کہا اور وہ گہری گہری سانسیں لینے لگی پھر بولی۔ "آؤ میں ابن زماد سے ملنا چاہتی ہوں۔"

"آپ چلیئے میں آتی ہوں براہ کرم آپ چلیئے۔" وہ مجھے چند لمحات دیکھتی رہی پھر اپنی کار کی جانب بڑھ گئی کار اسٹارٹ ہوکر آگے بڑھ گئی میں بھی تصویریں سنبھال کر عمارت کے دروازے کی طرف چل پڑی تھی۔

حریمہ قدس کی ابن زماد سے شناسائی کوئی غیر معمولی بات نہیں تھی دونوں ہم وطن تھے۔ ہم شہر تھے ایک لمحے کو میں نے سوچا تھا کہ میں وہاں نہ جاؤں ان دونوں کو ملنے دوں لیکن حریمہ قدس سے کہا تھا کہ میں آرہی ہوں صرف اس وعدے کی تکمیل کے لئے اندر آئی۔ اس کے باوجود سیدھی اس کمرے میں نہیں گئی جہاں ابن زماد شناساؤں سے ملاقات کرتا تھا جبکہ پہلے یہ قیمتی سرمایہ اپنے کمرے میں محفوظ کیا۔ جو میری سوانح تھی اس کے بعد اس ہال میں داخل ہوئی لیکن حریمہ قدس وہاں تنہا تھی اور بے چینی سے ٹہل رہی تھی۔ مجھے دیکھ کر بولی۔ "کہاں چلی گئی تھیں؟"

"اپنے کمرے میں۔ ابن زماد کہاں ہیں؟"

"وہ اپنے نگار خانے میں ہے۔ حالانکہ میں طویل عرصے کے بعد اس کے پاس آئی تھی۔ اس کے باوجود..........؟"

"آپ وہاں نہیں جاسکتیں؟" میں نے یونہی سوال کرلیا۔

"تم جاچکی ہو؟" اس نے میرے سوال کا جواب دینے کے بجائے چونک کر کہا۔

"نہیں۔ ابن زماد نے کہا ہے کہ میں اس عمارت کے چپے چپے میں گھومنے کے لئے آزاد ہوں۔ بس صنم کدے کا رخ نہ کروں۔"

"پھر تم نے مجھ سے یہ سوال کیوں کیا؟"

"میں نے سوچا ممکن ہے آپ کے تعلقات ابن زماد سے بہت گہرے ہوں او
آپ پر پابندی نہ ہو۔"

"نہیں مجھ سے کہیں زیادہ صاحبِ اختیار تم ہو۔ تمہیں عمارت کے تمام حصو
میں جانے کی اجازت ہے۔ شاید یہ اجازت اس سے قبل کسی اور کو نہیں ملی بلکہ اب
زماد نے تو کبھی کوئی ملازم بھی نہیں رکھا۔ اس نے کبھی کسی کو یہاں رکنے کی اجاز
نہیں دی۔"

"آپ بہت عرصے سے ابن زماد کو جانتی ہیں؟"

"ہاں' بہت عرصے سے اس وقت میری عمر نو سال تھی جب میں پہلی بار ا
باپ کے ساتھ اس عمارت میں آئی تھی اور وہی دن میری زندگی کا سب سے برا د
تھا۔ اسی دن نے مجھے اس کائنات میں منجمد کردیا تھا۔ ناسمجھی کی عمر میں ہی میری بقیہ ع
کا تصفیہ ہوگیا تھا۔"

"آپ تشریف رکھئے۔ میں آپ کے لئے کچھ بنا کر لاؤں چائے' شربت' کا
آپ پسند کریں۔"

"آہ تمہیں اس حد تک اختیارات حاصل ہیں۔ بے حد خوش نصیب ہو تم۔ نہ
اچھی لڑکی میں کسی شے کی حاجت نہیں محسوس کر رہی ہاں تم نے اپنا کوئی نام بھی تو
تھا۔"

"روشن جمال۔"

"روشن جمال ہی نہیں روشن تقدیر بھی رکھتی ہو جسے ابن زماد کی قربت حاص
ہو وہ.........." اس نے جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔ "میں پروفیسر ظاہری سے ملنا چا
ہوں جو کچھ میں نے تمہارے ساتھ کیا شاید تم یقین نہ کرو اس میں میرے حواس
دخل نہیں تھا۔ اس وقت میرا شعور میرے قابو میں نہیں تھا۔ بس اس کیفیت کو
کوئی نام نہیں دے سکتی۔ میں تم دونوں سے معافی مانگنا چاہتی ہوں۔"

"پروفیسر مجھے آپ کے گھر میں چھوڑ کر مطمئن ہوگئے تھے۔ اس کے بعد وہ
کام میں مصروف ہوگئے۔ مجھ سے بھی ملاقات نہیں ہوئی۔" میں نے کسی تفصیل
جانا مناسب نہیں سمجھا۔

"گویا انہیں تمہارے ساتھ میرے رویے کا علم نہیں؟"

"میری ان سے ملاقات ہی نہیں ہوئی۔"

"اگر تم مجھ پر بے لوث احسان کرنا چاہو تو کر سکتی ہو۔ خدارا انہیں یہ سب کچھ نہ
ا۔ تم طلحہ بن عمادی سے پوچھ سکتی ہو کہ بعد میں مجھے کس قدر شرمندگی ہوئی تھی۔"

"ٹھیک ہے۔ میں وعدہ کرتی ہوں۔"

"میں طویل عرصہ قاہرہ میں ہوں تم مجھ سے ملنے آنا۔"

"اگر ممکن ہو سکا لیکن آپ کی گفتگو تشنہ رہ گئی۔ آپ نے کچھ عجیب الفاظ ادا کئے
ے۔"

"اب چلتی ہوں۔ یہ تحفہ لائی تھی ابن زماد کے لئے اسے دے دینا اور میری آمد
ے بارے میں بتانا۔"

"کیا آپ ان کا انتظار نہیں کریں گی۔"

"وہ مجھ سے ملنا چاہتا تو آسکتا تھا۔ اس کے نہ آنے کا مطلب ہے کہ وہ اس وقت
ے نہیں ملنا چاہتا۔" وہ دکھی لہجے میں بولی۔

"انہیں آپ کی آمد کا علم کہاں ہے؟"

"نہیں۔ وہ جانتا ہے۔" وہ پھیکی سی مسکراہٹ سے بولی پھر دروازے کی طرف
ھ گئی۔ دروازے کے بالکل قریب پہنچ کر اس نے مجھے دیکھا اور بولی۔ "وہ میرا
بوب ہے۔ نو سال کی عمر سے اسے چاہتی ہوں۔ اس سے عشق کرتی ہوں اس کی وجہ
ے میں نے اپنی حیات ویران کرلی ہے۔" یہ کہہ کر وہ دروازے سے باہر نکل گئی۔

میں اس کے الفاظ پر حیران رہ گئی تھی۔ حریمہ قدس ابن زماد کو چاہتی ہے۔ نو
ال کی عمر سے۔ سمجھ میں نہ آنے والی بات تھی۔ میں بھی باہر نکل آئی۔ وہ اپنی کار
ٹارٹ کرکے واپس موڑ چکی تھی۔ کچھ دیر کے بعد وہ میری نظروں سے اوجھل
گئی۔ ابن زماد بھی نہایت پُراسرار شخصیت ہے۔ ویسے میرے ساتھ بہت اچھا سلوک
رتا ہے۔ پروفیسر سے اس کے تعلقات کی نہ جانے کیا نوعیت تھی جو اس نے مجھ پر یہ
سان کیا تھا۔ میں واپس پلٹ پڑی۔ شام رات کی سیاہی میں بدل گئی تھی۔ میں نے
وشنیاں جلادیں۔ پھر اس پیکٹ کو دیکھا جو حریمہ قدس لائی تھی قیمتی شراب کی بوتلیں
یں۔

☆------☆------☆

رات کے کھانے پر بھی ابن زماد موجود نہیں تھا۔ اس نے مجھے ہدایت کردی تھی
کی بھی سلسلے میں اس کا انتظار نہ کروں۔ وہ ضروری سمجھے گا تو خود میرے پاس

آئے گا۔ چنانچہ کھانے کے بعد میں اپنی خواب گاہ میں داخل ہوگئی۔ اگر یہ تصویریں حیران کن کہانی نہ رکھتی ہوتیں تو مجھے بہت رلاتیں اس میں میرے ماضی کے لاتعداد نقوش تھے لیکن میں زماد کی جادوگری پر غور کر رہی تھی۔

دوسری صبح وہ بہت خوشگوار موڈ میں تھا۔ میں نے اسے حریمہ قدس کے بارے میں بتایا تو وہ ہنس کر بولا۔ "وہ ایب نارمل ہے۔ میں نے اسے ٹھیک کرنے کی بہت کوشش کی لیکن وہ کوئی اثر قبول نہیں کرتی۔"

"میں نے دیکھ لیا ہے۔"

"میں نے آپ کو نہ تو کبھی شراب پیتے ہوئے دیکھا ابن زماد نہ کبھی آپ نشے میں محسوس ہوئے۔"

"مجھے اس غلیظ نشے سے نفرت ہے۔ بے پناہ نفرت۔ تم اسے پینے کی بات کر رہی ہو۔ جو مرکب انسان کو شعور سے بیگانہ کر دے کیا اسے بھی کوئی قدر کی نگاہ سے دیکھ سکتا ہے۔"

"لیکن ابن زماد۔ آپ کے دوست۔ خود ثالث ظاہری بھی آپ کے لئے شراب لائے تھے۔"

"وہ یہ سمجھتے ہیں کہ میں اس سے شغف رکھتا ہوں لیکن تم نے عقبی حصے میں میری کیاریوں کے پاس ایک گہرا گڑھا دیکھا ہوگا۔ میں انہیں کھول کر اس میں دفن کر دیتا ہوں۔"

"کیوں ابن زماد۔"

"میرے دوست اور عقیدت مند اسے کسی بھی جذبے سے میرے پاس لائے ہوں گے۔ میں سوچتا ہوں کہ یہ میرے پاس آکر ضائع ہو جائے تو کم از کم اتنی تعداد سے ہی لوگوں کو نجات ملے۔ اس سے مجھے سکون ملتا ہے۔"

"میرے خدا۔ آپ بے حد عجیب ہیں ابن زماد۔ آپ سے ایک سوال اور کرنا چاہتی ہوں۔"

"نہیں۔ تم مجھ سے بہت سے سوالات کر چکی ہو۔ اب مجھے میرے ایک سوال کا جواب دو۔"

"جی ضرور!"

"زعورس ابن طہابی کون ہے؟" اس نے پوچھا اور میں جھنجلا کر رہ گئی۔

"آپ اسے نہیں جانتے؟"

"پچھلی رات اس نے میرے حرم کا تقدس مجروح کر دیا۔ ایک ایسی روایت توڑ دی جو میں نے نہ جانے کب سے قائم کی تھی۔"

"کیسے.........؟" میں نے بے اختیار پوچھا۔

"نہیں لڑکی۔ سوال میں نے کیا ہے۔ تمہیں جواب دینا چاہئے۔ تم یہاں انسانی خود غرضی کا اظہار کر رہی ہو۔ خیر سنو۔ وہ پچھلی رات میرے صنم کدے میں داخل ہو گیا تھا۔ اس نے اپنے جسم کو نادیدہ کر لیا ہے۔ مجھ سے تمہارے بارے میں بات کر رہا تھا یوں سمجھو مجھے دھمکا رہا تھا۔ کہہ رہا تھا کہ تم منحوس ہستی ہو' جس نے تمہارے ساتھ نیکی کی وہ موت سے ہمکنار ہو گیا اس نے مجھے ثالث ظاہری کی موت کی خبر بھی سنائی ہے اور حکم دیا ہے کہ تم سے کنارہ کشی اختیار کرلوں۔ بس ایسا نہ کرنے پر مجھے نقصان اٹھانا پڑے گا۔"

میں نہ خوفزدہ ہوئی' نہ میرا چہرہ اترا۔ اب ہمت پیدا ہو گئی تھی جانتی تھی کہ زاغ خاموشی سے نہیں بیٹھے گا۔ اس نے مجھے بتا دیا تھا لیکن اب ٹھن گئی تھی اس سے جو ہو گا دیکھا جائے گا۔ ابن زماد خاموش ہو کر کچھ سوچنے لگا۔

"مجھے تعجب نہیں ہوا ابن زماد' اس نے مجھے چیلنج کیا تھا۔ سچ تو یہ ہے کہ مجھے اس کا انتظار تھا۔ ان لمحات کا بے حد شکریہ جو آپ نے مجھے دیئے میں چلتی ہوں۔ آپ جیسے نفیس انسان کو ذرہ برابر نقصان پہنچتے نہیں دیکھ سکتی۔"

ابن زماد کے چہرے کی شگفتگی ختم ہو گئی۔ ایک لمحے وہ عجیب سے تکدر کا شکار رہا پھر بولا۔ "تم نے میری توہین کی ہے روشن جمال لیکن شاید جذبات میں کھو کر تم نے اس پہلو پر غور نہ کیا ہو۔ میں تمہیں رعایت دیتا ہوں۔ اصل میں تم سے میں نے بس یہ پوچھا تھا کہ زعورس کون ہے۔ تم نے مجھے یہ تو نہیں بتایا خود سوالات کرتی رہیں اور پھر مجھ پر رحم کھا کر یہاں سے جانے کا فیصلہ کر لیا' کیا میں نے تم سے معذرت کی تھی کیا تم نے کہا تھا کہ میں اس سے خوفزدہ ہوں اور تم یہاں سے چلی جاؤ۔"

"سوری ابن زماد اس نے مجھے.........."

"صرف ایک بات بتاؤ۔ کیا تم مجھے اس کے بارے میں بتانا پسند کرو گی!" وہ انگلی اٹھا کر بولا۔

"اس کے بارے میں بتانے کے لئے پہلے مجھے اپنی کہانی سنانی پڑے گی ابن زماد!"

"میں نے تم سے تمہارے بارے میں کبھی نہیں پوچھا۔ ہاں یہ چاہا ضرور کہ تم مجھے بتاؤ۔ پھر بھی اگر یہ کہانی نہ سنانے کی ہو اور اس کے بغیر زعورس کے بارے میں بتانا ممکن نہ ہو تب بھی۔ اگر تم خوشی سے یہاں رہنا چاہو تو میں تمہیں خوش آمدید کہتا ہوں۔"

"نہیں ابن زماد۔ میں تمہیں سب کچھ بتانا چاہتی ہوں۔" میں نے کہا۔ وہ سوالیہ نظروں سے مجھے دیکھنے لگا۔ تب میں نے کہا۔ "میں نہیں جانتی جو تصویریں تم نے میرے ماضی کے بارے میں بنائی ہیں انہوں نے تمہیں کس حد تک مجھ سے روشناس کرایا لیکن میں ابتدا ہی سے سب کچھ بتاتی ہوں........ اور میں نے اسے پوری تفصیل بتا دی۔ کوئی پہلو نہ چھپایا۔ زاغ کے بارے میں بھی ایک ایک لفظ بتا دیا۔ وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے مجھے دیکھتا رہا۔ میرے خاموش ہونے کے بعد بھی کچھ نہ بولا۔ میں نے بھی خاموشی اختیار کرلی۔ کافی دیر کے بعد اس نے آہستہ سے کہا۔

"تم نے میرے فن کو ایک نیا رخ دیا ہے۔ میرے ذہن میں ایک نئی تحریک پیدا ہوئی ہے۔ آہ پتہ نہیں۔ میں نہیں جانتا کہ مجھے اس میں کامیابی ہوگی یا نہیں لیکن ایک دلچسپ تجربہ ہوگا یہ.......... بے حد دلچسپ تجربہ۔ ناقابل یقین۔ پتہ نہیں میں نے اس دوران تمہارے ساتھ کیا سلوک کیا ہے۔ تم ایک بہت مختلف کردار ہو۔ مگر قصور ظاہری کا تھا۔ آہ کیا وہ واقعی مرگیا۔ اس شخص نے جھوٹ تو نہیں بولا۔" ابن زماد قطعی بے ربط باتیں کر رہا تھا۔ نہ جانے کیا سوچیں تھیں اس کی۔ وہ پھر خاموش ہوگیا۔ بہت دیر کے بعد اس نے کہا۔ "میں بھی تمہیں اپنے بارے میں بتاؤں گا۔ مجھے کچھ مہلت دے دو۔ اس کے لئے برا نہ ماننا!"

"زعورس ابن طہابی کے بارے میں تم نے کیا سوچا ابن زماد!"

"ماقبل تاریخ کا کردار ہے۔ پُراسرار علوم کا ماہر لیکن کمزور پہلو رکھتا ہے۔ قادر نہیں ہے پہلے بھی کمزور تھا جبکہ سعدی۔ واہ کیا ہی دلچسپ داستان ہے۔ آؤ اٹھو میرے ساتھ چلو.......... اٹھو.......... "اس نے کہا اور میں اٹھ گئی۔ اس نے ایک دم آگے بڑھتے ہوئے کہا۔ "تم نے غور نہیں کیا۔ وہ مٹی کی چادر اوڑھ کر سو گیا۔ یہ تعین کئے بغیر کہ اسے دور سیت میں جاگنا ہے اور وہ اپنی طلب کھو بیٹھا۔ وہ شعاعوں کی واپسی کے سفر میں ناکام رہا اور سعدی نے اس سفر کا معمہ حل کرلیا۔ وہ اب تک سعدی کو نہیں پاسکا جبکہ سعدی موجود ہے یہیں مصر میں موجود ہے۔ وہ تمہیں مسحور کر کے

مجبور نہیں کرسکا کہ تم اس کا ساتھ دو۔ پھر اس کے پُراسرار علوم کس کام کے کچھ بھی نہیں حاصل کرسکا وہ ان سے۔" ابن زماد ہنس پڑا۔ میں اس کے الفاظ پر غور کررہی تھی۔ واقعی یہ باتیں درست تھیں۔

ابن زماد کا رخ اپنے صنم کدے کی طرف تھا۔ میرے بدن میں پھر سنسنی سی پیدا ہوگئی۔ اس جگہ کو اس نے بہت پُراسرار بنا کر پیش کیا تھا نہ جانے وہاں کیا ہے۔ وہ دروازہ کھول کر اندر داخل ہوگیا۔ مجھے بھی اندر آنے کا اشارہ کیا اور میں اندر داخل ہوگئی۔ اس نے روشنیاں جلادیں عجیب جگہ تھی۔ دیواروں پر' چھت پر' چپے چپے میں تصویریں بنی ہوئی تھیں رنگ اور برش بکھرے ہوئے تھے۔ کاغذوں کے رول' کینوس بورڈ' ایک عظیم الشان کباڑ خانہ بنا ہوا تھا لیکن اس کے بنائے ہوئے نقوش زندہ تھے۔ رنگ اتنے جاندار کہ بول پڑیں۔ نقوش اتنے اصل کہ انہیں نقش کہتے ہوئے شرم آئے۔ وہ بے مثال مصور تھا اس کا اندازہ تو مجھے ان تصویروں سے ہوگیا تھا جو اس نے مجھے پیش کی تھیں۔

"یہی میری عبادت گاہ ہے۔"

"ایک بار پھر میں یہ سوال کروں گی ابن زماد کیا تم مسلمان نہیں ہو؟"

"کیوں..........؟"

"یہ صنم کدہ ہے یہاں نقش بکھرے ہوئے ہیں۔ عبادت گاہیں تو مقدس ہوتی ہیں یہ تو بت خانہ ہے۔"

"میں اسے بارگاہِ فن کہتا ہوں۔"

"یہ فن کدہ بے شک ہے اور تمہارا فن ناقابلِ یقین ہے میں کہتی ہوں تمہیں نقش گری میں عرفان حاصل ہے لیکن تم اسے عبادت گاہ نہیں کہہ سکتے کیا تم ان تصویروں کو سجدہ کرتے ہو۔"

"میری دنیا انہی مین آباد ہے۔"

"اور دین؟" میں نے سوال کیا اور وہ کھوئے کھوئے انداز میں مجھے دیکھنے لگا پھر بولا۔ "اصل میں تمہیں پہلے نہیں جان سکا تھا ظاہری کو تمہاری حقیقت معلوم تھی تو اس نے بتانا چاہا تھا۔ مجھے یقین ہے زعورس ابن طہابی نے اسے زندہ نہ چھوڑا ہوگا۔ اصولی طور پر یہ درست ہے اس کے ساتھ ظلم ہوا ہے۔"

"زعورس کے ساتھ؟"

"بے شک۔ وہ مظلوم ہے اس سے کوتاہی ہوئی لیکن اس سے اس کا ماضی چھین لیا گیا۔"

"ان میں سے ہر تصویر کی ایک داستان ہوگی۔"

"یہ تمام تصویریں داستانیں ہی ہیں جو نقش ہوگئی ہیں لیکن تم ان داستانوں کو دہرانے کی فرمائش نہ کرنا۔ ان کے لئے صدیاں درکار ہوں گی۔"

"تم مجھے اس صنم کدے میں کیوں لائے ہو؟"

"تمہیں اعزاز دینا چاہتا تھا۔ تمہاری اصلیت جاننے کے بعد مجھے احساس ہوا تم کوئی عام لڑکی نہیں ہو۔ پھر وہ نادیدہ وجود میری اس حرم کی حرمت کو داغدار کر گیا میں نے اسے ہمیشہ دوسروں کی نگاہوں سے محفوظ رکھا ہے لیکن اب وہ یہاں داخل ہوچکا ہے میں نے سوچا کہ تم اس سے کیوں محروم رہو اور اب........." وہ خاموش ہوگیا۔

"اور اب؟" میں نے اس کے الفاظ دہرائے۔

"ان تصویروں کو غور سے دیکھو۔ مجھے بتاؤ یہ کیسی ہیں؟"

"میں تمہارے گھر میں پناہ گزیں ہوں۔ مجھے آداب میزبانی یوں نبھانے چاہئیں کہ تمہارے ذاتی معاملات نہ کریدوں لیکن مجھے بار بار یہ احساس ہو رہا ہے کہ تم میری اس مجبوری سے پوری طرح واقف ہو جس کے تحت میں تمہارے پاس قیام کئے ہوئے ہوں۔ تم صرف ان الفاظ کی تکمیل کرتے ہو جنہیں مناسب سمجھتے ہو۔ باقی بیدردی سے ٹال جاتے ہو۔"

"مثلاً؟" اس نے پوچھا۔

"میں نے تمہارے دین کے بارے میں پوچھا تھا۔"

"اور؟"

"اور اب۔ یہی جملہ تم نے ادھورا چھوڑ دیا اور مجھ سے تصویروں کے بارے میں پوچھنے لگے۔"

"یاد کرو' میں نے یہ بھی کہا تھا کہ کچھ باتیں بتانے کے لئے مجھے وقت درکار ہے؟ دیکھو ہر داستان کا ایک آغاز ہوتا ہے اور پھر انجام۔ درمیان میں بھی تو بہت کچھ ہوتا ہے۔ آغاز کے فوراً بعد انجام ہوجائے تو داستان تشنہ رہ جاتی ہے بلکہ سرے سے داستان ہی نہیں رہتی۔ ہماری کہانی تو آغاز کے بعد درمیانی دور سے گزر رہی ہے۔

اگر اس کا انجام کردیا جائے تو تشنگی باقی نہیں رہ جائے گی۔"

میں ہنس پڑی۔ "تمہارے اس موقف کو میں اس لئے اطمینان بخش قرار دیتی ہوں کہ اس میں تم نے ایک جواز پیش کیا ہے۔ اپنی برتری کے اظہار کے بجائے میرے اعتراض کو قبول کرکے میرے وجود کا اعتراف کیا ہے۔"

"ہاں ایسا ہے۔ زعورس میری اجازت کے بغیر میرے حرم میں داخل ہوکر مجھے اس سے بددل کرچکا۔ دیکھو اسے۔ غور کرو میں نے اس پر کتنی محنت کی ہوگی۔"

"یہ سب کچھ بے مثال ہے۔ میرے ذہن میں بھی اس کا تصور ایسا ہی تھا۔ خود ثالث ظاہری نے بھی تمہارے باکمال ہونے کا اعتراف کیا تھا۔"

"ثالث ظاہری۔ مجھے اس کی موت کا افسوس ہے۔"

"اس کا شوق بھی دیوانگی کی حدود میں داخل ہوگیا تھا مگر میرے ایک سوال کا اور جواب دے دو۔ وہ یہ کہ میں نے تمہارے اس نگار خانے میں انسانی آوازیں سنی تھیں۔"

"یہ سب۔ یہ سب زندہ ہیں' لیکن صرف میری ذات کے لئے سب مجھ سے بولتی ہیں باتیں کرتی ہیں۔ میں ان سے ان کے بارے میں گفتگو کرتا ہوں۔ ہمارے درمیان بحث ہوتی ہے۔ میری دنیا انہی میں آباد ہے۔"

"تم نے مجھے طنابیہ کے بارے میں بتایا تھا۔"

"ہاں وہ میری محبوب ہے۔ میری بیوی ہے وہ۔"

"وہ کہاں ہے؟"

"اسے میں نے اپنے دل پر نقش کیا ہے۔ کیا اسے یہاں ان کے درمیان لے آتا۔ پھر وہ صرف میری کہانی ہوتی۔" اس نے والہانہ لہجے میں کہا۔ میں خاموش ہوگئی۔ کچھ دیر کے بعد ہم وہاں سے نکل آئے۔ اس نے پُراحترام لہجے میں کہا۔

"روشن جمال تمہاری داستان سننے کے بعد تم میری ذاتی مہمان بن چکی ہو۔ بے شک تمہارے اس قیام سے میرے دوست ظاہری کا نام منسلک ہے لیکن اب بات بدل گئی ہے۔ تم نے میری بقاء کے لئے یہاں سے جانے کی بات کی تھی لیکن اب میری درخواست ہے کہ میری بقاء کے لئے تم یہاں رہو۔ کوئی تردد دل میں نہ لاؤ۔ اچھا اب مجھے اجازت دو۔" وہ چلا گیا۔ میں آزاد تھی۔ دل میں ہزاروں خیالات لئے میں وسیع احاطے میں چکر لگانے لگی سفید خوشنما بطخیں پانی میں اٹھکیلیاں کررہی تھیں انہیں دیکھتی

رہی۔ دل میں بے شمار خیالات آنے لگے۔ یہ ماحول بھی بے حد پُراسرار ہے خود ابن زماد بھی کتنا عجیب انسان ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ ایک باکمال مصور ہے لیکن زندہ تصویریں۔ کوئی بات سمجھ میں نہیں آتی تھی ویسے تو خود اپنی ہی زندگی میری سمجھ میں نہیں آتی تھی۔

☆======☆======☆

اس رات بہت دیر تک جاگتی رہی تھی۔ پھر بہت سے پریشان کن خیالات دل میں لئے سوگئی لیکن زیادہ دیر نہیں ہوئی تھی کہ کسی نے پاؤں ہلا کر جگایا۔ نیند بھاگ گئی۔ سنہری لڑکی میرے بالکل قریب تھی۔ حسین نقوش اس کی صورت ہمیشہ سے پیاری تھی لیکن میں نے اسے زاغ کے روپ میں بولتے دیکھا تھا۔ میں اٹھ کر بیٹھ گئی۔

"نہیں مجھ سے خوفزدہ نہ ہو۔ میں تمہاری دشمن نہیں۔" اس وقت اس کی آواز بے حد دلکش تھی۔ "مجھے پہچانتی ہو نا۔"

"ارطن طلائی۔ مگر کیا تم زاغ نہیں ہو؟"

"ہرگز نہیں۔ میرا اپنا وجود ہے۔ میں بے جان ہوں تو طلائی زنجیر کی شکل اختیار کرلیتی ہوں۔ متحرک ہوں تو بہت سے روپ دھار سکتی ہوں۔ یہ میرا اصل وجود ہے۔"

"لیکن جو کچھ بھی ہو' زاغ کی آلہ کار ہو۔"

"غلطی اسی کی ہے اور میں اس سے یہ بات کہتی ہوں۔" اس نے گردن جھٹکتے ہوئے کہا۔ "اس نے تم پر ابتدائی تاثر ہی غلط ڈال دیا ہے اور یہی چیز اس کے راستے روک رہی ہے۔ اگر روز اول وہ ساری سچائیوں کے ساتھ تم سے ملاقات کرتا اور تمہاری مشکلات کا حل پیش کرتا تو حالات قطعاً مختلف ہوتے۔ میں تم سے بات کرنا چاہتی ہوں۔"

"اصل میں خود تمہاری اپنی نگاہ میں تمہارا کوئی تعین نہیں ہوگا۔ اس لئے تم سے اخلاقیات کے بارے میں کیا کہا جائے۔ ورنہ کسی کو اس طرح نیند سے جگا کر اسے اپنی مرضی کے مطابق بات چیت پر مجبور کرنا اخلاقی جرم ہے۔"

"اس وقت تمہیں ہوشیار کرنا ضروری تھا ہوسکتا ہے کل کا دن اس عمارت میں تمہارے لئے خوشگوار نہ ہو۔"

"ہاں۔ زاغ کوششیں کر رہا ہے۔ مجھے اس کی کوششوں کا علم ہے۔" میں نے

آنکھیں بھینچ کر گردن جھٹک دی۔ "لیکن اب تم اس سلسلے میں مجھ سے کیا بات کرنا چاہتی ہو؟"

"بہت سی باتیں' اگر تم سننا پسند کرو۔"

"میری نیند تو خراب کرہی دی تم نے اب جو کہنا چاہتی ہو کہہ دو۔ کیا فرق پڑتا ہے۔"

"یہ عمارت چھوڑ دو۔ میرے ساتھ اسی وقت چلو اور اس بات کو ذہن نشین کرو کہ میرا ساتھ حاصل کرنے کے بعد تم ہر مشکل سے نکل جاؤ گی۔ جتنا وقت تمہیں اپنی زندگی میں بسر کرنا ہے تمہارے لئے خوشگوار ترین ہوگا۔ تم مصر میں شہزادیوں جیسی زندگی بسر کروگی۔ یہ بات تم جانتی ہو کہ تمہیں انتظار کرنا ہے اور اس دورانئے کے بارے میں کوئی نہیں جانتا۔"

"زاغ بھی نہیں جانتا؟"

"شاید نہیں۔"

"ہر وقت میں زاغ کے زیر سایہ رہوں گی۔"

"میرے ساتھ۔ قاہرہ کی حسین ترین عمارت میں اعلیٰ ترین تفریحات کے ساتھ۔ تمہیں تنہائی کا احساس ہے نا۔ میں تمہاری دوست کی حیثیت سے تمہارے ساتھ رہوں گی۔ ہر لمحہ' تمہارا دل بہلاؤں گی پہلے بھی زاغ نے مجھے تمہارے حوالے کیا تھا۔"

"تم کون ہو؟"

"یہ سوال نہ کرو۔"

"مگر میں پوچھنا چاہتی ہوں۔"

"عظیم زارم ابن طہابی کی ایک کنیز۔ جس نے اس سے ہزاروں سال کی وفا کا عہد کیا ہے اور اس کی موت کے بعد اس کے خون سے یہ عہد نبھا رہی ہے۔"

"اور زاغ کی موت کے بعد۔" میں نے کہا اور وہ چونک کر مجھے دیکھنے لگی پھر بولی۔ "شاید اس کی دوسری نسلوں سے۔"

"اس کے امکانات ہیں؟" میں نے مسکرا کر پوچھا۔

"کیا تمہیں احساس نہیں ہے کہ تم بے معنی باتیں کر رہی ہو۔"

"تمہیں یہ احساس نہیں ہے کہ جو پیشکش میں ٹھکرا چکی ہوں اسے تمہارے کہنے

سے کیوں قبول کرلوں گی۔" میں نے زہریلی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

"میں تمہیں اس نادانی سے باز رکھنا چاہتی ہوں۔ ایک دن تمہیں احساس ضرور ہو گا کہ تم نے ایک عظیم پیش کش ٹھکرا دی ہے۔ یہ سب بے شک علم و دانش کے شیدائی ہیں لیکن صدیوں پرانی تاریخ کے اس کھیل میں ان کا کوئی دخل نہیں ہے ان کی زندگی چند روزہ ہے اور دیکھ لو۔ وہ بے بسی سے مرجاتے ہیں۔ منوچہر خلازی' ذان ایرن' ہاشمی' ثالث ظاہری۔ ان میں سے کوئی نہیں بچا۔ اس کھیل سے آئندہ بھی جتنے منسلک ہوں گے بالآخر قصہ پارینہ بن جائیں گے۔ صرف زاغ ہو گا جو تاریخ کی طوالت میں تمہارا ہاتھ تھام کر تمہارے وکیل کی حیثیت سے جائے گا۔"

"اگر تمہیں علم نہیں ہے تو مجھ سے سن لو! زاغ میرے لئے کتنا ہی بہتر کیوں نہ ہو لیکن وہ میرے باپ کا دشمن ہے۔ میرے باپ نے یہی کہا ہے مجھ سے کہ میں زاغ کو دشمن سمجھوں اور میں احمد کمال سعدی کی اولاد ہوں۔ زعورس ابن طہابی کی نہیں۔ جس کی نسلوں کی تم کیز ہو! مجھے وہ کرنا ہے جو میرے باپ کی خواہش ہے۔ وہ نہیں جو زاغ چاہتا ہے۔ یہی میں نے پہلے کیا تھا اور یہی آئندہ کروں گی۔"

"یہ فیصلہ بدل نہیں سکتیں؟"

"ہرگز نہیں۔" میں نے جواب دیا اور وہ گہری گہری سانسیں لینے لگی پھر خاموشی سے اٹھی اور دروازے سے باہر نکل گئی۔

☆------☆------☆

دوسری صبح دن چڑھے تک سوتی رہی تھی سورج خوب چمک رہا تھا لیکن اس کے ساتھ ہی فضا میں ایک عجیب سی بو بھی رچی ہوئی تھی۔ یہ شاید دھوئیں کی بو تھی۔ فضا میں ہلکی سی گھٹن بھی تھی۔ میں اچھل کر بستر سے نیچے اتر آئی۔ دل کانپ گیا تھا۔ شاید آگ لگی ہے اور شاید زاغ نے کچھ کردیا ہے۔ رات کو ارطن طلائی کی واپسی کے بعد دیر تک سوچتی رہی تھی کہ اب بے چارہ ابن زماد خطرے میں ہے۔ زاغ میرا یہ ٹھکانہ بھی ختم کرنے کی کوشش کرے گا اور اس نے رات کی کوشش میں ناکام ہو کر غصے کے عالم میں یہ کر بھی ڈالا تھا۔ میں وحشت زدہ ہو کر باہر نکل آئی۔ اندازہ درست تھا۔ باہر دھوئیں کے مرغولے نظر آرہے تھے۔ آہ۔ کچھ ہو گیا ہے۔ ضرور کچھ ہو گیا ہے۔ دھواں عمارت کے عقبی حصے سے اٹھ رہا تھا۔ میں اس طرف دوڑنے لگی۔ آگ کھلی جگہ روشن تھی۔ ابن زماد اس کے کچھ فاصلے پر کھڑا اس آگ کو خاموشی سے دیکھ رہا تھا

لیکن جو کچھ جل رہا تھا اسے دیکھ کر میرا دل ہل گیا۔ ان کاغذی اور روغنی تصویروں کو پچھلے دن ہی دیکھ چکی تھی۔ فن مصوری کے یہ نوادرات ایک جگہ ڈھیر تھے بیشتر جل چکے تھے۔ بیشتر جل رہے تھے اور ابن زماد ان کے قریب ساکت کھڑا تھا۔ میں اس کے قریب پہنچ گئی۔ میں نے رندھے ہوئے لہجے میں کہا۔

"آہ۔ یہ۔ یہ کیا ہوا ابن زماد۔ میں نے تمہیں ہوشیار کیا تھا۔ میں نے تم سے کہا تھا۔ آہ۔ تمہارا متاع حیات ضائع ہو گیا۔ یہ سب کیسے ہو گیا۔ انہیں باہر نکال کر کس نے آگ لگائی ہے؟"

"میں نے۔" ابن زماد پرسکون لہجے میں بولا۔

"مگر کیوں ابن زماد؟"

"اس کی دو وجوہات تھیں۔ اول تو یہ کہ اب یہ میری نہیں رہی تھیں۔ دوسرے بھی ان سے آشنا ہو گئے تھے۔ دوسری آنکھوں نے ان کا حسن دیکھ لیا تھا۔ ان کی پاکیزگی داغدار ہو گئی تھی۔ یہ فن سے انصاف نہیں تھا۔"

"دوسری وجہ؟" میں نے سوال کیا۔

"انہیں راکھ ہو جانے دو۔ پھر ہم انہیں پانی میں دفن کردیں گے تاکہ انہیں سکون مل جائے۔ ارے ہاں۔ بہت دیر ہو گئی ہے۔ مجھے بھوک لگ رہی ہے تم نے مجھے ناشتے کی بھی عادت ڈال دی ہے کب سے تمہارے جاگنے کا انتظار کر رہا ہوں۔"

"مجھے ایک بات کا یقین دلا دو ابن زماد............! پوری سچائی سے مجھے اس بات کا یقین دلا دو کہ یہ سب کچھ تم نے ہی کیا ہے؟"

"ہاں۔ تمہیں اس میں شک کیوں ہے۔ تم جانتی ہو میں جھوٹ نہیں بولتا۔"

"آہ۔ تب ٹھیک ہے۔ رات کو مجھے زاغ کا پیغام موصول ہوا تھا۔ رات کو اس کا ہرکارہ میرے پاس آیا تھا۔ اس نے مجھے دھمکی دی تھی۔ اس کا کہنا تھا کہ مجھ سے تعلق ہر چیز فنا ہو جائے گی اگر میں نے اس کا قرب نہ اختیار کیا۔ میرے دل میں یہی خیال آیا تھا کہ تمہارا صنم کدہ تمہاری جنت ہے وہ ختم ہو جائے تو تم خود بخود ختم ہو جاؤ گے۔ میں نے سوچا کہ شاید اس نے یہ مکروہ عمل کیا ہے۔"

"زاغ کا ہرکارہ تمہارے پاس آیا تھا؟"

"ہاں۔ میری خواب گاہ میں' میں تمہیں ارطن طلائی کے بارے میں بتا چکی ہوں۔" میں نے ابن زماد کو پوری تفصیل بتادی۔

"اس کا مطلب ہے کہ اب مجھے دروازے بند کرنے پڑیں گے۔ دنیا بھی عجیب ہے اتنی برائیاں دل میں ڈال دیتی ہے کہ اچھائیوں کا تصور ختم ہو جاتا ہے۔ اس نے میری حرم کا تقدس پامال کیا اور پھر دوبارہ تمہیں پریشان کرنے کی کوشش کی۔ ٹھیک ہے اب یہ دروازے بند ہو جائیں گے اور روشن جمال تم مطمئن رہو۔ اپنا نگار خانہ میں نے خود جلایا ہے۔ جاؤ اب ناشتہ تیار کرو۔"

میں اس کے حکم کی تعمیل کرنے چلی آئی تھی۔ آہ۔ کون سا دل لاؤں یہ سب کچھ برداشت کرنے کے لئے' لگتا ہے انسانوں کی دنیا سے واسطہ ہی نہیں رہا۔ ہر کردار اسرار کے پردوں میں پوشیدہ' ناقابلِ فہم انوکھا۔ ہر واقعہ دل ہلا دینے والا لیکن کسی کے بارے میں کچھ معلوم ہی نہیں ہوتا تھا۔ خود کو پتھر بنا لینا چاہتی تھی مگر پتھر نہیں تھی۔ اعصاب اس طرح کراہنے لگتے تھے کہ مرجانے کو جی چاہتا تھا۔ مصور نے اپنا فن خاکستر کر دیا وہ دنیا سے بیگانہ رہتا تھا نہ جانے اس نے اپنی کتنی عمران تصویروں کی تخلیق میں صرف کر دی تھی اور پھر خود ہی وہ مطمئن ہے۔ اس کے بعد زاغ وہ اب ابن زماد کا دشمن ہے وہ نہیں چاہتا کہ کوئی میرا سہارا بن جائے وہ مجھے ساری دنیا سے مایوس کر دینا چاہتا ہے۔ کیا زاغ ابن زماد کو قتل کر دے گا۔ کیا ابن زماد اس سے اپنا تحفظ کر سکے گا۔ ڈان ایرن نے ایک بار کہا تھا کہ وہ زاغ سے خوفزدہ نہیں ہے۔ اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا لیکن زاغ بہت شاطر تھا۔ ڈان ایرن اب اس دنیا میں نہیں تھا۔

ناشتہ تیار ہو گیا۔ میں نے اس ماحول میں کچھ بہتری پیدا کر دی تھی۔ ناشتہ اب میز پر لگایا جاتا تھا۔ اندرونی حصوں کو میں نے خوب چمکا دیا تھا۔ اس وقت بھی ناشتہ میز پر لگا کر میں ابن زماد کو اطلاع دینے چل پڑی لیکن وہاں حریمہ قدس کو دیکھ کر ششدر رہ گئی۔ شاید ابھی وہاں پہنچی تھی۔ مجھے اس کی چیختی ہوئی آواز سنائی دی۔ "کیوں ابن زماد۔ آخر کیوں؟" ابن زماد نے مسکرا کر کہا۔ "اس بات کا کوئی جواب نہیں ہے میرے پاس۔ کسی شے سے دل بھر جائے تو اس کا کچھ بھی کیا جا سکتا ہے۔"

"آہ۔ میں نے تو انہیں دیکھا بھی نہیں کیسی ہوں گی وہ۔ تم نے سب کچھ راکھ کر دیا۔"

آگ بجھ چکی تھی اور ابن زماد نے اب اس پر پانی ڈال دیا تھا۔ عجیب منظر تھا پھر حریمہ قدس نے مجھے دیکھ لیا۔ اس کی آنکھیں عجیب انداز میں مجھ پر جم گئی تھیں۔

"ناشتہ تیار ہو گیا۔" ابن زماد نے پوچھا۔

"ہاں۔ چلئے۔ آپ بھی آیئے محترمہ حریمہ۔" ابن زماد کے پیچھے پیچھے وہ بھی آئی شاید بالا بالا ہی ابن زماد تک پہنچ گئی تھی۔ اب اندرونی حصوں سے گزری تو ین پھاڑ پھاڑ کر ایک ایک شے دیکھنے لگی۔

"تمہاری تو تقدیر ہی بدل گئی ابن زماد! تمہارا گھر ہی نہیں لگتا حالانکہ تمہاری ی کی بے ترتیبی میں جو حسن پوشیدہ تھا وہ لازوال تھا۔" وہ رک کر مسکرائی پھر "میرا خیال ہے۔ اس کے بعد جب میں تم سے ملوں گی تو تم خود بھی نہ پہچانے دگے۔"

"آؤ ناشتہ کرو؟" ابن زماد میز کے گرد بیٹھتے ہوئے بولا۔

"شکریہ۔ میں ناشتہ کر چکی ہوں۔ مس روشن جمال نے تمہاری زندگی ہی بدل ہے۔"

"ہاں مجھے اس کا اعتراف ہے۔" ابن زماد نے کہا۔

"تمہارا صنم کدہ بھی یقیناً انہی کی معجز نمائی کا شکار ہو گیا۔"

"بالکل ایسی ہی بات ہے۔" ابن زماد کے انداز میں سادگی تھی۔

"بہت خوب۔ بعض لوگ بہت بڑے ساحر ہوتے ہیں' حالانکہ نظر نہیں آتے۔ ن جمال کے سحر نے ایک ساحر پر فتح پالی۔ اس پر.......... مجھ سے زیادہ خوش اور ہو گا۔ میں نے تو اس کی کوشش میں ساری زندگی خرچ کر دی۔" حریمہ قدس کے یں حسرت تھی! میں اس کا انداز سمجھ رہی تھی جبکہ ابن زماد اطمینان سے ناشتے صروف تھا۔ یوں لگتا تھا جیسے وہ حریمہ کی باتوں پر غور بھی نہ کر رہا ہو۔ اچانک اس ا۔

"حریمہ مجھے نئے رنگ درکار ہیں۔ برش اور کینوس بھی۔ کیا تم ان کا بندوبست ی ہو۔"

"برش اور کینوس بھی۔" حریمہ نے طنزیہ کہا۔

"ہاں' وہ بھی۔"

"تعجب ہے نئے رنگ تو سمجھ میں آتے ہیں لیکن برش اور کینوس بھی۔ اب آپ یں گے ابن زماد۔"

"کوئی مجھ سے یہ سوال کر دے تو میں اپنی طلب واپس لے لیا کرتا ہوں۔ یہ میری ی عادت ہے۔ چنانچہ تم اس فضول کام سے بری الذمہ۔ روشن جمال تم خاتون

قدس کو چائے تو پلاؤ۔ میں ذرا مصروف ہوں۔" وہ اٹھا اور واپس اندرونی حصے میں چلا گیا۔ حریمہ منہ کھول کر رہ گئی تھی۔ پھر وہ خود بھی اٹھ گئی۔ اس نے مجھے گھورتے ہوئے کہا۔

"میں نے عمر بھر اس کی پوجا کی ہے۔ پجارن اپنے دیوتا کو اتنی آسانی سے کسی کے حوالے نہیں کرتی۔ تمہیں ابن زماد کو حاصل کرنے کے لئے بہت مشکل مراحل سے گزرنا ہوگا روشن جمال۔ البتہ' خود مجھ سے بھی بہت بڑی غلطی ہوئی ہے۔ کاش میں تمہیں اسی وقت اپنے ساتھ رکھنے کا فیصلہ کر لیتی۔"

"بس یا اور کچھ کہنا ہے۔"

"تم اپنی کامیابی پر بہت مغرور ہونا۔"

"چائے پیو گی۔" میں نے حقارت سے پوچھا۔

"تمہارے ہاتھوں سے۔" اس کی آواز میں نفرت کی چنگاریاں تھیں۔

"اوکے' جاؤ۔ ثالث ظاہری کم از کم عورت کے معاملے میں ناتجربے کار شخص تھا ورنہ تم جیسی عورت کو خاص عورت نہ سمجھتا۔ اس نے تمہاری بہت تعریف کی تھی۔ میں تم سے بہت کچھ کہتی' بہت سی باتیں کرتی لیکن تم ذہنی طور پر بہت پست ہو حریمہ قدس' اس لئے جو کچھ میں تم سے کہوں گی وہ میری توہین ہوگی۔ بس اتنا ضرور سنتی جاؤ۔ ابن زماد کی عمر کچھ بھی ہو۔ وہ میرا باپ نہیں ہے لیکن ہم دونوں کے دلوں میں باپ اور بیٹی کے سے جذبے ہیں۔ اس نے مجھے خوش آمدید کہتے ہوئے کہا تھا کہ اس کا دل میرے لئے ایک باپ کی طرح کشادہ ہے۔"

"کیا؟" حریمہ قدس لرز گئی۔

"عورت' عام عورت۔" میں نے شدید حقارت سے کہا اور خود بھی دوسرے دروازے کی طرف مڑ گئی۔ اس کے بعد میں نے پلٹ کر اسے نہیں دیکھا تھا۔ مجھے شبہ تھا کہ وہ میرا تعاقب کرے گی۔ میرے کمرے کو تلاش کرے گی۔ اس لئے میں نے اپنے کمرے کا دروازہ بند کر لیا لیکن اس نے یہ سب کچھ نہ کیا اور غالباً چلی گئی۔ میں ایک آرام کرسی میں دراز ہو گئی تھی۔ ابن زماد پر واقعی حیرت تھی اس نے حریمہ سے نئے رنگ اور برش کی فرمائش کی تھی اور وہ واپس بھی لے لی تھی۔ اب شاید وہ اپنے اس نگار خانے میں نیا کام شروع کرنا چاہتا تھا لیکن اب کیا بنانا چاہتا تھا۔ نہ جانے کتنے طویل عرصے کی محنت ضائع کر دی تھی اس نے۔

☆------☆------☆

بہت دیر کے بعد میں باہر نکلی۔ سب سے پہلے باہر جا کر حریمہ قدس کی کار دیکھی۔ جا چکی تھی۔ پھر عادت کے مطابق ایک طویل چکر لگایا اور اس جگہ پہنچ گئی جہاں ابن ماد کی کاوشوں کی راکھ پڑی ہوئی تھی۔ میں نے ان تصویروں کو دیکھا تھا۔ بہت سی ویریں دیکھی تھیں لیکن جو کچھ ابن زماد کے نگار خانے میں دیکھا تھا وہ مختلف تھا۔ وہ رحقیقت وہ بولتی تصویریں تھیں یا پھر ان کا تاثر دل پر اس طرح حاوی تھا کہ وہ منفرد سوس ہوتی تھیں۔ اس وقت اس جلی ہوئی سیاہ راکھ کو دیکھ کر بھی دل پر وہی احساس اری ہو گیا تھا یوں لگ رہا تھا جیسے وہ سب سسک رہی ہوں یاس بھری نگاہوں سے مجھے یکھ رہی ہوں۔ آہستہ آہستہ کچھ کہہ رہی ہوں۔ میرے دل میں ایک دکھ سا پیدا گیا۔ تبھی عقب سے ابن زماد کی آواز ابھری۔

"مجھے بھی افسوس ہے لیکن گردش کائنات یہی ہے نئے آتے ہیں۔ پرانے چلے اتے ہیں۔ ایسا نہ ہوتا تو زمین کی وسعتیں ان سب کو کیسے سمیٹتیں۔ کرہ ارض یہ بوجھ یسے سنبھالتا۔ انسان کہاں رہتے۔ کیا کرتے کیسے جیتے؟"

"ہیلو!" میں نے بھاری آواز میں کہا۔

"آؤ۔ کہیں بیٹھ کر باتیں کریں گے۔" اس نے کہا اور میں اس کے ساتھ چل ی۔ ہم ایک پُرسکون گوشے میں آبیٹھے۔ ابن زماد نے کہا۔

"جو کچھ میں نے کیا اور اس کا بنیادی تصور ہے۔ اس نگار خانے میں ایک ایسا کام رنا چاہتا ہوں میں جو مصر کی قدیم تاریخ میں ہلچل مچا دے گا۔ کسی مصور نے یہ نہیں کیا رگا۔"

"وہ کیسے؟" میں نے سوال کیا اور ابن زماد مسکرا دیا۔ پھر بولا۔ "تم نے مجھے پنے ماضی کے بارے میں اس وقت تک کچھ نہیں بتایا تھا جب تک میں نے پوچھا نہیں ما۔ پھر میں نے تم سے سوال کیا تو تمہاری آنکھوں میں ماضی کے نقش نمودار ہو گئے رمیں نے انہیں لکیروں میں قید کر لیا۔ انا تم سلاطیہ ثانی۔ اگر تم نے کسی انوکھے عمل ے تحت ماضی کی تاریخ کے کسی عہد میں جنم لیا ہے تو تمہاری آنکھوں میں وہ نقش تحریر ال گے۔ تمہارے دماغ کے کمپیوٹر میں وہ ڈسک ضرور محفوظ ہوگی۔ میرے سوالات ے متحرک کریں گے اور میں اس دور کو نقش کروں گا۔ آہ۔ بالکل اس طرح جیسے وہ تھے۔ میں نے اسی بڑے کام کے لئے اپنا نگار خانہ خالی کیا ہے۔ اسی بڑے کام کے

لئے۔" اس کی آنکھیں نیم وا ہوگئیں۔ جیسے وہ ماضی میں جھانک رہا ہو' بہت دور تک دیکھ رہا ہوں۔ عین اس وقت مجھے ایک سایہ سا سر سے گزرتا ہوا محسوس ہوا' ساتھ ہی پروں کی غیر معمولی پھڑپھڑاہٹ بھی سنائی دی تھی۔ بے اختیار نگاہ اوپر اٹھ گئی اور میری ساری جان آنکھوں میں کھنچ آئی۔

سیاہ پرندہ ہمارے سروں سے گزر گیا تھا۔ آہ وہ شلاشلائی کے سوا اور کوئی نہیں تھا زاغ کا منحوس نشان جس کے نظر آنے کے بعد نحوست کا نزول لازمی ہوتا تھا۔ وہ برق جیسی رفتار سے پرواز کرتا ہوا آنکھوں سے اوجھل ہوگیا۔

ابن زماد مسلسل کچھ بول رہا تھا لیکن میری سماعت اسے قبول نہیں کر رہی تھی میں ماضی کے واقعات سے خوفزدہ تھی سب سے پہلے وہ پرندہ منوچہر خلازی کی الماری سے نمودار ہوا تھا۔ اس کے بعد وہ سالک جلال کی موت کا سبب بنا اس کے بعد لاتعداد واقعات اس کی نحوست سے وابستہ رہے۔ زاغ اس پرندے سے سراغ رسی کرواتا ہے پھر عمل کر ڈالا ہے۔ ابن زماد تصور کی دنیا سے نکل آیا اس نے مسکراتی نگاہوں سے مجھے دیکھا لیکن میرے چہرے پر نگاہ ڈال کر وہ سنجیدہ ہوگیا۔

"نہیں روشن جمال نہیں میری بچی اس میں تمہارے لئے خوف کا کوئی پہلو نہیں ہے اس تمام عمل سے تمہاری ذات کو نقصان نہیں پہنچے گا بلکہ وہ کہانی جو ابھی تمہارے اپنے ذہن میں موجود ہے خود تمہاری نگاہوں میں واضح ہوجائے گی مجھے اگر کامیابی حاصل ہوگئی تو اپنے دور سے روشناس ہوجاؤ گی۔"

"میں تمہاری باتوں سے خوفزدہ نہیں ہوں ابن زماد؟"

"کوئی اور خیال آگیا ہے تمہیں؟"

"ابھی جب تم مجھے اپنا مطمع نگاہ سمجھا رہے تھے تو وہ منحوس پرندہ ہمارے سروں سے گزرا تھا۔"

"کون سا منحوس پرندہ۔"

"شلاشلائی۔" میں نے سرسراتی آواز میں کہا اور وہ غور کرنے لگا پھر چونک کر بولا۔ "تمہارا خیال ہے کہ وہ میری تاک میں تھا۔"

"کمینے زاغ سے کچھ بعید نہیں۔ زاغ کا ہرکارہ اسی طرح اس کے لئے سراغ رسی کرتا ہے پھر زاغ کچھ کر ڈالتا ہے اب اسے علم ہے کہ تم میرے پشت پناہ ہو یہی تو چاہتا ہے وہ کہ کوئی میرا غمگسار نہ رہے اور میں اس کے رحم و کرم پر جا پڑوں میں اپنے

باپ کا مشن کمزور کردوں اور وہ احمد کمال سعدی سے اپنا انتقام لے سکے وہ یقیناً تمہیں ختم کرنے کی کوشش کرے گا۔"

"تم نے بروقت مجھے اس بات سے آگاہ کرکے اچھا کیا' یوں بھی وہ کبھی نہ چاہے گا کہ تم وقت سے قبل اپنے ماضی سے آگاہ ہوسکو آہ کاش تم مجھے اسی وقت اس پرندے سے آگاہ کردیتیں خیر کوئی بات نہیں میں نے کبھی کسی کو نقصان نہیں پہنچایا اس کے باوجود وہ احمق مجھے نقصان پہنچانے کی کوشش کرکے اپنے حق میں بہت برا کرے گا تم نے میرا مطلب سمجھ لیا؟"

"ہاں رنگوں اور لکیروں کا جادوگر ابن زماد میرے ذہن میں محفوظ ماضی کو کسی نہ کسی طرح تلاش کرے گا۔"

"یہی مقصد ہے میرا۔"

"میں خلوص دل سے حاضر ہوں۔ مگر میں جانتی ہوں تمہیں رنگ اور کاغذ وغیرہ درکار ہیں میں اس کے لئے خود کو پیش کرتی ہوں جس ہوٹل میں میرا قیام تھا وہاں میرے بہت سے سونے کے سکے محفوظ ہیں وہ اس مقصد کے لئے استعمال ہوئے تو مجھے خوشی ہوگی۔"

ابن زماد ہنسنے لگا پھر بولا۔ "اب تمہیں میرے نگار خانے میں داخل ہونے کی اجازت ہے وہاں جاؤ اور دیکھو رنگ برش اور ضرورت کی دوسری اشیاء وہاں کس قدر موجود ہیں۔"

"وہ کہاں سے آئیں؟"

"کیا تمہیں ان تازہ پھلوں اور ضروریات کی دوسری چیزوں پر حیرت نہیں ہوتی جو یہاں دستیاب ہوجاتی ہیں میں نے تمہیں اپنے ان دوستوں کے بارے میں بتایا تو تھا جو میری ضرورتیں جانتے ہیں اور مہیا کردیتے ہیں۔"

"مگر میں نے انہیں آتے جاتے نہیں دیکھا۔"

"صاحبِ ظرف ہیں کسی پر عیاں نہیں ہوتے کسی کو خبر نہیں ہونے دیتے۔" وہ پُراسرار انداز میں مسکرانے لگا پھر ہنس کر بولا۔ "اور وہ بے چاری حریمہ قدس احمق ہے بالکل احمق!"

ابن زماد نے میرے انکشاف کا نوٹس نہیں لیا تھا وہ لاابالی انسان تھا مجھے اب تک اسی طرح کے لوگ ملے تھے۔ تنہائی میں سوچیں ہی ساتھی ہوتی ہیں اور سوچوں میں

خالد بھی ہوتا تھا اور اب تو وہ بھی ایک بھولی بسری یاد کی طرح تھا نہ جانے کہاں گم
دوبارہ کبھی نظر بھی آئے گا یا نہیں اس کے نتائج ثالث ظاہری نے بتادیئے تھے بات سمجھ
میں بھی آتی تھی بہرحال اب تو تنکوں کے سہارے بھی قیمتی تھے۔

ابن زماد نے شاید تیاریاں مکمل کرلی تھیں مجھے اس عمارت میں لے گیا اس کے
بیان کے مطابق مصوری کا تمام سامان موجود تھا بہت سے بورڈ نظر آرہے تھے جن پر
سادہ کینوس لگے ہوئے تھے میرے لئے ایک کرسی رکھی گئی تھی جس کے سامنے قد آدم
آئینہ نظر آرہا تھا اس آئینے کے دونوں طرف دو اور آئینے رکھے ہوئے تھے ابن زماد
نے مجھے کرسی پر بیٹھنے کا اشارہ کیا اور پھر مسکرا کر بولا۔

"اس ناقابل یقین کام کی ابتدا کررہا ہوں اور کامیابی کا خواہش مند ہوں طریقہ
کار یہ ہے کہ اس آئینے میں خود کو دیکھو لیکن توجہ اپنی آنکھوں پر مرکوز رکھو میں تم سے
جو کچھ پوچھتا جاؤں اس کا جواب دیتی جاؤ کیا تم تیار ہو؟"

"ہاں ابن زماد۔"

"ہم سیت کے دور کی بات کرتے ہیں۔ فراعنہ کے دربار' امراء اور رؤسا سے
آراستہ' مصر کے گلی کوچے بازار سجے ہوئے اور ایک مشکل وقت جب اناتم سلاطیہ پر
انکشاف ہوا کہ اس کے ہاں پیدا ہونے والی بچی جس شخص کی اولاد ہے وہ تاریخ کی
قدیم شخصیت نہیں بلکہ نئی دنیا کا ایک انسان ہے جو اپنی صلاحیتوں کی بناء پر خود کو تاریخ
میں ضم کرنے میں کامیاب ہوگیا ہے جانتی ہو وہ معصوم بچی کون تھی؟"

"میری معلومات کے مطابق وہ معصوم بچی میں تھی لیکن وہاں کیا تھا ماحول کیسا تھا
میری نظر میں نہیں آسکا۔" ابن زماد پھر بولا۔ "بچی کچھ اور بڑی ہوئی اس نے دیکھا
اس نے سوچا اس نے محسوس کیا وہ خود کو کیا پاتی تھی۔ آہ۔ وہ خود کو کیا پاتی تھی۔"
اس کی آواز پھٹ گئی اور پھر اس نے دونوں ہاتھوں سے سر پکڑ لیا۔

میں نے آئینے سے نگاہ ہٹا کر اس پر جمادی تھی وہ تھکا تھکا نڈھال نظر آرہا تھا بہت
دیر تک وہ اسی طرح بیٹھا رہا پھر جب اس کے جسم میں جنبش نہ ہوئی تو میں نے کہا۔ "کیا
میں اپنی جگہ بیٹھی رہوں؟" اس نے آہستہ سے گردن اٹھائی مجھے دیکھا پھر مضمحل
مسکراہٹ سے بولا۔ "ہاں اب تمہاری وہاں موجودگی ضروری نہیں ہے میرا یہ تجربہ
ناکام رہا ہے اس کی وجوہات ہیں۔ فطری وجوہات ہیں۔"

"کیا؟"

"تم اس وقت اتنی چھوٹی تھیں کہ تمہاری کوئی سوچ نہیں تھی کوئی احساس نہیں
تھا کسی ماحول کو سامنے لانے کے لئے پختہ تصور کی ضرورت ہوتی ہے آہ کاش یہ تجربہ
کامیاب ہوجاتا کاش؟"

میں تاسف سے اسے دیکھنے لگی پھر میں نے کہا۔ "تم نے اس تجربے کے لئے اپنی
تصویروں کو تباہ کردیا۔"

"نہیں ان کی جگہ دوسرے جہاں آباد ہوجائیں گے نئی مصروفیتیں تلاش کرلوں گا
میں افسوس میں تمہارا ماضی تمہارے سامنے نہ لاسکا اگر برا نہ مانو تو مجھے یہیں چھوڑ دو
تم آرام کرو تھک گئی ہوگی۔"

☆======☆======☆

اس رات وہ کھانے میں بھی میرے ساتھ شریک نہیں تھا مجھے اس کے دکھ کا
احساس تھا مگر یہ اس کا معاملہ تھا میں تو اس بارے میں کچھ بھی نہیں جانتی تھی میں اس
کی وجہ سے افسردہ تھی۔ دوسری صبح وہ ناشتے پر بھی نہ آیا اس عمارت سے ہی باہر
نہیں نکلا تھا اور میں اس کی اجازت کے بغیر اُدھر کا رخ بھی نہیں کرنا چاہتی تھی ہر طرح
کی مراعات کے باوجود ایک حد قائم رکھنا اچھا ہوتا ہے۔ ناشتے کے بعد احاطے میں نکل
آئی یہاں ہم دونوں کے سوا مستقل مکینوں میں یہ بطخیں ہی تھیں۔ اس مختصر وقت میں
ہی وہ مجھ سے بہت مانوس ہوگئی تھیں مجھے دور ہی سے دیکھ کر کنارے پر سمٹ آتی تھیں
میں ان کے قریب پہنچ کر ڈبے سے بسکٹوں کے ٹکڑے نکال کر ان کے سامنے ڈالنے
لگی۔ دیر تک یہ مشغلہ جاری رہا یہاں تک کہ بسکٹ ختم ہوگئے میں نے خالی ڈبہ ایک
طرف اچھال دیا اور طائرانہ نگاہوں سے احاطے کو دیکھنے لگی اس دوران ایک بار
احاطہ صاف کیا تھا پورا دن صرف ہوگیا تھا لیکن اجاڑ جگہ بھی پررونق ہوگئی تھی اسے
اور درست کرنے کے بارے میں سوچنے لگی پھر میری نگاہ سامنے اٹھ گئی ابن زماد اُدھر
آرہا تھا دور سے ہی میں نے اس کا جائزہ لیا اس نے خود کو سنبھال لیا تھا اور اب
تروتازہ نظر آرہا تھا۔ میں استقبالیہ نظروں سے اسے دیکھنے لگی لیکن اس کے بائیں سمت
کے ایک درخت سے شلاشلائی نے غوطہ لگایا اور بے حد کریہہ چیخ کے ساتھ ابن زماد پر
حملہ آور ہوگیا۔ اس نے اپنے پنجے اس کے سینے پر گاڑے اور بھیانک چونچ سے ابن
زماد کا نرخرہ پکڑ لیا ابن زماد لڑکھڑایا پھر سنبھل کر اس نے پرندے کو پکڑ لیا وہ اِدھر
اُدھر ڈولتے ہوئے پرندے کو خود سے علیحدہ کرنے کی کوشش کررہا تھا خونخوار پرندہ

پروں کو پھڑپھڑاتے ہوئے مسلسل کریہہ انداز میں چیخ رہا تھا۔
میرے حلق سے وحشت ناک چیخیں نکلنے لگیں میں پاگلوں کی طرح بھاگی اور ا
کے قریب پہنچ گئی۔ دماغ میں کچھ نہیں تھا بس کسی طرح ابن زماد کو اس خونی پرند
سے بچانا چاہتی تھی میں نے اس کے پھیلے ہوئے پر پکڑنے کی کوشش کی مگر وہ بے
چکنے اور سخت تھے میرے ہاتھ انہیں گرفت میں نہ لے سکے میرے حلق سے بھی جذبا
انداز میں مسلسل چیخیں نکل رہی تھیں جب پروں پر میری گرفت قائم نہ ہو سکی تو می
نے اس کے جسم کو ہاتھ میں پکڑ کر پوری قوت سے کھینچا اس بار میں کامیاب ہو گئی تھ
لیکن اس کے پنجوں اور چونچ کے ساتھ ابن زماد کی کھال کسی کاغذ کی طرح اتری چ
آئی تھی وہ کسی تصویر کی طرح پھٹ گیا تھا جہاں سے یہ تصویر پھٹی تھی وہاں سے ا
کے خدوخال غائب ہو گئے تھے پرندہ پھر میرے ہاتھ سے چھوٹ گیا اور اس بار جب می
نے اسے کھینچا تو ابن زماد کے جسم کے دوسرے پرزے کھنچ آئے البتہ اس بار پرند
اس پر نہ لپکا بلکہ کریہہ آوازیں نکالتا ہوا اوپر اڑتا چلا گیا میں اس کے بجائے ابن زماد
دیکھ رہی تھی میں نے اسے اپنی طرف آتے ہوئے دیکھا تھا ذرہ بھر شبہ نہیں تھا ا
بات میں خونی پرندے نے میرے سامنے اس پر حملہ کیا تھا لیکن اب وہ تصویر کی طر
پھٹا پڑا تھا اس کے پرزے ہوا میں منتشر ہو رہے تھے۔ نہ خون کا کوئی قطرہ تھا نہ گوشت
پوست کا کوئی نشان۔ میرا سر چکرانے لگا اور میں گرنے کے قریب ہو گئی اسی وقت کچھ
فاصلے سے مجھے آواز سنائی دی۔

"روشن جمال۔" میں نے سہم کر دیکھا آہ وہ بھی ابن زماد ہی تھا جو سامنے سے
آرہا تھا۔ وہ بڑے سکون سے چلتا ہوا میرے قریب پہنچا اور پھر اچانک رول ہو گیا بالکل
اسی طرح جیسے کوئی مڑی ہوئی تصویر کھل کر دوبارہ رول ہو جاتی ہے پھر وہ مجھے تیسری
بار اسی طرح سامنے سے آتا ہوا دکھائی دیا اور میرے قریب پہنچ کر رول ہو گیا میرے
پاؤں بے جان ہو گئے بے ہوش تو نہیں ہوئی لیکن اعصاب جواب دے گئے تھے گرنے
کے سے انداز میں بیٹھ گئی بدن پر رعشہ طاری تھا اسی عالم میں وہ چوتھی بار آتا ہوا نظر
آیا اس بار وہ میرے قریب کھڑا رہا۔ پھر نرم لہجے میں بولا۔ "روشن جمال اٹھو یہاں
سے اٹھو یہ بیٹھنے کی جگہ نہیں ہے آؤ میرے ہاتھ کا سہارا لو۔" اس نے ہاتھ آگے بڑھایا
اور میرا داہنا ہاتھ بے اختیار اوپر اٹھ گیا گرم جاندار طاقتور ہاتھ نے مجھے سہارا دے کر
کھڑا کر دیا۔ "نہیں میرے جگر گوشے تم اتنی کمزور نہیں ہو خود کو سنبھالو۔" اس کی نرم

آواز ابھری۔
"وہ۔ وہ" میرے حلق سے چیخ سسکی کے ساتھ نکلی اور نہ جانے کون سے جذبے
بے اختیار ہو کر میں اس کے سینے سے جا لگی میری سسکیاں کوشش کے باوجود نہیں
رکی تھیں بری طرح رونے لگی تھی میں۔ وہ میرے سر کے بالوں میں ہاتھ پھیرنے لگا
بڑی شفقت تھی اس لمس میں چند لمحات کے بعد میں نے خود پر قابو پا لیا اس نے میرا بازو
پکڑ کر آگے بڑھتے ہوئے کہا۔

"آؤ کہیں بیٹھیں آؤ تمہیں اندازہ ہو چکا ہے کہ زعورس میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتا
ہاں اس نے اپنے اور میرے درمیان سے وہ اخلاقی دیوار گرا دی ہے جس کے تحت
میں اس کے خلاف کچھ کرتے ہوئے ہچکچاہٹ محسوس کرتا آؤ۔" ہم اس جگہ سے کچھ
فاصلے پر جا بیٹھے مجھے اس کی باتوں سے ڈھارس ہوئی تھی ان تمام واقعات کے پیشِ نگاہ
اور آخر میں شلاشلائی کو دیکھ کر مجھے یہ شبہ ہو گیا تھا کہ زاغ کچھ نہ کچھ ضرور کرے گا
اور ایسا ہی ہوا تھا لیکن زاغ کی ناکامی نے ہمت بڑھا دی ابن زماد خود بھی بہت کچھ تھا
اس نے کہا۔

"اب مجھے حق حاصل ہے کہ میں اس کے خلاف کچھ بھی کر لوں ویسے میرے
ذہن کی تصدیق ہو گئی وہ معمولی عقل رکھتا ہے اگر وہ بہت ذہین ہوتا تو اسے علم ہوتا کہ
میں کون ہوں؟ ہم پہلے ہی اس کا تجزیہ کر چکے تھے جیسا سوچا تھا ویسا ہی نکلا۔"

"تم کون ہو ابن زماد؟" میں نے بے اختیار سوال کر دیا۔

"ایں؟" وہ چونک پڑا۔

"اتنی محبت اتنا اعتماد اتنا پیار دینے کے بعد تم بھی میرے ساتھ دوسروں جیسا
رویہ روا رکھو گے مجھے میرے مقام سے آگے نہیں بڑھاؤ گے مجھے تمہارے بارے میں
کچھ نہیں معلوم ہو گا۔"

"میری داستان تمہارے لئے بے مقصد ہے تمہاری کہانی میں میرا کردار کہیں
نہیں آتا۔"

"پھر بھی میں جاننا چاہتی ہوں اگر تم مجھے اس قابل سمجھو۔"

"نہیں روشن جمال تم خود تاریخ کا ایک دلچسپ کردار ہو ناقابلِ فہم اور الجھا ہوا
میرے اور تمہارے درمیان تاریخ کا قدیم رشتہ ہے لیکن ایک خوف ہے مجھے۔"

"کیا؟"

"میرے بارے میں جان کر تمہیں ایک مایوسی کا احساس ہوگا تم بد دلی کا
ہو جاؤ گی۔"

"نہیں ایسا نہیں ہوگا۔"

"غیر شعوری طور پر ہوگا تاہم تمہاری خواہش ہے تم جانو مجھے جاننا چاہتی ہو؟

"ہاں!" میں نے کہا اور وہ اچانک جہاں بیٹھا تھا اسی جگہ لیٹ گیا اس نے
پاؤں پھیلا دیئے اور پھر وہ رول ہونے لگا وہ کسی کاغذ کی طرح لپٹ گیا تھا کسی ہلکے
کاغذ کی مانند۔ اس کا وجود دوسری طرف سے پیلے بھدے بوسیدہ کاغذ کی شکل ا
کر گیا اس کے اندر اس کے خدوخال تھے۔

مجھ پر سکتہ طاری ہو گیا میں پھٹی پھٹی آنکھوں سے ہوا سے لرزتے ہوئے اس
کو دیکھ رہی تھی کچھ دیر وہ اسی طرح پڑا رہا پھر آہستہ آہستہ کھلنے لگا اس کے بعد
کر بیٹھ گیا اب وہ اصل حالت میں تھا۔

"میں ابن زماد ہوں پتہ نہیں تاریخ کے کون سے دور میں میرا نام آتا ہے۔
تاریخ اور سنین سے واقفیت نہیں ہے نہ ہی میں نے سنین میں خود کو تلاش کیا مجھے
سے کبھی دلچسپی نہیں رہی وہ بھی کسی فرعون ہی کا دور تھا۔ ابن زماد چرواہے کا ب
بہت چھوٹی سی عمر میں اس پر ذمے داریوں کا بوجھ آپڑا تھا۔ اس کا باپ سانپ
کاٹنے سے ہلاک ہو گیا ماں اور تین بھائیوں کی پرورش کا بوجھ بہت چھوٹی عمر میں ا
سنبھالنا پڑا لیکن اس نے بھیڑوں کے ساتھ جنگلوں سے دوستی کر لی درختوں اور
سے اس کی شناسائی ہو گئی۔ ان کے درمیان اس کی دنیا آباد ہو گئی وہ ان میں
ہو گیا۔ ہوائیں جہاں جہاں سے گزرتیں وہاں کی کہانیاں سناتیں اسے سارے جہاں
بارے میں معلوم ہو گیا تھا انہی ہواؤں نے درختوں کے بجتے ہوئے پتوں کی آواز
اسے طنابیہ کی داستان سنائی اس کے حسن و جمال کی ایسی تصویر کھینچی کہ وہ اس پر فر
ہو گیا۔ اس کی آنکھیں طنابیہ کو تلاش کرنے لگیں۔ اس کے دوستوں نے اسے آز
پایا تو اسے مشورہ دیا کہ وہ اپنی محبوبہ کا بت تراشے وہ بت تراشی نہیں جانتا تھا لیکن
کے دوست بہت کچھ جانتے تھے۔ انہوں نے اسے بت تراشی سکھائی اور اس نے طن
کو پتھروں سے تخلیق کیا اس تخلیق پر اسے اتنا پیار آیا کہ اس نے ہر پتھر کو طنابیہ
روپ دینا شروع کر دیا اس نے پھولوں سے رنگ حاصل کئے اور طنابیہ کے وجو
رنگین کر دیا بت تراشی میں اسے کمال حاصل ہوتا چلا گیا کیونکہ اس میں اس کی آ

اس کا عشق پوشیدہ تھا۔ پتھر اس سے باتیں کرنے لگے بالکل اسی طرح جیسے درختوں کے
پتوں سے اس کی شناسائی تھی اور جیسے زمین پر اگی ہوئی کونپلیں اس سے ہمکلام ہوتی
تھیں تب ایک بار فرعون وقت کا اُدھر سے گزر ہوا اور اس نے جو پہاڑی چٹانوں کو
بولتے دیکھا تو ششدر رہ گیا اسے جستجو ہوئی اور اس نے ان چٹانوں سے ابھرنے والے
بتوں کے خالق کی تلاش کی۔ میرا اس کے سامنے آجانا کوئی انوکھی بات نہیں تھی
لیکن اس نے بہتر نہ کیا اس نے مجھ سے سوالات کئے تو میں نے اسے بتایا کہ میری
تخلیقات امر ہیں انہیں زوال نہیں ہے تب اس کے ذہن میں خیال آیا کہ کیوں نہ وہ
اپنے آپ کو تخلیق کرائے اور میرے فن کو استعمال کر کے خود کو زندہ جاوید کرے
لیکن مجھے اس سے عشق تو نہیں تھا میں نے اس کے بت تراشنے سے انکار کر دیا تو اس
نے مجھے قید کر دیا مجھے طنابیہ سے دور کر دیا لیکن طنابیہ تو میرے وجود میں بس گئی تھی
میں نے اپنے قید خانے میں اسے نقش کر لیا۔ دیواریں کھرچ کھرچ کر میں نے وہاں
طنابیہ کو اپنی نگاہوں کے سامنے اتار لیا میرا فن جاوداں ہوتا چلا گیا اور پھر فرعون وقت
کو جب میرا خیال آیا تو اس نے مجھے قید خانوں میں آکر دیکھا وہاں بھی اسے طنابیہ نظر
آئی وہ بے چین ہو گیا مجھے موت نہیں دینا چاہتا تھا وہ لیکن اپنے آپ کو مجھ سے تخلیق
کرا کے امر کر دینا چاہتا تھا میری داستانیں دور دور تک پھیل گئی تھیں۔ اس نے مجھ
سے ہر طرح کی سودے بازی کی مجھے رہنے کے لئے محل دیا عیش و عشرت کی زندگی دی
اور یہ چاہا وہ میرے ہاتھوں سے دوبارہ تخلیق ہو جائے۔ تصویر کی شکل کا یہ فن مجھے کیا
کیا دے سکتا ہے چنانچہ میں نے ان تمام نقوش کو ترتیب دیا جو مجھے آزادی دے سکتے
تھے میں نے دوسری تصویریں بنانا شروع کر دیں بُت تراشی کے لئے میرے پاس
انتظامات نہیں تھے چنانچہ میں نے رنگ اور برش استعمال کئے جو اس وقت اس شکل
میں نہیں تھے لیکن میں جانتا تھا کہ وہ میرے لئے کتنے کار آمد ہو سکتے ہیں اور اس کے بعد
جب میں نے اپنے وجود کا ذرہ ذرہ اپنے فن کو بخش دیا تو فن نے مجھے نئی نئی راہیں دکھانا
شروع کر دیں۔ میری تصویریں، میری تخلیقات مجھے بتانے لگیں کہ مجھے عمر جاوداں کیسے
حاصل ہو سکتی ہے۔ میں نے اپنے آپ کو نقش کیا اور اس کے بعد بآسانی فرعون وقت
کے چنگل سے نکل آیا۔ اب میرے لئے دنیا کے دروازے کھلے ہوئے تھے فرعون نے
میرے فرار کے بعد اپنی ساری سپاہ کو میری تلاش پر لگا دیا جگہ جگہ سے مجھے گرفتار کیا
گیا سزائیں دی گئیں لیکن یہ میں نہ تھا میرے بنائے ہوئے نقش تھے اور فرعون وقت

میرے اصل کی تلاش نہ کرسکا میرے نقش میری ہی مانند تھے میری جیسی سوچوں کے
حامل میرے جیسے عمل میں کامل وہ میری طرح اپنے نقش تراش سکتے تھے بنا سکتے تھے میں
جگہ جگہ موجود تھا اور جب فرعون وقت میرے اصل وجود کو نہ پاسکا تو شدت غم سے
دیوانہ ہوگیا۔ اس نے خودکشی کرلی مگر ابن زماد اب اپنی ذات میں یکتا ہوگیا تھا فن
مصوری میں اگر تاریخ کے اوراق کھنگالو تو ابن زماد کا نام تمہیں ایک پُراسرار مصور کی
حیثیت سے نظر آئے گا اور یہ بات میں صرف تمہیں بتا رہا ہوں روشن جمال کہ بالآخر
ابن زماد نے اپنی محبوبہ کی آغوش میں دم توڑ دیا۔ ایک ویران پہاڑی سلسلے میں پتھر سے
تراشی ہوئی ایک چٹان جو طنابیہ کا وجود رکھتی تھی اس کا مرقد بن گئی اور اس کی بنائی
ہوئی تصاویر جن کی تعداد ناقابلِ یقین تھی کائنات کے گوشے گوشے میں سرگرداں
ہوگئیں وہ تصاویر خود اپنے آپ کو تخلیق کرسکتی تھیں اور ان میں وہی تمام صفات
موجود تھیں جو ابن زماد میں تھیں۔ نہ جانے کتنی تصویریں موجود تھیں اور کس کس
طرح ضائع ہوگئیں میں بھی اس کی بنائی ہوئی تصویر ہوں اگر تم میرے وجود کو ابن زماد
کے طور پر تسلیم کرسکو تو تسلیم کرلو اور اگر نہ مانو تو اس کا بنایا ہوا ایک نقش سمجھ لو۔
رنگ اور برش میرے ہاتھوں میں کائنات کی ہر کہانی تحریر کرتے ہیں۔ مجھ میں وہ تمام
خوبیاں موجود ہیں جو ابن زماد میں تھیں میں خود اپنی بے شمار تصویریں تراش سکتا ہوں
بنا سکتا ہوں اور میری بنائی ہوئی ہر تصویر میں ابن زماد کا عکس موجود ہوگا شاید تمہیں
اس داستان سے الجھن ہو رہی ہو لیکن یہی سچائی ہے تم نے خود بھی دیکھا بے شمار
تصویریں موجود ہیں میں اگر سو بار بھی مٹ جاؤں تو ابن زماد کے وجود میں زندہ رہوں
گا اور تصویریں تخلیق کرتا رہوں گا مجھ میں تمام انسانی صفات ہیں جو ابن زماد میں تھیں
لیکن اگر میں خود ہی اپنی حقیقت کو اپنے آپ پر طاری کروں تو تم نے دیکھ لیا کاغذ کا
ایک ٹکڑا ہوں بوسیدہ 'قدیم' جو ہلکی سی ہوا سے اڑتا ہوا نہ جانے کہاں سے کہاں جاسکتا
ہے اور مجھے یقین ہے روشن جمال کہ اب تمہیں شدت سے اس بات کا غم ہوگا کہ تم
کسی زندہ وجود کے ساتھ نہیں ہو بلکہ ایک تصویر کے ساتھ جی رہی ہو۔ مجھے اس کے
عکس میں جینا ہے یہ ایک مصور کا نام ہے جو نہ جانے کتنی صدیاں دیکھے اور فنا ہو فن
اسی کو کہتے ہیں انسان اگر فن کار ہے تو جئے گا صدیوں جئے گا۔"

میں آنکھیں پھاڑے ہوئے اسے گھور رہی تھی جو کچھ وہ کہہ رہا تھا وہ ایک
پُراسرار کہانی تھی ناقابلِ یقین ہوش و خرد سے عاری کردینے والی لیکن اس کا ثبوت

ابھی چند لمحات قبل جب شلاشلائی نے اس پر حملہ کیا تھا اور وہ کاغذ کی طرح پھٹ گیا
تھا۔

میں نے دونوں ہاتھوں سے سر پکڑ لیا چہرہ جھکا لیا وہ بھی کچھ نہ بولا بہت دیر تک
سوچتا رہا پھر مجھے اس کی ہنسی کی آواز سنائی دی اور میں نے گردن اٹھا کر اسے دیکھا وہ
آہستہ سے بولا۔ "اور تم نے میرے لئے سوچ کی ایک نئی راہ کھولی ہے روشن جمال۔
آہا یہ مشغلہ تو نہایت دلچسپ ہوگا واہ گویا زعورس ابن طہابی کے لئے اس کی یہ کاوش
ہاں تسلسل بن گئی اب وہ مصیبتوں کا شکار ہوجائے گا روشن جمال اب وہ درحقیقت
مصیبتوں کا شکار ہوجائے گا۔ میں اپنے آپ کو اس دلچسپ مشغلے سے باز نہیں رکھ سکتا
میرا دل چاہتا ہے کہ وہ کروں جو میرے ذہن میں آیا ہے۔"

میں نے ایک گہری سانس لے کر اسے دیکھا وہ مسکرا رہا تھا مردانہ حسن و جمال کا
مرقع' جسے دیکھ کر حریمہ قدس صرف نو سال کی عمر میں اس پر فریفتہ ہوگئی تھی اور آج
تک اس کی یاد میں جی رہی تھی لیکن یہ ایک زندہ وجود نہیں ہے ایک تصویر ایک مصور
کا شاہکار ایک عشق کی داستان' طنابیہ کے بارے میں اس نے کہا تھا کہ اس نے طنابیہ
کی کوئی تصویر نہیں بنائی بلکہ اسے دل میں رکھا ہے سچ تو ہے جب ایک مصور نے اپنا
وجود ہزاروں تصویروں میں منتقل کردیا تو اس کی سوچ اس کا عمل وہی ہوتا جو مصور کا
تھا۔

☆======☆======☆

ابن زماد میری سوچوں سے بے نیاز اپنی سوچوں میں گم تھا اس نے کہا۔ "اور اگر
تمہاری بھی ایسی ہی تصویریں متحرک ہوجائیں روشن جمال جس طرح میں ابن زماد کی
شکل میں بھٹک رہا ہوں اور میرا کچھ نہیں بگاڑا جاسکتا تو کیا وہ بے حقیقت احمق تمہیں
تلاش کرسکے گا کیا تمہارے لئے وہ خطرات باقی رہ جائیں گے جن سے تم دوچار ہو؟"

اس کے الفاظ میرے ذہن تک پہنچے تو ایک بار پھر میں اچھل پڑی میں نے کپکپاتی
ہوئی آواز میں پوچھا۔ "کیا کہہ رہے ہو ابن زماد میری سمجھ میں کچھ نہیں آیا؟"

ابن زماد میٹھی مسکراہٹ کے ساتھ مجھے دیکھ رہا تھا پھر اس نے کہا۔ "ہاں میں
تمہاری اپنی جیسی لاتعداد تصویریں تراش سکتا ہوں تمہارا وجود ان تصویروں میں
متحرک ہوگا لوگ تمہیں دیکھیں گے اور صرف روشن جمال سمجھیں گے تمہیں روشن
جمال ہی کی حیثیت سے ہر جگہ جانا جائے گا لیکن تمہارا اصل کہیں اور ہوگا وہ بھٹکتے

رہیں گے۔ اور یقیناً زاغ بھی تمہیں نہ پاسکے گا تم نے دیکھا کہ وہ مجھے ہی نہ پاسکا اور ار
نے اپنی کاوشیں مجھ پر باعمل کردیں۔ بولو روشن جمال کیا تمہیں یہ دلچسپ تجربہ منظو
ہے؟"

ہرچند کہ میں ابن زماد کی کہانی جان کر کچھ عجیب سی کیفیت کی شکار ہوگئی تھی لیکن
وہ جو کچھ کہہ رہا تھا وہ اتنا دلچسپ تھا کہ میں اپنے آپ کو ان الفاظ کے سحر سے آزاد
کرسکی میں نے سرسراتی آواز میں کہا۔ "یہ تو ایک انوکھا تجربہ ہوگا کسی ذی روح کی
زندگی میں جیسے میں..........؟"

"ہاں ابن زماد نے اپنی اصل کو کہیں ایسی جگہ پوشیدہ کرلیا تھا جہاں فرعون وقت
اسے پانہ پاسکے اور وہ پاگل بادشاہ اسے جگہ سے جگہ گرفتار کرکے موت کی سزائیں
دے رہا تھا۔ موت تو ابن زماد کو ملی لیکن اس کی پتھریلی محبوبہ کی آغوش میں اس کی پسند
کے مطابق اور اس کے باوجود اس کی تصویریں اس کی جگہ پُر کئے رہیں نہ جانے کتنی
صدیوں سے آج تک۔"

"اس کا مطلب ہے ابن زماد' اس کی بے شمار تصاویر متحرک ہیں کیا سرزمین مصر
کے کسی اور گوشے میں بھی اس کی کوئی تصویر تمہاری طرح زندگی گزار رہی ہوگی؟"

"نہیں اگر ایسا ہوتا تو اس کا تعلق مجھ سے ہی ہوتا ہم سب ایک دوسرے سے
واقف ہوتے میرے علاوہ اب اس کی کوئی اور تصویر کہیں موجود نہیں ہے کیونکہ بقیہ
تصویریں میں نے ہی بنائی ہیں۔"

"تمہارا مطلب ہے کہ اب اس کی اصل تم ہی ہو۔"

"اصل تو نہیں ہوں تم دیکھ چکی ہو روشن جمال لیکن اس کی بقیہ تصویریں فنا
ہوگئیں ہاں میں نے ہی چند تصاویر بنائی ہیں اور یہ بھی صرف ایک اتفاق ہے ورنہ
زعورس کا پرندہ اگر مجھے تباہ کردیتا تو شاید ابن زماد کا نام ختم ہوجاتا لیکن ابھی صدیاں
درکار ہیں میں نے البتہ اپنی تصویریں کافی تعداد میں تیار کرلی ہیں اور وہ میرے پاس
محفوظ ہیں۔"

"کیا اسی نگار خانے میں؟"

"نہیں احتیاطاً میں نے انہیں کہیں اور محفوظ کیا ہے؟"

"تم نے ابھی کہا تھا کہ تم میری تصویر بنادوگے۔"

"ہاں تم سے جو لگاوٹ' جو انسیت میرے دل میں بیدار ہوگئی ہے روشن جمال

کے تحت میں ایسا کروں گا اگر ثالث ظاہری بھی کچھ وقت یہاں قیام کرتا اور جنون
کار نہ ہوتا تو شاید میں اسے اس طرح نہ مرنے دیتا بہرحال وقت کا عمل سب سے بڑا
ام رکھتا ہے کون جانے کب میری آخری تصویر بھی ضائع ہوجائے اس کے بعد ابن
اد کا نشان کم از کم اس جیتی جاگتی دنیا میں نہ رہے گا وہ فنا ہوکر بھی صدیوں سے اس
نات کو دیکھ رہا ہے اس میں جما رہا ہے آخری تصویر نہ جانے کب فنا ہوجائے اس
بارے میں' میں بھی نہیں جانتا۔"

میں گہری گہری سانسیں لے کر گردن جھٹکنے لگی پھر میں نے پھیکی سی مسکراہٹ
ساتھ کہا۔ "تب تو تم نے سچ ہی کہا ابن زماد نہ تمہارا کوئی مذہب ہے نہ فلسفہ' نہ
اری ضرورت تم بھلا حریمہ قدس کی محبت کیسے قبول کرسکتے تھے لیکن جو کچھ تم کھاتے
ہو اور جس طرح تم ایک زندہ انسان کی حیثیت سے بسر کرتے ہو وہ باعثِ حیرت
ہے۔"

"یہ بھی نہ کہو بس یوں سمجھ لو یہ تمہاری پذیرائی تھی اور وہ بھی ثالث ظاہری
حوالے سے کہ وہ ایک بلند پایہ انسان تھا۔"

"مگر اس طرح ایک اور سوال پیدا ہوتا ہے ابن زماد۔"

"پوچھو۔ جب میں نے تمہیں اپنی داستانِ حیات بتادی ہے تو بھلا اس کے بعد
ی اور سوال نہ بتانا کیا معنی رکھتا ہے۔"

"کیا ایک تصویر ہونے کے باوجود تمہارے سینے میں دل ہے اس دل میں محبت
' دوستی کا جذبہ ہے جیسے ثالث ظاہری کے بارے میں تم نے اپنے جذبات کا اظہار کیا
ث ظاہری اس وقت تو موجود نہ تھا جب ابن زماد کی اصل اس دنیا میں تھی۔"

وہ ہنسنے لگا پھر بولا۔ "میں ابن زماد ہی ہوں اور جب تک میں اس کی تصویر کی
ل میں متحرک ہوں میرے سینے میں انسانی جذبات انسانی عمل پوشیدہ ہے اور جب
ت میں جاری رہوں گا' جب تک اس کی آخری تصویر باقی رہے گی وہی تمام عمل
ہے گا جو دنیا میں بسنے والوں کا ہے۔"

"آہ کیا یہ سب کچھ قابلِ یقین ہے؟"

"کائنات میں اتنا کچھ ہے روشن جمال کہ تمہارے دماغ کے بیس ہزار خلئے اسے
جھنے کے لئے کچھ بھی نہیں ہیں کائنات کے رازہائے سربستہ تو اتنی وسعتیں رکھتے ہیں
ہ تم ہزار بار بھی مر کر جیو اور تحقیق کا عمل جاری رکھو تو سمندر سے ایک قطرے کے

برابر بھی کائنات کے رازہائے سربستہ حاصل نہ کر پاؤ۔ عقل انسانی ان وسعتوں کا احاطہ
بھلا کیسے کرسکتی ہے جنہیں اس کائنات کے خالق نے ترتیب دیا ہے۔ بہت معمولی سی
بات ہے یہ بس عقل جہاں تک ساتھ دے وہیں تک سفر کیا جاسکتا ہے لیکن وہاں سے
اس سفر کا تو آغاز ہوگا انجام کے لئے عقل ناکافی ہے چنانچہ جو سمجھو سو پالو جو نہ جانو اس
کے لئے خود کو فنا نہ کرو اور اپنی بھی حد متعین کرلو کہ یہی ضروری ہے۔“

میں خاموش نگاہوں سے اسے دیکھتی رہی بات سمجھ میں آرہی تھی وہ مسکرایا اور
اٹھتا ہوا بولا۔ ”امید ہے تمہیں خاصا اطمینان حاصل ہوچکا ہوگا تم اپنے طور پر محفوظ ہو
اور یہ جگہ تمہارے لئے موزوں ترین ہے۔ میرے بارے میں اب سب کچھ جاننے کے
بعد تمہیں مزید جستجو نہ رہی ہوگی ہاں جو سمجھ میں نہیں آیا اس کے لئے میری ہدایت پر
غور کرلینا مجھے اب ان تکلفات سے نجات مل گئی ہے جو تمہارے ساتھ ناواقفیت کی بنیاد
پر برتنے پڑ رہے تھے نہ مجھے خوراک درکار ہے نہ کوئی اور حاجت کہ بے جان چیزیں
اس کی ضرورت نہیں رکھتیں سو اب میں اپنا عمل کروں گا جو تمہارے لئے ہے اور
میرے لئے ایک دلچسپ مشغلہ‘ سو مجھے اس میں مصروف رہنے دینا اور میری ضرورت
نہ محسوس کرنا ہاں اگر تمہاری کوئی طلب ہو تو بے شک میں اس کی تکمیل کے لئے حاضر
ہوں اس میں تمہیں دقت نہیں ہوگی۔“

میں نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر گردن ہلائی اور اس کے ساتھ ہی اٹھ گئی میرا
دماغ اب ہر طرح کے الجھاوے برداشت کرنے کا عادی ہوگیا تھا لیکن اس سے جدا
ہو کر اپنے کمرے میں اس کے بارے میں سوچتے ہوئے کم از کم مجھے ایک گونہ سکون
ضرور محسوس ہوا تھا۔ ایک ایسی انوکھی تخلیق میری معاون کار ہے جو زاغ کا نشانہ
نہیں بن پائی اس کا مطلب ہے کہ زاغ اب آسانی سے مجھے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے
گا اس کا غرور خاک میں مل چکا ہے بس اس سے زیادہ اور کچھ سوچنا میرے بس میں
نہیں تھا۔“

☆======☆======☆

پھر وقت گزرنے لگا اگر کسی جاندار شے کی حاجت محسوس ہوئی تو جوہڑ کے
کنارے جا بیٹھی تین چار دن اس طرح گزر گئے تھے نہ وہ اپنے نگار خانے سے برآمد
ہوا تھا نہ میں نے اس کی جستجو کی تھی ماحول پر خاموشی مسلط تھی یہ تنہائیاں شاید ازل ہی
سے میرا مقدر تھیں وہاں بھی سب تھے لیکن میں اپنی ذات میں تنہا تھی۔ ملازموں کی

ردیاں کاروباری طور پر بے شک حاصل تھیں لیکن ان جذبوں سے محروم تھی جو
ت کرنے والوں کے دلوں میں ہوتے ہیں خود بھی ہر کوشش میں ناکام رہی تھی کوئی
چ جذبوں سے میری قربت کا روادار نہیں ہوتا تھا اور آج تک یہی کیفیت تھی بے
ل اس دوران چند لوگوں نے میری سرپرستی کی لیکن اس میں بھی ان کی اپنی غرض
شیدہ تھی یہاں تک کہ بات ابن زماد تک آپہنچی ہاں یہاں ایک اعتبار ملا تھا ایک تحفظ
تھا لیکن تقدیر نے یہاں بھی چھکا مار دیا تھا یعنی اب بھی جو میرا ہمدرد‘ میرا غمگسار تھا وہ
ئی جاندار نہیں تھا۔ اپنے آپ پر خوب ہنستی تھی بعض اوقات پھر ایک دن ابن زماد
نے ہی میری خواب گاہ کا دروازہ بجایا میں حیرت سے اچھل پڑی تھی بالکل نیا انداز تھا
‘ بھلا کون اس ویران مکان میں میرے کمرے کے دروازے تک آتا۔ وہ ہی نام
ن میں آئے تھے حریمہ قدس یا پھر ارطن طلائی لیکن دروازہ بجانے والا ابن زماد تھا
ے دیکھ کر دل کو ایک عجیب سی مسرت کا احساس ہوا وہ مسکراتا ہوا بولا۔ ”آؤ میں
یں تمہاری چند تصویریں دکھاؤں جو میں نے تیار کی ہیں۔“

حیرت زدہ سی اس کے ساتھ باہر نکل آئی وہ مجھے لئے ہوئے ملحقہ عمارت میں
خل ہوگیا بڑے بڑے کینوس فریم پر لگے ہوئے تھے اور میں ان میں نظر آرہی تھی
ل ہر طرح سے مکمل جاندار رنگوں کی تخلیق بس یوں لگتا تھا جیسے ابھی فریم سے اتر کر
رے میں چہل قدمی کرنے لگوں گی۔ میں سحرزدہ سی ان تصویروں کو دیکھتی رہی اور
ن زماد داد طلب نگاہوں سے مجھے دیکھتا رہا پھر مسکرا کر بولا۔ ”میں نے تمہاری
ھوں میں پسندیدگی دیکھ لی ہے یہ تم ہو روشن جمال ان میں تم ہو انہیں چھو کر دیکھو
گے بڑھو انہیں چھو کر دیکھو۔“

”یہ خراب ہوجائیں گی۔“ میری لرزتی آواز اُبھری۔

”نہیں ان کے رنگ پکے ہیں اب تو انہیں زندگی کے جانے کتنے رنگ دیکھنے
ں گے ان کے رنگ پکے ہیں انہیں چھو کر دیکھو۔“ میں نے آگے بڑھ کر ایک تصویر
تھ چھوا اور میرے جسم کو کرنٹ سا لگا نرم وگداز ہاتھ میرے جیسا اس کے بعد اس
تحریک ہوئی اور دوسرے لمحے میں نے اسے فریم سے نیچے اترتے دیکھا۔ بالکل اسی
ح جیسے کوئی بلندی سے نیچے کودتا ہے۔ میرے پیروں کو جھٹکا لگا اور بدن ہل گیا جیسے
خود نیچے کود دی ہوں۔ میں نے حیران ہو کر ابن زماد کو دیکھا اور مزید حیران اس
ت ہوگئی جب میری تصویر نے بھی میری مانند گردن موڑی ابن زماد نے کہا۔

"طلب اور محبت کا عرفان حاصل تھا اسے اور اس کے رنگوں کو زندگی عطا کر گئی یہ اس کی جنبش ہے اب تم دہرا وجود رکھتی ہو۔ تمہارے لمس نے اس تصویر متحرک کر دیا ہے باقی تصویروں کو اس وقت تک نہ چھونا جب تک دوبارہ ضرورت محسوس کرو۔"

"اگر میں انہیں ہاتھ نہ لگاؤں تو یہ متحرک نہیں ہو سکتیں؟" میں نے سوال کیا۔

"ہرگز نہیں تمہارے ذہن کے تار ان سے منسلک ہیں تم کہیں بھی بیٹھ کر انہیں آواز دو گی یہ تمہارے پاس پہنچ جائیں گی۔"

"خواہ میں اپنی جگہ سے جنبش بھی نہ کروں۔"

"ان کے وجود میں تمہاری جنبش ہو گی بس یوں سمجھو یہ تمہارا دوسرا حصہ ہو گی۔"

"تم رنگوں کے جادوگر ہو ابن زماد تم ناقابلِ یقین ہو تمہیں ایک پُراسرار کہانی کہا جا سکتا ہے ایک ایسی کہانی جسے تفریح طبع کے لئے لکھا جائے سنا جائے کوئی اس یقین نہ کرے۔"

"نہیں' یہ نظریۂ تصور کی نفی ہے تمہیں بہت کچھ عطا کیا گیا ہے لیکن تم اس د... سے ناواقف ہو۔ جو ذہن میں آ سکے وہ کہانی نہیں حقیقت ہے اس کا وجود ہے۔ کیو... اسے تمہارے تصور میں محفوظ کیا گیا ہے۔ خیر یہ طویل بحث ہے۔ اس سے کوئی کام لو اپنے اس دہرے وجود کو متحرک کرو۔ میں تمہیں اس کا طریقہ بتاتا ہوں۔"

ابن زماد مجھے ناقابلِ یقین عمل بتاتا رہا اور میں سنتی رہی۔

پھر میں نے سرسراتے ہوئے لہجے میں کہا۔ "اور یہ اسی طرح ممکن ہے جیسے نے کیا؟"

"تجربہ کر کے دیکھ لو لیکن اس طرح جیسے میں نے کہا۔ جاؤ تم پہلی بار یہ تجربہ رہی ہو۔ اس لئے تمہاری پوری توجہ اس تجربہ پر مرکوز ہونی چاہئے۔"

میں اپنے کمرے میں آئی میں نے تصویر وہیں چھوڑ دی تھی۔ میں نے اپنے کمر... میں آ کر اسے دیکھا۔ وہ ابن زماد کے قدم سے قدم ملا کر عمارت سے باہر آ رہی تھی مجھے یہ تجربہ کیسے کرنا چاہئے۔ کیوں نہ میں اس عمارت سے باہر جاؤں۔ یہ شام یہا... سے دور رہ کر گزاروں لیکن کہاں۔ ہوٹل کا وہ کمرہ یقیناً میری تحویل میں ہو گا۔ وہاں تک جانے کا کیا ذریعہ ہو گا۔ باہر نکل کر دیکھا جائے۔ میں نے اپنے آپ کو ا...

احاطے کا راستہ طے کرتے ہوئے پایا۔ پھر لکڑی کے گیٹ سے باہر نکل آئی۔ سنسان سڑک پر آگے بڑھتی رہی۔ شام کی سیاہی گہری ہوتی جا رہی تھی۔ میں سنسان راستے پر آگے بڑھتی رہی۔ پھر عقب میں روشنی دیکھ کر ٹھٹک گئی۔ ایک کار آ رہی تھی۔ میں نے رک کر اسے اشارہ کیا۔ کار رک گئی۔ ایک بوڑھا آدمی اسے ڈرائیو کر رہا تھا۔

"کیا آپ مجھے قاہرہ چھوڑ دیں گے؟" میں نے لجاجت سے کہا۔

"آؤ بیٹھو۔" اس نے کہا اور میں اس کے ساتھ بیٹھ گئی۔ کار اسٹارٹ ہو کر چل پڑی۔ میرا سانس پھول رہا تھا۔ میں نے اس انوکھے تجربے کے بارے میں سوچ رہی تھی کہ اس طرح تو میں نہ جانے کیا کیا کر سکتی ہوں۔ اس طرح تو مجھے ایک عظیم قوت حاصل ہو گئی ہے۔ اگر ذہن کو یکسو کر کے اسے استعمال کروں تو وہ سب کچھ ہو سکتا ہے جو میرے دل میں آئے۔

روشن قاہرہ میری نگاہوں کے سامنے تھا۔ اپنی تمام روایتوں کے ساتھ۔ اس سے قبل میرے دل میں خوف جاگزیں تھا۔ میں نے لاکھ خود کو بہادر بنا لیا تھا۔ ہر مشکل کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہو گئی تھی لیکن پھر بھی یہ احساس تھا کہ نہ جانے کیسی کیسی مشکلات کا سامنا کرنا پڑے۔ مگر اب صورتِ حال بالکل مختلف تھی میرے دل میں کسی کا خوف نہیں تھا۔ مہربان بوڑھے نے نرم لہجے میں کہا۔ "تم جہاں جانا چاہتی ہو مجھے بتا دو' میں تمہیں وہاں پہنچا دوں گا۔"

"آپ کا بے حد شکریہ' بس یہیں اتار دیجئے۔" بوڑھے نے کار روک دی اور میں نیچے اتر آئی۔ موسم معمول کے مطابق گرم تھا لیکن دل میں خوشی کا سمندر موجزن ہو تو ہر موسم خوشگوار ہوتا ہے۔ میں کچھ دور پیدل چلتی رہی۔ پھر ایک ٹیکسی روک کر اس میں بیٹھ گئی۔ ڈرائیور کو میں نے اپنے ہوٹل کا پتہ بتا دیا تھا۔

ہوٹل کے کاؤنٹر سے میں نے اپنے کمرے کی چابی طلب کی تو کاؤنٹر منیجر نے چونک کر مجھے دیکھا۔ پھر چابی نکال کر میرے حوالے کر دی۔ پھر خوش اخلاقی سے بولا۔ "آپ کئی دن کے بعد تشریف لائی ہیں میڈم۔"

"ہاں۔ میرے لئے کوئی پیغام؟"

"نہیں بالکل نہیں۔ غالباً آپ سیاح ہیں اور کسی طویل سفر پر نکل گئی تھیں۔"

"ہاں' لیکن میں ابھی یہ کمرہ اپنے پاس ہی رکھنا چاہتی ہوں تم حسابات بنا کر مجھے بھیج سکتے ہو۔" اس نے نیاز مندی سے گردن خم کی اور میں وہاں سے چل پڑی۔ کمرہ

بالکل صاف ستھرا تھا سب سے پہلے میں نے اپنے اثاثے تلاش کئے۔ ہو سکتا تھا یہ اب تک کمرے کی صفائی کرنے والے کی میراث بن گئے ہوں' لیکن ایسا نہیں ہوا تھا۔ سونے کے نادر سکے اپنی جگہ موجود تھے۔ میں ایک آرام کرسی میں دراز ہوگئی۔ اب کیا کرنا چاہئے۔ سوچتی رہی سب سے پہلا خیال خالد کا تھا۔ اب آزادی سے اسے تلاش کر سکتی ہوں مجھے سب سے پہلے یہی کرنا چاہئے۔ اس کی یاد نے مجھے تڑپا دیا دل پر ایک گھونسہ سا پڑا۔ میں چونک گئی' بد حواس سی ہوگئی' خالد اتنا اجنبی نہیں تھا میرے لئے میں بری طرح بے کل ہوگئی۔ کہاں چلا گیا وہ۔ اسے کوئی نقصان نہ پہنچ جائے۔ ایک بار پھر ناصر سعیدی سے ہی رجوع کروں ممکن ہے کوئی خبر مل سکے۔ ناصر سعیدی کے فون نمبر یاد تھے۔ ٹیلیفون کا ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کئے۔ دوسری طرف سے فون ریسیو کرنے والے سے ناصر کے بارے میں معلوم کیا اور چند لمحات کے بعد وہ فون پر آگیا۔

"ناصر سعیدی بول رہا ہوں۔"

"سعیدی صاحب میں روشن جمال ہوں۔" میں نے مجرمانہ لہجے میں کہا اور دوسری طرف سکوت چھا گیا۔ "ہیلو.........." چند لمحات انتظار کے بعد میں نے پھر کہا۔

"جی.......... فرمائیے؟" سعیدی کا لہجہ طنزیہ تھا۔

"سعیدی صاحب میں خالد کے بارے میں معلوم کرنا چاہتی ہوں۔"

"محترمہ روشن جمال' آپ میری زندگی کی سب سے حیرت ناک خاتون ہیں۔ آپ یقین کیجئے میں آپ کو بالکل نہیں سمجھ پایا۔ نہ جانے آپ کیا کرنا چاہتی ہیں۔ آپ کو اپنی عزت کا پاس نہیں تو اپنے ملک کی' ہماری عزت کا خیال کریں۔ آپ کو اندازہ نہیں ہے کہ ہم آپ کی وجہ سے کتنے بدنام ہو رہے ہیں۔"

"مجھے علم ہے سعیدی صاحب۔"

"خدارا کچھ تو بتا دیجئے' صرف اتنا بتا دیجئے کہ آپ کیا چاہتی ہیں۔ کس کی تلاش میں سرگرداں ہیں۔ ہمیں علم ہو جائے تو ہم آپ کی مدد کریں گے۔ ہم آپ کے ہم وطن ہیں' غیر نہیں ہیں۔ آپ کے سلسلے میں حکومتِ مصر کو جواب دہی نہیں کر پا رہے ہیں ہم' کیا کہیں کیا نہ کہیں۔"

"خالد کے بارے میں کچھ پتہ نہیں چلا؟"

"چل گیا ہے' کار کے ایک حادثے میں زخمی ہو کر اسپتال میں داخل ہوئے تھے

ہاں سے پولیس کی تحویل میں پہنچ گئے۔"

"خالد کو حادثہ پیش آگیا ہے۔" میرے حلق سے چیختی آواز نکلی۔

"ایک ٹانگ ٹوٹ گئی ہے داہنا رخسار بری طرح رگڑ کھا گیا ہے اور جبڑے کی ی ٹوٹ گئی ہے۔" سعیدی نے بتایا۔

"اوہ میرے خدا.........." میں رو پڑی۔ "کہاں ہے وہ؟"

"سینٹرل سول اسپتال' روم نمبر گیارہ سو بیس لیکن مس روشن جمال۔" سعیدی ے کہا مگر میں نے مزید کچھ سنے بغیر فون بند کر دیا۔ میرا دل رو رہا تھا بہت برا ہو گیا یہ آہ ے چارہ خالد.......... کیا درگت بنی ہے اس کی میری وجہ سے۔ آہ خدا' اسے امت رکھے' اللہ اسے ہر مشکل سے بچائے۔ میں فوراً اٹھ گئی سنہرے سکے واپس ی جگہ رکھ دیئے بعد میں دیکھوں گی سب کچھ پہلے اس کے پاس جاؤں۔ ہوٹل سے نکل کر ٹیکسی میں بیٹھی اور ڈرائیور کو سینٹرل سول ہسپتال چلنے کے لئے کہا۔ راستے اس کے لئے دعائیں مانگتی رہی تھی۔ آنکھوں سے مسلسل آنسو بہہ رہے تھے۔ تال پر اتری اور استقبالیہ سے معلومات حاصل کیں۔

"جی ہاں۔ گیارہ سو بیس میں اس نام کا زخمی موجود ہے۔ آئیے میں آپ کو وہاں ادوں۔"

"بے حد شکریہ۔" میں نے ریسپشنسٹ کے اس تعاون کا شکریہ ادا کرتے ہوئے ے ساتھ قدم اٹھا دیئے۔ اس نے لفٹ سے مجھے مطلوبہ منزل پر پہنچایا اور پھر ہداری سے گزر کر گیارہ سو بیس کے سامنے پہنچ گئی۔ میں نے بے تابی سے دروازہ لا اور اندر داخل ہوگئی۔ اندر پانچ افراد کھڑے ہوئے تھے جن میں ایک ناصر ری تھا دو لیڈی پولیس کارکن اور باقی دو دوسرے مقامی افراد تھے۔ انہیں نظر از کر کے میں نے اسپتال کے بستر کی طرف دیکھا مگر بستر خالی تھا۔ عقب میں آنے لے ریسپشنسٹ نے دروازہ اندر سے بند کر دیا تھا۔

"خالد.......... خالد کہاں ہے؟" میں نے رندھی ہوئی آواز میں پوچھا۔

"آپ دونوں ہاتھ بلند کر دیں۔" مقامی مردوں میں سے ایک نے غراتے ہوئے میں کہا اور پستول نکال کر اس کا رخ میری جانب کر دیا۔

"کیا مطلب؟" میں نے حیرت سے کہا۔

"تلاشی لو.........." پستول بردار شخص نے لیڈی پولیس کانسٹیبل سے کہا اور وہ

میرے پاس آگئی۔ اس نے میری تلاشی لی اور جو کچھ تھا اسے تحویل میں لے لیا۔

"خالد کہاں ہے۔ تم لوگ بتاتے کیوں نہیں۔"

"یہ بھی آپ ہی بتائیں گی میڈم کہ وہ کہاں ہے۔"

"کیا مطلب ہے تمہارا؟"

"آپ نے اپنے ملک کو' ہمارے سفارت خانے کو بری طرح بدنام کردیا ہے مِس روشن جمال۔ اب ہمیں آپ سے کوئی ہمدردی نہیں ہے۔ مسٹر پولیس افسر' آپ کا مجرم آپ کی تحویل میں ہے۔ اس کے بعد سفارت خانہ خود کو اس ذمے داری سے بری الذمہ قرار دے دیتا ہے۔ براہ کرم آپ انہیں اپنی تحویل میں لینے کے اِس اقرارنامے پر دستخط کردیں۔ ہم نے اپنا فرض پورا کردیا ہے۔ اس کے بعد اگر یہ آپ کی تحویل سے نکل جاتی ہے تو ہم ذمہ دار نہیں۔" ناصر سعیدی نے ایک کاغذ اور قلم نکال کر دوسرے آدمی کے سامنے کردیا۔

"ہتھکڑی لگا دو..........." اس دوسرے شخص نے لیڈی پولیس سے کہا اور انہوں نے میرے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں لگادیں۔

"خدا کے لئے مجھے خالد کے بارے میں بتادو۔" میں نے روتے ہوئے کہا۔

"ہمیں اس کے بارے میں کچھ نہیں معلوم مس روشن جمال۔ ہم صرف آپ کو گرفتار کرنا چاہتے تھے۔ میں نے آپ کے فون سے فائدہ اٹھایا اور جھوٹی اطلاع دے کر آپ کو اسپتال بلایا ہے۔ میں جانتا تھا کہ اگر آپ خود خالد کے بارے میں کچھ نہیں جانتیں تو ضرور یہاں پہنچیں گی۔ جس برق رفتاری سے میں نے دوسرے انتظامات کیے میں ہی جانتا ہوں۔" سعیدی نے کہا۔

"اوہ' تو یہ بات ہے۔" میں نے گہری سانس لے کر کہا۔ "گویا خالد کے بارے میں تمہیں بھی نہیں معلوم۔"

"بالکل نہیں۔ ثالث ظاہری صاحب بھی اپنے ہوٹل سے مسلسل غائب ہیں جانے تم لوگوں نے کیا چکر چلایا ہوا ہے۔ اس بارے میں کچھ بتاؤ گی؟" میں حقارت سے ہنس دی کچھ دیر کے بعد وہ لوگ وہاں سے چل پڑے۔ ناصر سعیدی سفارت خانے کی کار میں بیٹھ کر چلا گیا تھا مجھے دونوں لیڈی کانسٹیبلوں کے ساتھ پولیس کار میں بٹھا دیا اور کار چل پڑی۔

☆======☆======☆

پولیس ہیڈ کوارٹر کی عمارت میرے لئے اجنبی نہیں تھی' لیکن اس بار مجھے جس لاک اَپ میں رکھا گیا تھا اسے غالباً زیادہ محفوظ تصور کیا گیا تھا۔ بغیر کسی مزید پوچھ گچھ کے مجھے اس میں بند کردیا گیا۔ ناصر سعیدی کی مشکل میں جانتی تھی۔ یہ بہتر ہوا کہ سفارت خانہ مجھے پولیس کی تحویل میں دے کر بری الذمہ ہوگیا۔ لاک اَپ میں میرے سوا کوئی نہیں تھا۔ کافی بہتر جگہ تھی ہر آسائش موجود تھی۔ میں وقت گزارتی رہی۔ خالد بے چارہ نہ جانے کہاں گیا۔ یہ پتہ ضرور چل گیا تھا کہ وہ مصری پولیس کے ہاتھ نہیں لگا ہے۔ اب اسے کہاں تلاش کروں۔

رات کے تقریباً دو بجے تھے میں بیڈ پر لیٹی چھت کو گھور رہی تھی کہ لاک اپ کے دروازے پر کچھ چہل پہل سی نظر آئی پھر جو شخص اندر داخل ہوا وہ شناسا سا تھا۔ وہی پولیس کمشنر تھا جس کے بارے میں مجھے علم تھا کہ وہ سبحان الناصری وغیرہ کا آلۂ کار ہے۔ میں اٹھ کر بیٹھ گئی۔ وہ گہری نظروں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔

"تم آخر کیا ہو۔ مجھے تو تمہارے جسم میں کوئی روح حلول محسوس ہوتی ہے۔" اس نے ایک کرسی گھسیٹ کر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"آپ کا تعلق بے شک پولیس سے ہے اور آپ ایک اعلیٰ پولیس افسر ہیں لیکن کیا اخلاقیات سے آپ کا کوئی تعلق نہیں ہے؟"

"یقیناً' تم کیا کہنا چاہتی ہو؟"

"اس وقت رات کے دو بجے ہیں' اور دنیا بھر میں قیدیوں کو انسان سمجھا جاتا ہے اس کے علاوہ میں ایک لڑکی ہوں' میرا تعلق بھی آپ کے ملک سے نہیں ہے۔"

"بات اگر تمہارے ہی فائدے کی ہو تو؟"

"کیا اس کے لئے یہ وقت موزوں تھا؟"

"موزوں ترین...........!"

"کیوں...........؟"

"تم ایک بار پھر پولیس کی تحویل میں آگئی ہو اور اب تمہارا جرم شدید تر ہو[گیا] ہے تمہارے سفارت خانے نے تم پر سے ہاتھ اٹھالیا ہے اب تمہارا کوئی پرسان حال نہیں ہے۔"

"ہوں۔ تو پھر............؟"

"اگر تم سمجھتی ہو کہ تمہیں بآسانی تمہارے وطن پہنچا دیا جائے تو یہ تمہاری خا[م] خیالی ہے۔ تم پر مقدمہ چلے گا' یہ معلوم کیا جائے گا کہ آخر تم یہاں کیا کر رہی ہو۔ اس کے بعد تمہیں لازمی قید بھی بھگتنا ہوگی پھر کہیں جاکر تمہیں اپنے وطن جانا نصیب ہوگا۔"

"دوسری صورت میں؟"

"تمہارے لئے آسانیاں پیدا ہوسکتی ہیں۔"

"کیسے............؟"

"ہم سے تعاون کرکے۔"

"اس تعاون کی نوعیت کیا ہوگی............؟"

"یہاں سے نکل کر معلوم ہوگا۔" اس نے جواب دیا اور میں گہری نگاہوں سے اسے دیکھنے لگی۔ پھر میں نے مسکرا کر کہا۔

"مسٹر کمشنر' کیا آپ اب بھی خاتون البانہ کے لئے کام کر رہے ہیں؟" وہ ڈھٹائی سے مسکرا دیا اور بولا۔ "سو فیصد' اس کی وجہ یہ ہے بے بی کہ خاتون البانہ کے مجھ پر بہت احسانات ہیں۔ سبحان اور فیضان میرے گہرے دوست ہیں اور ان تمام باتوں سے بڑی بات یہ ہے کہ مجھے اس کام کے معاوضے کے طور پر جو کچھ ملے گا وہ ناقابلِ یقین ہے۔"

"آپ شاندار آدمی ہیں کمشنر' لیکن خاتون البانہ کا جرم ثابت ہوچکا ہے اور سنا ہے کہ انہیں سزا بھی ہوگئی ہے شاید موت کی سزا۔"

"ہاں' یہ سب کچھ ہے' لیکن ابھی اس سزا کی تکمیل نہیں ہوئی ہے۔ وہ زندہ ہیں اور زندہ رہنا چاہتی ہیں۔"

"کیسے؟" میں نے دلچسپی سے پوچھا۔

"تمہارے تعاون سے۔ اس تعاون کے صلے میں تمہیں یقینی رہائی حاصل ہوجائے گی' اس کے ساتھ ہی اگر تم نقد معاوضہ بھی چاہو تو وہ بھی تمہیں مل سکتا ہے۔"

نہیں پورے اعتماد سے تمہاری مطلوبہ جگہ پہنچا دیا جائے گا پہلے بھی تمہیں یہی پیشکش کی گئی تھی۔"

"لیکن وہ اس پیشکش میں مخلص نہیں تھے۔"

"تمہاری خام خیالی ہے اور تم نے جلد بازی کی تھی۔"

"اگر میں تیار ہوجاؤں کمشنر تو مجھے کیا کرنا ہوگا۔"

"میرے ساتھ چلنا ہوگا۔"

"کہاں............؟"

"یہ ابھی نہیں بتایا جاسکتا۔"

"اس بار آپ مجھے یہاں سے کیسے لے جائیں گے۔" میں نے سوال کیا اور کمشنر ہنسنے لگا۔

"میں دس بار تمہیں دس مختلف طریقوں سے لے جاسکتا ہوں۔ تم معصوم لڑکی ہو' تم نے اتنا بھی نہیں سوچا کہ پچھلی بار بھی تم نے باقاعدہ مجھے اس جرم میں مع ثبوت کے شریک ثابت کیا تھا لیکن مجھ پر کوئی آنچ نہیں آئی اور میں اپنے عہدے پر موجود ہوں۔ میں پولیس کمشنر ہوں' تمہیں معلومات کے لئے آسانی سے لے جاسکتا ہوں۔ میرے خیال میں بہت سوالات ہوگئے۔ اب فیصلہ کرو؟"

"میں تیار ہوں۔"

"خلوص کے ساتھ یا کوئی نئی چال سوچ لی............؟"

"اس کا جواب میں نہیں دوں گی۔"

"ٹھیک ہے' چلو تیار ہوجاؤ۔" کمشنر کو واقعی مجھے اپنی گاڑی میں بٹھا کر باہر لے آنے میں کوئی وقت نہیں ہوئی تھی وہ سب کے سامنے میرے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں لگا کر باہر لایا کچھ دور چل کر گاڑی روکی پھر ہتھکڑی کھول دی یوں لگتا تھا جیسے اسے مجھ پر اعتبار ہو۔ الغرض یہ ایک دلچسپ مرحلہ تھا۔ وہ عمارت بھی اجنبی تھی جہاں وہ مجھے لے گیا تھا لیکن یہاں جو لوگ نظر آئے وہ اجنبی نہیں تھے۔ وہ فیضان اور سبحان تھے۔ انہوں نے مسکراتے ہوئے میرا استقبال کیا۔

"یوں لگتا ہے مس روشن جمال کہ ہمارے ستارے آپ سے ملتے ہیں۔ ہم ایک دوسرے سے دور نہیں رہ پاتے' آیئے خوش آمدید۔" ایک وسیع کمرے میں پہنچ کر فیضان نے کہا۔

"اور خوش قسمتی سے اس وسیع کمرے میں کوئی ایسی چیز نہیں ہے جس پر آپ ہماری آواز ریکارڈ کر سکیں یا اس ملاقات کی ویڈیو کیسٹ وغیرہ بنا سکیں۔ اسے آپ سے ملاقات کرنے کے لئے خصوصی طور پر آراستہ کیا گیا ہے اگر آپ کے اپنے لباس میں کوئی ایسی چیز ہوتی تو اس کمرے میں بھیانک آواز میں سائرن بج رہے ہوتے۔"

"ظاہر ہے آپ ذہین لوگ ہیں۔"

"تشریف رکھئے۔" میرے بیٹھنے کے بعد وہ بولا۔ "ہم دونوں بھائی اعتراف کرتے ہیں کہ آپ نہایت پُراسرار خاتون ہیں۔ ہم نے آپ کی سرگرمیوں پر بہت غور کیا لیکن کوئی اندازہ نہیں لگا پائے۔ اس دن بھی آپ نے ساحل نیل پر ہمیں ایسا چکمہ دیا کہ ہم آپ کا سراغ نہ پا سکے۔ مس روشن جمال کیا آپ کسی ملک کی سیکرٹ ایجنٹ ہیں یہاں کوئی خفیہ مشن سرانجام دے رہی ہیں۔"

"آپ صرف یہ معلوم کرنا چاہتے ہیں؟"

"نہیں، بلکہ اگر ایسی بات ہے تو ہم آپ سے تعاون کر سکتے ہیں۔ ایسا تعاون کہ آپ تصور بھی نہ کر سکیں۔"

"یہ بات آپ پولیس کمشنر کے سامنے کہہ رہے ہیں۔"

"پولیس کمشنر ہمارے قابلِ اعتماد دوست ہیں، خاتون البانہ انہیں اپنا تیسرا بیٹا سمجھتی ہیں۔"

"خیر.......... ایسی کوئی بات نہیں ہے۔" میں نے صوفے پر گردن ٹکا کر کہا۔

"آپ آخر کون ہیں خاتون روشن جمال، آخر آپ کے مسلسل یہاں قیام کی کوئی وجہ تو ضرور ہوگی۔"

"ممکن ہے، لیکن اس بارے میں آپ کو بتانا ضروری نہیں سمجھتی۔ آپ لوگوں سے میرا کیا واسطہ۔"

"ہم نے گو واسطہ پیدا کرنے کی مسلسل کوشش کی ہے لیکن آپ نے قبول ہی نہیں کیا مختصر یہ کہ خاتون روشن جمال پہلے ہم آپ کو پیشکش کرتے ہیں کہ نہ صرف قاہرہ میں بلکہ پورے مصر میں آپ جو کچھ بھی کر رہی ہیں خواہ اس کی نوعیت قانونی ہو یا غیر قانونی، ہم آپ کا ہر طرح ساتھ دینے کے لئے تیار ہیں۔ اگر آپ دولت کی خواہش مند ہیں تو اس دولت کا تعین اپنے ذہن میں کر لیں ہم آپ کو منہ مانگی دولت دینے کے لئے تیار ہیں۔"

اس پیش کش کے بعد؟" میں نے مدہم مسکراہٹ سے پوچھا۔

"آپ سے مدد طلب کریں گے۔"

"کیسی مدد؟"

"آپ کو علم ہے کہ خاتون البانہ مشکل کا شکار ہو گئی ہیں۔ انہیں موت کی سزا سنا دی گئی ہے۔ وہ ہماری ماں ہیں آپ ان کی زندگی بچا سکتی ہیں۔"

"وہ کیسے..........؟"

"امیر عزیزی کے قتل اور دوسرے جرائم کا اعتراف کر کے۔" فیضان نے کہا اور میں حیرت سے اسے دیکھنے لگی۔ پھر میں نے طنزیہ انداز میں کہا۔ "آپ تینوں ہی شاید پاگل ہو گئے ہیں۔ اول تو خاتون البانہ مکمل ثبوتوں کے ساتھ اعتراف جرم کر کے اس سزا کی مستحق قرار پائی ہیں۔ میرے بے تکے اعتراف جرم سے وہ ثبوت باطل نہیں ہو سکتے۔ دوم اگر ایسا ممکن بھی ہو سکے تو اس کے بعد موت کی یہ سزا مجھے دے دی جائے گی اس وقت آپ کی دی ہوئی دولت یا مراعات میرے کس کام آئیں گی۔"

"یہی تو دلچسپ پہلو ہے۔ حکومتِ مصر آپ کا بال بھی بیکا نہ کر سکے گی۔ اگر آپ کو سزائے موت بھی دے دی گئی تو ہم آپ کو اس سے بچا لیں گے۔ دوسرا اعتراف جرم کا مسئلہ تو اس کے لئے خود آپ کی شخصیت کو سامنے رکھتے ہوئے پھر سے منصوبہ تیار کر لیا ہے۔ آپ ایک سحرزدہ خاتون ہیں کچھ پُراسرار طاقتوں نے آپ کو آلۂ کار بنایا ہوا ہے۔ وہی آپ سے سب کچھ کرا رہی ہیں اور انہوں نے ہی خاتون البانہ کے لئے یہ ماحول پیدا کیا کہ امیر عزیزی کی موت کا جرم ان پر ثابت ہو جائے۔ اس کے ثبوت کے طور پر عزیزی کا وہ قید خانہ موجود ہے جس میں اس نے زمانۂ قدیم کا ماحول پیدا کیا ہے۔ آپ ایک پُراسرار کہانی سنا کر خود کو اس طاقت کے زیر اثر بتائیں گی اس سے آپ کے جرم کی شدت کم ہو جائے گی اور ممکن ہے آپ کو سزائے موت نہ سنائی جائے۔ ہمارے پاس ایسا ایک پلان تیار ہے جس کے بارے میں مکمل تفصیل آپ کو اس وقت بتائی جائے گی جب آپ ہم سے تعاون کے لئے تیار ہو جائیں۔"

"فرض کریں مجھے سزا ہو جائے، خواہ وہ کچھ بھی ہو پھر آپ کیا کریں گے؟"

"آپ کو بآسانی آپ کے قید خانے سے نکال لیا جائے گا آپ کہیں جانا چاہیں گی تو آپ کو وہاں پہنچا دیا جائے گا بالکل اسی طرح جیسے آپ اس وقت یہاں موجود ہیں۔ حالانکہ یہ آسان کام نہیں تھا۔"

"واقعی میں اس کا اعتراف کرتی ہوں۔ مسٹر کمشنر با اختیار انسان ہیں یہ بہت کچھ کرسکتے ہیں، لیکن ایک سوال کا جواب دیجئے اگر آپ مجھے اسی طرح نکال سکتے ہیں تو خاتون البانہ کو اس طرح سزائے موت سے کیوں نہیں بچاتے؟"

"اس سے کوئی فائدہ نہ ہوگا۔"

"کیوں............؟"

"پھر وہ مصر میں منظرِ عام پر تو نہیں رہ سکتیں۔ انہیں مفرور مجرم کی حیثیت حاصل ہوگی جبکہ آپ کو مصر میں مستقل قیام سے کوئی دلچسپی نہیں ہوگی۔"

"ہوں........ یہ بات سمجھ میں آتی ہے، مگر طریق کار کیا ہوگا؟"

"کچھ نہیں۔ بہت آسان......... مسٹر کمشنر آپ کو واپس قید خانے میں پہنچادیں گے۔ آپ کے بیانات ہوں گے اور آپ اعتراف کریں گی۔ ظاہر ہے آپ سے آپ کی روپوشی اور وطن واپس نہ جانے کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ آپ ساری کہانی سناتے ہوئے اسی میں اپنے قاتل ہونے کا اعتراف بھی کریں گی۔"

"اوہ۔ واقعی یہ تو بہت آسان ہے۔ گویا کمشنر صاحب دو طرفہ کام کر رہے ہیں۔ یہ مجھے نکال کر یہاں لے آئے اور اب ایک ذمے دار افسر کی طرح مجھے واپس بھی پہنچا دیں گے۔"

"آسانی سے۔" فیضان ہنس کر بولا۔ میں خاموش ہوگئی، کچھ دیر سوچتی رہی پھر میں نے آہستہ سے کہا۔ "ٹھیک ہے میں تیار ہوں۔"

وہ سب خوشی سے اچھل پڑے۔ اس کے بعد ان کے لئے مجھ سے زیادہ چہیتا اور کون ہوسکتا تھا میں نے ان سے بھی خالد کے بارے میں کہا کہ وہ میرے ساتھی کو تلاش کریں۔ کمشنر نے وعدہ کرلیا تھا پھر انہوں نے مجھے وہ بیان رٹایا جو مجھے عدالت میں دینا تھا اس میں کوئی شک نہیں کہ اس طرح خاتون البانہ کا جرم مشکوک ہو جاتا تھا اور شاید اس بیان کی روشنی میں عدالت کو اپنا فیصلہ بدلنا پڑ جاتا۔ میں نے اس بیان کو اچھی طرح یاد کرکے انہیں مطمئن کردیا۔ انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ اس کے صلے میں انہیں میرے لئے کیا کرنا ہوگا۔ میں نے جواب دیا کہ یہ اسی وقت بتاؤں گی جب وہ میرے بیان کے بعد مجھے بچالیں گے۔ البتہ خالد کی تلاش کی ذمے داری میں نے انہیں سونپ دی تھی۔ رات کے آخری پہر صبح ہونے سے کچھ پہلے کمشنر نے مجھے واپس لاک اپ میں پہنچا دیا۔ بہت دلچسپ صورتِ حال تھی۔ فیضان اور سبحان اپنی ماں کو بچانا چاہتے

حالانکہ تینوں ماں بیٹے مجرم تھے۔ انہوں نے دو معصوم بہن بھائیوں کو قتل کردیا امیر عزیزی کچھ بھی تھا اس نے مجھے کبھی میلی نگاہوں سے نہیں دیکھا تھا۔ اس بے ے کا تو دماغ الٹ دیا گیا تھا۔ مجھے بھلا ان قاتلوں کی مدد کرنی چاہئے۔ بدترین گناہ اور وہ خود کو بہت ذہین سمجھ رہے تھے دوہرے قتل کا اعتراف کرنے کے بعد مجھے ہو جائے گی اور پھر یہ مجھے دودھ سے مکھی کی طرح نکال پھینکیں گے۔ میری طرف کر بھی نہیں دیکھیں گے۔ یہی ان کا منصوبہ ہوگا۔ یقیناً عدالت میں اعتراف کے بعد ہیں کیا غرض ہوگی کہ یہ میرے لئے سرگرداں ہوں دیوانے کہیں کے دوسروں کو بے وف سمجھتے ہیں۔

لاک اپ میں تین دن گزارنے پڑے۔ کمشنر کے ہاتھ لمبے تھے اس نے مجھے ہر ولت فراہم کردی تھی چوتھے دن مجھے عدالت میں پیش کردیا گیا اچھا خاصا جرم تھا را، میرا چالان پیش کرنے والے نے عدالت کے سامنے پُر زور لہجے میں کہا تھا کہ میں اسرار سرگرمیوں میں ملوث ہوں اور غیر قانونی طور پر مصر میں قیام کئے ہوئے ہوں۔ نے بار بار مصری حکام کو دھوکا دیا ہے اور روپوش ہوتی رہی ہوں۔ مجھے ایک طرناک مجرمہ قرار دے کر مجھے بدترین سزا دی جائے اور سزا کی تکمیل کے بعد مجھے مر سے نکال دیا جائے۔ معزز جج نے مجھے صفائی کا موقع دیا۔ اس وقت کمرہ عدالت میں ضان، سبحان اور خود کمشنر بھی موجود تھے، غالباً اخباری رپورٹر بھی موجود تھے میں نے ب پر نگاہ ڈالی اور کہا۔

"معزز جج صاحب، میں ایک سوال کرنا چاہتی ہوں۔ جن پُراسرار سرگرمیوں کو ھ سے متعلق کہا گیا ہے ان کی تفصیل کسی کو معلوم ہے کیا مصری پولیس اتنی ناکارہ ہے کہ وہ مجھ سے ان کی تفصیل نہیں معلوم کرسکی، یا خود ان کا پتہ نہیں لگا سکی۔"

"تم کیا کہنا چاہتی ہو............؟" جج نے کہا۔

"حقیقت تو یہ ہے کہ مصر میں میرے ساتھ سخت زیادتی کی گئی ہے۔ میں ایک تباہ شدہ جہاز کے مسافر کی حیثیت سے یہاں آئی تھی اور اپنے وطن جانا چاہتی تھی کہ سازشوں کا شکار ہوگئی۔ مجھے میرے ہوٹل سے اغوا کرکے قید کرلیا گیا اور پھر دو افراد کو قتل کرکے ان کے قتل کی ذمے داری مجھ پر ڈالنے کی کوشش کی گئی۔ میرے ایک نوجوان ساتھی نے جس کا نام خالد شیخ ہے زندگی کی بازی لگا کر وہ ثبوت فراہم کئے جن کی بناء پر خاتون البانہ اصل قاتل کی حیثیت سے سامنے آئیں۔ میرے سلسلے میں جو

ثبوت پیش کئے گئے تھے ان میں یہ بات بالکل واضح ہو چکی تھی کہ پولیس کمشنر صاحب
اس وقت بھی کمرۂ عدالت میں موجود ہیں میرے خلاف سازش میں براہِ راست شری
تھے۔ خاتون البانہ کا جرم ثابت ہونے کے بعد ان کے لئے سزا تجویز کر دی گئی اور مجھ
بری کر دیا گیا۔ میرے سفارت خانے نے مجھے وطن واپس بھجوانے کا بندوبست کیا لیکن
خاتون البانہ کے دونوں صاحبزادگان فیضان اور سبحان نے مجھے اور میرے ساتھی کو پ
سے اغوا کر لیا۔ وہ مجھے مجبور کرنے لگے کہ میں اس قتل کی ذمے داری قبول کر
خاتون البانہ کی سزا رکوا دوں۔ اس کے صلے میں وہ مجھے پولیس کی تحویل سے نکال
میرے وطن بھجوا دیں گے۔ پولیس کمشنر صاحب اس وقت بھی ان کے دستِ راست
تھے' میری گمشدگی کا تمام عرصہ ان کی قید میں گزرا ہے۔ پھر جب میں نے ان سے
تعاون پر آمادگی کا اظہار کیا تو انہوں نے مجھے ایک منصوبے کے تحت آزاد کیا اور مجھے
حکم دیا کہ اپنے سفارت خانے سے رابطہ کروں۔ اپنی موت کے خوف سے ان کے
ہاتھوں میں کھیلتے ہوئے میں نے وہی کیا جو انہوں نے کہا۔ اس بار میں اس لئے گرفتا
کرائی گئی تھی کہ عدالت میں خاتون البانہ کی بے گناہی اور اپنے اصل قاتل ہونے
بیان دوں۔ یہ بیان سننے کے لئے اس وقت بھی کمرۂ عدالت میں سبحان الناصری اور
فیضان الناصری مع اپنے سرپرست کمشنر صاحب کے ساتھ موجود ہیں۔ ورنہ ان کی
یہاں موجودگی کا کوئی اور جواز ان سے پوچھا جائے۔ میں معزز عدالت سے ایک غیر ملکی
مہمان کی حیثیت سے پوچھتی ہوں کہ کیا قانونِ مصر یہی ہے؟ کیا اہرامین کی سرزمین میں
کھنچے چلے آنے والوں کو ایسا ہی تحفظ حاصل ہے؟ پولیس کمشنر کے خلاف پہلے ہی اتنے
ثبوت موجود تھے لیکن ان پر کوئی آنچ نہیں آئی۔ تین دن قبل وہ مجھے نہایت اطمینان
سے پولیس لاک اَپ سے نکال کر لے گئے اور وہاں ان دونوں حضرات نے مجھے
آخری ہدایات دیں اور دوبارہ لاک اَپ میں پہنچا دیا جناب والا میرا ساتھی خالد شیخ
ابھی تک لاپتہ ہے ان لوگوں نے اسے ضمانت کے طور پر رکھا ہوا ہے۔ ہم دونوں
بخوشی یہاں سے نکل جانا چاہتے ہیں لیکن ہمیں سازشوں کے جال میں جکڑ لیا گیا ہے۔
میں عدالتِ عالیہ سے درخواست کرتی ہوں کہ میرے ساتھی کو بازیاب کیا جائے' اس
کی زندگی کا تحفظ کیا جائے۔"

کمرہ عدالت میں سنسنی پھیل گئی۔ خود جج ششدر رہ گیا تھا کوئی وکیل تک کچھ نہ
بول سکا بات بے حد سنگین ہو گئی تھی۔ فیضان اور سبحان کے ساتھ ہی خود کمشنر صاحب

حواس باختہ ہو گئے تھے بالآخر جج نے چبھتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"مسٹر سبحان الناصری اور فیضان الناصری کیا آپ ایک لمحے میں اپنی یہاں
موجودگی کی وجہ بتا سکتے ہیں۔" دونوں پتھرائے ہوئے تھے ان کے منہ سے ایک لفظ
نہیں نکل سکا۔ کچھ دیر کے بعد جج نے کہا۔

"غیر ملکی مہمان خاتون روشن جمال کے بیان کی تصدیق کی جائے محکمہ داخلہ
خصوصی طور پر ان کے تحفظ کا بندوبست کرے۔ ایک غیر ملکی شخصیت کے بیان پر اس
کی طرف سے رپورٹ لکھی جائے' فیضان الناصری اور سبحان الناصری کو فوری
حراست میں لے کر ان سے غیر ملکی شخص خالد شیخ کو بازیاب کیا جائے۔ کمشنر صاحب
اپنے فرائض سے سبکدوش ہو کر اپنے اوپر لگائے ہوئے الزام کی تحریری رپورٹ پیش
کریں۔ روشن جمال کا خصوصی تحفظ کیا جائے۔ کمشنر صاحب چونکہ اس کیس میں خود
فریق ہیں چنانچہ ان سے یہ اختیار لے لیا جائے کہ وہ تنہائی میں اس لڑکی سے ملاقات
کر سکیں۔ محکمۂ پولیس عدلیہ کے احکامات کی تعمیل کرے۔"

میرا دل بے اختیار قہقہے لگانے کو چاہ رہا تھا۔ ان سب کو میں نے مرغا بنا دیا تھا'
بڑے طرم خان بنے پھرتے تھے' دولت کے بل پر۔ مجھے عزیزی کا قاتل قرار دینا چاہتے
تھے۔ مزید کھیل شروع ہو گیا تھا۔ ایک بات بروقت سوجھ گئی تھی۔ پہلے سے ذہن میں
نہیں تھی وہ تھی خالد کے سلسلے میں۔ وہ دیوانہ اگر مصر میں موجود ہے اور میرے لئے
خود کو چھپائے ہوئے ہے تو اس طرح وہ کم از کم قانونی مشکلات سے بچ جائے گا اگر
کہیں گرفتار ہو گیا تو روپوشی کا مجرم نہیں قرار پائے گا بس اور کچھ نہیں کر سکتی تھی
میں۔

☆======☆======☆

عدلیہ کا فیصلہ تھا' پولیس کی مجال نہیں تھی کہ اس سے انحراف کرتی مجھے پولیس
ہیڈ کوارٹر میں لایا گیا تھا لیکن ایک بالکل محفوظ کمرے میں رکھا گیا تھا۔ یہ عام لاک اَپ
نہیں تھا کمرہ بھی وسیع تھا' مجھے خدمت کے لئے ایک ملازمہ دی گئی لیکن میری ضرورت
ہی کیا تھی۔ لاک اَپ کے بستر پر لیٹ کر میں نے حالات کا تجزیہ کیا۔ واقعی لطف آ گیا
تھا۔ وہ دونوں گدھ بری طرح مار کھا گئے تھے جو خود کو نہ جانے کیا سمجھتے تھے اور کمشنر
صاحب پتہ چلنا چاہئے ان کے ساتھ کیا ہوا۔

دوسرے دن میں نے اپنی خادمہ سے اخبار طلب کیا تھا جو کچھ دیر کے بعد مجھے

حاصل ہو گیا۔ لاک اَپ انچارج جو ایک خاتون انسپکٹر تھیں دوبار میرے پاس آکر خیریت پوچھ چکی تھیں اور بہت خوش اخلاقی سے پیش آئی تھیں۔ اخبار پڑھا تو مزا آگیا۔ صحافی لگی لپٹی سے بے نیاز ہوتے ہیں بشرطیکہ کوئی خاص ہی مشکل نہ پیش آجائے۔ میرا پورا کیس شہ سرخیوں کے ساتھ شائع کیا گیا تھا۔ اخبارات نے حکومت اور خاص طور سے محکمۂ پولیس پر لعن طعن کی تھی۔ کمشنر صاحب کے بارے میں سوال کیا گیا تھا کہ وہ حکومتِ مصر کی پولیس سے تعلق رکھتے ہیں یا خاتون البانہ کے ذاتی ملازم ہیں۔ حکومت سے سوال کیا گیا تھا کہ جب کمشنر صاحب باسط العزیزی کے کیس میں باقاعدہ ملوث پائے گئے تو ان کے خلاف کیا کارروائی کی گئی۔ وہ کیوں آزاد پھرتے رہے۔ اس کے علاوہ خالد کے لئے بھی آواز اٹھائی گئی تھی اور اس کے بارے میں فیضان اور سبحان سے معلومات حاصل کرکے اسے بازیاب کرنے کا مطالبہ کیا گیا تھا۔

یوں لگتا تھا جیسے مقامی اخبارات میری آواز بن گئے ہوں۔ مجھے یہ تفصیلات پڑھ کر بہت لطف آیا تھا۔ اول تو کیس ہی بدل گیا تھا' حالانکہ پہلے میں یہاں ضرورت سے زیادہ قیام اور پُراسرار سرگرمیوں میں ملوث ہونے کی مجرم قرار دی گئی تھی' لیکن اب مجھے مظلوم گردانا جارہا تھا۔ اخبارات نے حکام کو الرٹ کردیا۔ دوپہر کے کھانے کے بعد آرام کررہی تھی کہ عدلیہ اور انتظامیہ کے چند ارکان نے مجھ سے ملاقات کی ایک معمر شخص نے جو کسی بڑے عہدے پر فائز تھا پُرمحبت لہجے میں کہا۔

"تمہارے ساتھ جو کچھ ہوا ہم سب اس پر سخت شرمندہ ہیں لیکن عزیزہ تمہیں اندازہ ہے کہ کالی بھیڑیں ہر جگہ پائی جاتی ہیں اور ہمیشہ ناکامی کا باعث بنتی ہیں۔ خیر ہمیں تمہارے تفصیلی بیانات درکار ہیں۔"

"میں حاضر ہوں۔" میں نے جواب دیا۔ اس کمرے میں ٹائپسٹ وغیرہ کو بلوالیا گیا اور مجھ سے سوالات کئے جانے لگے۔ وہی سب کچھ بتایا تھا میں نے جو عدالت میں کہہ چکی تھی۔ میرے بیانات پر دستخط لئے گئے۔ اس معمر شخص نے کہا۔

"اس جگہ کو پولیس لاک اَپ نہ تصور کرنا بلکہ اپنی حفاظت گاہ خیال کرنا۔ ہم تمہیں کچھ ضروری کارروائیوں کی تکمیل کے لئے کچھ دن روکیں گے۔ اس کے بعد تمہیں تمہارے وطن روانہ کردیا جائے گا۔ اب یہ حکومت مصر کی ذمہ داری ہے۔"

"میں اپنے ساتھی کے بغیر یہاں سے نہیں جاؤں گی جناب۔" میں نے کہا اور معمر شخص سوچ میں ڈوب گیا پھر اس نے کسی قدر الجھے ہوئے انداز میں کہا۔

"میرا خیال ہے اس کے لئے ضد نہ کرو' اسے تلاش کرکے واپس وطن پہنچانا بھی
ت مصر کی ذمے داری ہے اور ہم اس ذمے داری کو یقیناً پورا کریں گے لیکن اگر
کی بازیابی میں کچھ وقت لگ جائے تو مشکل پیش آجائے گی۔ ہم تمہیں مصر میں ایک
ز مہمان کی حیثیت سے مزید قیام کی اجازت دے سکتے ہیں لیکن تمہارے تحفظ کے
ل سے یہ قیام بہتر نہیں ہوگا پھر بھی کوشش کی جارہی ہے کہ سبحان الناصری اور
ان الناصری اس نوجوان کا پتہ بتادیں ابھی تک اس سلسلے میں کارروائی کا آغاز نہیں
ہے لیکن اگر انہوں نے شرافت سے زبان نہ کھولی تو مجبوراً تشدد کا سہارا لینا پڑے
خیر یہ ہمارا کام ہے ہم جس طرح بھی کریں لیکن اس نوجوان کو تلاش کرنے میں
کوتاہی نہیں کی جائے گی۔ ویسے ہم تمہارے لئے ہر بہتری کے خواہاں ہیں۔"

"میں یہی چاہتی ہوں جناب کہ وہ میری روانگی سے پہلے دستیاب ہوجائے۔ آپ
ے بزرگ ہیں لیکن آپ کو حقیقت حال سے آگاہ کرنے کے لئے مجبور ہوں۔ اصل
وہ میرا منگیتر ہے اور ہماری بہت جلد شادی ہونے والی تھی۔" معمر شخص کے
ے پر تاسف کے آثار نظر آنے لگے اس نے کہا۔ "میری دعائیں اس کے لئے ہیں
کرم تم ہم سے تعاون کرو جن مشکلات کا تم شکار ہو چکی ہو ہمیں تو درحقیقت انہی پر
ہے۔"

ان کی کارروائی بہت دیر تک جاری رہی۔ پھر وہ اس کی تکمیل کرکے واپس چلے
۔ مجھے ہنسی آرہی تھی لیکن سبحان الناصری اور فیضان الناصری اسی قابل تھے ان
ماں بیٹوں نے مل کر دولت اور جائیداد کے حصول کے لئے باسط العزیزی اور ان
ہن کو فنا کردیا تھا۔ انہیں سزا ملنی ہی چاہئے۔ خالد کے معاملے میں بھی میں نے جو
کیا تھا اس سے بہت مطمئن تھی حالانکہ میرے علاوہ کسی اور کو یہ علم نہیں تھا کہ وہ
مرضی سے روپوش ہوا ہے اور نہ جانے کہاں کہاں بھٹک رہا ہے۔ اگر وہ پولیس
اتھ لگ گیا تو اسے بھی غیر قانونی قیام کا مجرم قرار دیا جائے گا۔ اس طرح وہ اس
سے بچ بھی سکتا ہے لیکن اسے گرفتار ہوکر میرے پاس آنا چاہئے تاکہ میں اسے
بیان کے مطابق بیان دینے پر آمادہ کرلوں۔ ممکن ہے وہ خود بھی اخبارات میں
ل پڑھ لے اور اس کے مطابق عمل کرے۔ مگر دیوانہ ہے کوئی الٹی سیدھی حرکت
بیٹھے۔ ایک موہوم سی امید یہ بھی تھی کہ شاید یہ تفصیلات پڑھ کر وہ خود ہی مجھ
لے چلا آئے۔

شام ہوگئی۔ خالد تو نہ آیا لیکن ناصر سعیدی صاحب کو سرکاری طور پر میرے
آنا پڑا۔ بدقسمتی سے یہ شعبہ انہی کے پاس تھا اور وہ اس کے تحت اپنے فرا
سرانجام دینے پر مجبور تھے۔ جو شکل بنا کر آئے تھے اسے دیکھ کر مجھے ہنسی آنے لگی
خود کو سنبھالے رکھا۔

"مس روشن جمال۔ اگر تقدیر نے ان واقعات سے چھٹکارا دلا دیا تو کم از
ماہ کی چھٹی پر ضرور جاؤں گا ورنہ شاید کسی دماغی اسپتال میں داخل ہونا پڑے۔"

"بہتر فیصلہ ہے۔ مجھے خوشی ہوئی۔"

"آپ میرا مذاق اڑانے میں حق بجانب ہیں۔ میں جانتا ہوں آپ مجھ سے
ناراض ہوں گی۔ مگر مجھے بتائیے میں کیا کرتا۔ آپ کی گمشدگی میں ہمارا ہاتھ تص
جارہا ہے۔ آپ کو علم نہ ہوگا کہ باقاعدہ سفارت خانے پر شک کیا جارہا تھا۔ یہ
جارہا تھا کہ آپ کسی پوشیدہ سرگرمی میں مصروف ہیں اور سفارت خانہ آپ کی
رہا ہے۔ ہمیں اپنی پوزیشن صاف کرنا ضروری تھا۔"

"ٹھیک ہے سعیدی صاحب۔ مجھے خوشی ہے کہ آپ کی پوزیشن صاف ہوگ
میں نے کہا۔

"ایک بات سچ سچ بتائیے کہ آپ اب بھی وطن واپس جانے کے موڈ میں
نہیں۔"

"ظاہر ہے اور کہاں جاؤں گی۔"

"میں نہیں مانتا۔ آپ یقین کریں مجھے اس بات پر شک ہے آپ پہلے بھی
جاسکتی تھیں لیکن آپ نہیں گئیں۔ کیوں' میں نہیں جانتا۔"

"یہ آپ کا خیال ہے۔ بھلا اس کی تائید یا تردید کیسے کرسکتی ہوں؟"

"اور وہ شخص۔ خالد بھی اپنی مرضی سے کہیں روپوش ہوا ہے ثالث
صاحب کا بھی کہیں پتہ نہیں چل سکا۔ شکر ہے وہ ہمارا مسئلہ نہیں ہے۔ آہ آپ نہ
کیا ہیں مس روشن جمال' نہ جانے آپ کیا ہیں۔ خدارا اتنا تو بتا دیجئے مجھے کہ
یہاں کیا کررہی ہیں حالانکہ مجھے یہ بھی یقین ہے کہ آپ نہیں بتائیں گی۔"

اب میرے لئے ہنسی روکنا مشکل ہوگیا۔ میں نے ہنستے ہوئے کہا۔
صاحب آپ واقعی کافی پریشان معلوم ہوتے ہیں لیکن میں سمجھی نہیں۔ میں نے
میں جو بیان دیا ہے وہ تمام ثبوتوں کے ساتھ ہے' فیضان الناصری اور سجان ال

فتار ہوگئے ہیں۔ کمشنر صاحب کے خلاف کارروائیاں شروع ہوگئی ہیں حکومت مصر
جھ پر کوئی شک نہیں ہے۔ صرف آپ میری جانب سے مشکوک ہیں کیا یہ عجیب بات
ہے۔"

"نہیں ہے مس روشن جمال۔ نہیں ہے۔ ایک ایسا نکتہ ہے جس پر حکومت مصر
غور نہیں کیا لیکن آپ یہ نہ سمجھیں کہ میں اس پر اسے غور کرانا چاہتا ہوں۔
حال آپ میری ہم وطن ہیں مجھے سب سے زیادہ عزیز ہیں۔"

"نکتہ۔ کون سا نکتہ؟"

"مس روشن جمال آپ نے آزادانہ طور پر ٹیلیفون کرکے مجھ سے خالد کے
ے میں معلومات حاصل کی تھیں اس وقت آپ سجان الناصری کی قید میں نہیں
ں آپ آزادانہ طور پر خالد کے سلسلے میں معلومات حاصل کرنے میرے پاس
یف لائی تھیں اگر آپ ان لوگوں کی قیدی ہوتیں تو یہ کیسے ممکن ہوتا اور اس وقت
پ کی کیفیت ایسی بھی نہیں تھی کہ آپ ان کی قید سے فرار ہوکر آئی ہوں۔" میں
آنکھیں پھاڑ کر ناصر سعیدی کو دیکھا اور وہ پُرجوش انداز میں گردن ہلا کر بولا۔

"براہ کرم۔ اس بات سے انکار نہ کریں' یہ صرف میرا اور آپ کا ذاتی معاملہ
بہرحال آپ نے جس طرح پانسہ پلٹ دیا ہے وہ ہمارے لئے بھی بہتر ہے۔ ایک
گر یہ ذمے داری ہم پر عائد ہوگئی ہے کہ آپ کی واپسی کی نگرانی کریں۔"

"ضرور کیجئے۔" میں نے کہا اور وہ بے بسی سے میری صورت دیکھنے لگا۔ پھر بولا۔
پ واپس جارہی ہیں نا؟"

"کیوں نہیں۔ بلکہ میری رائے ہے کہ آپ دو ماہ کی چھٹی گزارنے کے لئے
ے ساتھ ہی وطن واپس چلیں۔" وہ پھیکے سے انداز میں ہنس دیا پھر مجھ سے اجازت
کر چلا گیا۔ اس میں کوئی شک نہیں تھا کہ اس کے اس پوائنٹ میں گہرائی تھی اور
میرے بیان کے خلاف سجان وغیرہ کے حق میں استعمال کیا جاسکتا تھا۔ دوسروں
اس پر توجہ نہیں دی تھی۔

☆======☆======☆

دوسرے دن دوپہر کے بعد مجھے لاک اپ سے نکال کر ایک اور خوشنما عمارت
منتقل کردیا گیا یہ بھی سرکاری عمارت تھی اور اس پر پولیس کا پہرہ تھا۔ یہاں میرے
آرائش مہیا کردی گئی تھی۔ مجھے نہ وہاں کوئی الجھن تھی نہ یہاں۔ اس دوسری

رہائش گاہ میں یہ میری پہلی رات تھی میں تمام معمولات سے فارغ ہو کر بستر پر آر
کرنے لیٹی تھی کہ اچانک باہر زبردست فائرنگ ہونے لگی۔ میرا دل دہل گیا گھبرا کر ب
سے اتری ہی تھی کہ اچانک دو نقاب پوش دروازے پر لات مار کر اندر گھس آئے۔
کے ہاتھوں میں ہلکی اسٹین گنیں تھیں۔ دونوں نے مجھ پر بے دریغ گولیاں برسانا شر
کردیں اور میرے بدن میں لاتعداد سوراخ ہوگئے۔ پھر ان میں سے ایک نے ش
پٹرول بم پھینکا اور کمرے کے فرنیچر نے آگ پکڑلی۔ پورے کمرے میں شعلے بکھر
تھے۔

میرے چاروں طرف شعلے لپک رہے تھے۔ دھویں کے غول کے غول ابھر ر
تھے۔ چند لمحے جا رہے تھے کہ میرا بدن بھی آگ پکڑ لے۔ میرا دم گھٹ رہا تھا اور
بند ہوا جا رہا تھا کہ ابن زماد کی آواز سنائی دی۔

"روشن جمال کیا ہو رہا ہے۔" میں چونک پڑی' میں نے وحشت زدہ نگاہوں
اسے دیکھا اور خوفزدہ لہجے میں بولی۔ "ابن زماد' آگ' آگ۔"

"آگ؟ کہاں ہے آگ؟" ابن زماد نے کہا اور میں نے وحشت ناک آگ
دیکھا لیکن میں تو ابن زماد کی رہائش گاہ میں' اپنے کمرے میں تھی۔

"میرے خدا.......... وہ سب کیا تھا۔ کوئی خواب مگر وہ خواب.......... آ
وہ خواب تھا.........."

ابن زماد مجھے دلچسپی سے دیکھتا ہوا آگے بڑھا اور ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ "کیا تم
کوئی خواب دیکھا تھا؟"

"پتہ نہیں' مگر خواب ایسے نہیں ہوتے۔"

"مجھے اس خواب کے بارے میں بتاؤ۔" اس نے کہا اور میں سہمی ہوئی آواز
اپنی آپ بیتی اسے سنانے لگی۔ پوری کہانی سن کر اس نے مسکراتے ہوئے کہا.......

"گویا تمہاری ایک تصویر ٹھکانے لگی چلو کوئی حرج نہیں یہ دلچسپ تجربہ تمہیں اعتماد
گا۔"

"تصویر' تجربہ؟" میں نے کھوئے کھوئے لہجے میں کہا۔

"تمہارا ذہن اسی خوف میں ڈوبا ہوا ہے ورنہ تمہیں یاد آجاتا کہ میں نے تم
تصویروں کے بارے میں کیا بتایا تھا۔ ابن زماد کی بنائی ہوئی تصویریں حقیقت کا
ہوتی ہیں۔ تم نے جس پہلی تصویر کو اپنا لمس بخشا وہ تمہارا وجود لے کر باعمل ہوگئی

زابدا سے یہاں ہو تمہاری تصویر تمہارا تصور لے کر باہر نکل گئی اور جو واقعات پیش
آئے اس کے ساتھ پیش آئے۔ اس عمارت میں جب تمہارے پاس راہ فرار نہ رہی تو
تمہارا اس سے رابطہ ٹوٹ گیا۔ اب تمہیں کچھ یاد آیا؟"

"آہ.......... تو وہ صرف میری تصویر تھی لیکن وہ کیا ہوگئی۔ وہ اب کہاں
ہوگی؟"

"جل کر راکھ ہوگئی ہوگی۔ کاغذ جل ہی جایا کرتے ہیں۔" ابن زماد نے لاپروائی
سے کہا۔ میں حیرت سے اسے دیکھتی رہی۔ پھر میں نے کہا۔ "اور جو کچھ ہوا ابن زماد کیا
وہ سب کچھ حقیقی تھا.........."

"سو فیصد۔ وہ تم ہی تھیں روشن جمال' تم ایک نئی کہانی تخلیق کر آئی ہو۔"

"اس طرح تو میں بہت کچھ کر سکتی ہوں۔ اس طرح تو میرے دشمن میرا کچھ نہیں
بگاڑ سکتے۔"

"تمہیں شاید میرے الفاظ پر یقین نہیں آیا تھا۔ میں نے تمہیں پہلے ہی بتایا تھا کہ
تصویروں کے روپ میں تم بہت دلچسپ زندگی گزار سکتی ہو۔"

"آہ' تجربہ کرنے کے بعد میں بہت مطمئن ہوگئی ہوں۔ میں بہت خوش ہوں ابن
زماد' تم نے مجھے بہت اعتماد بخشا ہے۔ اسی طرح میں اپنی تمام خواہشات پوری کر سکتی
ہوں۔ مجھے دوسری تصویر درکار ہے ابن زماد..........!"

"وہ موجود ہے۔ تمہیں میرے نگار خانے میں جانا ہوگا۔" میں نے فوراً آمادگی کا
اظہار کردیا۔ آج اس نگار خانے کو میں نے نئی نگاہ سے دیکھا تھا۔ یہ ایک طلسمی مصور
کی جادو نگری تھی۔ میری دو تصویروں کے علاوہ یہاں صرف ابن زماد کی چند تصویریں
تھیں۔ باقی تصویریں جل کر خاک ہو چکی تھیں۔ ابن زماد یہاں آکر اداس ہوگیا تھا۔
"میں نے جلد بازی کی جس کے لئے میں خود کو کبھی معاف نہیں کرسکوں گا۔" اس نے
افسردگی سے کہا۔

"ہاں.......... واقعی وہ شاہکار تھے۔ جنہیں تم نے خود اپنے ہاتھوں جلا دیا۔"

"ان میں سے چند تصویریں مجھے دوبارہ بنانی ہوں گی۔ وہ میرے ماضی کے شناسا
تھے میرے ہمدم میرے دوست جو مجھے بہت کچھ سکھاتے سمجھاتے تھے۔" اس نے
ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ پھر بولا۔ "اپنی ایک تصویر ہمیشہ متحرک رکھو اور خود کو اس کی
آڑ میں پوشیدہ۔ ورنہ نقصان اٹھا سکتی ہو۔ یہ دو تصویریں باقی ہیں لیکن موقع ملنے پر

میں اور بھی چند تصویریں تخلیق کردوں گا تاکہ کوئی خطرہ باقی نہ رہے۔"

میری خواہش پر دوسری تصویر متحرک ہوگئی اور میں اپنی زندگی کے ناقابلِ یقین دور سے گزرنے لگی۔ اب میں جانتی تھی کہ مجھے کس طرح باعمل ہونا ہے اپنے اس روپ سے میں بہت سے کام لینا چاہتی تھی۔ خالد کی تلاش کے لئے کئی کارروائیاں کر چکی تھی۔ اس تلاش کو جاری رکھنے کی خواہش مند تھی کم از کم میں نے اس کے لئے بہتر فضا پیدا کردی تھی۔ اب اگر وہ پولیس کے ہاتھ لگ گیا تو اسے کوئی سزا نہیں ہوگی بلکہ پولیس اسے اس کے وطن واپس پہنچا دے گی۔ وہ سلامت رہے زندہ رہے۔ میرے لئے یہی خوشی کی بات ہوگی۔ ایک بار پھر شہر قاہرہ میں داخل ہونے کے لئے مجھے ایک کار والے سے لفٹ لینی پڑی تھی۔ ایک نوجوان شخص تھا جو اس علاقے میں کسی پروجیکٹ پر کام کررہا تھا۔ روزانہ آتا جاتا تھا لیکن بے حد شریف آدمی تھا۔ تھوڑی سی باتیں ضرور کی تھیں اس نے لیکن غیر معیاری نہیں۔ اس کے بعد مجھے مطلوبہ جگہ اتار کر چلا گیا۔ یہاں سے میں نے اپنے ہوٹل کا رخ کیا تھا اور اس وقت خوشی ہوئی تھی کہ ہوٹل چھوڑنے میں جلد بازی نہیں کی تھی کم از کم ایک ٹھکانہ تو تھا جہاں میرے لئے خزانہ موجود ہے جو میری مالی ضروریات پوری کرسکتا ہے۔ میں نے سب سے پہلا کام یہی کیا کہ خاصی تعداد میں سکے لے کر نکل گئی جہاں انہیں رقم میں تبدیل کرنا تھا وہ جگہ مجھے معلوم تھی۔ سونے کے سوداگر نے جو کچھ دیا اسے خوشی سے قبول کرلیا۔ ایک منصوبہ دماغ میں تھا چنانچہ بہت سے اخبارات خریدے اور ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر ہوٹل واپس آگئی۔ پہلے بھی اس بارے میں اس سے بات کی تھی اور کاؤنٹر منیجر نے میرے حسابات بنا کر رکھے تھے۔ بعد کے اخراجات اس میں جوڑ دیئے گئے اور میں نے اصل رقم سے کافی زیادہ پیشگی رقم ادا کرکے رسید حاصل کرلی۔ اس طرح میں نے ہوٹل کے اس کمرے کو خاصے دنوں کے لئے اپنے نام مخصوص کرالیا۔ پھر کمرے میں آکر میں نے اخبارات کھولے اور پہلے ان کی خبروں پر نگاہیں دوڑانے لگی ذہن میں بس ایک تصور تھا' ذرا دیکھوں تو سہی' میرا واقعہ کہیں درج ہے یا نہیں........ لیکن اخبارات بے خبر نہیں تھے' اور بات بھی خاصے اعلیٰ پیمانے پر اٹھی تھی۔ میرے سفارت خانے نے اس سلسلے میں خاصی تلخی کا مظاہرہ کیا تھا۔ یہ بات کھل گئی تھی کہ مجھے البانہ خاندان نے بُری طرح اپنے جال میں جکڑ کر بالآخر ہلاک کردیا تھا۔ ایک غیر ملکی لڑکی کی ہلاکت بہرطور حکومت مصر کے لئے بدنامی کا باعث تھی........ ایک اخبار

میں خاصی جلی سرخی کے ساتھ میرے بارے میں تفصیلات لکھی گئی تھیں کہ کس طرح میں ایک تباہ شدہ جہاز کی مسافر تھی اور ہنگامی حالات کے تحت مصر آگئی تھی' یہاں خاتون البانہ نے اپنے ایک مذموم مقصد کی تکمیل کے لئے میرا انتخاب کیا اور مجھے اغوا کرنے کے بعد مسلسل مشکلات کا شکار رکھا۔ یہاں تک کہ انہوں نے اپنے بھتیجے امیر باسط العزیزی کو قتل کرکے اس کا الزام میرے سر تھوپنا چاہا........ لیکن حقیقت حال سامنے آگئی۔ خاتون البانہ گرفتار ہوگئیں۔ انہیں سزائے موت دی گئی' جس کی تعمیل پُراسرار طریقے سے ابھی تک نہیں ہوسکی' یہ بات وضاحت کے ساتھ کہی گئی تھی کہ اس قتل میں صرف خاتون البانہ کا ہاتھ نہیں تھا بلکہ ان کے بیٹے بھی براہ راست ملوث تھے لیکن قانونی ڈھیل نے ان دونوں کو آزادی دے دی اور بعد میں انہوں نے میرے خلاف انتقامی کارروائی کرتے ہوئے بالآخر مجھے ایک عمارت میں جلا کر خاکستر کردیا۔ ناصر سعیدی نے اپنے افسر اعلیٰ کی وساطت سے میرے بارے میں تفصیلی بیان دیا تھا۔ اس عمارت میں میری جلی ہوئی لاش تو دریافت نہیں ہوسکی تھی لیکن وہ تمام شواہد مل گئے تھے جن سے یہ ظاہر ہوتا تھا کہ فیضان الناصری اور سبحان الناصری نے اپنی گرفتاری کے بعد اپنے ساتھیوں کے ذریعے مجھ سے انتقام لیا........ اور میں جو اپنے وطن جانے کے لئے تیار بیٹھی ہوئی تھی موت کا شکار کردی گئی۔

مجھے یہ خبر پڑھ کر ہنسی آرہی تھی' لیکن اس کی خوشی بھی تھی کہ بالآخر سبحان اور فیضان بھی کیفر کردار کو پہنچے۔ باسط العزیزی اور فردوسہ کی ہلاکت کے بعد وہ جائیداد ان کے قبضے میں بھی نہیں آسکی۔ یہ خبر پڑھ کر میں بہت دیر تک اس پر غور کرتی رہی تھی' اصل میں اخبارات میں نے ایک اور مقصد کے تحت خریدے تھے۔ میں نے ان کے پتے دیکھے' ٹیلیفون نمبر بھی موجود تھے۔ میں نے بالآخر کاغذ اور قلم حاصل کرکے ایک اشتہار لکھا' جس کا مضمون یوں تھا۔

"میں اس سے مخاطب ہوں جس نے میرے ساتھ مشکلات کا سفر کیا' میرا تحفظ کیا' مجھ سے محبت کی اور جب ہماری قربتوں کا وقت آیا تو کچھ حادثات نے مجھے اس سے جدا کردیا اور اب وہ مجھ سے ناراض ہوکر روپوش ہے۔ میں اسے مخاطب کرتے ہوئے کہتی ہوں کہ مجھ سے فوراً آکر اس پتے پر ملے' میں اس کی منتظر ہوں' حوالے کے لئے درمیانی کردار نیتا کا نام لیا جاسکتا ہے لیکن اب وہ ہمارے درمیان نہیں........ میں اس کا انتظار کررہی ہوں نام اس لئے نہیں لکھوں گی کہ کچھ مشکلات درپیش

ہیں.........."

خالد احمق نہیں تھا۔ بس اشتہار اس کی نظر سے گزر جائے، تو یقینی طور پر وہ ادھر کا رخ کرے گا، اس اشتہار کے مضمون کا جائزہ لے کر اور اس سے متفق ہونے کے بعد میں نے ٹیلی فون اٹھایا اور اخبار کا نمبر ڈائل کر کے متعلقہ شعبے سے گفتگو کرنے کی خواہش کا اظہار کیا.......... متعلقہ شعبے کے انچارج سے میں نے پوچھا کہ اس مضمون کا اشتہار اگر میں اخبار کو دوں تو اس کے لئے مجھے کوئی مشکل تو نہیں پیش آئے گی .... اس نے مجھ سے کہا کہ تلاش گمشدہ کی حیثیت سے یہ اشتہار دیا جا سکتا ہے اور اس پر کوئی قانونی پابندی نہیں عائد ہوتی۔ میں نے اس سے کہا کہ تین دن کے لئے یہ اشتہار بک کرے، میں اشتہار کا مضمون مع رقم بھیج رہی ہوں۔ اسی طرح کی گفتگو میں نے دوسرے اخبارات کے متعلقہ شعبوں سے بھی کی تین اخباروں میں یہ اشتہار میں نے تین تین دن کے لئے بک کرا دیا۔ اور پھر اس سلسلے میں ایک ویٹر کی خدمات حاصل کیں، جس نے کہا کہ وہ یہ کام کر کے مجھے رسید لا دیتا ہے۔ اس کے لئے وہ دوسرے آدمی کو بھیجے گا کیونکہ وہ خود ڈیوٹی پر ہے۔ میں نے اسے خاصا انعام دیا تھا، جو اس کے لئے تسلی بخش تھا۔ بس اتنا ہی کام کرنا تھا آج مجھے، اس کے بعد انتظار کے علاوہ کوئی چارۂ کار نہیں تھا۔ میں مطمئن تھی، بات وقت گزرنے ہی کی تھی نا.......... سو میں وقت گزار رہی تھی۔

دوسرے دن کے اخبارات میں وہ اشتہار آ گیا۔ پھر تیسرے اور چوتھے دن بھی اشتہار چھپا، میں منتظر رہی تھی، ہر لمحہ میرے کان آہٹوں پر لگے ہوئے تھے، لیکن میرے اشتہار کا کوئی جواب نہیں آیا۔ میں مایوسیوں کی حد میں داخل ہو گئی تھی۔ خالد کا ملنا اب مشکل ہی ہو گیا تھا۔ اس سے زیادہ وضاحت کے ساتھ میں اشتہار نہیں دے سکتی تھی کیونکہ صورتِ حال میرے لئے خطرناک ہو جاتی اور ہو سکتا ہے میری یہ آزادی خطرے میں پڑ جاتی، لیکن تیسرے دن کسی نے میرے دروازے پر دستک دی اور میں نے اسے اندر آنے کی اجازت دے دی۔

آنے والا ایک دراز قامت، خوش پوش اور خوش شکل جوان آدمی تھا، عمر بتیس سے پینتیس کے درمیان ہوگی، کسی قدر جھجکتا ہوا اندر آیا.......... میں اسے دیکھ کر ذرا سنبھل گئی۔ تاہم میں نے سوالیہ انداز میں اسے دیکھا تو وہ بولا۔ "خاتون انتہائی معذرت خواہ ہوں اس کمرے کے حوالے سے ایک اشتہار اخبار میں چھپتا رہا

ہے، اس کے سلسلے میں حاضر ہوا ہوں۔"

"ہاں ہاں آیئے تشریف لایئے، آپ اس اشتہار کے بارے میں کیا کہنا چاہتے ہیں۔ فرمایئے۔" میں نے سمجھا کہ شاید وہ خالد کے بارے میں کچھ جانتا ہے۔

وہ بیٹھ گیا اور پھر آہستہ سے بولا.......... "میں ایک موہوم سی امید پر یہاں آیا تھا لیکن آپ کو دیکھ کر مجھے مایوسی ہوئی۔ آپ وہ نہیں ہیں جس کے تصور میں، میں نے یہاں تک آنے کی جرأت کی۔ معاف کیجئے گا، میرا نام، ابراہیم احمد ہے بلخ کا رہنے والا ہوں، مصر میں ایک بہت اچھی فرم میں ملازمت کرتا ہوں، اصل میں میرا واقعہ بھی کچھ اسی قسم کا ہے، میری ایک دوست تھی جس کا نام سحارا تھا، کچھ ایسے ہی واقعات میرے اور اس کے درمیان پیش آئے، وہ ایک الجھن کا شکار ہو گئی تھی۔ میں نے اس کی مدد کی، ہمارے درمیان محبتوں کے رشتے استوار ہو گئے، بس ایک نام کھٹک رہا تھا مجھے اور وہ نام تھا نینا.......... میں پھر بھی تصدیق کے لئے چلا آیا۔ آپ کو زحمت دینے کے لئے معافی چاہتا ہوں، بس اجازت دیجئے۔"

"اگر آپ کچھ دیر میرے پاس تشریف رکھیں مسٹر ابراہیم تو مجھے خوشی ہوگی۔"

"میں تو صرف اس لئے اٹھ رہا تھا خاتون کہ کہیں آپ یہ نہ سمجھیں کہ میں ایسے کسی اشتہار کا سہارا لے کر آپ سے فراڈ کرنا چاہتا ہوں۔"

"نہیں جو اس قسم کے لوگ ہوتے ہیں، وہ نگاہوں سے چھپ نہیں پاتے، آپ کیا پینا پسند کریں گے.........."

"کافی منگوا لیجئے بشرطیکہ آپ بھی پسند کریں۔" میں نے ویٹر کو طلب کر کے کافی اور کچھ لوازمات لانے کے لئے کہا.......... وہی تنہائی، وہی بے کیفی اور اس میں کسی کی قربت کے تصور نے مجھے اس شخص کو روکنے پر مجبور کر دیا تھا۔ کافی کے دوران اس نے مجھے اپنی دوست سحارا کی کہانی سنائی۔ میں اس کہانی کے تانے بانوں کو ٹٹولتی رہی، جھوٹی کہانی نہیں معلوم ہوتی تھی، ویسے بھی وہ ایک سنجیدہ سا نوجوان تھا جس کے چہرے پر شوخی نہیں تھی.......... میں نے خود بھی اسے اپنے بارے میں ایک جھوٹی کہانی سنائی۔ اب ان جھوٹی کہانیوں کو گھڑنے میں مجھے کوئی دقت نہیں ہوتی تھی، میں بھی خاصی دنیادار ہو گئی تھی اور دنیا کو سمجھنے لگی تھی۔ میں نے اپنی کہانی سے اسے مطمئن کر دیا، اس نے مجھ سے ہمدردی کا اظہار کیا اور کہا۔ "ہو سکتا ہے آپ کا ساتھی باقاعدہ اخبار نہ پڑھتا ہو.......... لیکن اگر وہ تعلیم یافتہ ہے تو ان تین دنوں کے

اخباروں میں کسی نہ کسی اخبار کا اشتہار اس کی نگاہوں سے گزرے گا آپ کو انتظار کرلینا چاہئے' ویسے میرے لائق اگر کوئی خدمت ہو تو بتایئے' مجھے خوشی ہوگی۔"

میں نے اس سے کہا کہ وہ بس مجھ سے ملاقات کرتا رہے۔ خالد کے سلسلے میں مزید دو تین دن تک انتظار کیا۔ ابراہیم بلخی اس دوران دو بار میرے پاس آیا اور دو تین بار اس نے مجھے ٹیلیفون کیا۔

صاف ستھرے ذہن کا آدمی تھا۔ میرے ذہن پر کسی طور بار نہیں بنا.......... بالآخر خالد کی بازیابی سے مایوس ہوگئی' اب اس کے سلسلے میں جدوجہد کرنا بے سود تھا۔ ہوسکتا تھا وہ خاموشی سے مصر سے نکل گیا ہو۔ ویسے بھی بے کار ہی تھا' مل بھی جاتا تو زیادہ سے زیادہ کیا کرسکتی تھی۔ سوائے اس کے کہ اسے وطن واپسی کی تلقین کرتی۔ چنانچہ اب اسے بھول جانے کے سوا چارہ کار نہیں تھا۔ کئی دن گزر چکے تھے۔

☆======☆======☆

ایک صبح جاگی تو ذہن پر وادی ارمناس کا خیال سوار تھا۔ دل میں یہ آرزو تو تھی کہ دوبارہ وہاں جاؤں۔ پہلی بار تو کچھ عجیب ہی کیفیت طاری ہوگئی تھی لیکن اب پورے اعتماد سے اس کا تجزیہ کرنا چاہتی تھی اس کے لئے کیا طریقہ کار اختیار کروں۔ ایک بار دل چاہا کہ ابراہیم بلخی کو ساتھ دینے پر آمادہ کروں' لیکن یہ مناسب نہیں تھا۔ اس بے چارے کی زندگی کیوں خطرے میں ڈالوں' جو کچھ بھی ہے خود ہی بھگتوں۔ یہی بہتر ہے۔ پھر ضروری تیاریاں کرکے اس خیال سے جلد ہوٹل سے نکل آئی کہ کہیں بلخی نہ آجائے۔ سارا پروگرام خراب ہوجائے گا۔ ایک ٹیکسی ڈرائیور سے بات کی۔

"بادشاہوں کی وادی چلو گے۔"

"بسر و چشم میڈم۔" اس نے ادب سے کہا اور میں ٹیکسی میں بیٹھ گئی باادب ڈرائیور نے ٹیکسی آگے بڑھادی تھی۔ میں نے اپنا ٹریول کٹ قریب ہی رکھ لیا تھا جس میں ضروریات کا مختصر سامان تھا۔ ڈرائیور نے کہا۔

"اگر آپ واپسی کے لئے مجھے وہاں روکے رکھیں خاتون تو میں کسی اضافی معاوضے کے بغیر آپ کا منتظر رہ سکتا ہوں' واپسی میں مجھے صرف وہی عطا کیجئے گا جو میرا بل بنے.........."

میں نے فوراً ہی اس کی بات کا جواب نہیں دیا تھا بتدریج اس سے سودے بازی کرنا چاہتی تھی۔ کچھ دیر کے بعد میں نے اس سے کہا۔ "تم اپنی ٹیکسی لے کر قاہرہ سے

کتنے فاصلے تک چلے جاتے ہو!"

"جہاں تک کی سواری مل جائے میڈم' ہمیں تو اپنے کام سے غرض ہے۔ ہاں بس رات تک واپسی ضروری ہوتی ہے۔" ڈرائیور نے جواب دیا۔

"ہوں.......... کیا تم مجھے وادی رتاب تک لے جاسکتے ہو جو ماضی میں وادی ارمناس یا ارمیناس کہلاتی تھی.........." ڈرائیور نے حیرانی سے گردن گھما کر مجھے دیکھا پھر بولا۔

"وادی ارمناس کے بارے میں تو میں کچھ نہیں جانتا لیکن آپ جسے وادی رتاب کہہ رہی ہیں' وہ کوئی وادی نہیں بلکہ ہولناک ریگزار ہے' جہاں لوگ جانا پسند نہیں کرتے' کیونکہ ریگزار کے ساتھ ایسی داستانیں وابستہ ہیں جن میں لوگوں کو نقصان پہنچنے کی کہانیاں سنائی گئی ہیں اور چند ایسے بزرگ ملے بھی ہیں جنہیں وہاں پہنچنے والے نقصانات کا ذاتی تجربہ بھی ہے' مجھے صرف اس بات پر حیرت ہے خاتون کہ آپ وہاں کیوں جانا چاہتی ہیں وہاں آپ کو ریت کے ٹیلوں کے علاوہ کچھ نہیں ملے گا۔"

"سنا ہے وہاں ریت کے ٹیلوں میں قدیم اہراموں کی چوٹیاں بھی جھانکتی ہیں' کیا بانہیں ہے۔"

"ہوسکتا ہے' کیونکہ صحرائے مصر میں نہ جانے کہاں کہاں قدیم داستانیں بکھری ہوئی ہیں' لیکن ان اہراموں کا رخ کرنا بھی خطرناک ہوسکتا ہے۔ تاہم اگر آپ حکم دیں گی تو میں ریگزار رتاب کی سیر کراسکتا ہوں آپ کو.......... ویسے اب میں سمجھا کہ آپ سیاح ہیں۔ اصل میں دیکھنے کی تو بہت سی چیزیں یہاں موجود ہیں لیکن اپنے اپنے مزاج اور اپنی پسند کی بات ہے' تو کیا آپ ریگزار رتاب جانا چاہیں گی؟"

"ہاں.......... تم مجھے سیدھے وہیں لے چلو۔"

"آپ ضرور چلئے وہاں۔ ایک نگاہ جائزہ لے لیجئے۔ واپس لانے کے لئے میں موجود رہوں گا' آپ کو خود ہی اندازہ ہوجائے گا کہ آپ غلط جگہ آئی ہیں۔" اس کے بعد خاموشی طاری ہوگئی ڈرائیور بہت زیادہ باتونی نہیں تھا.......... لیکن پھر بھی اس نے مجھے ایک سیاح سمجھ کر قاہرہ اور اس کے نواح کے بارے میں بہت سی باتیں بتائیں۔ مجھے اس کا گفتگو کرنا برا نہیں لگ رہا تھا.......... وادی ارمناس میں پیش آنے والے ہولناک واقعات اب بھی میرے ذہن میں تھے۔ وادی کے مناظر میری نگاہوں میں گھوم رہے تھے اور اس کے ساتھ ساتھ ہی ثالث ظاہری یاد آرہا تھا۔ اس

پر دیوانگی ہی سوار ہوگئی تھی ہو سکتا ہے ریت کے کسی ٹیلے کے درمیانی حصے میں مجھے اس کی ہڈیاں بھی بکھری ہوئی نظر آجائیں۔ بہت دیر تک میں انہی خیالات میں گم رہی۔ صحرائے مصر کی روایتی گرمی، ہمارے ساتھ سفر کر رہی تھی۔ ماحول بدل رہا تھا نواحی علاقوں میں کبھی کبھی دریائے نیل کی نمی جذب کئے ہوئے ہوا کے جھونکے آتے تو یہ محسوس ہوتا کہ درمیانی حصہ ٹھنڈا ہے، لیکن بس یہ جھونکے ہی ہوتے اور آگے یہ ہوائیں پھر گرم ہواؤں میں تبدیل ہوجاتیں۔ جس وقت ہم وادی اریناس پہنچے تو سورج اپنی بلندیاں عبور کرکے واپسی کا سفر طے کر رہا تھا، صحرائے اعظم نگاہوں کے سامنے بکھرا ہوا تھا۔ ڈرائیور کا خیال تھا کہ وہاں کچھ نہ پاکر اور گرمی کی شدت سے پریشان ہوکر میں اسے فوری واپسی کے لئے کہوں گی۔ اس نے ایک جگہ ٹیکسی روک دی اور کہنے لگا۔

"آپ دیکھ لیجئے یہاں دور دور تک کسی ذی روح کا نشان نہیں، اس بات سے ہی اندازہ ہوتا ہے کہ یہ ریگزار انسانوں کی توجہ کا مرکز نہیں ہے لیکن اس کے باوجود آپ ضرور اپنی خوشی پوری کیجئے اور یہاں کی سیر کیجئے۔ میں آپ کا انتظار کروں گا یا پھر حکم ہو تو میں آپ کے ساتھ چلوں۔"

"نہیں، اس پیش کش کا شکریہ، یہاں تک تمہارا بل کتنا بنا۔" میں نے پوچھا اور ڈرائیور نے مجھے رقم بتا دی۔ میں نے اس رقم کو دگنا کرکے اسے دیتے ہوئے کہا۔ "میری طرف سے اجازت ہے کہ اگر راستے میں تمہیں کوئی سواری مل جائے تو اسے قاہرہ لے جانا نہ ملے تو دونوں طرف کا کرایہ تمہیں مل چکا ہے۔ اب یہ اتنی ہی رقم اور رکھو۔ دو دن کے بعد اگر ممکن ہو تو ایک گھنٹے میرا انتظار کرلینا نہ آؤں تو واپس چلے جانا تمہارا نقصان نہیں ہوگا۔" ڈرائیور نے حیرت سے منہ کھول کر پہلے اس رقم کو دیکھا پھر مجھے اس کے بعد اس نے بزرگانہ انداز میں کہا۔

"عالیہ، میں بے شک ڈرائیور ہوں اور مجھے وہی کرنا چاہئے جو آپ نے حکم دیا لیکن انسانی رشتے سے میں آپ سے کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ جو کچھ آپ کر رہی ہیں غیر دانشمندی ہے۔ آپ دو دن کی بات کرتی ہیں ذرا اس گرم ریگستان میں آپ دو گھنٹے گزار لیجئے۔ آپ اپنا فیصلہ بدل دیں گی۔ یہاں چند گھنٹے زندہ رہنا مشکل ہے۔ آپ دو دن کیسے زندہ رہ سکیں گی۔ میری گزارش ہے کہ یہ فیصلہ بدل دیں۔"

"تمہاری ہمدردی اور نصیحت کا شکریہ۔ میں دراصل پاگل ہوں ایسے ہی دیوانگی

کے فیصلے کرتی ہوں اور ان پر اٹل ہوتی ہوں۔ ایک بار پھر شکریہ۔ اب تم جاؤ" میں نے ریگستان کی طرف قدم اٹھا دیئے۔ وہ بھی کچھ ضرورت سے زیادہ جھکی انسان تھا۔ بوکھلائے ہوئے انداز میں نیچے اترا اور میرے پیچھے پیچھے چل پڑا۔ وہ مجھے مسلسل سمجھا رہا تھا لیکن میں آگے بڑھتی جا رہی تھی۔ پھر اسے اپنے بہت دور نکل آنے کا احساس ہوا اور وہ رک گیا۔

"عالیہ رک جایئے عالیہ........ میری بات مان لیجئے۔" اس نے کہا میں مسکرا کر اس کی طرف پلٹی اور میں نے آنکھیں بند کرکے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ "تمہارا شکریہ مہربان شخص۔ اب تم جاؤ۔" میں نے آگے قدم بڑھا دیئے۔ وہ چند لمحات کھڑا رہا پھر ہوا کے گرم جھکڑوں سے پریشان ہوکر واپس پلٹ پڑا۔ کچھ دیر کے بعد میں نے ایک بلند ٹیلے پر چڑھ کر دور جاتی ہوئی ٹیکسی کو دیکھا اور مسکراتی ہوئی نیچے اتر آئی۔ طلسمی ریگستان نگاہوں کی انتہا تک پھیلا ہوا تھا اور ریت چاندی کی طرح چمک رہی تھی۔ میں آگے بڑھتی رہی۔ ہوا بے شک گرم تھی اور دھوپ جھلسا دینے والی لیکن میں ہر احساس سے بے نیاز صرف تجسس میں ڈوبی آگے بڑھ رہی تھی۔ ثالث ظاہری کے ساتھ جو کچھ دیکھ کر خوفزدہ ہوگئی تھی آج میری نگاہیں خود اسے تلاش کر رہی تھیں۔ میں پورے اندازے سے اسی سمت بڑھ رہی تھی لیکن ہواؤں نے یہاں اپنی مملکت قائم کر رکھی تھی وہ ریت کو جو شکل چاہتی دے دیتی تھیں چنانچہ اب ڈان ایرن اور پروفیسر ہاشمی کے پنجروں کا کوئی نشان موجود نہیں تھا۔ نہ ہی مجھے ثالث ظاہری کا جسم نظر آیا۔

میں نے بہت فاصلہ طے کرلیا تھا سورج اب ڈھل رہا تھا اور دھوپ کی تیزی ختم ہوگئی تھی۔ پھر آہستہ آہستہ ریت پر شام اترنے لگی فضا کا حبس بھی کم ہوگیا اور ہوائیں ٹھنڈی ہونے لگیں۔ مجھے ذرا بھی تھکن نہیں محسوس ہوئی تھی۔ نہ ہی گرم دن مجھ پر اثر انداز ہوا تھا۔ اب ریت کے ٹیلوں میں کہیں کہیں سیاہ دھبے نظر آنے لگے تھے۔ یہ ریت میں دفن اہرام تھے لیکن ان کی گہرائیوں تک جانے کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا تھا۔ بالآخر رات ہوگئی۔ میں نے ایک چوڑے ٹیلے پر اپنا ٹھکانہ بنایا اور ٹریول کٹ اس پر پھینک کر بیٹھ گئی۔ وادی ارمناس میں پہلی رات........ میں نے دل میں سوچا دیکھوں یہ رات کیسی گزرتی ہے۔ یہ جگہ بہتر تھی دور دور تک کے نظارے ہو رہے تھے۔ وہ تمام داستانیں میرے ذہن سے گزرنے لگیں جو میں نے سنی تھیں۔ ہواؤں

میں تیزی نہیں تھی اور وہ بھی ریت کو چھوتی گزر رہی تھیں۔ ہوا کے جھونکوں سے کہیں کہیں ریت ہولے ہولے متحرک ہو جاتی اور یوں لگتا جیسے کوئی ذی روح رینگ رہا ہو۔

پھر ان داستانوں کی تصدیق ہونے لگی۔ جونہی چاند نے سر ابھارا ہوائیں تیز ہونے لگیں انہوں نے ایک خاص انداز اختیار کر لیا وہ چاروں طرف ٹیلوں سے ٹکرا کر بھنور کی شکل اختیار کر گئیں۔ یہ بھنور ریت کو بلند کر کے بگولے کی شکل اختیار کر گیا اور اس میں ستارے چمکنے لگے یہ ستارے اصل میں ریت میں شامل ذرات تھے جو چاندنی سے منعکس ہونے لگتے لیکن امیر باسط العزیزی نے ان کی جو نقشہ کشی کی تھی وہ ہو بہو نگاہوں کے سامنے تھی۔ بڑا طلسمی ماحول تھا کئی بگولے میرے سامنے سے گزرے اور میں ان میں کھلنے والے دروازوں کی منتظر رہی لیکن بگولے گزر جاتے تھے ان میں کوئی دروازہ نہ کھلا۔ بہت دیر تک میں ہواؤں کی اٹکھیلیاں دیکھتی رہی منظر واقعی ایسا تھا کہ کچے ذہن کا انسان دماغی توازن کھو بیٹھے بگولوں کی تعداد اب بڑھ گئی تھی لیکن اب وہ گہرائیوں ہی میں تھے مجھے یوں لگ رہا تھا جیسے یہ ٹیلا جس پر میں بیٹھی ہوئی تھی بلند ہو گیا ہو کیونکہ گہرائیاں زیادہ محسوس ہونے لگی تھیں۔ میں دور دور تک نگاہیں دوڑا رہی تھی پھر اچانک میں اچھل پڑی میں نے جو کچھ دیکھا وہ نظری دھوکہ نہیں تھا وہ کوئی انسان ہی تھا جو ریت پر قدم اٹھاتا چلا آ رہا تھا۔ چاند پوری آب و تاب سے چمک رہا تھا اور میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اس انسانی وجود کو دیکھ رہی تھی جو اسی سمت آ رہا تھا۔ پھر میں نے اسے پہچان لیا۔ وہی سنہری حسینہ جو زاغ کی نمائندہ تھی۔ زاغ کو میری یہاں آمد کا علم ہو گیا تھا آہ اب وہ کھیل شروع ہو گیا جس کی میں نے توقع کی تھی ارطن طلائی کی آمد بے معنی نہیں تھی میں تیار ہو گئی۔ میرا یہاں آنا بیکار نہیں گیا تھا مجھے اپنے مقصد میں کامیابی حاصل ہوئی تھی چند لمحات کے بعد وہ ٹیلے پر چڑھ آئی۔

"اس میں کوئی شک نہیں کہ تم بہت دلیر لڑکی ہو۔" اس نے حسین آواز میں کہا۔

"اور تم؟" میں نے سوال کیا۔

"میں سمجھی نہیں؟"

"اس وقت تمہارے گلے میں زاغ کی آواز نہیں سنائی دی۔"

"ہاں اس وقت میں آزاد ہوں۔"

"جب تم آزاد ہوتی ہو تو کیا ہوتی ہو؟"

"ارطن طلائی۔" اس نے ہنس کر کہا اتنی پیاری ہنسی تھی کہ دل میں اتر جائے۔

"تمہاری اپنی بھی تو کوئی کہانی ہو گی؟"

"شاید کبھی تھی اب نہیں ہے۔"

"گویا تمہیں اپنے بارے میں بتانے کی اجازت نہیں ہے۔"

"میں صرف زعورس کی غلام ہوں اور کچھ نہیں مجھ سے اس کے بارے میں ہو میرے بارے میں کچھ پوچھنا بے کار ہے۔"

"خوب۔ چلو ٹھیک ہے زعورس اس وقت کہاں ہے؟"

"اپنے دانش کدے میں۔"

"اور اس کا دانش کدہ کہاں ہے؟"

"جس سمت سے میں یہاں آئی ہوں اسی سمت۔"

"کتنی دور ہے؟"

"بہت فاصلہ نہیں۔"

"کیا میں وہاں جا سکتی ہوں؟"

"میں اس کی اجازت سے یہاں آئی ہوں وہ خود تم سے ملنا چاہتا ہے۔"

"اسے میری یہاں آمد کا علم ہے؟"

"وہ وادی ارمناس کا شہنشاہ ہے اس وادی میں جو کچھ ہوتا ہے اسے پتا ہوتا ہے۔"

"اس کے باوجود وہ بگولوں میں ماضی کے دروازے نہیں تلاش کر سکا۔" میں نے زیہ کہا۔

"یہ ایک احمقانہ روایت ہے جس میں کوئی صداقت نہیں ہوا کے بھنور سے تی ہوئی ریت بے حقیقت ہوتی ہے اس میں بھلا دروازوں کا کہاں وجود ہے۔"

"اوہ ظاہر ہے تمہیں اس کا صحیح علم ہو گا۔"

"تو پھر چلو زعورس تم سے ملاقات کا خواہش مند ہے۔" اس نے کہا اور میں تیار گئی سنہری لڑکی واپس چل پڑی دن کی ہولناک گرمی کا اب نام ونشان نہیں تھا ریت ا کہکشاں قدموں تلے بکھری ہوئی تھی میں نے اس کے ساتھ چلتے ہوئے پوچھا۔ "کیا اغ نادیدہ کیفیت میں مجھ سے ملاقات کرے گا؟"

"یہ میں کیسے جان سکتی ہوں۔" اس نے جواب دیا۔ اس کے بعد میں نے اِ
سے کوئی سوال نہیں کیا ہمیں خاصا طویل سفر کرنا پڑا۔ راستے میں ریت سے ڈھکے ہو
نکیلے اہراموں کی چوٹیاں نظر آئیں مصر کی بہت بڑی تاریخ تو ریت کے نیچے دفن ہ
اگر کبھی کسی صدی نے مصر کے صحراؤں سے یہ ریت صاف کی تو یقیناً اس سے مصر کی
ایک اور تاریخ برآمد ہوگی۔ میں سوچوں میں ڈوبی آگے بڑھتی رہی سنہری لڑکی ریت
کے ایک ٹیلے کے پاس رک گئی اور میں نے چونک کر اِدھر اُدھر دیکھا یہاں تو کوئی ایک
جگہ نظر نہیں آرہی تھی جہاں کسی دانش کدے کی موجودگی کا امکان ہو لیکن چند ہی
لمحات کے بعد اس ٹیلے کی ریت نیچے کھسکنے لگی جس کے سامنے وہ آکر کھڑی ہوئی تھی
غالباً اندر سے کوئی عمل ہو رہا تھا میں حیرانی سے ٹیلے کی کھسکتی ہوئی ریت کو دیکھتی رہی۔
اس کے نیچے سے پتھر کی ایک سل برآمد ہوئی تھی سیاہ رنگ کی کاہی زدہ سل خود بخود
ایک دروازے کی مانند کھل گئی اور ارطن طلائی نے مجھے آگے بڑھنے کا اشارہ کیا میں
نے ٹھنڈی سانس لے کر اطراف کے ماحول پر نظر ڈالی۔

تاحدِ نگاہ ایسے بے شمار ٹیلے بکھرے ہوئے تھے اور کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ
ریت کے ان ٹیلوں میں چھپے ہوئے اہرامین کا دروازہ اس طرح بھی کھل سکتا ہے
بہرحال میں اس کے اشارے پر بے دھڑک اندر داخل ہوگئی۔ مدہم مدہم روشنی میں
سیڑھیاں نیچے اترتی ہوئی نظر آرہی تھیں۔ پتھریلی ناہموار' ٹوٹی پھوٹی' بوسیدہ سیڑھیاں
گہرائی میں کتنی دور چلی گئی تھیں اس کا اندازہ اس مدہم روشنی میں ہونا ممکن نہیں تھا
میں بلاتردد ان سیڑھیوں سے نیچے اترنے لگی۔ ارطن طلائی کے بدن سے پھوٹنے والی
مدہم مدہم سنہری روشنی سیڑھیوں کو اجاگر کرتی چلی جارہی تھی وہ مجھ سے آگے آگئی
تاکہ میری رہنمائی کرسکے اور میں اس کے عقب میں سیڑھیاں اترتی رہی' شاید یہ
پاتال کا سفر تھا یا زمین کے ساتویں طبق تک جانا تھا۔ سیڑھیاں تھیں کہ شیطان کی آنت
کی طرح نیچے اور نیچے چلی جارہی تھیں۔ میں پوری طرح یہاں کے ماحول کا تجزیہ کر
رہی تھی حالانکہ اتنی سی دیر میں ہم کافی گہرائیوں میں آگئے تھے لیکن گھٹن کا ذرہ برابر
احساس نہیں تھا بلکہ فضا میں ایک عجیب سا ہلکا پن ایک خوشگوار سی کیفیت کا احساس
مسلسل بڑھتا جارہا تھا۔

میں کچھ سوچے سمجھے بغیر نیچے اترتی رہی اور پھر مجھے سفید دودھیا روشنی نظر آئی
یقیناً یہ ابھی ابھی ہوئی تھی کیونکہ اوپر سے ہم اس روشنی کو نہیں دیکھ سکے تھے غالباً

ڑھیوں کا اختتام ہوگیا تھا مجھے یونہی لگا جیسے میں ہزاروں فٹ کی گہرائی میں زمین کے
نیچے میں اتر آئی ہوں اس سفید دودھیا روشنی میں' میں نے ایک عجیب و غریب ٹھنڈا
اور پُرسکون ماحول دیکھا بڑا سا ہال جیسا کمرہ تھا اسے کمرہ ہی کہا جاسکتا ہے کیونکہ اس کی
دیواریں باقاعدہ انسانی تراش کا نمونہ تھیں چوڑی چوڑی سلوں سے بنی ہوئی لیکن
اہرام نما یعنی اوپر سے بتدریج فاصلے کم ہوتے چلے گئے تھے نیچے بے شمار عجیب و غریب
چیزیں موجود تھیں یہ روشنی بالکل قدرتی لگ رہی تھی اور غالباً دیواروں سے ہی
پھوٹ رہی تھی یہ اندازہ بالکل نہیں ہو پا رہا تھا کہ روشنی کہاں سے آرہی ہے چاندنی
بھی نہیں معلوم ہوتی تھی بہرطور یہ ایک محقق سائنس دان یا زمانہ قدیم کے کسی
ساحری کا طلسم کدہ تھا اس کا علم مجھے پہلے ہی تھا ٹھنڈی پُرسکون خاموش فضا میں پہنچ کر
میں رک گئی سنہری لڑکی نے مسکرا کر مجھے دیکھا اور کہنے لگی۔

"یہاں میرا کام ختم ہو جاتا ہے اب تم زعورس ابن طھابی کی مہمان ہو۔"

"ہاں لیکن میرا میزبان مسلسل میری نگاہوں سے غائب ہے۔" میں نے کہا تب ہی
مجھے اس ہال نما غار میں ایک گونج سنائی دی۔

"نہیں بے بی میں تم سے زیادہ فاصلے پر نہیں ہوں۔" یہ زاغ ہی کی آواز تھی
میں نے اسے پہچان لیا یہاں وہ بہت زیادہ پُراعتماد اور پُروقار نظر آتا تھا میں نے چاروں
طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"انوکھے میزبان ہو کیا سامنے آکر مہمان کا استقبال نہیں کرسکتے۔"

"ارطن طلائی اب تمہارا یہاں کوئی کام نہیں تم جاؤ۔" سنہری لڑکی باادب گردن
جھکائے واپس مڑی میں اسے جاتے ہوئے دیکھ رہی تھی پھر وہ ایک دیوار سے اس
طرح گزر گئی جیسے اس کا جسمانی وجود ہی نہ ہو دیوار اپنی جگہ برابر نظر آرہی تھی میں سحر
زدہ نگاہوں سے چاروں طرف کا جائزہ لے رہی تھی زاغ کی آواز پھر ابھری۔

"اگر تھوڑی دیر آرام کرنا چاہو تو وہ نشست ہے اس پر بیٹھ جاؤ جہاں تک میری
میزبانی کا تعلق ہے تو میں اس کی وضاحت کئے دیتا ہوں بہت عرصے پہلے احمد کمال سعدی
یہاں آیا تھا اس نے یہ دانش کدہ اپنی کاوشوں سے دریافت کیا تھا اور اس کی گہرائیوں
میں اتر آیا تھا۔ آج اس کی بیٹی یہاں آئی ہے میں اس کی آمد سے بہت خوش ہوں یہی تو
میں چاہتا تھا یہی تو میرا اور تمہارا تنازع تھا جسے تم نے میری مرضی سے قبول نہ کیا لیکن
اپنی مرضی سے یہاں آگئیں۔ ہاں جہاں تک میرے سامنے آکر استقبال نہ کرنے کا

معاملہ ہے تو پیاری لڑکی میں اس کے لئے مجبور ہو چکا ہوں میں نے اپنا وجود ماضی کے سفر پر روانہ کر دیا ہے اور وہ طویل مسافتیں طے کرتا ہوا بالآخر مطلوبہ دور میں پہنچ گیا ہے اب میری واپسی احمد کمال سعدی اور تمہارے ساتھ ہو گی تب میرا وجود وہاں میری حیثیت اختیار کر جائے گا میں اپنے جسمانی وجود کی بات کر رہا ہوں۔ یہ سب کچھ ضروری تھا میں نے تو اس پر عمل کر ڈالا ہے اب تمہارا معاملہ ہے خیر یہ گفتگو قبل از وقت ہے میں نے تمہیں صرف یہ بتایا کہ بحالت مجبوری میں تمہارے سامنے آکر تمہاری میزبانی نہیں کر سکتا۔"

میں خاموش رہی۔ البتہ آگے بڑھ کر میں اس نشست پر بیٹھ گئی تھی پھر میں نے چاروں طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "تو یہ ہے زارم ابن طھابی کا دانش کدہ؟"

"ہاں۔ میرے باپ نے یہاں بہت بڑے بڑے تجربات کئے ہیں جن کی تفصیل میں جاؤ تو سمجھ لو کہ کئی دن اور کئی راتیں صرف ہو جائیں لیکن تمہیں اس سے کوئی دلچسپی نہیں ہو گی بنیادی طور پر یوں سمجھو کہ احمد کمال سعدی نے یہاں بہت وقت گزارا ہے میں تمہیں تمہارے باپ کی چند نشانیاں دکھاتا ہوں اٹھو آؤ' میرے ساتھ ساتھ چلی آؤ۔"

"ساتھ ساتھ!" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہاں یہ مشکل تو نہیں ہے۔" زاغ کی آواز ابھری پھر ایک مومی شمع نے اپنی جگہ سے حرکت کی اور فضا میں بلند ہو گئی۔ ایک شعلہ فضا میں نمودار ہوا اور شمع روشن ہو گئی۔ "آؤ!" زاغ نے کہا اور میں کھڑی ہو گئی شمع آگے بڑھنے لگی۔ میں نے اس کی رہنمائی قبول کر لی تھی ہم دونوں ایک بلوریں چٹان کے پاس سے گزرے اس کی تراش ہیرے جیسی تھی اس سے آگے ویسی ہی دو اور چھوٹی چٹانیں تھیں وہاں سے آگے بڑھے تو سنہری رنگ کا اسفنج جیسی چیز کا ایک ڈھیر نظر آیا جس سے مکھیوں جیسی بھنبھناہٹ سنائی دے رہی تھی۔ یہ زمانہ قدیم کی سائنس تھی تاہم میں نے اس کی تفصیل نہیں پوچھی۔ اس طرح ہم دیوار کے پاس پہنچ گئے۔ مومی شمع سنگی دیوار سے گزر گئی اور میں بھونچکی رہ گئی دوسری طرف سے زاغ کی آواز ابھری۔

"آؤ روشن جمال۔" میں نے قدم آگے بڑھائے یہ چٹانی دیوار بس نظری دھوکہ تھی میں اس سے بآسانی گزر گئی۔ دوسری طرف ناقابل یقین منظر تھا یہ بھی ایک باقاعدہ جگہ تھی چھت اسی انداز میں نگاہ کی حد تک بلند تھی لیکن اس کے نیچے روشن صبح بکھری

ئی تھی وہی تازگی' وہی فرحت بخش احساس۔ ایک وسیع حصے میں پھولوں کی کیاریاں ن میں پھول کھلے ہوئے تھے چھوٹے چھوٹے درخت.......... میرے منہ سے بے ختیار نکلا۔

"یہ پھول مصنوعی ہیں؟"

"قطعی نہیں بالکل اصل تروتازہ۔"

"لیکن یہاں اس بند جگہ میں؟"

"ان کی عمر ہزاروں سال ہے تم نے شاید اہرامین میں زندگی کے بارے میں کبھی علومات نہیں کی۔"

"ہاں کچھ مضامین ضرور پڑھے ہیں اس بارے میں کبھی ان پر غور نہیں کیا۔"

"ایک طویل موضوع ہے زمانہ قدیم کی ریسرچ جامع ہے تمام ثبوتوں کے ساتھ ورے اعتماد کے ساتھ تمہارے دور کے احمق محققین جیسی نہیں کہ ایک دوا کینسر کے لئے ایجاد کی گئی بعد میں پتہ چلا کہ وہی دوا کینسر کا موجب ہے۔ ایسی شرمناک ریسرچ پر وب مرنا چاہئے ان لوگوں کو۔ آؤ تمہیں سعدی کے قیام کی نشانیاں دکھاؤں۔" مومی ع نے میری آگے رہنمائی کی اور میں اس کے الفاظ پر غور کرتی آگے بڑھ گئی اس وسیع ہرام کے نیچے نوادرات کی دنیا آباد تھی اس نے مجھے ایک گوشہ دکھایا۔ "یہ سعدی کے کچھ لباس ہیں یہ جوتے' یہاں اس نے مستقل قیام کیا تھا۔ اس جگہ اس نے اپنے کھانے پینے کا بندوبست کیا تھا۔ آؤ اب میں تمہیں وہ جگہ دکھاؤں جہاں سوتے ہوئے ں نے صدیاں برباد کر دیں۔ یہ وہ جگہ ہے اور یہ اس دانش کدے میں سورج کی تحقیق کے مرکز اور اس جگہ سے سعدی نے شعاعوں کی واپسی میں اجسام کو تحلیل کرنے کا راز پایا اور اس طرح وہ ماضی میں چلا گیا یہ سب زارم طھابی کا ورثہ ہے جو مجھ یسے نالائق انسان کو منتقل ہوا۔"

میرا ذہن ہواؤں میں اُڑ رہا تھا یہ سب کچھ بہت پُراثر تھا اپنے والد کی استعمال ندہ اشیاء دیکھ کر دل پر رقت طاری ہو رہی تھی کہ جانے کتنا وقت یہاں صرف ہو گیا وئی اندازہ نہیں ہوا تھا۔ اس نے جذباتی لہجے میں کہا۔ "اور تم غور کرو روشن جمال ھ جیسا انسان تاریخ کا ایک غیر یقینی کردار خود اپنی ہی نگاہ میں ذلیل وخوار کہ اس کے پ نے وہ کچھ کیا جو آج کی دنیا پر واضح ہو جائے تو بے شمار سائنس دانوں کو خودکشی نی پڑے' ان کا علم بچوں کی کتابوں کی حیثیت اختیار کر جائے۔ میں اس طرح حسن

وعشق کی گرفت میں آگیا کہ اپنا منصب ہی کھو بیٹھا نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم! میر
کیفیت کیا ہونی چاہئے اب جبکہ میں اپنا سب کچھ کھو ہی چکا ہوں تو کیا مجھے وہ بھی نہ
چاہئے جس کے لئے سب کچھ کھویا!"

"میں تھک گئی ہوں مسٹر زاغ بیٹھنا چاہتی ہوں۔"

"آرام سے بیٹھ جاؤ مجھے تم سے بہت سی باتیں کرنی ہیں۔" اس نے کہا ا
روشن شمع بجھا کر ایک طرف ڈال دی میں ایک صاف ستھری جگہ بیٹھ گئی۔ چند لمحا
بالکل خاموشی طاری رہی پھر وہ بولا۔ "وادی ارمناس میں تمہارا آنا میرے لئے ایک
معمہ ہے کیا تم مجھے بتانا پسند کرو گی کہ یہاں تم کس خیال کے تحت آئیں؟"

"ثالث ظاہری کے بارے میں تصدیق کرنے کیا وہ مر چکا ہے؟"

"ہاں میں نے اسے ہلاک کر دیا! وہ بہت آگے بڑھ رہا تھا۔"

"میرا یہی مقصد تھا۔"

"میرے ایک سوال کا جواب دو۔" وہ عجیب سے لہجے میں بولا میں سوالیہ اند
میں اسے دیکھنے لگی تو اس نے پوچھا۔ "یہ ابن زماد کون ہے؟"

دل و دماغ کو سنسنی کا احساس ہوا تھا کہ زاغ جیسا خطرناک آدمی ابن زماد
لئے متجسس ہے۔ مجھے معلوم تھا کہ شلاشلائی کے ذریعے ابن زماد پر حملہ کر چکا ہے
اسے حملے کے نتائج بھی اچھی طرح معلوم ہوں گے۔ وہ ان نتائج پر سخت حیران ہو گا
اور اب وہ ابن زماد کے بارے میں مجھ سے پوچھ رہا تھا۔ میں نے کہا۔

"وہ صرف ایک مصور ہے۔ اس کے علاوہ اگر وہ کچھ ہے تو میں نہیں جانتی۔"

"میں جانتا تھا' مجھے اندازہ ہو گیا تھا کہ تم مجھے اس کے بارے میں نہیں بتاؤ گی'
وہ جو کچھ بھی ہے پتہ چل جائے گا اور اگر وہ میرے راستے میں مزاحم نہیں ہوتا تو مج
اس سے کوئی دلچسپی نہیں ہو گی' لیکن اگر تم نے اس کا سہارا حاصل کیا ہے تو.......
یہ میرے لئے بہتر نہیں ہو گا۔"

"وہ ایک بے ضرر انسان ہے ثالث ظاہری کا شناسا تھا اسی نے مجھے اس
متعارف کرایا تھا میرے لئے اور کوئی ٹھکانہ نہ رہا تو میں نے اس کے گھر میں پناہ
لی۔"

"یہ تمام باتیں سچ ہیں لیکن وہ صرف مصور ہی نہیں ہے اور یہ بات تم جا
ہو۔"

"نہیں مسٹر زاغ' اگر وہ اس کے علاوہ بھی کچھ ہے تو میں یہ بات نہیں جانتی۔"

"چلو ٹھیک ہے۔ اب آئندہ تمہارا کیا ارادہ ہے؟"

"میں نہیں جانتی۔" میں نے سرد لہجے میں کہا۔ زاغ خاموش ہو گیا تھا کچھ دیر
خاموشی رہی پھر اس نے کہا۔

"کیا میں دوبارہ تم سے درخواست کر سکتا ہوں روشن جمال کہ تم میرے ساتھ
مجھ سے تعاون کرو اور جب تاریخ کی عدالت میں تمہاری طلبی ہو تو میرے ساتھ
حاضری دو۔"

"تم بہت عجیب ہو زاغ......... تمہارے پاس لاتعداد پُراسرار قوتیں ہیں تم
کچھ کرنے کی صلاحیت رکھتے ہو مگر تم مجھ جیسی کمزور لڑکی کا سہارا حاصل کرنے کے
مسلسل کوشاں ہو۔"

"آہ' میں تمہیں بتا چکا ہوں' سب کچھ تو بتا چکا ہوں تمہیں' میرا تم سے قلبی رشتہ
تم اس کی بیٹی ہو جس کے لئے میں نے صدیاں تج دی ہیں تمہاری رگوں میں اس کا
ہے جس کے لئے میں اب بھی روتا ہوں' میں تمہاری خدمت کرنا چاہتا ہوں
شن جمال۔ تاریخ کی عدالت میں تمہارے غاصب باپ کی حقیقت بیان کر کے میں
اف طلب کرنا چاہتا ہوں۔ اس نے اناتم سلاطیہ کو دھوکے سے حاصل کیا۔ اس نے
کی کیا قدر کی' اسے چھوڑ کر آگیا اور میں جو اس کے تصور کے لئے ہزار بار مر سکتا
اس کے لئے اجنبی بن کر رہ گیا۔ یہ ساری حقیقتیں میں اسے بتانا چاہتا ہوں لیکن
وعدہ کرتا ہوں روشن جمال تم سے' اناتم سلاطیہ ثانی سے وعدہ کرتا ہوں کہ
ارے باپ احمد کمال سعدی کو کسی سزا سے دوچار نہ ہونے دوں گا میں اس کی
لت کروں گا۔ میرے پاس ایسے اہم نکتے ہیں جن کی مدد سے وہ تاریخ کے عتاب سے
کتا ہے۔ وہ مسلسل مجھ سے اجتناب برتتا ہے اس لئے کہ وہ میرا مجرم ہے لیکن میں
بھی اس کے ساتھ بھلائی کرنا چاہتا ہوں بس وہ میری محبوب ہستی مجھے لوٹا دے۔"

"جو میری ماں ہے۔" میں نے کہا۔

"ہاں روشن جمال۔"

"تم یہ کیوں بھول جاتے ہو زاغ کہ اگر اناتم سلاطیہ میری ماں ہے تو احمد کمال
ری میرے باپ ہیں اور ہم تینوں کے درمیان تمہاری کوئی گنجائش نہیں۔"

"یہی تو بیدردی ہے' یہی تو مجھے جنون کا شکار کرتی ہے کوئی میرا بھی تو ساتھ دے

کوئی میری مظلومیت بھی تو تسلیم کرے۔"

"میرے سلسلے میں تمہارا انتخاب غلط نہیں ہے زاغ؟"

"کیا مطلب؟"

"وہ دونوں میرے ماں باپ ہیں۔ ماں تو میرے لئے صرف ایک انوکھا تصور ہے۔ باپ کے خطوط میں نے دیکھے ہیں ان کی آواز سنی ہے اور انہوں نے مجھے تم سے دور رہنے کے لئے کہا ہے۔"

"میں ایسا نہیں ہونے دوں گا روشن جمال۔ خواہ مجھے کتنی ہی جدوجہد کرنی پڑے۔ میں اس طویل زندگی کا کیا کروں گا۔ میں کس مقصد کے لئے جیوں گا؟"

"میں تم سے واضح طور پر کہہ رہی ہوں زاغ' نہ جانے کتنا وقت گزر گیا مجھے ایک ہی راگ سنتے سنتے کہ میں تاریخ کی امانت ہوں' میں تاریخ کی ایک انوکھی الجھن ہوں۔ مصر کی پُراسرار روایتیں اپنی جگہ' ذاتی طور پر تو میں ان کے بارے میں بھی کچھ نہیں جانتی کوئی بات میرے دل میں نہیں اترتی' یہ ساری باتیں مجھے صرف کہانی محسوس ہوتی ہیں۔ جو پریشانیاں اس دوران مجھے ہوئی ہیں میں انہیں اپنے لئے سزا سمجھتی ہوں۔ صرف ایک سزا جو مجھے ان محبت کرنے والوں کی دل شکنی کرنے کی وجہ سے ملی ہے۔ میری مراد اپنے نگراں صمد بابا اور جہانی بیگم سے ہے۔ انہی میں ایک کردار خالد ہے اس نے تمہاری نمائندگی کی تھی دھوکہ دیا تھا مجھے لیکن اس کے لئے اب میرے دل کے گوشے نرم ہیں۔ اگر کوئی مجھ سے کہہ دے کہ میں کچھ بھی نہیں ہوں میرے بارے میں ساری کہانیاں جھوٹی ہیں میں بغیر کسی مشکل کے واپس جا سکتی ہوں تو مسٹر زاغ میں خالد کے ساتھ واپس چلی جاؤں گی۔ میں خوشی سے اسے اپنی زندگی میں شامل کر کے سب کچھ بھول جاؤں گی۔"

"خالد کہاں ہے؟" زاغ نے بے اختیار پوچھا۔

"افسوس میں نہیں جانتی۔"

"کیا وہ مصر میں ہے؟"

"مجھے یہ بھی نہیں معلوم۔ کیا تمہارا ابھی اس سے رابطہ نہیں ہے؟"

"بہت عرصے سے نہیں ہوا مجھے اس کی ضرورت نہیں پیش آئی لیکن میں اسے تلاش کر سکتا ہوں۔ کالا پرندہ اسے ضرور ڈھونڈ نکالے گا۔"

"نہیں' یہ میرے لئے بے مقصد ہو گا۔ میں اسے ٹھکرا چکی ہوں۔"

"تمہیں اس سے کیا فائدہ ہو گا؟"

"وہ اس وقت تک تمہاری دلجوئی کرے گا جب تک تم مصر میں موجود ہو۔"

"وہ کیسے؟" زاغ نے سوال کیا اور میں نے اسے خالد کے بارے میں سب کچھ بتا دیا۔

"تم نے بہتر ہی کیا' سب کچھ بے فائدہ تھا۔" زاغ بولا' پھر اس نے نرمی سے کہا۔ "اچھی لڑکی میری بات مان لو۔ تمہیں سکون ملے گا۔ مجھے اس شخص کے بارے میں جو کچھ جانتی ہو وہ بھی بتا دو ہو سکتا ہے وہ بھی تمہارا دشمن ہی نکلے۔"

"نہیں مسٹر زاغ وہ میرا دشمن نہیں ہے!"

"خیر اس کے معاملے کو میں خود دیکھ لوں گا' دوسرے مسئلے میں تم نے کیا فیصلہ کیا۔"

"جو پہلے کیا تھا وہ بدستور ہے۔" میں نے حتمی لہجے میں کہا۔ زاغ پھر خاموش ہو گیا تھا۔ پھر اس نے کہا۔

"ٹھیک ہے میں تمہیں آمادہ کرنے کی کوشش کرتا رہوں گا۔ آخری لمحے تک۔"

میں نے خاموشی اختیار کر لی پھر میں نے اس سے ثالث ظاہری کی لاش کے بارے میں پوچھا۔ "کیا وہ بھی انہی ریگستانی ٹیلوں میں دفن ہے؟"

"نہیں۔" وہ بولا۔

"کیا مطلب؟" میں نے چونک کر پوچھا۔

"اٹھو۔ میرے ساتھ آؤ۔ میں تمہیں دکھاتا ہوں وہ کہاں ہے۔" اس نے کہا اور میں اچھل کر کھڑی ہو گئی۔ اس کے الفاظ پر مجھے حیرانی ہوئی تھی۔ اس نے بجھی ہوئی شمع پھر اٹھالی تھی تاکہ میری رہنمائی ہو سکے شمع نے مجھے ایک غار جیسی جگہ پہنچا دیا۔ میں اندر داخل ہو گئی بڑا سا دہانہ تھا جس کے دوسری طرف وسیع غار تھا۔ میں غار میں داخل ہوئی اور حیرانی سے اِدھر اُدھر دیکھنے لگی شمع دہانے کے دوسری طرف تھی اس کا مطلب تھا کہ زاغ غار میں نہیں داخل ہوا تھا۔ اچانک ہی ایک آہٹ ہوئی اور لوہے کا ایک سلاخوں والا دروازہ غار کے دہانے پر آ گرا۔ میں چونک کر پلٹی اور زاغ کی دھوکہ دہی پر آنکھیں پھاڑ کر رہ گئی۔ پھر میں دہانے کے نزدیک آ گئی اور سلاخوں کو پکڑ کر بولی۔ "یہ کیا ہے زاغ؟"

"مجبوری ہے۔" زاغ کی آواز سنائی دی اور میرے ہونٹوں پر تلخ مسکراہٹ

پھیل گئی۔

"گویا تم نے اب مجھے اپنا قیدی بنا لیا؟"

"اس کے سوا کوئی چارہ کار نہیں ہے روشن جمال۔ میں تمہیں سب کچھ بتا چکا ہوں۔ تمہارا ساتھ میرے لئے بے حد ضروری ہے لیکن تم کسی طور آمادہ نہیں ہوئیں روشن جمال یہ میری سب سے بڑی ضرورت ہے جسے میں ہر قیمت پر پوری کرنا چاہتا ہوں تمہیں شاید اس کا علم نہ ہو لیکن میں تمہیں بتاتا ہوں کہ اب تمہاری عمر کی وہ مدت پوری ہونے میں زیادہ وقت نہیں ہے جس کا انتظار کیا جا رہا تھا۔ تمہاری طلبی کسی بھی وقت ہو سکتی ہے تمہیں کھو کر میں بقیہ زندگی کی مایوسیاں نہیں چاہتا۔ مجھے افسوس ہے کہ ہم دوستانہ ماحول میں یکجا نہ رہ سکے۔"

"لیکن مجھے خوشی ہے زاغ کہ میں نے کوئی غیر اخلاقی عمل نہیں کیا۔ مسٹر زاغ بار بار میں تمہارے معاملے میں سنجیدہ ہوئی ہوں مجھے یوں لگتا ہے جیسے احمد کمال سعدی نے واقعی تمہارے ساتھ زیادتی کی ہے۔ میں نے دلسوزی سے سوچا ہے کہ اس کا ازالہ مجھ پر فرض ہے۔ جب بھی مسٹر زاغ میں نے اس بارے میں خود سے بغاوت کی تمہاری طرف سے ایسا کوئی عمل ہو گیا جس سے میں سنبھل گئی اور مجھے اندازہ ہو گیا کہ تم ہو ہی برے انسان۔ جو شخص اپنی آرزو کی تکمیل کے لئے کسی انسان کی جان لے لے وہ اچھا انسان ہو ہی نہیں سکتا۔ احمد کمال سعدی تم سے بہتر تھے کہ انہوں نے تمہیں زندہ رہنے دیا اپنا راستہ صاف کرنے کے لئے تمہیں ہلاک بھی کر سکتے تھے۔"

"کاش وہ بدبخت ایسا ہی کر دیتا۔"

"نہیں۔ اس لئے کہ وہ تم جیسا نہیں تھا۔ تم مکار بھی ہو اور ظالم بھی۔"

"ٹھیک ہے روشن جمال۔ اب جو کچھ بھی ہے تم میری نگاہوں کے سامنے رہو گی اور جب تمہاری طلبی ہو گی تو میں تم سے دور نہ ہوں گا یہی میں چاہتا تھا۔" شمع سلاخوں کے دروازے سے دور ہونے لگی وہ واپس جا رہا تھا۔ میں اسے دیکھ کر مسکراتی رہی۔ میں پُراعتماد تھی اس نے مجھے نہیں میری تصویر کو قید کیا تھا۔ ابھی چند لمحات کے بعد جب میں اس سے رابطہ توڑ لوں گی تو وہ کف افسوس ملتا رہ جائے گا۔ کچھ دیر کے بعد میں نے ایسا ہی کیا۔

☆======☆======☆

ابن زماد میرے سامنے ہی موجود تھا اور خاموش بیٹھا مجھے دیکھ رہا تھا۔ میں کھوئی

کوئی آنکھوں سے اسے دیکھنے لگی۔

"اتنی اتنی دیر باہر نہ رہا کرو۔ اب میں تمہارا عادی ہو گیا ہوں۔" ابن زماد نے کہا اور میں گہری گہری سانسیں لینے لگی۔

"عظیم مصور۔ تمہارے فن نے مجھے مایوسیوں سے نکال لیا ہے اس انوکھے فن کی توصیف کے لئے میرے پاس الفاظ نہیں ہیں۔" میں نے اسے شکر گزار نگاہوں سے دیکھ کر کہا۔

"اپنے تخلیق کار کی تعریف سن کر مجھے خوشی ہوتی ہے میری تعریف اسی کی تعریف تو ہے۔ اس بار کہاں چلی گئی تھیں؟"

"آہ۔ اب میں اتنے اعتماد سے جی رہی ہوں کہ شاید اپنے وطن میں بے فکر زندگی گزارتے ہوئے بھی مجھے خود اتنا اعتماد نہیں تھا۔ میں نے کئی ایسے کام کئے جو عام حالت میں ممکن نہیں تھے۔"

"مثلاً؟" اس نے پوچھا۔

"اپنے ساتھی خالد کو تلاش کیا مگر اب وہ شاید مصر میں نہیں ہے اچھا ہے اسے عقل آ گئی ہو وہ چلا گیا ہو۔ اس کے بعد میں وادی ارمناس میں گئی اور میں نے زاغ کا دانش کدہ تلاش کر لیا۔" میں نے ابن زماد کو پوری تفصیل بتا دی اور وہ مسکرانے لگا۔

"تو تمہاری دوسری تصویر اس کی قید میں چلی گئی؟"

"اب وہاں کیا ہو گا ابن زماد؟"

"کچھ نہیں۔ زاغ وہاں ایک لپٹا ہوا کاغذ پائے گا جس پر تمہارے نقش اسے دیکھ رہے ہوں گے۔"

"آہ۔ انوکھی کیفیت کا شکار ہو جائے گا وہ بلکہ ابن زماد اب تو میں کچھ اور سوچنے لگی ہوں۔"

"کیا؟" اس نے دلچسپی سے پوچھا۔

"زاغ کہتا ہے کہ اب میری طلبی کسی بھی وقت ہو سکتی ہے اگر اس ناقابلِ یقین داستان میں واقعی کچھ ایسے لمحات ہیں کہ مجھے روحوں کی عدالت میں پیش ہونا پڑے تو میں خود وہاں کیوں جاؤں جو کچھ بیتے میری تصویر پر ہی کیوں نہ بیتے۔"

ابن زماد کچھ سوچنے لگا پھر بولا۔ "افسوس اس بارے میں میری بصیرت ناکام ہے۔ میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔"

"میرے ذہن میں یہ خیال جڑ پکڑ رہا ہے ابن زماد' میں یہ تجربہ کرنا چاہتی ہوں آہ کوئی سوچ بھی نہیں سکتا' زاغ صدیوں کا تجربہ سمیٹے ہوئے ہے۔ اسے مجھ پر کوئی شک نہیں ہو سکا۔ یہ سب کچھ بہت دلچسپ ہے اور اس کے لئے ابن زماد تمہیں میری کچھ اور تصویریں بنانی ہوں گی۔ میں چاہتی ہوں کہ میں ان تصویروں میں متحرک رہوں۔ مجھے ایک لمحہ بھی احساس نہ ہو کہ میں اصلی نہیں ہوں جب بھی اور جہاں بھی میری گرفت ہو گی وہ مجھے اصل نہ پائیں گے اور اگر واقعی مجھ پر کچھ ایسے لمحات گزرنے والے ہیں تو مجھے کوئی مشکل نہیں ہو گی۔"

"ٹھیک ہے میں زیادہ وقت صرف کر کے تمہاری کئی تصویریں بنا کر محفوظ کر دوں گا۔" ابن زماد نے کہا' پھر جب میں نے ابن زماد کے نگار خانے میں اپنی تیسری تصویر کو زندگی بخشی تو ابن زماد بولا۔ "کیا کہیں جانے کا ارادہ ہے؟"

"ہاں ابن زماد۔ دیکھنا چاہتی ہوں زاغ پر میری اس کیفیت پر کیا رد عمل ہوا۔"

"وادی ارمناس جاؤ گی؟"

"جاؤں گی مگر ابھی نہیں۔ اب میں قاہرہ کے حسن و جمال سے لطف اٹھانا چاہتی ہوں ایک آزاد سیاح کی حیثیت سے۔"

"ذرا احتیاط رکھنا۔ یہ تمہاری آخری تصویر ہے۔ تمہاری نئی تصویروں کے لئے کچھ دیر سے کام شروع کروں گا۔"

"میں احتیاط رکھوں گی۔ اب میں شیر ہو گئی ہوں' زاغ جیسے شاطر' فیضان اور سبحان جیسے شیطانوں کو زک پہنچا کر میں بہت پُراعتماد ہو گئی تھی۔ وہ اگر واقعی مجھے روحوں کے دور میں لے جاتا ہے تو میں خود کو اس تجربے کی زد میں کیوں لاؤں۔ اگر اس طرح میں تاریخ کو دھوکہ دے دوں تو یہ ایک نئی تاریخ ہو گی۔"

☆======☆======☆

قاہرہ میں داخل ہونا اس بار میرے لئے مشکل نہیں ہوا گاڑیوں میں لفٹ مل جانا خصوصاً خوبصورت لڑکیوں کے لئے کسی بھی ملک میں کوئی مشکل کام نہیں ہے چنانچہ ایک معصوم خاندان نے جو صناعہ نامی کسی قصبے سے واپس آ رہا تھا مجھے اپنے چھکڑے میں جگہ دے دی جو دو تین جگہ خراب ہونے کے بعد بالآخر قاہرہ میں داخل ہو گیا۔ مجھے ٹیکسی ڈرائیور کی پریشانی پر افسوس تھا کہ وہ مقررہ وقت پر طویل سفر کر کے ارمناس ضرور پہنچے گا اور بعد میں یہی خیال کرے گا کہ ایک خبط الحواس لڑکی اپنی

انگی کا شکار ہو گئی۔ میرا ہوٹل موجود تھا جہاں مجھے قیام کی کوئی تکلیف نہیں ہوتی لباس وغیرہ بھی موجود تھے اسی رات میں لباس تبدیل کر کے باہر نکل آئی طبیعت لائی پر تھی قاہرہ کی سڑکوں پر گھومتی رہی پھر جب خوب رات ہو گئی تو ایک شاندار ب میں داخل ہو گئی۔ جدید قاہرہ یہاں اپنی حسین شکل میں نظر آ رہا تھا ملکی اور غیر یوں کی کافی تعداد موجود تھی یونہی ایک موہوم سے خیال سے میری نگاہیں بھٹکنے ہیں' نہ جانے کیوں دل میں یہ خیال آیا تھا کہ ممکن ہے خالد نظر آ جائے۔ خالد تو نہیں ر آیا لیکن ایک شناسا صورت نظر آ گئی۔ یہ حریمہ قدس تھی جو دو جاپانیوں کے ساتھ ک میز پر بیٹھی ہوئی تھی۔ اس کا مجھ سے زیادہ فاصلہ نہیں تھا اور اتفاق سے جب ری نظر اس پر پڑی اسی وقت اس نے بھی مجھے دیکھا تھا۔ وہ بری طرح چونکتی نظر آئی ی پھر فوراً ہی وہ اپنے ساتھیوں سے معذرت کر کے اٹھی اور میری طرف لپکی۔

"ایکسکیوزمی۔ کیا تم روشن جمال ہو؟" میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ آپ کو مجھ میں کوئی تبدیلی نظر آ رہی ہے خاتون قدس۔"

"نہیں' لیکن۔ آہ۔ کیا یہ ممکن ہے کہ تم کچھ دیر میرا انتظار کرلو۔"

"میں یہیں موجود ہوں۔"

"براہ کرم' بس تھوڑی دیر۔ یہ میرے کاروباری مہمان ہیں حالانکہ مجھے ان کے ساتھ ان کے ہوٹل واپس جانا تھا' لیکن بس تھوڑی دیر پلیز۔ اٹھنا نہیں۔" وہ واپس چلی گئی۔ غالباً اس کے ساتھیوں نے اس کی بے چینی محسوس کرلی تھی اس نے انہیں کچھ بتایا بھی ہو گا۔ چند منٹ کے بعد ہی وہ اٹھ گئے۔ جبکہ قدس نے انہیں دروازے تک جا کر رخصت کیا اور پھر تیر کی طرح میرے پاس آ گئی۔

"تمہیں معلوم ہے کہ چند روز قبل کے اخبارات میں تمہارے بارے میں کیا کہانی چھپی ہے؟" اس نے کرسی گھسیٹ کر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"کیسی کہانی خاتون حریمہ۔"

"انہوں نے تمہاری موت کی کہانی چھاپی ہے۔"

"ہو سکتا ہے قاہرہ کے اخبارات کے پاس کوئی اور چٹپٹی خبر نہ ہو۔" میں نے مسکرا کر کہا۔

"گویا تمہیں علم ہے۔ تمہارا سکون یہی بتاتا ہے لیکن کیسے۔ آخر یہ سب کیا ہے میں تمہارے بارے میں سب کچھ جانتی ہوں میرا مطلب ہے وہ جو اخباروں میں چھپا

ہے وہ سب درست ہے اور اب تم۔"

"یہ بات پرانی ہوگئی خاتون حریمہ ' میرا مطلب ہے خبر آپ نے دو تین دن قبل پڑھی ہوگی۔ آپ حقیقت حال معلوم کرنے نہیں آئیں ابن زماد کے ہاں۔"

"اگر شکایت کر رہی ہو تو خوشی ہوئی کہ تھوڑی سی اپنائیت محسوس کرتی ہو لیکن ایسی بات نہیں ہے جاپان جانا پڑا تھا کاروبار کے سلسلے میں آج دوپہر ڈھائی بجے واپس آئی ہوں یہ دو افراد میرے ساتھ تھے۔ پہلے ہوٹل میں ان کے قیام کا بندوبست کیا پھر گھر پہنچی۔ میرا اصول ہے کہ اپنی غیر موجودگی کے درمیان شائع ہونے والے اخبارات بھی ضرور پڑھتی ہوں شام کی چائے پر ملازم نے تمام اخبارات لاکر رکھ دیئے وہ میری عادت سے واقف ہے۔ تب میں نے یہ خبر پڑھی رابطے کا کوئی ذریعہ نہیں تھا ان دونوں کے ساتھ ڈنر میں شریک ہونا تھا کل صبح سب سے پہلا کام یہی کرتی کہ ابن زماد کے پاس جاکر صورتِ حال معلوم کرتی۔"

"چلئے شکایت دور ہوگئی۔" میں نے مسکرا کر کہا۔

"مگر ڈارلنگ۔ یہ خبر کیسے لگ گئی بعد کے اخبارات میں کوئی تردید بھی نہیں چھپی۔"

"میں کچھ دن مُردہ رہنا چاہتی ہوں۔"

"گویا تم نے خود بھی اس خبر کی تردید نہیں کی؟"

"نہیں۔"

"اس کی کوئی خاص وجہ ہے؟"

"کوئی ایسی خاص وجہ بھی نہیں ہے بس نہ میں نے یہ خبر اخبارات کو دی تھی نہ اس کی تردید کی ضرورت محسوس کی۔"

"لیکن اس خبر کی حقیقت کیا ہے؟"

"وہی جو اخبارات نے لکھا ہے۔ بس اتنا سا اضافہ کرلیجئے کہ میں اس آتش زدہ عمارت سے نکل بھاگی تھی۔" حریمہ قدس مجھے عجیب سی نظروں سے دیکھتی رہی پھر بولی۔ "ثالث ظاہری سے کوئی رابطہ ہوا؟"

"نہیں۔"

"ابن زماد خیریت سے ہیں۔"

"ہاں۔"

"تم نے وہ عمارت چھوڑ دی۔"

"نہیں وہیں رہتی ہوں لیکن قاہرہ آتی جاتی رہتی ہوں۔"

"ذریعہ سفر کیا ہوتا ہے؟"

"وہاں سے کسی گاڑی میں لفٹ لے لیتی ہوں یہاں سے ٹیکسی میں چلی جاتی ہوں۔"

"اب اتنی رات گئے ٹیکسی میں تنہا جاؤ گی؟"

"نہیں ضروری نہیں ہے۔"

"پھر کیا کرو گی؟"

"کسی بھی ہوٹل میں قیام کیا جاسکتا ہے۔"

"اوہ۔ ہوٹل میں کیوں میرا گھر موجود ہے۔" اس نے بڑی اپنائیت سے کہا۔

"آپ کا گھر؟" میں نے عجیب نظروں سے اسے دیکھا تو وہ جلدی سے بولی۔ "تم وہ لمحات بھلا نہیں سکتیں۔ معذرت بھی کرچکی ہوں تم سے بس غلطی ہوگئی تھی آج تمہیں میرے ساتھ چلنا ہوگا اس کے ساتھ ہی یہ وعدہ بھی کرنا ہوگا کہ جو کچھ ہوچکا ہے اسے دل سے نکال پھینکو گی۔ دیکھو روشن جمال' میں اس کائنات میں تنہا ہوں میرا کوئی نہیں ہے مجھے دولت کی ضرورت بھی نہیں ہے کیا کروں گی اس دولت کا' کس کے کام آئے گی لیکن اپنے آپ کو مصروف رکھتی ہوں ورنہ میری تنہائیاں مجھے دیوانہ کردیں زندہ رہنا مشکل ہوجائے۔" اس کی آواز گلوگیر ہوگئی۔

"سوری حریمہ لیکن آپ نے شادی کیوں نہیں کی؟"

"بتاؤں گی تمہیں لیکن یہاں نہیں اٹھو چلتے ہیں کیا تم مجھے میری اس بداخلاقی پر معاف کردو گی۔ میں جھنجھلائی ہوئی تھی یونہی جنون سوار ہوگیا تھا اگر کبھی ثالث ظاہری مجھے مل گئے تو جانے ان سے کتنا شرمندہ ہونا پڑے۔ چلو گی میرے ساتھ؟" اس نے ملتجی لہجے میں کہا۔

"جیسی آپ کی مرضی۔" میں نے جواب دیا اور وہ خاموش ہوگئی۔

ہم دونوں جب عمارت کے کمپاؤنڈ میں گاڑی سے اترے تو طلحہ بن عماد نے ہمیں معنی خیز نظروں سے دیکھا میں نے مسکرا کر اس سے اس کی خیریت پوچھی تھی۔

"میں ان دونوں کے ساتھ کھانا کھاچکی ہوں۔ تم کھانا کھاؤ گی؟"

"بالکل نہیں میں بھی کھاچکی ہوں۔" اس عالم میں مشغلے کے طور پر اگر کچھ کھانا

پڑ جانا تو دوسری بات تھی ورنہ مجھے خواہش نہیں محسوس ہوتی تھی۔ وہ مجھے خواب گاہ لے گئی پھر بولی۔ "لباس تبدیل کرو گی' میرے خیال میں میرے لباس تمہارے بدن پر آجائیں گے۔"

"نہیں یونہی ٹھیک ہے۔"

"جیسی تمہاری مرضی آرام سے بیٹھ جاؤ۔ ہاں تم نے مجھ سے شادی کے بارے میں پوچھا تھا۔"

"ہاں۔ آپ نے یہ تجرّد کی زندگی کیوں اپنا رکھی ہے؟"

"دنیا بہت بڑی ہے روشن جمال کیا میں تمہیں پیار سے روشنی کہہ سکتی ہوں؟"

"مجھے پیار کرنے والے مجھے اسی نام سے مخاطب کرتے ہیں۔"

"تم ہو بھی اسی قابل میں تو تمہارے بارے میں جان کر دنگ رہ گئی۔"

"آپ کو میرے بارے میں کیسے علم ہوا حریمہ قدس؟"

"یہ بعد میں بتاؤں گی۔ میں تمہیں دنیا کے بارے میں بتا رہی تھی۔ میں بچپن ہی سے الجھ گئی ہوں ہوش سنبھالا تو ماں نہیں تھی۔ باپ کاروباری آدمی تھے۔ انہوں نے میرے لئے آسمان سے تارے توڑ دیئے لیکن وہ محبت نہ دے سکے جو ان تاروں سے زیادہ قیمتی ہوتی ہے۔" حریمہ قدس نے کہا اور صوفے کی پشت سے ٹیک لگا کر آنکھیں بند کرلیں۔ جیسے ماضی کے نقش ذہن میں اجاگر کر رہی ہو کھلی کھڑکی سے چاندنی کی ایک کرن اس کے چہرے پر تڑپ رہی تھی اور وہ بے حد پُراسرار لگ رہی تھی۔ کچھ دیر کے بعد اس نے آنکھیں کھولیں تو چاندنی سے چندھیا گئی اس نے اپنا چہرہ کرن کی زد سے ہٹایا اور بے اختیار مسکرا پڑی۔ "آج چاند کی چودھویں تاریخ ہے شاید۔"

"شاید۔" میں نے کہا۔

"جانتی ہو اس کرن نے مجھے کیا یاد دلایا ہے؟"

"نہیں۔"

"میں جب بھی چاند کی چودھویں کو قاہرہ میں ہوتی ہوں تو رات کو دریائے نیل کی سیر کو ضرور نکلتی ہوں میرے پاس ایک خوبصورت موٹر لانچ ہے جو ضرورت کے وقت بادبانی کشتی بھی بن جاتی ہے۔ نیل کے پانی پر میں لاتعداد بار نیل کی ساحرہ کو اپنے بجرے پر چاندنی رات سے لطف اندوز ہوتے ہوئے دیکھا ہے۔ شاید تم یقین نہ کرو لیکن آج بھی مصر کی ملکہ قلوپطرہ سنسان چاند کی رات میں نیل کی سیر کو نکلتی ہے اسے

ہو گی؟"

"آپ روحوں پر یقین رکھتی ہیں؟"

"سو فیصد۔ اگر تمہارے اندر ہمت ہو تو آج بھی دیکھ لو' بولو چلیں؟"

"مجھے اعتراض نہیں ہے۔" میں نے ہنس کر کہا۔

"آؤ پھر باقی باتیں وہیں کریں گے۔" عجیب سی عورت تھی بھٹکی بھٹکی اپنے آپ الجھی ہوئی۔ تاہم مجھے رات گزارنی تھی چاندنی رات میں نیل کو دیکھ لیا جائے۔ ہم آگئے۔ طلحہ بن عماد جاگ گیا تھا حریمہ نے اس سے موٹر بوٹ کی چابی طلب کی اور ہا۔ "اس میں ڈیزل وغیرہ موجود ہے۔"

"آپ کی ہدایت کے مطابق میں نے اسے جاپانی مہمانوں کی سیر کے لئے تیار کرلیا "

"اوہ ہاں ٹھیک ہے مگر نیل کی حسین رات ان کے لئے نہیں بلکہ روشنی کے لئے ۔" حریمہ نے کہا۔ میں اس کے ساتھ چلتی ہوئی ساحل پر آگئی اس ساحل کو میں نے بار حریمہ کی رہائش گاہ کی چھت سے دیکھا تھا۔ وہ جگہ نہ جانے وہاں سے کتنی دور جہاں سجان اور فیضان نے میرا تعاقب کیا تھا اور مجھے ایک مقبرہ مل گیا تھا۔ اس کا ہ غیر مناسب تھا۔ حریمہ نے تو میرے ایک سوال کا بھی مکمل جواب نہیں دیا تھا۔ سوالات تشنہ تھے۔ اگر اس مقبرے کا ذکر کر دیتی تو جانے اسے کیا سوجھ جاتی۔ ل پر ایک مخصوص حصے میں باقاعدہ پلیٹ فارم بنا ہوا تھا جس کے نیچے پانی میں اسٹیمر ما رہے تھے۔ ان تک پہنچنے کے لئے سیڑھیاں بنی ہوئی تھیں۔ یہ اسٹیمر ایک ہک بندھے ہوئے تھے کنارے کنارے باقاعدہ ربڑ کے ٹیسٹ لگے ہوئے تھے تاکہ لہروں کے ذریعہ دیوار سے ٹکرا کر خراب نہ ہوں۔ جس اسٹیمر کا لاک کھولا گیا وہ بڑا اور خوبصورت تھا ہم دونوں اس میں سوار ہوگئے۔ حریمہ نے ضروری روائیاں کرنے کے بعد سیلف لگا کر اسٹیمر کا انجن اسٹارٹ کرلیا اور اس کا رخ گی۔ خاموش ماحول میں انجن کی آواز کا ارتعاش برپا ہوگیا۔ نیل پر تیرتی ہوئی کی سڑک ٹوٹ گئی اور چاروں طرف سونا بکھر گیا۔ حریمہ نے رفتار تیز کردی میں کے قریب ریلنگ پکڑے خاموش کھڑی تھی۔ ہم بہت دور نکل آئے۔ اتنا فاصلہ کرلیا تھا حریمہ نے اب شہر کی روشنیاں بھی نہیں نظر آرہی تھیں پھر اس نے رفتار کردی اور جب رفتار بالکل ختم ہوگئی تو انجن بند کردیا۔ اس کے بعد وہ اس کے

میکنزم کو چھیڑنے لگی اور ایک چھوٹا سا بادبان کھل کر فضا میں پھیل گیا۔ اس میں ہوا بھر
گئی تو حریمہ نے رخ پسند کر کے اسے فکس کر دیا۔ پھر اپنی جگہ سے ہٹ کر آگے بڑھ
گئی۔ ہم اسٹیمر کے کنارے فرش پر فکس کرسیوں پر بیٹھ گئے۔

”کشتی رانی کا لطف بادبان میں ہی ہے موٹر بوٹ تو ہیجانی ماحول پیدا کر دیتی ہے۔“

”یقیناً۔“ میں نے جواب دیا۔

”تو میں کہہ رہی تھی کہ میرے پاپا نے مجھے کائنات کی ہر آسائش مہیا کر دی لیکن
مجھے محبت نہ دے سکے میں بچپن سے پیار کی پیاسی تھی نہ جانے کیوں میرے اندر
احساسِ کمتری پیدا ہو گیا تھا میں ہر ایک کا جائزہ لینے لگی۔ ہر ایک خود غرض تھا اپنی
ضرورت کا شکار ایک بھی ایسا نہ ملا جو بے غرض ہو جو صرف اس لئے مجھے چاہے کہ
میں، میں ہوں۔ اگر اپنی چاہت نہ ملے تو کسی کو اپنے اوپر کیوں مسلط کروں۔ بس اس
خیال سے میں نے شادی نہیں کی۔“

”معاف کیجئے گا۔ آپ نے ابن زماد سے اپنی چاہت کا اظہار کیا تھا۔“ میں نے
کہا۔

”مجھے اچھی طرح یاد ہے اس وقت میں نو سال کی تھی میرے پاپا نے ہی مجھے اس
سے ملایا تھا۔ وہ مجھے بہت پیارا لگا۔ اس کے دل میں بے شک میرے لئے کوئی جذبہ نہ
ہو لیکن وہ ہمیشہ میرے خوابوں میں میرا محبوب رہا ہے۔“

”ابن زماد اس وقت نو عمر ہو گا؟“

”نہیں۔ یقین کرو وقت اس پر منجمد ہو گیا ہے سر مُو فرق نہیں ہوا ہے اس کا
بالکل ویسے کا ویسا۔“

”آپ کو اس بات پر حیرت نہیں ہوئی۔“

”میں نے اس سے بارہا کہا۔ مگر وہ ہنس کر خاموش ہو گیا۔ اس نے کوئی تسلی بخش
جواب نہیں دیا۔“

”آپ اس سے ملتی رہی ہوں گی۔“

”ہاں پاپا کی طرف سے اجازت تھی ڈرائیور کے ساتھ اس کے پاس چلی جاتی
تھی۔ شاید اس عمر میں اس سے محبت کا اظہار کر دیا تھا میں نے جب بچیاں ان جذبات
سے آشنا بھی نہیں ہوتیں لیکن وہ برفانی چٹان ثابت ہوا اس کے چہرے پر کسی پذیرائی کا
اظہار نہ ہوا۔ اس نے مجھے ہمیشہ محدود رکھا۔ اپنے نگار خانے کو جسے وہ عبادت گاہ کہتا

تھا اس نے ہمیشہ مجھ سے چھپائے رکھا کبھی کبھی کوئی اس سے ملنے آ جاتا تھا جو حیثیت اس
کے دوسرے کو حاصل ہوتی تھی وہی مجھے۔ میری ہر شکایت کو اس نے ان سنا کر دیا کبھی
کوئی جواب ہی نہیں دیا۔ پاپا مر گئے میں جوان ہو گئی بہت سے دوست بنے، بہت سی
تمنائیاں ہوئیں لیکن کوئی دل کو نہ بھایا۔ راتوں کی تنہائیوں میں جب بھی کوئی یاد آیا
دل نے اسے ہی اپنا مانا کوئی اور سمجھتا ہی نہیں تھا کوئی اور بھاتا ہی نہیں تھا آدھی دنیا
گھوم چکی ہوں مگر اس کے لئے بے کل رہتی ہوں۔“

”مجھے حیرت ہے حریمہ قدس، آپ کی اور اس کی عمر میں زمین آسمان کا فرق
ہے۔ آپ خود کہتی ہیں کہ جب آپ نو سال کی تھیں.........“

”معاف کرنا۔ محبت کا مفہوم نہیں جانتیں۔ ہوا کے جھونکے کو چاہا جا سکتا ہے جس
کا کوئی پیکر نہ ہو......... تو پھر......... وہ تو مجسم ہے۔“ میں خاموش ہو گئی۔ کچھ
عجیب سی شخصیت تھی، سمجھ میں نہ آنے والی۔ وہ خاموش ہو کر کچھ دیر سونے کے
بگولوں کو دیکھتی رہی پھر اچانک بول پڑی۔ ”تم نے پوچھا تھا کہ مجھے تمہارے بارے
میں کیسے معلوم ہوا۔“

”ہاں۔ میں نے پوچھا تھا۔“

”تمہارے بارے میں چھان بین کی تھی میں نے۔ اپنے تمام ذرائع سے کام لے
کر تمہارے بارے میں تحقیقات کی تھیں۔ کیونکہ تم نے مجھے ایک نئے جذبے سے آشنا
کیا تھا۔ ایک ایسے جذبے سے جو اس سے قبل کبھی نہیں محسوس کیا تھا میں نے۔“

”وہ کون سا جذبہ تھا؟“ میں نے پوچھا۔

”رقابت کا جذبہ۔ پہلی بار میرے دل میں اس جلن کا احساس ہوا تھا۔ ابن زماد
مجھے اس طرح ملتا جس طرح دوسروں سے۔ کئی بار میں نے اس کے ارد گرد حسین
لڑکیاں بھی دیکھیں۔ کئی بار اس کے نگار خانے کے بارے میں بھی سوچا لیکن پہلی
بار......... میں نے کسی ایسی شخصیت کو دیکھا جو اس کے ساتھ رہ رہی تھی۔ جو
چاہت سے اس کے گھر کو سنبھال رہی تھی۔ مجھ سے بات کرتے ہوئے اس کا لہجہ بدل
جاتا تھا اور جو اس کے ہر راز سے آشنا ہو گئی تھی۔ مجھے اس کے بارے میں جاننا تو
تھا۔“

”بعد میں تمہاری غلط فہمی دور ہو گئی۔“

”غلط فہمی.........؟“ اس نے حیرت سے آنکھیں پھاڑ کر کہا۔

"ہاں ' غلط فہمی۔"

"لڑکی.......... مجھے حیرت ہے۔ میری ساری عمر کا تجربہ مات کھا گیا تم سے ' وہ کون سی ادا ہے تمہاری جس نے اسے رام کرلیا۔ مجھے بس اتنا بتا دو کہ تم نے اسے کیسے قابو میں کیا؟"

"افسوس ' میں آپ کو اپنے دلی جذبوں سے آگاہ کرچکی ہوں۔ میرا خیال تھا کہ آپ کا دل صاف ہوگیا ہوگا۔" میں نے ملامت بھرے انداز میں کہا۔

"دنیا بہت بری ہے روشنی۔ بہت بری ہے میری جان۔ اتنی مکار ہے یہ دنیا کہ یقین نہیں آتا۔ بہت عمر گنوائی ہے میں نے اس پر تجربات کرتے ہوئے اور تم کہتی ہو کہ تمہارے اور اس کے درمیان مقدس رشتے ہیں۔ نہیں میری روح ایسا نہ کہو۔"

"میں آپ کو بہت بڑا مانتی ہوں حریمہ قدس۔ بڑی عزت کرتی ہوں آپ کی لیکن آپ کا تجربہ میرے اور ابن زماد کے سلسلے میں مار کھا گیا۔ یہاں آپ کی بصیرت۔ ساتھ چھوڑ دیا۔ آپ کو شاید یہ بھی معلوم نہ ہوسکا کہ ابن زماد طنابیہ کو چاہتا ہے۔"

"کیسے؟" وہ چونک پڑی۔

"طنابیہ۔ اس کی محبوبہ۔ جو اس کے سینے میں رہتی ہے۔" میں نے کہا اور خاموش نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی۔ دیکھتی رہی پھر آہستہ سے ہنس پڑی۔

"طنابیہ..........! واہ اس کا مطلب ہے کہ وہ خوابوں کا قیدی ہے۔ آہ تو یہ تھا اسے رجھانے کا۔ وہ کسی طنابیہ کے عشق میں گرفتار تھا اور تم طنابیہ بن کر اس کے سامنے آگئیں مگر روشن جمال درحقیقت تم کون ہو۔ میرے لئے تم خود ایک پراسرار شخصیت ہو۔"

"تمہاری باتوں سے مجھے خاصی مایوسی ہوئی ہے۔" میں نے ہونٹ سکوڑ کر کہا۔

"صرف مایوسی ' دل نہیں جلا تمہارا.......... آہ ' مجھے بتاؤ اور کیا کہوں تم۔ جس سے تم بھی اسی طرح تڑپو۔ اسی طرح تلملاؤ جس طرح میں تمہارے تصور۔ اذیت کا شکار ہوں۔ میری رقیب ' میری دشمن جاں ' میں نے ساری عمر گنوادی ہے اس کی چاہت میں اور تم چند لمحوں میں اس کے دل میں جابسیں۔ کیسے گوارہ کرلوں۔ برداشت کرلوں.......... آہ.......... وہ دیکھو ' وہ دیکھو.......... وہ قلوپطرہ کا آرہا ہے۔ وہ جولیس سیزر ہے اور وہ ملکۂ مصر نیل کی ساحرہ قلوپطرہ ہے۔" حر قدس بے اختیار کھڑی ہوگئی۔ میری نگاہیں بھی اس طرف اٹھ گئیں جدھر اس نے

تھا۔ مجھے کچھ نظر نہیں آیا تو میں کھڑی ہوئی اور میں نے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دور تک دیکھا۔ پتہ نہیں کس وقت حریمہ قدس میرے عقب میں آگئی۔ اس نے پوری قوت سے مجھے اسٹیمر سے دھکا دیا اور میرے حلق سے بے اختیار چیخ نکل گئی۔ بالکل کنارے پر تھی اس لئے بآسانی دریائے نیل میں جاکر گری۔ حریمہ قدس کا بھیانک قہقہہ گونجا تھا۔ اس نے شاید کچھ کہا بھی تھا جو میری سمجھ میں نہیں آیا۔ حریمہ قدس نے مجھے دریا میں ڈبو کر قتل کردیا تھا اس نے رقابت میں یہ عمل کیا تھا۔ بڑی گھناؤنی عورت تھی۔ قابل نفرت۔ اس کی نگاہ میں کوئی اور رشتہ ہی نہیں سمایا تھا۔ وہ یقیناً اسی مقصد کے تحت مجھے اپنے ساتھ لے گئی تھی۔ آہ ابن زماد کتنا قیمتی ہے میرے لئے ' ورنہ.......... نہ جانے کیا ہوجاتا۔

☆======☆======☆

رات اتنی ہی گہری تھی جتنی دریائے نیل پر پھیلی ہوئی تھی وقت میں کوئی تبدیلی نہیں تھی۔ سب کچھ اس طرح ہوا تھا جس طرح محسوس ہوا تھا میں بس اس جگہ تھی جہاں سے میری تصویر متحرک ہوئی تھی۔ بہت دیر تک میں ان پرہول خیالات میں ڈوبی رہی۔ میرے کمرے کی کھڑکی کے تھوڑے سے سرکے ہوئے پردے سے چاندنی جھانک رہی تھی لیکن اس کے ساتھ ہی فضا میں ایک بو سی پھیلی ہوئی تھی۔ جلی ہوئی لکڑی اور دھوئیں جیسی بو۔ یہ بو تو بہت دیر سے آرہی تھی صرف احساس نہیں بلکہ یہ حقیقت تھی۔ مگر بو کہاں سے آرہی ہے۔ اس وقت ایک انوکھی تھکن محسوس ہورہی تھی لیکن مسلسل بو کی وجہ سے سو بھی نہیں سکتی تھی۔ دیکھنا تو چاہئے یہ کیسی بو ہے۔ باہر نکل آئی اور پھر پورے بدن میں دہشت سے تھرتھری طاری ہوگئی۔ ابن زماد کے نگار خانے سے دھواں اٹھ رہا تھا۔ لکڑی کا دروازہ کوئلہ ہوکر اپنی جگہ چھوڑ چکا تھا۔ روشندانوں سے دھواں ابل رہا تھا۔ ایک لمحے کے لئے تو حواس گنگ ہوگئے۔ سوچنے سمجھنے کی قوتیں سلب ہوگئیں۔ پھر بے اختیار منہ سے ایک چیخ نکلی اور میں نگار خانے کی طرف دوڑ پڑی۔ یہ کیا ہوا۔ یہ کیسے ہوگیا۔ ابن زماد کہاں ہے۔ نگار خانے میں اب دروازہ ہی نہیں تھا۔ اندر دھوئیں اور تاریکی کے سوا کچھ نہیں تھا۔ اندر جاتی تو دم گھٹ جاتا۔ میرے منہ سے بے اختیار چیخیں نکل رہی تھیں۔

"ابن زماد.......... کہاں ہو ابن زماد.......... ابن زماد تم کہاں ہو.......... آہ کہاں ہو تم.........."

"موت کا آخری منظر دیکھ رہا ہوں روشن جمال۔ الوداع۔ الوداع افسو
تمہاری تصویر مکمل نہیں ہو سکی۔ افسوس زعورس ابن طہابی نے صدیوں کے نقش
دیئے۔ ایک عظیم مصور کی آخری تحقیق بھی نذرِ آتش ہو گئی۔ الوداع روشن جمال
اپنا خیال رکھنا۔ اب تمہاری کوئی تصویر باقی نہیں ہے۔"

"میں آ رہی ہوں ابن زماد.......... میں آ رہی ہوں۔ میں تمہیں فنا نہیں ہو
دوں گی۔" میں نے کہا اور سلگتے ہوئے دروازے سے اندر داخل ہو گئی۔ میرے
پھیپھڑوں میں دھواں بھرنے لگا اور میں بری طرح کھانسنے لگی۔

"ابن زماد کہاں ہو.......... کہاں ہو ابن زماد.........."

"کہیں نہیں ہوں لختِ جگر.......... دھواں بن چکا ہوں۔ زعورس ابن طہابی
شاید کچھ شبہ ہو گیا۔ یقیناً اپنے قید خانے میں تمہاری تصویر پا کر اس نے سو
کہ.......... کہ.......... الوداع روشن جمال.......... میں تحلیل ہو
ہوں.......... دل.......... دل..........!" ابن زماد کی آواز بند ہو گئی۔ میں
جانے کب تک چیختی رہی۔ پھر جب پھیپھڑے پھٹنے لگے تو باہر نکل آئی۔ اس بھیانک
حقیقت کو قبول کرنا تھا کہ ابن زماد ختم ہو چکا ہے۔ اس کی آخری تصویر جل چکی ہے
رنگ و برش کا جادوگر صدیوں کی زندگی گزار کر فنا کے گھاٹ اُتر چکا ہے۔ آہ بہت
سانحہ ہوا تھا یہ۔ سب سے بڑا سانحہ تھا۔ اس نے مجھے جو لمحات دیئے تھے وہ میر
بدترین زندگی کے سب سے خوشنما لمحات تھے..........! اور.......... زعورس ا
طہابی نے۔ شیطان زاغ نے صدیوں سے جاری کہانی ختم کر دی تھی۔ اب میری کو
تصویر نہیں تھی۔ اب مجھے وہ تحفظ حاصل نہیں تھا جس نے مجھے نڈر کر دیا تھا۔ اب ا
عظیم الشان عمارت میں تنہا ہوں میں۔ اب کیا کروں۔ جوہڑ کے پاس آ بیٹھی۔ بطخیں
رہی تھیں۔ ہر طرف ہُو کا عالم طاری تھا۔ نہ جانے کیا کیا سوچتی رہی۔ کتنے دشمن
گئے تھے میرے۔ حالانکہ بالکل بے ضرر تھی کسی کو نقصان نہیں پہنچایا تھا کبھی۔ سجا
فیضان، زاغ، حریمہ.......... ان سے انتقام لے سکتی تھی لیکن کیا فائدہ۔ میری اپنی
زندگی کیا ہے۔ آہ اس مسلسل طلسم کا کب خاتمہ ہو گا۔ وہیں بیٹھے بیٹھے صبح ہو گئی
بطخیں جاگ گئیں۔ میں اٹھی اور ابن زماد کی ذخیرہ گاہ میں جو کچھ تھا لا کر جوہڑ میں پھینک
دیا اس کے سوا کیا کر سکتی تھی۔ غسل خانے میں جا کر خود کو دیکھا۔ دھوئیں کی کالک
چہرہ اور لباس تباہ کر دیا تھا۔ عمارت سے باہر آ کر پیدل چل پڑی۔ بہت دور تک چا

رہی۔ پھر کسی نے خود ہی مجھ پر رحم کھا کر اپنی گاڑی میرے قریب روک دی تھی۔
"قاہرہ جا رہی ہو تو بیٹھ جاؤ۔" میں چونک کر اسے دیکھنے لگی۔ کوئی یورپین
ورت تھی۔ غالباً برٹش۔ میں شکریہ ادا کر کے بیٹھ گئی۔ عورت نے راستے میں وہی عام
نیں کیں جو اسے کرنی چاہئے تھیں۔ یعنی اس غلط جگہ پیدل کہاں جا رہی تھی۔ میں نے
ے گاڑی خراب ہو جانے کا بہانہ کر دیا جو سب سے مؤثر تھا۔ عورت نے مجھے
اہرہ سٹی چھوڑ دیا۔ یہاں میری پناہ گاہ اس ہوٹل کے سوا اور کون سی ہو سکتی تھی۔ کیا
اچھا کیا تھا میں نے اس ہوٹل کے کمرے کو قائم رکھ کر..........! کاؤنٹر سے چابی
ب کی تو کاؤنٹر منیجر نے کہا۔

"مس روشن جمال ہیں نا آپ..........؟"

"ہاں۔ کیوں پوچھا تم نے؟"

"جی وہ ایک صاحب آئے تھے آپ کو پوچھتے ہوئے۔ آپ موجود نہیں تھیں۔ یہ
ٹ دے گئے ہیں۔" اس نے ایک پیکٹ مجھے دیا جو خوبصورتی سے پیک کیا ہوا تھا۔
نے حیرت سے پیکٹ دیکھا اور اس سے لے لیا۔ "یہ ایک لیٹر بھی ہے۔"

میں حیرانی سے دونوں چیزیں سنبھالے لفٹ کی طرف چل پڑی۔ "کون ہو سکتا
؟"

کمرے میں آ کر میں نے سب سے پہلے لفافہ کھولا۔ میرے لئے خط لکھنے والا کون
سکتا ہے۔ دماغ ویسے ہی بوجھل تھا سوچنے کے بجائے خط دیکھ لینا بہتر سمجھا۔ پہلا جملہ
تے ہی دل دھڑک اٹھا انداز تخاطب خالد کا تھا لکھا تھا۔

میری کائنات کی واحد روشنی۔

خوش رہو۔ مجھے یقین ہے کہ میرے بغیر تم خوش ہی رہو گی کوئی شکوہ نہیں کروں
ے۔ بعض اوقات تقدیر اتنی ہی سنگدل ہو جاتی ہے۔ شرمندگی سے کہہ رہا ہوں
ا تھا اس کی تکمیل نہ کر پایا۔ میں نے تم سے کہا تھا کہ میں زندگی کی آخری سانس
تمہارے ساتھ رہوں گا۔ اس تصور سے بے نیاز ہو کر کہ تم مجھے قبول کرو یا نہ کرو
ن برداشت ختم ہو گئی ہے۔ شاید اس لئے کہ تم نے مجھے قبول کر کے مسترد کر دیا۔
تم نرم نہ ہو جاتیں تو شاید اپنے گناہ کا کفارہ ادا کرنے کی دھن سوار رہتی کوئی
ت تو ہوتا زندگی کا۔ اب تو مصر کی گلیوں سڑکوں اور بازاروں میں بے مصرف پھر
وں۔ اب تو تم مجھ سے برگشتہ بھی نہیں ہو اب کیا کروں مصر سے جا رہا ہوں۔ وطن

نہیں جاؤں گا وہاں نینا ہے مجھے پریشان کرے گی۔ اب ہمت نہیں ہے کہاں جاؤں گا خود
نہیں معلوم ایک آرزو ہے روشنی ایک خواہش ہے پوری کردو گی؟ سونے کا یہ ایک
حقیر سا زیور تمہارے لئے خریدا تھا۔ تمہیں رُونمائی میں دینا چاہتا تھا ایسا نہ ہو سکا چونکہ
تصور سے اسے میں نے تمہاری گردن میں دیکھا تھا اپنے ہاتھوں سے اسے تمہاری
گردن میں نہ پہنا سکا میری آخری نشانی سمجھ کر قبول کرلو۔ اسے اپنی گردن کی زینت
بنالو میرے دل کے تار اس سے بندھے ہوئے ہیں اگر تم نے اسے قبول کرلیا تو میرا دل
مجھے آگاہ کردے گا اگر اس قابل بھی نہ سمجھو تو اسے کہیں دفن کردینا یا کبھی دریا کی
طرف گزر ہو تو اس میں پھینک دینا!

خالد!

حلق میں ایک گولا سا آپھنسا۔ بے اختیار آنسو امنڈ آئے اور پھر سسکیاں جاری
ہوگئیں خوب روئی ہچکیاں بندھ گئی تھیں بری طرح ٹوٹ گئی تھی کتنی قصوروار تھی
میرے علاوہ کون جان سکتا تھا سب کو کھو چکی تھی اب کوئی باقی نہ رہا تھا ابن زماد کا زخم
کھایا تھا اتنا اچھا انسان اتنا پیارا ساتھی معصوم بے غرض محبت کرنے والا پتہ نہیں ابن
زماد کے لئے رو رہی تھی یا خالد کے لئے بس رونے کو جی چاہا تھا اور آج اس روایت
ادراک ہوا تھا کہ آنسو بہہ جائیں تو دل ہلکا ہوجاتا ہے دل واقعی ہلکا ہوگیا تھا اس
بعد مسہری سنبھال لی۔ کئی مرتبہ باہر دستک ہوئی لیکن دروازہ نہیں کھولا اس کے بعد
شاید نیند آگئی تھی سوتی رہی کئی بار آنکھ کھلی تو خود حیران رہ گئی باہر روشن دن جھانک
رہا تھا بیس بائیس گھنٹے ہوگئے تھے سوتے جاگتے یہ دوسرا دن تھا زیادہ سونے سے
چکرا رہا تھا آنتیں اینٹھ رہی تھیں سخت بھوک لگ رہی تھی بمشکل اٹھی باتھ روم جا
غسل کیا باہر آکر ویٹر کو طلب کیا اس سے کہا کہ ڈبل ناشتہ لے آؤ ویٹر مسکراتا ہوا چلا
کافی وقت گزرا تھا اس ہوٹل میں ویٹر وغیرہ مجھے سنکی سمجھتے ہوں گے۔ سمجھتے رہیں
فرق پڑتا ہے۔ سارا ناشتہ صاف کرلیا اور پھر ایک آرام کرسی پر دراز ہوگئی اب
کروں۔ اب کرنے کے لئے کیا ہے زندگی کے اس بوجھ کا کوئی مصرف ہے؟ خالد کا
زمین پر پڑا ہوا تھا۔ اچھا نہ لگا اسے اٹھا کر لفافے میں رکھا۔ پھر اس پیکٹ پر نظر پڑی
ابھی تک کھول کر نہیں دیکھا تھا پیکٹ اٹھا کر زیورات کا خوبصورت بکس کھولا انتہائی
حسین نیکلس تھا۔ اتنا خوبصورت کہ پہن لینے کو جی چاہے۔ خالد کے الفاظ یاد آئے نیکلس
گردن میں ڈال لیا ڈریسنگ ٹیبل کے آئینے میں خود کو دیکھا یوں لگا جیسے خالد مسکرا رہا

بہت دیر تک اسی طرح کھڑی رہی پھر آئینے کے سامنے سے ہٹ گئی۔
دن کے کوئی بارہ بجے ہوں گے دروازے پر دستک ہوئی تو میں نے اٹھ کر
دروازہ کھول دیا پھر بے اختیار خوش ہوگئی ابراہیم بلخی تھا میں تو اسے بھول ہی گئی تھی
بہت اچھا انسان تھا وہ۔ سب سے زیادہ خوشی اس بات کی ہوئی کہ ایک شناسا
وجود ہے کوئی ہے جسے شناسا کہہ سکتی ہوں بڑے تپاک سے اسے خوش آمدید کہا۔
"معافی چاہتا ہوں بار بار یہ سوچتا ہوں کہ میں مان نہ مان میں تیرا مہمان قسم کا
مہمان ہوں اس کے باوجود چلا آتا ہوں۔"
"نہیں مسٹر بلخی آپ کی آمد سے مجھے خوشی ہوتی ہے۔"
"بہت شکریہ۔ اس دوران دو تین بار حاضر ہوا لیکن ملاقات نہیں ہوسکی آج
بھی بس یونہی چلا آیا۔ آپ کی کیا مصروفیات رہتی ہیں۔"
"بس یونہی بے مقصد زندگی گزار رہی ہوں کوئی خاص مصروفیت نہیں ہے۔"
"کبھی کبھی آپ مجھے نہایت پُراسرار شخصیت لگتی ہیں مصر کی ان داستانوں کا
کردار جو تاریخ کے اوراق میں پھیلی ہوئی ہیں جیسے کوئی بھٹکتی روح کسی کی تلاش میں
سرگرداں ہو' ہاں' اس شخصیت کا کوئی نشان ملا جس کی آپ کو تلاش تھی؟"
"ہاں۔" میں نے حزنیہ لہجے میں کہا۔
"مل گیا' کہاں ہے میرا مطلب ہے کیا وہ شخصیت آپ کے پاس پہنچ گئی۔"
"نہیں وہ مصر میں نہیں ہے۔" میں نے خود کو سنبھال کر جواب دیا بلخی چند لمحات
خاموشی سے مجھے دیکھتا رہا پھر شاید یہ سوچ کر خاموش ہوگیا کہ میں اس سے زیادہ کچھ
نہیں بتانا چاہتی البتہ مجھے یہ اندازہ ہوگیا تھا کہ وہ میرے سلسلے میں اخبارات میں شائع
ہونے والی کہانیوں سے لاعلم ہے کچھ دیر کے بعد اس نے کہا۔
"اگر برا نہ محسوس کریں تو آج رات میرے ساتھ ڈنر کریں۔"
"آپ بہت نفیس انسان ہیں مسٹر بلخی' بے لوث اور بے غرض مجھے آپ کی آمد
سے خوشی ہوتی ہے۔"
"میں آپ کے بارے میں بہت کچھ جاننے کا خواہش مند ہوں یہ صرف ایک
فکری جذبہ ہے اور اس کے پس پشت اور کوئی غرض نہیں ہے۔"
"مجھے اندازہ ہے لیکن میرے بارے میں جان کر آپ کو صرف ہنسی آئے گی
ہوسکتا ہے آپ اس احساس کا شکار ہوجائیں کہ میں آپ سے جھوٹ بول کر آپ کے

خلوص کا مذاق اڑا رہی ہوں۔"

"ان دونوں میں سے کوئی بات نہ ہوگی۔ آپ مجھ پر اعتبار کریں۔"

"ٹھیک ہے میری کہانی اس قدر خفیہ نہیں کہ آپ سے خواہ مخواہ چھ
جائے۔"

"تو پھر آج رات کو ہوٹل الفانو میں میرے ساتھ ڈنر کیجئے گا میں رات کو نو
آپ کو یہاں سے پک کرلوں گا۔"

"بہتر ہے کچھ پئیں گے؟"

"اس وقت نہیں بس اجازت چاہتا ہوں۔" میں نے اسے پُر خلوص لہجے میں
حافظ کہا رات کو ٹھیک نو بجے اس نے میرے کمرے کے دروازے پر دستک دی
تیار ہو کر اس کا انتظار کر رہی تھی اس کی خواہش پر فوراً باہر نکل آئی اور کار میں بیٹھ
چل پڑی۔ وہ سست روی سے کار ڈرائیو کر رہا تھا۔ اس نے کہا۔ "تاریخ کی اس
سرزمین میں کچھ ایسی بات ضرور ہے جو دل پر اثر انداز ہوتی ہے مس سعدی آپ
کبھی محسوس کیا ہے۔"

"بہت زیادہ۔"

"پتہ نہیں روحوں کے بارے میں مذہبی تصور کیا ہے لیکن یہی احساس ہوتا
کہ زمانہ قدیم کی روحیں آج بھی مصر کی سیر کو نکلتی ہیں بہت سے دلچسپ واقعات
رُونما ہوئے ہیں۔"

"مثلاً؟" میں نے پوچھا۔

"کافی دن پہلے کی بات ہے ایک غیر ملکی الیکٹریکل کمپنی نے یہاں لائٹ اینڈ سا
کے نام سے کچھ شو کیے تھے۔ انہوں نے ابوالہول ایونیو کے علاوہ چند شہروں میں بھی
شو کیے اور ان سے متعلق داستانوں کو بڑی ریسرچ کے ساتھ روشنی کے سایوں
منتقل کر کے متحرک کیا۔ حکومت مصر سے انہوں نے بادشاہوں کی وادی کے ایک
میں بھی یہ شو کرنے کی اجازت حاصل کرلی حالانکہ وہاں کے تقدس کا احترام کیا جاتا
اور پھر خاص حصوں میں قیمتی نوادرات بھی رکھے ہوئے ہیں اس لئے یہاں اجتماع
کی اجازت نہیں ہے لیکن وہ شو ایک ایسے ہال میں تھا جہاں ممیاں وغیرہ تو
نوادرات نہیں تھے۔ شو کا آغاز ہوا لیکن جو نقلی تابوت وہاں رکھے گئے تھے ان
اصلی ممیاں اٹھ کھڑی ہوئیں اور انہوں نے غیظ و غضب کا اظہار کیا تین کمزور د

افراد کی حرکت قلب بند ہوگئی اور وہاں بھگدڑ مچ گئی بہت سے سنجیدہ لوگوں نے ان
ممیوں کو اپنی آنکھوں سے متحرک دیکھنے کے بیانات دیئے تھے۔"

"بہت دلچسپ۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"یہ تو ایک ایسی بات تھی جو بے شمار لوگوں کے علم میں آگئی لیکن یہاں آنے
والے سیاحوں اور بعض اوقات مقامی لوگوں کو بھی ایسے دلچسپ مشاہدات ہوتے
رہتے ہیں جن سے یہ پتہ چلتا ہے کہ مصر میں روحوں کا ایک علیحدہ مقام ہے پتہ نہیں یہ
کیفیت دوسری جگہوں پر کس نوعیت کی ہو کیونکہ تاریخ صرف مصر ہی سے متعلق نہیں
ہے۔"

میں نے ابراہیم بلخی کی بات پر کوئی تبصرہ نہیں کیا کچھ دیر کے بعد کار ہوٹل الفانو
کے پارکنگ لاٹ پر رک گئی اور ہم خوبصورت ہوٹل کے ڈائننگ ہال میں جا بیٹھے ہال
میں بہت سی میزیں بھری ہوئی تھیں بہت سی میزوں پر ریزرویشن چٹ لگی ہوئی تھی یہ
میز بھی ابراہیم بلخی نے ریزرو ہی کرائی تھی۔ ہمارے بیٹھنے کے بعد اس پر سے
ریزرویشن چٹ ہٹائی گئی تھی ابراہیم بلخی نے ہوٹل الفا کے کھانوں کی بہت تعریف کی
اور یہاں کے ماحول کی بھی۔ مجھے یہ سب کچھ بہت پسند آیا تھا ویٹر نے مینو لا کر رکھا تو
ابراہیم بلخی نے اسے میری جانب بڑھا دیا میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

"اس سلسلے میں' میں بالکل معاونت نہیں کرسکوں گی مسٹر بلخی کیونکہ میری زندگی
میں چند ہی مواقع ایسے آئے ہیں جب میں نے ہوٹل میں کھانا کھایا ہے یوں سمجھ لیجئے
اس معاملے میں بالکل ہی جاہل ہوں بس یہ خیال رکھئے گا کہ سب حلال چیزیں ہوں۔"

"ظاہر ہے یہاں اس کا کوئی تصور بھی نہیں کیا جاسکتا کیونکہ یہ ایک اسلامی ملک
ہے۔"

"یہ الفاظ بھی میری ناتجربہ کاری کا ایک حصہ ہی سمجھ لیں۔" میں نے ہنستے ہوئے
کہا اور ابراہیم بلخی بھی ہنسنے لگا پھر اس نے چند چیزوں کا انتخاب کیا اور مجھ سے ان پر
ڈسکس کرنے کے بعد ویٹر کو آرڈر کر دیا یہ بھی بس اتفاق ہی تھا کہ وہ میز میرے عین
سامنے تھی اور ابراہیم بلخی کی اس طرف پیٹھ تھی جس پر حریمہ قدس اپنے ان ہی
دونوں جاپانی مہمانوں کے ساتھ آکر بیٹھی' جنہیں میں پہلے بھی اس کے ساتھ دیکھ چکی
تھی۔ حریمہ قدس کو دیکھ کر خود مجھ پر بھی ایک اضطراری کیفیت طاری ہوگئی تھی اس
نے جو کچھ میرے ساتھ کیا تھا اس کے بعد یقیناً اسے یہ اطمینان ہوگا کہ میں اب اس دنیا

میں نہیں ہوں اور اب وہ مجھے یہاں دیکھے گی تو نہ جانے اس پر کیا ردعمل ہوگا میرے دل میں اب یہ احساس شدت سے رُونما ہو چکا تھا کہ میں عدم تحفظ کا شکار ہوں اب ابن زماد موجود نہیں ہے کہ میری کوئی تصویر بنا دے وہ دلچسپ کھیل ختم ہو گیا ہے ہاں اگر میں محتاط رہتی تو شاید میری کوئی تصویر اس وقت تک میرا ساتھ دے سکتی تھی جب تک کہ میں اپنی زندگی کی وہ منحوس منزل نہ پالیتی جس نے مجھے دربدر کر رکھا ہے۔

حریمہ قدس کے مہمان اس سے مصروف گفتگو تھے اور اس کے علاوہ وہ جس زاویے سے بیٹھی ہوئی تھی وہ بھی ایسا تھا کہ اس کا چہرہ میرے چہرے کے مقابل نہیں تھا جبکہ اس کا مجھ سے فاصلہ زیادہ نہیں تھا اور وہ کسی بھی لمحے گردن موڑ کر مجھے دیکھ سکتی تھی۔ میں نے اس کے چہرے کا بغور جائزہ لیا وہ اپنے مہمانوں سے مصروف گفتگو ضرور تھی لیکن مجھے اس کے چہرے میں ایک خاص تبدیلی نظر آئی وہ مضمحل تھی نڈھال تھی اور افسردہ محسوس ہوتی تھی وہ تروتازگی اس کے چہرے میں نہیں تھی جو ہمیشہ پائی جاتی تھی۔ ویٹر نے خاصی دیر کے بعد ہمارا آرڈر سرو کیا اور میز پر پلیٹیں وغیرہ سجانے لگا کھانا ہمارے سامنے آ گیا.......... لیکن ابھی میں نے کھانا شروع بھی نہیں کیا تھا کہ وہی ہوا جس کا مجھے خدشہ تھا۔ حریمہ قدس کی نظر مجھ پر پڑی میری آنکھیں بھی اسی کا جائزہ لے رہی تھیں اور اس وقت بھی میرے چہرے پر عجیب سے تاثرات پیدا ہو گئے تھے۔ حریمہ قدس کی آنکھیں ایک لمحے کے لئے پوری کھل گئیں پھر اس کے چہرے پر شدید ہیجان کے آثار نظر آئے اور اس کے بعد فضا میں ایک دہشت ناک چیخ ابھری اور حریمہ قدس کرسی سمیت دوسری جانب الٹ گئی۔ چاروں طرف کے لوگ اس کی جانب متوجہ ہو گئے تھے اور کچھ میزوں سے لوگ اپنی اپنی جگہ سے اٹھ بھی گئے تھے خود ابراہیم بلخی چونک پڑا اور گردن موڑ کر اِدھر دیکھنے لگا میں ساکت بیٹھی ہوئی تھی۔ حریمہ قدس کی اس کیفیت کی وجہ اس وقت میرے علاوہ اور کوئی نہیں جانتا تھا اس کا مقصد ہے کہ دریائے نیل میں اس نے میرے ساتھ جو کارروائی کی تھی اس پر اسے یہ اندازہ نہیں ہو سکا تھا کہ نیل میں ڈوب جانے والی صرف ایک تصویر ہے اور اس کے علاوہ کچھ نہیں وہ مجھے مُردہ سمجھ رہی تھی اور اب اس مُردے کو اپنے سامنے بقید حیات دیکھ کر وہ اپنی ذہنی کیفیت پر قابو نہیں پا سکی تھی۔ بہر حال میں نے اس سلسلے میں کچھ نہیں کیا البتہ کارروائی دیکھتی رہی۔ حریمہ قدس کے دونوں ساتھی ہوٹل کی انتظامیہ کی مدد سے اسے اٹھا کر باہر لے جا رہے تھے اس کا مطلب تھا کہ وہ گر کر بے

ہوش ہو گئی ہے ابراہیم بلخی بھی معذرت کر کے چند لمحات کے لئے اٹھ گیا اور پھر واپس آ کر بیٹھ گیا۔

"بھئی اب کھانا شروع کرو مِس سعدی ورنہ ٹھنڈا ہو جائے گا۔"

میں نے ایک لمحے میں خود کو سنبھال لیا اور بولی۔ "کیا ہوا..........؟"

جواب میں ابراہیم بلخی کے ہونٹوں پر طنزیہ سی مسکراہٹ پھیل گئی۔

"جو خاتون بے ہوش ہوئی ہیں وہ قاہرہ کی ایک معزز شخصیت ہیں۔ محترمہ حریمہ قدس جو بالکل تنہا رہتی ہیں۔ انہوں نے شادی نہیں کی لیکن ان کے کاروبار کی وسعتیں بے پناہ ہیں اصل میں یہ خاتون اس قسم کی ہیں کہ بس زبان سے ان کے بارے میں وہ سب کچھ ادا نہیں کیا جا سکتا جو دل میں ہے۔ یقیناً نشہ آور ادویات استعمال کرتی ہوں گی اور اس وقت اس کے اثرات نمودار ہوئے ہوں گے۔"

میں نے اس پر کوئی تبصرہ نہیں کیا ابراہیم بلخی نے کھانا شروع کیا تو میں بھی شریک ہو گئی۔

ہال ایک بار پھر پُرسکون ہو گیا۔ لوگ فضول باتوں میں کہاں الجھتے ہیں ابراہیم بلخی خاموشی سے کھانا کھاتا رہا اس کے بعد اس نے میری پسند سے فریش لائم منگوا لئے اور ہم اس کی چھوٹی چھوٹی چسکیاں لینے لگے وہ بولا۔ "آپ نے مجھے اپنے بارے میں بتانے کا وعدہ کیا تھا۔" مجھے بے اختیار ہنسی آ گئی تو وہ بھی ہنس کر بولا۔

"یہ ہنسی کیا معنی رکھتی ہے؟"

"آپ وعدہ کیجئے مسٹر ابراہیم بلخی کہ آپ چیخ مار کر بے ہوش نہیں ہوں گے۔"

اس نے ایک ہلکا سا قہقہہ لگایا اور بولا۔ "میں وعدہ کرتا ہوں۔"

"بس تو پھر یوں سمجھئے کہ میں بھی مصر کی پُراسرار داستانوں میں سے ایک داستان ہوں الفاظ مختصر ہی استعمال کروں گی مجھے زمانۂ قدیم کی ایک روح سمجھا جاتا ہے جس کا نام اناتم سلاطیہ ہے اور میرے بارے میں یہ کہا جاتا ہے کہ کچھ عرصے کے بعد مجھے تاریخ کی عدالت میں پیش ہونا پڑے گا جہاں تاریخ میرے بارے میں فیصلے کرے گی۔"

ابراہیم بلخی نہ سمجھنے والے انداز میں مجھے دیکھ رہا تھا میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "بالکل ایمانداری سے مجھے بتایئے ابراہیم بلخی کیا آپ کو میرے الفاظ سن کر چانک ہی یہ احساس نہیں ہوا کہ میں آپ کو احمق بنانے کی کوشش کر رہی ہوں۔"

"نہیں مِس سعدی لیکن میری کچھ بھی سمجھ میں نہیں آیا۔"

"میرا تعلق مشرق ہی سے ہے اس کا آپ کو اندازہ ہو گا۔ میرے والد احمد کمال سعدی مصری محققین میں ایک منفرد حیثیت کے حامل ہیں بتایا جاتا ہے کہ میرے وجود میں زمانۂ قدیم کی کوئی روح پوشیدہ ہے جس کی نشاندہی جوان ہو کر ہوئی............"

میں نے مختصر ترین الفاظ میں ابراہیم بلخی کو اپنے بارے میں بتایا وہ تمام اہم حصے چھپائے تھے جو بتانا ضروری نہیں تھے۔ ابراہیم بلخی کچھ عجیب سے انداز میں مجھے دیکھ رہا تھا جو کچھ اسے بتا سکتی تھی وہ بتا کر میں خاموش ہو گئی۔ ابراہیم بلخی اب بھی خاموش تھا اس کی یہ مسلسل خاموشی میری سمجھ میں نہیں آئی تو میں نے پوچھ لیا آپ نے میری داستان پر کوئی تبصرہ نہیں کیا؟

"کیا تبصرہ کروں؟" وہ پھیکی سی ہنسی سے بولا۔

"یا پھر آپ نے اس پر یقین نہیں کیا۔" میں نے کہا وہ جواب نہیں دے پایا تھا کہ ویٹر نے آکر لائم کے گلاس وغیرہ سمیٹنا شروع کر دیئے اس نے بل طلب کر لیا تھا ویٹر کے جانے کے بعد وہ بولا۔ "کیا خیال ہے اٹھا جائے؟"

"جیسا آپ پسند کریں۔" میں نے کہا اس کی کار میں ہوٹل جاتے ہوئے میں نے کہا۔ "آپ کی مسلسل خاموشی نے مجھے الجھن کا شکار کر دیا ہے مسٹر بلخی۔"

"آپ دیکھ لیجئے میں حسبِ وعدہ چیخ مار کر بے ہوش نہیں ہوا ہوں۔" وہ مسکرا کر بولا۔

"ہاں آپ نے وعدہ پورا کیا ہے البتہ حریمہ قدس کی وہ کیفیت مجھے دیکھ کر ہی ہوئی تھی۔" میرے منہ سے نکل گیا۔

"ممکن ہے۔" اس نے کہا اس بارے میں اس نے اور کوئی سوال نہیں کیا تھا اس وقت ڈرائیونگ بھی تیز رفتاری سے کر رہا تھا چنانچہ کچھ دیر کے بعد میرا ہوٹل آگیا اور اس نے کار روک دی پھر بولا۔ "اس وقت اجازت چاہتا ہوں پھر حاضری دوں گا!" میں نے نیچے اتر کر اسے خدا حافظ کہا اور وہ تیزی سے کار آگے بڑھا گیا۔ اسے کیا ہوا میں نے دل میں سوچا اور آگے بڑھ کر ہوٹل میں داخل ہو گئی۔ بستر پر متضاد سوچیں دماغ میں آتی رہیں البتہ تیسرے دن سخت بیزار ہو گئی گیارہ بجے میں ہوٹل سے نکل بھاگی نیچے پہنچی تو ایک دلچسپ واقعہ پیش آیا ہوٹل کے سامنے فٹ پاتھ پر چل رہی تھی کہ کوئی عقب سے میرے پاس آگیا۔

"میڈم رک جائیے میڈیم۔" میں نے پلٹ کر اسے دیکھا اور پہچان لیا یہ وہی

ٹیکی ڈرائیور تھا جس کے ساتھ میں صحرا ارمناس گئی تھی اور جسے میں نے اضافی کرایہ یا تھا۔

"تم............ کیسے ہو؟"

"آپ نے میڈم ہمیں خون کے آنسو رلا دیا ہے۔" اس نے گردن جھٹک کر کہا۔

"ارے سوری بھئی کیا ہوا تمہاری ٹیکسی کہاں ہے؟" میں نے چونک کر کہا۔

"وہ اسٹینڈ پر ہے لے آؤں؟"

"ہاں آجاؤ۔" میں نے کہا کچھ دیر کے بعد میں ٹیکسی میں بیٹھ گئی اور اس نے کسی آگے بڑھا دی۔ "ہاں اب بتاؤ کیا ہوا؟"

"آپ وہاں سے کیسے آئیں میڈم؟"

"بس کچھ بندوبست ہو گیا۔"

"مگر آپ نے ہمیں ٹائم دیا تھا۔"

"مجھے اس کا افسوس ہے کچھ ایسی صورتِ حال ہو گئی تھی کہ میں وہاں تمہارا ظار نہیں کر سکی۔"

"مگر ہم پر بہت برا وقت آپڑا۔ ہمیں معاف کرنا میڈیم ہم جو کچھ کہہ رہے ہیں ں نہیں کہنا چاہئے آپ نو عمر لڑکی ہیں۔ وادی رتاب کا سفر ہی دیوانگی ہے اور کوئی شمند وہاں نہیں جاتا آپ ہمیں ہوش مند نہیں محسوس ہوئی تھیں پھر آپ نے ری عجیب باتیں کہیں۔ اس صحرا میں چند گھنٹے گزارنا ہی مشکل کام ہے آپ نے ل دو دن گزارنے کا فیصلہ کیا تھا۔ ہم آپ کو روک بھی نہیں سکتے تھے مگر ہم سے صبر ل ہو سکا ہم دوسرے دن ہی وہاں پہنچ گئے اور ہم نے چار گھنٹے آپ کو وہاں تلاش ا۔ پھر آپ کے دیئے ہوئے وقت پر بھی وہاں گئے اور آپ کو ریت کے ٹیلوں میں ش کرتے رہے پھر ہم وہاں سے روتے ہوئے واپس آئے تھے ہمیں یقین تھا............"

میں بے حد متاثر ہو گئی جذبے کسی دل کی میراث نہیں ہوتے کہاں کب پیدا جائیں کون جانے میں نے اس سے بے حد معذرت کی اور بڑی محبت سے پیش آئی ہر کو ایک جگہ کھانا کھایا تو زبردستی اسے بھی اپنے ساتھ کھانا کھلایا اسی جگہ میں نے ے کافی رقم بھی دی اس نے لینے سے انکار کیا تھا مگر میں نے بہت منت کر کے اسے ر کر دیا۔ شام کو پانچ بجے ہم تحنبارا پہنچے یہ بوسیدہ اہراموں کی بستی تھی اور یہ

اہرام قدیم ترین سمجھے جاتے تھے یونہی ان کا تذکرہ نکل آیا تھا اور میں نے انہیں دیکھنے کی خواہش کا اظہار کیا تھا۔ تحنبارا کے پاس کچھ قیمتی کاریں کھڑی ہوئی تھیں چند غیرملکی سیاح قیمتی کیمروں سے تصویریں بناتے نظر آرہے تھے میں نیچے آکر اہراموں کی طرف بڑھی تو میرے ساتھی نے خود بھی ساتھ چلنے کی پیش کش کردی۔

"تمہارا دل چاہے تو چلو۔"

"نیچے کے راستے مشکل ہیں۔ اوپر سے دور دور نظر آنے والے ان اہراموں کو نیچے سے راستے بنا کر یکجا کردیا گیا ہے مگر یہ راستے بھول بھلیاں ہیں۔" اس نے بتایا۔

"ٹھیک ہے چلو۔" ڈرائیور میری رہنمائی کرنے لگا ہم ایک دروازے سے اندر داخل ہوگئے کچھ دیر سیدھی سرنگ میں چلتے رہے پھر سیڑھیاں اترنی پڑیں وہاں منتظمین موجود تھے جو وہاں دیکھ بھال صفائی اور رات کو روشنی کردیا کرتے تھے تاکہ سیاح اس پُرہول ماحول کا نظارہ کرسکیں۔ نیچے بھی سیاح بھٹک رہے تھے ہر سُو پُرہول سناٹا طاری تھا اور اگر کہیں قریب کسی سیاح کے قدموں کی چاپ ابھرتی تو یہی محسوس ہوتا کہ زمانہ قدیم کی کوئی ممی اچانک تابوت سے نکل کر چپکے سے ساتھ چل پڑی ہو۔ مقبروں میں رکھے تابوتوں میں صدیوں کی داستان سو رہی تھی۔ میں انہیں دیکھتی ہوئی آگے بڑھتی رہی۔ یہاں اہراموں کو انڈر گراؤنڈ ایک دوسرے سے ملانے کی شاندار کوشش کی گئی تھی پتھروں کو چن کر راستے بنائے گئے تھے کہیں کہیں کھلی جگہ بھی نظر آجاتی تھی اور شام میں ڈوبا آسمان نظر آنے لگتا تھا۔

"یہ اہرام اوپر سے جس قدر قدیم اور بوسیدہ نظر آتے ہیں اندر سے اتنے بوسیدہ نہیں ہیں۔" میں نے کہا۔

"ہاں لیکن انہیں اندر سے درست کیا گیا ہے آپ دیکھیں ان پر جگہ جگہ مضبوط مصالحوں کے جوڑ لگے ہوئے ہیں۔" ایک بدلی ہوئی آواز سنائی دی جواب انگلش میں تھا اور لہجہ امریکن۔ میں نے چونک کر جواب دینے والے کو دیکھا ایک معمر جوڑا تھا شریف لوگ معلوم ہوتے تھے چونکہ میں نے ڈرائیور سے انگریزی میں سوال کیا تھا اور وہ لوگ قریب موجود تھے وہ سمجھے کہ یہ بات ان سے کہی گئی ہے لہٰذا انہوں نے جواب دیا۔

میں نے شکریہ کے انداز میں گردن خم کی اور ڈرائیور کی تلاش میں نظریں دوڑانے لگی لیکن وہ مجھے آس پاس نظر نہیں آیا تھا پیچھے رہ گیا کہیں اور میں ان لوگوں

کے قدموں کی چاپ سے یہی سمجھی کہ وہ میرے ساتھ آرہا ہے۔ شام بھی ہوچکی تھی اور یہاں کا جائزہ بھی لے لیا تھا میں نے واقعی بھول بھلیاں بکھری ہوئی تھیں اور ان میں بھٹک جانے کا اندیشہ تھا ویسے تو خیر جگہ جگہ باہر نکل جانے کے راستے تھے لیکن پھر بھی ڈرائیور کا ملنا ضروری تھا نہ جانے کس طرف جانکلوں چنانچہ وہیں سے واپس پلٹ پڑی اور ڈرائیور کو تلاش کرتی رہی۔ خاصی دیر گزر گئی میں نے اسے کئی آوازیں بھی دی تھیں لیکن آس پاس سیاح موجود تھے اس طرح کسی کو حلق پھاڑ پھاڑ کر پکارنا معیوب بات تھی چنانچہ اب اس کے سوا کچھ نہیں کیا جاسکتا تھا کہ میں اب جو بھی کھلی جگہ نظر آئے وہاں سے اوپر تک جاؤں اور پھر راستوں کا تعین کرکے ٹیکسی تک پہنچنے کی کوشش کروں لیکن کمال کی جگہ تھی کسی ایک سمت سے گزرنے کے بعد اسی سمت سے دوبارہ گزرنا ناممکن ہی سا عمل تھا۔ کوئی بیس بائیس منٹ تک میں بھٹکتی رہی پھر ایک ایسی جگہ نظر آئی جہاں سے اوپر پہنچا جاسکتا تھا ذہنی طور پر خاصی الجھ گئی تھی وہیں پر بوسیدہ سیڑھیوں کے ذریعے اوپر چڑھ گئی اور کھلے آسمان تلے نکل آئی لیکن یہاں آس پاس وہ جگہ نظر نہیں آرہی تھی جہاں پارکنگ تھی بلکہ ایک ایسی ناہموار جگہ تھی جہاں پتھر کی بڑی بڑی چٹانیں سر اٹھائے کھڑی ہوئی تھیں اور وہاں گاڑی آ ہی نہیں سکتی تھی میں نے شام کی دھندلاہٹوں میں ایک سمت متعین کی اور چل پڑی۔ بوسیدہ اہراموں سے بھی کوئی اندازہ لگانا ممکن نہیں تھا سب ایک ہی جیسے تھے بہرطور ان کے درمیان سے گزر کر کہیں نہ کہیں پہنچ ہی جاؤں گی۔

میں جمے ہوئے قدموں سے ان چٹانوں کا راستہ طے کرتی ہوئی آگے بڑھتی رہی۔ کوئی سو قدم بھی نہ چلی ہوں گی کہ بڑی بڑی چٹانوں کے درمیان سے چار افراد نکل آئے۔ ان کے جسموں پر چمڑے کے لباس تھے مقامی ہی تھے لیکن خطرناک شکلوں کے مالک ان میں سے ایک کے ہاتھ میں پستول بھی دبا ہوا تھا۔ میرا دل دھک سے رہ گیا ان کا انداز کافی خطرناک نظر آرہا تھا پستول والے شخص نے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر مجھے خاموش رہنے کا اشارہ کیا اور مکروہ انداز میں مسکراتا ہوا میرے قریب پہنچ گیا پھر اس نے غرغراتی ہوئی آواز میں کہا۔

"تم نہ چیخنے کی کوشش کروگی اور نہ کوئی جدوجہد، پستول پر سائیلنسر لگا ہوا ہے اس کی تمام گولیاں تمہارے جسم میں اتر جائیں گی۔"

میرا بدن کانپ کر رہ گیا لاکھ نڈر بننے کی کوشش کرتی لیکن بہرحال انسان تھی

خوف تو دل کے گوشے گوشے میں پنہاں ہوتا ہے اس کے باوجود میں نے سہمی ہوئی آواز میں کہا۔

"تت........ تم کیا چاہتے ہو؟" اس شخص نے میری کنپٹی پر پستول رکھ دیا اور میرا بازو پکڑ کر بولا۔

"بس خاموشی سے میرے ساتھ چلی آؤ۔ چلو۔" اس نے مجھے بے دردی سے دھکا دیا اور میرے لئے اس کے سوا اور کوئی صورتِ حال نہ رہی کہ آگے بڑھوں شاید یہ لٹیرے تھے یا پھر ممکن ہے ایسے عیاش نوجوان جو لڑکیوں کے چکر میں رہتے ہیں۔ فیصلہ کرنا مشکل ہو رہا تھا کہ کیا کروں اگر چیخی تو واقعی سائیلنسر لگی ہوئی پستول سے چلنے والی گولی کی آواز کسی کو نہ سنائی دیتی نہ جانے کم بخت کون ہیں اور کیا چاہتے ہیں۔ نہ جانے میرا ٹیکسی ڈرائیور کہاں مرگیا۔ وہ مجھے زیادہ دور نہیں لائے چٹانوں کے درمیان ایک کالے رنگ کی لینڈ کروزر کھڑی ہوئی تھی ایک آدمی نے جلدی سے آگے بڑھ کر اس کا عقبی دروازہ کھولا اور پستول والے شخص نے مجھے لینڈ کروزر پر چڑھنے کے لئے کہا۔

"نن نہیں میں نہیں۔" میرے منہ سے سہمی ہوئی آواز نکلی مگر اس شقی القلب نے اس بری طرح دھکا دیا کہ میں اوندھے منہ لینڈ کروزر میں جاپڑی میری ٹانگیں باہر رہ گئی تھیں جنہیں اس نے اس بری طرح موڑ کر اندر ٹھونسا کہ میرے منہ سے چیخ نکل گئی۔ وہ درندہ صفت لوگ بھی لینڈ کروزر میں گھس آئے۔ ایک نے ڈرائیونگ سنبھال لی اور لینڈ کروزر کا انجن اسٹارٹ ہوگیا پستول والے شخص نے میرے بازو کو تھپتھپا کر سرد لہجے میں کہا۔

"تم سیدھی ہو کر بیٹھنا چاہو تو مجھے اعتراض نہیں ہے۔" میں ہاتھوں کا سہارا لے کر اٹھنے کی کوشش کرنے لگی مگر سیٹوں کے درمیان پھنسی ہوئی تھی اس لئے نہ اٹھ سکی اس نے مجھے سہارا دے کے بٹھا دیا مگر یہ سہارا بھی ایسا تھا کہ بازو کا گوشت کچل کر رہ گیا۔ میری آنکھوں سے آنسو نکل پڑے تھے ان وحشیوں کے سامنے زبان کھولنے کی جرأت بھی نہیں ہو رہی تھی۔ کیا پوچھتی ان سے' رخساروں پر آنسو بہتے رہے اور آنکھوں کے سامنے دھندلاہٹیں بکھری رہیں۔ لینڈ کروزر کہاں جا رہی ہے اور اس کا اختتام کہاں ہوگا کچھ نہیں معلوم تھا چکر آرہے تھے شام رات میں تبدیل ہوگئی پھر یہ سفر ختم ہوگیا پستول بردار شخص نے جیب سے ایک کالا رومال نکال کر میری آنکھوں پر

ا اور پھر مجھے گاڑی سے نیچے اتار لیا۔ پہلی بار میرے منہ سے رندھی ہوئی آواز

"تم لوگ مجھے کہاں لے جا رہے ہو؟"

"خاموشی زندگی کی ضمانت ہے اس لئے خاموش رہو۔" وہی منحوس آواز سنائی
ں اندھوں کی طرح چلتی رہی کوئی اندازہ نہیں ہو رہا تھا پھر مجھے چند سیڑھیاں عبور
پڑیں انہوں نے مجھے بازوؤں سے سہارا دے رکھا تھا آنکھیں بند تھیں اس لئے
پتہ نہیں چل رہا تھا۔ پھر یہ اندھا سفر بھی ختم ہوگیا اس کے بعد میری آنکھوں سے
رومال کھول دیا گیا۔ وہاں روشنی پھیلی ہوئی تھی اس لئے آنکھیں بند ہوگئیں وہ کچھ
ھیرا واپس پلٹ گئے۔ میں دیر تک ہتھیلیوں سے درد کرتی ہوئی آنکھیں ملتی رہی۔
یں وہ کھلنے کے قابل ہوئیں پتھروں سے بنا ہوا فرش تھا پتھریلی دیواریں جن کے
ے میں ہوا کے لئے روشندان بنے ہوئے تھے اس کے باوجود یہاں سیلن کی بو
ہوئی تھی۔ آٹھ سیڑھیاں اوپر لکڑی کا مضبوط دروازہ تھا جو باہر سے بند کر دیا گیا
کرے جیسی اس جگہ کے دوسری طرف بھی ایک دروازہ نظر آرہا تھا۔ یقیناً یہ بھی
ی طرف سے بند ہوگا مگر اب کیا ہوگا یہ کون بدبخت ہیں جو رحم سے ناآشنا تھے۔ وہ
بنائی تھی انہوں نے میری کہ بدن بری طرح دکھ رہا تھا۔ اچانک سیرے دل میں
ادخدشات ابھر آئے عورت تھی اور بھیڑیوں کے درمیان تھی کوئی مشکل وقت
ے آج تک ایسی بھیانک مشکل میں نہیں پڑی تھی دل کو سمجھانے لگی مجھ سے کہا
ہے کہ حالات کیسے ہی کیوں نہ ہو جائیں پُراسرار روحیں میرا تحفظ کریں گی مجھے
نقصان نہیں پہنچے گا کیا اس اعتماد کو قائم رکھوں!

☆======☆======☆

اچانک عقبی دیوار کے پاس کچھ سرسراہٹ سنائی دی اور میں اچھل پڑی دیوار
نیچے ایک سوراخ سے دو سیاہ رنگ کے موٹے چوہے نکل کر ایک دوسرے کے
دوڑنے لگے۔ وہ جھونک میں میرے قریب آگئے اور میرے حلق سے چیخ نکل گئی
، خوفزدہ ہو کر کئی فٹ دور اچھلے اور پھر مخالف سمت سرپٹ دوڑ پڑے میرا دل
طرح دھڑک رہا تھا۔

دفعتاً اندرونی دروازے پر دھپ دھپ کی آوازیں ابھریں اور میں ٹھٹک کر
دیکھنے لگی۔ دھپ دھپ کی آواز کئی بار ابھری اور میں ہمت کر کے اس طرف

بڑھ گئی اور پھر دروازے کے قریب پہنچ کر میں نے سہمی ہوئی آواز میں کہا۔ ”کو
ہے؟“
دروازہ کھولو۔“ دوسری سمت سے جواب ملا اور میں سوچ میں ڈوب گئی
جانے کون ہے پھر دروازے پر غور کیا اسی طرف سے بند تھا اور اوپر دو موٹی قدیم ط
کی چٹخنیاں لگی ہوئی تھیں۔ انہیں کھولنے سے پہلے ایک بار پھر میں نے ہمت کر
پوچھا۔
”کون ہو تم.......... تم کون ہو؟“
”براہ کرم دروازہ کھولو اگر تمہیں یہ معلوم نہیں ہے کہ میں کون ہوں پھر بھ
دروازہ کھولو۔“ نہ جانے کیوں مجھے یہ آواز کچھ شناسا سی لگی۔ میں نے ہمت کر
دونوں چٹخنیاں کھول دیں اور اس کے بعد دروازہ کھل گیا دوسری جانب بھی مدھم مد
روشنی نظر آرہی تھی۔ میں نے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اس شخص کو دیکھا جس کا لباس تا
تار تھا اور اس پر خون کے دھبے نظر آرہے تھے حلیہ بھی بری طرح بگڑا ہوا تھا با
بکھرے ہوئے تھے چہرے پر وحشت چھائی ہوئی تھی لیکن ان تمام باتوں کے باوجود میں
نے ابراہیم بلخی کو پہچان لیا تھا اور اسے پہچان کر میرا دل دھک سے ہو گیا تھا اس نے بھ
مجھے پہچان لیا پھر وہ آہستہ سے بولا۔ ”آہ آجاؤ‘ اس طرف آجاؤ تمہارا نام روشن جہا
ہے نا۔ آؤ میں کھڑا نہیں ہو سکتا میرا سارا وجود زخمی ہے۔“
میں بے اختیار دوسری جانب پہنچ گئی وہاں بھی ادھر ہی جیسا منظر تھا ننگا کھردر
فرش چاروں طرف سنگین دیواریں بس اس کے علاوہ کچھ نہیں تھا ابراہیم بلخی لنگڑا
ہوا چند قدم آگے بڑھا اور اس کے بعد دیوار کا سہارا لے کر زمین پر بیٹھ گیا۔
”یہ کیا ہو گیا مسٹر بلخی آپ.......... آپ.......... آہ میں سمجھ گئی میں نے آپ
سے کہا تھا کہ میں ایک منحوس وجود رکھتی ہوں اور مجھ سے محبت کرنے والے میری
نحوست کا شکار ہو جاتے ہیں۔ آپ نے میری بات پر یقین نہیں کیا تھا اب آپ نے دیکھ
لیا میں نے غلط نہیں کہا تھا۔“ ابراہیم بلخی آہستہ آہستہ کراہنے لگا پھر مدھم لہجے میں بولا۔
”بڑی عجیب داستان ہے بہت ہی عجیب داستان ہے اور شاید میں اپنی بدگمانی کی وجہ سے
اس اذیت کا شکار ہوا ہوں میرے ساتھ جو واقعات پیش آئے ہیں سچی بات یہ ہے کہ
میں انہیں اپنے لئے ایک سزا تصور کرتا ہوں۔ مجھے خوشی ہے کہ میری آپ سے
ملاقات ہو گئی مس سعدی۔ اس طرح مجھے کم از کم آپ سے معافی مانگنے کا موقع بھی مل

یا ہے۔ ”مگر آپ یہاں کیسے؟“
”مجھے اغوا کر کے لایا گیا ہے۔“
”مجھے یقین تھا.........“ ابراہیم بلخی نے جواب دیا۔
”کیا مطلب؟“ میں نے حیرانی سے پوچھا تھا اس نے دیوار سے پشت لگائی اور
ہیں بند کر کے گہری گہری سانسیں لینے لگا پھر بولا۔
”حقیقت یہ ہے کہ میں بڑا بددل ہو گیا تھا مجھے بہت دکھ ہوا تھا آپ کی اس کہانی
میں انتہائی معذرت کے ساتھ یہ کہہ رہا ہوں کہ اس وقت مجھے آپ کی شخصیت بے
ہلکی محسوس ہوئی تھی جب آپ نے مجھے اپنی کہانی سنائی تھی میں نے یہ سمجھا کہ آپ
احمق بنا رہی ہیں چونکہ اس سے پہلے میں آپ کو مصر کی سرزمین پر روحوں کی
نیاں سنا چکا تھا جب آپ نے اپنی کہانی بھی اسی قسم کی سنائی تو میں نے یہ سمجھا کہ آپ
ایک احمق انسان سمجھتی ہیں اور اس کہانی سے مجھے بے وقوف بنا رہی ہیں بس اس
ے بددل ہو گیا تھا لیکن بعد میں جو کچھ ہوا اس نے میری آنکھیں کھول دیں اور
میں اپنی اس حماقت کی معافی چاہتا ہوں مس سعدی۔“
”آہ‘ یہ مطلب تھا آپ کی اس وقت کی خاموشی کا میں نہیں سمجھ پائی تھی مسٹر
ہیم بلخی‘ بلکہ میں بہت دیر تک حیران ہوتی رہی تھی کہ میری داستان سننے کے بعد نہ
کی کیفیت کا اظہار کیا تو یہ مطلب تھا آپ کی اس خاموشی کا۔“
”ہاں.......... اور اس کا صلہ بھی دلچسپ پایا۔“
”لیکن یہ تو بتایئے کہ آپ یہاں کیسے موجود ہیں؟ اور یہ سب کچھ کیا ہوا ہے آپ
ساتھ؟“
”میں نے آپ کو اس وقت یہ بات بتائی تھی جب حریمہ قدس چیخ مار کر بے ہوش
تھی کہ میرا اس کا بھی تھوڑا بہت ساتھ رہ چکا ہے اور ہم دونوں ایک دوسرے
لئے اجنبی نہیں ہیں۔ آپ نے یہ بھی کہا تھا مجھ سے کہ حریمہ قدس بھی آپ ہی کو
کر بے ہوش ہوئی ہے مگر اس وقت میں اسی ذہنی کیفیت کا شکار تھا جس کا اعتراف
نے آپ سے کیا ہے یہ تو بعد میں ہی معلوم ہوا کہ آپ کا ایک ایک لفظ سچ تھا۔“
”یعنی؟“ میں نے آنکھیں پھاڑ کر پوچھا۔
”اس کی وہ کیفیت آپ ہی کو دیکھ کر ہوئی تھی۔“ ابراہیم بلخی نے کہا۔ میں
ں سے اسے دیکھتی رہی اس نے پھر کہا۔ ”اس کا کہنا ہے کہ اس نے آپ کو قتل

کر دیا تھا آپ کیسے بچ گئیں؟ میرا خیال ہے میں ابتدا سے آپ کو بتاؤں میں اس خیا
سے افسردہ ہو گیا تھا کہ آپ جیسی نفیس خاتون نے مجھے اپنے بارے میں ایک بے
کہانی سنا کر میرے جذبات کی توہین کی ہے دوسرے دن بھی یہ افسردگی مجھ پر طار
رہی شام کو اپنے دفتر سے فراغت حاصل کر کے میں گھر جانے کے بجائے یونہی آوار
گردی کرنے نکل گیا ایک سنسان جگہ میری کار رکوا کر گن پوائنٹ پر مجھے دوسر
گاڑی میں منتقل کر کے یہاں لے آیا گیا یہاں حریمہ نے مجھ سے ملاقات کر کے
تعارف کرایا وہ پچھلی شناسائی کے حوالے سے مجھ سے باتیں کرتی رہی پھر اس نے
سے تمہارے بارے میں پوچھا اس نے خود ہی مجھے بتایا کہ آپ ایک پُراسرار خاتون ہیں
آپ کو کئی بار قتل کیا جا چکا ہے لیکن آپ کہیں نہ کہیں دوبارہ نظر آ جاتی ہیں پچھلی رات
وہ آپ کو زندہ دیکھ کر ذہن پر قابو نہیں پا سکی تھی۔ اس نے آپ کی سنائی ہوئی داستان
کے کچھ حصوں کی تصدیق کی اس کے بعد اس میں وحشت ابھر آئی اور اس نے مجھ سے
آپ کا پتہ پوچھا بس اس بات سے انکار کرنا غضب ہو گیا اس پر جنون سوار ہو گیا اس
نے چمڑے کے ہنٹر سے مجھے مار مار کر ادھ موا کر دیا اس کے ساتھ چند افراد اور تھے
اس کی مدد کر رہے تھے۔ معافی چاہتا ہوں مس سعدی اس کے بعد زخم کھانے کی ہمت
نہ کر سکا اور مجھے آپ کا پتہ بتانا پڑا۔"

میں افسردہ ہو گئی میں نے شرمندگی کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ میری وجہ سے
عموماً لوگ مشکلات کا شکار ہوتے ہیں۔"

"مگر اس کی دیوانگی حیران کن تھی وہ قطعی غیر مہذب ہو گئی تھی نہ جانے اب
کیوں ہوا کیا واقعی اس نے پہلے آپ کو قتل کرنے کی کوشش کی تھی؟"

"ہاں۔" میں نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔

"اسے آپ سے کیا دشمنی ہے؟" ابراہیم بلخی نے کہا مگر پھر وہ خود خاموش ہو گیا
باہر سے کئی انسانوں کے بولنے کی آوازیں ابھری تھیں اسی میں حریمہ کی آواز بھی
تھی۔

"کہاں ہے وہ شیطان زادی؟ خوب......... شاید اپنے دوست کے زخموں کا
علاج کر رہی ہے۔ جاؤ ان دونوں کو اِدھر لاؤ۔"

حریمہ چند لمحوں میں یہیں آ گئی۔ اس کے ساتھ تین مقامی افراد تھے جو صورت
سے جرائم پیشہ اور خطرناک نظر آ رہے تھے۔ حریمہ کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا۔ وہ آتشیں

نظروں سے مجھے گھور رہی تھی اور میں سرد انداز میں خاموش کھڑی تھی۔

"ابراہیم بلخی سے تمہارا کیا تعلق ہے؟" اس نے پوچھا۔

"یہاں داخل ہوتے ہوئے تم نے مجھے شیطان زادی کہا تھا؟" میں نے بدستور
سرد لہجے میں کہا۔

"اسے لے کر تیسرے کمرے میں آؤ!" اس نے اپنے ساتھیوں سے کہا اور
واپسی کے لئے مڑ گئی۔ وہ تینوں میرے پاس آ گئے لیکن ان کے کچھ کہنے سے قبل میں
ان کے ساتھ چل پڑی۔ یہ تیسرا کمرہ بھی زیر زمین تھا اور کچھ فاصلے پر تھا۔ اس میں چند
کرسیاں اور ایک کوچ پڑا ہوا تھا۔ حریمہ قدس اسی کرسی پر بیٹھی ہوئی تھی۔ وہ گہری
گہری سانسیں لے رہی تھی۔ جیسے اپنے غصے کو ٹھنڈا کرنے کی کوشش کر رہی ہو۔ پھر
اس نے ان تینوں کو باہر ٹھہرنے کے لئے کہا اور وہ باہر نکل گئے۔ "ابن زماد کہاں
ہے؟"

"مر چکا ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"بکواس کرتی ہو۔" وہ غرا کر بولی۔

"تمہارے بارے میں مجھے علم ہوا تھا کہ تم ایک کاروباری عورت ہو اور مہذب
حیثیت رکھتی ہو لیکن تمہارا دوسرا روپ شاید لوگ نہیں جانتے۔ تم تو باقاعدہ جرائم
پیشہ اور بدتمیز عورت ہو جسے بات کرنے کا سلیقہ بھی نہیں ہے۔"

"ابن زماد کہاں ہے؟"

"شاید تم بہری بھی ہو۔"

"دیکھو میں کیا کیا ہوں 'اسے نہ جانو تو بہتر ہے۔ مجھے بتا دو ابن زماد کہاں ہے؟"

"ارے چھوڑو حریمہ قدس' ایسے پالتو کتوں پر اکڑ کر کوئی بھی اپنے آپ کو تیس
مار خاں سمجھ سکتا ہے مگر میں تم سے نہیں ڈرتی۔ زیادہ سے زیادہ تم میرا کیا بگاڑ سکتی
ہو۔"

وہ بھوکی بلی کی طرح مجھے گھورتی رہی۔ پھر اس نے آنکھیں بند کر کے کوچ سے
پشت ٹکائی۔ چند لمحات اسی طرح بیٹھی رہی۔ اس دوران میں ایک کرسی پر بیٹھ گئی
تھی۔

"ابن زماد کہاں ہے؟" اس بار اس نے آنکھیں بند کئے کئے کہا۔

"وہ مر چکا ہے۔"

"کیسے؟"

"میں نہیں جانتی۔"

"وہ مرنہیں سکتا۔ ناممکن ہے یہ۔ وہ کہیں روپوش ہوگیا ہے یا کردیا گیا ہے اور یہ سب تمہارا کھیل ہے۔ ممکن ہے ثالث ظاہری بھی درپردہ اس کھیل میں شامل ہو، تم انسان نہیں ہو کوئی خبیث روح ہو لیکن میں تم سے نہیں ڈرتی۔ بالکل نہیں ڈرتی۔ میں اسے چاہتے ہوئے جوان ہوئی ہوں اس سے محبت کرتے ہوئے بوڑھی ہو کر مرجاؤں گی۔ تم اسے مجھ سے نہیں چھین سکتیں۔"

"تمہارے یہ الفاظ مجھے غصہ دلانے کے بجائے میرے دل میں تمہارے لئے ترس پیدا کررہے ہیں۔ تم اسے ضرور چاہو میں نے اس وقت بھی تم سے کہا تھا کہ وہ میرے لئے ایک بزرگ جیسی حیثیت رکھتا ہے۔"

"میں نے تمہاری وہ بکواس سنی تھی۔ میں عورت ہوں عورت کے فریب سے واقف ہوں۔"

"نہ جانے تم کس جہان کی عورت ہو۔" میں نے حقارت سے کہا اور وہ چونک کر مجھے دیکھنے لگی۔ اب وہ سنبھل کر بیٹھ گئی تھی۔

ابراہیم بلخی کو کیسے جانتی ہو؟"

"تمہیں بتانا ضروری نہیں سمجھتی۔"

"میں اسے فنا کردوں گی۔ صرف اس لئے کہ اس کا تم سے تعلق ہے۔"

"بخوشی' یہ کارنامہ ضرور انجام دو۔ میرے جوتے کو فکر نہیں ہے۔" میں نے فوراً کہا۔ حالانکہ دل لرز گیا تھا۔ وہ بے گناہ انسان بلاوجہ مصیبت میں پھنسا تھا لیکن اس جنونی عورت کو سمجھ رہی تھی۔ ایک لفظ بھی اس کی حمایت میں بولتی تو وہ صرف مجھ سے نفرت کی وجہ سے واقعی اسے قتل کردیتی۔ اس نے فوراً کہا۔ "یہ تمہاری شخصیت کا ایک اور شرمناک پہلو ہے۔ حالانکہ اس نے سخت مار کھانے کے بعد تمہارا پتہ بتایا تھا۔"

"مجھے ان فضول باتوں سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ اب میں یہاں سے جانا چاہتی ہوں۔"

"نہیں روشن جمال۔ شاید میری فطرت میں بلی کے خواص ہیں۔ جو کھاتی نہیں ہے تو لڑھکا دیتی ہے۔ میں نہیں کہہ سکتی کہ ابن زماد کا جلا ہوا نگار خانہ اور خالی عمارت

کا راز کیا ہے لیکن اس کی موت پر یقین کرنے کو جی نہیں چاہتا۔ نگار خانے میں اگر اس کی لاش بھی نظر آجاتی تو میں تصور کرلیتی کہ وہ مرچکا ہے لیکن وہ زندہ ہے۔ تمہاری اس بیگانگت نے میرے وجود کو خاکستر کردیا ہے۔ پچھلی بار تم میرے ہاتھوں سے نہ جانے کیسے بچ گئیں لیکن اب تم زندگی کی آخری گھڑیاں گن رہی ہو۔ شاید اس بار تم نہ بچ سکو۔"

"تم ابن زماد کی رہائش گاہ پر گئی تھیں۔" میں نے اس کی دھمکی کو نظرانداز کرکے کہا۔

"ہاں، لیکن میں نہیں جانتی کہ وہاں جو کچھ ہوا کیسے ہوا۔ البتہ وہ وہاں نہیں تھا۔ میری پوری زندگی میں کبھی ایسا نہیں ہوا کہ وہ اس عمارت میں موجود نہ ہو۔ وہ زیادہ سے زیادہ اپنے نگار خانے میں ہوتا تھا لیکن اب وہاں کچھ نہیں ہے۔"

"اس سے تم نے کیا نتیجہ اخذ کیا؟"

"سب تمہارا شیطانی چکر معلوم ہوتا ہے؟"

"میری موت کے بعد تم کیا کروگی؟"

"میں نہیں جانتی لیکن جب تک زندہ ہوں اسے چاہتی رہوں گی۔ اسے تلاش کرتی رہوں گی۔"

"مجھے تم سے ہمدردی ہے اور ایک بار پھر میں تمہیں یہ غمناک خبر دیتی ہوں کہ وہ اب اس دنیا میں نہیں ہے۔ وہ کیا تھا میں تمہیں نہیں بتاؤں گی۔ بتاؤں بھی تو تمہاری سمجھ میں نہیں آئے گا۔ خود ابن زماد نے اتنے عرصہ میں تمہیں اس قابل نہیں سمجھا کہ تمہیں اپنے بارے میں بتادے تو میں کیا بتاؤں۔"

"تم کوئی سنسنی خیز انکشاف کرکے اپنی زندگی کے کچھ لمحات بڑھانا چاہتی ہو اس سے زیادہ کچھ نہیں۔ مگر ایسا نہیں ہوسکے گا۔ میں پہلے تمہیں راستے سے ہٹاؤں گی۔ اس کے بعد سوچوں گی کہ مجھے کیا کرنا چاہئے!" وہ کوچ سے اٹھ گئی۔ پھر اس نے ان لوگوں کو آواز دی جو باہر موجود تھے۔ "اسے آخری کمرے میں بند کردو۔"

تینوں سفاک انسانوں کے اندر انسانیت کی کوئی رمق نہیں تھی میں نے انہیں سختی کا کوئی موقع نہیں دیا اور اپنے اس نئے قید خانے میں پہنچ گئی۔ پتہ نہیں حریمہ قدس نے یہ تہہ خانے کس مقصد کے لئے بنوائے تھے۔ بظاہر صرف ایک کاروباری عورت تھی لیکن جرائم پیشہ غنڈوں کی موجودگی اور اس کے احکامات کی پابندی سمجھ میں نہیں

آئی تھی۔ بہرحال میری یہ مصیبت مسلم تھی۔ یہ دوسری بات ہے کہ ذہن کے گوشوں میں اعتماد پنہاں تھا۔ مجھے آج تک یہی باور کرایا گیا تھا کہ مشکلات کہیں تک پہنچ جائیں لیکن ماضی کی عدالت میں حاضری کے بغیر میرے لئے موت نہیں ہے۔ ابن زماد واقعی دل میں ایک کسک چھوڑ گیا تھا۔ میں نے کچھ فیصلے بھی جلد بازی میں کئے تھے۔ میرے دل میں آرزو تھی کہ ابن زماد کی مدد سے میں ماضی کو دھوکہ دوں اور اگر واقعی ایسی کسی عدالت میں میری پیشی ہو تو میں تصویر کی شکل میں وہاں جاؤں۔ ممکن ہے ایسا نہ ہو پاتا لیکن ان تصویروں کے بل پر میں نے زیادہ ہی بھاگ دوڑ کر ڈالی تھی اور انہیں بہت جلد ضائع کر دیا تھا۔

☆------☆------☆

اس کے بعد مجھے اسی قید خانے میں وقت گزارنا پڑا۔ حریمہ نے بہت سنگدلی کا مظاہرہ کیا تھا۔ یہاں قید ہوئے کوئی چھبیس گھنٹے گزرے لیکن پانی تک نہیں دیا گیا تھا کھانا پینا تو درکنار۔ بھوک کا تو کوئی مسئلہ نہیں تھا۔ اب آزمائش کا وقت آگیا تھا۔ یہ بھوک پیاس جان لے سکتی تھی۔ ممکن ہے سنگدل حریمہ نے اپنے انتقام کے لئے یہی طریقہ سوچا ہو۔ ایسا ہی لگ رہا تھا۔ ستائیسواں گھنٹہ تھا۔ باہر کچھ آہٹیں ہوئیں پھر سعد بن طلحہ کی صورت نظر آئی۔ کچھ کھانے پینے کی چیزیں اور پانی کی بوتل سنبھالے ہوئے تھا۔

"روشن بی بی۔ یہ لے لیجئے۔ خدارا جلدی کریں۔ میڈم کے آنے سے پہلے مجھے واپس پہنچ جانا ہے۔"

"یہ کیا ہے سعد؟"

"کچھ پھل، بسکٹ اور پانی۔ فوراً کھالیں میرے سامنے۔ اگر انگور کے خوشے کی ٹہنیاں پڑی رہ گئیں تو میڈم مشکوک ہو جائیں گی۔ نہ جانے کیوں وہ اس قدر خونخوار ہو گئی ہیں۔ پہلے تو کبھی ایسی نہیں تھیں۔ میری عمران کے ساتھ گزر گئی ہے۔"

"یہ سب کچھ تم لائے ہو سعد؟"

"ہاں روشن بی بی۔"

"کیوں؟"

"جانور نہیں ہوں میں۔ میرا اور آپ کا چند روز کا ساتھ بھی رہ چکا ہے اور پھر یہ سب کچھ میری سمجھ میں بھی نہیں آرہا۔ آپ خدارا جلدی کریں۔" بھوکی بھی تھی

[...]رہی تھی بھی۔ پھر بلاوجہ کی جہالت بھی نہیں کرنا چاہتی تھی چنانچہ میں نے شکریہ کے [...]ساتھ اس کی پیشکش قبول کر لی۔ تمام پھل کھائے خوب جی بھر کر پانی پیا اور سعد بن [...]طلحہ کا شکریہ ادا کیا۔ پھر میں نے پانی کی خالی بوتل اسے دے کر کہا۔ "کیا ابراہیم بلخی کو [...]بھی بھوکا رکھا گیا ہے!"

"کون بلخی؟"

"جو دوسرے کمرے میں قید ہے؟"

"نہیں اسے تو پہلے ہی چھوڑ دیا گیا تھا۔"

"چھوڑ دیا گیا یا قتل کر دیا گیا؟"

"نہیں روشن بی بی۔ میں نے اسے خود باہر پہنچایا ہے۔ میڈم اب اتنی خطرناک [...]ی نہیں ہیں کہ کسی کو قتل کر دیں۔" میں تلخی سے مسکرا دی۔ وہ چلا گیا۔ میری کوشش [...]ر ہوئی تھی اگر ذرا بھی اس سے دلچسپی کا مظاہرہ کرتی تو وہ مارا جاتا۔ بہرحال اسے [...]ی احساس ہوا ہوگا کہ بلاوجہ کسی جنجال میں پھنس گیا حریمہ قدس کو اپنی غیر جانبداری [...]یقین دلا کر وہ نکل گیا۔ مجھے خوشی ہوئی تھی۔ چھبیس گھنٹے کے بعد معدے میں وزن پڑا [...]ا۔ پھر کسی کے جگانے پر جاگی تھی۔ فوراً پتہ چل گیا کہ رات ہو گئی ہے۔ وہی تینوں [...]ے جو حریمہ کے خدمت گار نظر آتے تھے۔ مجھے ساتھ آنے کا اشارہ کر کے چل [...]ے۔ میں ان کے ساتھ چل کر تہ خانے سے باہر آگئی تھی۔ حریمہ قدس بڑے ہال نما [...]رے میں ایک کرسی پر بیٹھی ہوئی تھی۔ چہرے پر وہی جنون طاری تھا۔ کمرے کے [...]ط میں ایک تابوت رکھا ہوا تھا۔ اس نے زہریلی مسکراہٹ سے کہا۔

"صندل کی لکڑی سے بنا ہوا ہے۔ مضبوط اور خوشبودار.........." میں سرد [...]رداں سے اسے دیکھتی رہی اس نے پھر کہا۔ "نیل کی گہرائیوں میں اگر کسی کو اس [...]بوت سے تمہارا ڈھانچہ ملا تو ہو سکتا ہے تم پر تحقیق کر کے تمہیں صدیوں پرانی کوئی [...]تی قرار دے دیا جائے۔"

"تو تم مجھے نیل کے سپرد کرنے کا فیصلہ کر چکی ہو؟"

"اس بار تم نہیں بچ سکو گی۔ کوشش کر کے دیکھ لینا۔" اس نے کہا۔

"تم جنونی عورت ہو اور صرف دیوانگی میں میری دشمن بن گئی ہو، میں اب بھی [...]کہوں گی کہ مجھے تم سے ہمدردی ہے۔" وہ کھلکھلا کر ہنس پڑی۔ اچانک عقب سے [...]ک آدمی نے مجھے دبوچ لیا۔ وہ بے حد طاقتور تھا۔ میں نے جدوجہد کی تو دوسرے بھی

اس میں شریک ہوگئے اور انہوں نے مجھے بے بس کر کے تابوت میں پھینک دیا۔ ا
لوگوں کی درندگی کا تو مجھے پہلے ہی اندازہ تھا۔ مجھے بری طرح تابوت میں ٹھونس
انہوں نے ڈھکن بند کر دیا اور اس کا کنڈا لگا دیا۔ میرے بدن میں سنسنی پیدا ہوگئی
واقعی نیل کی گہرائیوں میں میرا مدفن بن جائے گا۔ وہ تمام پیش گوئیاں کیا ہوئیں۔ ا
تو بچنے کا کوئی ذریعہ نہیں نظر آرہا چند ہی لمحات کے بعد تابوت میں دھماکے ہونے لگے
اس کے ڈھکن کو کیلوں سے جوڑا جارہا تھا۔ کچھ دیر کے بعد وہ اس کام سے فار
ہوگئے اس کے بعد تابوت کو جنبش ہوئی۔ مجھے تمام اندازے ہو رہے تھے۔ یہاں تک
کہ میں یہ اندازہ بھی لگا رہی تھی کہ اب وہ مجھے کہاں تک لے آئے ہیں۔ پھر یہ بھ
پتہ چل گیا کہ وہ ساحل نیل پر آگئے ہیں۔ اس کے بعد مجھے اسٹیمر پر رکھا گیا۔ پھر اسٹیم
اسٹارٹ ہو کر چل پڑا۔ میرے پورے بدن نے پسینہ اگلنا شروع کر دیا تھا۔ تو یہ
میری زندگی کا عبرتناک انجام۔ ساری پُراسرار داستانیں نیل کے پانی میں فنا ہو جائیں
گی۔ کہاں ہو میرے باپ احمد کمال سعدی۔ کہاں ہے تمہاری انوکھی تحقیق۔ آہ کاش
تھوڑے عرصے صبر سے کام لے لیتی' آہ کاش اس وقت بھی میری جگہ میری تصویر ہو
ایک دم پرواز کرنے لگی تھی۔ وادی ارمناس بھی جا پہنچی حریمہ قدس کو للکار دیا۔ ہ
چکھنا پڑ رہا ہے اب مزا چکھنا پڑ رہا ہے۔

ایسے بھی باپ ہوتے ہیں اس کائنات میں۔ موت منتخب کی گئی تھی میرے ل
ذہن مسلسل کہانیاں تراش رہا تھا۔ پھر اسٹیمر کا انجن بند ہوگیا۔ اس کے بعد تابوت م
جنبش ہوئی اور پھر میرا سر نیچے اور پاؤں اوپر ہوگئے۔ چھپاکا صاف محسوس ہوا تھا د
نے پھڑپھڑا کر سینے سے باہر نکلنے کی کوشش کی تھی۔ آنکھوں میں تاریکیاں آگئی تھیں
کچھ دیر نیچے کو جاتی محسوس کرتی رہی پھر اوپر بلند ہونے لگی۔ نہ جانے کیا ہو رہا تھا۔ ا
حالات میں بھی دماغ نے ساتھ نہیں چھوڑا تھا۔ اندازہ ہوگیا کہ پہلے میرے وزن
بلندی سے گرنے سے تابوت پانی کی گہرائیوں میں بیٹھا پھر چونکہ لکڑی سے بنا ہوا تھا ا
لئے اوپر اٹھنے لگا لیکن سب سے خوفناک بات جو ہوئی تھی وہ پانی کی نمی تھی جو مجھے بد
کے مختلف حصوں پر محسوس ہونے لگی۔ تابوت ایئر ٹائٹ نہیں تھا کہیں نہ کہیں سے پا
اندر آرہا تھا۔ حریمہ قدس نے تو یہ غلطی کی تھی کہ تابوت میں ضروری وزن نہیں رکھ
تھا جس سے وہ پانی پر بلند نہ ہوتا لیکن اب وہ کسر پوری ہو رہی تھی اور تابوت م
آہستہ آہستہ پانی آرہا تھا۔ دریا کے بہاؤ نے تابوت کا سفر جاری کر دیا رفتار اتنی تیز نہ

ہاتھ پاؤں بے جان ہونے لگے تھے۔ دماغ پر قابو پانا مشکل ہو رہا تھا پھر پتہ نہیں کیا
تابوت پھرکنی کی طرح گھومنے لگا اور میری بند آنکھوں میں سیاہ لہریئے اتر آئے۔
کے بعد کچھ ہوش نہیں رہا تھا۔

☆------☆------☆

نہ جانے کتنا وقت گزر گیا۔ نہ جانے عالم بے ہوشی میں کیسے مراحل سے گزرنا
ہوش آیا تو آسمان روشن تھا۔ سورج پر بادلوں کے ٹکڑے رُکے ہوئے تھے موسم
ندل تھا نہ سردی نہ گرمی۔ بدن بے حد ہلکا پھلکا لگ رہا تھا۔ نہ جانے یہ کون سی جگہ
ی۔ ابن زماد کی رہائش گاہ بھی نہیں تھی۔ اور.......... اور.......... پھر یادداشت
ہارا دینے لگی اور سب کچھ یاد آگیا۔ دل میں وحشت ابھر آئی۔ اپنے آپ پر غور کیا۔
ندل کی بھینی بھینی خوشبو محسوس ہو رہی تھی۔ بدن اب بھی تابوت کا قیدی تھا لیکن
بوت کا ڈھکن غائب تھا۔ بس اس کا وہ سرا جڑا ہوا تھا جسے باہر سے تالا ڈال کر بند کیا
یا تھا۔ تابوت جگہ جگہ سے ٹوٹ گیا تھا۔ غالباً دریا میں کہیں چٹانوں سے ٹکرایا ہوگا۔
یہ میرے بدن پر معمولی سی خراش بھی نہیں تھی لباس بے شک بھیگا ہوا تھا۔ باقی
ب ٹھیک تھا۔ تابوت کے کنارے گرفت میں لے کر بدن کو جنبش دی اور اٹھ کر بیٹھ
ئی۔ پھر حیران نظروں سے پورے ماحول کا جائزہ لیا۔ تابوت دریا میں ہی تھا لیکن دریا
اں آکر دریا نہیں رہا تھا۔ وہ اس جگہ بہت وسعتوں میں پھیل گیا تھا۔ گول گول پتھر
روں طرف بکھرے ہوئے تھے اور پانی کے دھارے انہیں چھوتے ہوئے گزر رہے
ے۔ میرے بائیں سمت سرسبز و شاداب گھاس اور درختوں کے جھنڈ بکھرے ہوئے
ے۔ صندل کی خوشبو میں سیب کی تیز خوشبو بھی شامل تھی۔ ان درختوں کے دوسری
ت شاید سیب کا جنگل تھا۔ نہ جانے کون سی جگہ ہے لیکن خوبصورت ہے۔ تابوت
ں پھیلاؤ میں آگے نہیں بڑھ سکا تھا اور میں نیل میں بھٹکنے سے بچ گئی تھی۔ دماغ کو
لکہ جھٹکا لگا۔ پھر بچ گئی ہوں۔ حریمہ قدس نے میری موت میں کوئی کسر نہیں چھوڑی
ی لیکن میں زندہ ہوں۔ نہ صرف زندہ ہوں بلکہ اس بھیانک سفر کے باوجود میرے
ن پر ایک خراش بھی نہیں ہے۔ وہ قول تو پورے ہوگئے تھے جو مختلف لوگوں نے
یے تھے۔ مگر اب کیا ہوگا۔ پتہ نہیں قاہرہ سے کتنی دور نکل آئی ہوں۔ آس پاس کوئی
بادی ہے یا نہیں۔ یہاں بیٹھے رہنے سے کچھ نہیں ہوگا اب اس تابوت سے نکلا
ئے۔ سنبھل کر باہر نکل آئی۔ جنگلوں ہی کی طرف رخ کیا جاسکتا تھا۔ چنانچہ اسی

طرف چل پڑی پتھروں پر آگے بڑھنا مشکل ہو رہا تھا۔ جوتے تباہ ہو چکے تھے اور ا
بری طرح پانی بھرا ہوا تھا۔ چنانچہ انہیں پہن کر چلنا بالکل ممکن نہیں تھا۔ میں نے
سے نجات حاصل کرلی اس طرح آسانی ہوگئی۔ میں اس گھاس کے فرش پر پہنچ
بے حد فرحت محسوس ہوئی تھی۔ یہاں سیبوں کی خوشبو بہت تیز آرہی تھی۔ کوئی
یا الجھن نہیں تھی اس لئے آگے بڑھنے لگی۔ یہ جنگل نہیں باغ تھا۔ درخت کنا
کنارے لگائے گئے تھے اندر پھلوں کے درخت تھے۔ سرخ بڑے بڑے سیب
رہے تھے۔ اتنے نیچے کہ ہاتھ بڑھاؤ اور توڑ لو۔ میں اپنی اس خواہش کو نہ دبا سکی
ایک سیب توڑ کر دانتوں سے کھانے لگی۔ شہد جیسے سیب سے لطف اندوز ہوتی رہی
وہیں بیٹھ گئی اور سوچنے لگی کہ اب مجھے کیا کرنا چاہئے۔ باغ قدرتی نہیں ہے، اس
رکھوالے بھی ہوں گے انہیں تلاش کرکے اس آبادی کے بارے میں معلوم کیا جا
ہے۔ گزرے ہوئے واقعات میں الجھ کر وقت ضائع کرنا بے معنی تھا۔ کچھ دیر نقاہت
طاری رہی پھر اٹھنے کا ارادہ کر رہی تھی کہ ایک عجیب احساس ہوا۔ گردن کے پاس
سرسراہٹ سی ہوئی تھی۔ پتہ نہیں کیا ہے۔ شاید کوئی کیڑا چڑھ گیا ہے۔ بے اختیار
گردن پر جا پڑا۔ خالد کا دیا ہوا نیکلس گردن میں پڑا ہوا تھا۔ میں نے اسے تھوڑا سا
اٹھایا پھر گردن مسلنے لگی۔ مگر کوئی کیڑا نہیں تھا۔ نیکلس میں جنبش تھی۔ اس
خوبصورت زنجیر میری مٹھی میں پھسل رہی تھی۔ میں نے گھبرا کر اسے چھوڑ
دوسرے لمحے وہ میری گردن سے نکل کر سینے سے پھسلتا ہوا نیچے گر پڑا۔ یہ سوچ
تھی کہ ممکن ہے کہ اس کا ہک کھل گیا ہو اور توازن بگڑنے کی وجہ سے وہ جنبش
محسوس ہوا ہو لیکن نیچے گرنے کے بعد بھی وہ متحرک رہا اور سست رفتاری سے
ہوا مجھ سے کچھ فاصلے پر چلا گیا۔ ایسا ہی ایک منظر میں اس وقت دیکھ چکی تھی جب
بار ارطن طلائی مجھ تک پہنچا تھا لیکن اس کا اس زیور سے کیا تعلق۔ وہ زاغ کا طلسم
اور یہ خالد کا تحفہ۔ پھر اس کی بناوٹ ناگن کی تھی اور یہ ایک خوشنما نیکلس۔ ا
میری آنکھیں مجھے دھوکہ نہیں دے رہی تھیں۔ نیکلس بدستور متحرک تھا اور اب
سمٹ کر گول ہو رہا تھا۔ پھر اس نے شکل اور حجم بدلنا شروع کردیا اور میں منہ پھاڑ
اسے دیکھتی رہی۔ سونے کا زیور سنہری عورت کی شکل اختیار کر گیا اور وہ مجھے دیکھ
ساحرانہ انداز میں مسکرادی۔

"روشن جمال۔" اس نے کہا لیکن اس کے حسین ہونٹوں سے زاغ کی منو

آواز نکلی تھی بالکل اسی طرح جیسے ایک بار ابن زماد کی رہائش گاہ میں اس نے مجھ سے ملاقات کی تھی۔

"زاغ............!" میں نے آہستہ سے کہا۔

"نہیں۔ زعورس ابن طہابی۔"

"تم اس زیور کی شکل میں۔ مگر یہ زیور تو مجھے خالد نے بھجوایا تھا۔"

"کیا کروں تمہاری اس مکار دنیا نے مجھے بھی اتنا مکار بنا دیا ہے کہ مجھے مکر کرنے پڑتے ہیں۔"

"گویا یہ زیور خالد کے نام سے تم نے مجھے پہنچایا تھا۔"

"ہاں۔ مجھے اندازہ ہوگیا تھا کہ یہی نام مجھے تمہاری قربت دے سکتا ہے دوسرے تمام راستے تو تم نے بند ہی کردیئے تھے اور پھر تمہیں ایک انوکھے علم والے کا قرب حاصل ہوگیا تھا۔"

"کون انوکھے علم والا۔"

"ابن زماد کی بات کر رہا ہوں۔ میں اس انوکھی شخصیت کو مرتے دم تک فراموش نہیں کرسکوں گا۔ نہ جانے وہ کون سا علم تھا جو کسی ذی روح کو کاغذ میں تبدیل کردیتا تھا۔ تمہیں اس کے بارے میں معلوم ہو چکا ہے لیکن مجھے حیرت ہے کہ اس وقت تم نے خود کو کاغذ کی تصویر میں کیوں نہ بدل لیا جب حریمہ قدس تمہیں دریا برد کر رہی تھی جبکہ میرے قید خانے میں تم نے یہ ہنر دکھایا تھا۔"

"زاغ مجھے ایک بات بتاؤ۔" میں نے سنجیدگی سے کہا اور وہ سوالیہ نظروں سے مجھے دیکھنے لگا۔ "ابن زماد کے نگار خانے میں کس نے آگ لگائی تھی؟"

"میں نے۔" وہ سکون سے بولا۔

"کیوں؟" میرے بدن میں چنگاریاں بھر گئیں۔

"پہلی بار میں نادیدہ شکل میں اس کے نگار خانے میں داخل ہوا تو مجھے وہ جگہ ایک انوکھا طلسم کدہ محسوس ہوئی۔ اس کی بنائی ہوئی تصویریں جاندار تھیں۔ میں نے بڑا حیرت ناک منظر دیکھا۔ وہ صرف تصویریں تھیں لیکن جنبش کرتی ہوئی، ہنستی ہوئی، اسے میری موجودگی کا علم ہوگیا اور میں وہاں زیادہ وقت نہیں گزار سکا لیکن مجھے تجسس رہا اور یہ سچ ہے کہ ابن زماد کے بارے میں مجھے اب بھی کچھ نہیں معلوم لیکن تمہاری اور اس کی قربت پہلی بار مجھے خطرناک محسوس ہوئی تھی۔ نتیجے میں شلاشلائی کے

ذریعے میں نے اسے ہلاک کرنے کی کوشش کی مگر وہ کسی کاغذ کی طرح پھٹ گیا اور اس
کی زندگی قائم رہی۔ آخری خطرہ مجھے اس وقت محسوس ہوا جب زارم طمابی کے
دانش کدے میں تمہیں قید کرنے کے بعد میں نے تمہیں آزاد پایا۔ قید خانے میں
تمہاری تصویر رہ گئی تھی۔ تب ابن زماد مجھے بے حد خطرناک محسوس ہوا اور بالآخر میں
نے اسے اس کے نگار خانے سمیت جلا دیا۔"

شدت غضب سے میرا سارا وجود پھنکنے لگا تھا۔ ابن زماد سے مجھے بڑی عقیدت
تھی۔ اس کی موت کو میں اپنی زندگی کا سب سے بڑا نقصان محسوس کرتی تھی۔ میں خونی
نظروں سے اسے دیکھتی رہی۔ اس نے مسکرا کر کہا۔

"صدیوں کی جدوجہد اس نہج پر آکر ختم ہو گئی۔ اب آگے کی کہانیاں شروع ہوں
گی جن سے نہ میں واقف ہوں نہ تم.........."

"یہ کون سی جگہ ہے؟" میں نے پوچھا۔

"نخفہ کا جنوبی حصہ۔ اس سے آگے صحرائے ترشت ہے جسے عبور کرو تو ڈیلٹائی
حکومت کا دارالخلافہ دخبرہ آجاتا ہے۔" زاغ نے جواب دیا۔

"یہ سارے نام تو اجنبی ہیں' قاہرہ یہاں سے کتنی دور ہے؟" میں نے پوچھا اور
ارطن طلائی کے روپ میں زاغ ہنس پڑا۔

"کون سے قاہرہ کی بات کر رہی ہو۔ جس قاہرہ کے بارے میں تم پوچھ رہی ہو
اس تک کا سفر اب دو ہزار چھ سو تریسٹھ سال آگے ہے۔ اب تم جس دور میں سانس
لے رہی ہو یہ دور سیت کہلاتا ہے۔ چھ سو تریسٹھ قبل مسیح کا دور جب مصریوں نے
ہکسوس خاندانوں کا اقتدار ختم کرکے دوبارہ مصر پر حکومت قائم کی تھی۔"

"کیا؟" میں نے سحرزدہ لہجے میں کہا اور آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر چاروں طرف دیکھنے
لگی۔ "تو.......... تو کیا؟"

"ہاں.......... تم وہاں آچکی ہو جہاں تمہیں آنا تھا۔ اب تمہیں علم ہو گیا کہ میں
تم سے کیا چاہتا تھا۔ جس کہانی سے میرا براہ راست تعلق ہے روشن جمال اس میں
میرے کردار کی کوئی گنجائش ہی نہیں تھی۔ اناتم سلاطیہ کے لئے میں نے صدیاں کھو
دیں لیکن تمہارا غاصب باپ فائدہ اٹھا کر یہاں تک آگیا۔ بعد میں جو کچھ بھی ہوا وہ
الگ بات ہے لیکن میرے لئے کچھ نہیں رہا تھا۔ میں یہاں آنا چاہتا تھا اور تم اس کا
سب سے بہتر ذریعہ تھیں۔ میں ارطن طلائی کے روپ میں آنے کا خواہش مند تھا۔

ذریں یہی ہوا بس تھوڑی سی مکاری سے کام لینا پڑا۔ تم مجھے اپنے محبوب کی یادگار
سمجھ کر یہاں لے آئیں۔"

میں دیر تک گنگ رہی۔ زاغ کی بات پر یقین نہیں آرہا تھا۔ کیا یہ واقعی ہزاروں
سال قبل کی سرزمین ہے۔ کیا یہ ماحول گزری ہوئی سینکڑوں صدیوں قبل کا ماحول
ہے۔ کیا مجھے یہاں ان صدیوں پرانی روحوں کا سامنا کرنا پڑے گا جو اب تاریخ کا حصہ
ہیں۔ دل پر عجیب سی دہشت طاری ہو گئی تھی۔ زاغ پر شدید غصہ تھا وہ قاتل تھا۔
شیطان تھا لیکن اس وقت واحد کردار تھا جس سے میرا تعلق رہ چکا تھا۔ تھوڑا سا رویہ
بدلنا ہو گا۔ میں نے بمشکل خود کو سنبھالا اور پھر نرم لہجے میں بولی۔ "جو کچھ تم کہہ رہے
ہو وہ سچ ہے زاغ؟"

"اب دیر کہاں۔ حالات خود تصدیق کردیں گے۔"

"تم اب کیا کرو گے؟"

"بہت کچھ کرنا ہے۔ نہ جانے کیا کیا۔ میری کاوشوں کا صلہ ایک حد تک مل گیا
ہے۔ اب دوسرا مرحلہ ہے۔ دیکھو کیا ہوتا ہے۔"

"مجھے کیا کرنا چاہئے؟"

"جو اب تک کرتی رہی ہو۔ تم نے اب تک کیا کیا ہے جو اب کرو گی۔ جو کچھ
کریں گے دوسرے ہی کریں گے۔"

"یہاں تم اسی شکل رہو گے؟"

"کون جانے کیا ہو گا؟"

"تمہاری خواہش پوری ہو چکی ہے زاغ۔ تم نے اپنی منزل پالی ہے۔ میری مدد
کرو میں تنہا ہوں۔ کچھ نہیں جانتی۔ میں پریشان ہوں میری سمجھ میں کچھ نہیں
آرہا.......... میرے ساتھ رہو۔"

"صد افسوس۔ تم نے مجھ سے کبھی تعاون نہیں کیا۔ میں نے جو کچھ کیا اپنے بل پر
کیا۔ اب میں تعاون سے انکار کرتا ہوں۔ یوں بھی خود میرے لئے یہ جگہ اجنبی ہے۔
اس ماحول سے واقفیت حاصل کروں گا۔ پھر اپنا کوئی مقام بناؤں گا اور پھر..........
اسے تلاش کروں گا جس کی ایک جھلک میرے لئے روح افزا ہو گی اور جسے تمہارے
غاصب باپ نے مجھ سے چھین لیا ہے۔ آہ میری جدوجہد تو اب بھی طوفانی حیثیت رکھتی
ہے۔ نہ جانے کیا کیا کرنا پڑے گا مجھے۔ اچھا.......... بس.......... اب اجازت

دو۔" سنہری عورت کھڑی ہو گئی۔ میں نے جھلا کر کہا۔
"یہ اچھی بات ہے کہ اس منزل تک آکر مجھے تمہارا کوئی احسان نہ لینا پڑے
ورنہ مجھے بھی تمہارے ساتھ مروت کرنی پڑتی۔ اب میں جو کچھ بھی کروں گی آزا
سے کروں گی۔" میرے ان الفاظ پر سنہری عورت نے زاغ کی آواز میں قہقہہ لگایا
پھر ایک جانب چل پڑی۔ میں جلتی نگاہوں سے اسے دیکھتی رہی دل تو چاہ رہا تھا کہ
وزنی پتھر اٹھا کر اس پر دے ماروں اور اس کا سارا وجود پاش پاش کردوں۔ بدبخت
ایک بہت بڑے شخص کو فنا کردیا تھا لیکن اپنی مشکلات میں اضافہ نہیں کرنا چاہتی تھی
انکشاف وہ منحوس کر کے گیا تھا اگر وہ درست تھا تو یہ دنیا کا سب سے بڑا عجوبہ تھا۔ ا
ذی روح صدیوں کے فاصلے طے کر کے ماضی میں لوٹ جائے اور ماضی کے کردار ا
کی آنکھوں کے سامنے اجاگر ہو جائیں بذات خود ایک حیرت انگیز داستان تھی۔ ز
جدید کی سائنس نے ٹائم مشین کا فارمولا پیش کردیا تھا........ لیکن وہ ابھی فینٹی
حدود میں تھا جس طرح کبھی چاند پر پہلے آدمی کا تصور صرف ایک اختراع سمجھا جاتا تھا
اس طرح ابھی ٹائم مشین کہانیوں کی شکل میں موجود تھی لیکن میں اس لمحے سے گ
رہی تھی جو سائنس دانوں کے دماغ میں محفوظ تھا اور مجھے یہاں تک پہنچانے کا ذر
دریائے نیل میں بہتا ہوا وہ تابوت بنا تھا۔ اگر یہ سب کچھ سچ تھا تو اپنی ہی کہانی پر حیر
سے ششدر رہ جانے کو جی چاہتا تھا' کیا واقعی میں زمانہ قدیم کے مصر میں ہوں۔ ج
مصر پر فرعونوں کی حکمرانی تھی۔ آہ پتہ نہیں یہ پُراسرار حقیقت کیا نوعیت رکھتی
ایک جیتے جاگتے انسان پر یہ وقت گزر رہا تھا۔ سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ دیدہ ور
حیثیت سے گزر جاؤں یا ان پریشانیوں کو محسوس کروں جو اب مجھ پر مسلط ہونے و
تھیں۔ کیا ہوگا زیادہ سے زیادہ کیا ہو سکتا ہے لیکن بے بسی کی انتہا بالآخر اعتماد ہ
ہے۔ جب انسان یہ سوچ لے کہ اب جو ہونا ہے اسے ٹالنا مشکل اور ہونی سے گز
ہے تو پھر اندر ایک پتھریلی کیفیت بیدار ہو جاتی ہے۔ میری زندگی کے ان پُراسرا
واقعات میں کتنی ہی بار میرے اندر یہ کیفیت بیدار ہوئی تھی' کو کونٹ آئی لینڈ پر
مصیبتوں سے گزرتے ہوئے میرے اندر یہ پتھریلا پن پیدا ہوا تھا اس کے بعد بھی
شمار مراحل آئے تھے' سو اب بھی اپنے آپ کو ان واقعات کے لئے تیار کرنا ہوگا۔
میرے حق میں بہتر ہے اور اس سے زندگی کی یہ سانسیں برقرار رکھی جا سکتی ہیں بس
ہوگا دیکھا جائے گا۔ موت سے پہلے مرنے سے کیا فائدہ۔

☆======☆======☆

ارطن طلائی میری نگاہوں سے اوجھل ہو گیا تھا میں نے بھی اپنی جگہ چھوڑ دی
اور باغ کے درختوں سے گزرتی ہوئی بہت دور نکل آئی۔ ماحول بے حد شفاف تھا اور
صاف محسوس ہوتا تھا کہ مشینی دور کی آلودگی نے درختوں کو دھندلاہٹوں کا شکار نہیں
کیا ہے۔ ہر طرف صاف و شفاف مناظر بکھرے ہوئے تھے' پھلوں کے گچھے کے گچھے نظر
آ رہے تھے۔ بہت سے درختوں کے درمیان سے گزرتی ہوئی بالآخر میں ایک ایسی جگہ
پہنچ گئی جہاں ایک بہت چھوٹی سی عمارت بنی ہوئی تھی' اس عمارت کے سامنے ایک
وسیع چبوترہ تھا۔ قدیم طرز تعمیر کا انداز صاف محسوس ہوتا تھا۔ ہو سکتا ہے کوئی اس
عمارت میں موجود ہو۔ بظاہر تو خاموش نظر آ رہی تھی۔ چبوترے کی بلندی تک پہنچنے
کے لئے چار وسیع سیڑھیاں بنی ہوئی تھیں۔ میں ان سیڑھیوں کو عبور کر کے اوپر پہنچی
اور پھر اس چبوترے پر جا کھڑی ہوئی۔ سوچ رہی تھی کہ کس کو آواز دوں کہ چند ہی
لمحات کے بعد بغلی سمت سے ایک نوجوان شخص آتا نظر آیا۔ زمانہ قدیم کے لباس میں
ملبوس' حسین و جمیل نوجوان جس کی عمر چوبیس پچیس سال سے زیادہ نہیں تھی۔ وہ سر
جھکائے بے خیالی کے انداز میں چلا آ رہا تھا۔ پھر اس نے سیڑھیاں عبور کیں۔ ابھی تک
اس نے مجھے نگاہ اٹھا کر نہیں دیکھا تھا۔ میں البتہ اس انداز میں اسے دیکھ رہی تھی کہ
اس کی نظریں مجھ سے ملیں تو اس جگہ کے بارے میں سوال کروں۔ وہ مجھ سے بہت
قریب آ گیا۔ پھر اس نے نگاہیں اٹھائیں' مجھے دیکھا' یوں جیسے میرا برسوں کا شناسا ہو'
لیکن پھر آہستہ آہستہ اس کی مسکراہٹیں سمٹتی چلی گئیں اور ان کی جگہ حیرت نے لے
لی۔ اس نے ہاتھ بڑھا کر مجھے چھونے کی کوشش کی تو میں جھجک کر ایک قدم پیچھے ہٹ
گئی اور نوجوان جیسے خواب سے چونک پڑا۔ اس کا جسم شدت حیرت سے کانپنے لگا۔
چہرے کے نقوش بھی یہی بتاتے تھے کہ جیسے وہ ششدر رہ گیا ہو' پھر اس کے تاثرات
میں انبساط کی کیفیت پیدا ہوئی' اس کی آنکھوں سے محبت کا آبشار بہہ رہا تھا۔ اس کے
بعد اس کی کپکپاتی ہوئی آواز ابھری۔
"دیوتا آمون کی قسم' آمون کی قسم' مجھے یقین تھا۔ مجھے یقین تھا کہ میری محبت
تمہیں زندگی دے گی دیوتا آمون کی قسم آؤ اے دیکھنے والو تم مجھے دیوانہ سمجھتے تھے۔
میری ماں نخفہ کی زہالہ۔ دیکھ میرے فن نے زندگی پالی ہے۔ دیکھ میرے فن کی
معراج' دیکھ میرے پیار کی انتہا جس نے اس میں زندگی دوڑا دی ہے' میں پتھروں کا

جادوگر ہوں اور بوڑھی سدلہ کی پیش گوئی کو غلط کہنے والو' سدلہ عظیم ہے اور اس نے اب تک کوئی جھوٹی پیش گوئی نہیں کی۔ دیکھو آج عشتار کو اپنی نگاہوں سے متحرک دیکھو۔ عشتار میری زندگی میری روح میری محبت کا آسمان' آخر تو نے زندگی پا ہی لی۔ دیوتا آمون کی قسم یہ میرا فن نہیں میری محبت ہے جس نے تجھے متحرک کیا۔"

اس کے عجیب وغریب الفاظ۔ اس کی آواز مجھے بہت حیرت ناک لگ رہی تھی۔ نہ جانے یہ کیا چکر ہے' نہ جانے یہ کون ہے۔ تب ہی کچھ اور آوازیں بھی ابھریں اور اس کے بعد چند افراد کچھ فاصلے سے آتے ہوئے نظر آئے۔ ان آہٹوں پر میری نگاہیں بھی اس طرف گھوم گئی تھیں۔ نوجوان نے سرگوشی کے عالم کہا۔

"سمبان' میرے بہت پیارے دوست' میری ماں زہالہ اور دیکھو آنے والو اب بھی اگر یقین نہ کرپاؤ تو تمہاری عقلوں پر ماتم کرنے کے علاوہ کیا کرسکتا ہوں میں دیکھو آج عشتار نے زندگی پالی ہے وہ متحرک ہے اور یہی سدلہ کہتی تھی۔ میرے فن کو زندگی مل گئی ہے۔ آج افعان پتھروں کا جادوگر کہلانے میں حق بجانب ہے دیکھ لو اس مجسمہ ساز کو جس نے اپنی زندگی میں ایک ہی بت بنایا اور اسے زندگی دے دی۔ ہاں سدلہ کی پیش گوئی کبھی غلط نہیں ثابت ہوسکتی تھی۔ دیوتا آمون کی قسم دیکھو دیوتا آمون کی قسم۔"

وہ سب قریب پہنچ گئے تھے۔ میں نے ایک معمر عورت کو دیکھا' نہایت پُروقار شخصیت کی مالک۔ بڑی بڑی گہری آنکھوں سے میرا جائزہ لے رہی تھی۔ دوسرے چند افراد بھی تھے جن میں سے ایک کو سمبان کہہ کر مخاطب کیا گیا تھا۔ وہ چند قدم آگے بڑھ آیا اس نے پھٹی پھٹی آنکھوں سے مجھے دیکھا اور پھر پریشان کن انداز میں معمر عورت کو۔ معمر عورت نے اچانک ہی اپنے چہرے کے تاثرات بدل لئے اور محبت بھرے انداز میں آگے بڑھ آئی۔ اس نے نوجوان کے دونوں ہاتھ پکڑے اور انہیں چوم لیا۔

"میں جانتی تھی' میرا بیٹا جب بھی کوئی کام کرے گا اسے تکمیل تک پہنچا کر رہے گا۔ خوش آمدید عشتار آسمان سے اترنے والی خوش آمدید۔ میرے اکلوتے بیٹے کی محبت خوش آمدید۔ میں تیرا خوش دلی سے استقبال کرتی ہوں۔ آہ افعان یہ واقعی بہت خوبصورت ہے۔ تیرے فن کا زندہ جاوید کارنامہ اور اب کیا تو اسے ویرانوں میں پڑا رہنے دے گا۔ اسے نخفہ کی سب سے خوبصورت عمارت میں لے چل' جو تیری اپنی ملکیت ہے۔"

"شکریہ مادر مہربان تیری محبت کو میں آسمان کی طرح بلند سمجھتا ہوں۔ میں بے حد خوش ہوں۔"

"سمبان' عشتار کو گھر لے چلنے کی تیاریاں کرو۔" میں تو کچھ بول ہی نہیں پائی تھی۔ البتہ ایک بات پر میں نے غور کیا تھا۔ وہ سب عبرانی زبان بول رہے تھے جسے میں خوبی سمجھ رہی تھی اور ضرورت پڑنے پر بول بھی سکتی تھی پھر میری زندگی کا سب سے حیرت ناک واقعہ یہی تھا باقی تو جو کچھ تھا ہو ہی رہا تھا' لیکن نہ جانے یہ عبرانی زبان مجھے کہاں سے آگئی تھی۔

معمر عورت نے محبت سے میرا ہاتھ پکڑ لیا اور مجھے ایک طرف لے جاتے ہوئے بولی۔

"میرے بیٹے کی حسین تخلیق' میں تیرا خلوص دل سے استقبال کرتی ہوں۔ آ کہ تیرا اب یہاں رہنا مناسب نہیں۔ تو میرے لئے محبت اور احترام کا مرکز ہے۔"

نوجوان بھی ہمارے ساتھ ہی چل رہا تھا۔ میں ایک عجیب سی پریشانی کا شکار ہوگئی تھی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اس انوکھی داستان کے بارے میں اظہار خیال کیسے کروں' انہیں کیسے بتاؤں کہ وہ سب نہ جانے کیا حماقت کررہے ہیں میں روشن جمال ہوں ایک عجیب وغریب مشکل کا شکار لڑکی........... لیکن خاموشی ہی مناسب سمجھی اور اس خوبصورت گاڑی میں آبیٹھی جس میں چار گھوڑے جتے ہوئے تھے۔ دو تین گھوڑے سوار گاڑی کے آس پاس بھی موجود تھے میرے عقب میں وہ نوجوان بھی چلا آرہا تھا جسے افعان کے نام سے مخاطب کیا گیا تھا اور اس کے ساتھ ساتھ ہی وہ دوسرا قوی ہیکل نوجوان جو سمبان تھا۔

کوچوان نے نہایت احترام سے مجھے گاڑی میں سوار کرایا اور زہالہ بھی میرے قریب ہی بیٹھ گئی۔

افعان کو گھوڑا دے دیا گیا یا شاید اس کا گھوڑا پہلے سے یہاں موجود تھا اور اس طرح اس باغ سے نکلنے والی ایک خوشنما سڑک سے گزرتے ہوئے ہم نخفہ کی آبادیوں کی جانب چل پڑے۔ میں سحر کے عالم میں گزرگاہوں کو دیکھ رہی تھی صدیوں پہلے کا مصر آنکھوں کے سامنے تھا۔ موجودہ دور سے بالکل مختلف روایات کا حامل۔ خوبصورت' پُرسکون۔ سبزہ زار ختم ہوئے آبادیاں نظر آنے لگیں۔ نخفہ کے لوگ اپنی مصروف زندگی میں مگن تھے۔ کسی نے اس گاڑی کی طرف توجہ نہیں دی تھی۔ مکانوں

کے سلسلوں سے گزر کر بالآخر ایک خوبصورت عمارت منزل قرار پائی کہ بے حد خوشنما تھی۔ یہاں مجھے احترام سے اتار کر اندر لے جایا گیا۔ یقیناً یہ صاحب ثروت لوگوں کی رہائش گاہ تھی۔ زہالہ مجھے اپنے ساتھ لئے ہوئے اندرونی حصے میں پہنچ گئی۔ وہ احمق اس طرح شرمایا شرمایا ہمارے پیچھے آ رہا تھا' جیسے کوئی بہت بڑا کارنامہ سرانجام دے کر اپنی ملکیت کو لئے چلا آ رہا ہو۔ گویا اسے یہ احساس ہی نہیں تھا کہ میں اس سے منحرف ہو سکتی ہوں۔ اس کی صورت دیکھ کر ہنسی آنے لگی لیکن اس وقت ہوشیاری ہی مشکلات سے بچا سکتی تھی۔ نخفہ مصر قدیم کا ایک شہر جس کا موجودہ دور میں نہ جانے کیا نام ہو میرے قدموں تلے تھا اور اب ماضی کی وہ تمام باتیں سچ ہی لگ رہی تھیں' جنہیں اب تک میں نے ایک ناقابلِ یقین کہانی تصور کیا تھا۔

زہالہ نے مجھے ایک خوبصورت کمرے میں پہنچا کر کہا۔ "میرے نزدیک یہ ایک خوبصورت خواب گاہ ہے اور یہاں تمہیں کسی طرح کی کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔ اپنی ضرورتیں کنیزوں کو بتا دینا' وہ تمہاری خدمت کریں گی۔ میں تم سے رات ہونے سے پہلے دوبارہ ملاقات کروں گی۔"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا اور زہالہ مجھے دیکھتی ہوئی اس جگہ سے باہر نکل گئی۔ میں نے اس کی بڑی بڑی خوبصورت آنکھوں میں ایک عجیب سی کیفیت پائی تھی جسے میں کوئی نام نہیں دے سکتی تھی۔ وہ دونوں کنیزیں جو میرے احکامات کی تعمیل کے لئے وہاں موجود تھیں میرے حکم اور اشارے کی منتظر تھیں۔ میں نے ان سے کہا۔

"مجھے تنہائی درکار ہے۔ تم لوگ باہر رکو.......... اور اگر کوئی مجھ سے ملنا چاہے تو اس سے کہو کہ میں آرام کر رہی ہوں۔" عبرانی زبان کے یہ الفاظ کنیزوں نے گردن خم کر کے سنے اور خاموشی سے باہر نکل گئیں۔

میرا ذہن سائیں سائیں کر رہا تھا اور میں عالم سکوت میں یہ سوچ رہی تھی کہ اب کیا ہوگا' جو خوفناک پیش گوئیاں کی جاتی رہی ہیں کیا ان کی تکمیل کا وقت آ گیا ہے اور کیا یہ واقعی اناتم سلاطیہ کا دور ہے اور کیا درحقیقت اس دور میں فرعون ہم راعمن عوس حکمراں ہے۔ یہ سارے خیالات ذہن میں گردش کرتے رہے۔ دماغ کی رگیں کھچ رہی تھیں اور چکر سا آ رہا تھا لیکن پھر خود کو سنبھال کر یہی سوچا کہ جب اب تک کی تمام باتیں درست ثابت ہوئی ہیں تو آگے جن واقعات کی تھوڑی بہت نشان دہی کر دی گئی ہے وہی پیش آئیں گے لیکن ان میں میرے لئے خوف کا کوئی لمحہ نہیں تھا۔

بہتر ہے کہ آرام کر لوں اور یہ بھی خوشی کی بات ہے کہ بھٹکنے سے بچ گئی ورنہ ساحل سے لے کر نخفہ کی آبادیوں کا جو راستہ گھوڑوں نے اتنی دیر میں طے کیا تھا مجھے وہ طے کرنے میں بہت وقت لگ جاتا۔

☆------☆------☆

زمانہ قدیم کی آرام دہ مسہری پر لیٹ کر درحقیقت میں نے اپنے آپ کو ماضی کا کوئی کردار ہی سمجھا اور اب اس میں کوئی شک بھی نہیں تھا۔ پھر زہالہ کی آمد کی اطلاع کنیزوں کے ذریعے ملی۔ میں بھی تازہ دم ہو چکی تھی۔ چنانچہ میں نے زہالہ کا استقبال کیا۔ وہ اس وقت بھی بہت حسین لگ رہی تھی۔ بڑی شاندار اور پُروقار عورت تھی لیکن اس وقت اس کے چہرے پر ایک عجیب سی کیفیت طاری تھی' مجھے یوں لگا جیسے وہ غصے میں ہو۔ اس نے آہستہ سے کہا۔

"اس خبط الحواس کو بمشکل تمام تم تک پہنچنے سے باز رکھا گیا ہے لیکن اس سے پہلے کہ وہ تمہارے نزدیک آئے میں تم سے کچھ سوالات کرنا چاہتی ہوں' اور ان کے درست جوابات پر ہی تمہاری زندگی کا دارومدار ہے۔" زہالہ کا لہجہ ٹھنڈا خشک اور رگوں میں سنسنی پھیلا دینے والا تھا۔ میں سہمی ہوئی نگاہوں سے اسے دیکھنے لگی تو اس نے سانپ کی طرح پھنکارتے ہوئے کہا۔ "تم درحقیقت کون ہو؟"

یہ سوال غیر متوقع تھا لیکن پریشان کن تھا۔ ان سب نے مجھے جو کچھ سمجھا تھا' میں وہ نہیں بننا چاہتی تھی۔ نہ ہی مجھے افعان سے کوئی دلچسپی تھی۔ میں تو اپنی ہی مشکل کا شکار تھی۔ چنانچہ میرے دل سے خوف نکل گیا۔

"روشن جمال۔" میں نے بڑے اطمینان سے کہا۔

"کیا مطلب' میں سمجھی نہیں۔" زہالہ بولی۔

"یہ میرا نام ہے۔" میں پورے سکون سے بولی۔

"بہت عجیب ہے' پہلے کبھی نہیں سنا' خیر تم یہ کہنا چاہتی ہو کہ تم عشتار نہیں ہو؟"

"ہاں' میں کسی عشتار کو نہیں جانتی؟"

"اور کیا یہ بھی کہ تمہیں میرے بیٹے افعان نے تخلیق نہیں کیا؟"

"یہ ایک مضحکہ خیز تصور ہے' لیکن بزرگ خاتون کیا تمہیں اس کا یقین ہے؟" میں نے پوچھا۔

"نہیں۔" زہالہ کے چہرے کے تاثرات نرم پڑنے لگے۔ اس کا تیکھا انداز ختم

ہو گیا۔

"حقیقت یہ ہے کہ میں ابھی تک کے حالات سمجھ ہی نہیں پائی میری ایک الگ کہانی ہے' میں اپنی مشکل میں ڈوبی یہاں تک پہنچی تو یہاں ایک نئی الجھن کا شکار ہو گئی' لیکن تم نے بھی تو اس وقت مجھے اپنے بیٹے کی تخلیق کہہ کر خوش آمدید کہا تھا۔"

"وہ میری مجبوری تھی۔" زہالہ نے آہستہ سے کہا۔ پھر بولی "لیکن تمہاری کیا مشکل ہے' ہو سکتا ہے میں تمہاری مدد کروں کیونکہ تم وہ نہیں ثابت ہوئیں جو میں سمجھی تھی۔"

"تم نے کیا سمجھا تھا مجھے؟"

"چھوڑو' جانے دو' میرے خیالات تمہیں پسند نہیں آئیں گے۔ اب میں تمہاری ہمدرد اور بزرگ کی حیثیت سے تم سے مخاطب ہوں' حقیقت یہ ہے کہ افعان شاغزان کا اکلوتا بیٹا ہے اور بہت سے امراء شاغزان سے ربط چاہتے ہیں۔ انہیں معلوم ہے کہ شاغزان راعمن عوس کے خاندان سے ہے اور اس کا منظورِ نظر چنانچہ ان کی خواہش ہے کہ ان کی بیٹیاں افعان کی قربت حاصل کر لیں۔ ان میں سے چند یہ بھی جانتے ہیں کہ افعان سنگ تراش ہے اور صنم گری میں بے مثال' لیکن وہ ایک ہی بُت تراشتا ہے جس کے نقوش اس کے ذہن میں سمائے ہوئے ہیں اور وہ اس کے حصول کے لئے سرگرداں ہے۔ چنانچہ میں نے یہی سمجھا تھا کہ کوئی ستمگر میرے بیٹے کے جنون سے فائدہ اٹھانا چاہتا ہے؟"

میں صورتِ حال سمجھ گئی اور میں نے کہا۔ "نہیں مجھے کسی نے نہیں بھیجا اور نہ میں ایسی کسی خواہش میں مبتلا ہوں۔"

"لیکن افعان کا جنون اگر تمہیں ہی عشتار سمجھنے پر مصر ہو تو تم کیا کرو گی؟"

"میں اسے قبول نہیں کروں گی۔"

"وہ ضد کرے تو؟"

"یہ مجھ پر ظلم ہو گا۔"

"تم قابلِ اعتماد ہو اور ضرور میری مدد کر سکتی ہو' لیکن تمہارا نام عجیب ہے اور اس سے قبل میں نے ایسا نام نہیں سنا' مجھے اپنا ہمدرد سمجھو اور اپنے بارے میں بتاؤ کہ تم کون ہو۔"

میں نے چند لمحات سوچا۔ وہ حقیقت جو میں خود نہیں سمجھتی تھی وہ کیا سمجھاتی۔

اس کے چند الفاظ نے پھر مجھے سحر میں مبتلا کر دیا جن میں اس نے راعمن عوس کا نام لیا تھا گویا یہ راعمن عوس ہی کا دور ہے اور داستان اپنے اصل رنگ میں چل رہی ہے۔ اس عورت کو مطمئن کرنا بھی ضروری ہے اور اسے کوئی کہانی سنانی پڑے گی۔ چنانچہ میں نے کہا۔

"میں نہیں جانتی کہ میں کون ہوں لیکن یہ حقیقت ہے کہ میری زندگی پُراسرار واقعات سے عبارت ہے میں نے اپنے ماں باپ کو دیکھا نہ کسی ہمدرد کو۔ ہاں کچھ نادیدہ دشمن ضرور میرے اردگرد رہے ہیں جو مجھے طرح طرح کے نقصانات پہنچانے کی کوشش میں مصروف رہیں۔ میں اس دشمنی کی وجہ بھی نہیں جانتی نہ کبھی ان دشمنوں سے مقابلے کی سکت پیدا کر سکی۔ مختلف حالات سے گزرنے کے بعد تازہ ترین ظلم ہو رہا ہے مجھ پر کہ انہوں نے مجھے ایک تابوت میں قید کر کے دریا میں پھینک دیا تھا اور میں تابوت میں بہتی ہوئی یہاں تک پہنچی ہوں۔ دریا کے تھپیڑوں اور شاید اس میں ابھری ہوئی چٹانوں سے ٹکرا کر تابوت ٹوٹ گیا تھا۔ اس کے علاوہ یہاں دریا کا پھیلاؤ بہت زیادہ تھا اس لئے تابوت بہتے بہتے رک گیا۔ میں نیم بے ہوشی کی کیفیت کا شکار تھی ہوش آیا تو یہ ساحل دیکھا اور تابوت سے نکل کر اس باغ کی جانب چل پڑی جس کے بارے میں مجھے علم نہیں تھا کہ یہ نخفہ میں ہے۔ ابھی اپنی مشکل پر غور کر رہی تھی کہ آپ کے بتائے ہوئے نام کے مطابق افعان نظر آیا اور اس نے مجھے عشتار کے نام سے پکارا۔ تردید بھی نہ کر پائی تھی کہ آپ آگئیں اور مجھے یہاں لے آیا گیا' بس اتنی سی کہانی ہے میری..........."

"آہ بے حد عجیب ہے اور قابلِ افسوس بھی۔ ایک اتنی خوبصورت لڑکی سے کون سنگ دل دشمنی کر رہا ہے' کیا نام بتایا تم نے اپنا؟"

"روشن جمال۔"

"تمہارے نام پر مجھے حیرت ہوتی ہے ایسے نام میں نے اپنی زندگی میں کبھی نہیں سُنے۔ تاہم روشن جمال اگر تم میری مدد کرو تو میں تمہیں نہ صرف تمہارے دشمنوں سے دور رکھوں گی بلکہ تمہارے دشمنوں کا پتہ لگا کر انہیں کیفرکردار تک پہنچاؤں گی۔ یہ میری ذمہ داری بھی ہے اور وعدہ بھی۔ میں تمہاری کہانی پر بے حد حیران ہوں بہت عجیب اور ناقابلِ یقین سی ہے۔"

"میرے پاس اپنی کہانی پر یقین دلانے کا کوئی ثبوت نہیں ہے ہاں اگر تم چاہو تو

دریا کنارے اس ٹوٹے ہوئے تابوت کو دیکھ سکتی ہو' جس نے مجھے یہاں تک پہنچایا ہے۔"

"نہیں نہیں' تم مجھے جھوٹی نہیں معلوم ہوتیں۔ حالانکہ پہلے میرے دل میں تمہارے لئے بغض تھا اور اس کی وجہ میں تمہیں بتا چکی ہوں' لیکن اب میں تم سے مکمل ہمدردی رکھتی ہوں اور تمہاری جانب دوستی کا ہاتھ بڑھاتی ہوں۔ اصل میں کچھ ایسی سازشیں ہوئی ہیں' جن کا کوئی جواز میرے سامنے نہیں آیا۔ میرا مطلب ہے میرے بیٹے اور شاغزان کے خلاف۔ میں نہیں جانتی کہ افعان کے ذہن میں وہ تصور کس نے ڈالا اور اسے بت تراشی کس نے سکھائی' حالانکہ حکم ہے کہ جب بھی کوئی بت تراشا جائے اس کے خدوخال راعمن عوس کے ہونے چاہئیں' کوئی اور بت سرزمین مصر پر تراشنا جرم قرار دیا گیا ہے اور اگر کبھی راعمن کو یہ علم ہو جائے کہ اس کے عزیز شاغزان کا بیٹا کسی ایسی حسینہ کا بت تراشتا ہے جس کے خدوخال بھی نہیں ہیں اور جس کا چہرہ سپاٹ ہے اور جس کی صورت اس کی نگاہوں میں واقع نہیں ہے تو بہرطور وہ بادشاہ وقت ہے۔ وہ شہنشاہ ہے اور حکم عدولی کی سزا افعان کو دے سکتا ہے۔ گویا یہ کوشش اس بات کی غماز ہے کہ یہ کام دشمنوں کا ہے اور دشمن کس کے نہیں ہوتے ایسا لگتا ہے مجھے جیسے درپردہ بہت سے دشمن شاغزان کے خلاف مصروف عمل ہوں۔ میں نے بارہا یہی کوششیں کی ہیں۔ افعان تخلیق کار ہے' وہ پتھروں کے ٹکڑوں سے اپنی محبوب کی صورت بنانا چاہتا ہے لیکن خدوخال اس کے علم میں نہیں ہیں۔ وہ کہتا ہے کہ ایک دن وہ زندگی پائے گی۔ پتھروں میں جان پڑ جائے گی۔ میں عموماً یہی کرتی ہوں کہ جب اس کا مجسمہ مکمل ہوتا ہے تو اپنے خاص خادموں کے ذریعے اسے وہاں سے غائب کردیتی ہوں اور توڑ کر کسی ایسی جگہ پوشیدہ کردیتی ہوں جہاں کسی کی نگاہ اس پر نہ پڑے۔ اس بار بھی میں نے ایسا ہی کیا تھا اور افعان کے علم میں نہ تھا اور یہ وہی جگہ تھی جہاں اس کا تازہ مجسمہ ایستادہ تھا کہ تم وہاں آکھڑی ہوئیں اور اسی لمحہ افعان نے تمہیں دیکھا اور یہ جانا کہ شاید اس کی تخلیق میں جان پڑ گئی ہے اور اب وہ تمہیں اس حیثیت سے قبول کرنے پر آمادہ ہے' سنو روشن جمال میں تمہیں اتنی مراعات دوں گی کہ تم مصر میں ایک باعزت اور معزز عورت کہلاؤ گی اور اہالیان مصر تمہاری قدم بوسی کے لئے بے چین ہو جائیں گے۔ یہ وعدہ میں کرتی ہوں تم سے اور میں کبھی جھوٹا وعدہ نہیں کرتی' لیکن یہ حیثیت حاصل کرنے کے لئے تمہیں میری مدد کرنا ہوگی' لیکن یہ

وعدہ کرو کہ میری مدد پر آمادہ ہو یا نہ ہو' میرا راز اپنے سینے میں رکھو گی۔"

میں نے گہری نگاہوں سے اس ماں کو دیکھا جو اپنے بیٹے کی مشکل کا حل چاہتی تھی اور اچانک ہی میرے ذہن میں ایک دلگداز تصور پیدا ہوا۔ مائیں شاید اولاد کے لئے اتنی ہی پریشان ہوتی ہیں۔ میں تو ان جذبوں سے ہی ناآشنا ہوں میں نے تو کبھی ماں کا خواب بھی نہیں دیکھا۔ کیوں نہ اس ماں کی مدد ہی کی جائے اور میرا جاتا ہی کیا ہے۔ یہاں آکر بھی میں اپنے آئندہ کے مشاغل سے ناآشنا تھی' بس یہی سمجھا جاسکتا ہے کہ جو کچھ ہو رہا ہے وہی یہاں آکر ہونا تھا۔ میں نے اس سے کہا۔ "اگر میں تمہارے کسی کام آسکتی ہوں بزرگ خاتون تو میں اس کے لئے تیار ہوں۔"

"تو پھر سنو' حالانکہ مجھے فوراً ہی یہ بات تمہیں نہیں بتانی چاہئے تھی لیکن میرا دل کہتا ہے کہ تم میری مددگار بنو گی اور میری مشکل کا حل تلاش کرلو گی۔ افعان کی منسوبیت میرے ایک بہت ہی قریبی امیر دشتار کی بیٹی سناکیہ سے ہے اور امیر دشتار کی دلی خواہش یہی ہے کہ افعان اسے قبول کرلے' کوئی مشکل نہیں تھی اس میں اور ہم دل و دماغ میں یہ طے کئے ہوئے بیٹھے تھے کہ بالآخر ایک لمحہ ایسا آئے گا جب سناکیہ کو افعان کی بیوی بنا دیا جائے گا لیکن اب جبکہ افعان اس ذہنی کیفیت کا شکار ہو گیا ہے تو نہ صرف میں بلکہ شاغزان' امیر دشتار اور سناکیہ سب پریشان ہیں ہم نہیں جانتے کہ افعان کو کیسے راہ راست پر لایا جاسکتا ہے لیکن تمہیں دیکھ کر یہ تصور میرے ذہن میں بیدار ہو گیا ہے کہ اگر تم تھوڑی سی محنت کرو تو شاید میرے اس تصور کو عملی جامہ پہنا سکو۔"

"مجھے بتاؤ' میں کیا کرسکتی ہوں۔" میں نے خلوص دل سے کہا اور زہالہ کسی سوچ میں ڈوب گئی' پھر اس نے کہا۔ "افعان تم سے ملاقات کرے گا اور ظاہر ہے وہ یہ سمجھتا ہے کہ تم اس کی تخلیق ہو' لیکن تم اس سے کہو گی کہ درحقیقت تم وہ نہیں ہو جسے اس نے تراشا ہے بلکہ اس کی نمائندہ ہو اور وہ جو اصل ہے جو افعان کی تخلیق ہے' وہ افعان کا انتظار کر رہی ہے اور اس نے تمہیں اپنا نمائندہ بنا کر بھیجا ہے کہ تم افعان کو اس تک لے جاؤ اور اگر افعان تمہاری باتوں کے جال میں آجائے اور اس بات کو تسلیم کرلے کہ تم اس کی تخلیق نہیں بلکہ اس کی جو تخلیق ہے وہ تم سے ہزار گنا زیادہ حسین اور ہزار گنا زیادہ دلکش ہے اور یہ بھی ایک سچ ہے کہ سناکیہ اتنی ہی خوبصورت ہے اور پھر جب تم اسے اس بات پر آمادہ کرلو کہ وہ عشتاریہ سے ملے تو میں

تمہیں ذخیرہ بھیجنے کے انتظامات کردوں گی اور تم صحرائے ترشت کو عبور کرکے ذخیرہ پہنچ جاؤ گی۔ وہاں اسے سناکیہ کے پاس پیش کردینا اور سناکیہ خود کو عشتار کہہ کر اس سے روشناس کرائے گی اور یوں امیر دشتار کی بیٹی سناکیہ کی حیثیت سے نہ سہی، عشتار کی حیثیت سے افعان کی زندگی میں داخل ہوجائے گی اور اس بات کے خواہش مند دونوں باپ بیٹی ہیں۔"

میں نے حیرت و دلچسپی سے یہ عجیب وغریب فرمائش سنی اور مجھے بڑا دلچسپ عمل محسوس ہوا ایسا کرنے میں بھلا مجھے کیا عار ہوسکتی تھی۔ یہ تو واقعی ایک عمدہ مشغلہ بھی تھا اور اس پر بہت زیادہ سوچنا حماقت، چنانچہ میں بخوشی اس کے لئے تیار ہوگئی۔ میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"یہ تو واقعی ایک دلچسپ کام ہے اور میں اپنے آپ کو بخوشی اس کے لئے آمادہ پاتی ہوں۔"

"اور یہ ایک پریشان حال ماں کی امداد بھی ہے جس کے لئے میں تمہارا احسان کبھی نہ بھول پاؤں گی۔"

"لیکن ایک سوال میرے ذہن میں گردش کررہا ہے بزرگ خاتون؟"

"بھلا کیا؟"

"کیا تمہارے اس عزیز کی بیٹی سناکیہ کو افعان نے کبھی نہیں دیکھا؟"

"یہ بھی ایک دلچسپ بات ہے، ایسا ہی ہے اس نے سناکیہ کو کبھی نہیں دیکھا اور اسی لئے یہ کام ہو بھی سکتا ہے آمون تمہاری مدد کریں اور تمہیں اس میں کامیابی عطا ہو؟"

"میں خوش دلی سے اس کام کے لئے تیار ہوں۔"

زہالہ نے اٹھ کر پُر محبت انداز میں میری پیشانی کو بوسہ دیا اور کہنے لگی۔ "بعض اوقات جسے ہم دشمنوں میں شمار کرتے ہیں وہی سب سے اچھا دوست نکل آتا ہے، مجھے کیا پتہ تھا کہ تم میری مشکلات کی بجائے میری مشکلات کا حل لے کر میرے سامنے آئی ہو۔"

پھر زہالہ چلی گئی اور میرے لئے انوکھی سوچیں چھوڑ گئی۔ میں نے اس کے جانے کے بعد ساری داستان پر غور کیا تو نہ جانے کیوں مجھے اس میں لطف آنے لگا۔ کیا ہی دلچسپ مشغلہ ہاتھ آیا تھا اور کرتی کیا، کیا کام تھا مجھے؟ اپنی مرضی سے تو نہ جانے کب

سے کچھ نہیں کیا تھا۔

☆------☆------☆

افعان کو زہالہ نے نہ جانے کیا کہہ کر میرے پاس آنے سے روکا تھا اب جونہی اسے موقع ملا وہ میرے پاس پہنچ گیا۔ میں پہلے کی نسبت بہت مطمئن ہوگئی تھی اور اس بار میں نے نہایت خوشدلی سے افعان کا استقبال کیا۔ خوبصورت سا نوجوان چہرے سے معصوم بھی نظر آتا تھا۔ معصوم نہ ہوتا تو ایک ایسے احمقانہ تصور کا شکار کیوں ہوجاتا جس کا سر تھا نہ پاؤں۔ اس نے محبت بھری نگاہوں سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

"اور میں بتا نہیں سکتا تمہیں عشتار کہ مجھے شادی مرگ کیوں نہیں ہوا۔ حالانکہ مجھے اپنی محبت پر یقین تھا حالانکہ مجھے اپنے فن پر اعتماد تھا اور یہ لوگ مجھے ایک عام سا انسان سمجھتے تھے اب کس طرح منہ کے بل گرے۔ انہوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ میرا فن دیوتاؤں کا فن ہے اور وہی میرے نگران و محافظ کہ انہیں عشتار کو میری خلوت میں بھیجنا تھا۔ سوائے آسمانی حسینہ اے دیوتاؤں کی خدمتگار، اے دیوتاؤں کی منظور نظر میں تیرا استقبال کرتا ہوں۔ میں وہ الفاظ نہیں رکھتا جن سے تیری ستائش کر سکوں..........."

"تُو عظیم فنکار ہے تُو بہت عظیم صنم گر ہے افعان، لیکن معصوم ہے، بہت بھولا ہے دیوتاؤں کی تخلیق مجھ جیسی نہیں ہوتی، وہ تو حسن وجمال میں ایسی ہوتی ہے کہ لوگ اسے دیکھیں اور سانس لینا بھول جائیں تیری سادگی نے مجھے عشتار بنا دیا جبکہ میں عشتار نہیں ہوں۔"

میرے ان الفاظ پر یوں لگا جیسے افعان کے چہرے پر کھلے ہوئے پھول مرجھائے لئے ہوں، اس کی آنکھوں کی روشنی مدہم پڑگئی ہو۔ ایک لمحے کے لئے اس کے بدن میں لڑکھڑاہٹ پیدا ہوئی پھر وہ غم آلود لہجے میں بولا۔

"یہ کیا کہا تُو نے۔ یہ کیا کہا۔ کیا وہی جو میں نے سنا، تُو یہ کہنا چاہتی ہے کہ تُو عشتار نہیں ہے؟"

"ہاں افعان، میں بھلا تجھے دھوکہ کیسے دے سکتی ہوں جبکہ میں عشتار کی خادمہ ہوں، وہ عشتار جسے تیرے فن نے تخلیق کیا۔ وہ جس کے حسن وجمال کے سامنے میں ایک مدہم چراغ کی مانند ہوں جبکہ وہ ایک روشن قندیل! تُو اسے دیکھے تو ہوش وحواس کھو بیٹھے۔ تیری عشتار میں نہیں ہوں۔ میں تو اس کی ایک خادمہ ہوں کنیز ہوں، میرا

نام سما ہے سنا تو نے اور عشتار نے ہی مجھے تیری خدمت میں بھیجا کہ تُو نے اس کی تخلیق مکمل کی تو وہ آسمانوں میں پرواز کر گئی اور اس کے بعد دیوتاؤں نے اسے واپس بھیج دیا اور اس سے کہا کہ تُو ایک فنکار کی تخلیق ہے اور اسی کی ملکیت' دیوتاؤں کے بیچ تیرا گزر نہیں۔ ہر چند کہ تُو دیوتاؤں ہی کا عکس لگتی ہے۔ تو پھر یوں ہوا کہ عشتار واپس آ گئی اور اس نے شرمسار ہو کر مجھے تیری خدمت میں بھیجا اس نے کہا کہ میں عظیم فنکار سے کہوں کہ اس کی عشتار اس کی منتظر ہے۔"

میں خاموش ہو کر اپنے الفاظ کا رد عمل دیکھنے لگی جو کہ خاطر خواہ ہوا تھا۔ افعان کے چہرے پر عجیب سے تاثرات پھیل گئے تھے پھر اس نے گردن جھکالی پھر دونوں ہاتھوں سے سر پکڑ لیا۔ دیر تک سوچتا رہا عجیب سی کشمکش کا شکار تھا وہ پھر کسی قدر شرمندہ سے لہجے میں بولا۔

"کیا تُو اس بات کا یقین کر لے گی کیا نام بتایا تُو نے اپنا مجھے شاید سما.......... تو اے سما کیا تُو اس بات کا یقین کرے گی کہ مجھے حسن و جمال کی طلب نہیں۔ میں اپنی مرکز نگاہ کو حسن و جمال میں یکتا نہیں دیکھنا چاہتا۔ میں تو ایک بت تراش ہوں اپنی محبت کو خواہ وہ کسی بھی صورت میں ہوتی اپنے سامنے پانے کا آرزو مند تھا مگر تُو نے عجیب کہا۔ حالانکہ تجھے دیکھ کر میں اپنے ہوش و حواس کھو بیٹھا تھا' میں نے سوچا تھا کہ میری تلاش اتنی حسین تو نہیں جتنی تُو حسین ہے لیکن تُو کہتی ہے کہ تُو عشتار نہیں سما ہے تو یقیناً غلط نہیں ہو گا۔ اے سما کیا یہ ممکن ہے کہ تُو مجھے عشتار کے پاس لے چلے تُو نے جو کچھ کہا ہے غلط نہیں ہے اب مجھے احساس ہو رہا ہے کہ میں نے جلد بازی کی۔"

بے شک' بے شک۔" میں نے اس معصوم نوجوان کو شیشے میں اترتے دیکھ کر کہا۔ بہت آسانی سے اس نے میری بات مان لی تھی جبکہ مجھے اس کی امید نہیں تھی۔ پھر وہ بے چین نظر آنے لگا اور بولا۔

"تو بتا مجھے کیا تُو مجھے عشتار کے پاس لے جا سکتی ہے۔"

"میری یہاں آمد کا مقصد اور کیا ہے یہی کام کرنے کے لئے تو عشتار نے مجھے یہاں بھیجا ہے۔"

"تو پھر چل ابھی چل۔ فوراً تیار ہو جا' میں اس سے ملنے کے لئے بے چین ہوں۔"

"تُو بہت معصوم نوجوان ہے افعان بالکل بچوں جیسا' بہتر یہ نہ ہو گا کہ ہم پورا

منصوبہ بنا کر یہاں سے چلیں' تیری ماں تجھے اجازت دے کہ تُو دخبرہ جا سکے کہ دخبرہ کے ایک خاص حصے میں عشتار تیری منتظر ہے۔ اگر میں اس طرح تجھے لے گئی تو مجھے تلاش کرنے والے مصر کے چپے چپے میں پھیل جائیں گے اور تجھے عشتار تک نہ پہنچنے دیں گے۔ اس کے برعکس تُو اپنی ماں سے یوں کہہ کہ تُو دخبرہ جانا چاہتا ہے اور اس سے یہ بھی کہہ کہ میں تیری دوست ہوں اور تیرے ساتھ دخبرہ جاؤں گی بس پھر دخبرہ پہنچ کر میں تجھے عشتار کے پاس لے چلوں گی۔ وہ بڑی بے چینی سے تیری منتظر ہے۔"

"تُو نے ٹھیک کہا' اگر میں اپنی ماں کو یہ سب کچھ بتا کر دخبرہ جانے کی کوشش کروں تو وہ انکار نہیں کرے گی ٹھیک ہے میں اپنی ماں سے آج ہی بات کرتا ہوں بلکہ ابھی۔ کیا میں جاؤں؟"

میں نے مسکرا کر اسے جانے کی اجازت دے دی۔ پھر اس کے بعد میں نے خود کو سوچوں کے الجھاوؤں میں نہیں ڈالا تھا۔ ایک سنسنی خیز کہانی کا آغاز ہو گیا تھا اب یہ کہانی کون کون سے رخ اختیار کرتی ہے' یہ دیکھنا تھا اور مجھے کوئی تردد نہیں تھا کیونکہ اب تھوڑا سا اعتماد بھی قائم ہو گیا تھا اس بات پر کہ جو کچھ بتایا گیا ہے وہی سچائی ہے اور میں سیت کے دور میں داخل ہو گئی ہوں جہاں رائمن عوس حکمران ہے اور یہ ساری کہانی اسی سے متعلق ہے۔ دیکھنا یہ تھا کہ تاریخ کے اس دور میں مجھے کون کون سی مشکلات سے گزرنا پڑتا ہے۔

☆======☆======☆

سو یوں وقت گزرتا رہا اور میری خدمتگار اسی طرح میری خدمت کرتی رہیں جس طرح کبھی امیر عزیزی کے محل میں میری پذیرائی ہوئی تھی پھر ایک رات زہالہ نے مجھ سے ملاقات کی اور مسکرا کر میرے قریب پہنچ گئی۔ پھر میرا سر اپنے سینے سے لگا کر بولی۔

"میری مونس تمہارے اس احسان کو میں کبھی نہیں بھولوں گی۔ تم نے میری مشکلات کا حل مجھے دے دیا ہے اس کے صلے میں' تمہارے لئے وہ سب کچھ کروں گی جس کی تم خواہش مند ہو۔ کل دن کی روشنی میں تم افعان کے ساتھ دخبرہ کا سفر طے کرو گی اور میں تمہیں ساری تفصیلات بتائے دیتی ہوں کہ تمہیں کیا کرنا ہے۔ محافظ تمہارے ساتھ سفر کریں گے اور صحرائے ترشت عبور کرتے ہوئے تمہیں کوئی مشکل پیش نہیں آئے گی کیونکہ اونٹوں کی محمل نہایت آرام دہ ہو گی۔ ترشت کو عبور کر کے

تم دخبرہ میں داخل ہو جاؤ گی اور میرا ہی معتمد خاص جسے تمام تفصیلات معلوم ہیں اور سیاہ رنگ کے لباس میں ہو گا اور اس کے شانے پر مور کی کلغی لگی ہو گی' بس سمجھنا وہی سب کچھ ہے اور اسے ہی تمام صورتِ حال معلوم ہے وہ جس جانب رخ کرے اسی طرف چلتی رہنا اور دخبرہ کے مشرق میں ایک پرانا معبد ہے' جو اب عبادت کے لئے استعمال نہیں ہوتا۔ سنا کیہ اسی پُر فضا مقام پر تمہاری منتظر ہو گی اور یہ سب کچھ امیر دشتار کے علم میں آچکا ہے اور اس نے پورے تعاون کا وعدہ کیا ہے۔ تمہیں معلوم نہیں کہ میں نے راتوں رات کیا کارروائیاں کی ہیں۔ نوجوان اور حسین سنا کیہ جو افعان ہی کے نام پر جیتی ہے اس سلسلے میں مکمل تعاون کر رہی ہے کہ افعان اس کا محبوب ہے۔ سو وہ خود کو عشتار ہی کہہ کر مخاطب کرے گی۔ بس یہاں تک تمہارا کام ہے اور اس کے بعد امیر دشتار تمہارا میزبان ہو گا اور یہ بھی ممکن ہے کہ کچھ وقت کے بعد میں خود تمہارے پاس پہنچوں اور تم سے تمہاری ضروریات معلوم کر کے اس کی تکمیل کروں۔"

میں نے بے فکری سے اس تمام منصوبے کو قبول کر لیا تھا بھلا مجھے کیا اعتراض ہو سکتا تھا۔ وقت گزاری تھی جس طرح مصر میں آ پھنسی تھی اور زمانۂ جدید میں بے شمار مشکلات کا شکار رہ کر تاریخ کے اس دور میں پہنچی تھی اسی طرح تاریخ کے ہم رکاب یہ سفر جاری رکھوں گی یہ سفر کہیں تک پہنچے مجھے اس کی فکر نہ تھی۔ صحرائے ترشت کا سفر دن کی روشنی میں ممکن نہیں تھا کیونکہ سورج کی تمازت اور جھلسا دینے والی گرم ہوائیں اس سفر کی اجازت نہیں دیتی تھیں۔ البتہ دن میں افعان نے زیادہ وقت میرے ساتھ ہی گزارہ اپنی غلط فہمی پر شرمسار تھا اس نے کہا۔

"میری محسنہ یہ بات راز میں رکھنا کہ میں نے تجھے عشتار سمجھ لیا تھا اور اپنی محبت کے دروازے تیرے لئے کھول دیئے تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ تیرا انتظار کرتے کرتے' میری مراد عشتار سے ہے' میں اتنا بے حواس ہو گیا تھا کہ جب تُو مجھے نظر آئی تو میں نے تجھے عشتار سمجھ لیا۔ اگر عشتار کو اس بات کا علم ہوا تو وہ اسے اچھا نہ سمجھے گی۔"

میں نے مسکرا کر افعان کو یقین دلایا کہ میں اس کی خواہش کے مطابق ہی عمل کروں گی اور اسے کسی مشکل کا شکار نہ ہونے دوں گی۔ اس کے بعد افعان بار بار مجھ سے عشتار کے سراپا کے بارے میں سوال کرتا رہا وہ کیسی ہے' اس کے چلنے کا انداز کیا ہے' کس طرح مسکراتی ہے' ساری باتیں دیوانگی کا درجہ رکھتی تھیں' لیکن محبت میں

اسی طرح دیوانگی کا شکار ہوا جاتا ہے اب میں اس حقیقت سے ناواقف نہیں تھی۔

پھر سورج چھپا' افعان نے زہالہ سے اجازت لے لی تھی کہ وہ دخبرہ چلا جائے۔ زہالہ تو پہلے سے تمام صورتِ حال سے واقف تھی چنانچہ اپنے لاڈلے بیٹے کے لئے اس نے وہ تمام تیاریاں کر دیں جو ضروری ہو سکتی تھیں اور ڈھلتی ہوئی شام ہم نے اونٹوں پر بیٹھ کر وادی ترشت کا رخ کیا یا اسے صحرا ہی کہا جائے تو بہتر ہو گا اور میں نے سیاہ لباس میں ملبوس اس شخص کو دیکھ لیا جس کے بازو پر مور کی کلغی لگی ہوئی تھی اور یہی وہ شخص تھا جو زہالہ کا معتمد خاص اور پرانے معبد تک رہنمائی کرنے والا تھا۔ یقینی طور پر امیر دشتار سے اس کی شناسائی ہو گی کیونکہ اس کی معرفت وہ تمام کارروائی تکمیل تک پہنچنے والی تھی جس کے لئے تیاریاں کی گئی تھیں۔

صحرائے ترشت کی چمکدار ریت کے ٹیلے تیزی سے ٹھنڈے ہونے لگے تھے اور ٹھنڈی ٹھنڈی مدھم مدھم ہوائیں ریت کے ٹیلوں کو چھوتی ہوئی گزر رہی تھیں' بس یہ محسوس ہوتا تھا کہ پُراسرار روحیں ریت سے گزر رہی ہیں جن کا وجود نظر نہیں آتا۔ ہم صحرا سے گزرتے رہے۔ افعان گھوڑے پر سوار تھا چند افراد اونٹوں پر تھے' میرے لئے جو محمل سجایا گیا تھا وہ بلاشبہ زہالہ کے کہنے کے مطابق نہایت پُر آسائش تھا اور اس میں سفر کرتے ہوئے یہ احساس ہی نہیں ہوتا تھا کہ اونٹ کی پشت پر سفر کیا جا رہا ہے۔ صحرائے ترشت سورج کی چھاؤں میں یقینی طور پر آگ کا جہنم ہوتا ہو گا لیکن شام کے سفر میں وہ بہت پُر سکون تھا اور اسے عبور کرتے ہوئے ہمیں کوئی دقت نہیں ہوئی تھی۔

آدھی رات کو جب چاند نے آسمان پر واپسی کا سفر شروع کر دیا' ہم دخبرہ کی آبادی میں داخل ہو گئے اور خاموشی سے سفر کرتے رہے' افعان نے اپنا گھوڑا محمل کے قریب لا کر مجھے زور زور سے آوازیں دیں اور میں اس کی جانب متوجہ ہو گئی تو افعان بولا۔ "ہمیں کس سمت سفر کرنا ہے کیا اس کا کوئی تعین کر لیا گیا ہے؟"

"ہاں کیوں نہیں' میں اس کا تعین کر چکی ہوں۔" میں نے جواب دیا۔

"تو براہ کرم ہماری رہنمائی کر............"

"چلتے رہو صحیح جگہ پہنچ جائیں گے۔" میں نے سیاہ لباس والے کو دیکھتے ہوئے کہا۔

افعان تو مجھ پر جیسے ایمان ہی لے آیا تھا' خاموشی سے آگے کا سفر کرنے لگا۔ میں مطمئن تھی کیونکہ مجھے زہالہ نے سب کچھ بتا دیا تھا اور یہ بھی کہ امیر دشتار زہالہ کے

منصوبے میں پورا پورا شریک ہو گیا ہے۔ الغرض یہ سفر جاری رہا۔

پرانا معبد جس کے بارے، میں کہا گیا تھا در حقیقت ایک خوبصورت علاقے میں تھا اور دخبرہ کی آبادیوں سے دور۔ راستے میں کئی باغ اور چراگاہیں نظر آئی تھیں پھر زیتون کے گھنے درختوں کا ایک طویل سلسلہ شروع ہو گیا کچھ فاصلے پر صنوبر کے جھنڈ بکھرے ہوئے تھے' مہندی اور سوسن کی جھاڑیوں نے روشنی کو زمین تک پہنچنے سے روکا ہوا تھا۔ معبد کے سامنے کے حصے میں ایک صاف شفاف چشمہ ابل رہا تھا جس کا پانی سبزے کی بہتات سے کائی کی طرح گہرا سبز دکھائی دیتا تھا۔ رات اپنا سفر مکمل کر چکی تھی اور صبح کی سہانی روشنی پھوٹنے لگی تھی' غالباً سناکیہ بھی اسی طرح دل و جان سے افعان پر فریفتہ تھی کہ ساری رات اس کے انتظار میں اس نے آنکھوں میں گزار دی تھی اور اس وقت چشمے کے کنارے ہاتھ میں انجیر کی ٹہنی تھامے ایک عجیب سی شانِ دلربائی کے ساتھ وہ کھڑی پانی میں اپنا سراپا دیکھ رہی تھی' میں نے اسے بغور دیکھا' پھولوں سے زیادہ حسین و خوبصورت تھی' اس کا سراپا صنوبر سا اور جسم بید کی طرح لچکدار تھا' اس کے نقوش بھی انتہائی حسین تھے اور اس کے اس پُراسرار حسن نے فضاؤں کی کیفیت بدل دی تھی۔ میں نے افعان کو گھوڑے سے اترنے کا اشارہ کیا اور پھر سہارا لے کر محمل سے نیچے اتر آئی۔ افعان سحرزدہ نگاہوں سے سناکیہ کو دیکھ رہا تھا اس کے منہ سے کچھ مبہم الفاظ نکلے اور میں چونک کر اسے دیکھنے لگی۔

"تم نے مجھ سے کچھ کہا افعان؟"

"نہیں' میں یہ سوچ رہا ہوں کہ کیا میرے ہاتھوں میں پکڑے ہوئے بدنما اوزار اس قدر حسین تخلیق کر سکتے ہیں؟"

"یہ اوزاروں کی تخلیق نہیں بلکہ تیرے دل میں اترے ہوئے وہ آسمانی نقوش ہیں جو دیوتاؤں کی تخلیق کہلاتے ہیں۔"

"آہ تُو نے سچ کہا' آمون کی قسم ایسا ہی ہے۔ میں نے اس حسن کا تصور بھی نہیں کیا مگر اب تُو بتا میں کیا کروں؟"

"وہ تیری منتظر ہے۔"

"کیا اسے میری آمد کا علم ہو گا؟"

"ہاں کیوں نہیں۔"

"تو میں جاؤں؟" وہ بچوں کی طرح معصومیت سے بولا اور میں نے آنکھیں بند

کر کے گردن ہلا دی' تب وہ لڑکھڑاتا ہوا آہستہ آہستہ آگے بڑھ گیا۔

مجھے تردد نہیں تھا میں نے جو ذمہ داری قبول کی تھی اسے پورا کر دیا تھا اب اس کے بعد جو بھی ہو' تمام تفصیل زہالہ کو معلوم تھی اگر اس نے امیر دشتار اور سناکیہ کو مکمل صورتِ حال بتا دی ہے تو کوئی مشکل نہیں پیش آئے گی اور اگر کوئی سقم چھوڑ دیا ہے تو اس کی ذمہ دار وہ خود ہو گی۔

شتربان اور دوسرے لوگ واپسی کے لئے مڑے تو میں بھی ان کے ساتھ پلٹ پڑی اسی وقت سیاہ لباس والے نے دست بستہ مجھ سے کہا۔ "میری مالکہ نے کہا ہے کہ میں تجھے امیر دشتار کے پاس لے جاؤں چنانچہ میں تیری رہنمائی کرنا چاہتا ہوں۔" میں خاموشی سے اس کے ساتھ چل پڑی ہم معبد کے خوبصورت سبزہ زار عبور کر کے اس کے عقب میں پہنچے تھے کہ کچھ فاصلے سے گھوڑوں کے نتھنوں سے نکلنے والی کھرکھراہٹ سنائی دی اور سہانی روشنی میں وہ گھوڑا گاڑی نظر آ گئی جو سونے کے پتر جڑی تھی اور چمچما رہی تھی اس کے قریب گاڑی بان کے علاوہ دو گھوڑے سوار بھی تھے مور کی کلغی والے شخص نے سرسراتے لہجے میں کہا۔

"آہ۔ امیر دشتار شاید خود تیرے استقبال کے لئے موجود ہیں۔" مجھے دیکھ کر ایک عمر رسیدہ شخص اپنے گھوڑے کو میرے قریب لے آیا اور اس نے کہا۔

"قابلِ احترام لڑکی' میرا یہاں رک کر تجھ سے باتیں کرنا مناسب نہیں ہو گا۔ یہ سواری تیرے لئے ہے اس میں بیٹھ جا بعد میں تجھ سے ملاقات کروں گا۔" میں نے گردن خم کر دی اور آگے بڑھ کر گھوڑا گاڑی میں بیٹھ گئی۔ گھوڑا گاڑی میں سفر کرتے ہوئے میں نے دخبرہ کی آبادی دیکھی سب الف لیلوی کہانیوں جیسا تھا کیسی حیرت ناک بات تھی کہ میں ماضی میں سانس لے رہی تھی وہ جس کے بارے میں کتابوں میں تحریر تھا میری نظر کے سامنے متحرک تھے یہ کس عمل کے تحت ہوا تھا۔ ایسا کیوں ہوا تھا اس کا کوئی جواب میرے پاس نہ تھا۔

☆------☆------☆

بعد کے حالات میرے بیشتر تجربات سے مختلف نہیں تھے۔ میرے لئے ایک پُرآسائش جگہ منتخب کی گئی تھی جس کے اطراف سبزہ زار بکھرے ہوئے تھے۔ عمارت ایک حسین آبشار کے کنارے واقع تھی جس کا ایک حصہ بلندیوں سے گرتے ہوئے آبشار سے اتنا نزدیک تھا کہ آبشار کی ننھی ننھی بوندیں اس کی دیوار سے ٹکرا کر

اندرونی سمت آتی تھیں اور وہاں کیف و سرود کی بارش ہوتی تھی۔ حسین کنیزیں میری خدمت پر مامور تھیں اور مجھے ہر آرام فراہم کیا جاتا تھا۔ باہر نکلو تو ان سبزہ زاروں کو دیکھو جنہیں دیکھنے سے زندگی بڑھے لیکن اس کی نہیں جس کے سامنے اس کا مستقبل نہ ہو' یا جس کے تصور میں اس کے ماضی کی المیہ داستانیں رقم ہوں اور اس میں کہیں دلکشی کا کوئی ایسا لمحہ نہ ہو جو کامرانی سے معمور ہوتا ہے لیکن یہاں وہ سب کچھ تھا جس سے صرف مسرتیں وجود میں آتی ہیں تاہم اپنے آپ کو زندہ رکھنے کے لئے ہر ماحول سے شناسائی پیدا کرنا پڑتی ہے۔ امیر دشتار یہاں میری آسائشوں کا بندوبست کر کے واپس چلا گیا تھا۔ سورج اور چاند کے طلوع و غروب نے گزرے ہوئے تین دنوں کا احساس دلایا تھا۔ چوتھے دن زہالہ میرے پاس پہنچی تھی۔ اسی خوبصورت گھوڑا گاڑی میں جس میں مجھے یہاں لایا گیا تھا اور اس نے نہایت محبت بھرے انداز میں میری پیشانی کو بوسے دیئے۔ وہ بہت خوش تھی۔ میں نے اس سے پوچھا۔

"مجھے افعان کے بارے میں بتاؤ بزرگ خاتون اس پر کیا گزری..........؟"

زہالہ نے ایک مطمئن ہنسی ہنس کر کہا۔ "نوجوان دل بس عجیب ہی ہوتے ہیں اور یہ جوانی ایسی ہی ناہموار چیز ہے۔ دوڑتے ہیں تو اس طرح کہ لگتا ہے کہ کہیں رکیں گے ہی نہیں اور رکیں گے تو یوں کہ پیچھے چھوڑ آنے والی ہر شے کو بھول جائیں گے۔ سو یہی ہوا ہے سناکیہ کے حسن نے اسے مسحور کر دیا ہے اور چونکہ اس کی ایک احمقانہ خواہش کی تکمیل ہو چکی ہے' چنانچہ اب وہ وقت کا سب سے مطمئن نوجوان ہے۔ عشتار کی قربت نے اس کے افکار کی تکمیل کر دی ہے۔ کیا ہی خوبصورت تدبیر ذہن میں آئی تھی۔ امیر دشتار بھی ہنستا ہے اور کہتا ہے کہ میرے ذہن نے انوکھا کارنامہ سرانجام دیا ہے۔ خیر یہ تو ہوئیں میرے مطلب کی باتیں۔ مجھے بتاؤ نیک لڑکی میں اب تمہاری کیا خدمت کر سکتی ہوں۔ کہیں یہ نہ سمجھنا کہ اب میں تم سے یہ کہنا چاہتی ہوں کہ میرا کام ہو گیا۔ تمہارا شکریہ اور اب تم اپنا کام بتا کر مجھ سے کنارہ کشی اختیار کرو.......... نہیں ہرگز نہیں.......... میں صاف گو ہوں اور کوئی لفظ جھوٹ نہ کہوں گی' تمہارے اس احسان کا کوئی صلہ نہیں ہے میرے پاس اور اس کے جواب میں تم جو بھی مانگو گی میں تمہیں دینے کے لئے تیار ہوں۔ یہ سوال میں نے صرف اس لئے کیا ہے کہ کہیں تم یوں نہ سمجھو کہ اپنی مقصد براری کے بعد میں نے تمہیں نظر انداز کر دیا۔"

میں نے مدہم سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔ "نہیں معزز زہالہ۔ میں ایسی کوئی بات یں سوچتی لیکن جتنا میں نے تمہیں بتایا بس اتنا ہی ہے دشمنوں کی گرفت سے نکل کر ں یہاں تک آ گئی ہوں باقی میری زندگی کا اور کوئی مقصد نہیں ہے۔ اگر یہیں قیام کے ئے کچھ وقت مل جائے تو مجھے مسرت ہوگی اور اگر یہ ممکن نہ ہو تو آگے اپنی تقدیر زماؤں گی۔"

زہالہ نے محبت سے میرا بازو پکڑ کر کہا۔ "ایسی ایسی ہزار جگہیں تم پر قربان کی کتی ہیں' اس جگہ کو اپنی ملکیت سمجھو ہر شخص تمہارا مطیع اور فرمانبردار ہے۔ آرام ے رہو۔ امیر دشتار بھی تمہارا اتنا ہی احسان مند ہے جتنی میں اور تمہارے لئے سب ھ کرنے کو تیار' سو جب بھی کسی شے کی حاجت ہو۔ کسی کنیز سے امیر دشتار تک پیغام چا دینا۔"

زہالہ گفتگو کر کے چلی گئی۔ حقیقت یہی تھی میرے رابطے ہی کیا تھے زاغ یہاں ب آیا تھا لیکن وہ بھی اپنے کام سے چلا گیا تھا اور اب کون تھا جس سے میں رجوع تی۔ اپنے خیال میں تنہا تھی جو ماحول دیکھ رہی ہوں اگر میرا خواب نہیں ہے تو پھر ں سوچ سکتی ہوں کہ تاریخ نے مجھے ماضی میں طلب کر لیا ہے۔ اب اس کے کیا فیصلے ں ان کا خاموشی سے انتظار کرنا ہے۔ وہ دن بھی گزر گیا پھر کئی اور دن۔ ایک صبح ابر د تھی۔ بادلوں کے غول آسمان پر اٹھکیلیاں کر رہے تھے خوش رنگ پرندے ختوں پر اپنی اپنی بولیاں بول رہے تھے۔ کہیں کہیں وہ غول کی شکل میں زمین پر اتر تے اور ان کے مختلف رنگ سبز گھاس پر بے حد حسین لگتے۔ میں باہر آئی اور سبزہ ر پر دور تک نکل گئی۔ پھر خوب دیر تک سیر کرتی رہی اور غیر محسوس انداز میں تار کے پاس آ گئی لیکن یہ اس کی عقبی سمت تھی۔ ایک پتلی سی چٹانی جگہ جہاں گرتے ئے جھرنے کا پردہ پڑا ہوا تھا۔ ایک چٹان وہاں سائبان بنی ہوئی تھی۔ باہر بارش نے لگی اور کیا ہی دلچسپ بات تھی کہ پانی کے لاانتہا بہاؤ کے نیچے یہ ایک محفوظ جگہ جہاں بھیگنے سے بچا جا سکے۔ میں چٹانی سائبان کے نیچے رک گئی اور سفید جھرنے کو نے لگی۔ پھر میری نگاہ عقب میں پڑی وہاں مجھے ایک وسیع دہانہ نظر آیا جس میں ری روشنی پھیلی ہوئی تھی۔ یقیناً جھرنے کے عقب میں کوئی کشادہ غار تھا لیکن یہ شنی حیران کن تھی۔ میرا تجسس مجھے اندر جانے سے باز نہ رکھ سکا اور میں غار میں ل ہو گئی روشنی مشعلوں کی تھی جو دیوار میں نصب تھیں۔ کافی کشادہ غار تھا لیکن

دہانے سے کچھ ہی فاصلے پر زمین پر دو تابوت رکھے نظر آرہے تھے۔ تابوتوں کے عقب میں ایک چوڑی سل ایستادہ تھی جس پر عبرانی زبان میں ایک تحریر کندہ تھی۔ نہ جانے ان تابوتوں میں کون ہے یقیناً یہ دور قدیم کا کوئی مقبرہ ہوگا۔ اب ایسی چیزوں سے دہشت نہیں ہوتی تھی۔ چنانچہ ایک تابوت کے قریب پہنچ کر میں نے اس کا ڈھکن کھول دیا۔ اندر ایک انسانی جسم سکون کی ابدی نیند سو رہا تھا۔ حنوط شدہ چہرے کے خدوخال نمایاں تھے لیکن ان نقوش پر غور کر کے اچانک میرے رونگٹے کھڑے ہوگئے سر میں چکر آگیا۔ یہ نظر کا دھوکہ ہے یا حقیقت یہ چہرہ اجنبی نہیں تھا.........!

میں نے اسے احمد کمال کے کتب خانے کی کتاب میں دیکھا تھا میں نے اسے اس وقت دیکھا تھا جب زاغ اور منوچہر خلازی نے مجھے اس پُراسرار عمارت میں بھیجا تھا میں نے اسے جزیرہ کوکونٹ پر دیکھا تھا یقیناً یہ انطاریہ تھی جسے زاغ نے سجدہ کیا تھا اور جس کے بارے میں مجھے بتایا گیا تھا کہ یہ میرے باپ کی نگراں ہے۔ وہ خاموشی سے اس تابوت میں سو رہی تھی۔ پُرسکون' بے جان بالکل یوں جیسے ایک ہلکی سی آہٹ پر جاگ اٹھے گی۔ میرے دل پر ہیبت طاری ہونے لگی۔ مجھے یوں لگا جیسے وہ بس آنکھیں کھولنے والی ہو۔ میرے سانسوں کی مدھم آواز پر جاگ جانے والی ہو لیکن میں اس کے پاس سے نہ ہٹی۔ زیادہ سے زیادہ وہ جاگ جائے گی۔ مجھے کیا نقصان ہوگا۔ اس خیال سے میں نے خود کو سنبھال لیا۔ دل میں ہمت پیدا کی اور سوچنے لگی کہ اب مجھے کیا کرنا چاہئے۔ اچانک مجھے اس دوسرے تابوت کا خیال آیا۔ اس میں کون ہو سکتا ہے۔ یہ تابوت دیکھا ہے تو دوسرے تابوت کو بھی دیکھو۔ ہمت کر کے اپنی جگہ سے ہٹی دوسرے تابوت کے پاس جا کر میں نے لرزتے ہاتھوں سے طاقت آزمائی کی اور دوسرے تابوت کا ڈھکن کھول دیا۔ اس میں بھی انسانی جسم موجود تھا۔ ایک مرد کا جسم۔ میں نے اس کا چہرہ دیکھا اور میرے پورے بدن پر کپکپی طاری ہوگئی۔ آہ میرے معبود۔ میرے مالک۔ کیا کیا دکھنا ہے مجھے۔ کتنا صبر آزمائے گا تو میرا۔ کیسے سنبھالوں خود کو۔ کہیں پاگل نہ ہوجاؤں کہیں مر نہ جاؤں۔ آنکھوں کو یقین نہیں آرہا تھا۔ دماغ قبول نہیں کر رہا تھا لیکن جو کچھ دیکھ رہی تھی وہ بھی خواب نہیں تھا۔ یہ ابو تھے۔ میرے ابو' احمد کمال سعدی۔ وہی روشن چہرہ' وہی جاندار آنکھیں' وہی ستواں ناک' وہی دلکش ہونٹ جو میں طویل عرصے تک ایک تصویر میں دیکھتی رہی تھی۔ وہ تصویر جسے میں نے اپنے تصور میں زندگی دے دی تھی۔ یہ دوسری تصویر تھی لیکن یہ تصویر

کہاں ہے۔ ایک مجسم وجود ہے جسے میں چھو سکتی ہوں جسے چوم سکتی ہوں' جس کے سینے پر سر رکھ سکتی ہوں۔ بے اختیار ہو کر تابوت کے نزدیک بیٹھ گئی۔ زندگی میں پہلی بار اس خیالی وجود کو مجسم دیکھا تھا۔ یقین نہیں آرہا تھا۔ یقین کرنا چاہتی تھی۔ اب کوئی خوف نہیں تھا۔ میرے ابو میرے قریب تھے میں نے انہیں چھو کر دیکھا۔ سخت بال' نرم رخسار جو برف کی مانند سرد تھے لیکن پتھرائے ہوئے نہیں تھے۔ دونوں ہاتھ سیدھے رکھے ہوئے تھے۔ میں نے ان کے ایک ہاتھ کو جنبش دے کر دیکھا۔ بالکل لچک دار۔ کوئی سختی نہیں تھی ان کے جسم میں' میں نے وہ ہاتھ اٹھا کر رخسار سے لگایا اسے چومنے لگی۔ نہ جانے کب کی آرزو پوری ہو رہی تھی۔ نہ جانے کب کے ارمان نکل رہے تھے۔ کتنی محروم تھی اس لمس سے۔ کتنی آرزو تھی اس لمس کی۔ آنکھوں میں دھندلاہٹیں نمودار ہوئیں اور مجھے ان آنسوؤں پر غصہ آنے لگا جو یہ صورت دھندلائے دے رہے تھے جس کے لئے میں ازل سے ترسی ہوئی تھی لیکن ان کا بھی حق تھا۔ میں انہیں نہیں روک سکی۔ امنڈتے چلے آرہے تھے منہ سے سسکیاں بھی نکلنے لگی تھیں۔ میرے کان ان سسکیوں کو سن رہے تھے' دل بے قابو ہوا جارہا تھا۔ سمجھ میں نہیں آرہا تھا کیا کروں۔ بس دل تڑپ رہ تھا۔ آرزو تھی کہ وہ بولیں کچھ کہیں۔

اچانک کچھ آہٹیں ہوئیں۔ انسانی قدموں کی چاپ سنائی دی جو دوڑنے کی شکل اختیار کرگئی۔ پھر کچھ غضبناک آوازیں سنائی دیں۔

"کون ہے؟ کون ہے یہ؟" دوڑنے والے کئی تھے آن کی آن میں وہ میرے سر پر پہنچ گئے۔ نیزوں کی انیاں میرے بدن میں چبھنے لگیں۔ میں نے آنکھوں سے آنسوؤں کی چادر ہٹا کر انہیں دیکھا۔ قدیم طرز کے لباس میں ملبوس' فرعونی سپاہی تھے۔

"کون ہو تم؟ یہاں کیسے پہنچ گئیں۔ ہماری آنکھیں تمہیں دیکھ کیوں نہ سکیں۔ یہاں کیوں آئی ہو؟"

میں نے چہرہ اٹھا کر رحم طلب نگاہوں سے انہیں دیکھا اور وہ سب حیرت سے چیخ پڑے۔ "دیوتا آمنتاس کی قسم۔ یہ تو اناتم سلاطیہ ہے۔"

"ہاں وہی ہے' دیوتا آمنتاس کی قسم' بالکل وہی ہے۔" دوسرے محافظ نے کہا۔

"لیکن' لیکن یہ یہاں کیسے آگئی' ہم تو ہوشیار تھے اور اپنی جگہ چوکس پھر یہ کیسے ہوا؟"

نیزوں کی انیاں میرے بدن سے ہٹ گئیں اور مجھے یوں لگا جیسے وہ مجھ سے

مرعوب ہوں لیکن اس وقت کوئی چالاکی میرے ذہن میں نہیں تھی۔ میں تو اپنے درد کا شکار تھی' میں نے عاجزی سے ان سے کہا۔ "سنو میں یہاں کسی برے ارادے سے نہیں آئی۔ تم لوگ مجھے جو کچھ سمجھ رہے ہو میں وہ نہیں ہوں۔ یہ میرے باپ ہیں میں روشن جمال ہوں اناتم سلاطیہ نہیں۔"

"عزلہ نفوت تم کچھ بھی کہو ہم بصیرت سے محروم نہیں۔ تمہارا احترام ہمارے دلوں میں ہے لیکن یہاں کی حفاظت کے ذمہ دار ہم ہیں اور ہم تو مجرم بن چکے ہیں کہ ہمیں حکم تھا کوئی یہاں تک نہ پہنچے اور جب معاذر کو معلوم ہوگا کہ ہماری نگاہیں دھوکہ کھا گئیں اور کوئی یہاں تک پہنچ گیا تو ہم قابلِ سزا ہوں گے لیکن جھوٹ بولنا بھی ممکن نہیں۔ ہمیں بس اتنا بتا دو کہ تم یہاں تک کیسے آگئیں اور ہمیں کیوں دھوکہ ہوگیا.........؟"

"میں نہیں جانتی کہ تم کس طرف پہرہ دے رہے تھے لیکن وہ میرے ہاتھ کی سیدھ میں اس دہانے کو دیکھو جس کے دوسرے رخ آبشار ہے اور اس آبشار کے عقب میں یہ دہانہ جہاں سے میں اندر داخل ہوئی' لیکن مجھے اس ماحول سے محروم نہ کرو۔ میں بہت دکھی ہوں اور بڑے غموں کا شکار' نہ جانے کیسی کیسی مشکلات سے گزر کر مجھے یہ لمحات نصیب ہوئے ہیں مجھے کچھ دیر تو یہاں رہنے دو۔ دل کو سکون تو پالنے دو۔ یہ جو کچھ میری نگاہوں کے سامنے آیا ہے میرے لئے کیا حیثیت رکھتا ہے۔ تم نہیں سمجھ سکتے۔"

محافظوں کی تعداد چار تھی۔ انہوں نے ایک دوسرے کی صورتیں دیکھیں اور شاید کشمکش کا شکار نظر آنے لگے۔ پھر ان میں سے ایک نے کہا۔

"عزلہ نفوت تم جو کچھ بھی کہو نہ ہم جھوٹے' نہ معاذر کے غدار اور نہ اپنے فرض سے گریزاں۔ آہ یہ دہانہ پہلے یہاں نہیں تھا لگتا ہے پانی کی کاٹ نے غار میں ایک نیا سوراخ پیدا کر دیا اور یہی ہماری بچت کی دلیل ہے بشرطیکہ تم ہم سے دشمنی نہ کرو۔ فیصلہ تو معاذر ہی کرے گا لیکن یہ کیا کہا تم نے کہ تم اناتم سلاطیہ نہیں ہو۔ آہ اگر تم نے یہ اعتراف نہ کیا تو ہمارے جرم کو ناقابلِ معافی قرار دے دیا جائے گا۔ اناتم سلاطیہ کو تو ویسے بھی کوئی یہاں داخل ہونے سے نہیں روک سکتا تھا سوائے اس کے کہ معاذر کو اس کی اطلاع دے دی جائے لیکن یہ پتہ چل گیا کہ تم خود کو اناتم سلاطیہ تسلیم نہیں کرتیں تو شاید معاذر ہمیں معاف نہ کرے۔"

"دیکھو میں نے سچ بولا ہے اور میں یہاں جھوٹ نہیں بولنا چاہتی۔ تم مجھے کچھ دیر یہاں رہنے دو اس کے بعد میں تمہارے احکامات کی تعمیل کروں گی۔ کم از کم مجھے جی بھر کر آنسو تو بہا لینے دو۔"

محافظ ایک بار پھر مشکل میں نظر آنے لگے۔ پھر ان میں سے ایک نے کہا۔ "ہم نہیں حکم دینے کا درجہ نہیں رکھتے لیکن اپنی ذمہ داریوں سے مجبور ہیں۔ تم یوں کرو کہ پہلے معاذر سے ملاقات کر لو اور اس سے اپنی مشکل بیان کرو۔ معاذر کا فیصلہ ہمارے لئے آخری ہوتا ہے اور ہم بخوشی تمہیں یہاں رہنے دیں گے اور جو بھی بن پڑے گا تمہاری خدمت کریں گے۔" میں نے لاچار ہو کر گردن خم کر دی اور انہوں نے احتیاط سے تابوت کے ڈھکن بند کر دیئے۔ پھر ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا۔

"بچت کا یہی ایک ذریعہ ہے کہ معاذر کو اس نئے دہانے کے بارے میں بتاؤ جو اچانک نمودار ہوا اور اس سے پہلے موجود نہ تھا اور قابلِ عزت اناتم سلاطیہ انہیں یہ بتائیں کہ وہ اسی دہانے سے یہاں پہنچیں جبکہ ہم کسی طور ان سے منحرف نہیں اور رائمن عوس کی بہن کے غلام ہیں۔ عظیم سلاطیہ! ہمارے ساتھ چلو معاذر سے مل لو ہم تمہارے غلام تمہارے سامنے سرنگوں ہیں۔"

"چلو!" میں ٹھنڈی سانس لے کر اپنی جگہ سے کھڑی ہو گئی۔ جی تو شاید عمر بھر نہ بھرتا ابو کی صورت دیکھتے ہوئے لیکن جو کچھ سامنے آ رہا تھا اس سے نہ پہلے انحراف کیا جا سکتا تھا اور نہ اب ممکن تھا۔ چنانچہ ان کے ساتھ ہو لی۔ مڑ مڑ کر ان تابوتوں کو دیکھتی جا رہی تھی اور دل میں ایک ہوک سی اٹھ رہی تھی۔ یہ خیال آ رہا تھا کہ عقب سے آواز ابھرے کہ رک جاؤ' وہ میری بیٹی ہے۔ میرے پاس آئی ہے۔ اسے مجھ سے جدا کرنا کسی کے لئے ممکن نہیں ہے۔ رک جاؤ' لیکن کان اس آواز کو ترستے رہے وہ سرد وجود میرے لئے نہ بول سکا ویسے بھی وہ ساری عمر کب بولا تھا۔

☆------☆------☆

وہ لوگ مجھے ایک طویل سرنگ سے گزار کر ایک وسیع غار میں لائے اور پھر اس کے بیرونی سوراخ سے باہر نکل آئے۔ ان کا انداز میرے ساتھ نہایت مؤدبانہ تھا اور ان میں سے کوئی سرکشی پر آمادہ نہیں تھا۔ میں ان کے ساتھ چل پڑی۔ دوسری جانب کا منظر بھی آبشار کی سمت والے منظر سے مختلف نہیں تھا۔ بلکہ شاید اس سے کہیں

زیادہ خوبصورت تھا۔ یہاں بھی پھلوں کے باغات لگے ہوئے تھے اور ان باغات میں لگے ہوئے درختوں پر پھل اس طرح جھول رہے تھے کہ ان کی بہتات دیکھ کر حیرت ہوتی تھی۔ اسی باغ کے ایک گوشے میں ایک خوبصورت رہائش گاہ بنی ہوئی تھی اور اس رہائش گاہ میں بوڑھا معاذر موجود تھا۔

یہ ایک دراز ریش شخص تھا جس نے جوگیانہ لباس پہنا ہوا تھا۔ لمبے لمبے بال شانوں سے نیچے چلے آئے تھے اور آنکھوں میں ایک عجیب سی پُرجلال کیفیت تھی۔ ان لوگوں کے ساتھ مجھے دیکھ کر وہ بدحواسی کے انداز میں کھڑا ہوگیا۔ پھر داہنا ہاتھ سینے پر رکھ کر رکوع کے انداز میں جھکا اور سیدھا ہوکر اپنے محافظوں کو دیکھتا ہوا بولا۔ "اناتر سلاطیہ' اور تم لوگوں کے ساتھ بھلا کیسے؟"

جواب میں محافظوں نے ہکلائے ہوئے لہجے میں اسے تمام تفصیل بتائی اور وہ حیرت سے منہ کھول کر رہ گیا۔ پھر اس نے نگاہیں جھکائے جھکائے مجھ سے کہا۔ "کیا آپ کی سزا کی معیاد پوری ہوگئی؟"

"سنو معاذر' میں نہیں جانتی کہ تمہارا علم کیا ہے' نہ ہی میں تم سے اس بارے میں کوئی مشکل گفتگو کرنا چاہتی ہوں۔ بہتر یہ ہے کہ مجھے راعمن عوس کے پاس پہنچادو۔ بس مجھے لگتا ہے کہ اسی کے سامنے میں حقیقتوں کو بیان کرسکتی ہوں۔ تم لوگ شاید میری زبان نہ سمجھوگے اور جو کچھ میں کہوں گی اس پر یقین نہ کرپاؤ گے۔"

"ہمیں حکم ہے کہ ہم اس قید خانے کی نگرانی کریں اور اس میں کسی چڑیا تک کو نہ داخل ہونے دیں لیکن محافظوں نے عجیب کہا اب اس دہانے پر بھی پہرہ لگوانا پڑے گا تاکہ وہاں سے کوئی اور اندر داخل نہ ہوسکے اور اگر ایسا ہوا ہے تو یہ قابل سزا قرار نہیں پاتے۔ یہ ایک اتفاق ہے کہ پانی کی کاٹ نے ایک نیا دروازہ غار میں نمودار کردیا اور اس کے لئے یہ لوگ مجرم نہیں لیکن راعمن عوس کے پاس تمہیں پہنچانے کے لئے وقت درکار ہوگا اور قابلِ احترام عزلہ نفوت یہ ممکن نہیں کہ ہم تمہیں ان لمحات میں غار میں رہنے کی اجازت دے دیں۔ ہماری ذمہ داریوں کو گستاخی نہ تصور کرنا اور ہمیں اس انحراف کے لئے معاف کردینا لیکن یہ وسعتیں تمہارے لئے ہیں اور تمہاری ملکیت ہیں۔ یہاں قیام کرو اور ہمیں اطاعت گزار سمجھو۔ میں بہت جلد تمہیں راعمن عوس کے پاس پہنچانے کے انتظامات کرلوں گا۔"

میرے لئے خاموشی کے سوا کوئی چارہ کار نہیں تھا۔ ٹھنڈی سانس بھر کے

خاموش ہوگئی۔ معاذر نے میرے لئے اپنی رہائش گاہ خالی کردی اور خود باہر نکل گیا۔ میں ایک نشست گاہ پر بیٹھ گئی۔ دل ڈوب رہا تھا۔ ابو کا سراپا آنکھوں میں گھوم رہا تھا۔ بہت دیر کے بعد دل کو قرار آیا۔ حالات پر غور کیا۔ وہ سب کچھ یاد آنے لگا جو اب تک سنا تھا۔ اس سے قبل گومگو کی کیفیت میں تھی۔ کیا سچ ہے کیا غلط لیکن اب یہ اندازہ ہورہا تھا کہ اتنا ہنگامہ بے مقصد نہیں تھا۔ ہوشمندوں کی دنیا سے الگ روحانیت کی ایک دنیا بھی ہے جہاں بعید از عقل زندگی ہے لیکن کسی ذی روح کا اس زندگی سے گزرنا اس قدر اذیت ناک ہے' کوئی سوچ بھی نہیں سکتا۔ میری زندگی اس قدر کربناک نہ ہوتی تو شاید میں بھی ان ہوشربا واقعات کی تاب نہ لاسکتی اور پاگل ہوجاتی۔ مجھے شاید ڈان ایرن نے بتایا تھا یا ثالث ظاہری نے کہ میرے باپ کا بدن تاریخ کا قیدی ہے۔ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا تھا مجھے بتایا گیا تھا کہ انطاریہ نے بھی میرے باپ کی حفاظت کے لئے بے بدنی اختیار کرلی ہے' وہ بھی نگاہ کے سامنے آگیا تھا۔

بوڑھا معاذر کچھ دیر کے بعد واپس آیا۔ وہ کچھ برتن اٹھائے ہوئے تھا جو چاندی سے بنے ہوئے تھے۔ اس کے عقب میں دو آدمی پھلوں کے طشت سنبھالے ہوئے تھے یہ تمام اشیاء میرے سامنے رکھ دی گئیں اور معاذر نے کہا۔

"عزلہ نفوت کے خدمتگار بے وسیلہ ہیں اگر یہ نذر قبول ہو تو عزت افزائی ہوگی؟"

"مجھے راعمن عوس سے ملادو۔ تمہارا یہ احسان سب سے بڑا ہوگا۔"

"اس کا انتظام میرے لئے نجات کے راستے کھولتا ہے میں نے بندوبست کے لئے غلام روانہ کردیئے ہیں۔ بس ان کی واپسی کا انتظار کرنا ہوگا۔"

چاندی کے برتنوں میں سنہرے رنگ کا مشروب تھا میں نے اسے ایک پیالے میں انڈیل کر دیکھا یقیناً وہ عرق انگور نہیں تھا چکھا تو فرحت بخش تھا غالباً کسی پھل کا رس بنایا گیا تھا اب میں خود راعمن عوس کے سامنے پیش ہونے کے لئے تیار تھی۔

☆------☆------☆

انتظار کا وقت ختم ہوگیا۔ ایک گھوڑا گاڑی پہنچ گئی جو شاہی سازوسامان سے آراستہ تھی۔ کوچوان نے دست بستہ پائیدان لگایا اور میں اس پر قدم رکھ کر گاڑی میں بیٹھ گئی۔ اس کے بعد گاڑی آگے بڑھ گئی۔ مرغزاروں سے گزرتے ہوئے میں باہر کے

مناظر دیکھتی رہی ان مناظر کی تحریری تصویر کشی کتابوں میں پڑھی تھی لیکن اب وہ نگاہوں سے گزر رہے تھے۔ اہرام تعمیر ہو رہے تھے غلام معماری کر رہے تھے اور جگہ جگہ یہ کام تیزی سے جاری تھا۔ یہاں تک کہ گاڑی آبادی میں داخل ہوگئی۔ رنگین لباسوں میں ملبوس مرد عورتیں بازاروں میں اشیاء فروخت کرنے والے' پھر ایک پُرشکوہ محل کے اندر گاڑی داخل ہوئی اور وسیع وعریض حصے میں پھیلی ہوئی تنگ سیڑھیوں کے سامنے رک گئی۔ یہاں مجھے اس احترام سے اتارا گیا جو اب تک دیا جا رہا تھا۔ اس کے بعد کچھ مسلح نگراں مجھے لے کر چل پڑے۔ سیڑھیاں عبور کرکے بلند وبالا دروازے سے اندر داخل ہوئی۔ دروازے کے دونوں جانب پتھروں سے تراشے ہوئے دو عظیم الشان مجسمے ایستادہ تھے جن کے جسم شیر کے اور سر انسانوں کے تھے۔ اندر داخل ہو کر ایک دروازے سے گزری جس کے دونوں سمت غلام قطار سے کھڑے ہوئے تھے۔ سامنے ایک تخت زریں پر شاید راعمن عوس بیٹھا ہوا تھا۔ سانولی رنگت اوپری جسم سے برہنہ' سونے اور جواہرات کے تاج سے آراستہ پتھرائے ہوئے نقوش کا مالک جس کے دو اطراف بہت سے بوڑھے بیٹھے ہوئے تھے۔ مجھے دو آدمی اس کے سامنے لے گئے۔ ان میں سے ایک نے کہا۔

"سجدہ ریز ہو جا فرعون وقت مصر کے حکمران راعمن عوس کے سامنے......؟"

میں ساکت کھڑی ہوگئی۔

"سجدہ ریز ہو۔ سجدہ ریز ہو جا۔" بہت سی آوازیں ابھریں اور میں گھبرا کر ادھر اُدھر دیکھنے لگی۔

"یہ گستاخی کیوں' کیا تُو فرعونی جاہ وجلال کی منکر ہے؟ کیا تُو خداوند راعمن عوس کی عظمت سے منحرف ہے۔" کسی اور نے کہا۔

"میں.......... میں روشن جمال ہوں' نہ میں اسے خداوند مانتی ہوں اور نہ کسی انسان کے سامنے سجدہ کر سکتی ہوں۔ میری مشکل سنی جائے میں تو اس دور سے صدیوں بعد کی ایک لڑکی ہوں جسے تاریخ میں گھسیٹ لیا گیا ہے۔"

"آہ۔ کیا یہ اناتم سلاطیہ نہیں ہے لیکن یہ کس دور کی بات کرتی ہے؟" بہت سی آوازوں نے کہا اسی وقت ایک بوڑھے نے کھڑے ہو کر کہا۔

"یہ عظمت فرعون سے واقف نہ ہوگی۔ ان واقعات سے جو اناتم سلاطیہ سے منسوب ہیں اور جن کی بناء پر وہ زنداں میں ہے اور مستقبل کا وہ ناپاک وجود جو

ہمارے درمیان آ گیا تھا اور جس نے جلال فرعون کو داغدار کیا تھا یہ یقیناً اس مجرم کا گناہ ہے جسے لے کر وہ تاریخ کو داغدار کر گیا تھا اور اپنا جسم چھوڑ کر فرار ہو گیا تھا۔ خداوند سالوت نے سلاطیہ کو زنداں دیا تھا۔ یہاں وہ قید ہے۔"

راعمن عوس نے کہا۔ "کیا یہ اناتم سلاطیہ نہیں ہے؟"

"نہیں عزلہ نفوت' یہ سلاطیہ ثانی ہے۔"

"اس کی ہم شکل؟"

"ہاں!"

"لیکن کیوں؟"

"اس لئے کہ یہ سلاطیہ کا گناہ ہے۔ وہ گناہ جس کی پاداش میں وہ زنداں میں ہے۔"

"ہم اس سے زیادہ کچھ نہیں جانتے کہ اس نے ہمیں سجدہ نہیں کیا۔ یہ ہمیں خداوند نہیں مانتی۔ سب سے پہلے اسے اس جرم میں پابند سلاسل کیا جائے کہ اس نے حکم خداوندی نہیں مانا۔ اس کے بعد ساری باتیں بتائی جائیں۔"

"تعمیل حکم فرعون عوس ہو۔"

"سلاسل شاہی منگوائی جائے۔" دوسری آواز سنائی دی۔

میں بغور اس کارروائی کو دیکھ رہی تھی۔ ایک لمحے کے لئے مجھے ہنسی آئی کہ بلاوجہ دنیا والے اپنے دور کو کوستے ہیں اقتدار کی کرسی پر سبھی ایک سے ہوتے ہیں۔ اپنے دور کے مسائل سے ناواقف صرف حکمرانی کے شوقین۔ یہ مسئلہ صدیوں سے ایک جیسا ہے۔ راعمن عوس کو کچھ معلوم نہیں ہے۔ غلام سونے کے طشت میں سونے کی ایک زنجیر لے کر آئے جو اس طرح سے میرے بدن کے گرد لپیٹ دی گئی کہ میرے بازو اس میں قید ہو گئے۔

"زنداں' زنداں' زنداں۔" آواز آئی۔

"شاہی زنداں!" دوسری آواز نے کہا اور سپاہی مجھے لے کر چل پڑے۔ میں سخت بد دلی کا شکار تھی یہاں بھی سب ایسے ہی تھے ناواقف ناسمجھ' خود میں کھوئے ہوئے۔ راعمن عموس کو کچھ معلوم ہی نہیں تھا۔ میں اسے کیا بتاتی۔ اس سے کیا فریاد کرتی۔ حالات کافی خراب ہو گئے تھے۔ سپاہیوں کے ساتھ مجھے خاصا فاصلہ طے کرنا پڑا۔ سیڑھیاں بلندی کو گئیں پھر گہرائیوں میں اتریں۔ بدنما کھنڈرات جیسے نظر آئے اور

پھر ہم تاریک قید خانے میں پہنچ گئے جہاں سپاہی مستعد تھے۔ اس کے بعد مجھے ایک سلاخوں والے دروازے کے پیچھے پہنچا دیا گیا جہاں اور کچھ تھا یا نہیں لیکن ٹھنڈک بے شک تھی۔ میری زنجیریں بھی نہیں کھولی گئی تھیں اور سپاہی مجھے اسی طرح چھوڑ کر چلے گئے تھے۔ شکر تھا زنجیر سونے کی تھی اور زیادہ وزنی نہیں تھی۔ مجھ پر کسی قدر تھکن طاری ہو گئی تھی اور میں اضمحلال کا شکار تھی۔ شاید یہ حالات مجھ پر اثر انداز ہوئے تھے۔ چنانچہ ایک صاف ستھری جگہ دیکھ کر زمین پر بیٹھ گئی اور دیوار سے پشت لگا لی۔ آنکھیں خود بخود بند ہو گئیں اور بند آنکھوں میں پھر وہی تصویر ابھر آئی۔ ابو کی تصویر........ بھرا بھرا بدن' حسین نقوش' لگ رہا تھا جیسے سو رہے ہوں۔ کتنے پیارے تھے میرے ابو........ آنکھوں میں آنسوؤں کی گرمی اترنے لگی۔ رونے کو جی چاہ رہا تھا۔ دفعتاً میں چونک پڑی یوں لگ رہا تھا جیسے میرے بدن کے گرد کسی ہوئی زنجیر خود بخود ڈھیلی پڑتی جا رہی ہو اس کی بندشیں پہلے کسی ہوئی تھیں لیکن اب........ پھر اس وقت میں خوفزدہ ہو گئی جب میں نے زنجیر کے سروں کو کھلتے ہوئے دیکھا پوری زنجیر سانپ کی مانند جنبش کر رہی تھی اور میرے بدن پر سرسرا رہی تھی دیکھتے ہی دیکھتے وہ زمین پر گر پڑی اور سرسراتی ہوئی مجھ سے کئی قدم کے فاصلے پر چلی گئی پھر اس کا ایک سرا بلند ہونے لگا۔

میرے حواس گم تھے اور میں اس جادوئی منظر کو دیکھ رہی تھی پھر میرے ذہن کو جھٹکا لگا۔ اچانک ارطن طلائی کے نقوش نمودار ہوئے اور چند لمحوں میں مکمل ہو گئے لیکن ابھی اس میں کچھ اور تبدیلی ہو رہی تھی۔ پھر یہ نقوش بھی بدلے اور کچھ دیر کے بعد زاغ کی مکمل شکل سامنے آ گئی میں پتھرائی ہوئی نظروں سے یہ منظر دیکھ رہی تھی زاغ کچھ مختلف نظر آ رہا تھا اس نے نرم اور ہمدرد لہجے میں کہا۔ "پریشان نہ ہو روشن جمال میں موجود ہوں۔"

"مسٹر زاغ۔"

"نہیں اب مجھے زعورس کہو۔ وہ نام ختم ہو چکا ہے اب اس کی ضرورت باقی نہیں رہی۔"

"کیا آپ کا غصہ ختم ہو گیا آپ تو دوبارہ میرے پاس نہ آنے کے لئے کہہ گئے تھے۔"

"ہاں بعد میں اپنا فیصلہ بدل دیا میں نے۔"

"کیوں؟"

"اس لئے کہ تاریخ کے اس دور میں بلکہ اس مُردہ دور میں چند ہی ذی روح ہیں تم اور احمد کمال سعدی حالانکہ میں نے پہلے بھی کہا تھا روشن جمال' احمد کمال سعدی کتنا ہی باکمال سہی لیکن میں اس کے بہت کام آ سکتا تھا۔ وہ ایک مورخ ہے محقق ہے ذہین ہے لیکن پُراسرار علوم کا ماہر نہیں جبکہ میرے باپ زارم ابن طھابی نے مجھے بہت سے علوم سکھائے تھے۔ شکر ہے تمہارے باپ کو ان علوم کی ہوا نہیں لگی۔ ورنہ وہ ان کے حصول کا بھی خواہاں ہوتا جیسے ارطن طلائی۔ اپنے وجود کو تبدیل کرنے کا یہ فن صرف میرے پاس ہے کسی اور کے پاس نہیں۔"

"یہ کیا فن ہے؟" میں نے کہا اور زعورس ہنس پڑا۔

"واہ میرا داؤ مجھ پر ہی آزما رہی ہو۔ یہ فن جو کچھ بھی ہے دیکھو تمہارے کتنا کام آیا۔"

"میرے کام کیسے آیا؟"

"زامن عوس جیسا فرعون ہے تم نے دیکھ لیا عیش و عشرت میں ڈوبے شخص کو یہ بھی یاد نہیں کہ اس کی بہن اناتم سلاطیہ زنداں میں ہے اور اس کا باپ سالوت آمن عوس اسے زنداں میں چھوڑ کر مر گیا تھا اور اسے کچھ ہدایات دے گیا تھا۔ اس کے دربار میں جب تم اس کے سامنے سجدہ ریز نہ ہوئیں تو اس نے تمہیں بھی زنداں میں ڈالنے کا حکم دیا اس وقت جانتی ہو ایک کارآمد آواز کس نے لگائی تھی۔"

"کون سی آواز........؟"

"تمہارے لئے زنجیر منگائی گئی تھی اور ایک آواز نے کہا تھا کہ سلاسلِ شاہی۔"

"ہاں مجھے یاد ہے۔"

"وہ آواز میری تھی۔"

"تمہاری؟" میں نے حیرت سے کہا۔

"ہاں میں نادیدہ شکل میں وہاں موجود تھا پھر جب تمہارے لئے زنداں منتخب کیا گیا تو دوسری بار اس آواز نے شاہی زنداں کی آواز لگائی تھی۔ تم غور کرتیں تو پہچان لیتیں اس طرح میں طلائی زنجیر بن کر تمہارے ساتھ اس زنداں میں آ گیا یہ عمل ہم دونوں کے لئے سودمند رہا جانتی ہو کیوں؟"

"نہیں........ وہ بھی بتا دو۔"

"مجھے اپنی منزل تک پہنچنا نصیب ہوگیا اور تمہیں اپنی ماں تک۔" اس نے کہا اور میں نہ سمجھنے والے انداز میں اسے دیکھنے لگی پھر اچانک میرے دل میں ہیجان برپا ہوگیا۔

"کیا' کیا کہا تم نے کیا کہہ رہے ہو تم؟" میں اچھل کر کھڑی ہوگئی۔

"اناتم سلاطیہ بھی اسی زنداں میں ہے۔"

"میری ماں؟" میں کانپ گئی۔

"یقیناً وہی۔" زعورس ابن طہابی نے جواب دیا۔ میرے دل ودماغ کی کیفیت ایک بار پھر خراب ہوگئی تھی میری ماں جس کی کوئی خیالی تصویر بھی میرے ذہن میں نہیں تھی یہاں زندہ سلامت موجود ہے حالانکہ ماں اور باپ دونوں ہی کے لمس سے ناآشنا تھی محبت کا وہ معیار جو انسانی زندگی میں بنیادی حیثیت رکھتا ہے کبھی نہیں حاصل ہوسکا تھا۔ میں تڑپتی ترستی اور جھلستی ہی رہی تھی ہوش مند ہونے کے بعد جب یہ احساس ہوا کہ وہ ملازم جو مجھے ایک محبت کا درجہ دیتے ہیں میرے اپنے نہیں ہیں بلکہ ان کی محبت میں صرف وفاپرستی شامل ہے اور وہ اپنا فرض نبھارہے ہیں جبکہ ماں باپ ایک الگ ہی حیثیت کے حامل ہیں۔ ابو کا جسم خاکی دیکھا تھا لاپروا میری جانب سے بے نیاز' اپنی آگ میں سلگتے ہوئے ساکت وجامد لیکن پیار آیا تھا ان پر' کلیجہ ہل کر رہ گیا تھا انہیں دیکھ کر۔ ان کا تصور ابھی تک آنکھوں میں بسا ہوا تھا اب بھی یہی آرزو تھی کہ جنبش کریں' مجھے دیکھ کر مسکرائیں اور میرا سر اپنے سینے سے لگالیں۔ باپ کے سینے کی وسعت میں جو تحفظ پوشیدہ ہوتا ہے شاید کائنات میں کسی اور چیز میں نہ ہو میں ماتا کے جذبوں سے بھی ناآشنا تھی اور باپ کی شفقت سے بھی۔ ان کی آواز مجھے سنائی دی تھی لیکن صرف اپنی مشکلات کا رونا روتے ہوئے اور اب زعورس ابن طہابی کہہ رہا تھا کہ میری ماں اسی زنداں میں موجود ہے میری آنکھوں میں حسرت دیکھ کر اس نے کہا۔

"اور میں نے تجھ سے کہا تھا میں نے تجھ سے ہمیشہ یہی کہا تھا کہ تیری دنیا کے یہ بوجھ بجھکڑ اپنے اپنے خیال میں مست ہیں نہ کوئی تجھے تحفظ دے سکتا ہے اور نہ تیری مشکلات کا حل۔ واحد میں ہوں جو نہ صرف یہاں بلکہ ماضی میں ان تاریخی لمحات میں بھی تیرے کام آسکتا ہوں جو تیرے لئے سب سے کٹھن لمحات ہوں گے لیکن احمد کمال سعدی نے اپنے مجرم ضمیر کی آواز پر تجھے بھی مجھ سے دور رکھا۔ ہاں اب میرا تجھ سے کوئی واسطہ نہیں ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ دوسرے حالات کی بنا پر ہی سہی تو مجھے

یہاں تک لانے کا باعث بنی ہے۔ چنانچہ میں تو خود پر تیرا احسان تسلیم کرتا ہوں اور اب بے لوث تجھ سے تعاون کرنے کو تیار ہوں دیکھ انسان کیسے کیسے ہوتے ہیں اصل میں ہر شخص کی طلب اسے ہر طرح کے کاموں پر مجبور کرتی ہے دنیا کی تاریخ میں جرم اور محبت صرف ایک ہی جذبے کے پیدا کردہ ہیں اور وہ ہے طلب میں اپنی محبت کا شکار ہوں تو بھی ماں باپ کی الفت چاہتی ہے خیر چونکہ ہم دونوں کی مشکل ایک ہی ہے اس لئے میں اب بھی تجھ سے تعاون کروں گا۔"

"میری ماں یہاں موجود ہے؟" میرے لہجے میں ہزاروں حسرتیں تڑپ رہی تھیں۔

"ہاں میری محبوب یہیں موجود ہے۔" زاغ نے بھی اسی طرح حسرت زدہ لہجے میں کہا اور میں اس کے لہجے کی حسرت پر چونک پڑی۔

عجیب سا احساس ہوا تھا مجھے میں نے اس سے کہا۔ "زعورس ابن طہابی کیا تو یہاں زنداں میں میری ماں کو تلاش کرلے گا۔"

"اب تو فاصلے ختم ہوگئے ہیں میرا علم ناقص نہیں ہے اسی زنداں میں وہ موجود ہوگی اسے تلاش کرنا کیا معنی.........؟"

"کیا میں اس تک پہنچ سکتی ہوں؟"

"اس کا ذریعہ بھی میں ہی بنوں گا۔"

"تو مجھے وہاں لے چل مجھے حیرت ہے کہ یہ جاننے کے باوجود کہ اناتم سلاطیہ یہاں زنداں میں ہے تو ابھی تک مجھ سے باتیں کررہا ہے اور اس تک نہیں پہنچ گیا۔"

زاغ کے چہرے پر ایک عجیب سی افسردگی چھاگئی اس نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ "میں خود بھی اندرونی کشمکش کا شکار ہوں روشن جمال وہ کیا جانے مجھے۔ میری ان سی شناسائی ہے اس سے' کیا کہہ کر میں اس سے اپنا تعارف کراؤں گا کیا بتاؤں گا اپنے بارے میں۔ نہ جانے کتنے برس سے وہ زنداں کی قید میں ہے نہ جانے کیا حالات ہوں گے اس کے؟ جانا چاہتا ہوں اس کے سامنے لیکن کسی سفارش کسی سہارے کے ساتھ اور وہ سہارا بھی تو ہی ہوگی روشن جمال اس سے بھی انکار کردے۔" اس نے حزنیہ مسکراہٹ سے کہا اس کے اس انداز نے میرے دل پر اثر کیا تھا میں نے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

"زعورس ابن طہابی کیا تیرے دل میں اب بھی اس کے لئے اتنی ہی محبت موجود

ہے جبکہ تُو جانتا ہے کہ وہ میرے باپ کی بیوی ہے اور میں اس کی بائیس سالہ بیٹی
ہوں۔" وہ مسکرا کر بولا۔

"محبت کا مجھے کوئی تجربہ نہیں تھا جب یہ تجربہ ہوا تو میری تحقیق نے بتایا کہ اس کے بعد ہر جذبہ کمزور ہو جاتا ہے نہ کوئی طلب افضل ہوتی ہے اس سے نہ کوئی ہوس بس ایک جنون ہوتا ہے چاہے جانے کا' اور یہی جنون صدیوں کے لئے مٹی میں دبا دیتا ہے ورنہ کون دنیا تیاگتا ہے۔ میں اب بھی اسے چاہتا ہوں اور اس سے ملنے کا آرزو مند۔ وہ اگر اپنے ہونٹوں سے اپنی آواز میں کہہ دے کہ مجھے چاہنے والے میری چاہت کی مدد کر مجھے احمد کمال سعدی سے ملا دے تو میں سعدی کی زندگی کے عوض خود کو سزا کے لئے پیش کر دوں گا۔"

زاغ کے لہجے کی سچائی نے مجھے بے حد متاثر کیا کچھ دیر کے بعد میں نے کہا۔ "کیا اس قید خانے میں اسے تلاش کرنا ممکن ہو گا؟"

"ہاں ہم ایسا کر سکیں گے۔"

"لیکن یہاں چپے چپے پر محافظ موجود ہیں۔"

"وہ ہمیں نہ دیکھ سکیں گے۔"

"لیکن کیسے؟"

"ہم پوشیدہ زاویہ اختیار کریں گے۔"

"میں نہیں سمجھی۔"

"احمد کمال سعدی کی بیٹی میں نے تیرے باپ کو اپنا راز دار بنایا اور اس نے میرے سینے میں خنجر اتار دیا آج میں تجھے زارم ابن طہابی کے ایک اور علم سے روشناس کرا رہا ہوں' جانے اس کا نتیجہ کیا ہو لیکن نتیجہ کچھ بھی ہو اس وقت میری غرض اول ہے تیرے باپ کو اگر زاویوں کے فن کا علم ہوتا تو شاید آج اس کہانی کا وجود نہ ہوتا وہ اپنے جسم سمیت یہاں سے نکل گیا ہوتا۔ زاویوں کے علم سے ناواقف ہونے کی وجہ سے اسے اپنا قیدی بدن یہاں چھوڑنا پڑا۔ سن' سورج کے کھیل بہت عجیب ہیں۔ اس نے ذہن کو اپنا کھلونا بنا رکھا ہے زارم ابن طہابی نے اپنے دانش کدے میں اور کیا ہی کیا تھا سوائے ان انوکھے تجربات کے۔ چاند کی سنہری کرنوں سے اس نے ابوطہن طلائی کی تخلیق کی اور سونے کے رنگ پر تجربات کئے انہی تجربات نے مجھے سنہرا کھلاڑی بنا دیا اور تُو نے مجھے کبھی سونے کا زیور پایا کبھی سونے کی زنجیر اور کبھی

سونے کی عورت۔"

"کیا مطلب..........؟" میں نے حیرت سے کہا۔

"یہ موضوع چونکہ بالکل مختلف ہے اس لئے تجھے اس کے بارے میں بتانا بے معنی ہے۔ وہ سُن جو اس وقت میرے اور تیرے لئے ضروری ہے۔ میں زاویوں کی بات کر رہا تھا زاویوں کا کھیل دن کے اجالے میں ممکن ہے رات کی تاریکیوں میں نہیں' سورج کائنات روشن کر دیتا ہے اور یہ اس جگہ اثر انداز ہوتا ہے جہاں اس کے محفوظ رہنے کی انتہا نہ کر دی جائے یعنی اس قدر تاریکی کہ ہاتھ کو ہاتھ نہ سجائی دے دن کے اجالے میں اس جگہ جہاں بینائی ساتھ دے رہی ہو زاویوں کا کھیل کھیلا جا سکتا ہے اس تجربے کی بنیاد یوں سمجھ کسی آئینہ خانے میں جہاں دو یا تین آئینے مثلث بنائے ہوں کھڑی ہو کر دیکھ پہلے تیرا وجود دو حصوں میں اور تین حصوں میں تقسیم دکھائی دے گا۔ اور زاویے تبدیل کرتی رہ تو آہستہ آہستہ دو آئینوں کے جوڑ پر تُو ایک باریک لکیر کی مانند رہ جائے گی یہ زاویوں کا جادو ہے سورج کی شعاعوں میں یہ کھیل زیادہ آسانی سے کھیلا جا سکتا ہے اور اگر تُو شعاعوں کا زاویہ پالے تو انسانی آنکھ سے اوجھل ہو سکتی ہے۔"

"میرے خدا.......... کیا یہ کھیل ہر ایک کے لئے ممکن ہے؟"

"سیکھے بغیر کوئی علم آ سکتا ہے بھلا' آ میں تجھے اس بارے میں بتاؤں کیونکہ میں تیری مدد کا وعدہ کر چکا ہوں اور جانتا ہوں کہ جب وہ تجھ سے ملے گی تو اس کی محبت کے راستے تیرے لئے کھل جائیں گے اور اس کے لئے مجھے تیرا تحفظ کرنا پڑے گا اور شاید احمد کمال سعدی کا بھی' دیکھ میں تجھے بتاتا ہوں۔" زاغ نے اپنے جسم کو جنبش دینا شروع کر دی وہ پہلے ہاتھوں سے زاویے تلاش کرتا رہا اور چند لمحات کے بعد اس کا ایک ہاتھ شانے کے پاس سے غائب ہو گیا یہ زاویہ پا کر اس نے اپنے بدن کو جنبش دی اور مجھے یوں محسوس ہوا جیسے اس کا جسم کسی نادیدہ دیوار کے پیچھے پوشیدہ ہوتا جا رہا ہو دیکھتے ہی دیکھتے وہ اس دیوار کے پیچھے گم ہو گیا اور میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اس کا ہیولہ تلاش کرنے لگی یہ منظر بھی ناقابلِ یقین تھا۔ اس پوری کہانی کی مانند جو اب تک میری زندگی کے ساتھ سفر کرتی رہی تھی میں ساکت وجامد اسے دیکھتی رہی اس نے کہا۔

"کیا کہیں تمہیں میری پرچھائیں بھی نظر آ رہی ہے۔" یہ آواز مجھے اپنے عقب سے سنائی دی تھی آواز کی سمت کا البتہ مجھے اندازہ ہو گیا میں پلٹی لیکن وہاں کچھ بھی۔

نہیں تھا۔

میں نے آہستہ آہستہ سے کہا۔ "نہیں۔"

"یہی زاویوں کا جادو ہے اور اس وقت میں تجھے انہی زاویوں میں پوشیدہ کر
اس قید خانے سے نکالوں گا اور ہم دونوں نادیدہ شکل میں اناتم سلاطیہ کو اس زن
میں تلاش کریں گے۔"

میں نے بے خیالی کے انداز میں گردن ہلادی پھر اچانک ہی وہ نمودار ہوگیا
نے پھٹی پھٹی آنکھوں سے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔ "آہ یہ جادو تو انوکھا ہے۔"

"یہ جادو نہیں جدید دور کی سائنس ہے اور تم دیکھ لینا روشن جمال کہ جب
کبھی ذہین سائنس دانوں نے زاویوں پر کام کیا انسان کا انسان کی نگاہوں سے او
ہو جانا ایک عام عمل ہوگا کیونکہ یہ بہت زیادہ مشکل کام نہیں ہے جبکہ جدید دور
سائنس بہت آگے بڑھ چکی ہے۔ ہاں اب زیادہ وقت ضائع نہ کیا جائے اور ہم لوگ
کام شروع کریں۔"

"لیکن میں زاویوں کا جادو کیسے اپنا سکتی ہوں۔" زاغ نے کچھ نہ کہا آگے بڑھ
میرا ہاتھ پکڑ لیا اور میری پشت اپنے سینے سے لگالی اس کے بعد وہ مختلف زاویے تلا
کرتا رہا اور کچھ دیر کے بعد اس کام سے فارغ ہوگیا میں نے بے بسی سے اسے د
ہوئے کہا۔

"غالباً ہم اس کوشش میں کامیاب نہیں ہوسکے یہ انفرادی طور پر ہی کارگر ہو
ہے۔" جواب میں زاغ نے ہلکا سا قہقہہ لگایا اور بولا۔ "نہیں تو زاویے میں پو
ہوچکی ہے اور اب کوئی ذی روح تجھے نہیں دیکھ سکتا۔"

میں نے شدت حیرت سے آنکھیں پھاڑ دیں اور بے یقینی کے انداز میں زا
صورت دیکھنے لگی تب زاغ نے کہا۔ "ہاں اس کا تجربہ تجھے بآسانی ہوجائے گا۔"

زنداں کا دروازہ بند تھا زاغ نے زور زور سے چیخنا شروع کردیا اور چند
لمحات کے بعد محافظ زنداں کے دروازے پر آگئے تین چار کی تعداد میں تھے یہاں
ہی انہوں نے حیرانی سے اِدھر اُدھر دیکھا اور پھر شور مچانا شروع کردیا۔

"قیدی لڑکی بھاگ گئی قیدی لڑکی بھاگ گئی۔" ان میں سے ایک نے بے ا
زنداں کا سلاخوں والا دروازہ کھولا اور وہ سب بھرا مار کر اندر داخل ہوگئے۔ ز
نے میرا ہاتھ پکڑا اور خاموشی سے باہر نکل آیا میں واقعی ششدر تھی اور ایک ع

و غریب کیفیت محسوس کر رہی تھی۔ زاغ پُراطمینان انداز میں دیواروں سے لگا لگا
زنداں کے دوسرے حصوں کی تلاشی لینے لگا ایک عظیم الشان قلعہ نما عمارت تھی جس
کی پتھریلی دیواروں کے اطراف میں سپاہی بھاگ دوڑ کر رہے تھے اور مجھے تلاش
کر رہے تھے بارہا میرے قریب سے گزرنے کے باوجود وہ میری صورت نہ دیکھ پائے
اور اب مجھے اعتماد ہوگیا کہ میں عام نگاہوں سے اوجھل ہوچکی ہوں۔ بڑے اچنبھے کی
بات تھی۔ ابن زماد نے مجھے تصویر بنا کر متحرک کردیا تھا اور زاغ نے انسانی نگاہ سے
پوشیدہ۔ نہ جانے اور کیا کیا رنگ ملیں گے مجھے۔ ہم زنداں میں بھٹکنے لگے کچھ دیر کے
بعد زاغ رک گیا اس کے چہرے پر عجیب سے تاثرات پھیل گئے شاید اس نے کچھ دیکھا
تھا میں نے اس کی نگاہوں کا تعاقب کیا اور میرا وجود بھی پتھرا گیا آنکھوں کی پتلیاں
ساکت ہوگئیں۔ وہ سیاہ لباس میں ملبوس تھی بکھرے ہوئے بال' خشک ہونٹ' لیکن
حسن وجمال کا مرقع۔ میری شکل اس سے ملتی تھی مگر میں اس کے قدموں کی دھول بھی
نہیں تھی وہ اب بھی مجھ سے ہزار گنا حسین تھی۔

"تیرا شکریہ روشن جمال تیرا بے حد شکریہ یہی تو تھی جس نے مجھ سے میرا قرار
چھین لیا تھا یہی تو تھی جس نے میرے تصور میں بس کر مجھ سے دنیا چھین لی تھی تیرا
شکریہ' میری ہزاروں سال کی محنت بار آور ہوئی ہے۔ تیرے طفیل۔ یہ تیری ماں ہے
روشن جمال یہ تیری ماں ہے۔" میں نے کوئی جواب نہیں دیا تو زاغ نے میرا بازو
جھنجھوڑا۔ "روشن جمال.........؟" میں چونک پڑی۔ "وہ تیری ماں ہے۔"

"ہاں ہاں میں دیکھ رہی ہوں۔"

"اس سے مل' اسے بتا تو کون ہے میں زنداں کا دروازہ کھلواتا ہوں یہاں میرا
انتظار کر۔ خود کو سنبھال ہمیں جو کچھ کرنا ہے احتیاط سے کرنا ہے خود کو سنبھال۔" زاغ
یہاں سے آگے بڑھا اور پھر کہیں دور نکل گیا میں نے چند قدم آگے بڑھائے اور
سلاخوں والے دروازے کے پاس پہنچ گئی یہاں کھڑے ہو کر میں اسے دیکھنے لگی بیزار
بیزار......... چہرے کے نقوش میں اداسی آنکھوں میں بے کسی منجمد' یہ میری ماں
ہے کیسی عجیب ہے میری تقدیر ماں باپ کو دیکھا تھا لیکن عجوبوں کی شکل میں ایک زندہ
شکل مُردہ تھا اور دوسری قیدی۔

☆======☆======☆

زاغ واپس آگیا اس کے پاس زنداں کی چابیاں تھیں اس نے چابیاں بڑے

تالے پر آزمائیں پھر دروازہ کھل گیا زاغ نے تالا ایک طرف ڈال دیا۔ پھر سرگوشی میں بولا۔ "اندر داخل ہونے سے قبل ہمیں اصل شکل میں واپس آجانا چاہئے۔"

میں نہیں جانتی تھی کہ مجھے اس عمل سے کیسے گزرنا ہے۔ زاغ نے میری مدد کی اور مجھے جسم کی وہ جنبشیں بتائیں جن سے میں دوسروں کو نظر آنے لگوں اس کے بعد بولا۔ "میں اگر نادیدہ رہوں تو بہتر ہے' ہوسکتا ہے وہ میری موجودگی میں تجھ سے بھرپور جذبات کا اظہار نہ کرسکے۔"

"جیسا تم پسند کرو' زعورس ابن طہابی۔" میں نے مضمحل لہجے میں کہا میرے دل میں دھماکے سے ہو رہے تھے۔ سارا وجود ہلکا ہلکا لگ رہا تھا۔ وہ ماں ہے۔ وہ میری ماں ہے۔ زعورس نے کہا۔ "اب تم اس کے پاس جاؤ اور اسے اپنے بارے میں بتاؤ۔"

میں بوجھل قدموں سے زنداں میں داخل ہوگئی۔ سیاہ لباس میں ملبوس مرقع حسن و جمال کے کانوں میں کسی کی آہٹ ابھری تو اس نے گردن اٹھا کر مجھے دیکھا۔ اس کی آنکھیں صبح کی طرح روشن تھیں مجھے دیکھ کر ان آنکھوں میں کوئی تبدیلی نہ نمودار ہوئی جبکہ شدتِ جذبات سے میرا رواں رواں کانپ رہا تھا۔ میں اس کے قریب پہنچ گئی اور میں نے آنسوؤں سے گندھی آواز میں کہا۔

"میں روشن جمال ہوں۔" اس کے ہونٹ کھلے اس نے آہستہ سے کہا۔ "کون ہو تم؟ مجھ سے کیا چاہتی ہو۔"

"میں احمد کمال سعدی کی بیٹی ہوں۔"

اس نے تیوریاں چڑھا کر مجھے دیکھا۔ پھر بولی۔ "بے معنی باتیں کیوں کر رہی ہو تم جو کوئی بھی ہو اور جس کی بیٹی ہو' مجھے اس سے کیا غرض ہوسکتی ہے کس نے تمہیں میرے پاس بھیجا ہے اور مجھ سے کیا چاہتی ہو؟"

"میں' میں تمہاری بیٹی ہوں۔" میرے ضبط کا بندھن ٹوٹ گیا اور میں بے اختیار ہوکر رو پڑی۔ وہ سہم گئی اور آہستہ آہستہ اپنی جگہ سے کھڑی ہوگئی۔ اس کے چہرے پر رنگ بدل رہے تھے۔ آنکھوں میں شدید حیرت امنڈ آئی تھی۔ "ماں میں تمہاری بیٹی ہوں۔ تمہارے وجود کا ٹکڑا ہوں کب سے ترس رہی ہوں میں تمہارے لمس کے لئے اور مجھے دیکھ کر تمہارے سینے میں کوئی جذبہ نہیں جاگا۔ تمہارے ہاتھ جنبش بھی نہیں کرسکے۔ ماں ہو تم میری۔ وہ رشتہ ہے تم سے میرا جس کا بدل اس کائنات میں نہیں ہے۔" میں نے رو رو کر کہا۔

"دیوتا ارساس کی قسم تم جھوٹی ہو۔ دیوتا آمنوس کی قسم تم بالکل جھوٹی ہو۔" اس نے غرائی ہوئی آواز میں کہا اور میرے آنسو یکلخت رک گئے۔ میری آنکھوں کی دھندلاہٹیں ختم ہوگئیں۔

"کیا.......... میں جھوٹی ہوں؟" میرے ہونٹ لرز رہے تھے۔

"آمون میرا گواہ ہے۔ تم میرے لئے کوئی نئی سازش ہو۔ کوئی اور فریب کیا جارہا ہے میرے ساتھ۔" اس نے آہستہ سے کہا۔ میں حیرت سے گنگ رہ گئی تھی۔ کچھ دیر خاموش رہ کر میں نے کہا۔ "کیا تم اناتم سلاطیہ نہیں ہو۔"

"ہاں' میں اناتم سلاطیہ ہوں۔ تمہیں یقیناً میرا پتہ دے کر ہی بھیجا گیا ہوگا مگر وہ کون ہیں اور اب کیا چاہتے ہیں۔ میری عمر تو زنداں میں بسر کرادی انہوں نے اب کس بات کے خواہش مند ہیں۔ آہ میں سمجھ گئی اب شاید راعمن عوس میری زندگی کا خاتمہ چاہتا ہے۔ یقیناً اس کے منصوبے کا دوسرا دور شروع ہوگیا ہے۔"

"کیا میں تمہاری بیٹی نہیں ہوں؟"

"یہ بات تم بھی اسی طرح جانتی ہو جس طرح میں۔"

"میں تمہاری ہم شکل ہوں ماں' مجھے سلاطیہ ثانی کہا جاتا ہے۔"

"میری ہم شکل۔" اس نے غور سے مجھے دیکھا پھر پھیکے انداز میں مسکرا کر بولی۔ "میں اپنی صورت بھول چکی ہوں۔ کیا میں تم جیسی ہوں۔ البتہ راعمن عوس کی تدبیر کچھ میں آرہی ہے۔ تمہیں میرا ہم شکل ہی ہونا چاہئے تھا........... ورنہ کھیل کیسے مکمل ہوتا۔"

"کیا تم احمد کمال سعدی کو بھی نہیں جانتیں۔"

"میں کسی کو نہیں جانتی۔ جاؤ راعمن عوس سے کہہ دو کہ یہ سب کچھ کرکے مجھے موت کے گھاٹ اتارنا چاہتا ہے تو خوشی سے اتار دے۔ یوں بھی میں زندہ بشکل مُردہ ہوں۔ میری موت سے کیا فرق پڑے گا۔" میں نے گھبرا کر زعورس کو آواز دی۔ وہ اپنا جسم حاصل کرچکا تھا اور شاید اندر آنے کے لئے تیار تھا۔ دوسرے لمحے میں نے اسے اندر داخل ہوتے ہوئے دیکھا۔ وہ سب کچھ سن چکا تھا اور خود بھی حیران نظر آرہا تھا........... آہستہ آہستہ چلتا ہوا وہ ہمارے قریب آگیا۔ اناتم سلاطیہ بھی اسے دیکھنے لگی۔ زعورس کے چہرے پر قربان ہونے والے تاثرت چھائے ہوئے تھے اور اس کی نگاہیں بوجھل ہوئی جارہی تھیں۔

"زعورس ابن طہابی۔ کیا یہ میری ماں نہیں ہے۔"

"میں نے سب کچھ سن لیا ہے اور اس بات پر غور کر رہا ہوں۔ عزلہ نفوت! سے کچھ باتیں کرنا پسند کرو گی۔ اپنے بارے میں تمہیں کچھ نہیں بتانا چاہتا اور نہ تمہیں اس سے کوئی دلچسپی ہوگی۔ میں نے تمہارا دیدار کر لیا اوہ.........." زاغ خاموش ہو گیا۔

"تم دونوں کے ذریعہ راعمن عوس کیا کرنا چاہتا ہے۔ میں نہیں جانتی لیکن ا یہ روا نہیں تھا۔ وہ صاحبِ اقتدار ہے۔ سب کچھ کر سکتا ہے میرا کون ہے۔ کون میر دادرسی کر سکتا ہے۔ اس کے باوجود وہ ایسی چالیں چل رہا ہے۔"

"میں تیرے حکم سے اپنی دونوں آنکھیں نکال کر تیرے قدموں میں نچھاور کر ہوں۔ میں تیرے لئے اپنے وجود کو پاش پاش کر سکتا ہوں۔ ایسا نہ کہہ' حکم دے کر اور یہ بھول جا کہ تیرا کوئی نہیں ہے۔ ہم سے تعاون کر اناتم سلاطیہ.......... تیرے لئے ہیں۔"

وہ طنزیہ انداز میں مسکرا دی۔ پھر بولی۔ "چلو ٹھیک ہے بتاؤ کیا چاہتے ہو۔"

"تو آرام سے بیٹھ جا۔ ہم تجھ سے باتیں کریں گے۔"

"مجھے برا نہ لگے گا کیونکہ عرصہ دراز سے میری زبان کو زنگ لگ رہی ہے۔"

تیرے پاس کوئی نہیں آتا؟"

"کون آئے گا؟"

"کیا محافظ بھی نہیں۔"

"وہ صبح کو آتے ہیں اور دن بھر کی خوراک دے جاتے ہیں۔ پھر دوسرے د صبح آتے ہیں۔"

"یہ مزید بہتر ہے۔ ہاں بس انہیں چابی کی تلاش نہ ہو۔ خیر دیکھا جائے گا۔ عز نفوت۔ ہم تجھ سے کچھ سوالات کریں گے ان کے جواب دے۔ یہ بہت عجیب با ہے کہ تو نے روشن جمال کو اپنی بیٹی تسلیم نہیں کیا۔ کیا تو یہ بتائے گی کہ تجھے کس جرم پاداش میں زنداں میں ڈالا گیا ہے؟"

"آمون کی قسم' انخ زبول کی قسم مجھے کچھ نہیں معلوم تھا۔ میں تو زیادہ تاکستان صبرا میں اہرازبیلہ کے پاس رہتی تھی۔ اہرازبیلہ میرے باپ کی بہن ہے ا میری ماں کی موت کے بعد اس نے مجھے سالوت سے مانگ لیا تھا۔ زنخ زبول کی

معبودوں کے حوالے سے میں کہہ رہی ہوں سالوت جھوٹا خدا ہے اسے معبودوں کی نشینی حاصل نہیں تھی نہ ہی اپنی موت کے بعد اسے ستاروں کے درمیان جگہ ملی گی۔ وہ عیش کوش اور حقیقتوں سے بے خبر تھا اور راعمن عوس میرے دشمنوں کے ہوں کھیل رہا تھا۔ افسوس میں ان دشمنوں سے ناواقف تھی اور جن دشمنوں نے ے اس شرمناک الزام میں ملوث کیا وہ اس قدر بااختیار تھے کہ انہوں نے وہ سب کچھ ر دکھایا جو حقیقت کا شائبہ بھی نہ رکھتا تھا۔ آہ وہ کہتے تھے کہ میں نے مابعد تاریخ کے ک اجنبی وجود کی معیت قبول کی اور اس کی بیوی بن گئی۔ انہوں نے جھوٹے گواہ ا حاصل کر لئے اور دونوں عورتوں نے کہا کہ وہ گواہ ہیں کہ میں نے مابعد تاریخ کے ا اجنبی کے ساتھ وقت گزاری کی اور اس کی اولاد کی پرورش کی لیکن تیرہ ستاروں قسم' میں احوال سے واقف نہیں ہوں اور میری کسی سے شناسائی نہیں ہوئی۔ میں ن کی پہلی روشن کرن کی مانند پاکیزہ ہوں اور میری پاکیزگی داغدار نہیں ہے۔ بس ے زیادہ نہ میں نے پہلے کچھ کہا نہ اب کچھ کہوں گی۔"

زاغ تصویرِ حیرت بنا ہوا تھا۔ بہت دیر کے بعد اس نے کہا۔ "یہ تو بے حد حیرت بات ہے۔ پھر وہ سب کیا ہے۔"

"یہ میری ماں نہیں ہے؟" میں نے سوال کیا۔

"مجھے یقین ہے کہ یہ سچی ہے۔"

"تب تم بھی بے وقوف ہو اور یہ سارا گورکھ دھندا بے معنی۔ اب وہ تاریخ کے رکی کیا کہیں گے۔"

"نہیں روشن جمال' اب تو میرا حوصلہ آسمان سے اونچا ہو گیا ہے۔ یہ تو داستان تلف قرار پائی اور مجھے یقین ہے کہ اناتم سلاطیہ غلط نہیں کہہ رہی۔ وہ سچی ہے آہ بات انوکھی بات ہوئی ہے۔ کوئی انوکھا گورکھ دھندا۔ یہ کیسے ہوا جس میں تاریخ ئی۔ وہ دھوکا کھا گئے جو تجربے کی عمر گزار کر چل بسے تھے۔ اس کا مطلب ہے کہ ہ کو میری ضرورت ہے۔ بے شک ایسا ہی ہے۔ میں جو صدیوں کا زندہ تجربہ رکھتا ۔ میں جو ماضی کے اور حال کے مشترکہ تجربات سے گزر چکا ہوں۔ کون ہے جو ے سوا اس الجھن کو سلجھائے۔ یقیناً وہ میں ہی ہوں' صرف میں.........." زاغ ے کھلا پڑ رہا تھا اور اس کی خوشی میری سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔ البتہ میں بری لجھ گئی تھی۔

"یہ واقعی میری ماں نہیں ہے اور اس نے اقرار کیا ہے۔ میں سلاطیہ ثانی نہیں ہوں۔ پھر میری ماں کون ہے؟"

"یہ معلوم کرنے کے لئے میں زندگی کی بازی لگا دوں گا۔ آہ عزلہ نفوت کیا تُو میرا ساتھ دے گی۔"

"تُو کون ہے؟" اناتم سلاطیہ نے پوچھا۔

"تیرا ایک ادنٰی غلام............؟"

"میں اس زنداں میں تیرا کیا ساتھ دے سکتی ہوں۔"

"میں تجھے زنداں سے باہر لے جاؤں گا۔ ابھی اسی وقت۔" زاغ نے کہا۔

"نہیں' میں یہاں سے نہیں جاؤں گی۔ میں نے بائیس برس یہاں کاٹے ہیں۔ اگر میں چاہتی تو یہاں سے نکل سکتی تھی۔ راعمن عوس کی بہن ہوں میں۔ میرے وفادار بھی بہت ہیں لیکن میں اگر زنداں سے باہر جاؤں گی تو بے گناہی کے ساتھ۔ انہیں شرمندہ کرنے کے لئے جو مجھ پر یہ شرمناک الزام لگانے کے مرتکب ہوئے ہیں۔ اگر میں یہاں سے چلی گئی اور محافظوں نے باہر جاکر یہ بتایا کہ سلاطیہ زنداں میں موجود نہیں ہے تو مجھ پر الزام قوی ہو جائے گا اور کہنے والے یہی کہیں گے کہ دیکھا ہم نے غلط نہ کہا تھا۔ سن مجھ سے محبت کرنے والے' تیرا شکریہ۔ ہو سکتا ہے میرے لئے تو میری بے گناہی کا ثبوت تُو ہے اور اس ثبوت کے ساتھ مجھے زنداں سے باہر لے جا۔ ورنہ میں یہیں صدیاں گزارنے کا عہد رکھتی ہوں۔"

زاغ گہری سوچ میں ڈوب گیا۔ کچھ دیر کے بعد اس نے گردن اٹھا کر کہا۔ "لیکن میں شکست قبول نہیں کرتا۔ اب تک جدوجہد کے سوا کچھ نہیں کیا میں نے۔ اب بھی جدوجہد کرنا چاہتا ہوں۔ ٹھیک ہے۔ تُو یہیں رہ عزلہ نفوت میں تیری پاکیزگی کے ثبوت لاؤں گا۔ میں تجھ سے وعدہ کرتا ہوں۔" پھر زاغ نے مجھے دیکھا اور بولا۔

"اور تیرا باپ اب بھی خود کو زیرک سمجھتا ہوگا۔ حالانکہ وہ احمق ہے ورنہ جانے اس نے اب تک کیا کیا ہے۔ البتہ اس نے جو حماقت کی ہے اس نے مجھے سکون بخشا ہے۔ کیا تُو میرے ساتھ چلنا پسند کرے گی روشن جمال۔"

"میں اس بے سروپا داستان پر ہزار بار لعنت بھیجتی ہوں۔ نہ جانے اس کا سرا کہاں ہے۔ سب کچھ جہنم میں جائے۔ میں بس یہیں ٹھیک ہوں اور دیکھوں گی کہ تاریخ کا فیصلہ کیا ہوتا ہے۔"

"میں خود بھی یہی چاہتا ہوں۔ تیری موجودگی سے اناتم سلاطیہ کو ڈھارس رہے گی' اور زاویوں کا طلسم میں نے تجھے سکھا دیا ہے۔ اگر وہ تجھے ذہن نشین نہ ہوا ہو تو میں تجھے تجدید کرادوں۔ اس طرح تُو محافظوں کی نگاہوں سے محفوظ رہے گی۔ آ میں تجھے بتاؤں۔"

میں نے دو تین بار اس سے زاویوں کی ترتیب سیکھی اور اناتم سلاطیہ شدید حیران نظر آنے لگی۔ مگر وہ کچھ بولی نہ تھی۔ زاغ نے اب خود زاویوں کی آغوش میں پناہ لی اور بولا۔ "میں جو کچھ کر کے آؤں گا روشن جمال وہ بہتر ہوگا' اس پر یقین رکھنا اور بد دل نہ ہونا تجھے اناتم سلاطیہ کو بھی سنبھالنا ہے یہ ذمے داری میں تجھے سونپے جا رہا ہوں۔"

☆------☆------☆

جی میں تو آیا کہ خوب برا بھلا کہوں زاغ کو بھی اور کہہ دوں کہ مجھے اس عورت سے کیا ہمدردی جو میری ماں بھی نہیں ہے لیکن اخلاقاً خاموش ہو گئی۔ زاغ بھی اپنے الفاظ ادا کر کے شاید چلا گیا تھا۔ حسین عورت خاموش تھی اور سوچ میں ڈوبی ہوئی تھی۔ بہت دیر اس طرح گزر گئی پھر اس نے سر اٹھا کر مجھے دیکھا اور بولی۔ "تُو میری ہم شکل کیوں ہے جبکہ تیرا مجھ سے کوئی رشتہ نہیں ہے۔"

"اسے اپنی بدبختی کے سوا اور کیا کہوں۔" میں نے تلخ لہجے میں جواب دیا اور بہت دیر کے بعد میں نے اس کے ہونٹوں پر پھیکی سی مسکراہٹ دیکھی۔ مسکراتے ہوئے وہ بہت حسین لگتی تھی۔

"تُو مابعد تاریخ کی عورت ہے؟" اس نے کہا۔

"ہاں' تاریک دور کی مخلوق۔"

"روشنی اور اندھیرا تو ہر دور میں ساتھی رہا ہے۔ مجھے دیکھ لے میں ہر طرح سے بے قصور ہوں۔ میں نے کوئی گناہ نہیں کیا لیکن زنداں رسید کردی گئی۔ اب تو باہر کی زندگی بھول گئی ہوں۔ میرا اس زنداں سے باہر جانے کو جی نہیں چاہتا۔ بس اتنی آرزو ہے کہ میری پیشانی کا سیاہ داغ مٹ جائے۔"

"آخر یہ سب کیا ہے۔ تجھے کچھ معلوم ہے؟" میں نے پوچھا۔

"آہ کاش میں جانتی۔ بس یہ اس سیاہ دور کا ایک المیہ ہے میرے باپ کو کسی نے یہ باور کرا دیا کہ میں بدکار ہوں اور میں نے اپنے دور سے بہت بعد آنے والے دور

کے ایک اجنبی سے راہ و رسم بڑھالی اور اس کی بیوی بن گئی۔ ظالموں نے مجھے ایک بچی کی ماں قرار دیا مجھے زنداں میں ڈال کر کہا گیا کہ وہ اجنبی فرار ہو گیا ہے اور اب ایک دور متعین کر دیا گیا ہے جس میں مجھے اور اس اجنبی کو ہمارے مشترکہ گناہ کی سزا دی جائے گی۔ سالوت اپنی موت کے بعد اپنا جانشین رائمن عوس کو بنا گیا۔ رائمن عوس اپنے باپ سے زیادہ نااہل اور عیش کوش ہے۔ اہلِ مصر نے صدیوں کے بعد ہکوس کی غلامی سے نجات حاصل کر کے ایک بار پھر مصر پر مصریوں کی حکومت قائم کرائی لیکن افسوس اب حکومت نااہلوں کے ہاتھوں میں ہے۔ دیکھیں اس کا انجام کیا ہو۔ خیر جیسا کریں گے ویسا پائیں گے لیکن میں تجھ سے ایک بار پھر وہی سوال کروں گی جس کا تو نے تلخ جواب دیا لیکن یقین کر تیرے اس جواب نے مجھے خوش کیا۔ واقعی تیری بدبختی ہے کہ تُو نے مجھ سیاہ بخت جیسی شکل پائی۔"

اس کے ان الفاظ نے میرے دل کے کچھ گوشے نرم کر دیئے۔ میں نے کہا "میری تلخ گوئی کو معاف کر دینا۔ میں بہت پریشان حال لڑکی ہوں۔ ایسی لڑکی جس نے خود کچھ بھی نہیں کیا لیکن وہ مجرم بنی ہوئی ہے اور بے گناہ ہی تمام سزائیں بھگت رہی ہے۔"

"مجھے اپنے بارے میں کچھ بتانا پسند کرے گی؟" اس نے کہا اور میں سوچ میں ڈوب گئی پھر میں نے کہا۔

"پتہ نہیں اگر میں جہانی بیگم یا صمد بابا سے انحراف نہ کرتی تو یہ کہانی کس طرح شروع ہوتی۔ ایک عالیشان مکان میں بے شمار لوگوں کے ساتھ عیش کی زندگی گزار رہی تھی۔ سب میری ناز برداریاں کرتے تھے۔ کوئی دکھ کوئی تکلیف نہیں تھی لیکن میرے ماں باپ گمنام تھے۔ خود میں بھی ان کے بارے میں کھوج لگاؤں.........." میں نے آہستہ آہستہ اپنی ساری کہانی اسے سنا دی۔ وہ تصویر حیرت بنی ہوئی تھی۔ میرے خاموش ہونے کے بعد دیر تک وہ خاموش رہی۔ پھر اس نے کہا۔

"اس میں سے کچھ حصے ایسے ہیں جن سے میں بھی واقف ہوں لیکن ایسا کیسے ہوا"

"تم کون سے حصوں کے بارے میں جانتی ہو؟"

"سالوں کی ترتیب بائیس سال ہی بنتی ہے جیسا کہ میں پہلے بتا چکی ہوں کہ میں اپنی ماں کی موت کے بعد اپنی پھوپھی اہراز بیلہ کے پاس رہتی تھی۔ اہراز بیلہ سالوت

کے معتوب تھی کیونکہ اس نے ہکوس خاندان کے ایک فرد سے شادی کر لی تھی۔ میرے باپ سالوت نے کبھی میری خبر گیری نہ کی۔ ہاں ایک دن اس کے سپاہی میری گرفتاری کے لئے پہنچ گئے اور مجھے پابہ زنجیر کر کے سالوت کے سامنے پیش کیا گیا۔ سالوت کے دربار میں مجھ پر الزام لگایا گیا کہ میں نے غیرت فرعونی کو داغدار کیا ہے اور بعد از تاریخ کے ایک ایسے شخص سے روابط بڑھائے جو کسی پُراسرار ذریعہ سے تاریخ میں داخل ہو گیا تھا۔ ان روابط کے نتیجے میں ایک بچی کو جنم دیا اور جب اس تاریخ میں داخل ہونے والے کو گرفتار کیا گیا تو وہ اس بچی کو لے کر اپنے ذرائع سے فرار ہو گیا۔ اسے اپنا جسم خاکی چھوڑنا پڑا تھا جسے محفوظ کر لیا گیا کہ وہ قیدی رہے اور تاریخ کے ہرکارے اس کے تعاقب میں روانہ ہو گئے۔ دربارِ سالوت میں طے پایا کہ بائیس برس کے بعد اس مقدمے کا فیصلہ کیا جائے گا۔"

"بائیس برس ہی کیوں؟"

"سالوت اپنے مقدمات میں ایسی ہی طوالت اختیار کرتا تھا کیونکہ وہ دربار کو زیادہ وقت نہیں دے پاتا تھا اس کے دربار میں اس کے حواریوں کا راج رہتا تھا اور وہ ہر کام اپنے مفادات کے پیشِ نگاہ کرتے تھے۔"

"پھر کیا ہوا؟"

"میں نے اپنے اوپر لگائے ہوئے الزامات کی تردید کی اور غم و غصہ کا اظہار کر کے کہا کہ میں باکرہ ہوں' پاکیزہ ہوں' لیکن اہراز بیلہ سے دشمنی نے مجھے لپیٹ میں لے لیا اور کسی نے میری تاویلات قبول نہ کیں۔ مجھے فیصلے کے وقت تک کے لئے زنداں میں ڈال دیا گیا۔ تب سے میں اس زنداں میں ہوں۔"

"فرعون سالوت مر گیا؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں! اور رائمن عوس کو حکومت حاصل ہو گئی۔"

"وہ تمہارا بھائی ہے؟"

"بادشاہ صرف بادشاہ ہوتے ہیں رشتے بے معنی ہو جاتے ہیں۔ سالوت بھی تو میرا باپ تھا۔ میں نے بائیس سالوں میں کبھی اپنے بھائی کا کوئی پیغام موصول نہیں کیا۔"

"تمہاری پھوپھی زندہ ہے؟"

"کون جانے؟"

"کیا وہ بھی تمہیں نہیں چاہتی تھی۔"

"وہ مجھ پر جان دیتی تھی لیکن جلالِ فرعونی کا سامنا کرنے کی اہلیت اس میں بھی نہیں تھی۔ کیونکہ وہ ویسے ہی مجرمہ تھی۔"

"اس نے کبھی تمہارے لئے کوئی کوشش نہیں کی۔"

"کون جانے' اس زنداں میں مجھے پھر کبھی کوئی خبر نہیں ملی۔"

"اور تم کہتی ہو کہ احمد کمال سعدی سے تمہارا کوئی رابطہ نہیں رہا۔"

"کاش اس بات پر تم ہی یقین کرلو۔"

"پھر میں تمہاری ہم شکل کیوں ہوں۔"

"آمون جانتا ہے.........." وہ ٹھنڈی سانس لے کر بولی۔

"کم از کم میں یہ بات ضرور تسلیم کرتی ہوں کہ تم میری ماں نہیں ہو۔ مجھے پورا یقین ہے۔ ورنہ.........." میں خاموش ہوگئی لیکن میرے الفاظ نے اس کے چہرے پر خوشی کے آثار پیدا کردیئے تھے۔ اس نے اپنی جگہ سے جنبش کرکے قدم آگے بڑھائے اور محبت سے میرے شانے پکڑ لئے۔

خلوصِ دل سے کہہ رہی ہونا۔" وہ مسرت سے بولی۔

"ہاں' پورے خلوص سے' ماں عجیب چیز ہوتی ہے تاریک راتوں میں جب بجلیاں کڑکتی ہیں تو ان کی آغوش ہر خوف سے بے نیاز کردیتی ہے۔ وہ سب کچھ بھول کر بس اولاد کا تحفظ کرتی ہیں۔ ان کے جذبے آسمان سے اونچے ہوتے ہیں۔ زعورس نے مجھے بتایا تھا کہ اب میں اس جگہ ہوں جہاں میری ماں موجود ہے۔ میں وہی تصور لے کر تمہارے سامنے آئی تھی لیکن میری پہلی نگاہ نے ہی مجھے بتادیا تھا کہ تم میری ماں نہیں ہو۔ مجھے اسی وقت اندازہ ہوگیا تھا۔"

"ہاں' کیونکہ یہ سچ ہے۔"

"نہ جانے کیا سچ ہے۔"

"ہوسکتا ہے زعورس ابن طابابی سچ تلاش کرلے۔ تم نے اس کے بارے میں جو کچھ بتایا ہے وہ بے حد عجیب ہے۔ اتنا عجیب کہ تصور نہیں کیا جاسکتا۔ ایک طرف نفرتوں کا یہ عالم کہ بائیس سال زنداں میں کھو گئے اور دوسری طرف محبت کا یہ انداز کہ ایک عمر میری طلب کے لئے گزار دی' اور اب بھی۔"

"ہاں' اس میں کوئی شک نہیں۔ اس نے تمہارے لئے صدیاں کھوئی ہیں۔"

"بہت عجیب بات ہے۔ بڑی انوکھی لیکن باقی سب کیا ہے اس کا سراغ نہیں

ہا۔ "اس کے بعد ہم دونوں ہی خاموش ہوگئے۔ میں سوچنے لگی کہ اب کیا کروں۔ اس سے زیادہ اس عورت سے اور کیا گفتگو کروں میں نے اسی زنداں کا ایک گوشہ اپنا یا۔ یہ پتھریلی دیواریں اس قابل نہیں تھیں کہ یہاں وقت گزاری کی جاسکے۔ کاش ابن زماد کی بنائی ہوئی تصویریں یوں ضائع نہ ہوجاتیں اور یہاں میری جگہ کوئی تصویر ہوتی جو اتاتی تو کاغذ کی طرح لپٹ جاتی اور.......... اور پھر ایک دم خیال آیا کہ میں اس زنداں سے نکل سکتی ہوں۔ جس طرح زعورس مجھے یہاں تک لایا ہے اس طرح ہی زنداں سے باہر بھی تو جاسکتی ہوں۔ اس خیال کے آتے ہی میں خوشی سے اپنی جگہ اچھل کر کھڑی ہوگئی۔ مجھے اس طرح اچھل کر کھڑے ہوتے دیکھ کر سلاطیہ خوفزدہ ہوگئی۔ اس نے سہمے ہوئے لہجے میں کہا۔

"کیا' کیا محافظ آگئے؟" اس کے ساتھ ہی اس کی نظریں دروازے کی طرف اٹھ گئیں۔

"نہیں محافظ نہیں آئے۔" میں نے مسکرا کر کہا۔

"تب کوئی اور بات ہے؟ مجھے خطرہ ہے کہ محافظ تمہیں دیکھ لیں گے!" اس نے تشویش سے کہا۔

"اسی لئے میں جارہی ہوں۔"

"اپنے زنداں میں؟"

"نہیں۔"

"پھر..........؟" وہ حیرت سے بولی۔

"زنداں سے باہر۔"

"مگر کیسے؟"

"اسی طرح جس طرح زعورس چلا گیا ہے۔" میں نے کہا اور وہ پُرخیال نظروں سے مجھے دیکھنے لگی۔ پھر بولی۔ "ہاں وہ انوکھا جادو ہے لیکن تم کہاں جاؤ گی؟"

"ابھی کچھ نہیں کہہ سکتی۔ دیکھوں گی مصر قدیم میں میری تقدیر نے میرے لئے کیا بھلا کیا ہے۔"

"میرے دل میں ایک بات آئی ہے۔ کہوں؟"

"کہو؟" میں نے کہا۔

"تم یہاں سے باہر چلی جاؤ گی۔ اپنے لئے ضرور کچھ کروگی۔ تھوڑا سا کام میرے

لئے بھی کردو۔ بس یہ خواہش پیدا ہوئی ہے میرے دل میں۔"

"بتاؤ کیا کام ہے؟"

"اگر کسی طور تاکستان صبرا سے گزر ہو تو میری پھوپھی اہراز بیلہ سے ملاقات کرلو۔ اسے میرے بارے میں سب کچھ بتا دینا۔ میرے لئے جو خیال تمہارے دل میں پیدا ہوا ہے وہ بھی اسے بتا دینا۔ اس سے کہہ دینا کہ میری تقدیر کا فیصلہ کچھ بھی ہو، میری پاکیزگی داغدار نہیں ہے۔"

میں نے ایک لمحے سوچا یہ اچھی بات ہے کم از کم کوئی شناسائی تو ہو کسی بھی واسطے سے سہی۔ ہو سکتا ہے یہ شناسائی کسی کام آجائے۔ اس سے قبل کے شناساؤں کو تو کھو چکی تھی۔ آبشار کے دوسری طرف کے لوگ تو گم ہو گئے تھے ویسے بھی وہ میرے کسی کام کے نہیں تھے۔ میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ "مجھے تاکستان صبرا کے بارے میں بتاؤ۔" اناتم سلاطیہ مجھے اس کے راستے بتانے لگی۔ اس نے بے شمار نشانیاں مجھے دیں اور پھر اپنی انگلی سے ایک سیاہ رنگ کی انگوٹھی اتار کر مجھے دیتے ہوئے کہا۔

"یہ انگوٹھی میری پھوپھی نے مجھے دی تھی۔ وہ اسے بآسانی شناخت کرلے گی۔ اسے رکھ لو اور اسے دکھا دینا۔"

"ٹھیک ہے، اپنی یہ امانت اپنی پھوپھی سے لے لینا۔ اگر تقدیر تمہیں اس سے ملاقات کا موقع دے۔"

"تمہاری کامیابی کے لئے دعا کروں گی۔" اس نے کہا۔ پھر پہلی بار خود کو زاویوں کے لبادے میں ملفوف کرنے کا تجربہ مجھے انوکھا محسوس ہوا تھا۔ میں بار بار سلاطیہ سے پوچھ رہی تھی کہ کیا میں اسے نظر آرہی ہوں۔ پھر جب اس نے کہا کہ اب تم پوشیدہ ہو گئی ہو تو مجھے بڑی سنسنی کا احساس ہوا تھا۔ میں نے کہا۔ "ٹھیک ہے میں چلتی ہوں۔"

اور یہ وقت بھی بڑا مناسب تھا کیونکہ میں نے زنداں کے دروازے سے باہر قدم رکھا ہی تھا کہ چند محافظ تیزی سے اس طرف آتے نظر آئے۔ میں ایک دم دیوار سے جا لگی۔ محافظوں نے سلاطیہ کے زنداں کے تالے پر تو توجہ نہیں دی مگر اندر جھانکا تھا۔ پھر ان میں سے ایک نے کہا۔ "نہیں یہاں بھی نہیں ہے۔"

"آؤ چلیں۔" وہ وہیں سے واپس پلٹ گئے۔ میں نے تیز قدموں سے ان کا تعاقب کیا اور انہی کی رہنمائی میں اس پیچ در پیچ زنداں سے باہر نکل آئی۔ ورنہ باہر جانے کا راستہ تلاش کرنے میں مجھے کافی دقت ہوتی۔ اناتم سلاطیہ نے مجھے تاکستان صبرا

جانے کا راستہ بتایا تھا لیکن اس نے یہ بھی کہا تھا کہ فاصلہ بہت طویل ہے اور مجھے یہ فاصلہ پیدل طے کرنے میں بہت مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا۔ یہاں محافظوں کے گھوڑے دیکھ کر میرے دل میں خیال آیا کہ اگر میرا یہ سفر گھوڑے پر ہو سکے تو آسانی ہوگی۔ حالانکہ مجھے گھڑسواری نہیں آتی تھی لیکن کوشش کرنے میں کوئی حرج نہیں تھا۔ یہ خطرہ مول لینا چاہئے۔

محافظ باہر نکل آئے تھے اور آپس میں باتیں کر رہے تھے وہ شاید میرے فرار کے بارے میں کسی کو بتانے کا ارادہ رکھتے تھے پھر ان کے درمیان فیصلہ ہو گیا اور اسی وقت میں نے بھی ایک دلچسپ اور خطرناک فیصلہ کیا اور اس پر عمل کرنے کے لئے تیار ہو گئی۔ تین محافظ جانے کے لئے تیار ہوئے تھے اور وہ گھوڑوں پر سوار ہو گئے۔ میں فوراً ایک بلند جگہ پہنچ گئی اور جیسے ہی آخری گھڑسوار میرے نزدیک سے گزرا میں نے گھوڑے کی پشت پر چھلانگ لگا دی۔ گھوڑا بدک کر رک گیا اور سوار حیران ہو کر عقب میں دیکھنے لگا۔ باقی دونوں سوار آگے نکل گئے تھے۔ میں نے پھرتی سے ہاتھ بڑھا کر سوار کی کمر سے پیش قبض نکال لی۔ سوار بدحواس ہو گیا تھا۔ دوسرے محافظ واپس اندر جا چکے تھے اور ساتھ جانے والے دو سوار بھی اتنی دور چلے گئے تھے کہ اب نظر نہیں آرہے تھے۔ میرا شکار بری طرح خوفزدہ ہو گیا۔ اس نے گھوڑے سے کودنے کی کوشش کی تو میں نے پیش قبض اس کی کمر سے لگا کر تھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"خاموشی سے آگے بڑھو۔ اگر رکے یا چیخے تو یہ دھار دار ہتھیار تمہاری آنتیں باہر نکال دے گا۔" میں نے پیش قبض کا دباؤ شدید کر دیا اور اس نے بے ساختہ گھوڑے کو آگے بڑھا دیا۔ اس کی حالت خراب ہو گئی تھی۔ ظاہر ہے میری آواز میرا احساس اور پھر نظر نہ آنا کسی کو بھی حواس باختہ کر سکتا تھا۔ کچھ دور نکل کر اس نے خود کو سنبھالا اور میں نے محسوس کیا کہ وہ گھوڑے سے کودنے کی کوشش کر رہا ہے۔ میں نے ایک بار پھر آواز کو خطرناک بنانے کی کوشش کی اور کہا۔ "دیکھو، موت کو آواز نہ دو۔ قبل موت مرنے سے کیا فائدہ گھوڑے سے کود گئے تو میں تمہیں زمین پر ہلاک کر دوں گی۔"

"وہ۔ وہ چلے گئے۔ وہ دور نکل گئے۔" اس نے غالباً اپنے ساتھیوں کے بارے میں کہا۔

"انہیں جانے دو۔"

"تت............ تم کون ہو؟" اس نے پوچھا۔

"سینکا بار بیریا۔" میں نے جواب دیا۔

"کیا مطلب؟"

"صدیوں پرانی روح۔ سینکا بار بیریا۔"

"رو........... رو........... روح۔" اس کا دم نکل گیا۔

"میں تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچاؤں گی بشرطیکہ تم اسی طرح گھوڑا دوڑائے رہو۔"

"مم........... مگر تم نظر کیوں نہیں آرہیں؟"

"بے وقوف روحیں کہیں نظر آتی ہیں۔"

"مگر تم مجھے کہاں لے جارہی ہو؟"

"تاکستان صبرا۔"

"مگر کیوں؟"

وہاں تمہاری خوش بختی تمہارا انتظار کر رہی ہے۔"

"خوش بختی۔"

"ہاں۔ تاکستان صبرا میں تمہیں ایک بڑا منصب ملنے والا ہے اور مجھے دیوتاؤں سے حکم ملا ہے کہ تمہیں کہیں اور جانے سے روکوں اور وہاں لے آؤں۔"

رفتہ رفتہ اس کی کیفیت بحال ہونے لگی۔ اس کے چہرے پر خوشی کے آثار پھیلنے لگے۔ پھر اس نے کہا۔ "اگر یہ بات ہے تو میں بخوشی وہاں جانے کو تیار ہوں مگر اے مقدس روح کیا تو درست کہہ رہی ہے؟"

"احمق سپاہی روحوں پر جھوٹ کا گمان کرتا ہے۔"

"نہیں اے مقدس روح، مجھ سے غلطی ہوگئی لیکن کیا اس منصب کی نشاندہی ہوسکتی ہے۔"

"نہیں۔" میں نے سرد لہجے میں کہا۔

"کیوں؟"

"صبر اور انتظار۔"

"میں سمجھ گیا۔" اس نے خوشی سے لبریز لہجے میں کہا۔

"کیا تو تاکستان صبرا کا راستہ جانتا ہے۔"

"کیوں نہیں۔ میں وہیں کا رہنے والا ہوں۔ میرے اہلِ خاندان وہیں آباد" اس نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے چلتے رہو۔" میں نے کہا۔ ہنسی روکنا مشکل ہو رہا تھا۔ میں گھوڑا دوڑانا نہیں جانتی تھی۔ اس ترکیب سے مجھے گھوڑا ڈرائیور مل گیا تھا۔ جس نے کئی گھنٹے کے مسلسل سفر کے بعد بالآخر مجھے انگوروں کے ایک باغ کے پاس پہنچا دیا۔ جس کے دوسری طرف ایک خوبصورت آبادی پھیلی ہوئی تھی۔

"ہم صبرا پہنچ گئے ہیں۔"

"مجھے معلوم ہے۔ آبادی میں داخل ہوجا۔" میں نے کہا اور اس نے گھوڑا آبادی میں داخل کردیا۔ ایک بھری پُری جگہ میں نے اسے گھوڑا روکنے کے لئے کہا اور اس نے گھوڑا روک دیا۔ میں آہستگی سے نیچے اتر گئی۔ وہ بولا۔ "اب میں کیا کروں اے مقدس روح۔"

"اپنی خوش بختی کو تلاش کر۔"

"کیسے؟" وہ حیرت سے بولا۔

"اے احمق ایک کام میں نے کیا میں تجھے تاکستان صبرا لے آئی دوسرا کام تُو خود کر۔" میں نے کہا اور وہاں سے آگے بڑھ گئی پلٹ کر دیکھا تو وہ احمقوں کی طرح منہ کھولے کھڑا تھا۔ میں آگے بڑھتی چلی گئی۔

☆======☆======☆

تاکستان صبرا ایک اتنا حسین علاقہ تھا کہ دیکھنے سے آنکھوں کو فرحت کا احساس ہوتا تھا۔ یہاں پھولوں کی بھرمار تھی اور اہلِ شہر شاید پھولوں سے عشق رکھتے تھے۔ ہر گھر کے آگے پر پھولوں کے تختے نظر آرہے تھے مکانوں سے پھول جھانک رہے تھے۔ میں کافی دور تک نکل آئی اور پھر ایک جگہ رک کر میں نے سوچا کہ اب اہرازبیلہ کو تلاش کرنا ہے لیکن اس کے سامنے پہنچتے ہوئے کوئی ایسی اجنبی صورت نہ ہو جس سے وہ حیران ہو۔ سب سے پہلے مجھے مقامی خواتین کا لباس درکار تھا۔ میں نے یہاں خواتین کو بھی دیکھا۔ ڈھیلے ڈھالے مخصوص لباس میں ملبوس، چہروں پر نقاب لگائے ہوئے خاصی [illegible] نظر آتی تھیں۔ کچھ دیر تک سوچتی رہی۔ سپاہی کے ساتھ جو کچھ کیا تھا اس سے حوصلہ بڑھ گیا تھا۔ حالانکہ اس قسم کے مجرمانہ اقدامات کے بارے میں سوچ تو سکتی تھی لیکن ان پر عمل کرنا نہایت مشکل کام تھا میرے لئے۔ تاہم میں نے یہ مشکل کام کرڈالا

اور اب حوصلہ بڑھ گیا تھا۔ کیا کروں ایک مضحکہ خیز مشکل میں پڑ گئی ہوں ورنہ زمانہ
جدید میں جب انسان جدید سائنسی دور میں سانس لے رہا ہو اس قسم کے احمقانہ
تصورات تفریح طبع کے لئے تو ہو سکتے ہیں اگر کسی بدنصیب کا ایسے واقعات سے واسطہ
پڑ جائے تو پھر اس کی حالت مجھ سے مختلف نہ ہوتی۔ اپنے آپ میں ہی مضحکہ خیز بن گئی
تھی اور سوچتی تھی کہ اگر کبھی زندگی میں موقع ملا اور میں نے کسی کو یہ داستان سنائی تو
وہ یا تو مجھے ہمدردی کی نگاہ سے دیکھے گا اور سوچے گا کہ میرا دماغ الٹ گیا ہے یا پھر ہنستا
ہوا چلا جائے گا لیکن جو کچھ تھا میرے سامنے تھا اور اس کا آخری سرا میرے علم میں
نہیں تھا۔

ایک گزرنے والی کو دیکھا جو میری ہم جسامت تھی اس کا تعاقب شروع کر دیا
جس گھر میں وہ داخل ہوئی میں بھی اس کے پیچھے پیچھے اس گھر میں پہنچ گئی ایک لباس کی
چوری کا معاملہ تھا۔

اسے اندازہ بھی نہیں ہوا کہ کوئی اس کے ساتھ اندر داخل ہوا ہے میں نے
زمانہ قدیم کے اس مکان کو دیکھا۔ گھر میں بہت سے افراد تھے لیکن مجھے ان سے کوئی
واسطہ نہیں تھا۔ میں نے اپنے مطلب کی جگہ تلاش کی ایک جگہ مجھے بہت سے لباس نظر
آئے اور میں نے اس خاتون سے غائبانہ معذرت کر کے ان میں سے ایک لباس منتخب
کر لیا۔ اس کے بعد وہاں رکنا بے معنی تھا۔ میں لباس لے کر باہر آ گئی۔ ہر چند کہ میں
دوسروں کو نہیں نظر آ رہی تھی لیکن فطری جھجک مانع تھی لباس تبدیل کرنے کے لئے
کوئی تنہا جگہ درکار تھی اس کے لئے مجھے بہت دیر تک سرگرداں رہنا پڑا۔ تب کہیں
جا کر بہت فاصلے پر ایک تنہا جگہ نظر آئی یہاں میں نے لباس تبدیل کیا اپنے پرانے لباس
کی ایک گٹھری سی بنا کر ایک طرف اچھال دی۔ چہرے پر مقامی عورتوں کی مانند نقاب
لگائی اور پوری طرح مطمئن ہونے کے بعد خود پر سے زاویوں کا خول اتار دیا۔ بڑا
عجیب لگتا تھا یہ عمل مجھے اور اب مجھے زاویوں کی ترتیب آ گئی تھی۔ اس کے بعد میں
وہاں سے چل پڑی۔ بہت دیر تک میں چلتی رہی پھر میں نے ایک راہگیر کو آواز دی اور
وہ رک گیا۔

"محترم عزیز۔ کیا تم مجھے اہرازبیلہ کا مکان بتا سکتے ہو؟" اس نے مجھے سر سے
پاؤں تک دیکھا اور بولا۔ "کیا تم صبرا میں اجنبی ہو؟"
"یہ سوال تم نے کیوں کیا؟"

"دو وجوہات کی بنا پر۔"
"وہ کیا؟"
"اول تو یہ کہ یہاں کون ہے جو اہرازبیلہ کے مکان کے بارے میں نہیں جانتا۔
دم یہ کہ یہ مکان جس کے باغیچے میں تم کھڑی ہو اہرازبیلہ کا ہی ہے۔"
میں حیران رہ گئی۔ اس میں کوئی شک نہیں تھا کہ جہاں میں کھڑی ہوئی تھی وہاں
پاروں طرف سبزہ پھیلا ہوا تھا۔ اطراف میں درخت جھول رہے تھے۔ پھولوں کی تو
ہاں بے پناہ بہتات تھی لیکن یہ اندازہ نہیں تھا کہ سامنے نظر آنے والا مکان اہرازبیلہ
اہی ہے۔ راہگیر اب بھی میرے سامنے ہی کھڑا تھا۔ میں نے اس کا شکریہ ادا کیا تو وہ
لا۔ "تم نے میرے سوال کا جواب نہیں دیا۔"
"ہاں میں صبرا میں اجنبی ہوں اور دخبرہ سے آئی ہوں۔" میں نے جواب دیا اور
خاموشی سے آگے بڑھ گیا۔

اس دلچسپ اتفاق پر دل ہی دل میں مسکراتی ہوئی میں آگے بڑھ گئی مکان کے
وازے پر پہنچ کر میں نے اس عورت سے ملنے کے لئے اپنے آپ کو تیار کیا جو اناتم
اطیہ کی پھوپھی تھی لیکن معتوب اور دشمنوں میں شامل۔ پتہ نہیں اس کا طرز زندگی
ا ہو۔ اتنا اندازہ تو مجھے ہو گیا تھا کہ اس کے لئے فضا سازگار نہیں ہے اور اہل مصر
ے اچھی نگاہوں سے نہیں دیکھتے۔ زیادہ تاریخ تو میرے علم میں نہیں تھی بس اتنا
لوم تھا کہ ہکوس طویل عرصے تک مصر پر قبضہ جمانے کے بعد اور اہل مصر پر حکومت
نے کے بعد پسپا ہوئے تھے اور مصریوں نے انہیں نکال باہر کیا تھا اور حکومت ان
قبضے میں آ گئی تھی۔ بات بے حد پرانی تھی لیکن بہرطور ہکوس سے نفرت کی جاتی تھی
چونکہ اہرازبیلہ ایک ہکوس کی بیوی تھی اس لئے شاہی معتوب بھی تھی' اگر وہ
من عوس کی عزیزہ نہ ہوتی تو شاید اسے بھی مصر سے نکال باہر کیا جاتا۔ دروازے پر
ے محافظوں سے میں نے اپنا مدعا بیان کیا تو انہوں نے مجھے گہری نگاہوں سے دیکھتے
ئے پوچھا۔ "تُو کون ہے اور اہرازبیلہ سے ملاقات کیوں کرنا چاہتی ہے۔"
"میں دخبرہ سے آئی ہوں اور اس کے لئے ایک پیغام لائی ہوں۔" محافظوں نے
اندر جانے کی اجازت دی اور کہا کہ تیری آمد کے بارے میں اہرازبیلہ کو خبر کی
ے گی اور اگر وہ تجھ سے ملنا پسند کرے گی تب تجھے اس کے پاس بھیجا جا سکتا ہے۔"
نے بیزاری سے کہا۔ "یہ عمل تم جس قدر جلد کر سکتے ہو کرو کیونکہ میرے پاس

اہرازبیلہ کے لئے ایک اہم پیغام ہے اور میں جلد از جلد یہ پیغام اسے دے دینا چاہ
ہوں؟"

محافظوں نے میری بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ البتہ انہوں نے اس سلسلے
کارروائی کی تھی اور کچھ دیر کے بعد دو کنیزیں مخصوص لباس میں میرے پاس
گئیں۔ انہوں نے مجھے ساتھ آنے کا اشارہ کیا اور میں ان کے ساتھ چل پڑی۔ وہ
دیوان خانے میں لے گئیں اور پھر ایک جگہ بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

"کیا مجھے اور انتظار کرنا پڑے گا؟" میں نے کہا۔

"ہاں۔ کچھ دیر۔"

"مگر میں فوراً ان سے ملنا چاہتی ہوں۔"

"انہیں پیغام دے دیا گیا ہے اور عزلہ نفوت نے حکم دیا ہے کہ تمہیں اندر بلا
جائے اور انتظار کرنے کے لئے کہا جائے۔" میں بیزاری سے انتظار کرنے لگی۔ کچھ
کے بعد ایک تیسری کنیز آئی اور اس نے مجھے ساتھ چلنے کا اشارہ کیا میں اس کے سا
چل پڑی۔ کئی راہداریوں سے گزر کر مجھے ایک کمرے کے سامنے لایا گیا پھر کنیز
دروازہ کھول کر مجھے اندر جانے کا اشارہ کیا۔ میں دروازے سے اندر داخل ہو
اندر کا ماحول بے حد عجیب تھا اس شاندار مکان میں یہ کمرہ کسی راہب کی خانقاہ کا د
رکھتا تھا پورے کمرے میں کوئی فرنیچر نہیں تھا۔ ہاں زمین پر غالیچہ بچھا ہوا تھا۔ ا
اگردان میں لوبان سلگ رہا تھا اور اس کی خوشبو پورے کمرے میں پھیلی ہوئی تھ
غالیچے کے ایک گوشے پر شاید نیل گائے کی کھال بچھی ہوئی تھی' اس پر ایک بوڑ
عورت دو زانو بیٹھی ہوئی تھی اس کے سامنے چمڑے پر لکھے ہوئے کچھ اوراق ر
ہوئے تھے قریب ہی ایک پیالے میں پانی رکھا نظر آ رہا تھا۔ اس نے نگاہ اٹھا کر مجھے د
اور آہستہ سے کہا۔

"اپنے چہرے سے نقاب ہٹا اور میرے سامنے بیٹھ جا۔"

میں نے اس کی ہدایت پر عمل کیا۔ میں دو زانو بیٹھ گئی پھر میں نے چہرے
نقاب ہٹایا اور بوڑھی عورت کے چہرے پر رد عمل دیکھنے لگی اس کا چہرہ سپاٹ تھا۔
مجھے دیکھتی رہی پھر اس نے کہا۔ "تیرا نام روشن جمال ہے۔"

☆------☆------☆

اہرازبیلہ کے منہ سے اس طرح اچانک اپنا نام سن کر مجھے بہت حیرت ہوئی۔
لن میں نے فوراً ہی گردن ہلا کر اثبات میں جواب دیا۔

"آہ تیرا انتظار کرتے کرتے میری آنکھیں پتھرا گئی تھیں۔ نہ جانے کب سے میں
را انتظار کر رہی ہوں۔" اس نے پاس رکھے ہوئے چمڑے کے اوراق سمیٹے اور
ہیں پانی کے پیالے میں ڈبو دیا۔ "اب ان کی ضرورت باقی نہیں رہی ہے۔"

"میں یہ پوچھنے میں حق بجانب ہوں بزرگ خاتون کہ تم میرے بارے میں کیسے
تی ہو؟" اہرازبیلہ کچھ دیر خاموش رہی پھر بولی۔ "ذاتی طور پر میں ابھی ان لوگوں
ں شامل ہوں جو تجھے نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں لیکن جو کچھ وقت کی کتاب میں تحریر
جائے اسے کون مٹا سکتا ہے۔ ابولس براہا نہ جانے کب سے یہ سب کچھ جانتا تھا اس
نے اوراق میں بہت سی انوکھی کہانیاں تحریر کر دی تھیں میں تجھے کیا کیا بتاؤں۔"

"تم مجھے نفرت کی نگاہ سے کیوں دیکھتی ہو' اہرازبیلہ؟"

"تُو تاریخ کو منتشر کرنے والوں میں شامل ہے۔ تم میں سے کچھ نے ہمارا صدیوں
سکون غارت کر دیا ہے۔ ہم جو ہواؤں کی آغوش میں میٹھی نیند سو رہے تھے۔ اپنا
ون غارت کرنے والوں سے کیسے خوش ہو سکتے ہیں۔" بڑھیا کے چہرے پر نفرت اور
اری کے آثار پیدا ہو گئے۔

میں نے کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد کہا۔ "کیا تمہیں علم تھا کہ میں تمہارے
ل آؤں گی؟" میرے سوال کے جواب میں اس نے پانی میں بھیگ کر خراب ہونے
لے صفحات کو دیکھ کر کہا۔ "ہاں ان میں یہی درج تھا۔"

"یہ کس کی تحریر تھی۔"

"یہ ابولس براہا کی پیش گوئی تھی اس نے سب کچھ تحریر کر دیا تھا۔"

"کاش تم اسے ضائع نہ کرتیں۔ کاش میں بھی دیکھ سکتی کہ ان میں کیا لکھا ہوا تھا۔
ں تم سے بہت سی باتیں کرنا چاہتی ہوں اہرازبیلہ لیکن تمہارے رویے سے مجھے

مایوسی ہوئی ہے جبکہ اناتم سلاطیہ کا کہنا تھا کہ اس کی پھوپھی اسے بہت چاہتی ہے ا
جب اسے علم ہو گا کہ میں اس کے پاس سے آئی ہوں تو وہ مجھے ہاتھوں ہاتھ لے گی۔
"اوہ' کیا..........؟" بوڑھی عورت اچھل پڑی۔ اس نے آنکھیں پھاڑ
ہوئے کہا۔ "کیا کہا تُونے؟ تُو.......... تُو سلاطیہ کے پاس سے آئی ہے۔"
"کیا ابولس براہا کی پیش گوئی میں یہ تفصیل نہیں تھی۔"
"تُو سچ کہہ رہی ہے۔ آہ کیا تُو سچ کہہ رہی ہے۔ تُو اناتم سلاطیہ سے ملی تھی۔ کر
کہاں؟" بوڑھی عورت شدید بے چین ہو گئی۔
"میں اس کے پاس سے آ رہی ہوں اور یہ میرے سچ کی نشانی ہے۔" میں نے
انگوٹھی اہرازبیلہ کو پیش کر دی جو اناتم سلاطیہ نے مجھے دی تھی۔ بوڑھی انگوٹھی دیکھ
کر بے اختیار ہو گئی۔ وہ زاروقطار رونے لگی اور اس نے انگوٹھی کو بار بار چوما۔ اس
سے اندازہ ہو گیا کہ وہ اپنی بھتیجی کو کتنا چاہتی ہے۔
"یہ کیسے ممکن ہوا۔ تُو اس تک کیسے پہنچ گئی۔" اس نے روتے ہوئے کہا۔
"یہ بھی ایک طویل کہانی ہے۔ بزرگ خاتون تم نے مجھ پر اپنی ہمہ دانی کا اس
طرح اظہار کیا کہ سب کچھ غلط ملط ہو گیا۔ میں نہیں جانتی کہ میرے بارے میں تمہیں
کیا کیا معلوم ہے۔"
"شاید مجھ سے غلطی ہو گئی۔ واقعی میں نے تیرے ساتھ بہتر سلوک نہیں کیا۔
اٹھ.......... اب تُو یہاں رہنے والوں میں سے نہیں ہے۔ آ.......... میری آرام
گاہ میں چل۔ میں نے صرف ابولس براہا کی تحریر پر انحصار کیا جو نامکمل اور مختصر تھی۔
آ..........!" وہ لڑکھڑاتے قدموں سے باہر نکل آئی اور مجھے اس کے ساتھ چلنا پڑا۔
زمانہ قدیم کی رئیس عورت کی آرام گاہ جس قدر شاندار ہو سکتی تھی یہ جگہ ویسی ہی
تھی۔ اس نے مجھے سامنے بٹھاتے ہوئے کہا۔ "تُو واقعی سلاطیہ سے ملی تھی؟"
"ہاں' یہ انگوٹھی اس کی گواہ ہے۔"
"رعمن عوس کی اجازت سے۔"
"میں نے کہا نا کہ یہ داستان بھی طویل ہے۔"
"مجھے یہ بتا وہ کیسی ہے۔ کیا اسے قید میں صعوبتیں دی گئیں ہیں۔ وہ بیمار تو نہیں
ہے؟"
"اسے صرف ایک بیماری ہے۔" میں نے کہا۔

"کیا..........؟" بوڑھی عورت نے بے قراری سے پوچھا۔
"وہ کہتی ہے کہ اس کی زندگی کا مقصد صرف اتنا ہی ہے کہ جو الزام اس پر لگایا
' وہ جھوٹا ثابت ہو جائے کیونکہ وہ جھوٹ ہے اس سے زیادہ اس کی کوئی طلب
ہیں ہے اور اس احساس نے اسے بیمار کر دیا ہے وہ اس سے زیادہ کچھ نہیں چاہتی۔"
بوڑھی بیلہ کی آنکھوں سے آنسوؤں کی دھاریں بہتی رہیں۔ اس نے چند لمحات
موش رہنے کے بعد گلوگیر لہجے میں کہا۔ "دیوتا آمون کی قسم وہ پاکیزہ ہے وہ کلی کی
رح معصوم ہے۔ یہ بات مجھ سے زیادہ اور کون جان سکتا ہے۔ میں نے اسے اپنی
غوش میں پروان چڑھایا ہے' میں نے اسے اپنی زندگی کے صبح و شام دیئے ہیں۔
لوت لاپروا انسان تھا۔ اس نے اپنا وقت عیش و عشرت میں گزارا اور ناواقفیت کی
منزلوں تک پہنچ گیا جہاں انسان کی بصیرت بے معنی ہو جاتی ہے۔ وہ آنکھوں سے
ہیں کانوں سے دیکھتا تھا اور سالوت پر بھروسہ کرنا دیوانگی ہی تو تھی.......... آہ یہ
انگی اس کلی کے دامن کو داغدار کر گئی' اور اس کے بعد رعمن عوس اس کا صحیح
شین نکلا' حقیقتوں سے اتنا ہی بے خبر۔ یہ نہ جانا اس نے کہ وہ پاکیزہ کلی جو ہزار
ظتوں میں پل رہی تھی داغدار کیسے ہو سکتی ہے اور تم مستقبل سے آنے والو' تم نے
کھیل میں ہمارے دشمنوں کا ساتھ دیا۔ لڑکی! ابولس براہا نے یہ چند لوحیں رقم
کے مجھے دی تھیں' اس نے کہا تھا کہ جو اس الزام کا باعث بنے ہیں' وہی اس کی
دید بھی کر دیں گے اور آنے والی لڑکی جس کا نام روشن جمال ہو گا' جب تیرے پاس
ے گی تو حقیقتوں کا انکشاف شروع ہو جائے گا.......... یہی ان لوحوں میں درج تھا
ران کی ترتیب یہاں آ کر ختم ہو جاتی تھی کہ تُو میرے پاس پہنچ جائے.......... اور
تُو اناتم سلاطیہ سے مل کر آئی ہے تو تجھے خود احساس ہو گیا ہو گا کہ وہ داغدار نہیں
سکتی' میں نہیں جانتی کہ مکمل کہانی کیا ہے' بس اتنا معلوم ہے مجھے کہ مستقبل سے
نے والوں نے تاریخ کو منتشر کیا ہے اور ان کی گرفت بہت سخت ہوتی ہے۔
ہاں ابولس براہا نے ستاروں کے تعاون سے مستقبل والوں کے بارے میں بہت
تفصیلات بتائی تھیں' کہا تھا کہ وہ زمین و آسمان میں بے ترتیبی پیدا کرنے کا باعث
ن جائیں گے.......... اور نہ جانے کیا کیا شے منتشر ہو جائے گی۔ ہم جو صدیوں سے سکون
آغوش میں سو رہے تھے' مستقبل والوں کے ہاتھوں بے ترتیب ہو گئے ہیں۔ زمین
ہنے والے کہاں تک پہنچ گئے ہیں روشن جمال تیرے علم میں تو ہو گا۔ ستاروں کا

رازدار خود بھی اتنا ہی منتشر تھا' جبکہ اسے زمین و آسمان کی کہانیوں میں سے بہت سی کہانیاں معلوم ہیں لیکن مستقبل والوں سے وہ خود بھی خوفزدہ تھا اور ہاں مجھے یاد آیا اس نے کہا تھا مجھ سے کہ جب روشن جمال میرے پاس پہنچے تو میں اسے اس کے پاس ضرور بھیجوں۔ لڑکی تاریخ منتشر ہوگئی ہے اور تُو نہ جانے کس کس طرح اناتم سلاطیہ کی بے گناہی ثابت کرے گی کیا تو مجھے بتائے گی کہ ایسا کیسے ممکن ہے۔ بہت وقت گزر چکا ہے اُسے قیدی بنے ہوئے۔ وہ پاکیزہ ہے معصوم ہے اسے اب اس قید سے رہائی ملنی چاہئے۔ لڑکی بتا تُو اسے کس طرح بے گناہ ثابت کرے گی.........؟"

میں نے پریشان نگاہوں سے بوڑھی عورت کو دیکھا اور کہا۔ "حالانکہ تیری باتیں میری سمجھ میں بالکل نہیں آئیں اہرازبیلہ لیکن میں تجھ سے ہر طرح کا تعاون کرنا چاہتی ہوں۔ ہاں اس بات کا اعتراف مجھے بھی ہے کہ اناتم سلاطیہ نہ تو میری ماں ہے اور نہ ہی کوئی ایسی عورت جس پر الزام لگایا جاسکے۔"

"تیری ماں.........؟" اہرازبیلہ نے پریشان لہجے میں کہا۔

"ہاں......... یہی مجھ سے کہا گیا ہے اور تُو خود دیکھ کیا میری صورت اس عورت سے ملتی جلتی نہیں ہے جس کے بارے میں لوگ کہتے ہیں کہ وہ میری ماں ہے۔"

ہرگز نہیں۔ بالکل نہیں۔ قطعی نہیں۔ یہ سب جھوٹ ہے۔ صورتوں میں مماثلت ہوجاتی ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ایک معصوم پاکیزہ لڑکی کسی گناہ کی مرتکب قرار دی جائے لیکن آخر یہ کیا مصیبت ہے' یہ کیا کہا جارہا ہے اور ایسا کیوں ہے۔ میں تو اس طرح مفلوج ہوچکی ہوں کہ میرے پاس کرنے کے لئے کچھ نہیں ہے۔ ہوسکتا ہے اس وقت میری طبیعت ایسی نہ ہوتی۔ اگر میں دیوتا سالوت کی مرضی کے مطابق کسی ایسے شخص سے منسوب ہوتی جو مصری ہوتا لیکن اب مجھے ایک گناہ گار کی زندگی گزارنے کے لئے مجبور کردیا گیا ہے حالانکہ اس میں میرا قصور نہیں تھا خیر یہ بالکل ہی الگ بات ہے تجھے ابولس براہا کے پاس جانا ہوگا۔ یہاں تک کی کہانی اس نے مجھے رقم کرکے دی تھی لیکن یوں لگ رہا ہے مجھے جیسے اس کہانی میں اس کی شمولیت کے بغیر آگے کچھ نہ ہوپائے گا۔" بوڑھی عورت جیسے اپنے آپ میں الجھ گئی تھی۔ اس نے مجھ سے میرے بارے میں مزید کچھ نہیں پوچھا۔ بس پریشان ہوگئی کبھی کبھی اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگتے اور کبھی ان آنکھوں سے الجھنیں جھانکنے لگتیں۔ پھر اس

نے آنکھیں بند کرلیں اور تھکے تھکے انداز میں اپنی نشست گاہ سے ٹکتے ہوئے کہا۔

"میرا بوڑھا دماغ کوئی بھی فیصلہ کرنے کے قابل نہیں ہے لیکن تیری آنکھوں میں اناتم سلاطیہ کی تصویر ہے۔ تُو نے اسے حال میں دیکھا ہے اور اس طرح تیرا حق بنتا ہے کہ میں نہ صرف تجھ سے محبت سے پیش آؤں' بلکہ تیرا احترام بھی کروں اور خاطر مدارت بھی۔ سن روشن جمال میرے منہ سے اگر تیرے لئے کوئی تلخ لفظ نکل جائے تو انخ زبول کی قسم' اسے محسوس کرنے سے گریز کرنا۔ بڑا مشکل وقت ہے ہم پر تاریخ منتشر ہوچکی ہے اور ہمارے پاس وہ ذرائع نہیں ہیں کہ ہم سچائیوں کو رقم کردیں۔ پتہ نہیں کیا ہوگا۔ پتہ نہیں کیا ہوگا........." بوڑھی اہرازبیلہ نے کہا۔

میں خود بھی اسی طرح الجھ گئی تھی۔ یہاں آنا بے مقصد ہی رہا۔ یہ بوڑھی عورت تو مجھے خود مریضہ معلوم ہوتی تھی اس سے زیادہ گفتگو کرنا ہی بیکار تھا......... میں نے اس سے کہا۔

"ابولس ابراہا کا نام لیا ہے تم نے معزز بزرگ خاتون وہ کون ہے اور کیا وہ انوکھے علوم سے آراستہ ہے؟"

"ہاں وہ ستارہ شناس ہے' ستاروں کا رازدار اور میرا مربّی اس کی بہت عزت کی جاتی ہے اور ستاروں کے اشتراک سے وہ جو کچھ کہتا رہا ہے اب تک وہی درست نکلا ہے........."

"وہ کہاں ہے.........؟"

"تاکستان صبرا سے بہت دور......... وادی ترکناس میں اس کا معبد ہے۔ ترکناس کے پرانے معبد میں اس نے ہمیشہ ہی بودوباش اختیار کی ہے' اور تجھے اس کے پاس ضرور جانا چاہئے۔ میں اس کا مکمل بندوبست کردوں گی........."

"اتنا میں ضرور بتانا چاہتی ہوں بزرگ خاتون کہ میں رائمن عوس کی مفرور مجرمہ ہوں اور اس کے سپاہی میری تلاش میں سرگرداں ہیں۔ مجھے بھی اناتم سلاطیہ کی بیٹی کی حیثیت سے قید خانے میں پہنچا دیا گیا تھا اور اسی قید خانے سے میں نے فرار حاصل کیا ہے جبکہ یہ کام اناتم سلاطیہ کے لئے بھی ہوسکتا تھا لیکن اس نے کہا کہ وہ اپنی داغدار صورت لے کر قید خانے سے باہر کا راستہ نہیں اختیار کرے گی۔ ہاں اس وقت اس کے لئے باہر نکلنا ممکن ہوگا جب اہل مصرا سے ایک پاکیزہ اور مقدس ہستی کا درجہ دیں میں خود بھی اس کے لئے وہی مقام حاصل کرنا چاہتی ہوں۔"

"تو میری روح تجھے بھلا اس سے کون روکے گا' تو بالکل فکر مت کر ابولس براہا تک پہنچانا میرا کام ہے اور کوئی نہ جان سکے گا کہ ایک رتھ میں بوڑھی اہرازبیلہ سفر کر رہی ہے یا نوجوان لڑکی روشن جمال۔"

"تو بس ٹھیک ہے' تو میرے لئے یہ انتظام کر دے ہو سکتا ہے ہم پر وہاں سے حقیقتیں منکشف ہوں۔"

"ایسا ہی ہو گا.......... مجھے یقین ہے ایسا ہی ہو گا۔" بوڑھی عورت نے کہا۔

"اس میں کتنا وقت لگ جائے گا..........؟"

"نہیں جلدی نہ کر۔ میں محفوظ انتظام کروں گی اور اس سے پہلے تو کچھ وقت میری مہمان بھی رہے گی۔ یہ ضروری ہے کہ راعمن عوس خود اتنا فرض شناس نہیں ہے لیکن وہ جو اس کا احاطہ کئے ہوئے ہیں.........."

اہرازبیلہ نے میرے قیام کا بندوبست کر دیا۔ میرے اطراف ہنوز تاریکی تھی۔ کسی مشکل کا کوئی حل نہیں نظر آتا تھا۔ میری زندگی داستان الف لیلہ ہو گئی تھی۔ ایک کے بعد دوسری کہانی نکل آتی تھی۔ کہیں سے مقصد نہیں حل ہو رہا تھا۔ اہرازبیلہ نے دوسری ملاقات کافی بہتر حالت میں کی۔ اپنی بھتیجی کے نام پر وہ بے اختیار ہو کر مجھ سے میرے بارے میں بہت سے سوالات نہیں کر سکتی تھی۔ اس دوسری ملاقات میں اس نے مجھ سے بہت کچھ پوچھا۔ مجھے بہت کچھ بتایا۔ پھر گہری سانس لے کر بولی۔

"بڑا انوکھا کھیل ہے۔ مستقبل نے ماضی میں دخل اندازی کی ہے قدیم علوم بے معنی ہو گئے ہیں۔ کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ آ میں تجھے کوہ ارخماص لے چلوں جس کے سوراخوں سے دور تک دیکھا جا سکتا ہے ماضی میں بہت دور تک۔"

"کوہ ارخماص کیا ہے؟"

"قدیم بادشاہوں کے لئے رہنما پہاڑ۔ جس کے سوراخوں سے مرکزیت در مرکزیت کی تفصیل ملتی ہے لیکن انہیں جو چشم بینا رکھتے ہیں اور جو ناکارہ تھے انہوں نے کبھی اس سے راہنمائی نہ حاصل کی جیسے سالوت یا جیسے راعمن عوس اور اس جیسے بہت سے لیکن جب اس سے رہنمائی حاصل کی گئی تو مایوسی نہ ہوئی۔ کیا تو وہاں چلنا پسند کرے گی۔"

"ہاں کیوں نہیں۔" میں نے بے دلی سے کہا۔ کرتی بھی کیا میں خود اندھیروں کی مسافر تھی۔ اہرازبیلہ نے سفر کا بندوبست کیا اور خود بھی چھ گھوڑوں والے رتھ میں

بیٹھ کر میرے ساتھ چل پڑی۔

☆------☆------☆

وادیوں' دروں اور پہاڑیوں کے درمیان سے گزر کر بالآخر ایک نخلستان پر یہ سفر ختم ہوا۔ یہ نخلستان ایک پہاڑی کے دامن میں تھا۔ اہرازبیلہ نے اسی پہاڑی کو کوہ ارخماس کا نام دیا۔ یہاں کچھ وقت آرام کر کے شام کے جھٹپٹوں میں ہم نے پُر پیچ راستے عبور کرنے شروع کر دیئے۔ پہلی منزل آ گئی تو بوڑھی نے ہانپتے ہوئے ایک بڑے سے جھروکے کی طرف اشارہ کیا۔ "اس کے دوسری جانب مصر کی تاریخ کندہ ہے۔ آ میں تجھے مصر کی حقیقی تاریخ سے روشناس کراؤں۔ ممکن ہے تیرے دور کے محقق دھوکا کھا گئے ہوں لیکن ارخماص میں مصر کی تمام حقیقتیں پنہاں ہیں۔" ہم جھروکے کے نزدیک پہنچ گئے۔ بلندیوں سے پستیاں نظر آ رہی تھیں لیکن ان پستیوں میں ایک دنیا آباد تھی۔ بوڑھی کی آواز ابھری۔

"یہ محص ہے قدیم بادشاہی کا مرکز۔ وہ دیکھ جنیرا کے اہرام تعمیر ہو رہے ہیں۔ یہ چوتھے خاندان کے بادشاہوں کے مقبرے ہیں۔ اور وقت گزر کر تیسویں خاندان تک آ گیا ہے اور اب ذرا بائیں سمت نگاہ دوڑا۔ ادھر دیکھ۔ وہ دیکھ سکندر مصر پر قابض ہے اور بطلیموسیوں کا یونانی خاندان مصر پر حکمران ہے اور وہ اینٹونی قلوپطرہ کا دور ہے جو زوال پذیر ہو رہا ہے۔ آ ذرا رُخ بدل۔ دیکھ رومی مصر کی تقدیر کے مالک بن چکے ہیں مصر کئی بار اجنبی فاتحین کے زیر حکومت رہ چکا ہے انہی میں حبشہ اور لیبیا کے ہکسوس بھی تھے۔ یوں یہ سلسلہ توت انخ انیس تک آتا ہے۔ اسی دوران ہتمو تمس ثالث اور اس کے بعد سالوس انخ مصر کے والی رہے اور پھر دیکھ قدیم مصر کیا ہو گیا۔"

بوڑھی بیلہ کہتی جا رہی تھی اور تمام مناظر پستیوں میں نمودار ہو کر معدوم ہوتے جا رہے تھے۔ بس یوں لگ رہا تھا جیسے کوئی فلم چل رہی ہو اس کی رفتار اتنی تیز تھی کہ میرا سر چکرا رہا تھا۔ ہواؤں کے شور میں مصری آبادیوں کی آوازیں شامل تھیں۔ پھر بوڑھی کے آخری الفاظ کے ساتھ ایک دم خاموشی چھا گئی۔ یہ سناٹے بھی چیختے ہوئے محسوس ہو رہے تھے۔ میں چکرائی ہوئی آنکھوں سے باہر دیکھتی رہی' زمین الٹ پلٹ ہو رہی تھی۔ عمارتیں زمیں بوس ہو رہی تھیں جگہ جگہ سے دھواں اٹھ رہا تھا۔ سب کچھ ہواؤں میں تحلیل ہو گیا۔ بالکل خاموشی چھا گئی جگہ جگہ اہرام سر اٹھائے

کھڑے تھے۔ ان کے درمیان کوئی ذی روح نہیں تھا۔ کوئی تحریک نہیں تھ
خاموشی، ویرانہ.........!

"وہ تیسرا جھروکہ ہے۔ میں اس تک پہنچنے کی سکت نہیں رکھتی تو چاہے تو و
جاسکتی ہے۔"

"وہاں کیا ہے؟" میں نے پوچھا۔

"میں نہیں جانتی۔"

"میں اوپر جاؤں؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں، اگر تو چاہے۔" بوڑھی تھکے تھکے لہجے میں بولی اور میں نے کچھ ا
بلندیاں طے کیں اور اس جھروکے سے باہر جھانکا تیز روشنیوں میں جدید مصر بکھرا
نظر آرہا تھا۔ میں سحرزدہ اسے دیکھتی رہی۔ میں اسے شناخت کر رہی تھی۔ بہت دیر
میں وہاں رکی۔ پھر واپس بوڑھی کے پاس آگئی۔ بوڑھی اداس بیٹھی ہوئی تھی۔

"اس کے دوسری طرف مصر جدید ہے۔ میرے دور کا نمائندہ!" میں نے کہ
بوڑھی نے خاموشی اختیار کرلی تھی۔ جب وہ کچھ نہ بولی تو میں نے کہا۔ "مگر تم
یہاں کیوں لائی ہو اہرازبیلہ.........."

"ایک تجربہ کرنے، کچھ معلوم کرنے کے لئے۔"

"کیا.........!"

"پہلے جھروکے سے تونے ماضی کا مسر دیکھا۔ نیل کی آبادیوں کے عروج وزوا
دیکھے۔ دوسرے جھروکے سے مصر کی خاموشی دیکھی۔ وہ دور جب مصری تہذیب
تاریکیوں میں سوگئی تھی اور تیسرے جھروکے سے تونے اپنا دور دیکھا۔ تونے یہ سب
کچھ دیکھا نا.........؟"

"ہاں۔" میں کچھ نہ سمجھ کر بولی۔

"ابولس براہا مجھے یہ بتائے کہ پھر ماضی سے تیرا کیا رشتہ ہے۔ تو تاریخ کو زمانہ
جدید کے انسان کی آنکھ سے دیکھ سکتی ہے کیونکہ تو اس دور کی تخلیق ہے۔ ماضی سے
تیرا کوئی تعلق نہیں ہے پھر سلاطیہ کے دشمن کس بنیاد پر اس پر الزام لگاتے ہیں۔
مگر.........کون کیسے کس سے کہے۔" بوڑھی کی آواز رندھ گئی۔

میں اس کی منطق پر غور کرنے لگی لیکن میری سمجھ میں کچھ نہیں آیا۔ اس کے
بعد اہرازبیلہ وہاں سے واپس چل پڑی۔ اپنی رہائش گاہ آکر اس نے مجھے میری آرام

گاہ پہنچادیا۔ یہاں تو گاڑی بالکل رک گئی تھی۔ میں اب کیا کروں۔ قید خانے میں رہ کر
راعمن عوس سے تو رابطہ رہتا۔ کوئی فیصلہ تو ہو جاتا۔ یہاں آنا بالکل بے مقصد رہا تھا۔
وہ صرف اپنی مشکل بیان کر رہی تھی۔ بہت غور کر کے میں نے فیصلہ کیا کہ اس آخری
شخصیت سے اور مل لوں جسے ابولس براہا کے نام سے یاد کیا جاتا ہے اگر وہ بھی بے
مقصد ثابت ہوا تو پھر راعمن عوس کے دربار میں خود حاضر ہو جاؤں گی اور اپنی تقدیر کا
فیصلہ مانگوں گی۔

☆======☆======☆

دو تین دن نہایت سکون سے انتظار کیا یہاں تک کہ اہرازبیلہ نے خود ہی کہا۔
"ابولس کے پاس جانے کا انتظام کرلیا ہے میں نے ہمیں کل صبح نکلنا ہوگا۔"

سفر کے لئے رتھ کا بندوبست کیا گیا تھا۔ وہی رتھ تھا اور وہی رتھ بان جو ہمیں
رخماص لے گئے تھے لیکن اس بار سفر پہلے سے کہیں زیادہ طویل تھا اور راستے ایسے
خوبصورت کہ آنکھیں روشن ہو جائیں۔ بے مثال خطہ تھا۔ میں نے بڑی خوشی سے یہ
سفر کیا۔ جس جگہ رتھ رکا وہ بھی ایک طویل پہاڑی سلسلہ تھا۔ پہاڑیوں میں سیاہ پتھروں
کی وہ عبادت گاہ نظر آرہی تھی جو بہت قدیم معلوم ہوتی تھی۔ بوڑھی نے یہاں رتھ
سے اتر کر کہا۔ "آہ۔ اس معبد تک جانا میرے لئے جس قدر مشکل کام ہے۔ میں ہی
جانتی ہوں۔"

"کیا ابولس براہا معبد سے باہر نہیں آسکتا۔"

"نہیں۔ ستاروں کا رازدار مجھ سے کہیں زیادہ ضعیف ہے پھر اس کا احترام بھی
واجب ہے۔ ہمیں خود وہاں جانا ہوگا۔ میں وہاں جاؤں گی کیونکہ براہا وہ واحد شخص ہے
جو ستاروں کی مدد سے مجھے یہ بتا سکتا ہے کہ اب کیا ہوگا۔ مجھے کیا کرنا چاہئے۔ میں اناتم
سلاطیہ کے لئے جتنی پریشان ہوں کاش تو اس کا اندازہ لگا سکتی۔" میں نے کوئی جواب
نہیں دیا۔ بوڑھی بیلہ نے بمشکل تمام یہ سفر طے کیا۔ بے شک مشکل چڑھائیاں تھیں
لیکن معبد کا سفر طے ہو گیا۔ معبد کے احاطے میں شہتوت اور زیتون کے درخت جابجا
بکھرے ہوئے تھے اور درختوں سے گرے ہوئے پھلوں کے جابجا انبار لگے تھے جن
سے منتشر ہونے والی میٹھی خوشبو چاروں طرف چکراتی پھر رہی تھی۔

معبد کے سامنے بنے ہوئے چبوترے پر بوڑھی بیلہ نے ابولس براہا سے ملاقات
کی۔ بے حد ضعیف انسان تھا ہڈیوں اور سفید بالوں کا مجموعہ اور دنیا سے بے خبر۔

"میں تیری معتقد اہرازبیلہ ہوں۔ تجھ سے ملنے آئی ہوں۔"

"میں نے اب سب سے ملنا چھوڑ دیا ہے۔ میں کسی کو نہیں جانتا۔" بوڑھے نے کانپتی آواز میں کہا۔

"تُونے ہمیشہ مجھ سے شفقت کا برتاؤ کیا ہے اور تیرے کہنے کے مطابق یہ میری مشکل کے آخری لمحات ہیں۔ ان لمحات میں میری مدد سے منہ نہ موڑ۔"

"لیکن میری مشکل کے لمحات شروع ہوگئے ہیں۔ اب میں زندگی کے بوجھ سے جھکا ہوا ہوں۔"

"اس کے باوجود تیری مدد درکار ہے۔"

"میں اپنی مدد نہیں کرسکتا۔ تیری مدد کیسے کروں؟"

"آہ تُونے مجھ سے وعدہ کیا تھا۔ تُونے مجھے ستاروں کی مدد سے وہ لوحیں بنا کر دی تھیں جو چمڑے کے کاغذ پر لکھی ہوئی تھیں تُونے کہا تھا کہ میری مشکل ٹلنے کا وقت آئے گا تو تُو میری مدد کرے گا۔"

"کون ہے تُو............؟"

"اہرازبیلہ۔ آہ میری محبوب ہستی تاریخ کی الجھن کا شکار ہے اور دیکھ لے وہ آگئی ہے جس کے لئے تُونے پیش گوئی کی تھی۔"

"وہ کون ہے؟"

"روشن جمال مابعد تاریخ کی وہ ہستی جو تاریخ کے جال میں الجھ گئی ہے اور اس سے تاریخ کے بہت سے تار منسلک ہیں۔" اہرازبیلہ اس کی خوشامد میں مصروف تھی۔ مجھے عقب میں سرسراہٹ محسوس ہوئی اور میری گردن گھوم گئی۔ شہتوت کے زمین پر لگے ڈھیر کے پیچھے ایک سایہ نظر آیا جو پلک جھپکتے دوسری طرف گم ہوگیا تھا......... میں نے اس پر توجہ نہیں دی۔ کوئی بھی ہوسکتا تھا معبد میں رہنے والا ابولس براہا کا خادم وغیرہ۔ چنانچہ میں نے ادھر سے توجہ ہٹالی۔ ابولس براہا نے کہا۔

"گزرنے والے وقت نے میری یادداشت اور بصیرت پر برا اثر ڈالا ہے' نہ جانے کیا کیا بھول گیا ہوں' تیرا نام دماغ میں آتا تو ہے لیکن میری پیش گوئی کیا تھی' مجھے یاد نہیں' تاہم مجھے بتا تاریخ کی الجھن کیا ہے اور کون کس مشکل کا شکار ہے؟"

"بہت پہلے میں تیرے پاس آئی تھی ابولس اور تیری ستارہ شناسی سے مدد مانگی تھی میں نے۔ میں نے تجھے بتایا تھا کہ سالوس نادانیوں کا شکار ہے اور اپنے ہی جسم'

زخم لگا رہا ہے۔ اس نے اپنی بیٹی اناتم سلاطیہ کو پابند سلاسل کیا ہے اور کہا ہے کہ اس نے تاریخ میں مداخلت کرنے والے ایک مستقبل کے شخص سے روابط پیدا کرکے تاریخ مصر کو داغدار کیا ہے اور اس الزام میں اسے قید کی سزا دی گئی اور کہا گیا کہ مستقبل سے آنے والے کے مقدمے کا فیصلہ کئے بغیر اناتم سلاطیہ کی رہائی ناممکن ہے اور اس کے لئے اس نے کاہنوں کے اشارے پر ایک تاویل گھڑلی۔ پھر یوں ہوا کہ وہ نہ رہا اور رائمن عوس نے اپنے باپ کے فیصلے کی توثیق کردی۔ تو میں نے ابولس براہا تجھے بتایا تھا کہ ایسا ہوا ہے اور تُونے ستاروں کی مدد سے مجھ پر یہ منکشف کیا کہ انتظار کرنا ہوگا۔ تاریخ کی یہ الجھن مابعد تاریخ کے لوگ ہی سلجھا جائیں گے اور انہی میں روشن جمال ہوگی' جو میرے پاس آئے گی اور وہیں سے حقیقتوں کا انکشاف ہوگا؟"

"ہاں شاید......... ایسا کچھ ہوا تھا۔" بوڑھے نے ذہن پر زور دیتے ہوئے کہا۔ پھر بولا۔ "مجھے کچھ اور یاد دلا تاکہ میں اپنی یادداشت تازہ کرسکوں۔"

"تُونے تعین کیا تھا اور مجھے لوحیں لکھ کر دی تھیں کہ ان سے اندازے لگاتی رہوں کہ کتنا وقت باقی ہے اور سب کچھ تعین کرکے درج کردیا تھا۔ سو وہی تمام واقعات پیش آئے جو تیری تحریروں میں تھا یہاں تک کہ روشن جمال نامی لڑکی میرے پاس آگئی لیکن نہ یہ جانتی ہے نہ میں کہ اب کیا ہوگا۔ اناتم سلاطیہ کیسے اس بہتان سے نجات پائے گی۔ آہ' ہم ایک بار پھر تیری رہنمائی حاصل کرنے آئے ہیں۔"

ابولس براہا سوچ میں ڈوب گیا۔ بہت دیر خاموش رہنے کے بعد اس نے کہا۔

"میرے دماغ میں اس کہانی کے مٹے مٹے نقوش موجود ہیں لیکن یہ نہیں معلوم مجھے کہ اس کے بعد کیا ہوگا۔ بعد کی کہانیاں ستارے جانتے ہوں گے۔ میری نگاہ بھی کمزور ہے اور دماغ بھی کمزور ہوچکا ہے۔ بہت مشکل کام ہوگیا ہے اب یہ میرے لئے کیا وہ آگئی ہے' وہی لڑکی جس کا نام تُونے شاید روشن جمال لیا اور کیا میری درج کی ہوئی لوحیں تیرے پاس محفوظ ہیں.........؟"

"نہیں......... تُونے کہا تھا براہا کہ تیری پیش گوئیاں درست ثابت ہوجائیں اور لوح کا آخری لفظ بھی ختم ہوجائے تو میں انہیں پانی میں ڈبو کر ان پر تحریر نقش مٹا دوں' سو میں نے ایسا ہی کیا ہے۔"

"ہاں......... ستارے جس کے لئے جو کہیں وہ انہی تک محدود رہنا چاہئے' ورنہ ان سے رشتے ٹوٹ جاتے ہیں۔ ہر بات عام ہونے کے لئے نہیں ہوتی.........

لیکن عزیزہ اس سے آگے جو کچھ بھی ہے وہ ستاروں میں پنہاں ہوگا اور بعد کے حالات ستاروں ہی سے پوچھنا پڑیں گے.......... اور یہ سب کچھ اتنا آسان نہیں ہے جتنا تُونے جانا۔ میری بینائی میرا ساتھ نہیں دیتی لیکن پھر بھی میں کوشش کروں گا ہوسکتا ہے میں اس کے بعد تجھے تیرے عمل سے آگاہ کرسکوں۔"

اہراز بیلہ کے چہرے پر بے چینی کے آثار پھیل گئے اس نے گہری گہری سانسیں لیتے ہوئے کہا۔

"لیکن مجھے تاکستان صبرا میں لوگوں سے رابطے رکھنے پڑتے ہیں میں اتنا وقت یہاں کیسے گزار سکتی ہوں' آہ کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ میں اس لڑکی کو تیرے پاس چھوڑ جاؤں اور تُو اس کی رہنمائی کر۔ پھر یہ لڑکی تیری رہنمائی میں مجھے یہ بتائے کہ ایک بے گناہ اور معصوم لڑکی کی پاکیزگی کو ثابت کرنے کے لئے میرا قدم کیا ہونا چاہئے' ابولس براہا میرے پاس تیرے سوا اور کوئی رہنما نہیں ہے ورنہ ہم اپنا مقام کھو بیٹھیں گے۔"

ابولس براہا نے آنکھیں بند کرکے گردن ہلاتے ہوئے کہا.......... "ہاں یہی ممکن ہے اور یہی مناسب ہوگا۔ میں ستاروں سے رابطے قائم کروں گا اور ان سے پوچھوں گا کہ آئندہ کیا ہونا چاہئے تاہم تجھے انتظار کرنا ہوگا۔"

بوڑھی بیلہ نے ملتجی نگاہوں سے مجھے دیکھا اور کہنے لگی۔ "تُو بھی تاریخ کی الجھن کا شکار ہے روشن جمال اور جو کچھ تجھ سے مجھے معلوم ہوا ہے میں خود بھی اسے سمجھنے سے قاصر ہوں کہ عمر تو میری بھی کم نہیں ہے' لیکن میں دل سے یہ چاہتی ہوں کہ رامعن عوس کے دربار میں ایک دن یہ بات بہانگ دہل کہی جائے کہ سالوس جھوٹا خدا تھا اور اس کا علم ناقص کہ وہ حقیقتوں کا سراغ نہ پاسکا اور جو مستقبل کے لوگ تھے۔ انہوں نے تاریخ میں انتشار برپا کرکے اپنی برتری قائم کی اور غلط الزامات لگا کر تاریخ کے ایک سنہرے دور کو داغدار کردیا۔ یہ ثابت ہونا چاہئے اور اس میں روشن جمال تیری مدد بہت ضروری ہے اور ابولس براہا کی تمام پیش گوئیاں اس طرح درست نکلی ہیں کہ شاید بہت سوں کو یقین بھی نہ آئے.......... لیکن میں اس کی معتقد ہوں اور جانتی ہوں براہا ستاروں کا شناسا ہے اور ستارے اس سے کبھی غلط نہیں کہتے۔ سو اگر ہمیں یہاں سے رہنمائی مل گئی تو یوں سمجھ تیری اور میری دونوں کی مشکل آسان ہوجائے گی۔"

میں نے ایک لمحہ سوچے بغیر براہا کے ساتھ وقت گزاری پر آمادگی کا اظہار کردیا۔

میں خود بھی اہراز بیلہ سے متفق تھی اور جس مصیبت میں پھنس گئی تھی اس کا حل کسی نہ کسی شکل میں تو دریافت ہو۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ تاریخ اپنا سفر اس انداز میں طے کررہی ہو اور یہ سب کچھ بھی تاریخ ہی کا ایک حصہ ہو۔ مجھے یہاں رہنے پر آمادہ پاکر بوڑھی کھل اٹھی۔ اس نے میرا شکریہ ادا کیا پھر بولی۔

"مجھے تیرے تعاون پر اطمینان ہے۔ مطمئن رہ' میں تیری خبرگیری کرتی رہوں گی اور اس وقت جب ستارہ شناس ہمارے لئے ستاروں کی منتخب کردہ کوئی راہ متعین کردے گا تو ہم مل کر کام کریں گے۔"

رتھ سے میرے لئے آسائش کی جو چیزیں حاصل ہوسکتی تھیں وہ میرے حوالے کرکے اہراز وہاں سے چلی گئی اور میں واپس ابولس براہا کے پاس آگئی۔ میں نے معبد کی بلندیوں سے اس علاقے کو دیکھا تھا۔ ویسے تو یہ سب کچھ ہی حسین تھا لیکن ان بلندیوں سے مناظر اور بھی حسین نظر آتے تھے۔ اگر پُرسکون حالات میں ایسی کسی جگہ کچھ وقت گزارنے کا موقع ملتا تو بڑی خوشی سے گزارا جاسکتا تھا لیکن میری ذہنی حالت اب بھی خراب تھی۔ ابھی تک کوئی بہتر صورت سامنے نہیں آئی تھی کچھ دیر کے بعد ابولس براہا کے پاس آگئی۔ براہا نے کہا۔

"یہاں قیام میں تجھے کوئی مشکل نہیں ہوگی۔ اپنی پسند کی جگہ آرام کے لئے منتخب کرلے۔"

"اس کی چنداں فکر نہ کر معزز بزرگ۔ یہ سب بہت خوبصورت جگہ ہے۔ یہاں تیرے سوا اور کون ہے۔"

"بہت سے ہیں تو سب سے واقف ہوجائے گی۔" اس نے کہا۔ پھر بولا۔ "آرام کر.......... میں تجھے آواز دے لوں گا۔" اس وقت وہ مجھ سے بات نہیں کرنا چاہتا تھا۔ میں بھی ضعیف شخص کے پاس سے ہٹ گئی۔ پھر میں نے زیتون کے ایک جھنڈ میں آرام کے لئے جگہ منتخب کی۔ صاف ستھری گھاس کا بستر تھا میں وہاں آرام کرنے لیٹ گئی اور بوڑھے ستارہ شناس کے بارے میں سوچنے لگی۔ اہراز بیلہ اور نہ جانے کون کون دماغ میں آئے۔ اب ان تمام چیزوں کے بارے میں سوچ سوچ کر دل پر بیزاری طاری ہوجاتی تھی۔ مجھے اس کہانی کا کوئی اختتام نہیں نظر آتا تھا۔ یوں لگتا تھا جیسے یونہی بھٹکتے بھٹکتے زندگی کا اختتام ہوجائے گا اور کسی بات کا کوئی فیصلہ نہیں ہوسکے گا۔ اپنی ہر کوشش کرکے تو ناکام ہوچکی ہوں کیا فائدہ کسی بہتری کے بارے میں سوچنے سے

جو ہو گا دیکھا جائے گا.......... آنکھیں بند کرلیں اور نیم غنودگی کی سی کیفیت کا شکا
ہو گئی۔ یہاں کسی کے آنے کا کوئی خدشہ نہیں تھا اور ویسے بھی اگر کوئی آجاتا تو کیا فرز
پڑتا ہے۔ انہی سوچوں میں اچھی خاصی نیند آگئی۔ پھر شاید درختوں کے اس جھنڈ م
کوئی ہلچل ہوئی تھی۔ آنکھ کھل گئی.......... ایک لباس سا نظر آیا جو میرے بائی
سمت درختوں کے جھنڈ کے دوسری جانب تھا۔ میں ہاتھ ٹکا کر اٹھ گئی اور میں
سرسراتی آواز میں کہا۔

"کون ہے..... ......؟" بس یونہی بے اختیاری کے عالم میں یہ الفاظ زبان
نکل گئے تھے ورنہ کوئی بھی ہو سکتا تھا۔ میری خواب گاہ تو تھی نہیں' جو کسی کو یہار
آنے پر روک ٹوک ہوتی.......... جواب نہیں ملا۔ لباس ایک دم غائب ہو گیا تھ
درختوں کے جھنڈ سے باہر نکل آئی اور اِدھر اُدھر دیکھنے لگی لیکن آس پاس کوئی موجو
نہیں تھا.......... بہرحال پانی تلاش کر کے منہ وغیرہ دھویا اور پھر بھوک کا احساس ہوا
تو زیتون کے پھلوں کا ایک گچھا توڑ کر ان سے شکم سیری کی' بہت ہی لذیذ زیتون تھے۔
پھر وہاں سے ہٹی اور اس سمت آگئی جہاں ابولس براہا پتھر کی ایک بڑی سی سل پر دوزانو
بیٹھا ہوا تھا۔ یہ نئی جگہ تھی۔ ورنہ اس سے پہلے وہ معبد کے سامنے کے حصے میں نظر آیا
تھا۔ یہ معبد کا عقبی حصہ تھا' میں آہستہ آہستہ چلتی ہوئی اس کے نزدیک پہنچ گئی۔
بوڑھے براہا نے مسکراتی ہوئی نگاہوں سے مجھے دیکھا اور بولا.......... "آ بیٹھ میں
تیرے بارے ہی میں سوچ رہا تھا' میرا خیال ہے تُو ذہنی طور پر شگفتہ ہے۔ شاید سو گئی
تھی۔"

"ہاں تمہاری یہ دنیا بہت خوبصورت ہے ابولس براہا لیکن میں اپنے اندر کے
اضطراب میں اس کا حسن گم کر بیٹھی ہوں کاش مجھے دلی سکون مل جائے۔"

"بیٹھ جا۔" براہا نے نرمی سے کہا۔ میں اس کے سامنے بیٹھ گئی۔ وہ بولا۔ "میں
نے تجھ پر غور کیا ہے۔ بہت دیر کے بعد مجھے یاد آیا کہ اہرازبیلہ سے میری کیا باتیں ہوئی
تھیں اور میں نے اسے ستاروں کے حوالے سے کیا بتایا تھا تیرا تعلق تو بڑی عجیب دنیا
سے ہے۔ مجھے اس کے بارے میں کچھ بتائے گی۔"

"کیا پوچھنا چاہتے ہو؟"

"کچھ سوال جن سے میں ستاروں کی پیش گوئی کی تصدیق کرنا چاہتا ہوں۔"

"پوچھو۔" میں نے کہا اور وہ سوچ میں ڈوب گیا۔ پھر بولا "تم لوگ لوہے کے

سفر کرتے ہو؟ تمہارے جہاز سمندر کی گہرائیوں میں دوڑتے ہیں' کیا آہنی
گھوڑوں پر تمہیں فضا کا سفر کراتے ہیں۔ کیا تم نے آگ کو خول میں بند کرلیا ہے۔ کیا
روشنی تمہاری قیدی بن گئی ہے۔ کیا تمہارے درمیان نفرتوں کے گڑھے نمودار ہو گئے
تمہارے ہتھیار آگ کے آتشیں خول میں بند ہیں۔ کیا تمہارے سورما بزدل
ہو گئے ہیں مجھے ان سوالوں کے جواب دو۔"

"لوہے کے گھوڑے۔" میں نے پُرخیال انداز میں کہا۔ "ہاں ابولس براہا تم
...ٹھیک کہتے ہو۔ ہم انہیں کار اور ریل کا نام دیتے ہیں۔ سمندر کی گہرائیوں میں دوڑنے
والے جہاز آبدوز کے نام سے پکارے جاتے ہیں۔ آگ یقیناً خول میں بند ہے اور ہم
...ے کارتوس کہتے ہیں روشنی بے شک قیدی ہے جو سوئچ دبانے سے آزاد ہو جاتی ہے
...یار آتشیں ہیں۔ بہادری کا فقدان ہے اور ہمارے سورما چالاکی سے ایک دوسرے
...ار کرتے ہیں اور نفرت۔ سب سے زیادہ ہم نفرت سے محبت کرتے ہیں۔"

"ستارے سچ کہتے ہیں۔ وہ بے شک سچ کہتے ہیں۔"

"تمہارے ستارے میری تقدیر کا کیا فیصلہ سناتے ہیں ابولس براہا کچھ بتا سکتے ہو
...بارے میں۔"

"ہاں بہت جلد.......... میں نے وعدہ کیا ہے۔" اس نے کہا۔

"تم نے مجھ سے میرے بارے میں کچھ نہیں پوچھا.........." میں نے کہا۔

"اس کی ضرورت نہیں' جب میں ستاروں سے تمہارے بارے میں سوال
...وں گا تو وہ مجھے تمہاری پوری کہانی سنا دیں گے۔" ابولس براہا نے مطمئن لہجے میں

"آہ ابولس براہا میں اپنی تقدیر کا فیصلہ سننا چاہتی ہوں' چاہے وہ کسی بھی شکل میں
اگر ماضی کی عدالت مجھے موت کی سزا بھی دے تو یقین کرو وہ سزا مجھے خوش دلی
قبول ہو گی کم از کم زندگی کا کوئی یکطرفہ رخ تو سامنے آئے۔ لمحے لمحے کی موت مر
...ہوں میں.......... میں اس موت سے نجات چاہتی ہوں" میں نے کہا اور ابولس
...نے آنکھیں بند کر کے گردن ہلا دی پھر بولا۔

"بس مختصر سا انتظار کرلو۔ زیادہ دیر نہیں لگے گی.........." پھر وہ بولا..........
...ر سنو تمہیں شکم سیری کے لئے کچھ درکار ہو گا یہاں ان پھلوں کے سوا اور کچھ
ہے.......... کیا میں تمہارے لئے کچھ اور چیزوں کا بندوبست کروں؟"

"نہیں معزز بزرگ مجھے کسی شے کی حاجت نہیں ہے خواہش ہے تو بس اپنی تقدیر کے فیصلے کی۔"

"وقت ہر چیز کے لئے متعین ہوتا ہے' تم وقت سے پہلے اپنی تقدیر کا فیصلہ مت مانگو۔ وقت کی کتاب میں یہ فیصلہ تحریر ہے اور بس اس کا وہ ورق کھلنا چاہئے جس میں یہ فیصلہ درج ہو۔"

"اس وقت کا کوئی تعین نہیں ہو سکتا۔ کیا تم اپنے ستاروں سے یہ پوچھ کر مجھے بتا سکتے ہو.........؟" میرے اس سوال پر ابولس براہا مسکرا کر خاموش ہو گیا اور اس کے بعد اس نے مجھ سے بے تعلقی اختیار کر لی۔ کئی سوال پوچھے میں نے اس سے لیکن وہ پتھرا گیا تھا۔ میں اس کی کیفیت محسوس کرنے کے بعد وہاں سے اٹھ آئی اور پھر رات کی تاریکیاں پھیلنے تک یونہی بھٹکتی رہی۔ مجھے امید تھی کہ وہ رات کے نکلنے والے ستاروں سے میری تقدیر کا فیصلہ سنے گا لیکن سر شام ہی' آسمان پر کالے بادلوں کے غول منڈلانے لگے تھے۔ میں نے پریشانی سے سوچا کہ بھلا جب ستارے آسمان پر وارد ہی نہ ہوں گے تو وہ کس سے باتیں کرے گا۔

یہ بھی میری بدقسمتی کا ایک پہلو تھا۔ ہار کر اسی جگہ آ گئی جہاں دن میں آرام کیا تھا۔ لیکن یہاں آ کر حیران رہ گئی۔ صاف ستھرا بستر بچھا ہوا تھا ایک تکیہ بھی رکھا ہوا تھا۔ اطراف میں حسین پھول مہک رہے تھے۔ یہ پھول اس علاقے میں کہیں نہیں دیکھے تھے میں نے۔ یہ سب کہاں سے آ گیا۔ کیا یہاں کسی اور کا قیام ہے۔ یہ شاید کسی اور کے لئے ہے۔ وہاں سے ہٹنے کے بجائے میں نے وہیں انتظار کرنا ضروری سمجھا کوئی آئے گا تو دیکھا جائے گا۔ مگر رات گہری ہوتی گئی۔ کوئی نہیں آیا۔ میں تھک کر لیٹ گئی۔ زیادہ دیر نہیں ہوئی تھی کہ اچانک آہٹیں ہوئیں یہ آہٹیں جھنڈ سے باہر تھیں۔ میں جلدی سے اٹھ کر باہر نکل آئی لیکن گہرے سناٹے کے سوا کچھ نہیں تھا۔ عجیب سی بات تھی کسی سائے کو میں نے کئی بار دیکھا تھا لیکن سامنے نہیں آیا تھا۔ نہ جانے کون ہے اور مجھ سے چھپتا کیوں ہے۔ کچھ دیر اِدھر اُدھر دیکھتی رہی۔ پھر واپس اپنی جگہ آ گئی۔ یہاں ایک اور حیرت میری منتظر تھی۔ میرے بستر کے کنارے چند برتن رکھے ہوئے تھے۔ جن میں ایک میں تازہ بھنا ہوا گوشت دوسرے میں کچھ پھل رکھے ہوئے تھے۔ ایک برتن میں پانی بھی تھا۔

"کون ہے' کون ہو تم سامنے تو آؤ......... کون ہو تم......... سامنے آؤ تم

سے ملنا چاہتی ہوں۔ آؤ مجھ سے چھپنے کی ضرورت نہیں ہے۔" میں نے کئی بار پکارا لیکن سناٹے چیختے رہے۔ پھر کوئی آہٹ نہ سنائی دی۔ مجھے سخت حیرت ہوئی تھی یہ اسرار سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔ گوشت تو بالکل نہ چھوا لیکن پھل کھا لئے پھر برتن جھنڈ سے باہر رکھ کر واپس اپنی جگہ آ لیٹی......... ایک عجیب سا خوف دل میں جاگزیں ہو گیا تھا......... بہت دیر تک سوچوں میں گم رہی پھر آنکھیں بند کر لیں۔ وقت گزرتا رہا۔ پھر نیند آ گئی لیکن نیند گہری نہیں ہوئی تھی کہ ایک عجیب سا احساس ہوا۔ کسی کی گرم گرم سانسیں چہرے سے ٹکرا رہی تھیں۔ کوئی میرے بہت قریب تھا۔ میں نے دہشت زدہ ہو کر آنکھیں کھول دیں پھر بے اختیار میرے حلق سے دہشت بھری چیخ نکل گئی۔ دو آنکھیں میرے چہرے کے بالکل قریب تھیں لیکن صرف آنکھیں' روشن حسین آنکھیں اور کچھ نہیں تھا۔

وہ جو کوئی بھی تھا' میری چیخ پر بری طرح اچھل پڑا اور دوسرے لمحے درختوں کے جھنڈ سے باہر نکل گیا۔ میرا دل خوف کی وجہ سے بری طرح دھڑک رہا تھا۔ اب کسی شے کی بالکل گنجائش نہیں رہی تھی کوئی ضرور تھا۔ میں نے اچھی طرح اسے دیکھا تھا مگر وہ کون تھا اور مجھ سے کیا چاہتا تھا یہ معلوم نہ ہو سکا۔ مجھے چند گزرے ہوئے واقعات یاد آنے لگے۔ میں نے پہلے بھی کسی پُراسرار سائے کو آس پاس منڈلاتے ہوئے دیکھا تھا۔ پھر میرا بستر' اس کے بعد کھانے پینے کا سامان۔ ہو سکتا ہے وہ یہیں کہیں رہتا ہو اور چھپ کر میری خدمت کرنا چاہتا ہو لیکن کیوں۔ دماغ کوئی فیصلہ نہیں کر سکا تھا۔ البتہ دوسرے دن میں نے براہا سے پوچھا۔

"یہاں کون کون رہتا ہے' ابولس براہا.........!"

"میں نے تجھے بتایا تھا' بہت سے........."

"لیکن نظر تو کوئی نہیں آتا........."

"کیوں کیا زمین پر رینگتے ہوئے کیڑوں' درختوں پر پھدکتے ہوئے پرندوں کو تو نہیں دیکھ سکتی' یہ سب یہیں کے باسی ہیں' ہمارے ساتھ ہی رہتے ہیں ہمارے ساتھ ہی جیتے ہیں........."

"میری مراد کسی انسان سے تھی یہاں تمہارے علاوہ اور کوئی انسان نہیں رہتا........."

"یہ معبد آبادی سے بہت دور ہے اور پھر ویسے بھی یہ ویران جگہ ہے' عبادت

گزار بھی اس طرف نہیں آتے اس لئے میں نے اسے اپنے بسیرے کی جگہ بنا رکھا ہے انسانوں میں میرے علاوہ یہاں اور کوئی نہیں رہتا............"

"مگر میں نے کسی کو یہاں دیکھا ہے ابولس براہا۔"

"کسے............؟" اس نے پوچھا۔

"میں نہیں جانتی.......... اچھا یہ بتاؤ' درختوں کے جھنڈ میں میرے لئے کوئی بستر پہنچایا تھا تم نے............ میرے لئے کھانے کا بندوبست کیا تھا..........؟"

"عبادت گاہوں میں ایسے تکلفات کہاں ہوتے ہیں تم یہ سوال کیوں کر رہی ہو..........؟"

"اس لئے کہ درختوں کے جھنڈ میں میرے لئے کسی نے بستر بھی بچھایا تھا اور کھانے کے لئے خوراک بھی پہنچائی تھی۔"

ابولس براہا ایک لمحے کے لئے سوچ میں ڈوب گیا۔ پھر بولا.......... "ہو سکتا ہے عشتایہ آئی ہو' کبھی کبھی وہ یہاں آجاتی ہے اور معبد کی صفائی وغیرہ کر دیتی ہے' کوئی مقصد نہیں ہوتا اس کا۔ مجھ سے کچھ نہیں مانگا اس نے' کبھی کچھ نہیں چاہا۔ بس اپنے دل سے یہاں آجاتی ہے۔"

"کون ہے یہ عشتایہ..........؟"

"پتہ نہیں کون ہے۔ ایک بھٹکی ہوئی راہبہ ہے' دنیا ترک کر کے ویرانوں میں بسیرا کر رکھا ہے' جب اکتاتی ہے تو ادھر آجاتی ہے' نہ منہ سے کچھ بولتی ہے نہ کسی سے کچھ مانگتی ہے' شاید وہی ادھر سے گزری ہوگی' انسان تو ہے نا' تجھے دیکھا تو تیرے لئے کچھ کر ڈالا۔"

"تم نے کبھی اس سے اس کے بارے میں کچھ نہیں پوچھا..........؟"

"نہیں لڑکی۔ میں اپنے آپ ہی میں الجھا رہتا ہوں وہی ہوگی اور کوئی نہیں آیا یہاں۔ وہ بہت اچھی ہے اگر وہی آئی ہے تو تمہیں اس کی ذات سے کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ دل چاہے تو بات کر لینا اس سے' تجھے اچھا لگے گا.........."

عجیب سے الفاظ تھے ابولس براہا کے' میری سمجھ میں کچھ نہیں آیا۔ بہرحال میں خاموش ہوگئی۔ براہا کہنے لگا۔ "پچھلی رات تو ستاروں نے بادلوں کا غلاف اوڑھا ہوا تھا کچھ پتہ نہیں چل سکا لیکن اس رات بادل نہیں ہوں گے۔ کچھ نہ کچھ بات ہو جائے گی ان سے۔ تو آرام کر اور اس بات کو دل میں رکھنا کہ اس عبادت گاہ میں تمہیں کوئی

نقصان نہیں پہنچے گا' یہاں بری روحیں نہیں آتیں۔ اچھا میں تجھ سے رخصت ہو رہا ہوں' آج کی رات ستاروں سے بات ہوگی اور شاید میں تجھے آنے والے وقت کے بارے میں بتا سکوں۔"

☆------☆------☆

ابولس براہا میرے سامنے سے اٹھ کر چلا گیا اور میں عشتایہ کے بارے میں سوچنے لگی' اگر کوئی راہبہ یہاں موجود ہے تو کم از کم اس سے بات چیت تو کی جا سکتی ہے ورنہ تنہائی میرا دماغ پھاڑے دے رہی تھی۔ بوڑھا ابولس براہا ہوش و حواس کے عالم میں تھا۔ یہ کیا کم تھا اس کی عمر اتنی زیادہ تھی کہ اس سے ہوش و حواس کی باتوں تک کی توقع نہیں کی جا سکتی تھی۔

میں عشتایہ کی تلاش میں گھومنے لگی۔ بہت دور تک نکلی تھی' معبد کے آس پاس بھی دیکھا اور ایسے حصوں میں بھی جہاں کسی کے قیام کا امکان ہو سکتا تھا لیکن یہاں کسی کا وجود نظر نہیں آیا.......... انوکھی شخصیت تھی' اگر ابولس براہا سچ کہہ رہا ہے تو نہ جانے اس کی کہانی کیا ہوگی۔ میری طرف کس جذبے سے متوجہ ہوئی تھی۔ میں نے غور کیا تو احساس ہوا کہ اس کے دل میں میرے لئے کوئی برائی نہیں ہے بشرطیکہ یہ وہی ہو جس کے بارے میں ابولس براہا نے کہا اور ہو بھی کون سکتا ہے۔ عشتایہ مجھے کہیں نہ ملی اور میں اس کی تلاش کر کر کے تھک گئی ہو سکتا ہے کہیں دور چلی گئی ہو۔ اب کیا کروں' کوئی مشغلہ نہیں تھا ابولس براہا سے اگر کچھ کام کی بات معلوم ہو جائے تو بہتر ہے ورنہ پھر دیکھوں گی کہ آگے کیا کیا جا سکتا ہے' کبھی کبھی تو رونے کو دل چاہنے لگتا تھا۔ دل میں خواہش ابھرتی تھی کہ پھوٹ پھوٹ کر روؤں۔ کوئی بھی تو نہیں تھا میرا.......... ایسے جنجال میں پھنسی تھی کہ شاید دنیا کی کوئی بھی ہستی اس طرح مشکلات کا شکار نہ ہوئی ہو پھر اس وقت میں ایک بلند جگہ موجود تھی اور میری نگاہیں دور دور تک بھٹک رہی تھیں کہ دفعتاً ہی مجھے سامنے کے درّے سے بہت سے گھڑسوار آتے نظر آئے۔ وہ برق رفتاری سے گھوڑے دوڑاتے ہوئے معبد کی جانب آرہے تھے اور ایک لمحے میں یہ اندازہ ہو گیا تھا کہ فرعون کے سپاہی ہیں۔

میں بدحواس سی ہوگئی' کیا کروں۔ کیا کرنا چاہئے تیزی سے اپنی جگہ سے اٹھی اور ابولس براہا کی تلاش میں دوڑنے لگی تاکہ اسے ان سپاہیوں کے آنے کی اطلاع دے دوں۔ چند لمحات کے بعد گھوڑوں کی آوازیں معبد کے اطراف میں محسوس ہونے

لگیں۔ ابولس براہا وہاں موجود نہیں تھا جہاں وہ عموماً نظر آجایا کرتا تھا۔ میں معبد کے عقب میں پہنچی تو دفعتاً ہی میرے سامنے ایک انسانی وجود آگیا کوئی عورت تھی۔ اس کا چہرہ نقاب میں پوشیدہ تھا سر سے پاؤں تک ایک ایسے سیاہ لبادے میں ملبوس تھی جس سے اس کا جسم بھی نمایاں نہیں ہوتا تھا.......... البتہ کچھ نقوش اسے عورت ظاہر کررہے تھے۔ خاص طور سے آنکھیں' اور یہ وہی آنکھیں تھیں جو پچھلی رات مجھے اپنے قریب نظر آئی تھیں۔ میرے منہ سے ایک بے معنی سی آواز نکل گئی لیکن وہ دوڑ کر میرے نزدیک پہنچی اور اس نے میرا بازو پکڑلیا۔ پھر اس کی سرسراتی ہوئی سرگوشی سنائی دی۔

"میرے ساتھ آؤ تمہارے لئے خطرہ ہے۔ آؤ سوچنے کی ضرورت نہیں ہے۔ آؤ میرے ساتھ' جلدی کرو.........." میں بادلِ نخواستہ اس کے ساتھ معبد کے عقبی ڈھلوانوں میں دوڑنے لگی۔ اس کی رفتار بہت تیز تھی اور اس نے مجھے اتنی مضبوطی سے پکڑا ہوا تھا کہ اگر مجھے ٹھوکر لگے تو وہ سنبھال لے۔ ڈھلوانوں کے بعد پھر پیچ در پیچ پہاڑی سلسلے شروع ہوجاتے تھے۔ وہ دو پہاڑوں کی ایک درمیانی دراڑ سے گزر کر دوسری جانب آگئی۔ یہاں ایک پہاڑی میں بڑے سے غار کا دہانہ موجود تھا۔ اس کا رخ اسی دہانے کی جانب ہوگیا اور وہ مجھے وہاں سے اندر لے آئی۔ میرا سانس دوڑنے سے پھولنے لگا تھا۔ اس نے سرگوشی کے عالم میں کہا۔

"بیٹھ جاؤ' وہ یقیناً اس جانب متوجہ نہیں ہوں گے۔ تم یہاں رکو' میں دیکھتی ہوں۔ وہ کون ہیں اور یہاں کیوں آئے ہیں۔ یہاں سے نکلنے کی کوشش مت کرنا ورنہ یہ کوشش تمہارے حق میں بہتر ثابت نہیں ہوگی۔" یہ الفاظ ادا کرنے کے بعد وہ باہر نکل گئی اور میں غار کے ٹھنڈے فرش پر بیٹھی بری طرح ہانپتی رہی۔ دماغ ساتھ نہیں دے رہا تھا۔ بہت سی سوچیں میرے دل میں آرہی تھیں۔ غالباً راعمن عوس کو میری نشاندہی ہوگئی۔ ممکن ہے اس کا ذریعہ اہرازبیلہ بنی ہو' کسی طرح راعمن عوس کو یہ معلوم ہوگیا کہ میں قید خانے سے نکل بھاگی ہوں اور شاید وہاں مقید اناتم سلاطیہ نے انہیں بتادیا ہو کہ اہرازبیلہ کی جانب گئی ہوں۔ یوں وہ مجھے تلاش کرتے ہوئے یہاں تک آپہنچے ہوں۔ خیر مجھے اس کی زیادہ فکر نہیں تھی اور کچھ ہو یا نہ ہو ابن زمادنے مجھے تصویروں کا تحفظ بخشا ہوا تھا اور زاغ مجھے ایک ایسا فن دے گیا تھا جس نے اب مجھے اپنے آپ میں بہت پُراعتماد کردیا تھا اگر کوئی مشکل درپیش آئی تو اپنے آپ کو

زاویوں کی آغوش میں پناہ دے لوں گی پھر دیکھوں گی یہ لوگ میرا کیا بگاڑتے ہیں۔ لیکن یہ انوکھی راہبہ کون ہے میں نے اسے آسانی سے پہچان لیا تھا۔ وہی تھی جو سائے کی طرح میرے پیچھے لگی ہوئی تھی۔ تو یہ ہے اس کا ٹھکانہ' میں نے دل میں سوچا۔

تھوڑی دیر تک سانسیں بحال کرتی رہی پھر تجسس نے سر ابھارا اور میں نے اس غار کو بغور دیکھنا شروع کردیا۔ خاصی وسعت میں تھا اور یہاں ضروریاتِ زندگی کی چند اشیاء نظر آرہی تھیں۔ ایک سمت عجیب سا کاغذوں کا ڈھیر تھا' غالباً جانوروں کی کھال کو کاغذ کا درجہ دیا گیا تھا۔ ان کھالوں پر الٹی سیدھی تحریریں تھیں اور بھی بہت سی چیزیں' کھانے پینے کی کچھ اشیاء بھی تھیں۔ جانور کا سوکھا ہوا گوشت بھی ایک طرف موجود تھا۔ طرزِ زندگی تھوڑا سا جدید انسانوں جیسا تھا لیکن ایک تاریک گوشے میں رکھے ہوئے ایک تابوت کو دیکھ کر میرا تجسس مزید جاگا۔ حالانکہ ماحول دھندلا ہوگیا تھا اور غار میں اندھیرے اتر آئے تھے لیکن ابھی اتنی تاریکی نہیں پھیلی تھی کہ تابوت کے اس ہیولے کو میں نہ دیکھ پاتی.......... میں آہستہ آہستہ آگے بڑھتی ہوئی تابوت کے قریب پہنچ گئی۔ تب ہی مجھے وہاں ایک مشعل نظر آئی جو دیوار میں نصب تھی۔ مشعل کے پاس اسے روشن کرنے کے لوازمات بھی موجود تھے۔ میں نے چاروں طرف سے بے نیاز ہوکر مشعل روشن کردی اور پھر میری نگاہیں تابوت کا جائزہ لینے لگیں۔

تابوتوں سے میرا اچھا خاصا واسطہ رہ چکا تھا اس لئے انہیں دیکھ کر خوف نہیں محسوس ہوتا تھا میں نے تابوت کا ڈھکن کھولا اور مشعل کی روشنی میں اس کے اندر سوئے ہوئے زمانہ قدیم کے کسی وجود کو دیکھا لیکن اچانک ہی میرے ذہن کو ایک شدید جھٹکا لگا۔ اگر میری آنکھیں دھوکا نہیں کھارہی تھیں تو تابوت میں لیٹا ہوا وجود زمانہ قدیم کا کوئی وجود نہیں تھا.......... بلکہ یہ تو احمد کمال سعدی کا وہ جسم تھا جسے میں نے حیران کن طریقے سے آبشار کے پیچھے بنے ہوئے غاروں میں دیکھا تھا۔ تابوت بے شک وہ نہیں تھا اور نہ ہی اس کے قریب وہ دوسرا تابوت موجود تھا جسے ہمیشہ میں نے اپنے باپ کے جسم کے قریب دیکھا تھا یعنی انطاریہ کا تابوت.......... یہاں یہ تابوت اکیلا تھا اور میں کسی بھی طور اپنی آنکھوں کو نہیں جھٹلا سکتی تھی۔ مزید یقین کرنے کے لئے میں نے مشعل دیوار سے نکالی اور اسے تابوت کے قریب کرکے احمد کمال سعدی کے جسم پر غور کرنے لگی۔ سو فیصد وہی جسم تھا۔ بالکل وہی تھا.......... میرا دل پھر سے پگھلنے لگا حالانکہ حیرانی کی شدت بہت زیادہ بڑھ گئی تھی۔ یہ جسم اتنا طویل سفر طے کرکے یہاں

تک کیسے آ گیا۔ یہاں اس کی موجودگی کا کیا راز ہے کوئی بات جو سمجھ میں آ رہی ہو۔ کوئی پتہ نہیں چل رہا تھا۔ وہ راہبہ کون ہے۔ کہیں انطاریہ تو نہیں۔ جس نے اب اپنا جسم حاصل کر کے اپنا نادیدہ وجود مکمل کر لیا ہے.......... یہی ہو سکتا ہے اس کے علاوہ یہاں ان غاروں میں کیسے آ گئی جبکہ ابولس براہا کا کہنا ہے کہ عشتابیہ نامی کوئی راہبہ یہاں ان اطراف میں رہتی ہے اور کبھی کبھی اس کے معبد میں بھی آ جاتی ہے۔ الٰہی یہ کیا ماجرا ہے۔ کیا ہے یہ سب کچھ۔ پھر احمد کمال سعدی کو دیکھتے ہوئے میرے دل پر رقت طاری ہو گئی۔ میں مشعل تابوت کی جانب نصب کر کے تابوت کے نزدیک بیٹھ گئی اور میرے حلق سے سسکیاں نکلنے لگیں۔ ان سسکیوں میں میرے دل کی ترجمان میری آواز بھی شامل تھی۔

"ابو کیا دنیا میں کسی باپ نے اپنی اولاد کو اتنے دکھ دیئے ہیں۔ آپ نے اپنے شوق کی تکمیل کے لئے ایک راستہ اپنایا لیکن اپنے شوق ہی کی تکمیل کر لیتے آپ، مجھے اس دنیا میں کیوں لائے.......... اور اگر لائے تو مجھے اپنے آپ سے اتنا محروم کیوں رکھا، نا صرف اپنے آپ سے بھی بلکہ آپ مجھے وہ تحفظ بھی نہیں دے سکے جو ماں باپ سے ملتا ہے، دربدر بھٹکنے کے لئے چھوڑ دیا آپ نے مجھے.......... ابو بہت خود غرض ہیں آپ۔ آپ نے اپنی تحقیق مکمل کرنے کے لئے اپنی اولاد کو قربان کر دیا، زندگی اس قدر تلخ کر دی آپ نے میرے لئے کہ اب تو موت سے بھی شرم آتی ہے۔ ایسا کیوں ہے ابو۔ ایسا کیوں ہے۔"

میں روتی رہی، لیکن مردہ جسم بھلا کبھی کسی کو تسلی دے سکتے ہیں۔ ابو کا بے جان وجود اسی طرح ساکت و جامد رہا اور میری آنکھوں کے آنسو ختم ہو گئے اور کتنے آنسو بہاتی بے شک یہ پانی نکل جانے سے دل ہلکا ہو جاتا ہے لیکن اس کے علاوہ اور کیا ملتا مجھے.......... رفتہ رفتہ میں پُرسکون ہو گئی۔ بے جان جسم بھلا کہاں سنتے ہیں کسی کی۔ ابو تو اپنی بقا کی فکر میں لگے ہوئے تھے.......... میں زمانہ قدیم کے طلسم میں آ پھنسی ہوں بھلا میرا پُرسانِ حال کون ہے۔ بیکار ہے سب بیکار ہے اس سے تو بہتر یہی ہے کہ رائمن عوس کی تحویل میں چلا جائے اور اس سے مطالبہ کیا جائے کہ میرا فیصلہ کر دے۔ میں اس کی دنیا کی انسان نہیں ہوں، اگر زندگی میرے لئے ممکن نہیں تو پھر مجھے موت دینے میں بھی جلدی کی جائے، بس ایک جنون سا طاری ہو گیا دل و دماغ پر۔ دنیا بہت بری لگنے لگی۔ باہر رائمن عوس کے سپاہی موجود تھے خود کو گرفتاری کے لئے

پیش کر دیا جائے۔ یہی بہتر ہے بے مقصد جدوجہد کرنے سے کوئی فائدہ نہیں۔ کچھ اس طرح بے اختیار ہوئی کہ سب کچھ فراموش کر کے باہر نکل آئی۔ باہر کوئی نہیں تھا وہ بھی موجود نہیں تھی۔ میں معبد کی طرف چل پڑی۔ فاصلہ زیادہ نہیں تھا۔ معبد نظر آ رہا تھا لیکن یہاں آ کر حیران ہو گئی رائمن عوس کے سپاہی شاید واپس چلے گئے تھے۔ حالانکہ زیادہ دیر نہیں ہوئی تھی انہوں نے پہاڑوں پر پھیل کر مجھے تلاش بھی نہیں کیا تھا میں نے زور سے چیخ کر کہا۔

"کوئی ہے۔ میں یہاں ہوں۔ میں روشن جمال ہوں۔ رائمن عوس کی مفرور قیدی۔ میں خود کو گرفتاری کے لئے پیش کر رہی ہوں کوئی ہے۔" میری آواز کی بازگشت گونجتی رہی۔ مگر کوئی دوسری آواز سنائی نہ دی۔ تھک ہار کر ایک پتھر پر بیٹھ گئی اپنی بے وقعتی کا احساس ہو رہا تھا۔ کوئی پُرسانِ حال نہیں ہے میرا۔ بالکل تنہا ہوں اس کائنات میں۔ بدن پر کپکپاہٹ سی طاری ہو گئی۔ کیا ہو گا آخر، میرا کیا ہو گا۔ بہت دیر تک اسی طرح بیٹھی رہی۔ پھر ابولس کا خیال آیا وہ کہاں ہے اپنی جگہ سے اٹھی اور اسے تلاش کرنے لگی۔ جہاں وہ موجود ہوتا تھا وہاں نہ تھا۔ بے چین ہو کر اسے پکارنے لگی اور میری لرزتی ہوئی آواز پہاڑوں میں گونجنے لگی۔

"ابولس براہا کہاں ہو تم ابولس براہا جواب دو مجھے آواز دو ابولس براہا۔ میں تمہارے پاس آنا چاہتی ہوں میں تنہا ہوں ابولس براہا۔ میرا دل گھبرا رہا ہے۔ براہا کہاں ہو تم؟" میں چیختی ہوئی چٹانوں میں بھٹکنے لگی، پھر مجھے ایک آہٹ محسوس ہوئی بغلی چٹان سے کوئی نکل کر سامنے آ گیا تھا۔ میرے حلق سے ہلکی سی آواز نکلی اور میں اس طرف متوجہ ہو گئی۔

"براہا.......... بہ.........." میری آواز بند ہو گئی۔ ابولس براہا نہیں بلکہ وہی سیاہ پوش عورت تھی، میں نے اسے دہشت ناک نگاہوں سے دیکھا اور میرے منہ سے آواز نکلی۔

"انطاریہ ہو نا تم، یہ چہرہ کیوں چھپا رکھا ہے تم انطاریہ ہی ہو ناں۔"

"انطاریہ۔" عورت کے منہ سے سرسراتی آواز نکلی اس نے اِدھر اُدھر دیکھا دیکھا پھر آہستہ سے بولی۔

"تم غار سے باہر کیوں نکل آئیں۔ یہ جگہ تو تمہارے لئے مخدوش تھی تم نے وہیں میرا انتظار کیوں نہیں کیا۔ یہاں تمہارا آنا خطرناک بھی ہو سکتا تھا، تم نے یہ خطرہ

مول کیوں لے لیا..........؟"

"مجھے اس زندگی سے نفرت ہے' میں لعنت بھیجتی ہوں اپنی زندگی پر۔ میں جینا نہیں چاہتی۔ مرنا چاہتی ہوں۔ میں اپنے ناکارہ بوجھ کو گھسیٹتے گھسیٹتے میں تھک گئی ہوں۔ اب اس ناکارہ وجود کو فنا ہو جانا چاہئے۔ اگر ایسا نہ ہوا تو میں کسی اونچی چٹان پر چڑھ کر چھلانگ لگا دوں گی۔ خود کشی کرلوں گی میں۔ نہیں جینا چاہتی اب میں ایک لمحہ نہیں جینا چاہتی' دماغ چٹخنے لگا ہے میرا' ہوش و حواس گم کر بیٹھی ہوں میں اب مجھے صرف موت چاہئے موت.........."

وہ جیسے تڑپ گئی ہو' آگے بڑھی اور اس نے بڑی محبت سے میرا بازو پکڑ لیا..........

"نہیں لڑکی نہیں' اس عمر میں موت نہیں مانگتے' نہیں بیٹے آؤ میری بچی تم بے سکون ہو ناں' میں تمہیں سکون دوں گی آؤ میرے ساتھ آؤ.......... تمہارا یہاں ہونا خطرناک ہے تمہیں یہاں خطرات درپیش ہیں.........."

"اب میں کسی خطرے کو نہیں مانتی کوئی بھی خطرہ میری زندگی ہی ختم کرسکتا ہے ناں' راعمن عوس میری موت کا پروانہ جاری کرسکتا ہے ناں' میں خود اس کی خواہش مند ہوں' موت چاہئے مجھے موت چاہئے۔"

"میری بچی آؤ تو سہی۔ آؤ یہاں رکنا مناسب نہیں ہے۔ آؤ میرے ساتھ انہی غاروں میں چلو' آؤ دیکھو میری بات مان لو میں.......... میں.........." اس نے جملہ ادھورا چھوڑ دیا..........

"تم انطاریہ ہو ناں..........؟" میں نے غراتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"نہیں' میں انطاریہ نہیں ہوں۔"

"تو پھر کون ہو تم..........؟" میں نے سوال کیا اور وہ خاموش ہو گئی۔ چند لمحے خاموش رہی پھر اس نے آہستہ سے کہا۔

"تم میرے ساتھ چلو گی نہیں آؤ یہاں رکنا مناسب نہیں ہے۔"

"ابولس براہا کہاں ہے؟" میں نے سوال کیا۔

"اسے راعمن عوس کے آدمی لے گئے۔"

"ابولس براہا کو لے گئے؟"

"ہاں..........!"

"کیوں..........؟"

"میں نہیں جانتی لیکن میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے وہ ابولس براہا کو اپنے ساتھ لے گئے ہیں۔"

"کیا گرفتار کر کے..........؟"

"نہیں انہوں نے اسے گرفتار نہیں کیا بلکہ احترام کے ساتھ ایک رتھ میں بٹھا کر لے گئے ہیں کیونکہ بزرگ ابولس براہا گھوڑے کی پشت پر سفر نہیں کرسکتا تھا بظاہر یوں لگتا ہے جیسے وہ اس کے ساتھ برا سلوک نہیں کررہے لیکن بہرطور وہ اسے لے گئے ہیں۔"

"کیوں لے گئے ہیں وہ ابولس براہا کو بھلا اس تارک الدنیا بوڑھے سے انہیں کیا لینا ہے نہ جانے کیا ہو رہا ہے یہ سب کچھ نہ جانے کیا ہو رہا ہے۔"

"تم میرے ساتھ آؤ خود کو اس قدر ہلکان نہ کرو' میں تمہاری بہترین معاون ثابت ہوں گی.........." اس نے مجھے بازو سے پکڑ کر دھکیلتے ہوئے کہا اور میں بے بس اختیار سی اس کے ساتھ چل پڑی۔ ابولس براہا کو وہ لوگ اپنے ساتھ لے گئے تھے نہ جانے کیوں' کہیں میری وجہ سے بوڑھا ستارہ شناس مصیبت کا شکار نہ ہو جائے' ہوتا ہے تو جہنم میں جائے' میرے لئے کسی نے اب تک کیا کچھ کیا ہے' پچھلی رات آسمان پر بادل ہی چھا گئے کتنی بدنصیب ہوں میں' راستہ چلتے ہوئے اس نے کہا۔

"تم نے بہت بڑا خطرہ مول لیا تھا' تمہیں ایسا نہیں کرنا چاہئے تھا۔"

"مجھے کیا کرنا چاہئے اور کیا نہیں کرنا چاہئے اس کے لئے نہ مجھے تمہارا مشورہ درکار ہے اور نہ میں کسی سے کوئی مدد چاہتی ہوں۔ تم سب میرے دشمن ہو تم سب غیر انسانی شخصیتیں ہو۔ سنو اگر تم ان پہاڑوں میں بھٹکنے والی کوئی روح ہو۔ اگر تمہارا تعلق زمانہ قدیم کی کسی داستان سے ہے تو مجھے تم سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ نہ میں ان داستانوں کی رسیا ہوں' کسی سے دلچسپی نہیں ہے مجھے۔ کسی کی محبت یا طلب نہیں ہے مجھے۔ میں ایک تنہا آوارہ روح کی مانند بھٹک رہی ہوں اس کائنات میں' میں نہ جانے کیوں زندہ ہوں کاش میں بھی تمہاری طرح زمانہ قدیم کی کوئی روح ہی ہوتی کم از کم سکون کا کوئی لمحہ تو میسر آجاتا مجھے' اتنی بے سکون ہوں میں کہ میرا ذہن میرے قابو میں نہیں ہے' میرا دل و دماغ ناکارہ ہو چکا ہے میں اسی طرح ختم ہو جاؤں گی۔ میں مرجانا چاہتی ہوں۔ مجھے موت درکار ہے اور کچھ نہیں۔ راعمن عوس کوئی فیصلہ کرے' مجھے

کسی فیصلے سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ نہ ماں چاہئے مجھے نہ باپ' کوئی بھی نہیں چاہئے میں صرف موت کی خواہش مند ہوں۔ سمجھیں' اور تم اپنا چہرہ کیوں چھپائے ہوئے ہو' مجھ سے بہت زیادہ محبت اور یگانگت کا اظہار کر رہی ہو لیکن تمہارا چہرہ ایک کپڑے میں چھپا ہوا ہے تم اسے بھی میرے سامنے نہیں لانا چاہتیں۔" میں زور زور سے چیختی ہوئی اس کے ساتھ چل رہی تھی اور وہ خاموشی سے میرا بازو پکڑے ہوئے تھی بس اس کے انداز میں محبت تھی کوئی ایسی گرفت نہیں تھی جس سے یہ احساس ہو کہ میرے ساتھ زبردستی کرنا چاہتی ہے۔

☆------☆------☆

کچھ دیر کے بعد ہم واپس اسی غار میں داخل ہو گئے۔ میں تیز تیز قدموں سے چلتی ہوئی غار کے وسط میں آئی اور پھر میں نے زمین پر بیٹھتے ہوئے تابوت کی طرف انگلی اٹھا کر کہا۔

"اس تابوت میں......... اس تابوت میں میرا باپ سو رہا ہے۔ اپنے بے روح بدن کے ساتھ' وہ ایک عظیم محقق ہے اس نے تاریخ مصر پر بے شمار کتابیں لکھی ہیں۔ بہت بڑا انسان ہے وہ دنیا کی نگاہوں میں بہت بڑا مقام ہے اس کا لیکن یہ صرف اپنی ذات کے لئے ہے وہ تاریخ میں آکر ایک مشکل کا شکار ہو گیا ہے اور اب اپنی مشکل دور کرنے میں سرگرداں ہے اور اس کے لئے اس نے مجھے قربان کر دیا ہے۔ اسے میری ضرورت صرف اس لئے ہے کہ اس کی تحقیق میں شاید میں اس کی مددگار ثابت ہو سکوں لیکن مجھ پر جو بیت رہی ہے اس کی اسے کوئی فکر نہیں ہے۔ وہ آج بھی اپنے جسم سے دور ہے حالانکہ جتنا علم مجھے ہے اس کے تحت وہ جب چاہے اپنے اس جسم میں آسکتا ہے۔ اتنی تنہائیوں میں اتنی بے آسرا اور بے یار و مددگار ہوں' بتاؤ کیا کروں میں مجھے کیا کرنا چاہئے خودکشی نہ کروں تو اور کیا کروں' کتنا عرصہ گزر گیا اب تو یوں لگتا ہے جیسے صدیاں بیت گئیں ان پریشانیوں کے درمیان کوئی حل نگاہوں کے سامنے نہیں آتا عرصہ دراز تک مجھ یہی بتایا گیا ہے کہ عمر کا ایک حصہ مکمل ہونے کے بعد میری ان مشکلات کا خاتمہ ہو جائے گا مجھے تاریخ کی عدالت میں پیش کیا جائے گا اور اس کے بعد' اس کے بعد میری تقدیر کا فیصلہ ہو جائے گا حالانکہ میں نے کوئی گناہ نہیں کیا ہے۔ جو گنہگار ہیں وہ آزاد پھر رہے ہیں مشکل کا شکار ہوں تو صرف میں' صرف میں........."

وہ مجھے دیکھتی رہی اس کی آنکھوں میں عجیب سے تاثرات تھے لیکن میں اب کسی سے متاثر نہیں ہوتی تھی۔ اس نے چند لمحات کے بعد کہا۔

"دیکھو یہاں سے باہر نہ نکلنا' میں تمہارے لئے پھلوں کا عرق لاتی ہوں تمہیں سکون دے گا۔"

"کچھ نہیں چاہئے مجھے۔ کچھ بھی نہیں چاہئے۔"

"نہیں روشن جمال' بیٹھو براہ کرم میرا انتظار کرو' جانا نہیں یہاں سے نکلنا نہیں۔"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ کافی دیر تک غار سے باہر رہی اور اس کے بعد واپس آگئی' اس کی جھولی میں بہت سے پھل تھے غار کے دوسرے حصے میں جا کر اس نے پھلوں کا عرق نکالا اور پھر ایک برتن میں لے کر میرے پاس آگئی۔ اس نے بڑی محبت سے مجھ سے پھلوں کا یہ عرق پینے کی درخواست کی۔ میں نے بس جھنجلاہٹ کے عالم ہی میں اس کے ہاتھ سے برتن لیا اور عرق اپنے معدے میں اتار لیا' وہ خاموش میرے سامنے بیٹھی ہوئی تھی۔ عرق پینے سے مجھے سکون ملا تو میں نے کہا۔

"میں اپنی ضرورتوں کو نظرانداز نہیں کر سکتی کیونکہ' کیونکہ میں تمہاری طرح زمانۂ قدیم میں مرجانے والوں میں سے نہیں ہوں۔ میں زندہ ہوں۔ تم لوگ اپنا دور گزار چکے ہو تم نے ماضی میں جو کچھ کرنا چاہا تھا وہ کر لیا ہے اور تمہارے لئے اب یہ صرف ایک کہانی ہے' لیکن میں زندہ ہوں میں کیا کروں' مجھے زندگی کی تمام ضرورتوں سے گزرنا پڑتا ہے' میں اسی پریشانی میں ہوں کوئی بھی مجھے اپنا ہمدرد اپنا شناسا اپنا دوست نہیں ملتا۔"

"میں تم سے کچھ پوچھوں؟"

"پوچھو پوچھو' ظاہر ہے اس وقت تمہارے علاوہ میرے سامنے اور کون ہے بڈھا ستارہ شناس کہتا تھا کہ وہ ستاروں سے میرے بارے میں علم حاصل کرے گا اور میرے مستقبل کا فیصلہ کرے گا وہ بھی چلا گیا۔ کچھ بھی تو نہیں ہے میرے ہاتھ میں اب کوئی ایسا نہیں ہے جو مجھے یہ بتائے کہ میرا مستقبل کیا ہو گا...........؟"

"ماضی میں تم پر کیا کیا گزری' کیا مجھے بتانا پسند کرو گی...........؟"

"بہت مختصر سی کہانی ہے میری۔ ماں' باپ سے ناآشنا ہوں۔ ایک عمارت میں پروان چڑھایا گیا۔ ملازمین کی فوج بکھری ہوئی تھی۔ ہوش سنبھالا تو پتہ چلا کہ میرا باپ

موجود ہے۔ ایک کمرے میں اس کی تصویر آویزاں تھی اور اس تصویر سے مجھے ہمیشہ
کہہ کر روشناس کرایا گیا تھا کہ یہ میرا باپ ہے لیکن کہاں ہے کوئی نہیں جانتا تھا اور
جب مجھ پر اپنے باپ کو جاننے کا جنون سوار ہوا تو بھیانک واقعات کا آغاز ہو گیا۔"
نے اسے اپنے بارے میں ایک ایک لفظ بتادیا اسی طرح میرے دل کی بھڑاس نکل
تھی وہ خاموشی سے میری یہ داستان سن رہی تھی۔ یہاں تک کہ میں نے اپنے یہا
پہنچنے تک کی کہانی اس کے گوش گزار کر دی وہ خاموشی سے سنتی رہی پھر جب میر
کہانی ختم ہو گئی تو میں نے کہا۔

"کہو لطف آیا' مگر کیا تم یہ کہانی نہ جانتی ہو گی کیا تمہیں معلوم نہ ہو گا کہ میں کو
ہوں.........؟"

"مجھے معلوم ہونا چاہئے تھا.........؟" اس نے ایک عجیب سا سوال کر دیا۔

"ہاں کیونکہ تم انطاریہ ہو' ورنہ میرے باپ کا جسم یہاں کیسے ہوتا۔ تم نے ا
جسم واپس حاصل کر لیا ہے اور یقینی طور پر میرے باپ کا نادیدہ وجود ابھی تمہارے'
میں نہیں آیا اور تم اس کی تلاش میں سرگرداں ہو۔ لوگ یہی کہتے رہے ہیں کہ تم
ہی اپنے باپ کو شکار کرنے کا ذریعہ بنوں گی۔ لیکن ایسا نہیں ہونا چاہئے نہ مجھے ا
اپنے باپ سے کوئی دلچسپی ہے نہ دنیا کے دوسرے معاملات سے' سمجھیں تم' انطار
بات تمہاری سمجھ میں آگئی.........؟"

وہ خاموشی سے مجھے دیکھتی رہی اور پھر اس نے آہستہ سے کہا........."تم
تمہیں بتا سکتی ہوں کہ میں انطاریہ نہیں ہوں۔"

"تو پھر کون ہو تم کیا عشتابیہ ہو جس کے بارے میں مجھے بوڑھے ابولس براہا
بتایا تھا.........؟"

"ہاں میں وہی ہوں۔" اس نے آہستہ سے جواب دیا۔

"تو پھر زمانہ قدیم کی تارک الدنیا' میرے لئے کیوں پریشانیاں مول لے رہی ہو
بیکار ہے مجھ سے ہمدردی کرنا۔ میں مشکلات کا پہاڑ ہوں کوئی میرے لئے کچھ نہیں
کر سکتا۔"

"ایسا نہ کہو میں تمہارے لئے سب کچھ کروں گی میں تمہیں........." اس۔
جملہ ادھورا چھوڑ دیا میں ہنس پڑی۔

"بہت سوں نے ایسا کہا ہے یقیناً وہ بھی مجھ سے مخلص ہوں گے لیکن میرے دشم

باپ نے اس کہانی کو اس طرح الجھا دیا ہے کہ کوئی کچھ نہیں کر سکتا۔ لوگ میرے لئے
کچھ کرنا چاہتے ہیں لیکن پھر پریشان ہو جاتے ہیں۔ آخر کیا کریں؟"

"تم اپنے باپ کو اپنا دشمن سمجھتی ہو۔"

"تمہارا کیا خیال ہے۔ میری کہانی سننے کے بعد تم اس بارے میں کیا کہتی ہو؟"

"ہو سکتا ہے اس میں تمہاری ماں کا بھی قصور ہو۔"

"میں اس وجود سے ناآشنا ہوں۔ میں اس نام کی کسی ہستی سے ہی ناواقف ہوں
س کے بارے میں کیا کہوں' اور پھر کتنی غلط بیانی کی گئی ہے مجھ سے۔ ہمیشہ یہی کہا گیا کہ
یں سلاطیہ ثانی ہوں۔ تاریخ کی ایک اہم شخصیت میری ماں ہے۔ میرے باپ نے
زری ہوئی تاریخ کے تقدس کو پامال کیا ہے۔ اپنے علم سے تاریخ کی پاکبازی کو
اندار کیا ہے۔ وہ عورت بھی اس گناہ میں شریک تھی جو راعمن عوس کی بہن اور
الوت کی بیٹی تھی لیکن افسوس وہ بھی میری ماں نہیں ہے۔ وہ اپنی پاکبازی کا رونا
وتی ہے۔"

"ہو سکتا ہے روشن جمال وہ اپنے گناہ کو چھپانا چاہتی ہو۔"

"نہیں عشتابیہ......... نہیں مقدس راہبہ۔ ماں کے بارے میں مجھے کوئی تجربہ
یں ہے لیکن اتنا ضرور مانتی ہوں کہ وہ میری ماں نہیں تھی۔"

"کیسے کہہ سکتی ہو۔" وہ دلچسپی سے بولی۔

"کوئی کسی کے لئے اتنا تڑپے' اتنا ترسے اور جب وہ سامنے آجائے تو دل میں
چھ بھی نہ ہو۔ وہ گناہ گار اپنا گناہ چھپا رہی تھی تو میں تو گناہ گار نہیں تھی۔ میرے دل
نے بھی تو اسے ماں تسلیم نہیں کیا۔"

"مگر تم تو اس وجود سے ناواقف ہو۔"

"ماں کے نام سے ناواقف نہیں ہوں۔ اس کے بجائے اگر کوئی تمہیں میری ماں
ہ دے تو میں سوچنے پر مجبور ہو جاؤں گی' درختوں کی گھاس پر لگے ہوئے بستر کو دیکھ
زدیک رکھے ہوئے کھانے کو دیکھ کر' ان آنکھوں کو دیکھ کر جن میں پیار کے ساگر
جزن تھے۔ جذبوں کا احساس کیا جا سکتا ہے۔ عورت کی فطرت میں ممتا ہے تم ایک
بس لڑکی کے لئے اتنے پیار کے جذبات رکھتی ہو لیکن......... وہ......... اس
تو عورت بھی مکمل نہیں تھی ماں تو دور کی چیز ہوتی ہے۔" ایک بار پھر میری آواز
ہ گئی۔ آنکھوں میں آنسو آگئے اور ہر شے دھندلا گئی۔ عشتابیہ کا چہرہ بھی آنسوؤں

کی چادر کے پیچھے چھپ گیا اور میں نے گردن جھکالی۔ نہ جانے میرے الفاظ نے اِ
کیا اثر چھوڑا تھا..........! وہ خود بھی خاموش بیٹھی رہی تھی۔ یہ خاموشی بے
طویل ہوگئی میرا کچھ بولنے کو دل نہیں چاہ رہا تھا۔ پھر میں غار کی ہموار زمین پر لیٹ
ٹھنڈی زمین بے حد سکون دے رہی تھی۔ میں نے آہستہ سے کہا۔

"سب سے بہتر یہ زمین ہے جو سکون تو دیتی ہے۔" میں نے آنکھیں بند کر لیں
پُرسکون زمین نے واقعی ایسا سکون بخشا کہ نیند آگئی بہت گہری نیند۔ دوبارہ آنکھ کھل
وقت نہ جانے کیسا الٹا سیدھا ہوگیا۔ سورج پوری طرح چمک رہا تھا۔ کب شام ہو
اور کب رات گزر گئی۔ پتہ ہی نہ چلا۔ میں حیران حیران اٹھ کر بیٹھ گئی۔ غار سنسان
تھا۔ عشتایہ غار میں موجود نہیں تھی۔ کمال کی نیند آئی تھی لیکن اس بھرپور نیند نے
شگفتہ کردیا تھا۔ ایک انگڑائی لے کر اٹھ گئی راہبہ باہر ہوگی اور یقیناً میرے لئے پ
اکٹھے کرنے میں لگی ہوئی ہوگی۔ میں غار کے دہانے سے باہر نکل آئی اور پہاڑیوں
اوٹ سے نکل کر معبد کے ڈھلوانوں کی سمت پہنچ گئی۔ تبھی میں نے معبد کی بلندیوں
ایک گھڑسوار کو دیکھا۔ اس نے بھی مجھے دیکھ لیا تھا چنانچہ وہ زور زور سے چیخنے لگا۔
دھک سے اٹھ گئی اور بوکھلائی ہوئی نظروں سے گھڑسوار کو دیکھنے لگی جو فرعون کا سپا
معلوم ہوتا تھا۔ اس کی چیخ پکار پر اور بہت سے گھڑسوار اس کے قریب آگئے اور
انہوں نے گھوڑے ڈھلان پر ڈال دیئے میں اچھل کر غار کے دہانے کی طرف بھاگی
بس اضطراری عمل تھا ورنہ میں ان سے بالکل خوفزدہ نہیں ہوئی تھی۔ گھڑسوار میر
پیچھے پیچھے دہانے تک آگئے اور وہ گھوڑوں سے اتر کر غار میں داخل ہوگئے۔ انہو
نے نیزے سیدھے کرلئے تھے۔

"خبردار.......... اپنی جگہ ساکت ہوجاؤ.......... خبردار.......... تم ز
حراست ہو۔ جنبش کی تو نقصان اٹھاؤ گی۔" غار میں ان کی تعداد بڑھتی جارہی تھی۔ م
ایک دیوار سے ٹکی انہیں دیکھ رہی تھی۔

"یہاں کوئی اور بھی ہے؟" ایک سپاہی نے پوچھا۔

"تم اندھے ہوگیا۔ دیکھ نہیں سکتے۔" میں نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"غار کتنا وسیع ہے؟" دوسرے نے کہا۔

"یہ درست جواب نہ دے گی۔ تم دیکھو۔" پہلے سپاہی نے کہا اور چند سپاہی غا
کے دوسرے حصے کی طرف چل پڑے۔ پھر انہوں نے واپس آکر کہا۔ "نہیں۔ وہا

ایک تابوت کے سوا کچھ نہیں ہے۔"

"تابوت میں کیا ہے۔"

"یہ ہم نے نہیں دیکھا۔"

"انطاریہ کا انتظار کرو۔" میں نے یہ نام سن کر چونک کر انہیں دیکھا اور میرے
دل میں بہت سے خیالات آنے لگے۔ باہر سے بھی بہت سی آوازیں آرہی تھیں۔ پھر
آہنی لباس میں ملبوس ایک عورت اندر داخل ہوئی جس کے ہاتھ میں ننگی تلوار دبی
ہوئی تھی۔ اس عورت کو میں نے پہلی بار اس مکان میں دیکھا تھا دوسری بار وہ نمایاں
طور پر کونٹ آئی لینڈ پر نظر آئی تھی اور زاغ اس کے سامنے سجدہ ریز ہوگیا تھا اب
تیسری بار میں اسے دیکھ رہی تھی اور اب اس کی جسمانی ساخت پر غور کرکے مجھے بخوبی
اندازہ ہوگیا تھا کہ وہ عشتایہ نہیں ہے۔ عشتایہ پیکر نسوانیت تھی اور اس کے جسم
ں مردانگی نمایاں تھی۔

"ہم نے اسے پالیا ہے عظیم انطاریہ.........." مجھ سے سوال کرنے والے
ہی نے کہا۔

انطاریہ آگے بڑھ کر میرے سامنے آگئی۔ اس نے مجھے گھورتے ہوئے کہا۔ "وہ
ہ پوش کون ہے اور اس کا دوسرا ٹھکانہ کہاں ہے۔"

"تُو سمجھتی ہے کہ میں تجھے تیرے سوال کا جواب دوں گی۔" میں نے غراتی ہوئی
از میں کہا میرے انداز تکلم پر وہ بل کھاکر رہ گئی۔ اس کی آنکھوں میں شدید غصہ
دار ہوگیا تھا۔ پھر اس نے دوسروں سے کہا۔ "غار کی تلاشی لی۔"

"وہاں ایک تابوت ہے۔"

"تابوت!" انطاریہ اچھل پڑی پھر وہ مجھے بھول کر اندر کی طرف لپکی اور شاید
ت کے پاس پہنچ گئی مجھے اس کی آواز سنائی دی۔ "آہ مل گیا۔ سالوس کی قسم ہمیں
بی حاصل ہوگئی۔ سپاہیو۔ اس تابوت کو اٹھاؤ آہ میری تقدیر نے میرا ساتھ
.... اٹھاؤ.......... اسے لے چلو آؤ اسے اٹھاؤ۔" اور سپاہی دوڑ پڑے۔ وہ
یرے سامنے آگئی اور اس نے غرا کر کہا۔ "لڑکی وہ سیاہ پوش کون ہے اور کہاں
۔" اس بار میں نے حقارت سے زمین پر تھوک دیا تھا۔ "ٹھیک ہے تیرے لئے
ا سزا منتخب کرلی گئی ہے۔ تیری اس حرکت کو بھی حساب میں درج کرلیا گیا ہے یہ
باپ کا جسم ہے.........! اس کی داستان سن' راعمن عوس کے دربار میں جاکر

منادی کرائی جائے گی کہ اگر مستقبل کا اجنبی سورج چھپنے تک اپنے جسم میں واپس
آگیا تو چاند کی پہلی کرن کے نمودار ہوتے ہی اسے آتش کدے میں ڈال کر راکھ کر
جائے گا۔ اس کے بعد یہ جسم اسے کبھی نہ مل سکے گا۔ سپاہیو اسے باہر
آؤ........" انطاریہ باہر نکل گئی۔

"چلو........" ایک سپاہی نے کہا اور میں باہر نکل آئی۔

☆------☆------☆

انطاریہ کے الفاظ نے مجھے دہلا دیا تھا اس تصور سے میں واقعی خوفزدہ ہوگئی ا
میرے دل پر خوف سوار ہونے لگا۔ انطاریہ باہر موجود تھی اور سپاہیوں کو ہدایا
دے رہی تھی چار گھوڑوں کا ایک رتھ سامنے سے آکر میرے قریب رک گیا ا
سپاہیوں نے اس پر سوار ہونے کے لئے چوکی رکھ دی۔ پھر مجھ سے اس میں بیٹھنے
لئے کہا گیا اور میں رتھ میں جا بیٹھی۔ میرے علاوہ رتھ میں اور کوئی نہیں تھا۔ وہ ایک
خاص ساخت کا بنا ہوا تھا اور بیٹھنے کی جگہ کے عقب میں کافی جگہ تھی رتھ پر پرد
ڈال دیئے گئے۔ باہر سے انطاریہ کی آواز سنائی دی۔ "میں اسے لے کر چل رہی ہو
تم لوگ ہر قیمت پر اسے تلاش کرو اور گرفتار کرکے لے آؤ۔ تابوت کا خیال ر
اسے احتیاط سے لے چلو۔" پھر اس نے رتھ کے قریب آکر پردہ ہٹایا اور کرخت
میں بولی۔ "مغرور لڑکی تو نے بہت سی سزائیں خود پر مسلط کرلی ہیں۔ میں تیرا خا
خیال رکھوں گی۔" وہ جھٹکے سے پردہ ڈال کر آگے بڑھ گئی۔ پھر رتھ چل پڑا۔
اپنے ذہن کو سہارا دے رہی تھی خود کو سنبھال رہی تھی مجھے اس گرفتاری کی ذرہ
پرواہ نہیں تھی لیکن انطاریہ نے احمد کمال سعدی کے بارے میں جو کچھ کہا تھا اس
میرے حواس چھین لئے تھے۔ خدا کرے ایسا ہو۔ میرے ابو۔ اپنے بدن میں واپس
آجاؤ۔ واپس آجاؤ۔ میرا دل بے اختیار رو دیا تھا اگر وہ واپس نہ آسکے تو کیا ہوگا
انطاریہ کے تمام الفاظ مجھے یاد آرہے تھے۔ پھر اور بہت سے خیالات۔ راعمن عو
کے سپاہی عشتابیہ کی تلاش میں بھی تھے۔ عشتابیہ کون ہے آخر۔ اب یہ اندازہ ہو رہا
کہ احمد کمال کے جسم کو بھی کسی طرح عشتابیہ نے ہی حاصل کیا تھا اور یہاں لے آئی
آخر کیوں اسے کیا دلچسپی تھی؟

دماغ کی چولیں ہل گئی تھیں۔ اپنی کوئی فکر نہیں تھی۔ زاغ کی عنایت تھی
لوگ مجھے نہیں پاسکتے تھے لیکن ابو' میں انہیں تنہا نہیں چھوڑ سکتی تھی۔ میری محبت ا

دم پھٹ پڑی تھی۔ ان پر جو غصہ تھا ختم ہوگیا تھا۔ جب تک میں زندہ ہوں ایسا نہ
ہونے دوں گی چاہے کچھ بھی ہو جائے۔ رتھ کا سفر جاری رہا۔ بہت فاصلہ طے ہوگیا تھا
اچانک میرے عقب میں سرسراہٹ ہوئی اور میں نے پلٹ کر دیکھا۔ دل اچھل کر حلق
میں آگیا تھا رتھ کی عقبی جگہ میں عشتابیہ موجود تھی۔ اس کا لباس بے ترتیب تھا۔
چہرے کی نقاب بھی ڈھیلی ہو کر لٹک گئی تھی جس کا شاید اسے احساس نہ رہا تھا لیکن اس
کے نقوش نمایاں تھے۔ میں اسے دیکھ سکتی تھی۔ میں نے اسے پہچان لیا تھا اور میری
آنکھیں حیرت سے پھٹی رہ گئی تھیں کیونکہ وہ اناتم سلاطیہ تھی جسے میں قید خانے میں
چھوڑ آئی تھی۔ اس نے میری کیفیت سے بے نیاز کہا۔

"فکر مت کرنا روشن جمال وہ مجھے وہاں تلاش کررہے ہیں لیکن میں تمہارے
ساتھ ہوں۔ بالکل فکر مند نہ ہونا۔ وہ تمہارا بال بیکا نہیں کرسکیں گے۔"

میں پھٹی پھٹی آنکھوں سے اسے دیکھ رہی تھی۔ سر بری طرح چکرا رہا تھا۔ بمشکل
میرے منہ سے نکلا۔ "تم........ تم........ اناتم سلاطیہ۔"

اسے اچانک اپنے چہرے سے نقاب کھسک جانے کا احساس ہوا اور اس نے
جلدی سے نقاب درست کرلیا۔ وہ بوکھلا سی گئی تھی۔ دفعتاً باہر سے کچھ آوازیں
ابھریں اور رتھ رک گیا۔ باہر کچھ ہوگیا تھا۔ میں بھی سنبھل گئی اور میری نظریں بے
اختیار پردے کی طرف اٹھ گئیں۔ میں نے باہر جھانکا رتھ انتہائی تنگ درے سے گزر
رہا تھا۔ درہ اتنا تنگ تھا کہ دونوں سمت پہاڑ ایک فٹ کے فاصلے پر تھے۔ اتنے کہ
انہیں ہاتھ بڑھا کر چھو لو۔ معلوم ہوا کہ بلندی سے کوئی چٹان لڑھک آئی ہے اور اس
نے آگے جانے کا راستہ بند کردیا ہے۔ گھڑ سوار گھوڑوں سے اتر اتر کر رتھ سے چپک
کر چلتے ہوئے آگے بڑھے انہوں نے اپنے گھوڑے پیچھے ہی چھوڑ دیئے تھے۔ تقریباً
تمام ہی سوار جو عقب میں آرہے تھے آگے کی سمت آگئے تاکہ وزنی چٹان کو ڈھلانوں
لڑھکایا جاسکے' جگہ کافی مخدوش تھی پہاڑوں کی بلندیوں پر ایسی بیشتر چٹانیں موجود
تھیں جو کسی بھی لمحے اپنی جگہ چھوڑ سکتی تھیں چنانچہ سواروں کی کوشش تھی کہ جلد از
جلد رتھ کے لئے راستہ بنادیا جائے اور اس ہولناک درے سے نکل جایا جائے' ان
لوگوں کی باتوں سے میں نے ساری صورت حال کا اندازہ لگایا' اناتم سلاطیہ بھی شاید
انہی کی جانب متوجہ ہوگئی تھی' اب یہ ان کا کام تھا مجھے اس سے کوئی غرض نہیں تھی'
چنانچہ میں نے پردہ چھوڑ دیا اور پھر اناتم سلاطیہ کی جانب متوجہ ہوگئی لیکن حیرت کا ایک

اور جھٹکا میرے ذہن کو اس وقت لگا جب میں نے عقب میں اسے موجود نہ پایا۔ بے اختیار اپنی جگہ سے اٹھی اور عقبی حصے میں جھانکنے لگی' نیچے کا ایک تختہ صند کے ڈھکن کی طرح کھلا ہوا تھا اور اناتم سلاطیہ عقبی حصے میں موجود نہیں تھی۔ مصیبت ہے' پتہ نہیں کیا اسرار ہے' ماری نہ جائے بڑا خطرہ مول لیا ہے اس حالانکہ عقب کے سوار سامنے کی سمت آگئے تھے اور وہاں صرف گھوڑے تھے جو رہے تھے' رتھ کا پچھلا پردہ ہٹا کر میں نے عقبی سمت میں جھانکا' گھوڑے ساکت وہ تھے اور ان کے درمیان کسی انسانی وجود کا احساس نہیں ہوتا تھا۔ میرے حواس م ساتھ نہیں دے پا رہے تھے' نقاب پوش عورت اناتم سلاطیہ ہے' اسی تصور نے جکڑ کر رکھ دیا تھا۔ وہ تو قید خانے میں تھی اور بڑا مان تھا اسے اس بات پر کہ اس وق تک وہ قید خانے سے باہر نہیں جائے گی جب تک اہل مصر اسے ایک پاکیزہ ہستی قرار دے دیں اور دوسری سمت وہ یہ سب کچھ کر رہی ہے۔ آہ کیا سچ ہے کیا جھوٹ ہے' حقیقت ہے کچھ نہیں معلوم تھا مجھے' سارا ماحول کھچڑی بن کر رہ گیا تھا' کسی ایک بات یقین نہیں کیا جاسکتا تھا۔ کون کیا ہے اور کیا کر رہا ہے' معلوم ہی نہیں ہوتا تھا۔ دونو ہاتھوں سے سر پکڑ کر بیٹھ گئی اور چکراتے ہوئے ذہن سے اس ساری ہنگامہ خیزی پر غ کرنے لگی لیکن کوئی ایک بات جو سمجھ میں آئے۔ چند ہی لمحوں کے بعد غالباً چٹان دی گئی' گھڑسوار رتھ سے چپکے ہوئے واپس عقبی حصے میں پہنچ گئے اور رتھ نے آگے سفر شروع کر دیا۔ میں نیم بے ہوشی کے عالم میں تھی' دماغ کا جو حشر تھا وہ اللہ ہی جا ہے' بالآخر اس سفر کا اختتام ہوا اور ہم آبادیوں میں پہنچ گئے۔ اس بار مجھے زنداں تو نہیں لے جایا گیا تھا لیکن جس جگہ مجھے پہنچایا گیا تھا اسے میرا قید خانہ ہی قرار دے گیا۔ سازو سامان سے آراستہ کمرہ تھا ہر آسائش موجود تھی لیکن بند دروازے۔ دوسری طرف پہرے داروں کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ میں اب بھی اپنا کھیل کھیل سکتی تھی لیکن اپنے آپ پر غور کرتی تو خودکشی کر لینے کو دل چاہتا تھا لیکن انسا ہونے کی حیثیت سے اس کی ہمت بھی نہیں کر پاتی تھی۔ دیکھو میری تقدیر میں کیا لک ہے' آہ کاش وہ وقت جلد از جلد آجائے۔ اناتم سلاطیہ کے لئے دل میں ایک عجیب کیفیت پیدا ہوگئی تھی' اس نے ابولس براہا کی خانقاہ پر میرے ساتھ جو احسانات تھے سارے کے سارے ملیامیٹ ہوگئے تھے کیونکہ وہ جھوٹی ثابت ہوئی تھی۔ قید خا- ہی میں وہ اس کا اقرار کر لیتی کہ اسے باہر نکلنے کے مواقع حاصل ہیں اور وہ ایک اد

حیثیت سے خانقاہ کے پاس ایک غار میں رہتی ہے تو شاید میری نگاہوں میں اس قدر بے وقعت نہ ہوتی وہ' لیکن سب جھوٹے تھے سب فریبی تھے' اس نے میرے باپ کا جسم ان غاروں سے حاصل کیا تھا اور اپنی تحویل میں لے لیا تھا' کم بخت انطاریہ نے جو الفاظ کہے تھے وہ الگ دل کو لرزا رہے تھے' آہ خدایا مدد کر میری مدد کر' دل سے ایک ہی آواز نکلتی تھی۔ اب میرے باپ کا بے روح بدن ان لوگوں کے قبضے میں تھا' پتہ نہیں کیا قصہ ہوا ہے' پتہ نہیں کیا کچھ ہوا ہے۔ ایک ہولناک رات گزارنی پڑی۔ ایک لمحے کے لئے پلکیں نہیں جڑ پائی تھیں' بس مختلف خیالات دل کو پریشان کر رہے تھے۔ ہر شخص کا تصور دل میں آرہا تھا زاغ بھی حقیقتوں کی تلاش میں گم ہوگیا تھا۔ پتہ نہیں کم بخت کہاں بھٹکتا پھر رہا ہوگا۔ سارے کے سارے جہنم میں جائیں' ماں کا تو تصور ہی اب میری آنکھوں سے معدوم تھا۔ اناتم سلاطیہ یقینی طور پر میری ماں نہیں تھی اور اگر تھی تو در حقیقت ایسی ماں قابلِ نفرت تھی' بس ایک باپ ہی رہ گیا تھا جس کے بارے میں جو الفاظ کہے گئے تھے وہ لرزا رہے تھے۔

☆======☆======☆

صبح ہوئی۔ میرے سامنے بہت اچھا ناشتہ لایا گیا' سخت بھوکی تھی جو پھل اس میں موجود تھے وہ کھا کر زندہ رہنے کا حوصلہ پیدا کیا اور پھر وہ وقت آگیا جس کا مجھے انتظار تھا۔ پہرے دار انطاریہ کے ساتھ آئے تھے۔ انطاریہ اس سلسلے میں سب سے نمایاں کردار ادا کر رہی تھی اس کے اشارے پر پہرے دار مجھے لے کر چل پڑے۔ پیچ در پیچ راستے غلام گردشیں' سیڑھیاں نہ جانے کیا کیا طے کرتی ہوئی میں ایک عظیم الشان دربار میں پہنچ گئی۔ بہت وسیع جگہ تھی۔ چوب دار مستعد کھڑے ہوئے تھے' عہدے دار اس تخت کے پاس موجود تھے جو ابھی خالی تھا' اس کے عقب میں قدیم مصری طرزِ تعمیر کے نمونے نظر آرہے تھے۔ جانوروں اور انسانی جسموں کی تراش جنہیں ہیرے اور جواہرات سے آراستہ کیا گیا تھا' تختِ زمردیں جو دیکھنے سے تعلق رکھتا تھا' زمانہ قدیم میری نگاہوں کے سامنے تھا اور ایک عجیب ہیبت سی چھائی ہوئی تھی۔ مجھے ایک جگہ لا کر کھڑا کر دیا گیا یہ جگہ بھی غالباً قیدیوں کے لئے بنائی گئی تھی۔ میں خاموشی سے پتھر کی مانند وہاں ایستادہ ہوگئی' کچھ دیر کے بعد وہ تابوت لایا گیا جس میں احمد کمال سعدی کا جسم موجود تھا' اس جسم کو پتھر کی ایک سل پر لٹا دیا گیا جو وہیں بنی ہوئی تھی۔ ایک ایک کر کے افراد آتے رہے۔ پھر میں نے ان میں ابولس براہا کو بھی دیکھا اپنی جیسی شکل

وصورت کے چار پانچ بوڑھوں کے ساتھ چغے میں ملبوس آیا تھا اور اس نے اپنی نشست سنبھال لی تھی' بوڑھے آپس میں کانا پھوسی کر رہے تھے' ابولس براہا میری جانب متوجہ نہیں ہوا' سب جہنم میں جائیں مجھے کسی کی مدد کی ضرورت نہیں ہے۔ میں صرف تقدیر کے فیصلوں کا انتظار کر رہی ہوں اور ہر فیصلہ مجھے بخوشی منظور ہوگا ایسی زندگی سے کیا فائدہ جس میں ایک لمحے کا ادراک بھی نہ ہو' لعنت ہے ایسی زندگی پر' نہ جانے کون کون آتا رہا اور اس کے بعد اناتم سلاطیہ کو لایا گیا' اسے ایک قیدی کی حیثیت ہی سے لایا گیا تھا اس وقت اس کا حلیہ بدلا ہوا تھا اور وہ ویسی نظر آ رہی تھی جیسا میں نے اسے قید خانے میں دیکھا تھا۔ چہرے پر مردنی چھائی ہوئی تھی۔ بال بکھرے ہوئے' خشک ہونٹ بڑی شاندار اداکارہ ہے یہ عورت بہرحال اپنے قید خانے میں پہنچ گئی ہوگی لیکن نہ جانے اس کا کھیل کیا ہے' اسے بھی میری ہی جیسی ایک جگہ پر کھڑا کر دیا گیا۔

اس کے بعد میں نے راعمن کو دیکھا' بہت سے لوگ اس کے جلو میں چل رہے تھے۔ وہ تختِ زمردیں پر بیٹھ گیا۔ ماحول پر گہرا سکوت طاری تھا۔ پھر ایک شخص نے کہا۔

"مقدمہ پیش کیا جائے۔" دوسرے دو آدمیوں نے یہی الفاظ دہرائے تب ایک اور شخص کھڑا ہو گیا۔ اس نے کہا۔

"مقدس راعمن عوس' سالوس کے بیٹے' فرمانروائے مصر' عالم ارواح کے پُرسکون ماحول میں کچھ مداخلت کاروں نے بھونچال پیدا کیا اور تاریخ کی پامالی کا سبب بن گئے۔ ہم سے ہزاروں سال بعد کے لوگ اپنے دور کی فانی قوت حاصل کر کے ہم میں آشامل ہوئے اور ہمارے تقدس کو برباد کر دیا۔ ان میں ایک شخص علم میں آیا ہے کہ زمانۂ جدید کا نام رکھتا ہے لیکن اسے "مستقبل والا" کے نام سے یاد کیا جائے گا............! اس شخص نے ناقابل فہم قوتوں سے کام لے کر معصوم صفت اناتم سلاطیہ کو ورغلایا اور اسے اپنے فریب کے جال میں پھانس لیا۔ ان دونوں کا اشتراک پوشیدہ رہا یہاں تک کہ ان کی قربت نے ایک نئے وجود کا اضافہ کر دیا۔ یہ لڑکی سامنے موجود ہے۔ تاریخ کے اس بدترین جرم کا انکشاف ہونے پر اس مجرم نے اناتم سلاطیہ اور اپنی بیٹی کو لے کر فرار ہونے کی کوشش کی لیکن محافظ انطاریہ نے اپنا فرض پورا کیا اور ان کا نشان پالیا۔ بروقت نشان دہی پر اناتم سلاطیہ اس کے ساتھ نہ جا سکی لیکن "مستقبل والا" اپنی بیٹی کو لے جانے میں کامیاب ہو گیا انطاریہ نے اسے گرفتار کر لیا تھا

لیکن مستقبل کے کسی علم کی بنا پر وہ اپنا جسم قید خانے میں چھوڑ کر فرار ہو گیا۔ البتہ وہ اپنی بیٹی کو مجسم لے جانے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ محافظ انطاریہ نے بھی وہی عمل کیا اور ان کے تعاقب میں چل پڑی۔ تب دیوتا سالوس نے فیصلہ کیا کہ سلاطیہ کو قید کر دیا جائے اور اسے اس کی ہوش مند بیٹی کے سامنے سزا دی جائے۔ تب مختصر انتظار کیا گیا بالآخر تاریخ کے محافظوں نے اس وقت کا انتظام کیا۔ مستقبل والے کا قید بدن موجود ہے۔ سلاطیہ کی بیٹی موجود ہے۔ اناتم سلاطیہ موجود ہے اور بڑا فیصلہ کرنے والا راعمن عوس موجود ہے۔"

اس کے بعد خاموشی چھا گئی۔ راعمن عوس نے اپنے قریب بیٹھے ایک بوڑھے کو مخاطب کیا۔ "اناطوخ' تم نے پورا مقدمہ سنا۔"

"عزل نفوت............!" بوڑھے نے کھڑے ہو کر گردن خم کی۔

"تمہارا علم' تمہاری دانش............ مستند ہے۔ کارروائی کا آغاز کرو۔"

بوڑھے نے کچھ توقف کیا پھر بولا۔ "مجھے راعمن عوس کا حکم ملا ہے کہ کارروائی کا آغاز کروں۔ مجھے مصر کے ان تجربے کاروں کا تعاون حاصل ہے جو علم و دانش کا سمندر ہیں۔ ان کی مدد کے ساتھ میں اس کارروائی کا آغاز کرتا ہوں۔ میرا سوال اناتم سلاطیہ سے ہے۔ اناتم سلاطیہ کیا تم اس نادانی کا اعتراف کرتی ہو۔"

"تم سب احمق ہو۔" سلاطیہ بپھرے ہوئے لہجے میں بولی اور سب اچھل پڑے۔ بے شمار آوازیں ابھریں جن میں ان الفاظ کی مذمت کی جا رہی تھی۔

راعمن عوس نے کہا۔ "تم سب جانتے ہو کہ وہ شکست خوردہ ہکوس کے درمیان پروردہ ہے اور اسے علم ہے کہ بالآخر وہ بدترین سزا پائے گی۔ اس لئے اس پر توجہ نہ دو۔"

"تم اپنے جرم کا اعتراف کرتی ہو؟" بوڑھے نے پھر کہا۔

"میں نے کہا نا کہ جن کی عقل ہی مشتبہ ہو میں انہیں کوئی جواب نہیں دے سکتی۔"

"سلاطیہ کا جرم سب کے سامنے ہے۔ اس کی بیٹی اس کی ہم شکل ہے اس کے بعد کسی ثبوت کی ضرورت باقی نہیں رہ جاتی۔"

"اس نے اپنے جرم کو بدترین کر لیا ہے۔"

"اسے واقعی بدترین سزا ملنی چاہئے۔" بہت سے لوگوں نے رائے دی۔

"میں نے تمہیں احمق غلط نہ کہا تھا اور میں تم احمقوں کو نہ بتا دوں کہ مجھے دینا تمہارے لئے ناممکن ہے۔ میں محفوظ ہوں اور کچھ دیر کے بعد تم خود اپنی زبان احمق کہو گے۔"

"وہ کیسے..........؟" کسی نے سوال کیا اور سلاطیہ ہنس کر خاموش ہو گئی۔ تب بوڑھے اناطوخ نے مجھ سے کہا۔

"لڑکی تم مستقبل سے تعلق رکھتی ہو۔"

"تمہارے سوالات واقعی احمقانہ ہیں۔ میرے بارے میں تمہاری دانش تمہیں کچھ نہیں بتاتی۔" میرا جواب سن کر اناطوخ کے چہرے پر بوکھلاہٹ کے آثار پھیل گئے۔ راعمن عوس بولا۔ "ان دونوں سے کوئی مزید سوال نہ کیا جائے۔"

"معزز دانشور کیا کہتے ہیں؟" اناطوخ نے بوڑھوں سے کہا۔ تب ایک بوڑھے شخص نے کہا۔

"ابولس براہا' اناتم ابوس اور دوسرے دانشور کہتے ہیں کہ تاریخ میں مستقبل کے مداخلت کار اب بھی موجود ہیں اور ان کی تعداد ایک سے زیادہ ہے۔ اس کے علاوہ وہ سب اسی واقعے کی کڑیاں ہیں۔"

"وہ پوشیدہ کیوں ہیں..........؟" راعمن عوس طیش سے بولا۔

"وہ مستقبل کا علم لے کر آئے ہیں۔"

"اور ہم انہیں تلاش نہیں کر سکتے؟"

"ایسا ہی ہے۔"

"تب پھر فیصلہ کیسے ہو سکتا ہے۔ انہیں تلاش کر کے پیش کیا جائے!" راعمن عوس نے کہا اور اناتم سلاطیہ قہقہہ مار کر ہنس پڑی۔

"تیری بادشاہت نامکمل ہے راعمن عوس۔ تیرے ہر حکم کی تعمیل نہیں ہو سکتی۔"

"اجنبیوں کو پیش کیا جائے۔ گناہ گار کو اس کے جسم میں لایا جائے۔ اگر وہ اپنے جسم میں واپس نہ آئے تو ابھی اسی وقت اس کے جسم کو اس کی بیٹی کے جسم کے ساتھ آتش کدے میں ڈال دیا جائے۔" راعمن عوس نے غضبناک لہجے میں کہا۔ تب ابولس براہا نے کہا۔

"مستقبل کے اجنبی اپنے علم میں پوشیدہ ہیں۔ ان کی تلاش اس لئے ناممکن ہے

کہ وہ ستاروں کی نگاہوں سے بھی چھپے ہوئے ہیں۔ ہاں گناہ گار اجنبی کو یہ سزا دی جا سکتی ہے لیکن راعمن عوس فیصلہ تو نہ ہو سکے گا کیونکہ یہ گناہ سلاطیہ نے بھی کیا ہے جبکہ وہ اس سے منکر ہے۔"

"دربارِ فرعون کا مذاق اڑایا جا رہا ہے۔ اناتم سلاطیہ اپنا گناہ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہی ہے۔ اس کے باوجود اس کا انکار دروغ گوئی کے سوا کیا ہو سکا ہے۔" اناطوخ نے کہا۔

"اجنبی اپنے جسم میں واپس آؤ۔ تمہیں تصدیق کرنی ہوگی ورنہ تمہاری بیٹی کو سزا دینے میں دیر نہ کی جائے گی۔"

تب پتھر کی سل پر پڑے ہوئے بدن میں جنبش ہوئی اور میں نے احمد کمال سعدی کو اٹھ کر بیٹھتے ہوئے دیکھا۔ میرا دل ہل گیا تھا۔ میں پھٹی پھٹی آنکھوں سے پہلی بار اس تصویر کو مجسم دیکھ رہی تھی جسے صرف تصویر کی صورت میں دیکھا تھا۔ یا پھر ایک ساکن وجود کی صورت میں۔ احمد کمال سعدی اپنی جگہ سے اٹھے' کھڑے ہو گئے اور پھر انہوں نے میری طرف رخ کیا اور آہستہ آہستہ چلتے ہوئے میرے پاس آ گئے۔

"تیرے لئے مجھے ہزار بار موت قبول ہے روشن جمال۔ میں نے صرف یہ چاہا تھا کہ مجھے کامیابی حاصل ہو جائے۔"

"مجرم کو پابہ زنجیر کیا جائے۔" اناطوخ نے غضبناک لہجے میں کہا اور سپاہی دوڑ پڑے۔ چند لمحوں میں احمد کمال کو طوق پہنا دیئے گئے۔ اناطوخ نے کہا۔ "تاریخ کے مجرم۔ کیا تُو جواب دے گا۔ کیا تُو تصدیق کرے گا کہ یہ تیری بیٹی ہے۔"

"ہاں۔ یہ میری جگر گوشہ ہے..........؟" سعدی نے کہا۔

"اس کی ماں کون ہے..........؟" اناطوخ کے سوال پر سعدی کی نگاہیں سلاطیہ کی طرف اٹھ گئیں۔ میں نے سلاطیہ کی آنکھوں میں غیظ و غضب کی بجلیاں تڑپتے دیکھیں۔ "کیا یہ تیرا اور اناتم سلاطیہ کا اشتراک ہے..........؟"

"ہاں۔ ہم دونوں اس کے ماں باپ ہیں۔"

"جھوٹ بولتا ہے یہ نابکار۔ بہتان تراشتا ہے مجھ پر۔ آہ کاش میری پھوپھی اہرازبیلہ یہاں ہوتی وہ دیکھتی کہ اصل مجرم کون ہے۔ میں اس شیطان کو بالکل نہیں جانتی۔ دیوتا آمون کی قسم' تیرہ ستاروں اور لافانی کہکشاں کی قسم۔ میں نے پہلی بار اس کی منحوس شکل دیکھی ہے۔ یہ جھوٹا ہے۔"

"سلاطیہ..........!" احمد کمال سعدی نے حیرانی سے کہا۔ اس سے آگے وہ کچھ نہ کہہ پائے تھے کہ اچانک دربار میں غلغلہ سا مچ گیا۔ ہر شخص کھڑا ہو گیا اور راعمن عوس چونک کر اُدھر دیکھنے لگا۔ پھر وہ خود بھی چونک پڑا۔ میں نے اس کی آواز سنی۔

"آمون کی قسم۔ یہ تو زخ زبول ہے' اور اس کے ساتھ یہ کون لوگ ہیں۔"

ایک انتہائی بوڑھا شخص جس نے چغہ پہنا ہوا تھا اور اس کے بال روئی کے گالوں جیسے سفید تھے آہستہ قدموں سے چلتا ہوا آرہا تھا۔ راعمن عوس خود بھی کھڑا ہو گیا۔ پھر اس نے کہا۔

"تقدیس ہو تمہاری۔ سورج کے بیٹے۔ تقدیس ہو زخ زبول کی تقدیس ہو سورج کے بیٹے کی۔" راعمن عوس ہی نہیں دوسرے درباری بھی مئودب تھے اور سب کے چہرے پر سنسنی چھائی ہوئی تھی۔ ہر نشست چھوڑ دی گئی تھی۔ بوڑھا راعمن عوس کے تخت کے پاس جا کھڑا ہوا۔ میں نے اس کے ساتھ جن دو افراد کو دیکھا تھا ان میں ایک زاغ تھا اور دوسری عشتایہ۔ وہی جسم وہی لباس وہی نقاب اور نقاب کے عقب سے جھانکتی ہوئی وہی آنکھیں۔ ایک بار پھر حیرت سے گنگ رہ گئی تھی۔ میں نے عشتایہ کی صورت دیکھی تھی۔ اچھی طرح دیکھا تھا میں نے کہ وہ اناتم سلاطیہ ہے اور اناتم سلاطیہ پابہ زنجیر سامنے موجود تھی۔ پھر یہ عشتایہ کون ہے۔ میرا دماغ فیصلہ کرنے سے قاصر تھا۔ میں دیوانوں کی طرح یہ تماشہ دیکھتی رہی۔ بوڑھے نے جسے زخ زبول کہہ کر پکارا گیا تھا' تخت کے پاس کھڑے ہو کر رخ بدلا۔ سب باادب کھڑے ہوئے تھے۔

"بیٹھ جاؤ میرے پیارو' تمہاری عقلوں پر ماتم کرنے کو دل چاہتا ہے اور تمہاری معصومیت پر حیرت ہوتی ہے۔ بہت بڑے مقدمے کی سماعت کر رہے ہو تم لوگ۔ بیوقوفو! کیا تمہیں اس کی اجازت ہے۔ راعمن عوس' اور اس کے احمق مشیر' اناطوخ اور تم سب۔ کیا تمہیں اس مقدمے کی اجازت ہے۔ اناطوخ تو بتا۔"

"دیوتا زخ زبول۔ میں کچھ سمجھا نہیں۔"

"سورج دیوتا' یا دوسرے معبودوں نے تمہیں اجازت دی ہے کہ موت کی پُرسکون آغوش میں پہنچنے کے بعد تم ایسے مقدمات پیدا کرو کیا تمہیں اس کا حق حاصل ہے؟"

"عزل نفوت۔ مستقبل کے بدکاروں نے ہماری پُرسکوت زندگی کو منتشر کیا ہے۔" اناطوخ نے کہا۔

"کیا موت کے بعد تمہارے اختیارات جاری رہتے ہیں۔ کیا تم اپنی روحوں کو ہموں کے لباس میں لپیٹ کر یہ تمام عمل کرنے کے مجاز ہو۔ تم گزر چکے ہو اور جب ہیں حیات کی قوت حاصل تھی تو تم نے عمل کیا۔ کیا تمہیں یہ جسم متحرک کرنے کا حکم ہے؟"

"عزل نفوت۔ یہ تو ہمارے ماضی کی پرچھائیاں ہیں۔ ہمارے جسم تو فنا ہو چکے ں۔"

"تم نے سنا سر جوڑ کر بیٹھنے والو۔" اس بار زخ زبول نے شرمندہ نظر آنے الے بوڑھوں سے کہا۔ "بے وقوفو۔ مستقبل والے اپنی حیات کے عمل سے گزر ہے ہیں۔ ماضی میں وہ موجود نہ تھے اس لئے انہوں نے تمہارے عمل میں دخل نہ یا۔ پھر تمہیں مستقبل میں مداخلت کا کیا حق ہے۔"

"اس شخص نے ماضی کی ایک ہستی کو داغدار کر کے بھونچال پیدا کیا ہے۔" اطوخ بولا۔

"لعنت ہو تم پر۔ لعنت ہو تمہاری عقلوں پر ابھی تم نے کہا کہ یہ ہمارے جسم بس ماضی کی پرچھائیاں ہیں۔ کیا پرچھائیاں ٹھوس جسم رکھتی ہیں۔ جواب دو۔"

"نہیں عزل نفوت۔"

"پھر ایک گزری ہوئی روح نے وہ جسم کہاں سے پایا جو تولید کی قوت بھی رکھتا ہو ر مستقبل میں کسی سے دل بھی لگا سکتا ہو..........!"

دربار میں عجیب سا شور ابھرنے لگا۔ راعمن عوس خشک ہونٹوں پر زبان پھیرنے لگا ربوڑھا اناطوخ گھبرا کر اِدھر اُدھر دیکھنے لگا۔ اناتم سلاطیہ کے چہرے پر سکون نظر نے لگا۔ بمشکل اناطوخ نے کہا۔

"لیکن ایسا ہوا ہے مقدس زخ زبول۔"

"شرم کر اناطوخ۔ سرزمین مصر پر بے شمار حکومتیں قائم ہوئیں۔ تم نے ہکوس کو رسے بھگا کر حکومت دوبارہ حاصل کی لیکن بعد کے ادوار تم سے دوبارہ چھن گئے۔ نتے ہو کیوں؟ اس لئے کہ تم بے عقل تھے۔ تم حکومت کے قابل نہ تھے۔ مجھے بتا طوخ ایسا کیسے ہوا۔"

"یہ میں نہیں جانتا زخ زبول۔"

"قابلِ رحم بے عقلو۔ جو گزر گیا اس میں تحریف ممکن نہیں کیونکہ وہ تاریخ

ہے۔ تاریخ پر جھوٹ ضرور بولا جاسکتا ہے لیکن جو جاچکا اس میں تبدیلی ممکن نہیں۔ پھر ایسا کیسے ہوسکتا تھا۔"

"تو پھر یہ سب کیا ہے زخ زبول۔ اناتم سلاطیہ کی ہم شکل لڑکی' قیدی وجود۔"

"یہ تمہارا گناہ ہے۔ تمہارا وہ جرم ہے جو تم نے اپنے اختیارات سے آگے قدم بڑھا کر کیا اور جس کے لئے تمہیں سزا بھگتنا ہوگی۔ تم نے ماضی میں جو کچھ کیا وہ تمہارا اختیار تھا۔ مستقبل والے مستقبل میں جو کچھ کر رہے ہیں اس کا انہیں حق حاصل ہے۔ ہم ان کے راستے کیوں روکیں جن سے ہمارا واسطہ نہیں ہے۔ جو مستقبل میں اپنی تاریخ کی ترتیب کر رہے ہیں۔ یہ آدمی.........." زخ زبول نے احمد کمال سعدی کی طرف انگلی اٹھا کر کہا۔ "مستقبل میں اپنے وقت میں اپنے عمل سے گزر رہا ہے۔ اس نے ہماری تاریخ پائی اور اپنے عظیم علم سے ہماری تاریخ میں داخل ہوگیا۔ وہ عورت.........." اس بار زخ زبول نے عشتایہ کی طرف اشارہ کرکے کہا۔ "وہ بھی مستقبل کی ایک محقق ہے۔ وہ اپنے طلسمی عمل سے ماضی میں داخل ہوئی اور اس کے ساتھ ماضی میں داخل ہونے والا وہ تیسرا آدمی ہے۔" زخ زبول کا اشارہ زاغ کی طرف تھا۔ تم مستقبل کے ان ذہین انسانوں کو ان کے عمل سے گزرنے دیتے۔ تم نے ان پر اپنے اختیارات کیوں استعمال کئے۔"

"آہ۔ ہماری ناقص عقلیں ہمارا ساتھ نہیں دے پا رہیں زخ زبول۔"

"اس ناعقلی کی سزا تمہارا مقدر ہے۔ اے شخص تُو بتا تو کون ہے۔" زخ زبول نے زاغ سے کہا۔

زاغ آگے بڑھ کر بولا۔ "میں زارم طہابی کا بیٹا زعورس ابن طہابی ہوں۔ صدیوں پہلے مصر میں پیدا ہوا تھا۔ وہ دور سیت کے دور سے بہت پہلے کا دور تھا۔ اپنے علم سے میں نے مستقبل میں سیت کے دور کو دیکھا اور میرے علم کی روشنی نے مجھے اناتم سلاطیہ کا جمال دکھایا میں اس پر فریفتہ ہوگیا اور میں نے ایک خاص علم سے اپنی زندگی کو دور سیت کے لئے وقف کرلیا کہ سلاطیہ کے دور میں جاگوں اور اس کے حصول کی جدوجہد کروں لیکن بدقسمتی سے میں متعین کردہ وقت سے بہت دیر تک سوتا رہا۔ پھر مجھے موجودہ دور کے اس شخص نے جگایا اور جب مجھے علم ہوا کہ دورِ سیت اور اناتم سلاطیہ کا وقت گزر چکا ہے تو میں سخت غمزدہ ہوگیا۔ میرے علم نے مجھے بتایا کہ میں ماضی میں داخل ہوسکتا ہوں اور سلاطیہ کو پانے کا ایک عمل کرسکتا ہوں لیکن میں نے

خود کو جگانے والے اس شخص کو خلوص سے اپنی کہانی سنادی مگر اس بد فطرت انسان نے مجھ سے پہلے خود میرے علم سے فائدہ اٹھایا اور یہاں تک آگیا۔"

"بس تیری داستان یہاں رک جانی چاہئے۔" زخ زبول نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔ پھر عشتایہ کی طرف انگلی اٹھا کر بولا۔ "اور اب اے عورت تُو اپنے بارے میں بتا اور اپنا چہرہ عیاں کردے۔" تب عشتایہ نے اپنے چہرے سے نقاب ہٹا دی اور میں نے حیرانی سے دیکھا وہ ہوبہو اناتم سلاطیہ کی ہم شکل تھی۔ درباریوں کے اندر سے پھر مدھم آوازیں نکلیں لیکن کوئی زور سے کچھ نہ بولا۔ عشتایہ نے کہا۔

"میں حال کے دور کی ایک محققہ "سیرایمنی" ہوں تعلق ملک یمن سے ہے۔ تاریخ مصر پر ریسرچ کرتے ہوئے میں ماضی کے پُراسرار علوم میں بھی عبور حاصل کر رہی تھی اور ان میں کمال حاصل کرتی جا رہی تھی میں ایک خاص عمل سے ماضی میں داخل ہوکر تاریخ کو اپنی آنکھوں سے دیکھنے کی خواہش مند تھی اور مجھے اس میں کامیابی حاصل ہوگئی۔ دور سیت میں' میں نے سالوس کی حکومت پائی اور اس کے لئے کام کرنے لگی۔ یہیں میں نے اناتم سلاطیہ کو دیکھا۔ سالوس کی بیٹی حیران کن طور پر میری ہم شکل تھی۔ میرا قیام ایک مرغزار میں تھا اور وہاں میں اپنی معلومات میں اضافہ کر رہی تھی کہ ایک رات چاند کی روشنی میں مجھے احمد کمال سعدی نظر آیا۔ یہ میرے دور کا انسان اور مصری تاریخ کے حصول میں ایک مشہور محقق تھا۔ میں اسے نام سے جانتی تھی' مجھے یہ نوجوان بہت بھایا' البتہ جب اس نے اپنی داستان سناتے ہوئے مجھے بتایا کہ وہ اناتم سلاطیہ کے لئے یہاں آیا ہے تو مجھے دکھ ہوا۔ وہ مجھے سلاطیہ سمجھ رہا تھا چنانچہ میں نے خود کو سلاطیہ ظاہر کیا۔ تب اس سے میری قربت ہوگئی اور ہم مقدس آیتوں کے سائے میں ایک دوسرے کی زندگی کے شریک بن گئے۔ میں نے اسے کبھی نہ بتایا کہ میں سلاطیہ نہیں ہوں۔ ہمارے ہاں ایک بیٹی پیدا ہوئی جس کا نام ہم نے اپنے دور کے مطابق روشن جمال رکھا۔ میرے شوہر نے یہاں سے نکلنے کی کوششیں شروع کردیں۔ وہ مجھے اور اپنی بیٹی کو لے کر نکل جانا چاہتے تھے۔ یہ مشکل کام نہیں تھا لیکن اچانک کھیل بدل گیا۔ مجھے سچ مچ اناتم سلاطیہ سمجھ لیا گیا اور میرے بارے میں سالوس کو اطلاع دے دی گئی۔ سالوس نے فوری میری گرفتاری کے احکامات دے دیئے۔ سلاطیہ اس وقت اپنی پھوپھی اہرازیلہ کے پاس تھی مجھے علم ہوا تو میں پریشان ہوگئی اور میں نے حالات کو سنبھالنے کے لئے ایک تدبیر نکالی۔ میں روپوش ہوگئی اور سلاطیہ

کو گرفتار کرلیا گیا میرا خیال تھا کہ میں خاموشی سے سعدی کے ساتھ نکل جاؤں گی لیکن سعدی کو سلاطیہ کی حیثیت سے میری گرفتاری کی خبر ملی تو وہ پریشان ہوگئے۔ حالانکہ گرفتار میں نہیں ہوئی سلاطیہ ہوئی تھی لیکن بے چارے سعدی کو کچھ معلوم نہیں تھا۔ وہ پریشان ہوکر ان کے جال میں گرفتار ہوگئے اس کے بعد یہ سب کچھ ہوا۔ قصور میرا تھا لیکن.......... چونکہ سعدی مجھے سلاطیہ سمجھ کر مجھ سے محبت کرتے تھے اس لئے مجھے خوف تھا کہ کہیں حقیقت معلوم کرکے وہ مجھ سے برگشتہ نہ ہوجائیں۔ میں انہیں بے حد چاہتی تھی۔ بعد میں جب میں نے ساری تفصیل سنی تو عشتایہ کی حیثیت سے یہاں ایک ویرانے میں رہنے لگی جو ابولس براہا کے معبد کے قریب تھا۔ یہ سب محبت کی خود غرضی کی کہانی ہے۔ جس میں مجبوری کے سوا اور کوئی تصور نہیں تھا۔"

☆======☆======☆

میں دم بخود یہ داستان سن رہی تھی۔ یہی کہانی مختلف پیرایوں میں سنی تھی میں نے لیکن اس کے تشنہ پہلو اب سیراب ہوئے تھے۔ یہ میری ماں ہے۔ سیرامینی۔ ڈاکٹر ایرن اور ثالث ظاہری نے یمن کی ایک محققہ کے بارے میں مختصراً بتایا تھا جو بہت بلند پایہ تھی اور اپنی تحقیق میں گم ہوگئی تھی۔ وہ میری ماں تھی، کبھی بھول کر بھی نہیں سوچا تھا۔

پھر بہت سی باتیں یاد آگئیں۔ وہ سایہ جو مجھے چھپ چھپ کر دیکھتا تھا۔ درختوں کے درمیان بستر کھانے پینے کی اشیاء۔ میرے لئے تڑپ کر رتھ میں آنا۔ تمام باتیں وہ تھیں جو روح کو سیراب کررہی تھیں۔ وہی انداز تھا جو جہانی بیگم کو بجلیوں کی کڑک میں اپنے لخت جگر کے پاس پہنچا دیتا تھا۔ یہی تو ماں تھی میری آنکھوں میں نمی ابھرنے لگی۔ اسی وقت زخ زبول کی آواز گونجی۔

"یہ مکمل داستان ہے اے احمق لوگو۔ مستقبل کے مؤرخ و محقق تاریخ کو نہ سمجھ کر یا جان بوجھ کر اس میں ترمیم و تحریف تو کرسکتے ہیں لیکن صرف تحریری شکل میں۔ اصل تاریخ میں کردار کشی نہیں کرسکتے جو گزرا اسی مانند ہے اور رہے گا۔ ایک مردہ جسم اگر حنوط شدہ شکل میں موجود بھی ہے تو مردہ ہی ہے۔ اس میں تبدیلی کیسے ہوسکتی ہے۔ مستقبل کے یہ لوگ اعلیٰ ترین ذہانت کے مالک ہیں اور ان کا عمل ہمارے لئے ناقابلِ فہم ہے لیکن بس ہمیں موت کا تحفظ حاصل ہے اور یہ لوگ اس کے لئے بے بس ہیں۔ ان دونوں نے جو کچھ بتایا ہے اس کے بعد تیسرے شخص سے کچھ پوچھنے

کی ضرورت باقی نہیں رہ جاتی۔ تو اے دانش والو۔ کیا فیصلہ کرتے ہو تم اس کے بارے میں..........!"

چاروں طرف خاموشی طاری ہوگئی۔ میں ایک ایک کا چہرہ دیکھ رہی تھی۔ زاغ عجیب سے انداز میں مسکرا رہا تھا۔ اسی وقت اناتم سلاطیہ نے کہا۔

"اے زخ زبول۔ کیا میں بے گناہ ہوں؟"

"تو کلیوں کی طرح معصوم اور پاکیزہ ہے۔"

"اہلِ مصر' ذخیرہ والو۔ یہ ہے تم پر حکمراں فرعون رامن عوس اور وہ تھا میرا باپ جس نے تاریخ میں ایک بے گناہ کو ملوث کرکے اپنا نام تعمیر کیا ہے۔ میں نے تم سے کہا تھا۔ میں نے تمہیں بتایا تھا کہ میں بے گناہ ہوں اور میں نے یہ بھی بتایا تھا تمہیں کہ اب میں تمہارے بس میں نہیں ہوں.......... وہ سنو جو شاید تم کبھی نہ سنتے۔ زعورس ابنِ طہابی نے میرے لئے صدیاں انتظار میں گزار دیں لیکن مجھے نہ پاسکا۔ وہ مجھ سے محبت کرتا ہے۔ اگر کسی خوش نصیب کو محبت کا اتنا بڑا انعام مل جائے تو اس سے زیادہ اسے اور کیا چاہئے۔ یہ شخص جس نے زعورس کو دھوکا دیا اور ہمارے دور میں آگیا کس طرح محبت کا مستحق نہیں ہے اور اسے دھوکے کے جواب میں جو دھوکا دیا گیا یہ اسی قابل تھا۔ میں اسی بھرے دربار میں فرعون کے سامنے اپنے بھائی کے سامنے اقرار کرتی ہوں کہ میں زعورس سے محبت کرتی ہوں اور اس کے ساتھ رہوں گی۔"

"یہ کیسے ممکن ہے۔ تاریخ میں تحریف نہیں ہوسکتی۔" زخ زبول نے کہا۔

"تم نے خود کہا تھا مصر کے محترم' مستقبل والے علم رکھتے ہیں۔ میں دہری شخصیت کا مالک ہوں۔ میں تم سے پہلے تھا اور میں تمہارے بعد بھی ہوں نہ میں ماضی کی مُردہ شخصیت ہوں نہ مستقبل اور آج کے حال کی۔ میں ان لمحات کو جاوداں کرنے کا علم رکھتا ہوں جو میری نگاہوں کے سامنے آجائیں۔ اناتم سلاطیہ میری محبت ہے۔ میں اسے انہی لمحات میں منجمد کرلوں گا اور یہ میرا عمل ہوگا۔ چنانچہ میں اسے اپنے ساتھ لے جارہا ہوں۔ تم سب کے سامنے یہ دیکھو۔" زاغ آگے بڑھا اور اس نے سلاطیہ کا ہاتھ پکڑ لیا۔ میرے علاوہ کوئی نہیں جانتا تھا کہ زاغ کیا کررہا ہے۔ وہ خود پر اور سلاطیہ پر زاویے آزما رہا تھا اور صرف چند لمحوں میں وہ ہماری نظروں سے اوجھل ہوگیا۔

دربار فرعون میں سکوت طاری تھا۔ زخ زبول بہت دیر کے بعد بولا۔

"یہ سب کچھ نحوست ہے جو تم پر چھاگئی ہے۔ جاؤ ماضی کی آغوش میں سوجاؤ۔

اسی خاموش دنیا کو اپنا لو جو تمہاری ہے وہی تمہارے لئے موزوں ہے۔ جاؤ.......
سب جاؤ........ سب چلے جاؤ......... سب چلے جاؤ' جاؤ سب چلے جاؤ۔"

فضا میں ایک ارتعاش پیدا ہو گیا۔ تیز سنسناہٹ سے ماحول گونج اٹھا' ہر چیز ہلنے لگی اور پھر ایک دھواں سا بلند ہوا جس نے سارے ماحول کو گم کر دیا۔ ایک دم ہی سب کچھ نگاہوں سے اوجھل ہو گیا۔ میں اپنی جگہ کھڑی تھی۔ سیرا یمنی اپنی جگہ........ اور احمد کمال سعدی اپنی جگہ۔ اس کے علاوہ ہر طرف پتھروں اور چٹانوں کے ڈھیر تھے۔ ہم سے چند گز کے فاصلے پر بے شمار اہراموں کی چوٹیاں چٹانوں کی شکل میں جھانک رہی تھیں۔ بس اور کچھ نہیں تھا۔ احمد کمال سعدی میری طرف بڑھے اور میرے قریب آکر بولے۔ "روشن جمال۔"

"جی.........!" میں نے سرد لہجے میں کہا۔

"میری زندگی پر خوش نہیں ہو؟"

"میں نہیں جانتی ابو۔"

"سب کچھ تمہارے علم میں آچکا ہے۔ کیا میں قصوروار ہوں۔ میں.......... میں نہیں کہہ سکتا کہ سیرا یمنی نے.......... پتہ نہیں' کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ سیرا یہ تمہاری بیٹی ہے لیکن تمہاری حقیقت جاننے کے بعد میں شاید تمہیں قبول نہ کر سکوں۔"

سیرا نے سر جھکا لیا۔ اس کی آنکھوں سے آنسو گرنے لگے۔ میرا دل بے قرار ہو گیا۔ میں آگے بڑھی اور سیرا سے لپٹ گئی۔ وہ بلک بلک کر رو پڑی اور اس نے کہا۔

"میں محبت کا شکار ہو گئی تھی روشن جمال۔ میری بے پناہ چاہت نے مجھے جھوٹ بولنے پر مجبور کر دیا تھا۔"

"میں جانتی ہوں امی۔ مجھے علم ہے میری ماں' لیکن ابو خود غرض ہیں۔ انہیں اپنی تحقیق اور اپنی زندگی پیاری ہے اور کچھ نہیں۔"

"نہیں یہ غلط ہے روشن جمال۔"

"یہ سچ ہے ابو۔ ٹھیک ہے آپ اپنی کتابوں کے اوراق کا سفر کیجئے۔ کئی کتابیں اور لکھ ڈالئے۔ میں اپنی ماں کے ساتھ خوش ہوں۔"

"کیا کہنا چاہتی ہو تم؟"

"جو کچھ میں نے کہا ہے بالکل صاف ہے۔ میں آپ کے بجائے اپنی ماں کے ساتھ رہنا پسند کروں گی۔"

"روشن جمال۔"

"جی ابو۔ کیا آپ مجھ پر پابندی لگانے کا حق رکھتے ہیں۔"

"لیکن روشنی........ میری بچی......... میں اب سب کچھ چھوڑ کر تمہارے ساتھ رہنا چاہتا ہوں۔"

"ابو......... بہت کچھ کہنا چاہتی ہوں آپ کے بارے میں۔ بہت سے احساسات ہیں میرے دل میں۔ آپ نے ابو۔ مشکل ترین مرحلوں میں مجھے تنہا چھوڑا ہے آپ نے مجھے کبھی تحفظ نہیں دیا ابو۔ اب میں اپنی ماں کے ساتھ جینا چاہتی ہوں اور یقین کریں ہم جی لیں گے۔"

"سیرا بھی تو ہمارے ساتھ رہیں گی روشنی۔" احمد کمال سعدی نے ہتھیار ڈال دیئے اور میں ایک دم کھل گئی لیکن میں نے خود کو سنبھال کر کہا۔

"کس حیثیت سے ابو!"

"وہ۔ وہ میری بیوی ہیں۔ حالانکہ اس وقت میں یہ نہیں جانتا تھا کہ یہ یمن کی باشندہ ہیں۔ مسلمان ہیں لیکن میں نے انہیں کلمہ پڑھانے کے بعد ان سے نکاح کیا تھا! ہم اس نکاح کی تجدید کر لیں گے۔"

"آپ امی سے مخلص ہیں ابو.........؟" میں نے سوال کیا۔ ابو امی کو بغور دیکھتے گئے پھر بے اختیار مسکرا پڑے۔

"سیرا نے ایک عظیم طلسم توڑ دیا ہے۔ میں انہیں زمانہ قدیم کی ایک روح سمجھ کر تاریخ کا ایک ناقابلِ یقین تجربہ کر رہا تھا جس کا انکشاف دنیا کے لئے اتنا حیرت ناک ہوتا کہ لوگ سوچ سوچ کر پاگل ہو جائیں لیکن وہ سب کچھ غیر قدرتی تھا۔ قانونِ قدرت میں دخل اندازی بہرحال ممکن نہیں ہے لیکن سیرا عظیم ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں یہ مجھ سے بڑی محقق ہیں۔ یہ مجھ سے پہلے تاریخ کے اس دور میں داخل ہو گئی تھیں۔ انہوں نے خود کو یہاں اتنے عرصہ کسی شبہے سے محفوظ رہ کر برقرار رکھا۔ بہرحال یہی میری بیوی اور تمہاری ماں ہیں۔"

"آپ امی سے مخلص ہیں ابو۔" میں نے اس طویل جواب کو نظرانداز کر کے کہا۔

"ہاں.......... اب ہوں۔"

"تھینک یو ابو۔ تھینک یو ویری مچ........." میں نے پُرمسرت لہجے میں کہا

اور دونوں کے درمیان آکر ان سے لپٹ گئی۔ میری مسرت کا ٹھکانہ نہیں تھا۔ خوشی سے دیوانی ہو رہی تھی۔ ماں باپ دونوں مل گئے تھے مجھے۔ جذبات سے نجات ملی تو یہاں سے نکلنے کی فکر ہوئی اور ہم اس علاقے کا جائزہ لینے لگے۔ پھر ایک سمت اختیار کر کے چل پڑے۔ کچھ دیر کے بعد میں نے کوہ ارخماص دیکھا۔ اسی پہاڑ سے اہرازبیلہ نے مجھے مصر کے بدلتے ہوئے ادوار دکھائے تھے۔ میں نے ابو کو اس بارے میں بتایا تو وہ بولے۔

"یہ صدیوں پرانی بات ہے۔ اب نہ جانے اس علاقے کا کیا نام ہو گا۔ بہرحال ہمیں پیدل ہی سفر کرنا ہے۔ دیکھیں یہ سفر کتنا طویل ہو۔"

☆------☆------☆

بعد کی داستان صرف اس جدوجہد کی داستان ہے جو ہمیں بغیر کسی ارادے کے مصر ایک بڑے شہر المامہ الخبر لے گئی۔ یہاں سے ہم نے اپنے وطن واپسی کے لئے انتظامات کئے۔ حالانکہ ہماری پوزیشن بے حد خراب تھی لیکن بہرحال اب ابو کی سرپرستی تھی اور وہ بڑی صفات کے مالک تھے۔ انہوں نے مسعود احقری کا سہارا حاصل کیا جو قاہرہ کا ایک بہت بڑا تاجر تھا۔ چنانچہ ہم قاہرہ آ گئے۔ مصر کی پُراسرار سرزمین کا منبع جہاں میں نے انوکھے لمحات گزارے تھے۔ تمام انتظامات احقری نے کئے اور جب جہاز نے قاہرہ کی زمین چھوڑی تو مجھے بالکل یوں لگا جیسے میں ایک عظیم مہم جو ہوں جو کسی خزانے کی تلاش میں نکلی تھی اور وہ عظیم الشان خزانے لے کر واپس جا رہی ہوں۔ ماں اور باپ دونوں تھے اس سے بڑا خزانہ کیا ہو سکتا تھا۔

ہم اپنے وطن پہنچ گئے۔ ایئرپورٹ سے گھر پہنچے۔ ہمارے ملازم واقعی وفاشعار تھے۔ کوٹھی جوں کی توں تھی۔ صمد بابا ابو کو دیکھ کر بے ہوش ہو گئے۔ جہانی بیگم پر سکتہ طاری ہو گیا۔ دوسرے ملازم بھونچکے رہ گئے تھے۔ امی نے شادی کے بائیس سال کے بعد پہلی بار اپنا گھر دیکھا تھا۔ مجھے جس قدر مسرت تھی اس سے کبھی کبھی میں خود نڈھال ہو جاتی تھی۔

میری کوشش تھی کہ ماضی بھول جاؤں۔ روزانہ صبح اٹھ کر ماں باپ کو دیکھتی تھی کہ کہیں یہ صرف خواب نہ ہو اور جب یہ خواب حقیقت کی شکل میں نظر آتا تو میرا رواں رواں مسرور ہو جاتا تھا۔ ابو نے سنبھالا لے کر اپنے اثاثوں پر توجہ دی۔ تب مجھے علم ہوا کہ انکل سالک جلال بیرونی ملک سے واپس آ گئے ہیں۔ وہ معذور بے شک

ہو گئے تھے لیکن ذہنی طور پر بالکل درست تھے۔ سسٹر زمرد بدستور انہیں اسسٹ کر رہی تھیں۔ وہ جب میرے سامنے آئیں تو بہت شرمندہ شرمندہ تھیں۔

"دیکھ لیجئے سسٹر.......... میں اپنے امی ابو کو لے آئی۔"

"صرف مبارک باد نہایت ہلکا لفظ ہے۔ اللہ تمہیں تمہاری خوشیاں راس لائے۔"

"ہمارے ڈاکٹر صاحب کا کیا حال ہے..........؟"

"بالکل ٹھیک ہیں۔" سسٹر زمرد نے کہا۔

اس رات مجھے خالد شیخ بہت یاد آیا تھا اور میں نے اپنے دل میں اس کے لئے عجیب سا درد محسوس کیا تھا۔ پھر ایک دن یہ درد اور سوا ہو گیا جب ایک شاپنگ سنٹر میں نینا سے ملاقاتی ہوئی وہ خود میرے پاس آ گئی۔

"ہیلو روشنی۔ کہاں ہو بھئی۔"

"یہیں ہوں۔ تم سناؤ۔ کیا حال ہے؟"

"بہترین۔ شادی کر لی ہے میں نے..........!" اس نے کہا اور میرے دل پر ایک گھونسہ سا پڑا۔

"اوہ۔ مجھے نہیں بلایا تم نے شادی میں۔ خالد تو ٹھیک ہیں؟"

"تمہیں ان کے بارے میں نہیں معلوم۔"

"کیا..........؟"

"وہ دماغی اسپتال میں زیر علاج ہیں۔ مصر سے واپسی کے بعد ان کی اپنی حالت ٹھیک نہیں رہی۔ اب تو کافی دن سے میں اسپتال بھی نہیں گئی۔" اس وقت ایک قبول صورت شخص وہاں پہنچ گیا۔ نینا نے اس سے تعارف کراتے ہوئے کہا۔ "یہ سہیل ہیں۔ میرے شوہر.......... سہیل یہ میری دوست روشن جمال ہیں۔"

یہ رات میرے لئے بڑی کٹھن تھی۔ بہت سے خیالات آتے رہے تھے اور دوسری صبح میں نے فون پر اسپتال کے بارے میں تفصیل پوچھی تھی پھر اسپتال جا پہنچی تھی۔ خالد بہت کمزور ہو گیا تھا۔ آنکھوں میں حلقے پڑے ہوئے تھے۔ مجھے دیکھ کر ساکت ہو گیا۔ بہت دیر تک مجھ پر نگاہیں جمائے رہا۔ پھر بے یقینی کے انداز میں آنکھیں بند کر لیں۔

تو میری داستان کے ہمراہیو.......... مختصر یہ کہ اب میں شادی شدہ ہوں۔ خالد

میرے بہت اچھے شوہر ہیں ابو اور امی مصر کے بخیے ادھیڑنے میں مصروف ہیں۔ راوی عیش لکھتا ہے.......... اور ہاں آپ بھولے نہ ہوں گے کہ انکل زاغ مجھے ایک فن دے گئے تھے۔ زاویوں میں روپوش ہونے کا فن۔ وہ آج بھی مجھے آتا ہے لیکن اس کے استعمال کی ضرورت کبھی پیش نہیں آئی۔ شاید کبھی آہی جائے تو پھر..........

خدا حافظ...........!

☆======تمت بالخیر======☆